

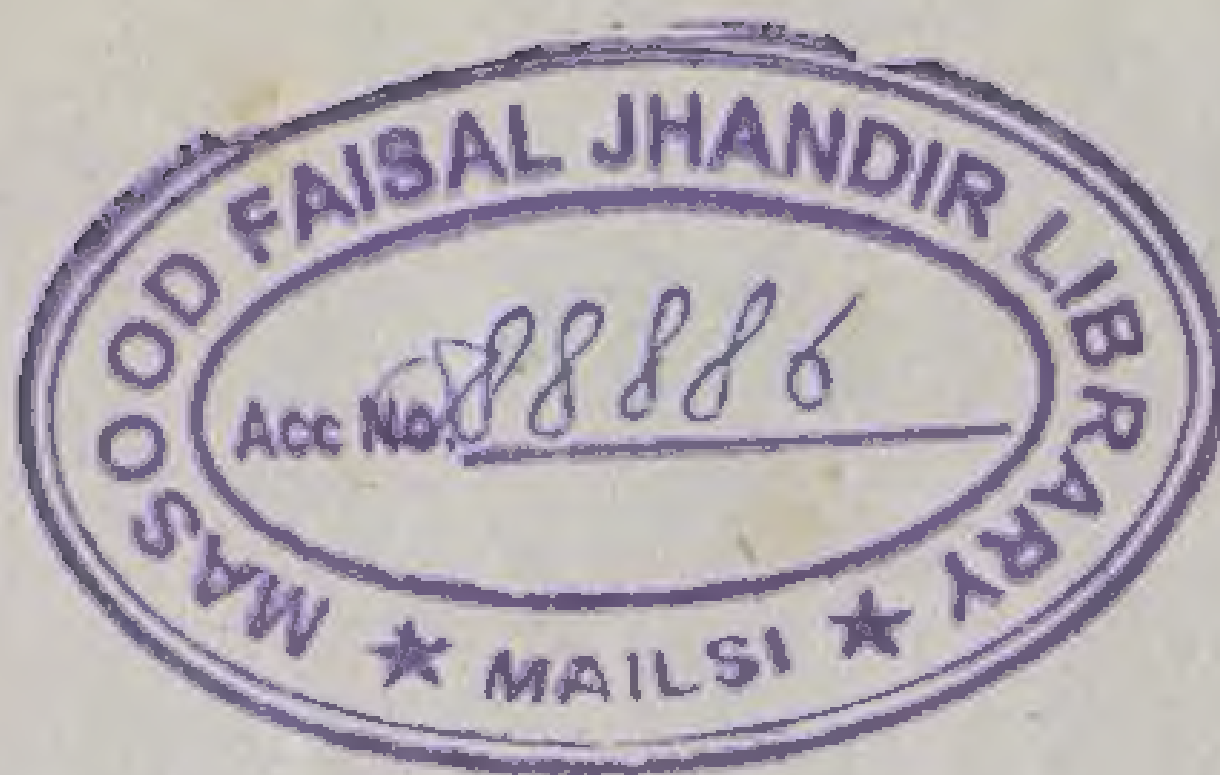
مقیات البنوت

جید زمان پر طریقت مناظر عظم
ابو عبد الوہاب مولانا محمد عمر علی نقہ

جلد اول جلد دوم

المقیاتس پبلشرز

۴۰ دربار مارکیٹ ○ لاہور



فہرست مضامین مقياس نبوت حصہ اول

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲	عفت مریم علیہا السلام	۲۱	عسی علیہ السلام کی دونوں عمروں کا ثبوت قرآن کریم سے
۳	یسوع علیہ السلام کی سادہ زندگی کا راز	۲۲	توفی کے معنی کتب تفاسیر سے
۴	یسوع کی سادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ارضی زندگی کا جواب	۲۲	انی متوفیت کی تحقیق (پتہ)
۵	حیات عیسوی میں ہشتک رحمۃ اللعالمین نہیں	۲۴	متوفیت کو مقدم رکھنے کی حکمت
۶	فلما توفیتنی کے استدلالات کا جواب (پتہ)	۲۸	اپنی موت مرنے کا جواب
۷	ان اللہ ثالث ثلثہ کا جواب (پتہ)	۳۰	رسل کا ظہر
۱۰	فلما توفیتنی کی تائید آیت قرآنی سے	۳۱	ہرست استدلالات مرزا ائمہ کا نتیجہ
۱۱	حکمت نزول عسی علیہ السلام	۳۲	موت طبعی کا جواب
۱۲	تحقیق لفظ توفی (پتہ)	۳۲	رفع پر پانچ سو روپیہ کا انعامی اعلان (پتہ)
۱۳	توفی کا استعمال قرآن کریم میں	۳۳	تحقیق لفظ رفع از لغات (پتہ)
۱۵	توفی کا استعمال مرزائی کی زبانی اور اس کا جواب	۳۴	رفع کے معنی چڑھانے کے یا بتمامہ اٹھانے کے
۱۶	توفی لغت سے اور متوفی کا استعمال پڑاویوں کے رجسٹر میں اور ابن عباسؓ کی بخاری والی حدیث کا جواب (پتہ)	۳۵	قرآن کریم سے (پتہ)
۱۷	اقول کما قال العبد الصالح کا جواب (پتہ)	۳۶	البیہ کا جواب قرآن کریم سے (پتہ)
۱۸	بخاری کی حدیث کے اسماء رجال	۳۷	خدا آسمان پر مرزا صاحب کی زبانی
۱۹	توفیتنی کا ترجمہ محدثین کی زبانی	۳۸	جمی رفع الی السماء تفاسیر سے
۲۰	تطبیق توفی بہ آیت قرآنی اور عہد اُمت	۳۹	جمی رفع تفاسیر سے
۲۱	خلت کے استہام کی وجہ	۴۰	بخاری کے حضرت عباسؓ کے قول کا جواب
		۴۱	حضرت عباسؓ کے قول کا جواب
		۴۲	مرزا صاحب نے حیات یسوع سے کیسے انکار کیا
		۴۳	براہین احمدیہ سے حیات یسوع

مرزا صاحب کا حیات مسیح پلٹنا اور اعتبار جمانا	۴۴
حیات مسیح اور مرزا صاحب	۴۵
مرزا صاحب ۱۲ سال حیات مسیح کے قائل ہے	۴۸
مرزائی نسخ کا جواب	۴۹
حیات مسیح اور نسخ	۵۰
قانون نسخ	۵۱
مسیح نو پیدا ہونے کی خرابی	۵۲
نزول کے معنی پیدائش لینے سے خرابی الپ	۵۳
قد خلعت کی تحقیق حیات مسیح پر اور	۵۴
تحقیق خلعت قرآن مجید سے کا جواب الپ	۵۴
خلا لغت سے	۵۵
کاتا یا کلان کی تحقیق	۵۶
آسمانوں میں بھی کھانا پلٹتا ہے قرآن مجید	۵۸
عیسیٰ علیہ السلام کی روزمندیوں کا ذکر	۵۹
قرآن مجید سے	۶۰
عیسیٰ علیہ السلام کی ٹیٹی کا جواب	۶۰
وما محمد الا یسئول کا حل	۶۱
حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حیات مسیح	۶۲
لا یخلقون شیئا وھم یخلقون کی تحقیق	۶۳
مذکورہ آیت کے بدلنے سے جو خرابی لازم	۶۴
آتی ہے	۶۴
من دون اللہ کی تفسیر بخاری سے	۶۷
فیہا تحیون و فیہا تموتون کا جواب الپ	۶۸
فیہا تحیون کا جواب	۶۹
ان مثل عیسیٰ کی تشریح	۷۲
اوصانی یا الصلوۃ والشرکۃ ما دھت	۷۷
حیات کی تشریح	۷۷
والسلام علی یوم ولدت و یوم	۷۹
اموت کا جواب	۷۹
آسمان پر جانا سنتہ اللہ ہے	۸۰
ھل کنت الا لبشاً من سولہ کا حل الپ	۹۱
وما جعلنا لبشاً من قبلک الخلد کا حل	۹۲
افان مت فم الخلد ون کا حل	۹۵
انک میت و انھم میتون کا جواب	۹۶
یا آتی من بعدی اسمہ احمد اور من بعد	۹۷
کی تحقیق	۹۷
من بعد کی تحقیق قرآن کریم سے	۹۸
و منکم من یبدل الی اسم ذل العمر للکلا	۱۰۲
کی تحقیق	۱۰۲
انبیاء علیہم السلام کی دراز می مراد و من تعمر و تنکسہ	۱۰۳
فی الخلق کی تحقیق	۱۰۳
من بعد توہ ضعفا و شبکۃ کا جواب	۱۰۵
لیا کلون الطعام و یمشون فی الاسواق	۱۰۷
کا جواب	۱۰۷
دلائل حیات مسیح علیہ السلام	۱۰۸
یعیشی انی متو بیک کا بیان	۱۰۹
تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھا دیا کا جواب	۱۱۱
اور سی افکار کی حکمت خداوندی	۱۱۱
و جاعل الذین اتبعوک کا بیان	۱۱۳
و ما تملوک و ما صلیوک کی تشریح	۱۱۹

۱۸۳	مفسرین کو غلطی لگی کا جواب	۲۰۹	نلامتین پر اعتراض کا جواب (۳۴۸) کا حل
۱۸۴	معالم التنزیل کا حل	۲۱۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا شک کرنے
۱۸۵	حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ (۳۴۳) (۳۴۴)	۲۱۱	دَاٰتِبَعُوْنَ پر سوال کا جواب (۳۴۸) (۳۴۹)
۱۸۶	مجمع البیان میں ائمہ کی ضمیر کا حل (۳۴۳) (۳۴۴)	۲۱۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علامت قیامت نہ ماننے
۱۸۷	مثیل مسیح دکانے پر ایک ہزار روپیہ بھگام	۲۱۳	کس سے نقصان عظیم ہوتا ہے
۱۸۸	ائمہ کی ضمیر پر انعام	۲۱۴	دَاٰتِبَعُوْنَ کیوں فرمایا
۱۸۹	مثیل مسیح کی تحقیق	۲۱۵	عِنْدَکَ عِلْمُ السَّاعَةِ کا جواب (۳۴۸) (۳۴۹)
۱۹۰	" " "	۲۱۶	مرزائی لطیفے کا حل (۳۴۸) (۳۴۹)
۱۹۱	شرح حقائق نفسی کے حاشیہ کا جواب	۲۱۷	لَيُّوْمَ مَنِّ بِہٖ تَبْلُ مَوْبِدِّہٖ پر اعتراض اور
۱۹۲	حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے	۲۱۸	اس کا جواب
۱۹۳	دواۃ ہر جرح اور اس کا حل	۲۱۹	یہ روایت اسی قبل از یح نہ مرنے چاہیے کا جواب
۱۹۴	عام بن ابی نخود حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۲۰	قَبْلَ مَوْبِدِّہٖ کو مرزائی نے غلط سمجھا
۱۹۵	کی روایت کا راوی ثقہ ہے (۳۴۵) (۳۴۶)	۲۲۱	قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ کا حل قرآن کریم سے
۱۹۶	عام کے گیارہ مصححین	۲۲۲	قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ پر دوسرے سوال کا جواب (۳۴۹) (۳۵۰)
۱۹۷	بمیزان الاعتدال کا جواب (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸)	۲۲۳	" " " " " " " " (۳۵۰) (۳۵۱)
۱۹۸	عقلمی کا جواب (۳۴۶) (۳۴۷)	۲۲۴	قَبْلَ مَوْبِدِّہٖ پر مرزائی کے دوسرے سوال کا جواب
۱۹۹	ابو یحییٰ ثقہ ہے	۲۲۵	" " " " " " " " (۳۵۱) (۳۵۲)
۲۰۰	مصدق ثقہ ہے	۲۲۶	" " " " " " " " (۳۵۲) (۳۵۳)
۲۰۱	معرب ثقہ ہے	۲۲۷	" " " " " " " " (۳۵۳) (۳۵۴)
۲۰۲	غالب بن قائد ثقہ ہے	۲۲۸	" " " " " " " " (۳۵۴) (۳۵۵)
۲۰۳	غضیل بن مرزوق (۳۴۶) کا جواب	۲۲۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت
۲۰۴	زید عدل کا جواب (۳۴۶) (۳۴۷)	۲۳۰	حیات مسیح علیہ السلام (۳۵۱) (۳۵۲)
۲۰۵	دَاٰتِبَعُوْہُ لَعَلَّہُمُ لِلَّعَاۡتَةِ کے اعتراض کا جواب	۲۳۱	قبل موبدہ کی بجائے موتم کا جواب (۳۵۱) (۳۵۲)
۲۰۶	صاحفہ سے مراد بنی اسرائیل کی ہلاکت کی	۲۳۲	" " " " " " " " (۳۵۲) (۳۵۳)
۲۰۷	لکھڑی کا جواب	۲۳۳	دَیُّوْمَ الْقِیَامَةِ کیوں نہیں ہوا پر اعتراض کا حل

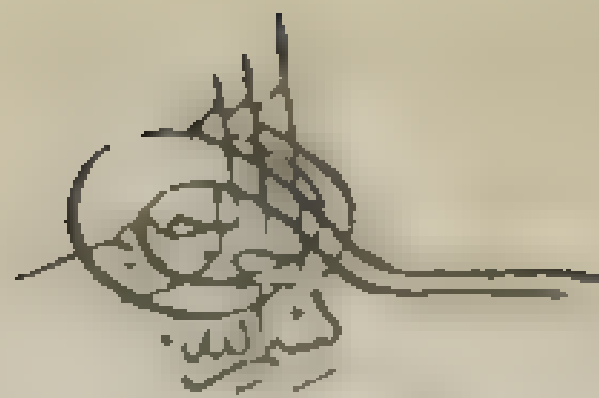
سُئِلْنَا دَا سُرْلَنَا	۲۶۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کا	۲۳۸
أَسْأَلْتُ دَا سُرْلَقُوْا دَا سُرْلَهْ	۲۶۶	جواب (۳۵۶)	
أَسْأَلْنَا	۲۶۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تطہیر صحیحہ	۲۳۹
أَسْأَلُ	۲۶۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی طاقت	۲۴۲
أَمَّتْ مُحَمَّدِيَه كَيْ نَزَلْ كَا جَوَاب ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸	۲۶۹	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی و	۲۴۱
يَذُنُّ مَعِي فِي قَبْرِى كَا جَوَاب (۳۶۷)	۲۷۰	سیاسی طاقت و علم جسکو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۲۴۲
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین چاند کا جواب ۳۶۹	۲۷۱	بھی تسلیم کر چکے	
أَوَّلُ مَنْ يَنْشُرُ عَنْهُ الْقَبْرُ كَا جَوَاب (۳۶۸)	۲۷۲	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روحانی طاقت	۲۴۳
میرے بعد ابو بکر دالی حدیث کا جواب	۲۷۳	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اپنی	۲۴۴
تیسرے دن میں قبر میں نہ ہو گا کا جواب	۲۷۴	کام حیدر ہائیک کا جواب	
مَا تَوَقَّى اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا دُرِّفَنَ حَيْثُ يُقْبَضُ	۲۷۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہولت پر اعتراض کا حل	۲۴۵
هذا مصرع فسلان خدا	۲۷۶	راڈ کفقت پر سوال کا جواب (۳۶۹)	۲۴۶
أَقُولُ أَنَا وَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِى أَحْيَا كَل	۲۷۷	و مَطْهَى رَقِ بْنِ الْبَيْتِ كَفَرُوا دَا پر اعتراض کا	۲۴۷
يَذُنُّ مَعِي فِي قَبْرِى كَا حل	۲۷۸	جواب (۳۷۰)	
فی مصاحبت کے لئے قرآن کریم میں	۲۷۹	لَنْ يَسْتَلِفَ الْمَسِيحُ پر اعتراض کا جواب (۳۷۱)	۲۴۸
فی قَبْرِى میں مراد روحانی قبر کا جواب	۲۸۰	حل سوالات مرزا شبیر احادیث (۳۷۲)	۲۴۹
تحقیق قبر از لغت و احادیث	۲۸۱	أَسْأَلُ بِرِجَالِ عَرَضُونَ كَا جواب	۲۵۰
لفظ قبر کا حل قرآن کریم سے	۲۸۲	دَا سُرْلَنَا لَكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ پر اعتراض	۲۵۱
عالم قبور کی ہیئت کذائیہ پر سوال کا جواب اللہ	۲۸۳	کے جواب	
جانوروں کی غذا کا جواب	۲۸۴	أَسْأَلْنَا الْحَدِيدَ كَا جواب	۲۵۲
سدن بن عیسوی علامت صداقت جیلی بن مریم	۲۸۵	برقی کا اصل آسمان میں	۲۵۳
علیہ السلام (۳۷۳) کا حل	۲۸۶	سُرْلُ كَا استعمال قرآن کریم میں	۲۵۴
صداقت عیسیٰ علیہ السلام کی ہیئت کذائیہ کا حل	۲۸۷	يَسْأَلُ دَا سُرْلُ كَا استعمال قرآن مجید میں	۲۵۵
يَذُنُّ مَعِي سے معیت زمانی مراد لے کر وفات	۲۸۸	سُرْلُ دَا سُرْلُ دَا سُرْلُ دَا سُرْلُ	۲۵۶
یوح علیہ السلام ثابت کرنا کا جواب (۳۷۴) کا حل	۲۸۹	سُرْلُ كَا استعمال	۲۵۷

۲۹۵	نبی فن کا صحیفہ معیت زمانی سے روکتا ہے	۳۱۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت نبوت نزول من السماء
۲۹۶	حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام امت محمدیہ کا موعود	۳۲۰	نزول من السماء کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا قیام ارضی
۲۹۷	نہیں بن سکتا کا جواب (۳۸۵ کا حل)	۳۲۱	حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا قیام سلطنت
۲۹۸	کُنْتُمْ خَيْرَ امَّةٍ میں نبی کیوں نہیں کا جواب	۳۲۲	امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۹۹	عیسیٰ علیہ السلام کے چلے پر اختلاف کا جواب (۳۸۸)	۳۲۳	امام مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانے کی مالی حالت
۳۰۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلیفہ شریف	۳۲۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی مالی حالت
۳۰۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۲۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتیازی عمل
۳۰۲	خدا دو وجود ہیں	۳۲۶	تساہ صفات کا جواب
۳۰۳	مہدی کا استعمال حدیث شریف میں	۳۲۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی حدیثیں
۳۰۴	ابن خلدون کی جمع کا جواب (۳۸۹ کا حل)	۳۲۸	کنز العمال کی حدیث نزول من السماء اور شاہ عبدالعزیز
۳۰۵	ابن خلدون اور امام مہدی علیہ السلام	۳۲۹	صاحب کی عبارت کا جواب
۳۰۶	لا مہدی الا عیسیٰ اور دونوں کے چلے کا	۳۳۰	حقیقت مرثیہ دربارہ حیات مسیح علیہ السلام
۳۰۷	جواب (۳۹۰)	۳۳۱	جیل افیق پر سنزول کا جواب
۳۰۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رضی اللہ عنہ	۳۳۲	مرزا شیروں کی رفا مسیح والی حدیثوں کا جواب
۳۰۹	حضرت مسیح اور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ السلام	۳۳۳	لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیاً کا جواب
۳۱۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام محمد بن عبد اللہ ثابت	۳۳۴	الیوانیت والجاہر سے جواب
۳۱۱	کرنے والیکو پچاس ہزار روپے کا نقد انعام	۳۳۵	ملاحظہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت (۳۸۸)
۳۱۲	امام مہدی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ شریف	۳۳۶	علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقہ
۳۱۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رضی اللہ عنہ	۳۳۷	علی قاری رحمۃ اللہ کے حقیقہ سے پر ایک ہزار روپیہ
۳۱۴	کے تفریق جہانی و ملی از احادیث صحیحہ	۳۳۸	انعام
۳۱۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلیفہ شریف	۳۳۹	زرقانی و طرانی کی اصل عبارت
۳۱۶	تمام محدثین کے نزدیک امام مہدی علیہ السلام اور	۳۴۰	ابن کثیر وابن حساگر کا جواب ابن کثیر نے خود
۳۱۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو وجود ہیں	۳۴۱	دے دیا
۳۱۸	ذکر امام مہدی علیہ السلام از احادیث	۳۴۲	قیام عیسوی کے متعلق کنز العمال کی حدیث و جلالین
۳۱۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء	۳۴۳	

کی تحقیق	۳۴۱
ماہنامہ خصوصاً کا جواب	۳۴۲
تقریریں سے زیادہ عمر نہیں ہو سکتی کا جواب	۳۴۳
اتنی لمبی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت	۳۴۴
سیح درمیں کا جواب	۳۴۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال مکانی کا جواب	۳۴۷
مہربانیاں کا کرنے مرنے کا جواب	۳۴۸
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عقیدہ حیات	۳۴۹
سیح علیہ السلام	۳۵۰
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ	۳۵۱
حیات سیح علیہ السلام	۳۵۲
امام مسلم، بخاری و تمام متقدمین و متاخرین	۳۵۳
کا عقیدہ حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تھا	۳۵۴
ابوداؤد و ترمذی کا عقیدہ عیسیٰ بن مریم	۳۵۵
علیہ السلام کی حیات کا تھا	۳۵۶
ابن ماجہ و حاکم کا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام	۳۵۷
متاخرین محدثین کا عقیدہ حیات سیح تھا	۳۵۸
عدم رجوع موتی کا جواب اور حیات عیسیٰ علیہ السلام از اقوال بزرگان	۳۵۹
محمی الدین ابن عربی کا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تھا	۳۶۰
علامہ نوری کا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام	۳۶۱

تمام مفسرین و مفسرین کا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تھا	۳۶۲
طریقہ سوسل کا جواب ابن عساکر سے ہی	۳۶۳
مؤرخین اسلام ابن اثیر و طبری کا عقیدہ حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تھا	۳۶۴
ابن کثیر و ابن عساکر سے حیات عیسیٰ علیہ السلام	۳۶۵
ابن خلدون سے حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام	۳۶۶
حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ عبدالحق	۳۶۷
محدث دہلوی کا عقیدہ حیات سیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تھا	۳۶۸
مرزا شیخوں کا اللہ سلف سے غلط استنباط	۳۶۹
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ وفات سیح ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپے کا جلیج	۳۷۰
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور مرزا شیخوں کے سوال کا جواب	۳۷۱
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا طرف نسبت غلط ہے	۳۷۲
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ وفات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت کرنے والے کو یکصد روپے کا انعامی جلیج	۳۷۳
صحابین و صحابہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد بن حنبل	۳۷۴
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب	۳۷۵
امام شافعی کا عقیدہ حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا رد و دل من الہو تھا	۳۷۶

مرزا صاحب کا آخری فیصلہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر	۳۸۲	شیر محمد مرزائی کے سوالوں کے جوابات	۳۸۸
ابن حزم کا جواب	۳۸۳	خیالات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مد مسئلہ	۳۸۹
شاہ عبدالحق صاحب و صدیق حسن خاں کا جواب	۳۸۴	عینی بن مریم علیہ السلام	۳۹۰
تفسیر محمدی دینی الدین ابن عربی کا جواب	۳۸۵	براہین احمدیہ کا حل	۳۹۱
ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات مسیح	۳۸۶	مرزا صاحب کا اقرار حیات مسیح اور ذہول کا	۳۹۲
حرائس البیان کا بیان	۳۸۷	عجیب واقعہ	۳۹۳
مردز اور زرقانی کا جواب	۳۸۸	مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کی تائید حیات عیسیٰ بن	۳۹۴
ند کافی کا اصل حوالہ	۳۸۹	مریم علیہ السلام اور مرزا صاحب کے نزدیک بھی	۳۹۵
حافظ محمد کا جواب	۳۹۰	مسلمان حق پر ہیں	۳۹۶
ابن جریر کا حل	۳۹۱	فرمان مرزا صاحب حیات مسیح کا مسئلہ کوئی ہماری	۳۹۷
طبری کا جواب (۳۲۲) کا حل	۳۹۲	ایمانیات کی جڑ نہیں	۳۹۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ رفع	۳۹۳	مرزا صاحب کی زبانی منقول من السماء کی تشوہ	۳۹۹
حضرت مائتہ گنج بخش رحمۃ اللہ کے فرمان کا اصل	۳۹۴	مرزا صاحب کا غلط تسلیم کرنا	۴۰۰
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب	۳۹۵	مرزا صاحب کا انکار حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام	۴۰۱
خواجہ محمد یار سا رحمۃ اللہ علیہ کا جواب	۳۹۶	نفسانیت پر مبنی تھا	۴۰۲
		حیات عیسیٰ علیہ السلام از روئے اناجیل	۴۰۳



وَمَا قِيلُوا فِى شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُذِبٌ وَهُوَ أَتَمُّ الْكِتَابِ الَّذِى أَنزَلْنَاهُ فِى هَـذِهِ الْقُرْآنِ الْعَرَبِىِّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

وَمَا قِيلُوا فِى شَيْءٍ مِّنْهُ لَكُذِبٌ وَهُوَ أَتَمُّ الْكِتَابِ الَّذِى أَنزَلْنَاهُ فِى هَـذِهِ الْقُرْآنِ الْعَرَبِىِّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ



المحمد الاول

من كتاب

مِثْقَاتُ الْبُيُوتِ

في حقيقة من

عَالَمِ الْغَيْبِ الْاَوَّلِ



الف

محمد بن أبي بكر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَفَعَ عِيسٰى عَلٰى نَبِيْنَا وَعَلَيْهِ السَّلَامُ رَاحِيَ السَّمَاءِ بِجَسَدٍ ۚ وَ
حَيَاتِهِ وَالصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَ عَلٰى اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ
اَمَّا بَعْدُ - اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے کُن سے پیدا فرمایا اور اسی
طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد حضرت مریم علیہا السلام
کے بطن پاک سے آپ کی پاک دامن کی برقرار رکھتے ہوئے بغیر کسی انسان کے چھوٹے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور حضرت مریم
علیہا السلام کی تمام عمر میں تار کہ ہونے کی تعریف قرآن مبین میں ظاہر فرمائی تاکہ مسلمان کسی
مخالف کے دھوکے میں آکر عقیقہ کی بہرہ گیری میں گستاخی کر کے اپنے ایمان و اعمال کو
برباد نہ کر لے ارشاد الہی ہے -

اٰنْبِیَا۟ وَ اَلَّتِیْ اٰخَصَّنْتَ فَرْجَهَا تَنْفَخُنَا فِیْهَا مِنْ سُرٍّ وَ حِنًا وَ جَعَلْنَاهَا وَاٰبِنَا۟ اٰیَةً
لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (اور بدایت دی اللہ نے) اس عورت کو جس نے اپنی شرمگاہ کو
محفوظ رکھا ہر انسان سے) تو ہم نے اس میں اپنی رُوح پھونکی اور اس (مریم) کو اور اس کے
بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو نشانی بنایا تمام جہان والوں کے واسطے کہ خدا نے بغیر باپ کے
عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے کے لئے مریم علیہا السلام کو چنا) اس آیت کریمہ میں اَخَصَّنْتَ
فَرْجَهَا مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی پاک دامن کا بین ثبوت ہے - وَ جَعَلْنَاهَا
وَ اٰبِنَا۟ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بھی دونوں کی پاک دامن اور عالین سے ممتاز ہونے کی دلیل ہے -
ورنہ تمام جہان کے واسطے نشان نہیں بن سکتے -

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اٰخَصَّنْتَ فَرْجَهَا تَنْفَخُنَا فِیْهَا مِنْ
سُرٍّ وَ حِنًا وَ مَدَّ قَتَّ بِكَلِمَتٍ سَرٍّ بِمَا وَكَلَّمْنَاهُ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِطِیْنَ ۝ (اور
مریم عمران کی لڑکی جس نے اپنی شرمگاہ کو بچایا ہر مفعولیت سے) تو ہم نے اس میں اپنی
رُوح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں سے
تھی - اِن دونوں آیتوں سے رب العزت نے مریم علیہا السلام کی عفت ظاہر فرمائی اور اس

کی شرمگاہ کو ہر قسم کی مس رحولیت سے مبرا فرمایا۔ چنانچہ بشارت ولد کو بھی انہوں نے بمع خراشی تصور کرتے ہوئے جواب دیا قَالَتْ اَتَنْتِیْکُمْ لَیْ غُلَامٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَلْکُ بَغِیًّا ہ فرمایا مجھے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں اور نہ میں بدکار ہوں، قَالَ کَذَّابٌ لِّکَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا ایسے ہی بغیر کسی کے مس کرنے کے ایسے ہی ہو جیسے گاہ اور پھر فرمایا وَاَمَّا مَقْصِدُہَا اور امر الہی پورا کیا گیا ہے۔ اس آیت نے جبریل علیہ السلام کے مس کا بھی انکار ثابت کر دیا۔ کہ صرف امر الہی سے لڑکے کی پیدائش ہوگی، تجھے بھی مس کرنے کی اجازت نہیں۔ تَحَمَّلَتْہُ توحاطہ ہو گئیں حضرت مریم علیہا السلام لڑکے سے اور بعد ولادت عیسیٰ علیہ السلام (۱) خداوند تعالیٰ کا اُن کو نسبت مادی سے یحییٰ ابْنُ مَرْیَمَ کہہ کر پکارنا آپ کی نسبت پداری کو معدوم ثابت کرتا ہے (۲) چنانچہ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ بمع شَرِّ لَمْ اَلْکُ بَغِیًّا کے مریم علیہا السلام کا جواب (۳) جبریل علیہ السلام کا فرمانا کَذَّابٌ لِّکَ اور (۴) اَمَّا مَقْصِدُہَا اور امر الہی ر عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی پاک دامنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے دلائل اور وجہ ہیں اور تمام اولہ سے برتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اغذیہ و اشربہ دنیاوی سے مبرا ہو کر محض آسمانی خوراک پر اکتفا کرنا آپ کے رُوحِ اللہ ہونے کی زبردست دلیل ہے جو آپ کے رفع آسمانی اور قیام آسمانی کا قائل نہیں وہ آپ کے رُوحِ اللہ ہونے کا قائل نہیں اور جو آپ کے رُوحِ اللہ ہونے سے انکاری ہے وہ قرآن خداوندی کا منکر ہے اور جو آپ کے زمین پر واپس تشریف لانے کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ آپ کے ولد مریم یعنی انسانی خلقت کا منکر ہے اور جو عیسیٰ علیہ السلام کو ولد انسانی نہ جانے وہ مشرک ہے اور ایسا شخص اِنَّ اللہَ لَا یَغْضُہُ اَنْ یُّسْئَلَ بِہٖ سے جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بعد از بریت صلیب موت حتف انف مار دیتا تو منکرین کو موقع ملتا تھا کہ رُوحِ اللہ نہیں تھے کسی مس انسانی کا نتیجہ ہوئے اللہ تعالیٰ حکیم نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا تاکہ ایمان داروں کو آپ کے رُوحِ اللہ ہونے کا یقین ہو جائے اور اگر زمین پر جلدی لے آتے تو بھی احتیاج عوامی ثابت ہوتی اور دوسری یہ بات تھی کہ زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب تھا اگر اس زمانہ میں نازل کیا جاتا تو آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ چونکہ آپ کی تبلیغ (۱) بڑی قابل تعریف تھی۔ آپ کی تبلیغ کا اثر زمانہ میں جب پورا ہو گیا تو قرآن (۲) تکذیب کے دلائل تو حیدی

کسی کو سزا دی جاتی ہے۔ کیا سمجھ رہے ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ سے آسمان بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ یہ تمہارے دماغ کی کمزوری ہے ورنہ قرآن کریم پڑھ کر سوچو تو تمہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوکھی مبارکہ کے نام ایک مستقل سورۃ نظر آئے گی۔ جس کا نام حجرات مقرر ہے۔ اس سورۃ میں مولیٰ ذوالجلال نے مسلمانوں کو آپ کی کوکھی مبارکہ کے آداب سکھائے ہیں۔ آسمان کی طرف تو شیطان بھی جاسکتا تھا۔ لیکن آپ کی کوکھی مبارکہ کے باہر سے شیطان کی طاقت تو کہاں مومن اپنی آواز کو آپ کی کوکھی مبارکہ کی دیواروں سے پار نہیں کر سکتا۔ نہیں نہیں فرشتہ نوری آسمانوں میں پھرے۔ زمین میں پھرے مساجد میں زورہ کرے۔ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوکھی مبارکہ کی طرف بغیر اجازت بلا پردہ آپ کی مستورات کے اپنی نگاہ نہیں اٹھا سکتا۔ اب بتاؤ شان آسمان زیادہ سے یا زمین جس دن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے۔ شیطان پہلے آسمان کی طرف جاسکتا تھا اس دن سے اس کا راستہ سماوی اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا ہے۔ جیسے انسان ہر راستہ پر چل سکتا ہے لیکن جس راستہ پر بادشاہ کی آمد و رفت ہو اس راستے میں پھرے دار مقرر کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے آسمان کے راستہ میں شہاب ثاقب سیارے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ جو ان کو آسمان کی طرف بڑھنے نہیں دیتے تم پیارے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھو۔

(۳)۔ مرزا صاحب قبر میں اور اُلو اور گدھ اور کو اہوا کی بلندی میں۔ کیا اُلو وغیرہ کو مرزا صاحب سے بہتر سمجھو گے۔ کفار ہوائی جہاز میں پرواز کر رہے ہیں اور تم زمین پر ہو۔ کیا ان کا مرتبہ بلند ہوگا۔ کچھ تو سوچ کر بات کرتے۔

(۴)۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء رحمتہ للعالمین ہیں۔ جب آپ کی نبوت قیامت تک جاری ساری ہے تو کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت تک نہیں سمجھتے کہ آپ کے مقابلہ میں غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کر بیٹھے ہو۔ یہ ہے ذلت کا کام نہ وہ۔

"مرزا علی" موجودہ مسلمانوں کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ از روئے قرآن عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہو چکی ہے اور آسمان پر بحبہ عنصری اٹھائے نہیں گئے بلکہ ان کا روح گیا۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء کی موت واقع ہوئی ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

لہذا تمہارا کہنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمان پر مجید عنقریب چڑھے ہوئے ہیں یہ قرآن مجید کے خلاف عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کو درست کرنے کے لئے مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو راہ راستی پر لائے۔ آؤ قرآن سنو۔ کیا فرماتا ہے۔
 (مائتہ اخیر) - وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اَنْتَ ثَلَاثٌ لِلنَّاسِ اَلْحَدُ دِیْنِیْ وَ اَرْحٰی الْہٰیۡنِ مِنْ دُوۡنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیْ اَنْ اَقُوۡلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقِّہٖ اِنْ کُنْتُ ثَلَاثَہٗ فَقَدْ عَلِمْتُہٗ تَعَلَّمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوۡبِ مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلَّا مَا اَمَرَتَنِیْ بِہٖ اِنْ اَعْبَدُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ وَ کُنْتُ عَلَیْہُمْ شَہِیۡدًا مَا دُمْتُ فِیْہُمْ نَلَمًا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیۡبُ عَلَیْہُمْ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیۡدٌ ہ ترجمہ :- جب کہیگا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھ کو اور والدہ میری کو دو معبود سوائے اللہ کے حضرت عیسیٰ جواب دیں گے پاک ہے تو نہیں لائق میرے واسطے یہ کہ کہوں میں وہ بات جس کا نہیں ہے مجھ کو کوئی حق۔ اگر کہا ہو گا پس تحقیق تو جانتے ہو اس کو جو میرے جی میں ہے اور نہیں جانتا میں جو میرے جی میں ہے۔ یقیناً تو ہی جانتے والا ہے غیبوں کا۔ نہیں کہا میں نے ان کو سوا اس کے کہ جو حکم دیا تو نے مجھ کو ساتھ اس کے یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو رب میرا ہے اور رب تمہارا اور تمہارا میں نگہبان جب تک رہا میں ان میں اور جب وفات دیدی تو نے مجھ کو تو ہی نگہبان تھا ان پر اور تو ہر شے پر حاضر ہے۔

استدلال ۱ اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو زمانے بتائے ہیں۔ پہلا اپنی قوم میں حاضری کا (مَا دُمْتُ فِیْہُمْ) اور دوسرا غیر حاضری کا (اَنْتَ الرَّقِیۡبُ عَلَیْہُمْ) اور ان دونوں زمانوں کے درمیان حد فاصل (تَوَفَّیْتَنِیْ) ہے۔ گویا ان کی اپنی قوم کی غیر حاضری سے پہلے وفات ہے۔ کیونکہ غیر حاضری کی وجہ "تَوَفَّیْتَنِیْ" ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں حاضر ہیں یا غیر حاضر۔ چونکہ غیر حاضر ہیں۔ لہذا ان کی توفی ہو چکی ہے۔

استدلال ۲ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقرار فرماتے ہیں کہ تثلیث پرستی کا عقیدہ میری زندگی میں نہیں پھیلے۔ بلکہ میری توفی کے بعد پھیلے گا۔ اور فی زمانہ عیسائیوں کی تثلیث پرستی کو راز نہیں۔ بلکہ کھلی کھلی بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۚ مَا مِنْ شَيْءٍ مِثْلُ شَيْءِهِ ۚ لَقَدْ كَفَرَ

اس وقت حضرت مسیح کی توفی ہو چکی ہے۔

”محمد عمر (جواب استدلال عا)۔“ لوگ کہا کرتے ہیں کہ فرقہ مرزاویہ قرآن کریم کی آیات میں بے پرہیز کر کے آیت کا مطلب غلط بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ تمہارے اس بیان نے جس کی تصدیق کر دی کہ قرآن کریم بدبہتان لگانا یہ تم مرزائیوں کا بائیس ہاتھ کا کام ہے۔ نتیجہ۔ کذب دا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوزمانے بتائے ہیں الخ۔ اس عبارت میں مسلمانوں کو صراحت دھوکا دینا ہے۔ پہلے قابل غور یہ امر ہے کہ یہ عبارت تورات کی ہے یا قرآن کی؟ یقیناً یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد عالم دنیا یا عالم علوی، یا عالم برزخ کا نہیں۔ بلکہ رب العزت نے قرآن کریم میں اپنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ جو قیامت کو ہونے والا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے بنی اسرائیل کو دنیا میں حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔

”مرزائی“ (چلا اٹھا) دیکھو مولوی صاحب تم نے بھی تو قرآن میں تحریف سے کام لیا ہے۔ کہ ناس سے مراد محض بنی اسرائیل لے رہے ہو۔ کتنی غلط بیانی ہے۔

”محمد عمر“۔ درست ذرا غور کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر تشریف لائے یا محض کسی خاص قوم یا شہر کی طرف۔ تو قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے۔

آل عمران | دَرَسُوْا اٰیٰتِیْ بِنِیِّ مَاسِیْ اٰیٰتِیْ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَہٗ اٰیٰتِیْ نُبُوَّتِیْ کُو
محض بنی اسرائیل سے مخصوص فرمایا ہے۔ ایک زمانہ ہو یا دو۔ ان کی رسالت

۵ | دالی تخصیص صرف بنی اسرائیل کے واسطے ہی ہے۔ ثابت ہوا کہ ناس سے مراد محض قوم یہود کے ناس مراد ہیں۔

۲۔ چونکہ تثلیث عیسوی کے قائل محض عیسائی ہی ہیں۔ جن کا ذکر خداوند کریم نے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ سے فرمایا ہے۔ اس لئے حوالہ خداوند کا بھی انہیں کے لئے ہو گا۔ جس کو تم خود بھی تسلیم کر چکے ہو۔ کہ فی زمانہ عیسائیوں کی تثلیث پرستی کوئی راز نہیں۔ خود اقرار کر کے پھر مجھ سے سوال کرتے ہو کہ ناس سے مراد عیسائی لوگ کیوں لیتے ہو۔ لہذا قیامت کے میدان میں اللہ رب العزت کا عیسیٰ علیہ السلام کو سوال کرنا

اَنْتَ تَلَّتَ لِلنَّاسِ قَوْمَ نَصَارَى کے متعلق ہی ہو گا۔ جو آتہ ثلثہ کے قائل ہیں۔ تو اللہ جلّ و علا جب قیامت کو ارشاد فرمادیں گے۔ کہ تم نے اپنی امت کو میرے حکم کے علاوہ اپنے اور اپنی ماں کے معبود ہونے کا حکم دیا تھا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کریم کے حضور میں جواب کو دو پہلو ڈال سے بیان فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے دائمی عمل کی اللہ کے غیبی علم کے مقابلہ میں اپنی بے علمی پر محمول فرمادیں گے۔ تاکہ سوال خداوندی کے مقابلہ میں میرا عجز اور شان الہی ثابت و ظاہر ہو۔ یا اللہ میرا عقیدہ تو تیری شان الوہیت کو اپنی طاقت کے مطابق سمجھتے ہوئے ہی ہے۔ کہ تیری ذات ہیوی بیٹے سے مبرا ہے۔ تو میرے لئے یہ بات لائق نہیں۔ کہ میں یہ کہتا کیونکہ میں تیرا محکوم رسول ہوں اور تیرے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اور اگر بالفرض کوئی مجرم مجھ پر بہتان لگانے کی کوشش کرے تو میری تمام تبلیغ کا آپ کو علم ہے۔ آپ سے میری کوئی بات پوشیدہ نہیں اور مجھے اس بات کا بھی علم نہیں کہ تو علام الغیوب مجھ سے یہ سوال کس بنا پر کر رہا ہے۔ کیونکہ میں تیرے اعلام کے سوا بے خبر اور تو میرے تمام نفسانی رازوں کا واقف۔ تیری تعلیم سے اپنی قوم کو میں نے واحدانیت کا ہی سبق دیا تھا اور یا اللہ میرا حق یہی تھا۔ جو میں نے پورا کیا۔ اپنے حق کے علاوہ میں نے ان کو کچھ نہیں کہا۔ میری تبلیغ تیرے علم سے باہر نہیں۔ میرا علم تیرے اور اک سے قاصر ہے۔ اور تیرا علم مجھے محیط ہے۔ کسی کے اعلام کا محتاج نہیں۔ تو خود علام الغیوب ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام جب دربار خداوندی میں قیامت کے دن اپنا عجز اور اپنی امت کے عیوب پر کریمانہ پردہ پوشی سے اغماض فرماتے ہوئے ان کی تثلیث اور ابن اللہ کہنے کو ظاہر نہ فرمادیں گے۔ اور خداوندی علم و جلالت کو بیان کر لیں گے۔ تو اپنی عمر کے دوسرے حصے کی صراحت فرماتے ہوئے پھر بھی شان خداوندی کو ملحوظ رکھیں گے اور فرمادیں گے کہ یا اللہ تیرے امر کی تبلیغ ہی میں نے ان کو کی کہ ایک اللہ کی ہی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا بھی رب ہے۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کی اسی تبلیغ کو ظاہر فرما کر رب العزت نے اس مذکورہ بالا بیان کی تائید فرمائی ہے۔

مائدہ | لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ الْمَسِيحُ يَلْبِئِي أَسْرَئِيلَ أَحْبَدُ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّ اللَّهَ

مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَذَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا دَاةُ النَّاسِ وَمَا يَظْلِمُونَ مِنْ أَنْصَارٍ ترجمہ :- بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ ہی مسیح بیٹا مریم کا ہے۔ اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔ بے شک اس کی شان ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے تو یقینی امر ہے کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔ اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

یہ ہے ان کی گزشتہ تبلیغ جس کو رب العزت نے قرآن کریم میں نقل فرمایا اور یہی جواب آپ قیامت کو رب العزت کے سوال کرنے پر اقرار کریں گے۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتُنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُ اللَّهَ مُخِشٍ وَرَتِبْتُكُمْ سَظَاہِرَ۔ اور انبیاء کرام امت کی تبلیغ کے مکلف تاقیام ہوتے ہیں نہ ان کی غیر حاضری امت سے اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب العزت کے حضور میں بیان کو ختم کرتے ہوئے وضاحت فرمادیں گے۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ کہ یا اللہ جب تک میں ان میں حاضر رہا ان کو میری طرف سے یہی تبلیغ رہی اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان ظاہر کر رہا ہے کہ ان کی عمر کا دوسرا زمانہ شہوتہ کا بھی گزر رہا ہے۔ جس کا بیان شہیداً سے علیحدہ پہلے فرمایا جس کی شرح اپنے دوسرے جملہ میں ظاہر فرمائی قَدْ مَاتَ تَوَقَّيْتُنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ پھر ب نے مجھے اٹھالیا آسمان پر تو ہی ان پر نگہبانی کرنے والا تھا۔ اور پھر فرمایا كُنْتُ عَسَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ تو برائے پر حاضر ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کا رب العزت کو رَقِيب اور شہید کی صفت سے اپنی قوم نصاریٰ کی طرف منسوب کرنا اور اس زمانہ کو اپنی حالت غائبانہ کا ذکر کرنا بے آپ کی عمر کے صاف صاف دو حصے ثابت کر رہا ہے۔ ورنہ تو فی کے معنی موت کے ہوتے تو موت کے بعد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ تو تمہارا کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری کا ذکر کرنا اس کے واسطے حد فاضل تو فی ہے۔ اور تو فی موت ہی ہے۔ یہ غلط ثابت ہوگا۔ اگر تو فی سے مراد موت ہوگی۔ تو اس غیر حاضری کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی۔ جب اس غیر حاضری کا ذکر کرتے ہوئے خداوند کریم نے انکی اس غیر حاضری کا ذکر کیا، تو معلوم ہوا کہ ان کی امت سے ان کا تعلق ٹوٹا ہوا بھی ہے۔ جو کسی

دقت ان کو درست کرنے پر ظاہر ہونے والا ہے۔ اور تم نے بھی تو عیسیٰ علیہ السلام کے دوزمانے ہونے کا اقرار کیا۔ کیونکہ میت جو بحالت موت کسی زمانے پر محمول نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے اعمال میں شمار ہوگا۔ بلکہ وہ تو جزا و سزا کی حالت ہے۔

جواب استدلال ۲۔ تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ ان کی موت ہو چکی ہے۔ اس واسطے یہ لوگ تثلیث کے قائل ہیں۔ اور یہ تثلیث کا مسئلہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انہوں نے نکالا ہے۔ یہ صراحت قرآن کریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ

مَائِدہ ۱۰ | لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ صَوَّ الْمَسِيحَ ابْنُ مَرْيَمَ ضَرَرًا لِّلَّذِينَ

۱۰ | كُفِّرُوا بِهِ جَنُودٌ فِي جَهَنَّمَ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ صَوَّ الْمَسِيحَ ابْنُ مَرْيَمَ ضَرَرًا لِّلَّذِينَ كُفِّرُوا بِهِ جَنُودٌ فِي جَهَنَّمَ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ صَوَّ الْمَسِيحَ ابْنُ مَرْيَمَ ضَرَرًا لِّلَّذِينَ كُفِّرُوا بِهِ جَنُودٌ فِي جَهَنَّمَ

نساء ۶ | وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَكَوْنُ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَكَوْنُ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَكَوْنُ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ

جس وقت ان کی عمر کے دوسرے حصے کو زمانہ استقبال سے خود بیان فرما رہا ہے۔ اور پھر فرمایا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کے آئندہ زمانہ استقبال کے اعمال پر گواہی دیں گے۔ تو تم ان کی موت کا عقیدہ رکھ کر ان کو اس آیت کا مصداق کیسے بناؤ گے۔ کیا اس آیت کو معاذ اللہ

دے گئے۔ کیا تم مرزا بیٹوں نے جمع تمہارے مرزا صاحب کس آیت کو اپنے مرزا صاحب پر چپا کر نیکے واسطے زور نہیں لگایا۔ لیکن فرمان الہی تو ہے: **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ أَهْلِ كِتَابٍ مِنْ** ایک بھی نہ رہ جائے گا تمام مومن سو جائیں گے۔ ابھی کر دڑوں کی تعداد میں تثلیث کے قائل موجود ہیں۔ اور تمہارے مرزا صاحب کے مدعی مر بھی ملے ہے۔ اور قرآن کریم میں شرط ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **قَبْلَ هَؤُلَاءِ** اس کے مرنے سے پہلے ہی کوئی اہل کتاب نظر نہ آئے گا۔ تو قرآن کریم سے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے آئندہ حصے کی کارروائی کو ایسا واضح کر دیا کہ اس مسیح کی آمد سے کوئی تامل تشلیث نظر نہ آئے گا بیان کر کے تمہارے دوسرے راستہ لال کو بھی حباباً منشوراً کر دیا۔ اب تمہاری مرضی ایمان لاؤ یا نہ اور احادیث صحیحہ سے بھی ان کی آئندہ زندگی کا ذکر ثابت ہے۔ جیسا کہ آگے انشاء اللہ ذکر آئے گا۔

ایک اور عرض کرتا ہوں جو تمہارے واسطے قابل غور ہے۔ کہ اگر یہاں تو فی کے معنی موت ہی لئے جائیں۔ جیسا کہ تم نے مراد لئے ہیں تو ایک اور بھی خرابی لازم آتی ہے کہ اگر ان کی موت ہی ہو چکی تھی تو خدا کی طرف پھر داری کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ فرماتے کہ یا اللہ میں جن کی بشارت کے لئے آیا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بعد کا حساب اُن سے لے لو۔ کیونکہ میرے بعد تو نے اُن کو اَنَا اُمِّي سَلْنَاكَ شَهِيداً فرمایا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر میں اپنی امت کے متعلق نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی دوسری عمر کے حساب کا بغیر ابھی ہے۔ جو دوسری آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ماقبل بیان ہو چکا ہے۔

”مرزائی“۔ اچھا بھائی یہ بتاؤ کہ تمہارے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام عالمین کی طرف نبی بنکر آئے ہیں تو کیا بنی اسرائیل کے لئے کافی نہیں یا وہ بنی اسرائیل عالمین میں داخل نہیں؟ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو اتارنے کی کیا ضرورت؟ پاٹ بک ”محمد عمر“۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا بنی صلی اللہ علیہ وسلم مرزا بیٹوں کے واسطے کافی نہیں، تم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کیوں علیحدہ بنالیا۔

دوسری بات یہ کہ چونکہ بنی اسرائیل ایسی قوم ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے مسخ ہو گئے۔ لیکن شرک سے باز نہیں آئے۔ یہ ایسی سخت قوم ہے جو تمہاری طرح عقل کو دین پر مقدم

سمجھتے ہیں۔ یہ قوم بغیر تلوار درست ہونے والی نہیں۔ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تلوار اٹھاتے تو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کی صفت میں فرق آتا۔ اسی بنا پر رب العزت نے تَبَارَکَ حَمِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ لَئِنْ لَّهٗم کا ارشاد فرمایا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کو درست کرنے کی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی نازل فرمایا۔ تاکہ اپنا بدلہ بھی ان سے لے لیں۔ اور ان کو درست بھی کر دیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلیب کو توڑتے تو عیسائیوں نے کہنا تھا کہ ہمارے مذہبی نشان کو مٹا کر اپنی عزت چاہتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے جس کی صلیب کو سمجھے بیٹھے ہیں۔ وہی آکر ان کی صلیب کو توڑ ڈالیں۔ تاکہ دوسرے کے توڑنے سے اعتراض بھی آئے گا۔ اُن پر تو اعتراض بھی نہ ہو گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے۔ اَللّٰہُ عَالِمُ الْغِیْبِ ہے۔ اس کو مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کا علم تھا۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی آیات کو تغیر و تبدل کر کے اور احادیث کا انکار کر کے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مرتد کرینگے۔ تو ایسے جعلی دعویٰ کرنے والوں کے واسطے رب العزت نے مجسمہ دلیل محفوظ رکھی تاکہ جو میری آیات بوجھ کر رد گردانی کرے اور اپنی نفاذ نیت کو مقدم سمجھتے ہوئے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کو ٹھکرا دے۔ اس کا علاج عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ رکھا۔ تاکہ عیسائیوں اور مرزائیوں یعنی دونوں اقسام کے مسیحیوں کو ان کی تلوار ہی درست کرے۔

تحقیق لفظ توفی

توفی کا مادہ دفا ہے۔ جس کے معنی پورا ہونے کے ہیں اور ایفاء کے معنی پورا کرنے کے اور لفظ توفی ہفت اقسام سے لفیف مفروق ناقص یا ئی جو بمعنی استفعال یعنی استیفا مستعمل ہے اور تَوَفَّیْتُ ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر مخاطب باب تَفَعَّلُ سے ہے۔ توفی کی دلالت استیفا کے معنی پر حقیقتہً دلالت مطابقی ہے۔ کیونکہ اس کا اصل دفاء ہے۔ بمعنی پورا لینا اور بمعنی فوت اور نیند دلالت تضمنی ہے۔ دفا اصل ہے اور بمعنی فوت اسکی فرع ہے۔ اب اس کا استعمال قرآن کریم و کتب تشابہ اور لغات کے ضروری ہے۔

مرزا الی توفی کا استعمال اس مقام پر دیکھنا ہے۔ جہاں اللہ یا ملائکہ اس کے فاعل ہوں۔

یا صبیحہ مجھوں ہو اور نائب ناعل اس کا انسان ہو۔ تو سو اے قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے۔ اور وہ قبض روح بذریعہ موت ہے۔ جیسا کہ اس متنازعہ عبارت میں موجود ہے۔

پاکٹ بک صفحہ ۲۸۹

”محمد عمر“۔ قدنی صاحب آپ یہ فرماؤ۔ کہ تمہارا یہ قانون کس نبوی نے مقرر کیا ہے۔ سائر تیرہ سو سال گزر چکے ہیں۔ آج تک تو تمہارا یہ قانون کسی نے لکھا نہیں۔ نبوت قدنی کی طرح قانون قدنی بھی قادیان کی ہی ایجاد ہے۔ اگر تم ایسی مثال سے ہی چاہتے ہو۔ تو سنو:-

الْعَامِ الَّذِي بَنَوْا كُفْرًا لِلْبَيْتِ وَيَعْلَمُ مَا سَعَدَ حُثُورًا النَّهَارِ۔ ترجمہ:- اور وہی ہے جو قبض کرتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو تم دن میں عمل کرتے

ہو۔ زمر ۲۲

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاصِمَا۔ ترجمہ:- اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو جس موت کے وقت اور قبض کرتا ہے ان کی جانوں کو ان کی نیند میں۔ جن کو موت نہیں آئی۔

بَنَوْا كُفْرًا لِلْبَيْتِ اور وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاصِمَا میں فعل توفی موجود اللہ فاعل، انسان مفعول۔ لیکن موت یہاں مراد نہیں۔ تمہارا مطلوب قرآن کریم سے دکھایا گیا ہے لہذا بدلائل قرآنی تمہارا قانون اور توفی کے معنی موت غلط ثابت ہوئے

”مرزائی“۔ ان دونوں مقامات میں لیل اور مقام کا قرینہ موجود ہے۔ اس واسطے قبض روح سے مراد غیبت ہے۔ پاکٹ بک صفحہ ۲۸۹

”محمد عمر“۔ کیا یہ تمہارے گھر کا قانون ہے۔ جہاں جو چاہو بہانہ گھڑ لو۔ ان مقامات میں میں اور مقام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے قرینے کے ساتھ بیان فرما دیا کہ جس میں نہیں سوئے غیبت کے موت کے معنی استعمال کرنے کی مجال نہیں رہی۔ نہ کہ قرینہ سے اصل معنی میں تبدیلی ہو گئی ہے بلکہ ثابت ہو کہ تمہارا قانون مقرر کردہ غلط ہے۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ توفی کے معنی غیبت بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ اگر تم قرینے پر ہی اصرار کرو تو یہ قائل ہو گیتنی میں حساب قرینہ موجود نہیں۔ کہ موت کا حساب ہے ہی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دونوں حصے ہیں۔ جن کا حساب وہ رب العزّة کے دربار عالیہ میں بیان کر رہے ہیں۔ ہر زخمی زندگی کا حساب کب ہوتا ہے۔ بلکہ ہر زخمی زندگی میں دنیاوی زندگی کا محاذ ملتا ہے۔ اور دوسری آیت

مُتَوَفِّیْكَ دَسَ اِفْعُلْکَ اِلٰی میں متوفی کے بعد رفع کا قرینہ موجود ہے جس کے معنی تم اپنی نفسانیت سے تمام امت کے برخلاف کر رہے ہیں۔ اور اس جگہ قرینہ رفع موجود ہے لیکن تم اس قرینے کا صاف انکار کر رہے ہو۔ بلکہ متوفی کے ساتھ سَ اِفْعُلْکَ کے معنی بھی تبدیل کر رہے ہو۔ انوسس ہے تمہارے اس علم پر جو قرآن کریم میں تغیر و تبدل سے کام لے رہے ہو۔ اور دوسری آیت میں اتنا صریح قرینہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ صلیب پر چڑھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس وقت موت کو ناپسند کرتے ہوئے اپنے مالک و مولیٰ حقیقی کو اس آڑے وقت میں ایسی ایسی لہجہ سبقتی۔ اے اللہ جب تو نے مجھے ربہ دیا ہے تو میری جان ان ظالموں سے بچالے۔ میری جان بچالے تو اللہ کریم اس آیت کریمہ سے بچا کی تسلی فرما رہے ہیں لیکن اللہ کریم اس مصیبت کے وقت میں موت سے منظوری کریں تو تمہارے یہ معنی مراد لیتا عقل سے گری ہوئی بات ہے۔ یا یہ کہو کہ اللہ نے اس موقع کو اس آیت میں بیان نہیں فرمایا۔ جب اس آیت کریمہ میں ذکر بھی اس موقع کا ہے۔ اور استجابت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہو رہی ہے۔ اور خداوند کریم کا عیسیٰ علیہ السلام کی فریاد رسی کا ذکر فرمایا کہ میں نے ان کی دعا کو قبول کیا۔ اور صورت نجات کو ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کی دعا میں نے ایسی قبول کی کہ ان کو بحسب ہر آسمان پر اٹھا لیا اور تم انعام خداوندی اور قدرت خداوندی کے بیان کو الٹا بیان کر کے فریاد رسی کے قرینہ کا صریح انکار کر کے خداوند کریم کی آیات کو تبدیل کر رہے ہو۔ خدا کا خوف کرو۔ اگر قرینہ کو وہاں تسلیم کرو تو یہاں بھی کرو۔ اگر وہاں معنی فرعی لیتے ہو تو یہاں اصل مادہ وفا کے معنی کر کے مطلب الہی کو صحیح بیان کرو۔ آخر ایک دن تم نے مرنا ہے۔ اور خدا کو حساب دینا ہے۔ کیا متوفی کے معنی موت کے کر کے کفار کی حمایت کر رہے ہو۔ وہ مضحکہ اڑائیں گے کہ ان کے خدا سے اس کے سچے بنی نے مصیبت کے وقت دعا کی اور تمام رات پکارتا رہا۔ لیکن پھر بھی بجائے چھوڑانے کے خود موت سے اجابت کی۔۔۔ تمہارے مرزا صاحب تادیانی تو دعویٰ کریں کہ میری کوئی دعا مسترد نہیں ہوئی۔ اور جس کی دعا کی قبولیت کا خدا اظہار فرمائے تم اس کا الٹا مطلب بیان کر کے اس کو عدم قبولیت پر محمول کرو۔ خدا تمہیں ہدایت دے، اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے آسمان پر اٹھا لیا۔ جو وقت حساب بھی اپنے رفع کا ذکر کر کے اپنی عمر کے دونوں حصوں کے حساب کو پورا

کریں گے۔

”مرزائی“۔ میں قرآن شریف سے کئی مقامات میں توفی کے معنی موت ثابت کر سکتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ اور ذَوِّ قُوَّةٍ مَعَ الْأَبْرَارِ اور تَتَوَفَّوْنَهُمْ الْمَلَائِكَةُ
اور قُلُوبُ يَتَوَفَّوْكُمْ مَلَائِكَةُ الْمَوْتِ الَّتِي ذُكِّلَ بِكُمْ۔ ب

”محمد عمر“۔ کیا تمہیں قرینہ معلوم نہیں ہوتا۔ جب فقیر نے ایسی آیات پیش کیں تو کہہ دیا کہ قرینہ
نوم مراد ہے۔ لیکن ان مقامات میں (۱) حَيْثُ رُؤِنَ آسُ وَابْجَا (۲) میں ابراہیم کی معیت کا
قرینہ موجود ہے۔ (۳) عوام کی طرف فرشتہ موت کا پیغام لے کر ہی آتا ہے۔ ۳
اور ۴ میں فرشتے کا قرینہ نظر نہ آیا۔ افسوس اگر قرآنی محاورہ کو سمجھ لیتے تو یہ آیات کبھی
پیش نہ کرتے۔ جب فقیر نے عرض کر دیا ہے کہ اصل معنی دفا کے ہیں۔ جیسا کہ تمام مفسرین
نے اور اہل لسان نے لکھا ہے۔ موت کے معنی فرعی ہیں۔ جو قرائن سے معلوم ہو جاتے ہیں۔
”مرزائی“۔ تم قرآن سے دن دونوں آیتوں کے سوا کسی اور جگہ معنی دفا کے دکھاؤ۔ تو
میں تسلیم کر لوں گا۔ تمہارے زبانی کہنے کو مجھے تسلیم کر دوں۔

”محمد عمر“۔ فقیر تو انشاء اللہ جس لفظ کا استعمال جن معنی سے تم طلب کرتے ہو۔ قرآن
ہی دکھا دیتا ہے۔ سنو۔

بقرہ | ذَاتُ قُوَّةٍ اَوْ مَا تَدْعُوْنَ غَيْبِهِ اِلَى اللّٰهِ ط ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ
دھم لا یظلمون ترجمہ۔ اور ڈرو تم اس دن سے جس دن لوٹے جاؤ گے تم
۳۸
شہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے
جاویں گے۔

آل عمران | اِنَّمَا تُوتَوْنَ اُجُورَ كُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط ترجمہ۔ اور کوئی بات نہیں
۴
تم قیامت کے دن پورا اجر پاؤ گے۔

آل عمران | ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ دھم لا یظلمون ترجمہ۔ پھر ہر نفس
۵
پورا دیا جائے گا جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جاویں گے۔

ان آیات میں توفی کے معنی پورا دینے کے ہیں۔ اب خات عرب سے فیصلہ کر لیں۔
کہ اصل توفی کے معنی کیا ہیں۔ موت ہیں یا پورا دینے کے۔ کیونکہ قرآن کریم کے متعلق رب العزّة

نے فرمایا اَنَا اَشَدُّ لَنَاۃً فَرُّ اَنَا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ تاکہ تم سمجھو کہ قرآن قدرتی زبان نہیں ہے عربی زبان ہے۔

قاموس | فَلَا نَاحِقَهُ اَعْطَاہُ دَافِیَا کَوْفَاہُ وَ دَانَاہُ فَاسْتَوْفَاہُ وَ تَوْنَاہُ۔ یعنی ان سب کے معنی ایک ہی ہیں۔

صراح ۵۹۵۔ توفی تمام گرفتیں حق۔ توفی کے معنی حق پورا لینا۔

المعجم | دَنِي حَقُّہُ اَخَذَہُ وَ اَنْبِیَاۃً مَّا یُقَالُ تُؤْنِیْتُ مِنْ فُلَانٍ مَالِی عَلَیْہِ۔ دَنِي حَقُّہُ کے معنی اُس نے اپنا حق پورا لے لیا کہا جاتا ہے۔ توفیت من

فلان مالی علیہ میں نے فلاں سے جو میرا حق تھا پورا لے لیا۔

المعجم | اسْتَوْفَاہُ وَ تَوْنَاہُ اَخَذَہُ کُلُّہُ اسْتَوْفَاہُ اور تَوْنَاہُ کے معنی ہیں تمام کے تمام کو لینا۔

”مرزائی“ عرف عام میں متوفی صرف مردہ پر بولا جاتا ہے۔ پٹواریوں کے رجسٹروں میں دیکھ لو۔ ۲۹۳

”محمد عمر“۔ یہ لفظ عربی ہے کیا قرآن کا ترجمہ پٹواریوں کے رجسٹروں سے کرتے ہو۔ کیا محدثین اور مفسرین اور کتب لغات سے پٹواریوں کے رجسٹر زیادہ مرتب ہیں۔ ہر میں عقل و دانش بہاید مگر بسیت۔

”مرزائی“ بخاری شریف میں اس کی تائید موجود ہے۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشَّامِ
فَيَقُولُ يَا سَرِيبَ أَصْبَحَ بِنِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدٌ قَدْ بَعْدَكَ قَائِلُ
لَمَّا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ذُكِرْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ نَلَمَّا تَوَلَّيْتَنِي كُنْتُ
أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ فَيُقَالُ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَمُزِذُ الْمُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ
مَنْذُ نَاسِ رُقَّتِهِمْ۔ ترجمہ :- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ دوزخ کی طرف لیجائے جائیں گے
تو میں کہوں گا یہ تو میرے پیارے دوست ہیں جواب ملے گا تو نہیں جانتا کہ تیرے پیچھے
انہوں نے کیا کیا۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے صالح بندے علیہ السلام
عرض کریں گے کہ میں ان کا اسی وقت تک نگران تھا۔ جب تک ان میں تھا اور جب تو نے

مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

اس حدیث سے صاف نتیجہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی صورت وہی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توفی کی ہے۔ ورنہ آپ کا یہ فرمانا فاقول کما قال در سرت نہیں رہتا، نعوذ باللہ۔ ۱۹۱

”محمد عمر“۔ حدیث شریف کو سمجھنا تو مرزا یوں پر ہی موقوف ہے۔ یہ کمال بہتاری ہے۔ اقول کما قال پر ہی بات ختم کر دی، قال کے فاعل عبد صالح کو کھا گئے تاکہ کلام مرزا میں فرق نہ آجائے، کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نظر بد سے دیکھتے ہیں، جیسا کہ مرزا صاحب نے فرمایا:-

مکتوبات احمدیہ | مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھا ڈپیو، شرابی، نہ زاید نہ عابد، حق کا پرستار۔ منکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔

بجلا اطاعت قدنی کیونکر چھپی ہے۔ تمہارے نزدیک یہ حدیث حجت کیونکر ہو سکتی ہے؟ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عبد صالح ہونے کے قائل نہیں، تو باقی حدیث کیسے دلیل پکڑ سکتے ہو، تمہارے واسطے تو یہ حدیث حجت ہو ہی نہیں سکتی، اگر تم بخاری طرف اشارہ کرو تو عرض کرتا ہوں، یہ حدیث شریف بخاری شریف میں تین مقامات پر موجود ہے۔ اور تینوں کے اسناد ضعیف ہیں قرآن کریم کے مقابلہ میں ضعیف روایت حجت نہیں ہو سکتی، ملاحظہ ہو۔

(سند علی)۔ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ قال أخبرنا مغیرۃ

ابن نعمان قال سمعت سعید بن جبیر بن عباس۔

شعبہ بن حجاج

تہذیب التہذیب | انہ کان یخطی فی الاسماء فقد قال الدای قطنی
فی العلل کان شعبہ یخطی فی اسماء الرجال کثیرا۔

(سند علی)۔ حدثنا محمد بن یوسف حدثنا سفیان عن المغیرۃ بن نعمان

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

محمد بن یوسف فریابی

میزان الاعتدال

 $\frac{3}{151}$

قال العجلي خطأ الفرياني في مائة وخمسين حديثاً -

تہذیب التہذیب

 $\frac{9}{534}$

قال بعض البغداديين خطأ محمد بن يوسف في مائة وخمسين حديثاً من حديث سفیان -

اور یہ حدیث بھی محمد بن یوسف سفیان سے روایت کرتے ہیں۔ لہذا غلط ثابت ہوئی۔

(اسند ۳) - حد ثنا محمد بن کثیر حد ثنا سفیان حد ثنا مغيرة ابن نعمان حد ثنی سعید بن جبیر عن ابن عباس -

محمد بن کثیر قرشی کوفی

میزان الاعتدال

 $\frac{3}{125}$

قال احمد بن حنبل في نسخة قال البخاري كوفي منكر الحديث قال ابن عدي الضعف على حديثه -

تہذیب التہذیب

 $\frac{9}{118}$

قال ابو داود عن الامام احمد بن حنبل في نسخة قال البخاري كوفي منكر الحديث قال ابو حاتم -

ضعيف الحديث - محمد بن کثیر سبب ضعیف ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ حجت نہیں ہو سکتی۔

”مرزائی“ - بخاری کی حدیث بھی ضعیف ہو سکتی ہے۔

محمد عمر - اگر رجال احادیث کی تنقید ہی مطلوب نہیں تو محدثین نے اسماء رجال کی کتابیں کیوں لکھیں اور یہ کس کتاب میں تم نے پڑھا ہے۔ کہ بخاری شریف کی حدیثوں میں بلا تنقید اسناد عمل کرنا واجب ہے۔ اور ان تمام کتب میں محمد عمر کی تنقید کی ہوئی نہیں، بلکہ متقدمین کی تحریریں ہیں، اگر نہیں تو تمہارے مرزا صاحب کی تحریر دکھا دیتا ہوں، جو تمہارے لئے یقیناً حجت ہونی چاہیے۔

تحفہ بغداد | فالحق ان الاحادیث اکثرها احاد ولو كانت في البخاري او في غيرها

ولا يجب قبولها الا بعد التحقيق والتقصّد وشهادة كتاب الله بان لا
يفالغها في بيناته وحكماته وبعد النظر الى تعامل القوم وعدة
العاملين - ترجمہ - حق تو یہ ہے کہ حدیثیں اکثر احادیث ہیں اگرچہ بخاری میں ہوں یا کسی
اور میں اور ان کا قبول کرنا واجب مگر تحقیق اور تنقید کے بعد اور قرآن کریم کی شہادت
کے بعد اس طریق پر کہ وہ حدیث قرآن کریم کے واضح دلائل اور محکّمات کے مخالف نہ ہو
اور لوگوں کے تعامل کو بھی دیکھا جائیگا اور عمل کرنے والوں کی تعداد کو بھی شمار کیا
جائیگا۔ اس تحریر مرزا صاحب سے بھی ثابت ہو کر تحقیق اور تنقید کے بعد حدیث پر
عمل ہو سکتا ہے خواہ بخاری کی ہی حدیث کیوں نہ ہو۔ جب اس حدیث میں ضعف بھی
موجود ہے اور مخالف قرآن بھی ہے۔ اور مخالف احادیث صحیحہ مرفوعہ بھی ہے۔ جس کا
ذکر انشاء اللہ آگے آئیگا اور تمام مسلمین متقدمین اور متاخرین کا تعامل بھی اس کے عکس
ہے، تم نے تو اپنے اجتہاد کے ذریعے اس ضعیف حدیث سے قرآن کریم و احادیث صحیحہ مرفوعہ
کو ٹھکرایا ہے۔ فقیر قرآن کریم کی اسی آیت کریمہ کا ترجمہ محدثین کی کتب سے ثابت
کرتا ہے۔ سنئے۔

قسط لانی (مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) اِي بِالرَّفْعِ اِلَى السَّمَاءِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى
اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ ذَاتِ الْوُجْهِ اِخْذُ الشَّيْءَ وَاِنِّيَا ذَا الْمَوْتِ
نَوْعٌ مِنْهُ - جب تک میں اس حاضر رہا تو جب تو نے مجھے اٹھالیا۔

شرح بخاری شریف
یعنی اٹھانے کے آسمان کی طرف اللہ کے فرمان کے مطابق کہ میں
تجھے پورا دینے والا ہوں، اور تجھے اٹھانے والا ہوں اور توفی کے معنی شئی کو
پوری طرح لینا اور موت اس توفی کی قسم ہے (موتوفی مقم جنکی ایک قسم پورا اٹھانا اور موت ہے)
جب تمام امت کا اجماع توفی کے معنی سرفع الی السماء پر ہے۔ جیسا کہ علامہ قسطلانی نے بھی
توفی کے معنی آسمان کی طرف اٹھانے کے کلمے میں اور دونوں آیات کے معانی واضح طور پر
حاصل فرمادے کہ توفیتنی اور متوفیک کے معنی سرفع الی السماء ہی ہیں اور پھر خصوصاً
موت کے معنی کی نفی کرتے ہوئے شک مذہبین کو رفع بھی کر دیا کہ حقیقتہً توفی کے معنی شئی کو
پورا لینے کے ہی ہیں۔ جب حقیقی معنی لفظ پر بدالالت مطابقت ثابت ہوں تو قسم کے معنی کو بدالالت
اللامی مراد لینا یہ اسلام کے مخالف ہے۔ اور اگر بقول ہمارے قسم بھی مراد لی جائے تو بھی

عیسیٰ علیہ السلام کی موت اب ثابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان کا یہ بیان قرآن مجید میں توفی کے دن کا نقل کیا جا رہا ہے۔ اور قبل از قیامت بارشاد خداوندی و بحریت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے نازل ہو کر وراثت میں اہل کتاب والا دیو مانت یہ قبل موت ہے۔ کہ کوئی اہل کتاب سے ایسا نہیں ہو گا جو ان کی موت سے قبل ایماندار نہ ہو گا) کے عنوان کو موجود فی الخاسر ج ثابت کرتے ہوئے تمام اہل کتاب کو تثلیث سے ہٹا کر توحید و رسالت پر قائم فرمائیں گے اور اللہ کریم نے جو وعدہ ان سے رفع الی السماء کے وقت کیا تھا: جَاعِلِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک تیرے متبعین کو کفار پر بالا کرے گا (یہ) پورا کرے گا۔ ورنہ اس وقت بعقیدہ موت مسیح ان دونوں آیات کی تکذیب لازم آئے گی۔

تو قیامت کے دن خداوند تعالیٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام سے قبل از موت عیسیٰ علیہ السلام وعدہ مذکورہ پورا کر چکے ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی دیوٹی مذکورہ بالا کو بوقت نزول من السماء پوری کر چکے ہوں گے۔ تو ان کے اس جواب دینے میں بھی کوئی خرابی لازم نہ آئے گی، اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرماناء آنت قلت لئن اس اتخذوا اولیاء من دونی اللہ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی کے وقت تثلیث پر مرنے والوں کے لئے یہ سوال تیار ہو گا۔ اور ان قائلین تثلیث کے دعویٰ عیسائیت کو خداوند تعالیٰ جھٹلانے کی واسطے اور ان کو پکا سزاوار بنانے کے واسطے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کر کے مجرم ثابت کرینگے۔ تو یہ سوال محض تثلیث والوں کے جرم کو ثابت کر نیکی واسطے ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام کی سماوی حیات کی نفی کے واسطے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ اور ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر اپنے علم جتانے سے پرہیز کرتے ہوئے بلیغاً و ادباً علم الہی پر ہی توقف فرمائیں گے اور ان کہتے: قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُهُ سے حیات سماوی کے زمانہ واسطے حساب کو ختم کر لینگے اپنی دوسری آمد کی تبلیغی کارروائی کو مختصر کرتے ہوئے اس نتیجے کی طرف اشارہ فرمائیں گے۔ کہ یا اللہ اگر میں نے بنی اسرائیل کو تثلیث کا سبق دیا ہوتا تو دوبارہ زمین پر اتر کر مجھے تلوار سے توحید سکھانے کی کیا ضرورت تھی، نہ مائیں گے کہ یہ میری پہلی عمر کی تبلیغ تو تیرے علم میں ہی ہے کہ تیری توحید کے سبق دینے پر ہی تو مجھے ان لوگوں نے دھوکا دیا کہ ان کی کوشش کی۔ جس بنا پر مجھے تیرے دوبارہ عالم میں ان سے نجات کے واسطے التجا کی ضرورت

پڑی اگر میں ان کو ان کے عقیدہ کے مطابق تثلیث پر ہی قائم رہنا گوارہ کرتا تو نہ مجھے ان مصائب صلیبی کا منہ دیکھنا پڑتا نہ تو مجھے میری فریاد سے آسمان میں پناہ دیتا۔

چنانچہ میری پہلی عمر کی اشاعتِ توحیدی میں کوئی فرق نہیں، میری عمر کا دوسرا حصہ جو کہلاً وَ مِنَ الصَّالِحِينَ سے گزرا تو یا اللہ یہودیوں کی محبوب خوراک خنزیر کو میں نے تلوار سے دوڑ کیا۔ اور ان ظالموں کو ظلم سے ہٹا کر جنگِ ظلم آج روئے زمین پر مشہور ہے اور کسی کو انکار نہیں سوائے مرزا یثیوں کے (انصاف سے بدلا (جو ابھی تک بدلا نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر انصاف نصاریٰ میں پھیلا دیں گے) چالیس برس تک میں نے اس نوکری کو پورا کیا۔ آخر یا اللہ، دجال جس کا مسلمانوں کو سخت خطرہ تھا، قتل کیا، جب میں فوت ہوا تو مدینہ طیبہ میں تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے روضہ اطہر میں جو جگہ چھوڑی تھی، تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے میتوں نے اسی مقبرہ شدہ جگہ مابین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبہ دفن کیا، یا اللہ پھر میری موت کے بعد ان سابقہ یہودیوں مسلمان شدہ کو میں تیری حفاظت میں چھوڑ آیا تھا، پھر میرے مرنے کے بعد اپنی پناہ پر تو ہی شاہد ہے۔ تو بقول تمہارے بھی اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دو زمانے ثابت ہوئے۔ ایک زمانہ جوانی کا قبل رنج الی السماء اور دوسرا زمانہ کہ ولت جو بعد از هبوط من السماء قبل از موت جو لیو من ربی قبل موتہ سے متعارف ہے۔ بنی اسرائیل میں گذرا فَقَدْ عَذَّبْتُهُ سے واضح ہو گا اور ان دونوں وقتوں کے مابین جو غائبانہ زمانہ گزرا وہ اَنْتَ التَّائِبُ عَلَيْهِمْ سے صاف کر دینے اسی واسطے ان کی تثلیث کا کفر جو ان کی غائبانہ حالت میں بنی اسرائیل نے گذارا ہو گا، اس کا اظہار نہ فرما دیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نگہبانی پر ہی ڈالیں گے۔ لہذا تمہارے تمام استدلال جو تم نے اس آیت کریمہ سے پیر پھیر کر کے گھڑے تھے باطل ثابت ہوئے، جن کا ترجمہ دوسری آیات نے ہی واضح کر دیا اور اسی آیت کریمہ کے مطلب سے بصرِ احد النص عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی ثابت ہو گئی۔ اب تمہارے اس قدنی ترجمہ کو ساڑھے تیرہ سو سال کے مفسرین کے منطبق کر کے دیکھیں کہ آیا ترجمہ توفی کا کسی پہلے مفسر نے بھی سمجھا ہے یا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کا اختراع ہے اور تحریف فی القرآن ان ہے۔

تونی کے معنی کتب تفاسیر سے

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) سَرَفَعْتَنِي مِنْ بَيْنِهِمْ - توجب اٹھایا
تو نے مجھے اُن کے درمیان سے۔

تفسیر جلالین مع حاشیہ (جلالین) (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) - قَبَضْتَنِي بِالرَّفْعِ إِلَى السَّمَاءِ - (صادی)
(۲) - صاوی شریف
ای کاملاً (قَبَضْتَنِي) بِالرَّفْعِ إِلَى السَّمَاءِ (حَاصِلُ مَا فِي الْمَقَامِ) اَنْ
هَذِهِ الْعَقِيدَةُ وَقَعَتْ مِنْهُمْ بَعْدَ رَفْعِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَتَسْقِطُ إِلَى نَزْوِلِهِ وَلَمْ
تَقَعْ مِنْهُمْ قَبْلَ رَفْعِهِ وَآمَّا بَعْدَ نَزْوِلِهِ فَلَمْ يَمُوتْ نَصْرَانِيٌّ أَبَدًا بَلْ آمَّا أَلَسْلَامُ
أَوِ السَّيْفُ فَتَعَيَّنَ أَنْ يَكُونَ مَعْنَى تَوَفَّيْتَنِي سَرَفَعْتَنِي إِلَى السَّمَاءِ - جلالین میں معنی (فَلَمَّا
تَوَفَّيْتَنِي) کے اٹھایا تو نے مجھے آسمان پر چڑھا کر علامہ صاوی اس کی شرح فرماتے ہیں:-

(فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) استعمال کیا جاتا ہے شے کو پورا پکا کرنا کامل طور پر (قَبَضْتَنِي) بِالرَّفْعِ اِلَی السَّمَاءِ
نتیجہ اس مقام کا یہ ہے کہ یہ عقیدہ ثابت ہو رہا ہے۔ ان سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان
پر چڑھنے کے بعد اور ہمیشہ رہے گا اُن کے اترنے تک اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر
چڑھنے کے پہلے یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا۔ اور ان کے آسمان کے اترنے کے بعد ہمیشہ کے
لئے کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا، بلکہ یا اسلام ہو گا یا تلوار سے قتل کیا جائیگا (تو متعین
ہوا کہ معنی تَوَفَّيْتَنِي کے اٹھایا تو نے مجھے آسمان کی طرف میں۔

(۳) تفسیر خازن (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) یعنی کَلَمًا سَرَفَعْتَنِي إِلَى السَّمَاءِ فَالْمُرَادُ بِهِ وَقَاتُ
الرَّفْعِ لَدَ الْمَوْتِ - فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی ہیں۔ پس جب چڑھایا تو نے
مجھے آسمان کی طرف تو مراد اس سے پوری طرح اٹھانا ہے نہ موت۔

(۴) جامع البیان (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) بِالرَّفْعِ إِلَى السَّمَاءِ وَالتَّوَفِّيُّ أَخْذُ الشَّيْءِ وَافْتِئًا -
تونی ہے ساتھ چڑھنے کے طرف آسمان کی اور تونی کے معنی شے کو پورا
لینا۔

(۵) تفسیر کبیر (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) وَ الْمُرَادُ مِنْهُ وَقَاتُ الرَّفْعِ إِلَى السَّمَاءِ مِنْ قَوْلِهِ

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ - مراد تونی سے پورا چڑھانا آسمان کی طرف فیصلہ الہی کے مظاہرے میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں۔

(۶) تفسیر الی سعاد (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) يَا الرَّافِعُ إِلَى السَّمَاءِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ فَإِنَّ التَّوَفِّيَّ أَخَذَ الشَّيْءَ دَافِيًا - (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) ساتھ اٹھانے کے آسمان کی طرف جیسا

کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے۔ کہ میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں۔ اس لئے کہ تحقیق تونی کے معنی شیئی کو پوری طرح لینے کے ہیں۔

(۷) - تفسیر نیشاپوری (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) يَا الرَّافِعُ إِلَى السَّمَاءِ - ساتھ رفع کے آسمان کی طرف۔

(۸) تفسیر معالم التنزیل (كَأَنَّكَ عَلَيْهِمْ مُبْدٍ) أَمَّا دُمْتُ (أَتَمْتُ فِيهِمْ دَفْلًا تَوَفَّيْتَنِي) تَبَضُّعْتَنِي وَرَافِعْتَنِي إِلَيْكَ - ترجمہ - اور میں ان پر گواہی دینے والا ہوں۔ جب تک میں انہیں ٹھہرا رہا۔ پس تو نے مجھے اٹھایا

اور اپنی طرف چڑھایا۔

(۹) تفسیر جواہر الحسان (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) أَيْ تَبَضُّعْتَنِي يَا الرَّافِعُ وَالتَّصْفِيرُ فِي السَّمَاءِ - (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) کے معنی یعنی جب تو نے مجھے اٹھا کر چڑھایا اور آسمان میں مقیم رکھا۔

(۱۰) تفسیر مبیضاوی (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) يَا الرَّافِعُ إِلَى السَّمَاءِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ أَخَذَ الشَّيْءَ دَافِيًا وَالمَوْتُ تَوَفُّعٌ مِنْهُ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي نَمُوتُ فِي

مَنَامِهَا - وَتِلْكَ عَشْرٌ كَامِلَةٌ

اسے امت مرزا بیہ فقیر نے دس کتب تفسیر سے (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) کا مطلب رافع عیسیٰ الی السماء ثابت کیا ہے۔ تم بھی تو پانچ چار تفسیر کا حوالہ دیکر اس آیت کریمہ کے ماتحت موت ثابت کر دکھاؤ۔ جیسا کہ فقیر نے اسی آیت کے ماتحت ترجمہ دکھایا ہے۔

بعض ایسے کم فہم انسان جو بھاری اتباع میں وفات مسیح کے قائل ہو جاتے ہیں ان کو اتنی ہوش نہیں ہوتی کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں تب ہی تو ان کے واسطے خداوند تعالیٰ کو اتنی آیات سے رفع الی السماء بیان کرنا پڑا اور مرزا صاحب کو بھی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہی رفع الی السماء اور نزول من السماء کی تاویلات عظیمہ کی ضرورت پڑی اور قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کو تاویلات سے منہ پھیرنا پڑا۔ اگر دوسروں کی طرح فوت ہی ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی واسطے ایسی آیات مستقلہ نازل فرمانے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح طور پر حیات مسیح پر زور دینا پڑتا اور نہ ان کے واسطے اپنے پاس عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی جگہ چھوڑنے کی وصیت فرماتے اور نہ مفسرین حیات مسیح پر اتنا زور دیتے کیا امت محمدیہ اب تک گمراہی میں چلی آئی ہے۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی اور سر سید احمد اور آزاد صاحب کو ہی اس مسئلہ کی سمجھ آئی ہے۔ کیا رب العزۃ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کا پلہ بھاری ہے یا ان قینوں کا۔ کچھ سوچ کر تو ایمان چھوڑتے۔ لہذا امت مرزاویہ کا تمام خدائی آیات کو جو حیات عیسیٰ علیہ السلام کو صراحتاً ثابت کر رہی ہیں اپنی تحریفات اور تاویلات سے تیسرے پھیر کرنا اور احادیث صحیحہ جو حیات مسیح علیہ السلام کی مشہد ہیں۔ اپنی نفسانیت سے ان کو ٹھکرانا اور تمام امت محمدیہ کے متفقہ مسئلہ کو غلط کہنا یہ صاف ظاہر کر رہا ہے، کہ مرزا صاحب اور ان کی امت محض اپنی ہوس سے ہر دلیل کو ٹھکرارہے ہیں۔ اور ان کا اعراض عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت واضح ہے۔

”مرزاوی“۔ اچھا بھائی تم نے اس آیت کا مطلب تو اچھی طرح واضح کر دیا، اب ایک اور قرآن کی آیت پیش کرتا ہوں جو میرے نزدیک اس سے واضح الفاظ میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ثابت کرتی ہے :-

مَا ذَا قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَىٰ اِنِّیْ مُتَوَنِّیْکَ وَ سَرَّ اِنْعَکَ اِلَیَّ وَ مَطَهَّرْتُکَ مِنَ الدِّیْنِ کَفْرًا وَ اَدْجَاعِلُ الَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلَیَّ یَوْمَ الْقِیَمَةِ۔ (آل عمران)

ترجمہ :- جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں ہی تجھے وفات دینے والا ہوں اور عزت دینے والا ہوں تجھ کو اور یہو دنا مستود کے اعتراضات سے تجھے بری الذمہ کر دوں گا ہوں اور میرے ماننے والوں کو نیا امت تک نہ ماننے والوں پر غالب کر دوں گا ہوں۔

استدلال :- اللہ تعالیٰ نے مُتَوَنِّیْکَ کو پہلے رکھا ہے، ہمارا کوئی حق نہیں، کہ اللہ

ترتیب کو بدلیں۔ ورنہ اس کی حکمت پر الزام آئیگا کہ اس نے جس چیز کو پہلے رکھا۔ تم نے اس کو پیچھے کر دیا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ۔

(دوم)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضور پہلے صفا کا طواف کریں گے یا مروہ کا۔ آپ نے فرمایا ابدء و بما بعد اللہ۔ اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا۔ پس ہمیں بھی پہلے وہی رکھنا چاہیئے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے رکھا۔

(سوم)۔ اگر مَتَّوْنِیَّتْ کو پیچھے کیا جاوے تو ساری ترکیب بھی درہم برہم ہو جائیگی۔ اور صحیح طور پر مَتَّوْنِیَّتْ کی جگہ باقی نہ رہ جائیگی۔ کیونکہ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ ذِیْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اب شروع ہے۔ اور اس نے یَوْمَ الْقِيَامَةِ تک رہے گا، تنوفی کے معنی ادبہ گذر چکے ہیں اور مَنَافِع کے معنی آگے آئیں گے۔ کہ ترقی درجہ مراد ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ میں نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو اور ان کے منصوبوں کو نامراد رکھے گا اور جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ کو صلیب دیکر کاذب اور لعنتی اور نفرتی ٹھیرا دیں۔ ان کے سب مکر و فریب و دجل خاک میں مل جا دیں گے اور میں تجھ کو عزت کی موت دوں گا۔ کیونکہ سلسلہ موت و حیات میرے ہاتھ میں ہے نہ کہ کسی غیر کے ہاتھ میں۔ سو ایسا ہی ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اس صلیبی موت سے نجات دیکر طبعی موت دیکر مارا جو یقیناً عزت کی موت ہے۔ یہ وفات عیسیٰ کی بین دلیل ہے۔ آسمان پر اٹھائے جانے کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ فقط۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲

”محمد عمر“۔ تمہاری پہلی دلیل کو تو فقیر نے بمثل استدلال آیت فرق نہ مطلب واضح کر دیا۔ جس سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوئی اور تمہارا کذب ثابت ہوا۔ تم نے وفات مسیح پر بہت مطلب بدلا۔ لیکن خدا کی کلام کو مسلمان کب بدلنے دیتا ہے؟ اس آیت کریمہ کو بھی تم نے خوب اُلٹا۔ اس پیش کردہ آیت کریمہ سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ خداوند کریم نے اس آیت کریمہ میں کون سے موقع کو بیان فرمایا ہے۔ آیت کریمہ کے عنوان سے ہی معلوم ہو رہا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کسی خاص موقع کو کسی خاص مقصد کے لئے بیان کیا جا رہا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُنۡوِیِّنُکَ ۚ سَرَفۡحَافَ اِلَیَّ فَرُوۡرَاسِ وَوَقْتُ فَرَمَیَا۔ جب بنی اسرائیل نے اُن کو دار پر چڑھا کر مارنے کی کوشش کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغاثہ کیا۔ کہ یا مولیٰ یہ بنی اسرائیل مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ مجھے ان کے پھندے سے

بچا اور اس موت سے نجات دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی دعا منظور فرمائی۔ اور ان کو بچایا اور جس وقت بچایا اور جس طرح بچایا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات کو ظاہر فرما کر اپنی قدرت خاصہ کا نمونہ بیان فرمایا۔ اُدھر عیسیٰ علیہ السلام موت سے بچنے کی رب العزت کو دباتی دیتے ہیں۔ اُدھر مولائے ذوالجلال کی طرف سے قبولیت موتی ہے۔ یحییٰ اپنی مَتَوَفَّیْک سے عیسیٰ میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں۔ اگر ماروں گا بھی تو میری ہی طاقت ہے مارنے کی۔ تیری موت ان کے قبضہ میں نہیں۔ جَحْشِی و مَبِیْثِی تیری ہی صفت ہے۔ یہ تمہیں مار نہیں سکتے۔ جب تجھے میں پورا اجر دینے والا ہوں۔ تو ان بیچاروں سے تجھے کیا خوف؟ جب عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی طرف سے تھپکی ملتی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے التجا ہوتی ہے کہ یا اللہ میری توفی کے پورے اجر دینے کی صورت کیا ہوگی۔ یہ تو مجھے صلیب پر لٹکانے کے لئے آپہنچے۔ جب تیرے ہی قبضے میں میری جان ہے۔ تو تو مجھے ان سے بچالے تو اللہ تعالیٰ اجر کی صورت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں وَ سَ اِفْعَلْ اِلَیَّ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ چنانچہ اس طاقتِ مرفع کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مرفع کی حقیقت کو دوسری آیت کریمہ میں صاف طور پر واضح کر دیا بِنِ سَفْعِ اللّٰهِ اِلَیْکَ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی مقصود تھی تو اللہ تعالیٰ کو اس کے میان کرنے کا کیا مطلب کہ میں اپنے بندوں کی بات بوقت استغاثہ مشکلات کچھ نہیں سنتا جب عیسیٰ علیہ السلام کی توفی سنی اور ان کو بچایا، تب ہی تو فرمایا۔ یحییٰ اپنی مَتَوَفَّیْک میں تجھے پورا اجر دینے والا اور وَ سَ اِفْعَلْ اِلَیَّ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مار ہی لینا تھا تو فرمادیتے، جَاءَ تَجَلَّتْ تیری موت کا وقت بدور ہو چکا ہے۔ اب تیرا فریاد کرنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ میرا قانون ہے۔ اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا لَا یَسْتَخْرِذُ سَاحَةً وَ لَا یَسْتَقْدِرُ حُسْنَ وَ جِبْ کس کی موت کا وقت آجائے تو ایک گھڑی وہ نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ پہلے ہو سکتے ہیں۔ یہ تم نے خوب سمجھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بوقت موت خدا کو پکارتے ہیں اور خدا ان کو تسلی دیتا ہے۔ یحییٰ اپنی مَتَوَفَّیْک وَ سَ اِفْعَلْ اِلَیَّ۔ کہ اے عیسیٰ (تو موت گھبرا) میں تجھے مارنے والا ہوں اور تیرے مرتبے بلند کر نیواں ہوں مَعَ اِذِ اللّٰهِ کیا یہ ان کو زندگی اور بچاؤ کا رعبہ اور فریاد رہتی ہے؟ یا موت کے

گھاٹ اتارنا فریاد رسی ہے۔ کچھ تو مسوح کربات کہی ہوتی، اگر تمہارے معنی بھی متوفی کے موت لئے جائیں تو بھی اس سے موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی متوفیلک سے اپنی قوت لونی کا ثبوت دیکر ان کو بھانے کی تلی دیتے ہیں۔ کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مار نیوالا ہوں۔ جب میں ہی تجھے اپنی طرف اٹھا رہا ہوں کہ یہ تجھے مار نہیں سکتے۔ اور دوسری وجہ مَنَوَ قِیْلَہ کی تمہارے معنی بموجب یہ بھی ہے کہ چونکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو توڑنے کے واسطے فرمایا کہ میں تیرے مارنے والا ہوں و جس میں قوت میدہ ہو وہ آکھ بننے کے اہل نہیں۔ بلکہ مار نیوالا آکھ کہا سکتا ہے۔ جب میں تیرے مارنے کی طاقت رکھتا ہوں تو میں آکھ اور تجھ میں قوت موت موجود۔ اس واسطے تم میری مخلوق ہو کر آکھ۔ تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے عین آسمان کی طرف اٹھانے کے وقت یعنی عیسائیوں سے جدائی کے وقت ان کے اس دعوائی الوہیت کو توڑنے کی واسطے اپنی مَنَوَ قِیْلَہ کی طاقت کو پہلے بیان فرما کر ان کے آسمان پر اٹھانے کو متاخر بیان فرمایا۔ تاکہ ان کے بغیر باب کے پیدا ہونے سے یہ خدا کا بیٹا کہنے لگ گئے۔ جب رفع الی السماء کا ان کو یقین ہو گیا تو بدیہی بات ہے کہ یہ الوہیت عیسیٰ علیہ السلام پر پکے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کے رفع کے پہلے ان کے ثبوت عبودیت کو ظاہر کر نیکی واسطے متوفیلک کو مقدم فرمایا کہ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں تو اپنے جسم عبودیت اور قوت موت کی معیت میں گئے نہ کہ قوت الوہیت سے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ تو ان معنی بموجب بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ثابت کرنا یہ محض جہالت ہے۔ تو تمہاری اس پیش کردہ آیت سے حیات سمادی عیسیٰ علیہ السلام کی از روئے اہمیت کریمہ ثابت ہو گئی۔ جو بغیر کسی تاویل کے صراحۃ النص سے یہ مطلب حیات صحیح از دفع الی السماء کا ثابت ہو رہا ہے۔ اگر تم نے اپنے استدلال باطلہ سے منشاء خداوندی کو الٹ دیا تو مَعَاذَ اللہ خدا کی صلت علی پر الزام آئیگا۔ جبکہ تم نے قرآن مجید کے خلاف منشاء اور خلاف سیاق کلام باری سمجھا ہے۔ اب تمہارے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر سے متوفی کے معنی عرض کرتا ہوں:-

مکتوبات احمدیہ ۱/۴۸
البشری ۱/۵۵

اِنِّیْ مُتَوَنِّیْتُ یَہِ الْہَامِ بَہِیْ چَند مرتبہ ہوا۔ ترجمہ :- کہہ دے
میں تیرے اوپر اتمامِ نعمت کروں گا۔

کنیا مرزا صاحب کو یہ الہام مُتَوَنِّیْتُ ہو تو مرزا صاحب اس کے معنی اتمامِ نعمت
کرمیں اور اگر مرزا صاحب کو خود رسالت کی سوجھے تو قرآن کریم کے معنی بدل ڈالیں جو تمام
معتقدین و متاخرین اور احادیث صحیحہ صریحہ کے خلاف ہو۔ خداوند کریم اپنی حکمت کا اظہار
فرماتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے استغاثہ کی قبولیت کو فخریہ بیان فرما
رہے ہیں۔ کہ میں ایسا محافظ ہوں جو اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسے آفسے
دقت میں دعا قبول کی کہ ان کو ان یہودیوں کے نرغے سے بچالیا اور اپنی طرف اٹھالیا۔
”مرزائی“۔ عیسائیوں کے صلیب پر چڑھانے کے وقت تو اللہ نے بچالیا اور بعد
میں اپنی موت مارا۔ ب

”محمد عمر“۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ تم کو اپنی طرف سے بات بنانے کی کیسی
بڑی عادت پڑی ہوئی ہے۔ جب اس آیت کریمہ کو ٹھکرا ڈگے اور اس آیت سے منہ
پھیر دگے پہلے یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بچایا تو کیسے اور کس طریق سے بچایا اور بچا
کر کہاں پناہ دی، تو ہمیں ہر حال میں اسی آیت سے استدلال لینا پڑے گا اور اس آیت
میں سوائے آسمان کی طرف اٹھانے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ
کہ جو تم کہتے ہو اپنی موت سے مارا اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہو اور ضروری امر یہ ہے
کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پورے اٹھانے کا اور ان کو یہود سے نجات دلانے کا
واضح الفاظ میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کا ہی ذکر فرمایا ہے ایسے ہی خاص طور پر عیسیٰ علیہ السلام
کی موت کا قرآن کریم میں ذکر ہو۔ حکم عام نہ ہو۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عامی
نہیں ہے۔ بلکہ خصوصی ہے۔ اور ان کو موت سے بچانا اور نفع الی الساء بھی خصوصی
ہے۔ جب ان کی یہ باتیں خداوند تعالیٰ نے دنیا سے ممتاز رکھیں اور قرآن کریم میں ان کا
ذکر بھی فرمایا تو ان کی موت کا ذکر بھی خصوصی ہونا چاہیئے جو تمہارے پاس ان کی موت کا
واضح الفاظ میں کوئی ذکر نہیں، تو دُرّان لَحْدَ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا اِنَّا نَقُوتُ النَّاسَ اِلَیْ
وَقُوَّتُهَا النَّاسُ وَالْجَحَاشِ اُحَدِّثْ لَکَ ذِیْنِہِ اور قرآن کریم کا بیان جو حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دُرّانِ بَیْنِ اَہْلِ الْکِتَابِ الْاَلِیُّوْمِنْ رَبِّہِ قَبْلَ مَوْتِہِ

لَيَوْمَ مَنَنْ صَيِّغَ سے واحد مذکر غائب لام تاکید یا فون تکرار عقیدہ در فعل مستقبل معروف - ضروری ایمان دار ہو جائیں گے تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے - توجب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ یہ صیغہ استقبال استعمال فرما رہے ہیں۔ کہ اہل کتاب کا کوئی فرد بے ایمان نہ رہے گا بلکہ ہر ہر فرد اہل کتاب مومن ہو گا ان کی موت سے پہلے۔ توصات واضح ہے کہ ابھی ان کی موت نہیں ہوئی جو صیغہ استقبال سے ظاہر ہے اور تمام اہل کتاب ابھی تک ایمان دار بھی نہیں ہوئے اور اس وقت اہل کتاب کی بے ایمانی دنیا میں مشہور ہے۔ حالانکہ آیت کریمہ میں ہے کہ کوئی فرد اہل کتاب سے بے ایمان نہ ہو گا۔ اگر تم کہو گے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت سے دوسری طرح مر چکے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں باتیں معاذ اللہ غلط ثابت ہونگی۔ اور کذب باری محال ہے۔ لہذا تمہارا افتراء علی اللہ قرآن سے اعراض ثابت کر رہا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اس واسطے اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر: لیل حقیقی محفوظ رکھا کہ فرقہ مرزائیہ میرے عیسیٰ علیہ السلام کو بنیات دینے کا اٹا شور ڈالیں گے۔ اور عیسائی تثلیث کے عقیدے سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ ان دونوں فریق کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا تاکہ ان دونوں کو تشریف لا کر تلوار سے مومن بنا دیں۔ مرزا یثوبال اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کی تلوار کا شرکار خنزیروں کی معیت میں نہیں بننا چاہو تو اپنے عقیدہ کو قرآن کریم کے مطابق درست کرو اور ان کی حیات سماوی کے قائل ہو جاؤ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو تمہارے مرزا صاحب تمہیں نہ بچا سکیں گے۔

”مرزائی“۔ بھائی اگر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو یوں تسلیم کیا جائے کہ جب یہودیوں نے آپ کو صلیب پر چڑھانے کی تیاری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی مٹو فیض کے حکم سے اسی وقت اپنی موت مارا تاکہ صلیب کی موت سے نجات مل جائے اور مٹو فیض سے درجات بلند کر دئے۔

”محمد عمر“۔ اللہ کریم تمہیں ہدایت دے۔ بھائی اس طرح کی موت کے ماننے سے بھی بہت خرابیاں لازم آئیں گی۔ جز کا مختصر ذکر تو فقیر بیان کر چکا ہے۔ پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ خداوند کریم کی ذات والا صفات پر یہ الزام آئیگا کہ اگر رب العزت مصیبت کے وقت اپنے

انبیاء علیہم السلام کی دستگیری نہیں کر سکتا تو امتیہوں کی دستگیری کیسے کر لیا اور خیرانی یہ لازم آئیگی کہ خداوند کریم معاذ اللہ خلاف وعدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد الہی ہے۔ **اللّٰهُ لَا يَخْلِفُ اَلْمِيْعَادَ**۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ انبیاء علیہم السلام سے ہو چکا ہے۔ جو انبیاء اللہ میں جعلی نہیں، بنادہی نہیں، سرکاری نہیں۔ حقیقی انبیاء علیہم السلام سے وعدہ ہے، ملاحظہ ہو۔

مجادلہ | **الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللّٰهَ دَسَّ سُوْلَهُ اَوْ لَيْلَتْ بِنِ الْاِذْنِ** ۝ **كَتَبَ اللّٰهُ لَاٰخِلِيْنَ اَنَا دَسَّ سُوْلِيْ**۔ ترجمہ :- جو لوگ مقابلہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے

رسول کا یہی ہیں سخت ذلیل ہونیوالوں میں، اللہ نے لکھ دیا ہے ضرور غالب آؤں گا میں اور میرے تمام رسول۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والا غالب ہے۔

صفت | **اَلْقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِجَارِنَا الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اَلَا تَرٰهُمْ لَمْ يَخْشَوْنَ** ۝ اور الفتنہ تحقیق ہمارے بندے پیغمبروں کے لئے ہمارا کلمہ مقرر ہو چکا ہے۔ کہ

بے شک وہی مدد دے گئے ہیں۔ اب یا تو کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ نہ تھے اور اگر اللہ کے رسول تھے اور ہیں تو اس وقت ان کو کیا مدد پہنچی۔ ان کی مدد کو اللہ نے ہی بیان کر دیا ہے کہ میں ان کو اس آیت مذکورہ کے مطابق مدد دی اور اجر پورا دیا اور اپنی طرف بمعجم آسمان پر اٹھا لیا اور اسی امداد کے تم منکر ہو۔ خواہ خداوند تعالیٰ نے بھی فرما دیا ہے۔ چونکہ تمہارے مرزا صاحب منکر ہو گئے۔ اس واسطے ان کی اقتداء میں تم نے بھی قرآن کا انکار کر دیا۔ مرزا صاحب راضی ہو جائیں، خداوند تعالیٰ خواہ راضی ہو یا نہ۔

بقرہ - ۳ | **اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**۔ اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا۔

روم - ۲۱ | **حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ**۔ مومنوں کی امداد ہم پر لازم ہے۔

مومن | **حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ**۔ ہم پر لازم ہے۔ کہ مومنوں کو بچا دیں۔

اب فیصلہ تم پر ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مومن تھے یا نہ۔ اگر تمہارے نزدیک مومن تھے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بجسید بچانا لازم در نہ فرمان الہی مایہد القول لذي دما انا بطلا لمر البعید معاذ اللہ۔ غلط لازم آتا ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ ایمان دار ہی نہ سمجھو تو پھر تو سبحان اللہ تم نیکے مرزائی، پھر

ہمیں قرآن کریم سے کیا مطلب۔ کیونکہ قرآن کریم تو تمہارے عقیدہ کے خلاف عیسیٰ علیہ السلام کی امداد ثابت کر رہا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا کر خداوند تعالیٰ احسان جتار رہا ہے اور اگر تمہاری یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ایک بڑی خرابی اور لازم آتی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی موت کے ہی گیس از صلیب مار لیا تھا۔ تو پھر ان کے شبیہ کو پھانسی کیلئے کیوں چڑھایا گیا۔ ان کا لائیو لائیو کی لاش کو دکھا کر خود بری ہو سکتا تھا۔ حالانکہ ایسا نہ ہوا۔ بلکہ ان کے شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اب اپنے استدلالات مرزائیہ کو ذرا سامنے رکھو کہ *هَبْثًا مَنْشُورًا* جو رہے ہیں یا نہیں۔ امید ہے کہ اس بابہ کے متعلق اچھی طرح تمہارا مغالطہ مرزائیہ دور ہو گیا ہو گا اور تمہارے ہر سہ استدلالات بھی جعلی ثابت ہو گئے ہونگے۔ کیونکہ تمہارے پہلے استدلال کا مقصد یہ تھا کہ ترتیب قرآنی بھی نہ بدلے اور مطلب بھی صحیح ہو تو یہ بھی تمہاری مرضی کے مطابق ہی ترتیب قرآنی کو مقدم مؤخر نہ کر کے بھی مطلب حیات مسیح کو واضح کر دیا اور دوسرے استدلال کا مطلب بھی حدیث سے ہی بیان کیا گیا تھا کہ جس سے اللہ نے شروع کیا، ہمیں بھی اسی سے شروع کرنا چاہیئے، چنانچہ متوفی کو مقدم رکھتے ہوئے مطلب کو صراحتہ بیان کر دیا گیا۔ کہ اگر متوفی کے معنی موت کے کرو تو *مَنْ اَفْعَلَفَ* کے ساتھ متوفی کی تطبیق صحیح نہیں رہتی اور اگر *مَنْ اَفْعَلَفَ* کے معنی بلندی درجات لو تو مقام نجات کی وقت موت کو بھر ترقی درجات کو یاد دلانا خلاف نصرتہ ہے اور نصرتہ تب ہی متحقق ہو سکتی ہے کہ موت سے استغاثہ زندگی کے وقت حالات نجات کو بیان کیا جائے اور موقع بھی اسی امر کا متقاضی ہے، چنانچہ اسی امر نجات کو رفع آسمانی سے ذکر کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ان کو اسی صورت میں *مَنْ اَفْعَلَفَ* اللہ کی حقیقت جمیہ کو اپنے اصلی پہلے مقام پر پہنچایا، اور ان کے عوارضات اور پیدائش انسانی ہونے کی بنا پر پھر ان کو واپس لایا جائیگا۔ اور زیر زمین دفن کیا جاوے گا۔

اور تمہارا تیسرا استدلال بھی باطل ثابت ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قونی کو ذکر کر کے اپنی الوہیت کا ثبوت دیتے ہوئے اور ان کی عبودیت کا ثبوت دیکر پھر *مَنْ اَفْعَلَفَ* سے انکار رفع جہانی الی السماء فرمایا تا کہ الوہیت عیسوی بھی

باطل ہو جائے۔ اور نصرتہ بالرفع الی السماء بھی یقینی ہو جائے۔ اور جاعل الذین
اتبعوہم نون الذین کفرُوا الی یوم النقیامۃ کا مرتب محقق ہو گا جب ان میں
اغل الکتاب الا لیوم من قبل مذبذب متحقق ہو گا۔ کیونکہ جب تک یہ عیسائی
تثلیث کے قائل ہیں متبع عیسیٰ علیہ السلام نہیں کہا جاسکتے اور نہ اتباعوہم کے یہ لوگ
مصدق بن سکتے ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے بعد یہ لوگ
تثلیث چھوڑ کر لیوم من قبل کے معنوں میں گئے تو اتباعوہم کا عنوان ان پر چھپا
ہو گا۔ پھر یہ نون الذین کفرُوا ثابت ہوں گے تو پھر تمہارا دماغ بھی اس آیت کریمہ
کو صحیح سمجھے گا اور اختراع قلبی کو پس پشت ڈالے گا۔ وَمَا عَلَّمْنَا الْاَلْبَابِ
”مرزائی“۔ سنو بھائی! اللہ تعالیٰ نے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ انہوں نے قتل نہیں
کیا اس کو اور نہ صلیب دیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے ہیں۔ اس سے
عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب سے بچنا تو ثابت ہو گا۔ لیکن طبعی موت کا انکار کہاں ہے۔
ہو سکتا ہے وہ طبعی موت مر گئے ہوں۔ پ

”مھر عمر“۔ بڑا افسوس ہے کہ تم کلام خداوندی کے ساتھ اپنی کلام کو خلط کر کے مطلب
الہی کو فوت کرنا چاہتے ہو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ مآب العزت نے مسیحیوں کے
دونوں اقسام یعنی تثلیثی اور مرزائی کا پورا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ تمہارے بڑے بھائی
عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے۔
کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ کر ہمارے گناہ کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اور تمہارا
عقیدہ یہ ظاہر ہونے والا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تو مآب العزت نے
ایک آیت سے دونوں بھائیوں کا رد کر دیا۔ فرمایا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور نہ
انہوں نے اُسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اُسے دار پر لٹکایا یقیناً یقینی امر ہے۔ اس
جہاں سے تو رد عیسائیت ہو گیا۔ پھر اعتراض باقی تھا کہ یہ تو امر یقینی ثابت ہو گیا۔ کہ
عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر بھی نہیں لٹکا سکے، اور قتل بھی نہیں کر سکے۔ تو پھر کیا ہو گا
تو قتل کی عکس نقیض ہے حیات۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب سے
بچایا تو تحقق حیات عیسیٰ علیہ السلام ضروری ہے۔ تو پھر یہ امر لازمی تھا کہ حیات کا
تحقق کس صورت میں ہے بیان کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

ہیئت قضائیہ بَلِّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے فرمائی کہ ان کی حیات اس صورت میں ہے کہ ہم نے اس وقت ان کے قتل و صلیب سے بچا کر عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔ قتل و صلیب سے بچایا تو بچانے کی تفصیل فرمائی رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے تو قتل سے بچانا مستلزم ہے حیات عیسوی کو اور حیات عیسوی کو اللہ تعالیٰ نے مقید فرمایا۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اپنی طرف اٹھانے سے۔ اب تم کہو کہ خدا اپنی طرف اٹھانے کی تہد لگا رہا ہے حیات عیسوی کے ساتھ۔ تو اب اُسے کس طرف اٹھایا رَفَعَ یعنی اٹھایا، تو اوپر کی طرف رَفَعَ کا استعمال ہوتا ہے، اگر اللہ کریم ان کو مارتے تو بجائے بَلِّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے ضرور فرمائیے کہ بَلِّ اَمَاتَهُ اللّٰهُ حَتّٰی اَنْفِخَ تَوْبَتًا بِمَطْلَب پورا ہو سکتا تھا، جب بَلِّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ فرمایا تو رَفَعَ بلندی کا متقاضی ہے اور بلندی میں یا مقام ہوا ہے یا طبقات ناری یا زمہری میں تو ان میں قیام محال ہے۔ لہذا فرمان الہی رَفَعَ عِیْسٰی مَعَ حِمَاتِ سَوْدٰی کو اللہ کی آیت نے ثابت کر دیا اور قیام فی السماء فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کر دیا۔ اور یہ جو تم نے پتھر لگائی ہے کہ وہ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے بلکہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ یہ جملہ کہ اپنی موت سے مرے ہیں کون سے عربی جملے کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ فرمادیں بَلِّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ تم کہو کہ نہیں اپنی موت سے مرے ہیں اب تمہاری بات مانیں یا خدا کی۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔

”مرزا می“۔ بَلِّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنی موت ہی تو ہیں۔ دیکھو پنجابی محاورہ بھی ہے (خدا تمہیں چکے) جس کا مطلب ہے کہ خدا تمہیں مارے۔

”محمد عمر“۔ سبحان اللہ۔ نبی پنجابی تو عربی کو بھی زبانِ عرب کے خلاف بیان پنجابی زبان میں استعمال کرنا یہ مِّنْ اَتَّخَذَ الْاٰلِهَةُ حِوَارًا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس کی تہمت اور پر گزر چکی ہے۔ اب فقیر عرض کرتا ہے۔

کہ اگر رفع کے معنی موت کسی تفسیر یا کسی لغت عربی سے دکھا دو۔ تو ہمیں پانچ سو روپے انعام دئے جائیں گے تمہیں اپنے آقا مرزا قادیانی کی قسم ہے، دکھاؤ۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اس واسطے اس نے تمہارے عقیدہ کے اجراء کے قبل ہی فیصلہ فرمادیا اپنی سزا اِنْعَلَکَ اِیَّیَّیْ کہ تیرے اجر کی توفی تب ہی ہو سکتی ہے کہ تمہیں آسمان پر اٹھایا جاوے۔ کیونکہ سُبْحَ اللہ ہیں، ورنہ سزا اِنْعَلَکَ اِیَّیْ فرمانے کی کیا ضرورت تھی، اگر دوسروں کی طرح اپنی موت ہی مارنا مقصود ہوتا تو سزا اِنْعَلَکَ اِیَّیْ نہ فرماتے۔ کیونکہ اور کسی کے متعلق یہ ارشاد الہی نہیں ہے۔ پھر اس کی تائید مَا تَسْلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے فرمائی۔ پھر قتل کی عکس نقیض بِنِ سَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام سمادی کو سزا اِنْعَلَکَ اِیَّیْ کی شرح میں بیان فرمایا، تاکہ موت عیسیٰ علیہ السلام کا شک بھی نہ رہ جاوے اور جو ان کے نَزْل و هَبْط کے بعد موت ہو نیوالی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ضرور آکر رہے گی۔

بھلا یہ تو بتاؤ، کہ اگر مرزا صاحب کو کہا جائے (مرزا جی پترنوں چک ہو، تو کیا مطلب ہو گا کہ لڑکے کو مار ڈالو۔ کچھ ہوش سے بات تو کرتے۔
"مرزائی"۔ تم یہ کیوں نہیں صاف مطلب بیان کرتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مار کر اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

"محمد عمر"۔ خداوند تعالیٰ جب کسی کے دین کو چھین لیتا ہے۔ تو عقل بھی ساتھ ہی چھین لیتا ہے۔ توفی کے معنی بھی موت کرتے ہو اور رفع کے معنی بھی موت۔ اگر دونوں کے معنی موت کر دیے گئے تو تحصیل حاصل لازم آئے گی۔ توفی کے معنی تو پوری تحقیق سے گزر چکے ہیں۔ اب رفع کے معنی کی تحقیق لغات عرب سے کر لیں۔

(۱)۔ **المغرب** | **الرَّفْعُ خِلَافُ الْوَضْعِ**۔ رفع کے معنی، رکھنے کے خلاف ہیں یعنی اٹھالینا۔

(۲)۔ **صراح** | **سَفَعُ بَرْدَاشْتَن**۔ وَهُوَ خِلَافُ الْوَضْعِ۔ رفع کے معنی اٹھانا اور وہ رکھنے کے برعکس ہے۔

(۳)۔ **قابو** | **سَفَعٌ** (سَفَعٌ) وَضْعٌ۔ رفع وضع کی ضد کو کہتے ہیں۔

(۴)۔ **مصباح المنیر** | **فَالرَّفْعُ فِي الْأَجْسَامِ حَقِيقَةُ بِنِي الْحَزَلَةِ وَالْإِنْتِقَالُ**۔ پس رفع کے معنی جسام میں حقیقتہً ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے اور منتقل کرنے کے ہیں۔

(۵)۔ المنیر | رَفَعَ سَرَفًا (الشَّيْءُ ضَدٌّ وَضَعُهُ سَرَفٌ - سَاهُطٌ - چڑھنے والا۔

(۶)۔ مفردات راغب | الرَّفْعُ يَقَالُ تَرَفَعْتُ فِي الْأَجْسامِ الْمَرْصُوعَةِ إِذَا أُغْلِثَتْ عَنْ مَقَرِّهَا قَوْلُهُ تَعَالَى بَلَى سَرَفَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَحْتَمِلُ سَرَفَهُ

اسماء و سَرَفَهُ مِنْ حَيْثُ النَّشْرُ يُف - سَرَفَ كَالْفِظِ بِلَوْلَا جَاتَا هِيَ كَبْهَى رَكْعَتَيْ هُيْ أَجْسامِ فِي حَبِ اس كُو تُو بَلَنْد كَرِي اس كِي جَا ئِي قَرَار سِي اودا اللہ كا فرمان بَلَى سَرَفَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ - (دی متنازعہ فیہا آیت) احتمال رکھتا ہے چڑھا یا اس کو اللہ نے آسمان پر اور اس کا چڑھانا آسمان پر بوجہ بزرگی کے - معلوم ہڈا کہ بزرگی کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھا یا گیا - امید ہے کہ تمہاری تسلی ہو گئی ہوگی کہ لغات عرب میں رفع کے معنی چڑھانے کے ہیں اور اٹھانے کے -

”مرزائی“ - قرآن کریم سے رفع کے معنی اٹھانے اور چڑھانے کے دکھاؤ۔
”محمد عمر“ - قرآن کریم سے ملاحظہ فرمالو:-

(۱)۔ رَعَدَ | اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا - اللَّهُ وَهْ ذَاتُ السَّعَادَاتِ | ہے جس نے اٹھایا بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھ رہے ہو۔

یہاں رفع کا مفعول اجسام ہیں - اور فاعل اللہ ہے اور معنی اٹھانے کے ہیں - اگر معنی موت کے لئے جائیں تو معنی ہی الٹ ہو جائیں گے -

(۲)۔ النُّشْرُغَاتِ | رَفَعَ سُبُلَهُمَا فَنَسَوْنَهَا - اللَّهُ نَزَلَ آسْمَانِ كِي حَبَّتْ كُو بَلَنْد كِيَا - تُو دُرُوسَتْ بِنَا يَا اس كُو -

(۳)۔ الرحمن ۲۴ | وَاسْمَاءُ سَرَفَعَهَا - اور آسمان کو بلند کیا اس نے -
(۴)۔ غاشیہ ۳۱ | ذَالِي السَّمَاءِ كَيْفَ سَرَفَعَتْ - (کیا پس وہ آسمان کو نہیں دیکھتے) کس طرح بلند کیا ہم نے -

ان آیات میں کیا مراد طلب کرو گے کہ آسمان کے رُوح کو کٹا لا گیا -
(۵)۔ بقرہ ۵ - ۱۸ | دَسَ نَعْمًا نَزَّلَتْ كُمُ السَّطُوسِ - اور اٹھایا ہم نے تمہارے اوپر پہاڑ طور کو
(۶)۔ یوسف ۱۱ | دَرَفَعَ يَوْسُفَ حَلِي الْعُشْرِشِ - اور یوسف علیہ السلام نے اپنے

ماں باپ کو تخت پر چڑھا دیا۔

مذکورہ بالا دلائل قرآن کریم نے ثابت کر دیا کہ رفع کے معنی بتایہ اٹھانے کے بلند کرنے کے۔ چڑھانے کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی دلائل ہمیں سنائے۔ ایمان لانا یا نہ لانا تمہارے اختیار ہے۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ مار کر اٹھا لینا۔ تو تمہارا یہ کہنا قرآن کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر توفی کے معنی مار لینا ہی کر دے تو اِنْعَلَفَ اِلَیَّ فرمانا عبث بنتا ہے۔ کیونکہ متوفی کے کو تم نے خلاف قرآن و حدیث موت سے مفید کر دیا۔ پھر اِنْعَلَفَ فرمان الہی بالکل عبث ہو جائیگا۔ مَعَاذَ اللہ۔ باقی اس کی تمام تحقیق گزر چکی ہے۔

”مرزا اے“۔ بَلْ سَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ مِیْنِ اِلَیْهِ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ اور اللہ کی طرف جو جاتا ہے، وہ مگر رہی جاتا ہے۔ زندہ نہیں جاسکتا، یا یہ ماننا پڑیگا، کہ خدا آسمان میں بیٹھا ہے۔

”محمد عمر“۔ اللہ تعالیٰ تو فرمادیں کہ جو زندہ ہے وہ میری طرف آتا ہے اور تم ہر بات میں اُلٹ کرتے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پاس موت ہی ہے۔ حیات نہیں، خدا قرآن کریم کو ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ پھر زندہ کر لیگا تم کو پھر تم اللہ کی طرف پھرے جاؤ گے۔ اس مقام پر بھی اِلَیْهِ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تمہیں زندہ کر کے اللہ کی طرف پھیرا جائیگا۔ معلوم ہوا، جو اللہ کی طرف پھرے، وہ زندہ ہو کر تو جاسکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

المَلِکِ دَر اِلَیْهِ النَّشْوَۃُ۔ اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے۔ فرشتے اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ کیا مردہ ہیں یا زندہ؟ بنی صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف میں

۲۹
۱

اللہ کے پاس گئے۔ مَعَاذَ اللہ کیا مردہ تھے۔ تم تو مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع ہو کر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جہانی کے بھی منکر ہو گئے۔ تمہارا کس کس بات پر اور کس کس ذات پر ایمان رہا۔ خدا کو تم چھوڑ بیٹھے، قرآن کو تم چھوڑ بیٹھے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم چھوڑ بیٹھے۔ تمہارا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ باقی رہا تمہارا کہنا کہ خدا آسمان پر ثابت ہو جائیگا۔ فرشتے خداوند تعالیٰ کی طرف مڑتے ہیں یا خدا کی طرف سے نازل ہوتے ہیں تو آسمان سے ہی آتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ آؤ! فقیر عرض کرتا ہے۔ چونکہ ارشاد الہی ہے:-

لَسَاءَ ۝ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۝ اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو احاطہ کر نیوالا ہے۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے۔ باقی ہر شے محاط اور محاط محیط کا محتاج ہوتا ہے۔ تو مخلوق کا رجوع جب خالق محیط کی طرف ہوگا تو محیط کی طرف مائل ہوگا اور اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ اُکْبَرُ ہے۔ اسی واسطے جب کسی محاط کا رجوع اللہ کی طرف تسلیم کرینے تو محیط بلند کی طرف ہوگا۔ اسی واسطے فرشتوں کا رجوع بھی اوپر کی طرف ہوتا ہے اَسْفَلَ السَّمٰوٰتِ کی طرف۔ اور اسی واسطے جب دعا مانگی جاتی ہے تو ہاتھ اوپر کو اٹھائے جاتے ہیں۔ اسی واسطے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اپنے خالق کی طرف نظر فرماتے ہیں تو آسمان کی طرف ہی رنگاہ اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔ **فَإِذَا تَنَادَىٰ تَقَلُّبًا وَجْهَكَ فِي السَّمٰوٰتِ**۔ ہم آپ کے رخ انور کو آسمان کی طرف پھرا ہوا دیکھتے ہیں، ثابت ہوا کہ خدا کی طرف دیکھنے والا اپنی نظر پہلے آسمان کی طرف اٹھاتا ہے۔ لہٰذا اِلَیْہِ کی ضمیر میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی بلندی پہلے آسمان تک ہی محدود رہی اور یہی سَمَاعُ اللہ اِلَیْہِ کا تقاضا ہے اور مرزا صاحب کے نزدیک بھی تو خدا عرش پر ہے۔

(۱)۔ تحفۃ القدوس ۱۹۵ خدا آسمان پر دیکھ رہا ہے۔

(۲)۔ اربعین ۶۲ تیرا خدا قادر ہے وہ عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے۔

(۳)۔ اربعین ۳ و ۱۷ خدا آسمان سے نازل ہوا۔

(۴)۔ اعجاز احمدی عربی ۶۹

وامام مقامی فاعلموا ان خالق ۝ یصعد فی من عی مشہ و یوقی ا اور میرا مقام یہ ہے کہ میرا خدا ۝ عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے

مرزا بیو! اب تو تمہارے مرزا صاحب نے خدا کو عرش پر تسلیم کر لیا۔ اب تو اِلَیْہِ کی ضمیر خدا کی طرف راجع کر کے آسمان پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ۔ کیونکہ طاقت عیسوی آسمان اول تک ہی ہوسکتا ہے۔ اگر اب بھی انکار کرو تو تمہاری سخت ہرٹ دھرمی ہے۔ اس سے بھی زیادہ اگر چاہو تو قرآن سے ثابت کیا جاوے۔

زخرف ۲۵ ۝ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ ۝ وہ ایسی ذات ہے۔ جو آسمان میں بھی اِلٰہ ہے۔ اور زمین میں بھی اِلٰہ ہے۔ آسمان کو بلند فرمایا۔ تاکہ

علم مرتبت ثابت ہو۔ اور ملاحظہ ہو۔

فاطر ۲۲ ۝ اِلَیْہِ یصعدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ ۝ اَنْعَمُ الصَّالِحُ ۝ یَرْفَعُہُ ۝ ترجمہ:۔ اللہ کی

طرف ہی پاک کلمے چڑھتے ہیں، اور عمل صالح اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

اسے امت قدنی ابو موسیٰ بنجاؤ۔ کلمات طیبات کا رفع بھی آسمان کی طرف ہوتا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں اور رفع کے معنی چڑھنے بھی ثابت ہو گئے۔ تمہارے دونوں مطلب قرآن شریف سے پورے ہو گئے۔ آگے تمہیں خدا ہدایت بخئے، کیونکہ اگر یہاں رفع کے معنی مرنے کے کر دگے تو تمہارا ایمان جاتا رہے گا۔ ہدایت کی کوشش کرو۔ قرآن کریم کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ پانچ آیات سے معنی اٹھانے کے دو آیات بمعنی چڑھنے کے، اور تیسری بِنِ نَعَهُ اللہ الیہ کے معنی چڑھنے کے۔ اب اگر ان سات آیتوں پر ایمان لاؤ گے اور حیات عیسوی علی السماء کے قائل ہو جاؤ گے تو تمہارے واسطے خداوند کریم ساتوں دروازے جنت کے کھول دیگا۔ اگر ساتوں کو ٹھکرا دو گے۔ تو ساتوں دروازے بہشت کے بند کر کے ساتوں دروازے دوزخ کے کھول دیگا۔

آئیے! اس آیت متناسخہ ذیہا کے متعلق ذرا تیرہ سو سال کے مفسرین کی رائے دریافت کر لیں کہ انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَإِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَإِنِّي مُتَوَفِّيكَ

ابن کثیر | **إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** یعنی دَفَاةً الْمَنَامَ نَعَهُ اللہ فی مَنَامِهِ قَالَ الْخَسَنُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ لِلْیَهُودِ اِنَّ عِنْدِي لَمُ یَمُتُ رَاۤیَہُ سَرِ اِحْمُ الْیَکُمُ تَبْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَمَطِہُمْ لَفٍ مِنَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا اِی بَدَفِیْ اَیَاتِ اِی السَّمَاءِ۔ وَكَانَ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ یَقُولُ اِذَا قَامَ مِنَ النُّوْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَاَنَا بَعْدَ اَمَاتِنَا۔ **إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** یعنی مارنا نیند میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نیند میں اٹھایا اسی واسطے **إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** فرمایا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ نے فرمایا یہود کو کہ بیشک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور بیشک عیسیٰ علیہ السلام تمہاری طرف واپس تشریف لانے والے ہیں، قیامت کے دن سے پہلے (اور کفار سے پاک کرنا والا ہے) یعنی تجھے آسمان کی طرف اٹھا کر اور علامہ بن کثیر اس ترجمہ کی دلیل اخذ کرتے ہیں حدیث شریف سے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ فرماتے تھے جب نیند سے کھڑے ہوتے۔ سب تعریف اس ذات کے واسطے جس نے

میں مرنے کے بعد زندہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ واسطہ سے اجمع الکلمۃ قبل
نور القیامۃ نے تمہاری اس بات کا بھی رد کر دیا جو تم کہتے ہو کہ عیسیٰ اس امت سے پیدا
ہو گا۔ معلوم ہوا کہ اس امت میں وہی عیسیٰ بن مریم واپس تشریف لادیں گے۔ قبل از قیامت
نہ جیسا کہ تم کہتے ہو۔

(۲)۔ تفسیر کبیر | (وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ) اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اَنَّ التَّوْفِیَّ اَخَذَ الشَّیْ
وَاقِبًا وَّمَا عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّحْطِیْ بِمَا لَہٗ اَنَّ الَّذِیْ رَفَعُوْهُ
اللّٰهُ صُوْرًا وَحَدَّ لَا حُدُوْہٗ ذَکَرْنَا هٰذَا کَلَامًا لِیُبَدِّلَ عَلٰی اَمْنِہٖ

۲
۵۸۹

عَلِیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ رُفِعَ بِتَمَامِہٖ اِلٰی السَّمَاءِ بِرُوحِہٖ وَ یُجَنِّدُہٗ
وَمَنْ شُبَّ بِالذَّلٰیْلِ اَمَّنْہٗ حَتّٰی (سرافعلک الیٰ) یَقْضِیْ اَمْرًا رَّفَعُوْہُ
جَبَّ۔ ترجمہ :- (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ) بے شک میں پورا کرنے والا ہوں تیری عمر کو۔ بیشک توفی
کے معنی شے کو پورے لینا اور معلوم تھا اللہ کو کہ بعض لوگوں سے ایسا شخص بھی ہو گا جس کے دل
میں یہ بات کہنے لگی کہ جس کو اللہ نے رفع کیا ہے وہ اس کا روح ہے اس کے جسم کے بغیر
بہان فرمایا اس نے اس کلام کو تاثر دلالت کر کے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف بتملکہ
اُٹھائے گئے ہیں۔ یعنی جسم بمع روح اور تحقیق دلیل پر ثابت ہو گیا کہ بے شک
وہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں (سرافعلک الیٰ) مقتضی ہے اس بات کا
کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے زندہ اُٹھایا

(۳)۔ تفسیر کبیر | اَخْرَجَ اللّٰهُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ سَفْحِ الْبَیْتِ
وَصُعِدَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْجَبَلِ وَ رُفِعَ اِلٰی السَّمَاءِ قَالْ بَعْدُہٗ
بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ السُّبُّ۔ ترجمہ :- نکالا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو

۳
۵۰۲

مکان کی چھت سے اور چڑھائے گئے امت سے۔ اور اُٹھائے گئے آسمان کی طرف۔
اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا۔ بلکہ اُٹھایا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے طرف اپنی۔
(۴)۔ خازن | (وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ سَرَّ اِفْعَلْ اِلَیَّ)۔ مَعْنَاہٗ اِنِّیْ
اِنَّا یُضَلِّکَ وَ سَرَّ اِفْعَلْ اِلَیَّ مِنْ عَبْدٍ مَّوْبِقٍ مِنْ قَوْلِہُمْ تَوَفِّیْتَ

۱۹۹

الشَّیْءَ وَ اَسْتَوْفِیْہٗ اِذَا اَخَذْتُہٗ وَ قَبَضْتُہٗ تَامًا۔ ترجمہ :- (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ
سَرَّ اِفْعَلْ اِلَیَّ) کے معنی ہیں کہ میں تمہیں کر نیوالا ہوں تجھے اور اُٹھائیوالا ہوں اپنی طرف بغیر مانے کے

عربوں کے قول سے توفیق الیٰشی میں نے شی کو پورا لے لیا جب پکڑے تو اس کو اور لیلے تو اس کو پورا۔

(۵) تفسیر معالم التنزیل
 اَنْ الْمُدَادِ بِالْتَّوْفِیِ التَّوْمُ مِنْهُ قَوْلُهُ عَنِّي وَحَلَّ اللَّهُ يَتَوَفَّى
 الْاَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيَجْعَلُ التَّوْمُ
 دَنَاءَةً وَكَانَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَدْنَامُ فَرَفَعَهُ اللَّهُ وَهُوَ
 نَائِمٌ لِّسَلَاةٍ يُلْحَقُهُ خَوْفٌ مُّعْنَى الْاَيَةِ اِنِّي مُنِجُكَ وَرَافِعُكَ اِلَى تَرْجَمَةٍ بِبَيْتِكَ

مراد ساتھ توفی کے نیند ہے۔ اور اسی سے ہے اللہ کا فرمان اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تموت فی منامہا تو بنایا اللہ نے نیند کو وفات اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے تو اللہ نے ان کو اٹھالیا نیند کی حالت میں تاکہ ان کو دس دفعہ کا ڈر نہ لاحق ہو جائے۔ تو معنی آیت کے ہوں گے۔ کہ میں تم کو سلائے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(۶) مدارک
 (مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ) مُتَوَفِّيكَ تَارِيعُكَ مِنَ الْاَرْضِ مِنْ تَوَفِّيَتُ
 مَالِي عَلَى فُلَانٍ اِذَا مُتَوَفِّيَتْهُ اَوْ مُيْتَتُكَ بَعْدَ النُّزُولِ مِنَ السَّمَاءِ

وَ رَافِعُكَ اَكْلَانَهُ اِذَا الْوَادُ لَوْ جَبَّ التَّرْتِيبُ اَوْ مُتَوَفِّيَ كُنُفِكَ يَا التَّوْمُ وَ رَافِعُكَ وَ اَنْتَ نَائِمٌ حَتَّى يُلْحَقَكَ خَوْفٌ وَ تَشْقِطُ اَنْتَ مِنَ السَّمَاءِ اَمِنْ .

ترجمہ :- (مُتَوَفِّيكَ وَ رَافِعُكَ) پورا لینے والا ہوں میں تجھ کو زمین سے یہ قول ماخوذ ہے۔ کہ میں نے فلاں سے مال پورا لے لیا۔ جب تو اس کو پورا لیلے۔ یا میں تجھے آسمان سے اُترنے کے بعد مارنے والا ہوں اور اب اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس واسطے کہ واد ترتیب کو واجب نہیں کرتی۔ یا پورا اٹھانے والا ہوں میں تجھے نیند میں اور اٹھانے والا ہوں تجھے اس حالت میں کہ تو سویا ہوا ہوتا کہ جاگتے ہوئے خوف لاحق نہ ہو۔ اور تو آسمان میں بے خوابی میں امن والا ہو گا۔ ۲۹۲

”مرزا المی“۔ بخاری میں متوفی کے معنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے میت کے معنی موت کے لئے ہیں۔ کیا وہ غلط ہیں؟

”محمد عمر“۔ بھائی پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ قول منقطع ہے مرسل نہیں ہے۔ اگر یہ مرسل ہوتا۔ باقی محدثین یا مفسرین نہ بیان کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم حضرت عباسؓ کا یہی قول رکھتے رہو۔ تو فقیر ثابت کرتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر میت کے

مراد لیا ہے۔ تو انہوں نے متوفیک کو متاخر بھی تو مانا ہے۔ جس کے تم قائل نہیں۔

(۷)۔ تفسیر ابن عباس (اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ذَا اِنْعَافٍ) مقدمہ

مؤخر۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ عبارت میں مقدم ہے، لیکن مصداق میں پیچھے ہے اور ذَا اِنْعَافٍ پہلے ہے۔

”مرزا انی“۔ کیوں پھر تم نے قرآن میں تقدم تاخیر شروع کر دیا۔ ۲۹۲
”محمد عمر“۔ بھائی تم نے ہی پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول منقطع کو تمام محدثین و مفسرین کے خلاف لے لیا۔ لیکن جب فقیر نے اپنی حضرت عباسؓ کی تفسیر اپنی کے تقدم تاخیر کا ذکر کیا تو وہ تمہیں برا محسوس ہوا۔ اگر انہوں نے حدیث معنی کئے ہیں تو انہوں نے تقدم تاخیر بھی تو مراد لیا ہے۔ ان کی ایک بات کو مانتے ہو اور ایک کو ترک کرتے ہو اور قرآن کریم میں کئی جگہ ایسا تقدم و تاخیر موجود ہے۔ سنو:-

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ترجمہ:- اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری ہو اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے۔ اب تم بتاؤ کہ سجدہ مقدم ہے یا رکوع۔ یہاں آیت خداوندی میں سجدہ مقدم اور رکوع مؤخر ہے لیکن مصداق میں رکوع مقدم اور سجدہ مؤخر ہے۔ اور سنو:-

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ترجمہ:- ہم نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا۔ ہم اس کو آزماتے ہیں۔ تو ہم نے اس کو بنایا۔ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ یہاں آیت میں ابتلا مقدم ہے اور سمیع و بصیر سنانا مؤخر حالانکہ واقع میں اس کے خلاف ہے۔ سمیع و بصیر پہلے بنایا جاوے تو آزمائش کا امکان ہو سکتا ہے۔ اب یا تو بخاری کے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا نام نہ لینا۔ بلکہ ان کے قول تقدم اور تاخیر کو بھی ماننا۔ لیکن تمہیں مرزائیت کب اجازت دیتی ہے کہ انصاف کو قبول کرو اور قرآن کریم کو تسلیم کر لو۔ یاد رکھو قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے خلاف شہادت دینگے تو تمہیں معلوم ہو گا۔ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنِّیْ تَوَجَّیْتُ الْاِخْلَاقَ اِنْ مَهْجُوْیًّا۔ اور فرمائیں گے قیامت کو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے میرے رب میرے امتی ہونے کے دعویداروں نے اس قرآن کو چھوڑا۔ اذریہ قادیانی تیرے قرآن اصلی وحی کو چھوڑ کر قادیانی جعلی وحی کو مقدم سمجھتے تھے۔ ان مذکورہ بالا آیات سے بہ ترجمہ متقدمین صراحۃً ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا ہوا ہے اور بقرب قیامت آسمان سے اسی عیسیٰ علیہ السلام کو زمین پر دوبارہ نازل فرما دینگے اور تلوار سے یہود و نصاریٰ کے ایمان کو درست فرمائینگے اور پھر ان کی شادی ہوگی۔ بچے ہوں گے اور وہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہونگے۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی کو شیطان نے نبوت کے دعویٰ کے واسطے اکسایا۔ تو ان کو یہ سوچ بھی کر پہلے عیسیٰ علیہ السلام کو تمام مسلمان جو آسمان پر مانتے ہیں ان کے ذہن سے یہ نکالو۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ ختم نبوت میں فرق لازم آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ سوائے سرسید احمد کے اور ابوالکلام کے مرزا صاحب کی کسی نے نہ سنی۔ آخر مرزا صاحب اپنے مقصد پر اترے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد بھی ختم نبوت میں فرق لازم نہیں آتا۔ تو مجھے بھی بی مان لو۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مردہ مانو تو میں بھی اپنی نبوت سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ نہیں۔ جب مرزا صاحب کی کسی نے بھی کوئی بات نہ سنی تو حیات عیسیٰ علیہ السلام کی آڑ میں مرزا صاحب نے اپنی نبوت جعلی ظلی بروزی کا دعویٰ شروع کر دیا۔ بھر پڑا نیب کی امداد سے پکے اھلی نبی ہونیکا دعویٰ کر دیا۔ جب لوگوں نے مرزا صاحب کے پل لکھو لے تو تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے خود سب سے بڑے بن بیٹھے جیساکہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ حالانکہ مرزا صاحب پہلے مسلمانوں کی طرح اچھے بھلے حیات مسیح ناصری کے قائل تھے۔

”مرزائی“۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے، کہ حضرت صاحب پہلے ایک واقعہ کے قائل ہوں۔ پھر انکار فرمادیں۔

”محمد عمر“۔ نفیر توحیات پیش کرتا ہے۔ سن لو۔

”مرزائی“۔ اس دقت نزول وحی نہ ہوگا۔

”محمد عمر“۔ بھائی وحی الہی کا نزول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے۔ ہاں البتہ

وحی شیطانی کا دروازہ کھلا ہے۔ ایسے ہی بناوٹی ظنی نبوت کا دعویٰ بھی تھا۔ پھر بھی بارہ سال تک حیات مسیح ناصری کے مسلمانوں کی طرح قائل تھے۔

برائین احمدیہ | از جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور مختار میں پھیل جائے گا۔ ۲۹۹

اور اس کتاب برائین احمدیہ کے لئے دس ہزار کا انعامی اشتہار بھی ساتھ ہی شائع کر دیا کہ میرے ان دلائل کو جو برائین احمدیہ میں خاکسور نے لکھتے ہیں جن میں یہ مذکورہ بالا حیات مسیح کا حوالہ بھی موجود ہے (باطل ثابت کر دیگا۔ تو اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا اور پھر کتاب کو منقسم کر کے اور انعام بھی تقسیم کر کے پہنچ دیا۔ جب لوگوں نے اس بات کو لغو سمجھا تو خود ہی بعد میں اکی برائین احمدیہ سے اس بڑے مسئلہ حیات مسیح کو جو مرزا یوں کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ابجاز احمدی میں باطل اور جھوٹا کہہ دیا۔ حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت حیات مسیح دلی کا انعام مرزا صاحب کو جب ان کا ملہم مذکورہ بالا کرتا ہے تو وہ بھی حیات مسیح کے مرتبہ سے ہی کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ مرزا صاحب بھی کچھ اپنی طرف سے مدد کر کے قدم دوسری طرف لیجاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

برائین احمدیہ | پھر بعد اس کے یہ ابہام ہوا۔ یعیسیٰ ابی متوفیک و سر افوہ الی۔ کے عیسیٰ میں تھے کا مل اجر بخشنو گنا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا یعنی رفع درجات کر دینا یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ ۵۱۶

اس سے پہلے اسی ابہام کے معنی صحیح ہیں۔ اب اس ابہام مرزا نے سے یہ صاف عیاں ہے کہ اس کے ملہم مذکور نے تو کچھ خوف خدا کر کے صحت کی طرف رغبت دلائی۔ لیکن مرزا صاحب لفظ یا سے اور یعنی سے اپنی معقولیت کی مداخلت فرما رہے ہیں۔ ورنہ اس ملہم کو کیا شک تھا کہ شکی واقعہ سے ابہام کو بچ کرے اور معلوم ہو کہ مرزا صاحب متوفی اور سر افہ کے معنی ہیں۔ اپنے ملہم سابق استاد الملا مسکہ سے بھی تجاؤں فرمائے ہیں۔ پھر جناب مرزا صاحب نے اپنے ملہم سابق استاد الملا مسکہ سے مجلس مشاورت قائم فرما کر اپنے ملہم کو پکا کیا۔ کہ اگر تو میرے نظریے کے مطابق نازل ہوگا تو تیرا میرا اتفاق ہوگا۔ ورنہ میں تیری گدی بھی سنبھال لوں گا۔ تو مرزا صاحب کی دھمکی سن کر استاد الملا مسکہ بھی کانپ گیا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام بنی آدم کا مقابلہ کیا تو اس حال کو پہنچا کہ مجھے متبعین مرزا صاحب جیسے نصیب ہوئے اگر خدا خواستہ

ان کے مشورہ کو بھی قبول نہ کیا تو ایسا نہ ہو کہ اس عہدہ سے بھی سے بھی بڑھنا پڑے۔ ہذا سابق استاد ملائکہ بھی مرزا صاحب کے پیچھے ہو گیا اور آئین کہنی شروع کر دی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بعد ازاں کچھ پلٹا کھا کر خود : غوی مسیح موعود ہونیکا شائع کر دیا۔ جب مسلمانوں نے عن طعن شروع کر دی کہ مسیح ناصری کے آسمان سے نزول کے مسئلہ میں یہ شخص اجماع امت کے خلاف ہیں کراست محمدیہ سے خارج ہو رہا ہے۔ اور چاروں طرف سے ایک شور برپا ہو گیا تو مرزا صاحب اس اجماع کو تسلیم کرتے ہوئے بات کو گول مول کر کے مسلمانوں کے سامنے اعتبار جملتے ہیں۔

اس الہ الا وہام | ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اپنے کشفی و الہامی امر کو شائع کیا ہے۔ کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ

بعض علماء اس بہ بہت افروختہ ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بیان کو ایسی بدعات میں سے سمجھ لیا ہے۔ کہ جو خارج اجماع اور برخلاف عقیدہ متفق علیہا کے ہوتی ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے میں ان کی بڑی غلطی ہے۔ اول تو یہ جاننا چاہیئے۔ کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدیا پیشین گوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانے تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی۔ اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا۔ اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا اور پیشینگوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں۔ بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیں، اس مذکورہ بالا عبارت میں صاف مرزا صاحب اقرار فرما رہے ہیں۔ کہ اے مسلمانوں اتنی جلدی مجھے اجماع امت سے خارج نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ الہام مذکورہ بشارت خود میری سمجھ میں نہ آیا ہو۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی کا مسئلہ اجماعی اور اتفاقی ہے۔ لیکن میرے دعویٰ مسیحیت کے لکھنے پر تمام علماء و برخلاف ہو گئے ہیں۔ پھر اس مسئلہ میں اپنی غلطی کا بھی گول مول اقرار کر لیا جو فرقہ اسلام میں انبیاء علیہم السلام کی وحی میں غلطی تسلیم کرتے تھے۔ یہ خاموش ہو گئے اور مرزا غلام احمد صفا دہلوی کے اقوال و

اہامات کاذبہ کی تازیلات کر کے درست کرنا شروع کر دیا۔ اور جو کھڑے اور سچے مسلمان تھے اور انبیا علیہم السلام کے معصوم ہونیکا عقیدہ رکھتے تھے۔ انہوں نے مرزا صاحب کو کھٹے الفاظوں میں کافر بننا شروع کر دیا۔ اور اعلان شائع کئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو یح ناصری کے آسمان پر بے جسد کا تشریف لیجانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کا انکار کر کے قرآن کریم کے ظاہری اور حقیقی معنی کو تبدیل کر کے خود مسیح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جو صراحتہ قرآن و حدیث کے علامات اور حقیقتہ مہینہ کے سراسر خلاف ہے۔ اور ہر طرح سے ابتداتا انہما مصنوعات کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہذا مرزا غلام احمد قادیانی امت محمدیہ سے خارج ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کا خود اپنا تاوان بھی امت محمدیہ کا مؤید ہے۔ اور ان کے برخلاف حائد ہوتا ہے۔

ازالۃ الالہام | اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور محداد و کافر ہے۔

اب مرزا صاحب کے اس فتویٰ کو سامنے رکھ کر دیکھنا چاہیے۔ کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں کتنے امور قرآنیہ کا انکار کیا۔

مرزا صاحب

قرآن مجید

وفات یح ناصری
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں،

انسان کا جم جم ناصری آسمان پر پہنچنا خدا کی
قدرت سے باہر ہے۔

(۱)۔ دَانِ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَلْيَيْنَ
يَهْ قَبْلَ مَوْتِهِ۔

حیات عیسیٰ بن مریم ناصری علیہ السلام
(۲)۔ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ۔

عیسیٰ علیہ السلام کا بجھ ناصری آسمان
پر تشریف لے جانا۔

(۳)۔ بَنِي السَّمَاءِ بِرُؤُوسِكُمْ مَّا تُوَعْدُونَ
آسمان پر انسان، انسانی لوازمات

کے بغیر بقدرت الہی پورا کر سکتا ہے،
 ہے جیسا کہ اصحاب کہف زمین میں
 بغیر لوازمات انسانی بقدرت الہیہ
 سے زندہ موجود ہیں۔

محال ہے۔

(۴) - وَجَاءَ عَلَى الدِّينِ اتَّبَعُوهُ فَوْقَ

الدِّينِ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(۱) - آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا

قرب قیامت تشریف لانا۔

(۲) - اور حکومت کرنا۔

میں مسیح بن مریم پیدا ہوا ہوں۔
 عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں آئیں گے۔

قرآن کریم کے چار امور کا مرزا غلام احمد صاحب نے حیات مسیح کے متعلق انکار کر کے
 تبدیلی کی ہے۔

ان کے علاوہ مرزا صاحب نے باقی قرآن کی تبدیلیاں بے شمار کی ہیں۔ جو انشاء اللہ
 موقع پر آپ سنیں گے۔ لہذا مرزا صاحب کی اس قرآنی تبدیلی اور انکار سے مرزا صاحب پر
 ان کا اپنا تحریر شدہ فتویٰ پورا حکم کا کام دیتا ہے۔ اب تم خود مرزا صاحب کے فرمان اور ان
 مذکورہ آیات کی تبدیلی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر لو کہ مرزا صاحب کون ہیں، فاعْتَبِرُوا يَا
 أُولِيَ الْالْبَاسِ۔

چنانچہ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ ایک ماڈلین کی جماعت میرے ساتھ ہو گئی ہے
 تو پھر کروٹ لی اور فرمایا۔

آئینہ کمالات ظہر علی بالنصوص القرآنیۃ والحدیثیۃ ان المسیح
 ابن مریم علیہ السلام قد توفی ولحق باخوانہ من

المنبیین وکنت اعلم ان وفات المسیح حق ثابت بالنصوص البینۃ
 القطعیۃ القرآنیۃ والحدیثیۃ واعلم ان الهامی لا ضار علیہ ولا
 تلبیس ولا تخیط ومعذ الذی کان یقینی بان اعتقاد المسلمین فی نزول
 المسیح حق لا شبهة فیہ ولا سبب فصر علی تطبیقہما: کنت من المقیدین
 فما قنعت بالنصوص فقط لانی وجدت فی الاحادیث سرائعہ قلیلة

بسیروۃ من وخن الاختلاف بظاہری التظنی
 ذَا انْجَمَتْ عَلِمْتُ مِنْ لَدُنْهِ انْ النُّزُولِ فِي اَصْلِ مَفْهُومِهِ حَقٌّ وَلَكِنْ مَا
 نَهَمُ الْمُسْلِمُونَ حَقِيقَتِيَا لَنْ اَللّٰهُ تَعَالٰی اِسْرَادِ اخْفَاءُ ۛ

اور نصوص مبیینہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے مجھ پر ظاہر ہوا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے
 ہیں، اور اپنے تمام انبیاء بھائیوں سے جا ملے ہیں، اور میں جانتا ہوں کہ مسئلہ وفات مسیح نصوص
 بیتہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے ثابت ہے، حق ہے اور جان لے کہ میرا الہام نہ اس پر کوئی عبارت
 اور نہ شریب اور نہ ملازٹ۔ اور باوجودیکہ میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کا اعتقاد نزول مسیح میں
 سچا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں، اور کوئی شک نہیں، تو مجھ پر ان دونوں کی تطبیق مسلمانوں
 کے عقیدے کی اور مرزا صاحب کے الہام کی مشکل ہو گئی۔ تو میں نے صرف قرآن کی
 آیات پر اکتفا نہ کیا، کیونکہ مجھے حدیثوں میں ذرا سے اختلاف کی پو آئی، (میرا کام بن گیا) ظاہر
 نظر میں اور مرزا صاحب کی نظر میں، حقیقت میں نہیں، (آگے چل کر فرماتے ہیں) میں الہام پر
 گیا اپنے نفس کا طرف سے جتایا گیا کہ نزول اپنے مفہوم میں حق ہے اور لیکن مسلمانوں نے
 اس کو سمجھا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخفا کا ارادہ کیا ہے۔

اے فرقہ مرزائیہ! اندھا سے ڈرو، اور فیصلہ کرو کہ مرزا صاحب کی اس عبارت آئینہ
 کمالات سے کیا واضح ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا جو عقیدہ ہے
 وہ ہی میرا بھی تھا۔ اور بہت عرصہ رہا۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنی نفسانیت کی بنا پر الہام
 گھڑا، پھر قرآن کریم کو اس کے مخالف پایا، کیونکہ قرآن کریم حیات مسیح ثابت کر رہا ہے،
 جس کو مرزا صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں، چنانچہ ہر طرف سے ناکامی کی صورت دیکھ کر احادیث
 کو ٹکرایا اور حدیثوں کو الٹ پلٹ کر کے اپنے مطلب کے مطابق بنانے کی کوشش کی، اس
 سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلے حدیثوں کے معانی تبدیل کئے، جب لوگوں نے قرآن پیش کیا
 تو قرآن کے معانی کو بعد ازاں تبدیل کیا، جو مرزا صاحب کی مہارت سے واضح ہے۔ اب
 فقیر مرزا صاحب کی تحریر جو ان کے خلیفہ ثانی دہلوی کے ہاتھ سے لکھی گئی ہے۔ پیش کرتا ہے:-

کلمۃ الفصل | حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ مسیح ناصری

آسمان پر موجود ہے، اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہو گا، اور آپ

قریباً بارہ برس تک اسی عقیدہ پر قائم رہے۔

حیات مسیح کا اقرار مرزا صاحب نے بھی فرمایا۔

اعجاز احمدی | پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بیخبر اور غافل رہا، کہ خدائے بڑے شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے، تب وہ وقت آگیا، کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تو انٹر سے اسی بارہ میں الہامات شروع ہوئے۔ کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

ما قبل مذکور ہو چکا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جب براہین احمدیہ لکھی۔ جس میں دس ہزار روپے انعام مقرر فرمایا، جو اس کے مکتوبہ مضمون کو باطل ثابت کر دے۔ مرزا صاحب کو اتنا ناز اس کی حقانیت پر تھا۔ لیکن جب اعجاز احمدی شائع کی۔ جس میں وفات مسیح پر زور دیا۔ اور حقانیت کا پکا دعویٰ اور ساتھ ہی انعامی اشتہار شائع کیا۔ جو اس مکتوبہ مضمون کو باطل ثابت کر دے، اس کو دس ہزار انعام دو لگا۔

اے میرے مرزائی دوستو! خدا را نظر انصاف سے دیکھنا کہ اس وثوق سے دو متضاد باتوں کی اشاعت تو میرے خیال میں جو صم بکم عجمی نفہر لا یذجعون کا مصداق ہو، وہی مرزا صاحب کی بات پر ایمان لا کر اپنی مرزائیت کو قائم رکھ سکتا ہے۔ صاحب پیش ایسے حذیبت الحب میں گر کر کبھی تباہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کجا حیات مسیح عیسیٰ ابن مریم اور ان کا آسمان سے اترنا اور کجا غلام احمد بن چراغ بی بی کا عیسیٰ ابن مریم کہلانا اور فرماؤں کہ دونوں سے سچ کیا ہے اور جھوٹ کونسا، یادن کو کوئی شخص دن کے تو کہو گے سچ ہے۔ اور جب تم پر اعتبار جم جائے تو کہے نہیں میں نے غلط کہا ہے۔ یہ تو رات ہے۔ تو کیا رات ہی کہنے لگ جاؤ گے، کچھ سوچو۔

”مرزائی“ نہیں تم بے سمجھ ہو۔ تمہیں علم دین سے کیا خبر؟ آیت کو منسوخ کرتی ہے، حدیث حدیث کو، حضرت مرزا صاحب کی وحی بمنزلہ قرآن ہے، پہلے واقعی مرزا صاحب کبھی مسلمانوں کے عقیدہ پر تھے، لیکن جب بارش کی طرح وفات مسیح پر وحی نازل ہوئی تو ان کو وہ عقیدہ حیات مسیح چھوڑنا پڑا اور وحی کو چھوڑ بھی نہ سکتے تھے، اس واسطے مرزا صاحب کو یہ عقیدہ حیات

مسیح کا بدل کر وفات مسیح کا اقرار کرنا پڑا۔

”محمد مگر“ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ تم اپنی عقل سے بھی کام نہیں لیتے۔ جسے تم کو مرزا صاحب نے بہکا دیا ویسے ہی تم بہک گئے۔ یہ نہ سوچا کہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں بارہ برس تک عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا قائل رہا، اور مرزا صاحب مدعی رسالت بھی رہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کے اس رویتے سے کئی دجواہ سے کذب میاں ہے۔

(۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ رب العزت نے ان کے یوم پیدائش سے ہی ان کو طاقت کفتم بخشی اور انہوں نے یوم پیدائش ہی لوگوں پر اپنی حقیقت کو ظاہر فرما دیا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اِنِّیْ الْکِتَابُ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیُّمَا کُنْتُ الْخَ میں اللہ کا بندہ ہوں (اللہ کا بیٹا نہیں) مجھے اس نے کتاب دی ہے۔ اور اس نے مجھے نبی بنا دیا ہے۔ اور جہاں میں رہوں اس نے مجھے برکت والا بنا دیا ہے الخ۔ اور خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام سے یوم ولادت ہی ان کی عبودیت و رنبوت اور برکت کا بلا دھڑک اقرار کروایا۔ تاکہ کذب مرزا صاحب ثابت ہو جائے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے الٹ پلٹ کر کے ترقی سے دعویٰ نبوت نہیں کیا اور مرزا صاحب نے عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ بتدریج گھڑا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فوری دعویٰ کرنا اصلیت پر مبنی تھا۔ اور مرزا صاحب کا دعویٰ بتدریج یہی مرزا صاحب کے کذب کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ حقیقتاً بناوٹ پر دارومدار تھا۔ اصلیت سیدھی دروڑی ہے بناوٹ سنبھل کر قدم رکھتی ہے۔

(۲)۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو پیدائش سے ہی من جانب اللہ اپنی ذات کا علم ہوتا ہے۔ جو دعویٰ اول سے عیاں ہے۔ اور پیدائش سے ہی اپنی صفت رسالت و نبوت کا علم خدا کی طرف سے رکھتا ہے۔ جس کا رخ و گوں پر ظاہر کرنے سے خائف نہیں ہوتا۔ جو باقی دلیلیں نمو ہے۔ اور اپنی برکت رکھنے کا علم بھی خدا کی طرف سے اس کو الہامی ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب ان امور سے جتنا ناواقف ہے۔ دران کا اپنا اقرار بھی موجود ہے۔ کہ میں بارہ برس تک بے خبر اور غافل رہا اور ان کی برکت کا کیا ہی کہنا ہے۔ کیا جو ان امور ات نبوت سے بے خبر ہو رہا اپنے دعویٰ نبوت

میں سچا کہلا سکتا ہے۔ خود ذات عیسیٰ لیکن ۱۲ برس تک ران کے اپنے دعویٰ کے مطابق،
اپنی ذات عیسویت سے بے خبر اور دوسرے کو عیسیٰ کہتا رہے۔ پھر ان کا ملہم بھی ان
کو اپنی حقیقت صحیح بیان کرنے کی رہبری نہ کرے تو یہ دھوکا سابق اُستاد الملائکہ
کا ہی ہے۔ جس نے مرزا صاحب کو پھسلایا۔ یہ خداوندی فعل نہیں۔ کیونکہ ثابت الحقیقہ
کی ذات دھوکے اور فریب سے مبرا ہے۔ اور اس کی ذات بے نیاز ہے۔ اس کو حق
ظاہر کرنے یا کراٹے سے کسی کا خوف بھی نہیں۔ ایسا خائف اور فریبی ملہم یہ سابق
اُستاد الملائکہ کا کام ہے، خدا کا نہیں۔ کیا کوئی مرزائی یہ ثابت کر سکتا ہے، کہ
کوئی سچا بنی اپنی ذات سے بالکل بے خبر رہا ہو اور لوگوں کو دھوکے میں رکھے۔ لہذا
ثابت ہوا، کہ مرزا صاحب کا پہلا عقیدہ جو الہام مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیات
میں ثابت ہو چکا ہے اور قرآن خداوندی سے واضح ہے۔ جس کو ساڑھے تیرا سو سال تک
اجماع امت نے سمجھا۔ وہی صحیح تھا۔ بعد میں مرزا صاحب شیطانی وسوس میں ملیبوس
ہو کر جو اس باختہ ہو گئے اور فطرتی تقاضا بھی یہی ہے۔ کیونکہ مسلمان کی فطرت زمانہ
ابتداء میں مسلمان کو گناہ سے مکلف نہیں ہونے دیتا۔ تو وہ بہتر زمانہ جب سن بلوغت کو
پہنچاتا ہے تو اتصال خیر غیر مکلف فحیطہ الخطایا عمر مکلف سے اچھا فتویٰ دیتی ہے تو بہر حال مرزا
صاحب کا پہلا فتویٰ صحیح اور دوسرا غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر دعویٰ رکھتے ہو کہ مرزا صاحب کا
الہام قرآن کا بالمقابل ہے، کچھ خدا کا خوف کرو۔ یہ تمہاری مسلمانی ہے۔ جس قرآن کا یہ دعویٰ
فَاتَوَرَّسُوا بِمَا فِي كِتَابِكُمْ مِثْلُ مَا فِي كِتَابِكُمْ اور تم مرزا صاحب کے جعلی
اور غلط عربی اور غلط اردو اور غلط فارسی اور غلط انگریزی کو بے مثل ذات کے بے مثل کلام
کا بالمقابل کہو، تو ثابت یہ ہوتا ہے۔ کہ تم نے خداوند تعالیٰ کو اپنا خالق و عزیز سمجھا ہی نہیں۔
اور تم عقل سے اتنے دور ہو کہ تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ خالق کے کیا صفات ہوتے ہیں اور خالق
اور مخلوق کے مابین کیا فرق ہے اور اتنے کوتاہ بین ہو کہ خالق کے کلام کا اس کی شان کے مطابق
عقیدہ نہیں رکھتے اور کلام مخلوق کو کلام خالق کا ہم مرتبہ سمجھتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ
کلام خداوندی کو کلام مرزا صاحب سے منسوخ کرتے ہو۔ جس نسخ کی اجازت قرآن کریم بھی
نہیں دیتا۔ ارشاد خداوندی ہے:-

يَا شُعْبَةَ مَنْ آيَةٍ أَوْ نَسِيْمَانَا بِبَحْرِ قُنْهَا أَوْ مِثْلَهَا - اہم کسی آیت کو منسوخ نہیں

کرتے یا ہم کسی آیت کو نہیں چھوڑتے مگر اس سے بہتر لاتے ہیں یا اس کی مثل، اب تم خود فیصدہ رو کر رضا صاحب کے خواہ کتنے بھی الہامات ہوں۔ کیا وہ ان آیات سے بہتر ہو سکتے ہیں۔ یا مقابلہ کر سکتے ہیں جو قرآن مجید میں حیات عسی علیہ السلام ثابت کر رہی ہیں۔ ذرا اپنے بیان میں اپنا منہ ڈال کر ملاحظہ تو فرماؤ تاکہ تمہیں عیش و نیاں مرزا ایت نہ سے دور ہو جائے اور موت یاد آجائے۔ پھر حکم خداوندی کو دیکھنا کہ وہ مقدم ہے یا الہامات مرزا غلام احمد مقدم ہیں۔ اب آپ کے ساتھ اصول تفسیر قرآنی پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو کذب مرزا صاحب اور صاف واضح ہو جائیگا۔ سنئے :-

تفسیر القرآن | خَبْرٌ لَا تَسْمَعُ فِيهِ خَيْرٌ مِّنْ نَّفْعٍ نَّهِي.

لِسَانِ مَا الْخَبْرُ الَّذِي يَسُئُ مَعْنَى الْقَلْبِ فَذَبْ حِذْنُ السَّمْعِ۔ لیکن وہ خبر جو سنا کر دل طلب کے معنی میں نہیں ہے وہ منسوخ نہیں ہو سکتی۔

کتاب النسخ والمنسوخ واصله: انما يقع في الامور التي لا يحسن ان يقع في محمد بن حزم ۳۱۳۲ اني اوضح المعضلة ولا تفتن وليس ينسخ خبره وري بات بر نسخ امر وہ نہیں میں واقع ہوتا ہے صرف خبروں اور اقوال میں نسخ نہیں ہوتا۔

عسی علیہ السلام کا واقعہ صحت واقعہ عیسوی کی خبر ہے اور آیات قرآنیہ حیات عیسوی کی مجرہ نہیں۔ لہذا اس خبر کو منسوخ کہنا یہ علوم قرآنیہ کی بے خبری کا ثبوت ہے۔ جو سراسر جھوٹ ثابت کر رہا ہے۔ کیونکہ جب نسخ ثابت نہ ہو، تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا وفات نسخ کا آخری دعویٰ یہ جھوٹ ہے۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے ایسے واقعہ کی تیغ کی کوشش فرمائی جو ناممکن تھا۔ اگر اپنی امت مرزا ائمہ کے لئے نمازیہ روزہ یا جمعہ یا زکوٰۃ پر اتنا نسخ کا زور دیتے تو ان کی امت کے لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں کچھ بونی نہ رہتا۔ لیکن اس واقعہ میں ان کا الجھنا یہ ان کی ذات کو مفید پڑتا تھا اگر وہ پہلے حیات عسی علیہ السلام پر چھاپہ نہ مارتے تو خود دعویٰ مسیحیت کیسے کر سکتے تھے۔ لیکن یاد رکھو :-

امت مرزا ائمہ انہی واقعات نو غاصہ کو اللہ تعالیٰ نے ہباء منثور، کرنے کے واسطے رشاد فرمایا ہے۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔ آج

دن یعنی یوم تنزیل قرآن حکیم سے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ جس سے حیات مسیح ثابت ہو چکا اور انجام نبوت کو بھی میں نے پورا کر دیا ہے۔ آج کے بعد یعنی قرآن کریم کے نزول کے بعد اگر کوئی شخص تمہیں الہامی جھانسنے دے اور نبوت کا مدعی بنے اور اس قرآنی عقائد سے بذریعہ وساوس خود بدلے تو تم اس قرآن کو پس پشت نہ ڈالنا، اس کے جعلی الہامات کو پھینک دینا۔ لیکن میرے قرآن کو پشت نہ ہو، کیونکہ تم پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت شہادت دیں گے۔ قَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ فرمادیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اے رب میرے یہ میرا کلمہ پڑھنے والے میرے امتی ہونے کے: عوید اور اس قرآن کو مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام سے منسوخ کرتے رہے ہیں۔

اے مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام سے کلام خداوندی کو منسوخ کرنے والو۔ بتاؤ تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا۔ نَاَصْتَبِرْ وَاِذَا دُلِيَ اِلَآ بُصَاس۔
قرآن مجید کو مقدم سمجھو۔ اور لَا تُطِيعُ الْمُلُكَيْنِ بَيْنَ يَدَيْكَ پر غور کرو، مجازی کلام اور مجازی مذہب اور مجازی نبوت کو چھوڑ کر حقیقی خدا کے حقیقی نبی اور حقیقی مذہب اور حقیقی نبوت کے دامگیر بن جاؤ۔

”مرزا علی“۔ اچھا مولوی صاحب اگر متوفی کے معنی موت کے لئے جادیں اور سرفع کے معنی بلندی درجات کے جادیں۔ اور نزول مسیح سے مراد پیدائش مسیح حسب دستور باقی بنیا تسلیم کیا جاوے تو میرے خیال میں سب کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہ ہو گا۔
”محمد عمر“۔ متوفی کے معنی کو فقیر نے قرآن مجید سے بھی اور تمہارے مرزا صاحب کے الہام سے بھی معنی پورا لینے کے ثابت کر دئے ہیں۔ جس کی تحقیق کماحقہ گزر چکی ہے۔ اور سرفع کی تحقیق بھی ہو چکی ہے۔ لیکن تمہاری اس مراد سے جو بلندی درجات کہتے ہو، اس معنی میں تمہیں بڑی مصیبت کا سامنا ہو گا۔ برصورت تقابل سرفع اور نزول ضروری ہے، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا سرفع آسمانی مانے جاویگا۔ تو ہی نزول من السماء درست ہو گا اور اگر سرفع عیسیٰ علیہ السلام سے مراد یہ لیا جاوے، کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فوت کر کے ان کا سرفع دس جات کیا، تو پھر اس کے مقابلہ میں کہا جاوے کہ مرزا صاحب کا نزول ہوا تو اس کا مطلب یہ ثابت ہو گا کہ مرزا صاحب کی ذلت ہوئی، یعنی اللہ نے

ذلیل کیا۔ کیونکہ، فتح کا تقابل ضروری ہے۔ تو بایں معنی و ذات نسیح و نسخ دہ جات و
سنذول مرزا صاحب سے مرزا صاحب کی تحقیق ثابت ہوتی ہے۔
جس کو تم برداشت نہ کر سکو گے اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے واسطے نص صریح
قرآن میں موجود نہیں، حالانکہ حیات سماوی عیسوی کی نص صریح موجود ہے۔ اور بانی
انبیاء علیہم السلام کی طرح کہتے ہو، تو ذرا قرآن مجید کی کسی آیت پاک سے تو دکھاؤ کہ خدا
تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی پیدائش پر سنذول کا لفظ استعمال فرمایا ہو، جیسا کہ تم مرزا
صاحب کی پیدائش پر اپنی اصطلاح میں لفظ نزول استعمال کر رہے ہو۔ اور اگر تم کسی صورت
میں عربی زبان کے خلاف چلو اور کسی اصطلاح کو نہ مانو اور نزول سے مراد پیدائش ہی کرو،
تو پھر بھی تمہارے لئے بہت زیادہ دقت ہوگی۔ کیونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے:-

مسلم شریف | اذ بعث الله فيكم ابن مريم عليه السلام فينزل
عند المناسرة البيضاء شرق دمشق بين مهر ذئبين اجنعا
كفبيهما على اجنحة ملكين - جو وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو

بھیجے گا تو دمشق کے سفید شرقی مینار کے پاس اتریں گے۔ دو کھیری چادروں میں لپٹے ہوئے
دو درختوں کے پردوں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھتے ہوئے ہوں گے۔ ب اگر نزول
سے مراد پیدا ہونا لو گے تو مرزا صاحب کو چاہیئے غبار اپنی ماں کے پیٹ سے اس احوال سے
بسیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیدا ہوتے، تو پھر تمہارے مرزا صاحب اتنے سامان
کی معیت میں تشریف کیسے لاسکتے تھے۔ ذرا سوچ کر تو معنی بدلتے۔ تو ماننا پڑے گا کہ
عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع بن مریم آسمان پر تشریف لے گئے ہیں، وہی اس حدیث کے مطابق
تشریف لاسکتے ہیں۔ ورنہ تلمذیب قرآن و حدیث لازم آئے گی۔

”مرزائی“ میری سمجھ میں یہ تو آگیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا
ب۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ
أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَتْ يَأْكُلُ الْبَطْنُ الطَّعَامَ (مائدہ)۔

یسوع بن مریم مگر ایک رسول۔ البتہ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے۔
اور آپ کی والدہ راست باز تھی۔ وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔
مریم علیہا السلام کا ترک طعام مسلم ہے۔ اور ساتھ ہی ترک طعام حضرت عیسیٰ

علیہ السلام ثابت ہو گیا۔ پس مسیح کا بغیر کھانے کے جینا کیونکر ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ۔ یعنی انبیاء کا ہم نے ایسا جہم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتا ہو یا ہمیشہ رہنے والا ہو۔ تم نے کہا تھا کہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس سے صریح دلیل قرآنی اور کیا ہوگی۔ ص ۳۲

محمد عمرؒ۔ بہ تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کی دلیل نہیں۔ بلکہ زائیت کے لئے کاری ضرب ہے۔ تَذَخَّلْتُ مِنْ قَبْلِهِمْ آتِیَاتٍ تَحِثُّ آتِیَاتٍ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ آیت کریمہ کے پہلے حصے نے تو ثابت کر دیا۔ کہ تمام رسول تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نبوتیں گذار چکے ہیں۔ مزارعہ کے بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو دعویٰ جھوٹا ثابت ہو گیا۔ باقی رہا حیات عیسوی۔ تو خَلَّتْ کا ترجمہ ہے (گذر چکے) تو یہ لفظ عام ہے، فوت ہو کر یا زندگی میں، دونوں کو خَلَّتْ کا لفظ شامل ہے۔ خَلَّتْ مشتق ہے خَلَوُ سے جس کے معنی عربی میں تنہائی کے ہیں۔ دوسرے معنی گذرنے کے، اب دونوں طرح کا استعمال قرآن کریم سے سینے اور بھری نہ کیجئے۔

(۱)۔ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُصُصِهِمْ۔ اور جب وہ اپنے شیطانوں کی طرف علیحدہ ہوئے

ہیں۔

(۲)۔ وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَظْمًا لَّكَ الْأَنَامِلِ مِنَ الْفَيْطِ۔ اور جب وہ علیحدہ ہوئے

ہیں۔ تو تم پر وہ غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

(۳)۔ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي تَذَخَّلْتُ فِي حَبَابِ دَجَا۔ اللہ کا طریقہ یہ جو اس کے بندوں

میں گذر چکا ہے۔

(۴)۔ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي تَذَخَّلْتُ مِنْ قَبْلُ۔ اور سنت اللہ کے گذرنے

سے مطلب فوت ہونا نہیں۔ کیونکہ ارشاد الہی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

اللہ کا طریقہ بدل نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ فوت نہیں ہو سکتا۔ ان تمام آیات سے

خَلَّتْ کے معنی موت نہیں۔ اب مشترکہ خَلَّتْ عرض کرتا ہوں۔

تَذَخَّلْتُ مِنْ قَبْلُهَا أُمَمٌ۔ تحقیق پہلے ان کے کئی امتیں گذر چکیں، تمامہ نہیں گزریں

بلکہ اکثر فوت ہو گئیں۔ اور باقی ماندہ منسوخ ہو گئیں۔ اس مقام میں خلت زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہوا، اور اس آیت کریمہ سے امت مرزائے بھی لغت تحقیق کے مصداق رہا ہر گئی، کیونکہ اب اگر ہے، تو امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ باقی سب باطل۔ اب کتب لغات سے تحقیق کر لیجئے۔

(۱)۔ قاموس

وَحَلَا الْقَوْمُ شَرَّ كَوْنٍ أَشْيَاءَ أَخَذُوا فِي حَيْدِهِ۔

(۲)۔ قاموس

كَانَ حَلَاةً مَا فِيهِ أَحَدٌ۔ مکان خلاہ کے معنی میں ہے۔ کہ مکان خالی ہے۔ یہ نہیں کہ مکان مرگیا۔

(۳)۔ مجمع البحار

فَخَلَا عَنْهُمْ أَسْرُ بَعِثْنَا حَامًا أَيْ تَرَكَهُمْ دَاعِضًا عَنْهُمْ۔ پس چلا گیا اُن سے چالیس سال، یعنی اس نے اُن کو چھوڑ دیا اور

اُن سے متنبہ پھرا۔

ثابت ہوا۔ کہ خلو کے حقیقی معنی تنہائی کے اور ترک کے ہیں۔ موت اس کی فرع ہے۔

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیات تشریف لے چکے ہیں۔ اس واسطے رب العزۃ نے خلت کا ایسا کلمہ استعمال فرمایا جو فوت شدہ کو بھی شامل ہو جائے اور جو زندہ جا چکا ہو وہ بھی شامل ہو جائے۔ تمام رسول گذر چکے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت کو گزار چکے۔ اب رسول الرشید - نبی الدنیا علیہم السلام کی باری آگئی ہے۔ اس واسطے عیسیٰ علیہ السلام کا نزل خادمانہ حیثیت سے ہو گا۔ کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی رسالت آپ کی طویل ہے اللہ رب العزۃ نے اسی واسطے فرمایا، فَدَخَلْتُ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسول زندہ ہوں یا مردہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ اب سید الدنیا کی باری آگئی ہے۔ رسول جن کا کلمہ پڑھتے گئے ہیں۔ پہلے کلمہ پڑھنے والے تشریف لاتے رہے، اب جن کا کلمہ پڑھا جاتا تھا وہ تشریف لے آئے ہیں۔ اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ رب العزۃ اسی واسطے نازل فرمائیں گے کہ تمام کی طرف سے متبعین ہونے کا نمونہ پیش ہو جائے۔ چونکہ آپ آخری نبی اور

نبی الانبیاء میں۔ اس واسطے بعد کے پیدا ہونے والے متبع نبی کی شہادت کو گواہ نہیں فرمایا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں فرق نہ لازم آئے۔ پہلے کو پھر واپس لانے کے لئے محفوظ رکھ لیا۔ تاکہ ختم نبوت میں بھی فرق نہ آئے اور فرق تب آتا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں پیدا ہوتے۔ پیدائش پہلی نبوت کی نزول و درغلامی کا۔ اس سے مرزا صاحب کا بھی رد ہو گیا۔ کیونکہ اگر مسیح ہوتے تو غلامی سے باہر نہ جاتے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے پیدا ہونے کے امکان کو ہی توڑ دیا ہی، اس واسطے مرزا صاحب نے مسیحیت کے دعویٰ میں غلامی کا دعویٰ پہلے کیا اور نبوت کا بعد میں۔ تاکہ ان کی بطلان ظاہر ہو جائے کہ مسیح کی نبوت پہلے گذر چکی اور غلامی اب ہو گئی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لادیں گے تو اپنی نبوت کا اظہار نہ فرما دیں گے۔ بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو غنیمت جانیں گے۔ تو مرزا صاحب کے جھوٹ کا بول تو ہر طرح ظاہر ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے موت کے لفظ کو چھوڑ کر جلت کا لفظ استعمال فرمایا، تاکہ مشترک لفظ سے حیات عیسوی بھی ثابت ہو جائے۔ تو اس کلمہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ہی ثابت ہوئی نہ کہ موت۔ جیسا کہ تم نے سمجھا۔ باقی رہا تمہارا کہنا کہ کان یا کلان الطعام کہ وہ دونوں ماں بیٹا مل کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو اس میں ثابت العنصرہ کے کئی مقاصد ہیں۔ پہلی بات تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماں بیٹے کا اتفاق ایسا اتفاق تھا کہ مل کر اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب ان کا اکٹھا کھانا نہیں رہا۔ یہ کہاں سے ثابت ہوگا کہ علیحدہ ایک بھی نہیں رہا۔ جیسا کہ مثلاً کہا جائے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا محمود صاحب اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے تو کیا اس جملہ کہنے سے مرزا غلام احمد صاحب کی موت سے مرزا محمود صاحب کی موت خود بخود واقع ہو جائے گی؟ یہ تمہارا کتنا غلط اقتباس ہے۔ تمہارا دماغ کیوں ضائع ہو گیا۔ اگر تمہارا استمرار بھی لیا جائے۔ تو بھی کوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ پھر بھی یہی ثابت ہو گا کہ وہ ماں بیٹا جب بھی کھانا کھاتے، اکٹھے مل کر کھانا کھاتے۔ تو ان کے اکٹھا کھانے میں استمرار ہے۔ جب ایک فوت ہو گیا تو استمرار مل کر کھانے کا ٹوٹ گیا۔ کیونکہ جب اکٹھے تھے۔ تو ہمیشہ مل کر ہی کھاتے، جب حضرت مریم علیہا السلام فوت ہو گئیں تو ان کا اکٹھا کھانے کا استمرار ٹوٹ گیا۔ نہ یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام کی فوتیگی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا بھی

فوت ہونا ثابت ہوا۔ جیسا کہ تم عقل کے ڈھیروں نے سمجھا ہے۔ اور اگر تمہارا کہا مانا جائے کہ یہ ہمیشہ ہی کھانا کھاتے تھے۔ اس میں استمرار ہے۔ تو اس کا مطلب ہی غلط ہو جائیگا کہ ہمیشہ کھانا ہی کھایا کرتے تھے، تو ہمیشہ ان کا کھانے میں ہی مشغول رہنا کہ ایک وقت بھی کھانے سے علیحدگی نہ ہو، تو محال ہے۔ اور اگر ایک آن کے لئے بھی کھانے سے فارغ تسلیم کیا جائے، تو استمرار ٹوٹتا ہے تو تمہارے یہ معنی عقلاً نقلاً خلاف ثابت ہو گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خداوند کریم نے کَا نَا یَا کُلُّدِنِ الطَّعَامِ فرما کر یہودیوں کے عقیدہ الوہیت کو باطل کرنا مقصود تھا۔ کہ تم تو تثلیث کے قائل ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مریم علیہا السلام کو مَعَاذِ اللہ خدا کی بیوی قرار دیتے ہو۔ حالانکہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ کھانے سے کبھی مبرا نہ تھے۔ اور خداوند کریم کی ذات کھانے سے مبرا ہے۔ وہ دونوں کھانے کے محتاج اور خداوند کھانے سے پاک مبرا۔ لہذا اللہ نہ بن سکے تو ان کے عقیدہ الوہیت کو باطل کرنے کے لئے رب العزۃ نے کَا نَا یَا کُلُّدِنِ الطَّعَامِ فرمایا۔ نہ کہ دفات مسیح کے ثبوت کے لئے جیسا کہ تم نے اُلٹا مطلب لیا، باقی رہا تمہارا کہنا کہ فرمان خداوندی ہے۔ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ حَسَدًا اِلَّا یَا کُلُّدِنِ الطَّعَامِ وَمَا کُنْتُمْ اِخْلَادِیْنَ ؕ تو اس آیت کریمہ سے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی الوہیت کو توڑنے کے واسطے ان کے اجسام کے واسطے کھانے کی محتاجی کا ذکر فرمایا ورنہ رب العزۃ کو کیا ضرورت تھی۔ ان کی خوراک کے ذکر کرنے کی کیا دوسری انسانوں کو کھانے سے اس نے کبھی بھوکا رکھا ہے۔ بلکہ صرف اس واسطے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو درجہ نبوت سے بڑھا کر درجہ الوہیت نہ دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ کھانے کے محتاج اور کھانا حادث۔ لہذا ان کے استعمال کرنے والے بھی تمام حوادث میں شامل ہیں۔ اور حادث ہونا الوہیت کے خلاف ہے۔

ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں رہے، کھانا کھاتے رہے۔ کیونکہ زمین والوں کے واسطے خدا نے زمین کا کھانا بنایا ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

تَاٰکُلُۢمۡ مِمَّاۤ اَلۡلٰہِیۡ جَعَلَ لَکُمُۃَ الدُّرۡسِ ذٰلِکَ لَآ فَاۡمُشُوۡرٰیۢ مِّنَاۤ کِبۡمًا وَّ کُلُوۡۤا مِنۡ

۲۹

بر خورقہ ۷۔ وہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو عا جب کیا تاکہ تم

اس کے رستوں میں چلو۔ زمین کے رزق سے کھاؤ۔

یہ تو ارشاد الہی ہے۔ زمین کے باشندوں کی واسطے، اب آسمان کے باشندوں کے لئے جو کھانے کے محتاج نہیں، ان کا ذکر فرمایا۔

ذاریات | ذِی السَّمَاءِی ذُتُّکُمْ وَمَا لُوْهُدٰ وَنَہ اور آسمان میں بھی تمہارا رزق ہے۔ اور جو تم وعدہ کئے گئے ہو۔ ۲۶

چونکہ رزق ارضی اور سماوی دونوں تھے، فرمایا کُلُّوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ زمین کے رزق طیب کو تم نے کھا لیا، اب آسمان میں اگر عیسیٰ علیہ السلام جا کر آسمانی کھانے نہ کھاتے تو اس آیت کا مصداق کون ہوتا۔ یہ تو دلیل ہے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان میں کھانا تناول فرمانے کی دَ مَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا اَلًا یَّا کَاوُنَ الطَّعَامِ کہ جسام انبیاء علیہم السلام کھانا کھانے کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتے۔ اس وعدہ کو پورا کرنے کے واسطے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں کھانا پہنچتا ہے۔

کیا مریم علیہا السلام کو جنت کا کھانا آسمان سے زمین پر اتر سکتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں قریب سے نہیں مل سکتا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

کُلُّوْا مِمَّا دَخَلَ عَلَیْہَا نَزْکَرًا الْمَرْحَدَابَ دَحْدَ عِنْدَ هَارِی زَنَّا قَالَ نَمِیْزُہُ اَنی لَکَ هٰذَا اَقَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ جب مریم علیہا السلام کے پاس ذکر آیا علیہ السلام محراب میں تشریف لائے تو ان کے پاس کھانے پائے۔ تو فرمایا اے مریم، یہ کھانے تو نے کہاں سے حاصل کئے۔ مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

جب رب العزّة نے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ دلیہ کو آسمان سے کھانے زمین پر نازل فرما دے، تو کیا ابن کے بیٹے نبی س دَح اللہ کو خداوند کریم قریب آسمان پر نہیں عطا کر سکتا۔ تم جب والدہ کے پیٹ میں بے دسمت دپا ہوتے ہو۔ تو بلا طلب تمہاری خوراک تمہارے ماں کے پیٹ میں خدا مہیا فرماتا ہے۔ اور تمہارے باہر تشریف لانے سے قبل ماں کے پستانوں میں تمہارے لئے خوراک رکھ دے۔ لیکن اگر مجھ غنصری آسمان پر کسی نبی کو بلا لے تو کیا قدرتی کھانے کھلانے سے مَعَاذَ اللّٰہِ قاصر ہے۔ ماں کے پیٹ میں تو تمہاری عقل کھانا پیچھے کو تسلیم کرے۔ لیکن آسمان پر تسلیم نہیں کرتی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

کیا قوم موسیٰ علیہ السلام کے واسطے دَاثَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنِّ السَّلَوی کے فرمان الہی

سے آسمان سے بئیر کا گوشت بھنا ہوا۔ اور ترنجبین نازل ہو سکتی ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اللہ ہیں۔ اُن کو اللہ کسی یسر وہاں مہیا نہیں کر سکتا۔

مائدہ اذ قال الحواری یونٰی عیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل کما علینا ما سجدت من السماء۔ جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرا رب

حالت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانا اتارے دیکھا مرزائی انہیں مائدہ کا جھگڑا ڈالنے والوں سے نہیں)۔ قالوا اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ

سے ڈرو تم اگر تم ایماندار ہو۔ قالوا ان یرید ان ناکل منها و نضربنہا فیکون علما ان کنت صدقنا و نکون علیہما من الشہیدین۔ ہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے

ہیں۔ کہ آسمان کا کھانا کھائیں اور ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ تم نے ہمیں کچھ کہا ہے۔ اور ہم اس پر گواہی دینے والوں سے ہونگے۔ قال عیسیٰ بن مریم اللہم ربنا انزل

علینا ما سجدت من السماء نکون لنا عیدا الایام و احداثا ابۃ منک و امر من قنا انت خیر لہ از قین۔ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ ہم

پر آسمان سے کھانا اتار۔ ہمارے لئے بھی جو ہمارے اول و آخر کے لئے عید ہو۔ اور تیری طرف سے نشانی ہوگی اور ہمیں رزق دے اور تو بہتر ہے رزق دینے والوں کا۔ قال اللہ

انی منذ کما علیکم فمن یشکک بعد مکرم فی اعدی بۃ عذابا اعدیہ، احد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں تم پر وہ کھانا اتارتا ہوں۔ پھر جس شخص نے اس کے بعد کفر ان

نعمت کیا تم سے۔ پس تحقیق عذاب کروں گا اس کو ایسا عذاب جو تمام جہانوں سے ایسا عذاب کسی کو نہ کر دے گا۔

کیا فرمان عیسیٰ علیہ السلام کی خداوند اتنی قدر فرماویں۔ کہ ان کے کہنے سے اُن کی امت کے واسطے کھانا آسمان سے مومنین پر بذریعہ مائیکہ نازل ہو۔ لیکن اُنکو اگر خداوند کریم آسمان پر

بلالیں۔ تو کھانے سے محروم رکھیں۔ اُن کے فرمان سے زمین پر کھانا نازل فرمانے کا مقصد یہی ہے تاکہ منکرین کو معلوم ہو جائے کہ جو آسمان سے زمین پر اپنی امت کے واسطے کھانا

نازل کر داسکتا ہے، وہ خود آسمان میں جا کر کھو کا کیسے رہ سکتا ہے۔ ایک نکتہ عرض کر دیا کہ عید الایام و احداثا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دونوں

حصوں کو ثابت کر رہا ہے۔ آپ کے اول وہ جو اس وقت آپ کے مفع مہادی کے پہلے

ایمان لائے اور اخیرِ نادرہ جو آپ کی دوسری زندگی کے وقت ایمان لادیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری آمد آسمان سے تسلیم نہ کرو گے۔ اخیرِ نادرہ کے مکتب ثابت ہو گئے۔ اخیرِ نادرہ پر ایمان تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری سماوی آمد کو صحیح سمجھا جاوے۔ باقی رہا جواب ذمہ کا تو اخلاقی ہے تو ہم عیسیٰ علیہ السلام کے خلوع کے کب قائل ہیں۔ مطابق حدیث پاک بفرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو شادی کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی۔ پھر ان کا وصال ہوگا اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر میں جو جگہ بارشاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام نے مابین حضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محفوظ ہے۔ اس مقام میں مدفون ہونگے۔ خلود عیسیٰ علیہ السلام کا سوائے یہود کے اور کوئی مسلمان قائل نہیں۔ تمہاری اس پیش کردہ آیت سے بھی حیات مسیح ہی ثابت ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان میں کھانا بھی ثابت ہو گیا۔

”مرزا دے“۔ جب کھانا کھاتے ہیں۔ تو ان کی ٹہنی کہاں جاتی ہے۔ کبھی کسی نے گہری بیوٹی تو دیکھی نہیں۔ یا خداوند نے آسمان میں ٹہنیاں بنائی ہوئی ہیں۔ پ۔

”محمد عمر“۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی تمہارے مرزا صاحب کی طرح ہیں۔ کہ بول و براز چلتا ہی رہے۔ اور کیا آسمانوں میں قادیان کا آب روانہ ہے کہ بجا ست پیدا کرے۔ کیسی بھولی باتیں بناتے ہو۔ بھلا یہ تو فرمائیے کہ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا یا ادم اسکن ائت و س و جلف الجنة و کلا منها رغدا حیث شئتما۔ اے آدم علیہ السلام تو ادور تیری بیوی جنت میں کھرو۔ اور تم دونوں کلم کھاؤ جہاں سے تم چاہو۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو کھانے کا ارشاد تو فرمادیا۔ لیکن ان کے بول و براز کے واسطے بیت الخلاء کا کہیں ارشاد نہ فرمایا۔ اور ساتھی ایک شے سے رک بھی دیا۔ فرمایا۔ و لا تفسر باھلین و الشجبتہ اور تم دونوں اس پردے کے قریب نہ جانا۔ معلوم ہوا کہ جنت کے تمام کھانوں میں بول و براز کا مادہ ہی موجود نہ تھا۔ ایک گندم ہی تھی جس سے روکا گیا۔ ثابت ہوا کہ گندم میں مادہ بول و براز موجود تھا۔ اسی وجہ سے روکے گئے۔ اسی واسطے جب تک جنت کے باقی کھانے تناول فرماتے رہے تو قیام وہیں رہا۔ جب گندم تناول فرمائی تو وجہ حاجت بول و براز دونوں کو زمین پر

تشریف لانے کا حکم ہوا۔ معلوم ہوا کہ انسان کے واسطے رب العزّة نے ایسے کھانے بھی مہیا فرمائے ہوئے ہیں۔ جس سے بول و براز کی حاجت نہیں ہوتی۔ تم بیچارے قادیان کی جنت کے کھانے کھاؤ گے قدرت کے پاک میوہ جات جو فضل سے پاک ہیں۔ کیا جانو۔ دوسری عرض یہ ہے۔ کہ جب تم ماں کے پیٹ میں تین ماہ تک خداوند تعالیٰ کی طرف سے خوراک دئے جاتے ہو۔ تو تمہاری ٹی کہاں جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ خداوند انسان کو جس طرح چاہے زندہ رکھ سکتا ہے۔ اور اس کی قدرت کے کمالات کو سمجھنا انسانی دماغ سے ماوراء ہے۔ تیسری ایک عرض اور کردوں کہ اصحاب کہف کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تَحْسِبُهُمْ اِلْقَاضَاً هُمْ سَيُؤَدُّ اٰیٰنُکُو بِمَدَارِ مَعْلُوْمٍ کَرِیْمٌ۔ لیکن وہ سوئے ہوئے ہیں۔ قیامت تک وہ سوئے ہی رہینگے اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ ان کو کھانا کیسا کھلایا جاتا ہے۔ کیونکہ بغیر کھانے کے زندگی محال ہے اور وہ چلتے پھرتے بھی نہیں۔ ان کی ٹی کیا حال ہو گی، جو پہاڑ کی بند غاروں میں پڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ بند پہاڑوں میں انسان کا ہر طرح انتظام فرما سکتا ہے، وہ آسمان پر نہیں کر سکتا۔ اگر سمجھتے ہو تو حل پیش کرو یا توبہ کرو۔ آخر مانتا پڑے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِیْ زَاۤنُّ ذُوۡ الْقُوَّةِ الْمَتِّیۡنِ ہ ہے شک اللہ تعالیٰ بڑا رزق دینے والا ہے۔ اور بڑی طاقت والا ہے۔ جو ہر مقام پر روزی پہنچا رہا ہے۔ اور پہنچاتا رہا اور پہنچا سکتا ہے۔ تمہارے تمام سوالات بفضلہ تعالیٰ حل کر دئے گئے، کوئی اور سوال ہو تو پیش کرو۔

”مرزا جی“۔ واقعی آپ نے خوب حل فرما دیا۔ اور آیات کا مطلب بھی سمجھ آ گیا۔ ایک اور سوال ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ مِّمَّنْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ج اٰیٰتِ قٰتِلَ اَوْ قَتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ ذٰمِنٌ یَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبِیْہِ ج فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے کے سب رسول گذر چکے ہیں۔ اگر یہ مرجائے یا قتل کیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پھرے گا تو ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے۔ اس آیت سے اللہ نے انبیاء کے گذر جانے کے وہی طریقے فرمائے ہیں۔ ایک بذریعہ موت اور دوسرا قتل۔ تیسری کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر رفع جہانی ہوتا، تو اس کا بھی ذکر ہوتا۔

”محمد عمر“۔ اب تم نے ختم نبوت کا مسئلہ تسلیم کر لیا کہ تمام انبیاء پہلے گزر چکے ہیں۔ پھر اس سے نہ بدلسنا۔ خداوند تعالیٰ تمہیں ہدایت عنایت فرمائے۔ پہلے یہ فرماؤ، کہ مَا تَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ فَهُمْ لَا يَتَّبِعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمُ الْكَافِرِينَ ۚ اَوْ قَتْلُ كِي ضَمِير کا مرجع کون ہے۔ صیغہ ماضی کا اور ہے کبھی واحدین دونوں میں ضمیر ص۔ مستتر ہے۔ جو بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ معلوم ہو ا۔ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے خداوند تعالیٰ نے دو طریقے فرمائے ہیں۔ باقی رسل کے ساتھ تو تعلق خَلَّتْ کا ہے۔ خَلَّتْ فعل اور رُسُل فاعل سے جس فعل کا تعلق ہے، وہ خَلَّتْ ہی ہے۔ اور خَلَّتْ حیات و ممات دونوں کے واسطے مشترک فعل ہے، تو آپ کے ماقبل رسل کے واسطے خَلَّتْ و خَلَّتْ نے ایسا فعل استعمال فرمایا۔ جو بعض رسل کی ممات اور بعض کی حیات کو ثابت کر رہا ہے جو ہر ذی شعور سے پوشیدہ نہیں۔ جس کی تحریر گزر چکی ہے۔ اگر میری تحقیق گزر چکی ہے تحقیق مٹی نہیں تو حیات عیسوی تَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ارشاد الہی فرماتے بھی مٹی نہیں اور تم کسی محاورہ کو بھی نہ سمجھو، تو تم سے خدا سمجھے۔ اور یہی عقیدہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر یہ جملہ استعمال فرمایا، تاکہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل ہو۔ اِنَّ الرُّسُلَ تَدْ مَا تُوَاہِبُ اُنْہیں فرمایا۔ فتد بتد اس آیت میں موت کے دو اقسام ہیں۔ نہ حیات کے اور یہاں جگہ حیات کا ہے نہ موت کا۔

”مرزا امی“۔ میرے پانچ دلائل تو بفضلہ خوب حل ہو گئے۔ جس سے میری تسلی ہو گئی۔ چند باقی رہ گئے ہیں۔

”محمد عمر“۔ ابھی تمہیں شک ہے۔

”مرزا امی“۔ ان آیات میں تو بفضاء تسلی ہو چکی ہے۔ باقی چند آیات کے متعلق ابھی

تحقیق مطلوب ہے۔

فَخَلَّ مِنْهُمْ مَبْرَئُونَ ۚ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۚ اَمْ وَاتٌ عِندَ اٰخِيَاہٖ مَا يَشْعُرُونَ ۚ اٰتَانِ يُبْعَثُونَ ۚ یہ شرک جن لوگوں کو پرکارتے ہیں۔ اللہ کے سوا۔ وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں، مردہ ہیں زندہ نہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان لوگوں سے ہیں جنکو معبود جانا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ تو اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرمادیا۔ کہ جن کو یہ پکارتے ہیں۔ یعنی اللہ سمجھتے ہیں، وہ مردہ کی زندہ نہیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے۔

”محمد عمر“۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ تاکہ تم مذہبی تعصب کو دور کر کے قرآنِ کیم کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور کسی کے دھوکے میں نہ آؤ۔ اللہ کی کلام کو سوچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو مِنْ دُونِ اللَّهِ کو پکارتے ہیں۔ ان کی کمزوری اتنی ہے۔ کہ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ وہ خود گھڑت ہوئے ہیں۔ مردے ہیں۔ انہیں با حیا زندگی نہیں۔ اور نہ ان کو اتنا شعور ہے۔ کہ قیامت کب ہے۔ تم نے اس آیت سے کیا سمجھا ہے۔ کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ نے معیارِ عبودیت قرار دیا ہے۔ اگر یہی سمجھے ہو۔ اور الَّذِينَ يَبْتَغُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كُفُومًا كَمَا تَقُولُوا دِيكِرُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ کی موت ثابت کر دے گے تو تمہیں پہلے تو نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دسمت برداری کا تمہیں نصیب ہے۔ اب تمہیں عموم سے الوہیت خداوندی سے گر کر الوہیت عیسوی کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ تم نے سمجھا ہے کہ مِنْ دُونِ اللَّهِ کے معبود نہ ہونے کے یہی وجوہات ہیں۔

(۱)۔ کہ وہ خود مخلوق ہیں کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔

(۲)۔ مردہ ہیں زندہ نہیں۔

(۳)۔ اور قیامت سے بے خبر ہیں۔ تو تمہارے اس عقیدہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے معبودِ کٹھن کے کیونکر قیامت سے بے خبری کیا۔ وہ خود وَاِنَّهُ لَعَلُّوْا لِلْمَنَاجَةِ فَلَا تَمُوتُنَّ بَیْہَا۔ بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں، ان میں شک نہ کرنا، فرمانِ الہی سے قیامت کے نشان ہیں اور دوسری دلیل ان کے قیامت سے باخبر ہونے کی یہ ہے۔ کہ انہوں نے خود فرمایا: السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَاِلَیْکُمْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بَیِّنَاتٍ۔ کہ تمہارے لئے تین دنِ سلامتی کے ہیں اور رحمت کے ہیں۔ جس دن میں پیدا کیا گیا۔ اور جس دن میں مرد لگا۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ تو اس آیتِ کریمہ سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے متعلق خدا کی طرف سے ان تینوں

ایام کا علم ہے۔ تب ہی تو ان ایام کی سلامتی کا انہوں نے اپنے متعلق ذکر فرمایا اگر بخبری
ہوتی تو ان ایام میں سلامتی کا ان کو کیسے علم ہو سکتا تھا۔ ثابت ہوا کہ :-

(۱)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آتیاں یُبْعَثُ کا علم ہے بے خبری نہیں اور

(۲)۔ مردہ بھی نہیں بلکہ زندہ ہیں۔

(۳)۔ اور اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطَّیِّبِ کَهَيْئَةِ الطَّيْرِ کے فرمان سے ان کو اللہ

نے طاقت تخلیق بھی ان کی طاقت کے مطابق عطا فرمائی اور مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بھی نہیں،

کیونکہ وہ رُوح اللّٰہ ہیں۔ نبی اللہ ہیں اور اجتماع نقیضین محال ہے۔ لہذا تم تو اس

آیت کو اپنا استدلال بھڑاؤ گے تو پکے عیسائی تثلیثی بنو گے۔ جب تک کہ اس آیت کریمہ

کے معانی کو مطابق منشاء الہی نہ سمجھو اور وہ یہ ہیں کہ اللہ سُبَّانَہُ الْعِزَّةُ کا اس مقام میں معبود

حقیقی کے علاوہ معبود سمجھنے والوں کو ذلیل کرنا مقصود ہے۔ نہ کہ کسی نبی کی موت یا نکرنا مقصود

ہے۔ جو تم نے دھوکا دیا ہے۔ جو بتوں کو پکارنے والے ہیں۔ ان کے واسطے تو یہ صاف مطلب

ہے۔ وہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ ہیں اور جو انبیاء اللہ کو اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ حیات بھی انہوں کو ان

کے لئے یوں ہو سکتا ہے کہ اس آیت پاک میں سُبَّانَہُ الْعِزَّةُ نے تین اوصاف بیان فرما

ہیں، جو معبود حقیقی میں موجود ہیں۔ اور ان میں ہیں۔ اور انبیاء اللہ چونکہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ

نہیں اور اگر تم ضرور چپاں ہی کرو تو ان کی محض معبودیت کو اس آیت سے توڑنا مقصود ہے

تو مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کے معنی ہونگے۔ مِنْ دُوْنِ اَدْبَد، ملاحظہ ہو تفسیر نسفی ص ۲۴۰

تو پھر مطلب یہ ہو گا کہ اللہ کے حکم کے بغیر جب تک تم پوجا کرتے ہو۔ معبود سمجھتے ہو عیسیٰ

علیہ السلام کو معبود کیوں نہیں بن سکتے۔ تین وجوہات ہیں :-

پہلی وجہ تو یہ ہے۔ کہ وہ خود مخلوق مطلق ہیں۔ خَالِقٌ بِالذَّاتِ نہیں۔ چنانچہ اس

صفت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موصوف ہیں اور خداوند خالق بِالْفِعْلِ بِالذَّاتِ

ہے۔ کسی کی مخلوق نہیں۔ کیونکہ وَلَدٌ یُّوْلَدُ ہے۔ دوسری صفت یہ کہ گو وہ اس وقت

حیات ہیں۔ لیکن بِالْقُوَّةِ ہیں۔ مادہ حیات موجود ہے۔ نہ یہ کہ وہ اس وقت مردہ

ہیں۔ جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ نہ سمجھا جائے تو وہ معبود بن جائینگے۔

یہ صفت بِالْفِعْلِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ دوسرے زندوں میں

بھی موجود ہے۔ جب دوسرے زندہ بِالْقُوَّةِ میت ہو نیکی بنا پر معبود نہیں بن سکتے۔ تو

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں بن سکتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو زبردستی مُردہ یا الفعل کہہ کر فرمان خداوندی کو بدلانا کہ اُن کو چونکہ یہودی معبود سمجھتے ہیں۔ لہذا اس بنا پر کہ معبود تمام بالفعل مُردہ ہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بالفعل مُردہ ہیں، یہ سراسر دھوکے میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ آج آغا خانی اپنے آغا خان کو معبود سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مُردہ نہیں ہیں۔ تو کیا وہ مرزائیوں کے نزدیک بھی صحیح معبود ہونگے۔ کیونکہ وہ مُردہ نہیں۔ جو معبود باطل تھے وہ تو مرچکے۔ ایسے ہی جاپانی اپنے بادشاہ کو خدا سمجھتے ہیں اور ان کا بادشاہ زندہ بھی ہے۔ کیا وہ بھی مرزائیوں کا معبود صحیح ہوگا۔ یا لامے نیپالی جنکو معبود سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی زندہ ہیں تو وہ بھی مرزائیوں کے معبود ہوں گے۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اموات فرمان اس کا مطلب ہے کہ وہ زندہ بھی ہوں۔ چونکہ بالقوتہ اُن میں مادہ موت موجود ہے۔ لہذا یہ معبودیت کے خلاف ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ وہ ذات ہے۔ کہ نہ بالقوتہ نہ بالفعل اس کے واسطے عدم ہے ہی نہیں۔ اس کے واسطے عدم محال ہے۔ اسکی ذات واجب ہے۔ اور واجب ہی معبودیت کا مستحق ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ خداوند مالک یوم الدین ہے اور کوئی نہیں تو ان تین امور ات کو حقوق معبودیت توڑنے کے واسطے ذکر کیا گیا ہے، نہ کہ موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنا مقصود الہی ہے۔ جو تم نے غلط تاویل کر کے غلط استنباط کیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس آیت کریمہ کو انبیاء علیہم السلام یا محض علی علیہم السلام پر چسپاں کرنا ہی دیانت داری کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اموات کے ساتھ هَيِّدُ اَحْيَاءُ کی صفت بیان کرنا یہ کہہا رہے مقصد کے خلاف ہے جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ یہاں مِنْ دُونِ اللہ سے مراد بت ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ العزت نے ان کے متعلق اموات کہا اموات ایسے کہ جن کی شان میں حیات ہے ہی نہیں۔ باقی جتنے انسان اہل قبور ہیں اُن کی شان یہ نہیں۔ بلکہ وہ ایسے اموات ہیں، کہ جن کی شان میں حیات ہے۔ کیونکہ قیامت کو اٹھائے جائیں گے۔ اور انبیاء اللہ اور مشہد اء تو ویسے بھی حیات میں جنکی شہادت قرآن کریم نے بیان فرمادی ہے، تو ثابت ہوا کہ اموات کے ساتھ هَيِّدُ اَحْيَاءُ بیان فرمانا یہ انبیاء علیہم السلام کو شامل نہیں کرتا، چہ جائیکہ تم اس آیت سے موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرو۔ کیونکہ تمام صفات بیک وقت

جیسا کہ ارشاد الہی میں مذکور ہے۔ سوائے بتوں کے اور کسی میں نہیں۔ اسی واسطے کہ بت العزیز نے اپنی صفات کے اقرار کرانے کے واسطے بتوں کی نفی کا اصرار کرایا۔ اور ان کا عجز ثابت کیا۔ اب کتب تفاسیر متعدّدین ملاحظہ فرمائیے:-

تفسیر ابن کثیر

ثُمَّ أَخْبَرَ أَنَّ الْأَصْنَامَ الَّتِي سَدَّ عَنْهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ كَمَا قَالَ الْخَدِيزُ رَأَيْتُ عَبْدُودَ مَا تَنْجَحُونَ ۖ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (۱) وَتَوَلَّى (أَمْوَآتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ) اِیْ هِیْ

۲
۵۶۵

جَمَادَاتُ الْأُمِّ وَاحٍ فَيُفَاعِلُ تَسْمَعُ ۚ كَمَا تَبْصُرُ ۚ كَمَا تَعْقِلُ (۲) مَا يَشْعُرُ دُونَ إِيَّانِ يُبْعَثُونَ)۔ ترجمہ:- پھر اللہ نے خبر دی کہ بت جنکو وہ اللہ کے سوا پکار رہے ہیں۔ نہیں پیدا کر سکتے وہ کچھ۔ حالانکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں، جیسا کہ خلیل علیہ السلام نے کہا۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) اَلْعَبْدُودُ مَا تَنْجَحُونَ)۔ کیا عبارت کرتے ہو تم جنکو تم خود گھڑاتے ہو، حالانکہ امتد نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم عمل کرتے ہو۔ اللہ کا فرمان اموات غَیْرُ أَحْيَاءٍ۔ یعنی وہ جمادات ہیں۔ جن میں روح نہیں۔ پس نہ سُنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ کہ قیامت کب ہے۔

(۱)۔ تفسیر خازن

وَالَّذِينَ سَدَّ عَنْهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ اِیْ الْأَصْنَامُ الَّتِي سَدَّ عَنْهَا إِلَهَةٌ مِّنْ دُونِ اللَّهِ۔ ترجمہ:- یعنی بت جنکو تم معبود بنا کر اللہ کے سوا پکار رہے ہو۔ (آگے فرمایا) اَمْوَآتٌ اِیْ جَمَادَاتُ

۳
۵۶۶

مَيْتَةٌ اَمْوَآتٌ یعنی جمادات مردہ ہیں۔

(۲)۔ معالم التنزیل

وَالَّذِينَ سَدَّ عَنْهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ)۔ یعنی الْأَصْنَامُ مِّنْ دُونِ اللَّهِ سے مراد بت ہیں (اَمْوَآتٌ) اِیْ الْأَصْنَامُ۔ اموات

۴
۵۶۷

سے مراد بت ہیں۔

(۳)۔ ابن جریر

وَأَمْوَآتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُ دُونَ إِيَّانِ يُبْعَثُونَ) حَدَّثَنَا بَشْرٌ حَدَّثَنَا يَزِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَوْلِي اَمْوَآتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُ دُونَ إِيَّانِ يُبْعَثُونَ وَهِيَ هَذِهِ

۱۲

۵۹

الْاَوْثَانُ الَّتِي تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ اَمْوَآتٌ لَا اِیْ وَاحٍ فِيهَا۔
ثابت ہوا کہ مِّنْ دُونِ اللَّهِ۔ اللہ کی مراد بت ہے۔ جن کی یہ صفات مذکور

بائیں۔ جب مَنْ دُونِ اللہ کے انبیاء علیہم السلام مصداق ہی نہیں۔ تو ان کی موت کیسے ثابت ہوئی۔ چہ جائیکہ عیسیٰ علیہ السلام جسد و حیات میں۔ اُن پر چسپاں کرو۔

اب بخاری شریف سے فیصلہ کر لیں

بخاری شریف
۷۱۰

مَنْ دُوبہ، بِالْاَوْثَانِ - مَنْ دُوبہ بت میں۔

اب خدائی فیصلہ کر لیں

ج ۱۶ | دَا تَ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُوبِهِ هُوَ الْبَاطِلُ۔ اور بے شک جن کو وہ پکارتے ہیں۔ مَنْ دُونِ اللہ کو، وہ باطل ہے۔

نقمان ۲۱ | دَا تَ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُوبِهِ الْبَاطِلُ۔ اور تحقیق جس کو تم پکارتے ہو تم سوا اُس کے باطل ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا۔ کہ جن مَنْ دُونِ اللہ کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ پکارتے ہیں۔ وہ باطل ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام مَنْ دُونِ اللہ نہیں ہیں۔ کیونکہ اُن کو باطل کہنا کفر ہے۔

”مرزائی“۔ ماغیر ذوی العقول کے واسطے مستعمل ہوتا ہے۔ اس واسطے یہاں تو مراد بت ہی ہو سکتے ہیں۔ پ

”محمد عمر“۔ اللہ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ کیا معنی کر دے کہ جو غیر ذوی العقول ہیں۔ وہ اللہ کی ملکیت ہے۔ اور غیر ذوی العقول نہیں۔ کیسی بھولی باتیں کرتے ہو۔ لفظ مَا قرآن کی اصطلاح میں ذوی العقول و غیر ذوی العقول دونوں کے واسطے مستعمل ہوتا ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوا۔ کہ مَنْ دُونِ اللہ باطل ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو باطل کہنا کفر ہے۔ لہذا وہ مَنْ دُونِ اللہ نہیں۔ تو تمہاری یہ پیش کردہ آیت کسی صورت سے جی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ تو تمہارا استدلال باطل ہو گیا۔

ایک اور عرض کر دوں، بھلا یہ تو فرماؤ کہ کفار تو جنوں اور ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں تو الَّذِينَ مِنْ دُوبِهِ جن اور ملائکہ بھی شامل ہو گئے، کیا فرشتے

بھی مر گئے ہیں۔ جو لفظ ملائکہ کو وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ سے نکالتا ہے۔ وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نکالتا ہے۔

”مرزائی“۔ (اعتراف ۲)۔ فِیْہَا تَحْیَوْنَ وَفِیْہَا تَمُوتُونَ وَ مِنْہَا تُخْرِجُونَ ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرمایا۔ تم اس زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے اُٹھائے جاؤ گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر ماننا فِیْہَا تَحْیَوْنَ کے خلاف ہے۔ تَحْیَوْنَ پر ظن مقدم ہے۔ لہذا اسی میں حصر ہے۔ اس کی تائید میں یہ تین آیتیں ہیں۔

۱۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مَحْیَاً وَ اَمُوتاً اَنَا وَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ۚ وَ مِمَّا تُخْرِجُونَ ۝ اَدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامَ کُوجِبَ اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اتارا۔ (تو ارشاد فرمایا۔ اتر جاؤ تم بعض تمہارا بعض کا دشمن ہوگا۔ اور تمہارے لئے زمین میں رہائش کی جگہ ہے۔ اور نفع ہے۔ ایک وقت تک۔ فرمایا اللہ نے اسی زمین میں زندگی بسر کرو گے تم اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔

ان ستہ امور کا ارشاد سِتُّ الْعِزَّةُ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارتے وقت کہا۔ تم نے آخری تین امور کو فوراً بیان فرمادیا۔ لیکن پہلے تین امور کا ذکر کیوں نہ فرمایا حالانکہ اگر پہلے تین امور کو سِتُّ الْعِزَّةُ نے واپس لیدیا ہے، تو پچھلے تین امور کو بھی ضرور لے لیا۔ کیونکہ امور ستہ کا اجراء ایک ہی وقت تو ہوا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے چھ امور آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت سے زمین پر اتارتے وقت فرمائے۔

(۱)۔ اَحْبِطُوا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام علیحدہ علیحدہ زندگی بسر کرو گے۔

(۲)۔ وَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہارے لئے زمین میں جائے رہائش ہوگی۔

(۳)۔ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حَیْنٍ ۝ اور تمہارے لئے ایک وقت تک یعنی کچھ زمانہ پھر زمین نہیں، زمین میں ہی نفع ہوگا۔

(۴)۔ فِیْہَا تَحْیَوْنَ۔ اسی میں تم زندگی بسر کرو گے۔

(۵) - وَفِيهَا تَمُوتُونَ اور اسی میں تمہاری موت ہوگی۔
 (۶) - وَمِنْهَا تَخْذُجُونَ اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔ یعنی قیامت کو اٹھا
 جاؤ گے۔

خداوند تعالیٰ نے جب ان امور کے اجراء کا حکم سنایا۔ تو ساتھ ہی رحمت الہی نے پہل
 گزارنے کا ارشاد بھی فرمادیا۔ جو کہ مذہبی تعصب کی بنا پر پڑھتے نہیں۔ سنو۔ فرمایا۔ يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا هُوَ هُدًى لِّمَنْ تَبِعَهُ هَدًى اِی نَدَاخُوْتُ عَلَیْهِمْ وَلَا هُوَ یُخَيِّرُکُمْ
 پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے۔ تو جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی۔
 تو ان پر کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اور فرمایا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوا ذَٰلِکَ یُؤَاۤیِسُکُمْ
 اُولَٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات
 کو چھٹا دیا۔ تو یہی دوزخ والے ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو باوجود ان بستہ
 سزاؤں کے اجراء کے ساتھ ہی ان کے اپیل کرنے پر سزا کو توڑنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ تو
 آدم علیہ السلام نے زاری سے دعائیں کیں۔ (جس کا واقعہ حوال ہے) تو رب العزت
 نے دعا کو منظور فرما کر اپیل منظور کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو اپیل دائر کرنے کا طریقہ سکھایا۔
 چنانچہ ارشاد الہی ہے:-

بَقِی ۷۸ - فَتَلَفَّیْ اٰدَمُ مِنْ رَبِّهِ کَلِمَاتٍ - تو آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے
 چند کلمات سکے۔ تو حکم ہوا۔ فَتَابَ عَلَیْهِ رَاٰیۡہُ هُوَ التَّوَابُ الرَّحِیْمُ وہ
 پھر اللہ نے اپنے جاری کردہ سستی احکام واپس لے لئے۔ کیونکہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے
 والا دم کرنے والا ہے۔

کیوں جناب! اب فرمائیے اگر تمام سستی احکام سے تم کہو۔ کہ فِیْہَا تَحْیَوْنَ
 کی تخصیص باقی ہے۔ تو اللہ نے باقی تمام احکام فَتَابَ عَلَیْہِ سے واپس لے لئے لیکن فِیْہَا
 تَحْیَوْنَ میں چونکہ ظرف معدوم ہے۔ وہ باقی ہے۔ تو تمہاری بات کون سنے گا۔ اگر فِیْہَا تَحْیَوْنَ
 کو باقی اور برقرار سمجھتے ہو۔ اور لَکُمْ فِی الْاٰسْرِ مِنْ مُّسْتَقَرٍّ کو بھی حصر کی وجہ سے حکم باقی سمجھتے
 ہو۔ تو باقی احکام کو بھی برقرار سمجھو۔ یعنی اَبْغَضُکُمْ لِبَعْضٍ عِنْدَ رَبِّیْ باقی ہے۔ حالانکہ یہ
 خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو واپس لیا۔ تب ہی آدم علیہ السلام اور حوا

علیہا السلام اکٹھے ہوئے جس سے تمام انسان ہم امت محمدیہ اور ہم امت مرزائیہ وغیرہم پیدا ہوئے۔ اگر حکم واپسی نہ لیا ہوتا تو ہم تم کبھی نہ ہوتے۔ تو ثابت ہوا کہ کتابِ علیہ کے ارشاد سے جب ایک حکم کے واپسی کا ثبوت عملاً موجود ہے۔ تو دوسرے احکام بھی تو یہ کی منظوری نے توڑ دئے۔ حصر بھی تب تک تھا۔ جب تک حکم باقی۔ جب حکم بہ اہل واپس۔ تو صریحاً پہل کی منظوری کے ساتھ ہی واپس ہو گیا۔ اور اگر کوئی خدشہ تمہارے دل میں آئے تو اس کا جواب دو۔ کہ اگر ذِیئَا تَحِیُونَ میں ظرف مقدم ہے۔ تو ذِیئَا تَحِیُونَ فی الْاَکْثَرِ مِنْ مُسْتَقَرٍّ میں بھی تو ظرف مقدم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے انسانوں کے لئے ہی زمین میں جائے رہائش ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ کیونکہ اس میں بھی حصر ہے۔ جب باوجود تقدیم ظرف کے زمین میں حیوانات و وحوش و طیور جن و ملائکہ وغیرہم بھی رہائش کر سکتے ہیں۔ تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور نہ ہی حصر ٹوٹتا ہے۔ ذِیئَا تَحِیُونَ میں بھی ظرف کے مقدم ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اگر کچھ عرصہ کے لئے وقت گزار کر ذِیئَا تَحِیُونَ وَ ذِیئَا تَحْجُونَ کے مصداق بن جائیں۔ تو کلام الہی میں کون سی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ حصر کو برقرار رکھنے والا بھی وہ خدا اور توڑنے والا بھی وہ۔ اگر ذِیئَا تَحِیُونَ وَ ذِیئَا تَحْجُونَ کے حکم دے کر پھر آدم علیہ السلام کو بعد از توبہ مع ان کی اولاد مومنین کے جنت میں دوبارہ لے جا سکتا ہے تو اس کے لئے زمین کے باشندے کو آسمان پر رکھ کر پھر زمین میں لا کر جنت میں لیجائے گا تو اس کے قانون میں فرق نہ آئیگا۔ ایک اور بات عرض کر دوں، کہ تم نے ذِیئَا تَحِیُونَ کو پڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ سماوی پر تو اعتراض کر دیا۔ لیکن ماں کے پیٹ میں بچہ جب زندگی گزارتا ہے۔ تو وہ ذِیئَا تَحِیُونَ کے خلاف نہیں۔ حصر تو ایک فرد کے لئے بھی ٹوٹ جائے تو تمام افراد سے حصر ٹوٹ جاتا ہے۔ حصر کا اعتراض کس پر کر رہے ہو۔ جو حصر بیان کرنے والا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر حصر ہی توڑنے والا ہے۔ ہمیں خالق کے کام پر کیا اعتراض۔ تم کون ہو۔ اور سنئے کیا ہوائی جہاز میں یا سمندری جہاز میں کئی انسان کئی دن گزارتے ہیں۔ بتاؤ ذِیئَا تَحِیُونَ کے خلاف نہیں۔ کچھ سوچ کر توبات کرتے۔ کیا یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک نہیں رہے۔ جن کے متعلق ارشاد الہی ہوا۔ نَوَلَّامَانْ کَانَ مِنَ الْمُسْتَخْرِجِیْنَ ۝ لَکِبَتْ فِی بَطْنِہِ الْاِیُّوْمَ یُبْعَثُوْنَ ۝ اگر یونس علیہ السلام

تسبیح پڑھنے والوں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرتے۔ اب فرمائیے:
 اتنا عرض مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرنا: لَكُمُ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ
 كَفَاتًا لَّخِبَاءِ ذٰلِكَ اَمْ وَ اَنَا كُفٰلٌ خَلٰفٌ ہوں۔ تم کیا سمجھ کلام خداوندی کو اور افعال خدا
 وندی کو کیا تم کلام اور افعال خداوندی کو متضاد سمجھتے ہو۔ نہیں نہیں۔ تمہاری عقلیں اول
 دماغ اور ایمان متضاد ہیں۔ وہ خود نَقَالَ لَمَّا سُرِّدَ ہے۔ جو ارادہ کرے کرے
 اس میں کوئی دخیل نہیں۔ کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے حسد ہر جنت میں
 تشریف لے جانا یہ نَبِيًّا تَجِيوْنَ کے خلاف نہیں۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف صفحہ
 "مرزائی"۔ کیا یونس علیہ السلام آخر مچھلی کے پیٹ سے باہر نہ تشریف لائے۔ آدمی
 دل کے پیٹ سے باہر زمین پر نہیں آتا۔ زمین کے بغیر تو گزرنہ ہوا۔ پ

"محمد عمر"۔ درست تم بات کو کیوں توڑ دیتے ہو۔ اچھا اس کا جواب بھی دیدوں۔
 عیسیٰ علیہ السلام بھی تو آخر زمین پر ہی تشریف لائیں گے۔ ان کا گزارہ بھی تو آخر زمین پر
 ہی ہو گا۔ ان کی موت بھی تو زمین پر ہی ہو گی۔ اور اس زمین سے ہی اٹھائے جائیں گے،
 آدم برہنہ مطلب۔ فقیر عرض کر رہا تھا کہ اَحْكُمُ الْحَاكِمِينَ ہی حکم کا مالک ہے،
 جو چاہے کرے۔ تو اس نے اپنے حکم میں پہلے سے ہی گنجائش رکھی تھی۔ کیونکہ اس کو
 اپنے عمل کا علم تھا۔ اس نے اپنے علم کے مطابق ہی حکم میں گنجائش رکھی۔ فرمایا۔ وَ لَكُمُ فِي
 الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِينٍ ہ متاع کا معطوف ہے مستقر پر تو اللہ تعالیٰ
 نے اِلٰی حِينِ کی غایتہ کو مستقر اور متاع دونوں کے لئے مقرر فرمادیا۔ یعنی تمہارا اتقوا
 رہی بھی ایک وقت تک محدود ہو گا۔ اور نفع بھی ایک وقت متعینہ تک ہی رہے گا۔
 چنانچہ اسی حکم اِلٰی حین میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہوں گے۔ تو جتنا وقت ان کا یہاں
 مقرر تھا زمین پر گزرا اور گزارہ سیکے اور جتنا وقت ان کا آسمان پر مقرر ہے وہاں گزارہ سیکے
 کیونکہ زمین کا بھی تو وقت مقررہ ہے۔ زائد اور پس پیش تو گزارہ نہیں سکتے تھے۔ جس
 جس وقت اور جس طریقے سے وقت گزارنے کا ارشاد الہی ہوا، اِلٰی حین پر عمل پیرا ہو
 رہیں گے جس میں تمہیں دخل نہیں۔ کیونکہ جتنا وقت ان کا لکھا جا چکا تھا۔ اس سے قبل
 وہ جا نہیں سکتے تھے۔ ان کی امت نے ارادہ صلیب کر لیا۔ تو خداوند تعالیٰ نے ان کی زندگی کا
 وقت چونکہ زمین پر ابھی گزارنا تھا۔ قوم نے گزارنے نہ دیا۔ تو نبی العزت نے بمطابق و

آسمان پر اٹھالیا۔ اور اپنے الیٰ حین کو پورا کرنے کے لئے پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر اپنے وقت کو پورا کر کے فوت ہوں گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے الیٰ حین کو نبھانا ہے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ انسان دنیا میں رہ کر حکم الہی دو امور کو پورا کرتا ہے، ایک تو مستقر سے مکانات اختیار کر کے اپنی عمر کے دن پورے کرتا ہے۔ دوسرا دنیاوی نفع و متاع الیٰ حین کو حاصل کرتا ہے۔ سب سے بڑا متاع دنیاوی اولاد ہے۔ کوشش کرتا ہے

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارشاد الہی استقر امی صنی کے تو کچھ غافل ہو گئے۔ لیکن و متاع الیٰ حین کے بڑے دنیاوی نفع اولاد سے ابھی قطعاً محروم تھے۔ تو اللہ تعالیٰ بغیر کسی خاص حکمت یا بہترم کے کسی کو اس نعمت سے محروم نہیں رکھتے۔ اور انبیاء علیہم السلام جو ام سے پاک دھبہ ہوتے ہیں۔ لہذا سب سے بڑا متاع الیٰ حین اولاد دنیاوی کو پورا کرنے کے لئے

عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں نازل فرمائینگے۔ تاکہ اپنے اس زندہ کو پورا فرمائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ پھر فوت ہو گئے۔ تو میرے پاس دفن ہو گئے۔ تو ان متاع دنیاوی یعنی نکاح اور اولاد وغیرہ سے محروم رکھنا یہ قانون الہی و متاع الیٰ حین کے خلاف تھا۔ اس واسطے دوبارہ آسمان سے نازل فرمادیں گے اور تمہاری ہڈ دھرمی کو توڑیں گے۔

"مرزا می"۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ مکمل آدم۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال مانند مثال حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ جب آدم علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے۔ تو ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں گئے۔ ویسے متابعت تامہ نہیں ہو سکتی جب آدم علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کی قبر زمین میں ہے، تو ضروری ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں اور ان کی قبر بھی زمین پر ہی ہے۔

"محمد عمر"۔ اذل تو یہ مثال ذات عیسیٰ علیہ السلام کی ذات آدم علیہ السلام سے ہے۔ انکی زندگی موت کا ذکر ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جیسے وجود آدم علیہ السلام بغیر پدری وجود کے ظہور میں آیا ہے۔ ایسے ہی وجود عیسیٰ علیہ السلام بھی بغیر پدری وجود کے ظہور پذیر ہوا ہے۔ حقیقت اور منشأ خداوندی تو یہی اورہ زبان عرب و کلام تو اسی کا مقتضی ہے۔ ورنہ اس میں بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی۔

(۱)۔ کہ مشابہت ذاتی کو ترک کر کے مشابہت صفاتی کیوں مراد لی گئی۔ اگر ہر صورت صفات

کی طرف جانا ہی تھا۔ تو پہلے زندگی مقدم تھی یا موت۔ حق یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی کی تشبیہ کو مقدم رکھتے۔ لیکن یہ مرزائیت کو گوارہ کیسے، کیونکہ مرزائیت کی جڑ کٹ جاتی۔ اس وجہ سے مشابہت زندگی کو ترک کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین سے زمین میں عالم امر سے بغیر باپ کے کُن فرما کر پیدا فرمایا۔ بعد میں آسمان سے ادھر یا اَدمُ اسکنُ اَنْتَ ذَنْبُ وُجُتَ الْجَنَّةِ سے جنت میں جگہ دی، پھر زمین پر اُھبطوا فرما کر اتارا۔ پھر یہیں فوت ہوئے۔ اور زمین پر ہی قبر بنی۔ ایسے ہی زندگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں عالم امر سے کُن کہہ کر بغیر باپ کے پیدا فرمایا، پھر اِنْجِلْ اِلَیْ سَمَآن سے آسمان پر اُٹھا کر جگہ دی اللہ آسمان میں آسمانی رزق قدرت سے دیا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی طرح طعام سے خُذْ اَتَاوَل فرما رہے ہیں۔ آسمان سے زمین پر مثل آدم علیہ السلام تشریف لادیں گے اور پھر فوت ہونگے۔ اور انکی قبر شریف زمین پر بنے گی۔ یہ ہے اِنَّ مَثَلِ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَاَکُوْنُ۔ اس لئے جس کی تشبیہ دی گئی اس کا ذکر بھی کر دیا گیا، لیکن مرزائی نہ سمجھا۔

”مرزائی“۔ آدم علیہ السلام تو مع بیوی بچے جنت میں رہے۔ دیسے ہی دنیا میں تشریف لائے۔ تمہارے کہنے کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیسے ہی بمع بیوی بچے وہاں رہنا چاہیئے۔ پھر دیسے ہی تشریف لادیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

”محمد عمر“۔ اللہ تعالیٰ نے صرف فرمایا ہے۔ اِنَّ مَثَلِ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ صرف عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام سے دی نہ کہ اُن کے اہل و عیال کی، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابھی بیوی بچے تھے نہیں۔ اس واسطے اکیلے عیسیٰ علیہ السلام کی اکیلے آدم علیہ السلام سے مثال دی۔ پھر تم زیادتی کرینوالے کون ہو۔ ایسے ہی اگر اپنی طرف سے تشبیہات کو تام کر دے تو حاکم بن جاسکی۔ مثلاً خداوند تعالیٰ بخیل کی مثال فرماتے ہیں۔ مَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ بَخِیْلٌ صَافٍ پتھر کی طرح ہے جس پر مٹی پڑی ہو۔ اس جگہ تشبیہ کو کیسے تام کر دے، کچھ خدا کا خوف کرو۔ مَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ میں کیسے تشبیہ تام ہوگی۔ فتدبّر۔ اب ان مثالوں سے ثابت ہو ا۔ کہ مشابہت تامہ جو تم مراد لیتے ہو۔ وہ غلط ہے۔ اگر تمہاری مرضی کے مطابق محض موت ہی سے مشابہت ہوتی تو کسی قریب بنی سے ہوتی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے صرف تمام کے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کا ذکر کرنا یہ صاف واضح کر رہا ہے،

جیسا کہ آدم علیہ السلام کی ابوت موجود۔ لیکن خود ان کی ذات نبوت سے مبرا۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابوت تو موجود، لیکن ان کی خود ذات پدری نسب سے مبرا۔ اس لئے ابا اکا باء سے تشبیہ دی۔ اور فرمایا کہ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ۔ تو اس تشبیہ نے قدت الہیہ کو ثابت کر کے قدنی عقیدہ کو باطل کر دیا جو تم خود سمجھتے ہو۔ اور یہی منشاء الہی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

”مرزائی“۔ اچھا بھائی میری ایک اد عرض ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ارشاد ہے۔ ذَاْ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (مریم ع)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کو تاکید حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں تو نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔

استدلال :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زکوٰۃ دینا اس کی تمام زندگی بھر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے پاس زکوٰۃ دینے کے لئے روپیہ بھی ہے۔ اور وہ مستحقین زکوٰۃ بھی زندہ رہیں۔ پس وہ آسمان میں اگر زندہ فرض کئے جادیں تو وہاں روپیہ اور زکوٰۃ لینے والوں کا گروہ بھی ان کے ہمراہ ہونا ضروری ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ ۳۲
محمد عمر ”مرزائی صاحب کیسے کچی بات ہانکتے ہو۔ جتنا عرصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں رہے کیا (۱)۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔

(۲)۔ اور کس جنس کی ادا کرتے رہے۔

(۳)۔ اور ان کا سلسلہ معاش کیا تھا۔ جس سے انہوں نے زکوٰۃ ادا کی ہو۔

(۴)۔ اور کس کو دی آپ کے مستحقین کون تھے؟

(۵)۔ مالیت کتنی تھی؟

(۶)۔ زکوٰۃ کی مقدار کیا ادا کرتے رہے۔ خمس یا ربع یا ثلث؟

(۷)۔ خداوند کریم نے ان پر ہر جنس سے زکوٰۃ کی کیا مقدار مقرر فرمائی؟

یہ بات تو بڑی دور کی ہے۔ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی ثابت کر دو کہ ذَاْ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض تھی۔ آپ کتنی مقدار کی زکوٰۃ اور کس جنس سے ادا فرماتے رہے۔ جب نہیں نہ یہ نہ وہ، تو سمجھو کہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لئے مال نصاب شرط ہے۔ جس کی تشریح موجود ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ

جو ہم نے رزق دیا ہے۔ اس سے تم خرچ کرو یعنی زکوٰۃ دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا مال جمع ہی نہیں ہونے دیا۔ جس کی زکوٰۃ ادا کرنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنا تمام وقت سیاحی میں گزارتے۔ نہ کچھ مال جمع کیا نہ زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہوا۔ ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر فرد پر زکوٰۃ فرض ہے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ فریضہ ہیں۔ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت فرض ہوگی۔ جب مال نصاب شرعی کو پہنچے گا۔ اور نماز بھی ہر فرد پر فرض ہے۔ لیکن حائضہ و نفاس والی عورت پر ادا کرنی فرض نہیں۔ کیونکہ شرع نے اس حالت میں نماز معاف فرمادی۔ لیکن بعد از فراغت پھر ادا کرنی فرض ہوگی، ایسے ہی دیوانے کے واسطے نماز وغیرہ کا ادا کرنا بعد از ہوش فرض ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ فریضہ با شرائط ادا کئے جاتے ہیں۔ ان کی فرضیت نہیں لوٹتی۔ فرضیت باقی رہتی ہے۔ لیکن ان کا ادا کرنا بعد از وصول شرط ہے۔ نماز اِنْ الصَّلٰوۃَ کَانَ عَلٰی الْمَوْتِ مَبْنٰی کِتَابًا مَّوَدُّوْنَ اَلْوَثِقِ کے قانون وقت ہونے پر ادا کرنی فرض ہو جاتی ہے۔ لیکن حج کے موقع پر عرفات میں وقت مغرب موجود ہے۔ لیکن وہاں ادا نہیں کر سکتا۔ مزدلفہ میں پہنچ کر ادا کر لیا۔ خواہ عشا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ایسے ہی روزہ ہر مومن پر فرض ہے۔ سوائے مرزا یثوں کے۔ لیکن مومن مِّنْ شَہِدَ مِنْکُمْ الشَّہْرِ کُلِّیْصُمُّ کے قانون سے رمضان میں ہی روزہ رکھ سکتا ہے۔ اور بعض سے مثلاً مریض و مسافر ہو۔ رمضان میں بھی نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مومن موجود رمضان شریف کا مہینہ موجود، کھانا موجود لیکن نہ ادا کرنے کی اجازت اس کے واسطے علیحدہ حکم نَعَدَ تَقٰی مِّنْ اٰیٰتِہٖمۡ اَخَذَ آگیا کہ وہ دوسرے وقت میں رکھ لے۔ ایسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چونکہ مال نصاب ہی موجود نہیں پاس واسطے زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض نہیں اور دوسری بات یہ ہے۔ زکوٰۃ دنیاوی زمین کے مال کی ہے، نہ کہ آسمانی مال کی۔ ایک اور عرض کرتا ہوں۔ بھلا یہ تو فرمائیے، کہ تم اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کو ہر وقت ہر حالت میں ہر جگہ مرادو گے اور اس کی دلیل مَا دُمْتُ حَیًّا ہوگی تو تمہارے لئے مشکل بن جائیگی۔ کیا زکوٰۃ کے لئے مَا دُمْتُ حَیًّا ہے۔ ان کو سیاحی کا وقت، بول و براز کا وقت، کھانے پینے کا وقت کونسا میسر ہوتا تھا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ نماز کے واسطے مَا دُمْتُ حَیًّا سے مراد یہ ہے کہ جب شرط نماز وقت ہوتا۔ آپ نماز گزارتے۔ اور ایک دفعہ گزارنے سے پھر تمام وقت میں نماز پڑھنے کی فرضیت نہ رہتی

باقی تعین اوقات کی خبر تو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر کے اندر وقت معلوم ہوتا ہے اسی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر سے پانچوں وقت ایمان کی آواز سن کر مزید کے زمانہ میں صحابہ کرام نماز پڑھتے رہے، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وقت معلوم ہوتا ہے، باقی تعین جہت جیسا کہ مجاہد اور مسافر نائینما تَوَلَّوْا زَمَّ وَحْبَةُ اللَّهِ پڑھ کر کرتا ہے، وہی حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا، انبیاء کرام ہر وقت عالمین سے کسی عالم میں ہوں صہادت الہی سے فارغ نہیں رہتے، خداوندان کو عالمین میں ہی جزائے خیر عطا فرماتے ہیں، کیا تم دوسرے سچے انبیاء اللہ کو بھی اپنے مرزا صاحب پر قیاس کرتے ہو، پھر عرض یہ ہے کہ زکوٰۃ کے ٹھکانہ کر نیکے ہیں، دنیاوی مال کو پاک کر نیکے واسطے خداوند کریم نے زکوٰۃ کو مقرر کیا ہوا ہے، کیا آسمان میں بھی ایسا مال ہے جسکی زکوٰۃ ضروری ہے یا خداوند کریم نے کہیں فرمایا ہو کہ مادی مال کی بھی زکوٰۃ دیا کرو، یا کسی فرشتے نے کبھی زکوٰۃ دی ہو۔ کیسی مادی باتیں گھڑاتے ہو۔ آسمان سے سب العزّة مَنْ دَسَلُوْی نازل فرمائے۔ مَا شَدَّ اُتَارَاجُ طَاهِرٍ وَمَطْهَرٌ مَّقْصَا۔ ان کو بخس سمجھ کر ایمان خراب کرنا، یہ قدرتی حکمت و شریعت ہوگی، تو ثابت ہو کہ آسمان میں کھن ان کے لئے وصیت زکوٰۃ موجود۔ لیکن اس کی ادائیگی کی شرط مالی نصاب موجود نہیں۔ لہذا وہاں ادا کرنی ہی فرض نہیں۔ چہ جائیکہ اس کے مستحقین کی تلاش سوچی جائے۔ میرے خیال میں آپ مرزا صاحب کو وہاں بھیج کر ہی کیوں نہیں پتہ منگا لیتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو جب دوبارہ دنیا میں تشریف لا دیں گے۔ بیوی ہوگی۔ بچے ہونگے۔ تو کمائی کی ضرورت ہوگی۔ مال نصاب ہوگا تو اس پر زکوٰۃ کے ادا کرنے اور مستحقین کی تلاش کی بھی ضرورت پڑے گی۔ مرزائی بیچارے مسائل شرع کو کیا سمجھیں۔ جن کا دماغ پاپائے قادیانی نے کالذی اسْتَمْوَقَهُ الشَّيْطَانُ بنا دیا ہو۔ دوست! ان من گھڑت باتوں سے دقت ميسح کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ خداوند کے ہاں اب تک قانون عیسوی ممتاز ہیں۔ جو دشمن کی عقل سے ماوراء ہیں۔ هَذَا مِنْ عِنْدِي وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى۔

”مرزائی“۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ دُلْتُ وَأَيُّومَ آمُوتُ وَ يَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ (مریم ع ۲۷)۔

استدلال سلامتی کے یہ تینوں اوقات بعینہ اس صورت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے بھی آئے ہیں۔ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودنا سعود کے نرغے سے بچ کر آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔ تو اس سلامتی کا ذکر کہاں ہے۔ وہ تو زیادہ اظہار اطمینان کا موقع

تھا۔ ان مواقع مذکورہ میں تو سب انبیاء مور و سلامتی بنے۔ میں آپ کے شریک ہیں۔ لیکن جن دہایم اور عظیم الشان واقعات کی تاریخ کے ساتھ خصوصیت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جبکہ یہ مسیح کا کلام ان کے اختیار سے نہیں۔ بلکہ وحی الہی کے ماتحت ہے۔

"محمد عمر" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بفرمان الہی اپنی تین ایام کا ذکر فرمایا جن میں دو انبیاء علیہم السلام کی شان بھی موجود تھی۔ اول تو اس لئے کہ اس صعود کا ذکر کرنا یہ۔ ان کے لئے باقی انبیاء علیہم السلام سے فخر ظاہر ہوتا تھا۔ ثانیاً اللہ تعالیٰ نے جب خود ان کے رفیع جہانی کا ذکر خصوصاً مَا قَاتَلُوْهُ وَاَصْلَبُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ سَفَعَهُ اللّٰهُ رَبُّہٗ سے فرمادیا۔ تو ان کو خود اپنی زبان سے ارشاد فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اگر قبل از مسیح ہی اس سلامتی کے ایام کو گنتی میں ارشاد فرمادیتے۔ تو یہود پر خدا کی رحمت کیسے تام ہوتی۔ کہ تم نے میرے بنی کو صلیب پر لٹکانے کی کوشش کی۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں نازل کر کے تلوار سے تمہیں درست کراڈل گیا۔ اور یہود کو بہانہ مل جاتا۔ کہ تمہارا تو پہلے ہی ارادہ آسمان پر جانے کا تھا۔ ہمیں صلیب کی ملامت کیسے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند نے آسمان پر بلا وجہ نہیں رکھا۔ بلکہ یہود کے صلیب پر لٹکانے کی وجہ سے ان کو آسمان پر اٹھا گیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تبلیغ میں کوئی جرم نہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کفار کو یہ بھی ظاہر کرنا تھا۔ کہ یہ نہ سمجھنا کہ ہم زمین پر جس کو چاہیں زندہ رہنے دیں۔ اور جس کو چاہیں مار دیں۔ جو میرے مخلص بندے ہیں۔ مجھے یہ بھی طاقت ہے۔ کہ میں ان کو اپنی قدرت سے آسمان پر بھی جگہ دے سکتا ہوں۔ چاہوں تو ملائکہ سمادی کو زمین پر جگہ دیں، تو میرے سامنے عذر کرنے والا کوئی نہیں۔ اور جس کو چاہوں تو زمینی باشندے انسان کو بھر جہم آسمان پر جگہ دے دوں۔ محمد پر کوئی معترض نہیں ہو سکتا۔ اور جو اعتراض کر لگادہ میرا منکر ہے۔ خواہ مرزا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسکو کسی سے طمع نہیں ہے۔ اس سے ہر ایک کو طمع ہے۔ سوائے مرزائیوں کے۔ اگر چاہے۔ تو تمام زمین والوں کی مخالفت میں محفوظ رکھے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کرائے۔ اور یہ سب سے بڑی شان ہے۔ اور یہ شان اسی کو ملی سکتی تھی۔ جس کو تمام جہان سپرد کرنے مقصود ہوں۔ اسی واسطے یہ شان سَاحَمَتًا لِّلْعَالَمِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا کی گئی۔ اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے کلام خداوندی سے ان سلامتی والے دنوں کو اپنی مذکورہ تین ایام میں حصر کب ظاہر فرمایا۔ کہ تمہیں اعتراض کا موقع ملا۔ کہ تین دن سلامتی والوں کا ذکر فرمایا۔ ان دونوں ایام کا کیوں نہیں کیا۔ اگر نہیں کیا تو اس سے کب ثابت ہوا۔ کہ باقی جتنے ایام سلامتی کے تھے، ذکر کئے گئے اور ان دونوں کو چھوڑا گیا۔ کیا اس عبارت **وَالسَّلَامُ عَلَیَّ** میں **عَائِدٌ** کے دن کا کہاں ذکر ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی فرمایا۔ کہ **تَكُونُ لَنَا عِيدًا لَا دَلِيلًا وَاجِبًا وَآيَةً مِّنكَ**۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام ایام سلامتی کا نہ ذکر کرنا، اس بات کی دلیل نہیں کہ اور کوئی دن سلامتی کا ان کے لئے ہے ہی نہیں۔ اگر سوتا تو ذکر ہوتا۔ یہ تھا قانون غلط ہے۔ جسے مذہب جعلی ایسے ہی قانون جعلی، اگر بے تفسیر ان کی آیت یا حدیث پاک سے ثابت کرو۔ ایک بات اور عرض کر دوں کہ ان ایام شلشہ کا ذکر محض ان کے تقرر اور جشن منانے کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے تو ہر وقت سلامتی ہی زمین پر ہو یا آسمان پر، زندہ ہو یا عالم ارواح میں۔ کیونکہ ارشاد الہی ہے۔ **وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِينَ**۔ تو ثابت ہوا۔ کہ رسولوں کے واسطے تمام اوقات سلامتی کے ہیں جیسا کہ ڈی، بی، ہر وقت سرکاری ملازم ہے، گھر میں ہو یا بازار میں یا عدالت میں، ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کا ہر وقت سلامتی کا ہے۔ خواہ کوئی مقام ہو کوئی وقت ہو کوئی زمانہ ہو۔ کسی حالت میں ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا **يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ** یعنی اپنی عمر کی سلامتی کا ابتدائی دن اور انتہائی دن کا اظہار بھی اس بات پر دال ہے کہ آپ کی تمام عمر سلامتی والی ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی بھی اس طور سے بیان کیا گیا ہے۔ **اللَّهُ تَعَالَىٰ أَمَّا جَدُّكَ** ارشاد فرماتے ہیں۔ **سَيَبُتُ الْمَشَارِقُ وَالْمَغَارِبُ** یہ تمام مشرقوں کا اور تمام مغربوں کا، چونکہ ہر روز مطلع شمس بدلتا ہے۔ اس واسطے **مَشَارِقُ** اور **مَغَارِبُ** بلفظ جمع استعمال کیا گیا۔ لیکن دوسری جگہ فرمایا۔ **سَيَبُتُ الْمَشْرِقُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ**۔ رب ہے دو مشرقوں کا اور دو مغربوں کا۔ تو اس آیت کریمہ سے تمام **مَشَارِقُ** اور **مَغَارِبُ** کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ تشبیہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے۔ چونکہ مشرق اور مغرب کی ابتداء شمس جہاں سے ہو۔ اس سے ایک دقیقہ بھی سورج پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اور مغرب کی جہاں آخری انتہا ہے اس سے آگے سورج نہیں جاسکتا۔ تو سورج کی ابتداء و انتہا کے مطلعین کو بیان فرما کر اللہ **سَيَبُتُ الْعَرْشَةُ** نے **سَيَبُتُ الْمَشْرِقُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ** فرمایا۔ جس میں تمام مشرق

اور مخاسم بٹ محیط ہو گئے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی تمام عمر کی سلامتی کو یوم ولادت اور یوم وصال کا ذکر کر کے محیط کر کے خَیْرًا لِّکَلَامٍ مَا قُلْتُ وَدَلَّ کَاثِرَتْ دِیَا۔ مرزائی سمجھ بیٹھے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بس دو دن ہی سلامتی والے تھے، باقی نہیں اور قیامت کو چونکہ ایک دن ہی محیط ہے۔ اس واسطے اس کی ابتداء اور انتہا کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا میں صرف لفظ یوم پر ہی اکتفا فرمایا۔ بھلا یہ تو فرمائیے کہ ان دونوں انبیاء علیہما السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دو دن کی بھی سلامتی کو کہیں مذکور نہیں کیا۔ ان کی عمر کے یہ دو دن بھی انکے لئے سلامتی والے نہیں ہیں۔ کچھ سوچ کر تو سوال کیا کرو۔ تو ان دونوں نبیوں کا اپنے یوم ولادت اور یوم وصال کا بیان کرنا ثابت کرتا ہے کہ ان کی دوسرے انبیاء علیہم السلام سے کوئی خاص نوعیت کی زندگی ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شب معراج کا واقعہ باقی انبیاء علیہم السلام سے نرالا تھا۔ یعنی جہانی معراج تھا۔ اس واسطے فَأُذِیْ اِلٰی عَبْدٍ مَا اُذِیْ کا ذکر فرما کر اپنے خاص تعلق کلامی کو ظاہر فرمایا۔ جیسا کہ مُبْحَثُ الذَّنٰی اَشْیٰ کا ذکر کر کے مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی ہر کو بیان فرمایا۔ لیکن ان کی پوری تفصیل کا ذکر ہی نہیں کیا، حالانکہ وَمَا هُوَ حَتّٰی لِّلْخَبِیْثِ بِضَیْنٍ ہ موجود ہے۔ ایسے ہی سَبَّ الْعَرَفَاتِ نے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَمَا اِفْضَیْ اِلَیْیَ بیان فرما کر مومنین کی تسلی فرمائی اور وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یَقِیْنٰ بَلْ رَآهُ اللّٰهُ الْمُبِیْنُ سے منافقین اند کفار کو یقین دلایا۔ گو کفار اس پر الٹا سیدھا ایمان لے آئیں۔ لیکن منافق چونکہ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ لَاۤ اِیْ حَوْلَ وَلَاۤ اِیْ قُوَّةَ کا مرتبہ رکھتا ہے۔ وہ کیسے تسلیم کر سکتا ہے۔ چنانچہ حیات عیسوی بھی انہی ایمان سے ہے۔

”مرزائی“۔ ان آیات کی تو خوب تسلی ہو گئی۔ اب فرماؤ کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ قُلْ مُبْتَخَانَ کَرِّیْ حَسْبُ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ سُوْلٰتٍ وَلٰکنْ تُوْمِنُوْنَ لِرُؤْیٰکَ حَقِّ نُنَزَّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نُّقَرِّءُکَ۔ (بنی اسرائیل ۱۰۷)۔

کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نشانات طلب کئے۔ میں میں سے انہوں نے ایک یہ بھی نشان طلب کیا اور اس کو سب کے آخر میں بیان کیا اور اپنے ایمانی فیصلہ کو اس پر ٹھہرایا۔ کہ آپ آسمان پر جائیں اور وہاں سے کتاب لائیں، جس کو ہم پڑھ کر آپ پر ایمان لائیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ حکم دیا،

کہ میرا رب پاک ہے۔ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ یعنی اللہ کی قدرت میں تو کسی قسم کا نقصان نہیں۔ لیکن رسول کو آسمان پر لیجانے کی سنت اللہ نہیں۔ اب جائے غور ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ تو آسمان پر چڑھ جائے اور کتاب لا دے، تب ہم ایمان لا دیں گے۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر نہیں اٹھالیا۔ تاکہ سب کفار ایمان لے آتے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ایسا نہ ہوگا۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ تو ایک بشر رسول ہے۔ اور بشر رسول آسمان پر جایا نہیں کرتے۔

”محمد عمر“۔ سُبْحَانَ اللَّهِ۔ واقعی یہ دماغ ہنداوند کریم نے تمہیں ہی نصیب فرمایا کہ جس آیت کو بڑھو۔ مطلب خواہ کچھ ہو۔ تم آخر اپنی طرف ہی لے جاؤ گے۔ یہی عادت تمہارے مرزا صاحب کی تھی۔ کہ جو شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ بیان فرمادیں۔ وہ مرزا صاحب فرمادیتے کہ یہ آیت میری شان میں نازل ہے۔ وہی طریقہ ان سے تم نے بھی سیکھا ہے۔ کہ بات کچھ ہو۔ تم نے اپنی نبالینی، خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارے اس جال سے ہر مومن کو محفوظ رکھے۔ سینے فقیر تمہیں تمام آیت کا بیان کر کے پورا مطلب عرض کرتا ہے۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ الْمَكِيدِ

جَنَّتْ مِنْ نُحَيْلٍ وَحَنِبٍ فَتَفَجَّرَ الْأَنْهَارُ خِلَالَهَا فَجِيْرًا

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا خَسَمْتَ لَهَا بَنَافِذَ سَاجِدٍ أَوْ تَكُونُ لَكُمُ الْمَلَائِكَةُ مِثْلَ الْمَلَائِكَةِ

قَبِيلًا أَوْ يَكُونُ لَكَ يَمِينٌ مِّنْ مَّحْرُوبٍ أَوْ يُنْفِقُ فِي السَّمَاءِ ذَلِكَ لِمَنْ يُؤْمِنُ

لِرَقِيبِكَ حَتَّى تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَفْسُ وَهْ شَلْ شُجَانِ رَ بِّيْ هُصْلُ كُنْتُ اَكَا

لَيْسَ أَسَى هُوَ وَلَا وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذَا جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا

أَنْ تَأْتُوا اللَّهَ بِشَيْءٍ أَمْ سُلُوكُهُ كُفْرًا ۚ كَفَرْنَا بِهِ نَبِيُّ صَالِحٌ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعَىٰ جَدِّهِ سَوَالِ

کہے، جن سے پہلا سوال یہ ہے کہ قَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنْ

الْأَسْرَىٰ يَذُوبُونَ أَوْ كَرِهَ اللَّهُ مُبْدِيَهَا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُرِيدُونَ مَجْدًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ لِيُرَوּا ۖ وَيَتُؤْتُونَ الزَّكَاةَ لِيُزَكَّوْا ۚ وَهُمْ لَا يُفْقَهُوا قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَىٰ ۖ فَيَكْفُرُوا بِهِ عَنِ الْجَاهِلِيَّةِ ۗ وَإِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

الْأَسْرَىٰ يَذُوبُونَ أَوْ كَرِهَ اللَّهُ مُبْدِيَهَا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُرِيدُونَ مَجْدًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ لِيُرَوּا ۖ وَيَتُؤْتُونَ الزَّكَاةَ لِيُزَكَّوْا ۚ وَهُمْ لَا يُفْقَهُوا قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَىٰ ۖ فَيَكْفُرُوا بِهِ عَنِ الْجَاهِلِيَّةِ ۗ وَإِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

ہمارے لئے زمین سے چٹے جاری کر دے۔ کیا یہ بڑی بات تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد الہی ہے۔ قَدْ اِذَا سْتَنْصَحُ مُوسٰی بِقَوْمٍ

فَقُلْنَا اِصْرُكَ لَعَصَاكَ الْحَجُرَ. فَالْفَجِدَتْ مِنْهُ اِثْنَا عَشَرَ نَجِيًا. اَوَلَمْ

موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا۔ تو ہم نے کہا، کہ اسے موسیٰ اپنی لاکھٹی پتھر پر مار دے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاکھٹی ماری، تو اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اگر لاکھٹی پتھر پر ماریں تو بارہ چشمے جاری ہو جائیں، کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو کفار کے مطالبے سے جاری نہ کر سکتے تھے۔ لیکن چشمے جاری نہ کرنے کی وجہ خاص تھی۔ کہ اگر میری طاقت سے چشمے جاری ہو گئے اور کفار ایمان نہ لائے تو یہ مستحق عذاب ہو جائیں گے۔ اور یہ میری ذات کے خلاف ہے۔ اس واسطے **هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ** سے خود اپنی عاجزی کا اقرار کر لیا۔ لیکن ان کو عذاب الہی سے بچا لیا۔ کیا زمین سے پانی جاری کرنا بھی طاقت نبوی سے بالا تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ کہ **هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ** کہ دیا۔ کیونکہ بشری طاقت سے بات باہر نہ تھی، ورنہ آپ کے معتقدین نے جب پانی طلب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا طلب اجازت خداوندی اپنے دسرت پاک سے چشمے جاری کر دیئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

مسلم شریف انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا **دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فِيهِ فَجَعَلَ يَنْبِيعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَنَوَضًا جَمِيعًا أَصْحَابِهِ قَالُوا تَذُتُ كَمْ كَانُوا يَهَيَّأُوا أَبَا حَمْرَةَ قَالُوا كَانُوا آخِرَ هَاءِ الثَّلَاثِ مَائِدَةٍ**۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا پیالہ منگوا لیا اور اس میں اپنا دسرت پاک رکھا۔ تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے شروع ہو گئے۔ تو آپ کے تمام صحابہ کرام عرضدے **أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ جَمْعُهُمْ كَتَنَ** تھے۔ آپ نے فرمایا تین سو تھے۔

مومنین تو آپ پر ایمان لانے والے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کے واسطے پانی اپنے دسرت پاک سے جاری کر کے دکھا دیا اور کفار کو **هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ** سے ٹال دیا۔

اسے مرزائی دسرت! اس الجھن نے تو کفار کو ایمان سے بے نصیب رکھا۔ کہ انہوں نے ظاہر بشریت کو دیکھ کر انکار کیا اور طاقت نبوی کو نہ سمجھتے ہوئے **كُنْ نَبِيًّا** تک حتیٰ **تُفَجِّرَ لَنَا مِنَ الْآسْرِ** یذبوننا سے اڑ بیٹھے۔ کیا جو شخص اپنے دسرت پاک

سے چٹھے جاری کر سکتا ہے۔ اس کے لئے چٹھے زمین سے جاری کرنا کونسی بعید از طاقت بات ہے۔

کیا نوح علیہ السلام کی دعا سے تمام زمین و آسمان نے چٹھے نہ چھوڑ دیئے۔ جس سے نوح علیہ السلام کی کشتی سے نجات ہوئی۔ جس کا منظر رب العزۃ بیان فرماتے ہیں۔

يَوْمَ دُحِّيٰ اُجْبِرِيْ بِصَحْرِيْ مَوْجِ كَا الْجِبَالِ اَوْرَدَه كَشِيْ اِنْ كُوْلَه كَرَجَلِيْ تَحِيْ ۱۲
پہاڑ جیسی کٹا کھٹوں میں۔ ابھی تمہیں طاقت نبوی کے چٹھے جاری کرنے کی خبر نہیں ہوئی۔ اب رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا زمانہ

ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاقت سے جاری شدہ چٹھے کا پانی مانگنے والوہ خدا سے ڈرو۔ انبیاء علیہم السلام کی طاقتوں کے انداز سے لگانے کا زمانہ اب نہیں رہا۔ کیا مریم علیہا السلام کے حکم سے چٹھہ جاری نہ ہو۔ ملاحظہ ہو۔ قَدْ جَعَلَ رَبُّكَ تَحْتِ سَرِّيَاہ عِيسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ نَے فرمایا کہ اے والدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حکم کے ماتحت پانی رکھا ہے۔ جب چاہو زمین سے حکم کر کے پانی حاصل کر لو۔ کیا ایک ولیہ کے حکم کے ماتحت پانی نکل سکتا ہے۔ تو کیا مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم مَعَاذَ اللّٰہ چٹھے جاری کرنے سے قاصر ہیں۔ کیا باقی انبیاء علیہم السلام نے باوجود انسانیت کے چٹھے جاری نہ فرمائے۔ تو معلوم ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّنْ سُوْلٍ فرما کر کس نفسی کا اظہار کفار کے فائدے کے لئے تھا۔ باقی رہا کفار کا دوسرا سوال جس کو کفار کی عقل نے تمہاری طرح طاقت بشری سمجھ کر درء سمجھا وہ یہ ہے۔ اَوْ تَكُوْنُ لَكَ جَنَّتٌ مِّنْ نَّحِيْلٍ ذَّهَبٍ فَتَفْجِّرُهَا نَهَارًا تَخْلُقُهَا فُجَيْرًا ط۔ یا تمہارا باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا تو تو اُن کے درمیان نہریں جاری کرے اور ہر وقت پانی دیتی رہیں۔ تو اللہ رب العزۃ نے اس کا جواب دیا۔

فَرَقَانِ ۱۸
اَنْبَلٰكَ الَّذِيْ اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنَّتٌ نَّحِيْلٍ مِّنْ نَّحِيْلِهَا اِلَّا نَهْرًا يَّجْعَلُ لَكَ قَصُوْرًا ۚ بَہت بابرکت وہ ذات ہی جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے اعلیٰ باغ بنادے جس میں ہر وقت نہریں

جلتی رہیں۔ اور اگر چاہے تو آپ کے لئے کئی محلات بنادے۔ کفار نے شان نبوت کو کھجوروں اور انگوروں کے باغات تک محدود سمجھا۔ تم اُن سے

بھی بڑھ گئے۔ تم نے ان باغات کی ملکیت بھی وِراء الوِراء سمجھی۔ لیکن اللہ رب العزیز نے جواب دیا کہ یہ باغات آپ کے رب کے نزدیک کیا شئی ہیں۔ میں آپ کے لئے ان طلب کردہ باغات سے بہتر باغات اور کوٹھیاں مہیا کر دوں۔ لیکن آپ کے لئے ایسے باغات اور مملکت اس بنا پر تیار نہیں کئے جاتے کہ یہ عالم فانی ہے۔ بعد ازاں جناب اگر کرئی سا کو برائی سے مَس کہ لگا تو خداوند سب العزیز نے جب بنیت ابدی شہید کرنے والوں کو کَعَصِف مَّا کُوْل بنا دیا، بھلا ان باغات اور محلات شہید کرنے والے کو جو خداوند تعالیٰ کے امر کن سے آپ کے لئے تیار کئے گئے ہوں، کیوں نہ طبقہ ارض سے کفار کا ستیاناس کر دے گا۔ تَوَدَّ مَا کَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ؕ اَذُنْتُ فِيْهِمْ کٰی وَعْدَہٗ خَلٰفٰی ہو جائے گی۔ تو بنا برسِ صل کُنتُ اِلَّا لِبَشَرٍ اَسُوْلَا فرما کر اپنی عجز و انکساری کا اظہار فرما دیا۔ لیکن اپنی سلطنت میں کفار پر بھی عذاب الہی نازل ہونے کا بیان نہ یہ کہ آپ کی طاقت سے بالا تھا۔ جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔

باقی رہا کفار کا تیسرا سوال اَوْ تُسْقِطُ السَّمٰوٰتُ کَمَا نَزَلَتْ عَلٰیْنَا کِسْفًا۔ یا تو ہم پر اپنے گمان کے مطابق آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ اُن کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ وہ عذاب الہی سے آزمائش کے متمنی تھے۔ کیونکہ ہر شے اپنے مقام اصلی کو مائل ہوتی ہے۔ کافر کا مقام بھی چونکہ عذاب الہی میں گرفتار ہونا ہے۔ اس واسطے وہ اپنی زبان سے ہی عذاب الہی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے جواب دیا کہ تم سے پہلے بھی قوم شعیب علیہ السلام نے یہی سوال کیا تھا۔ تو اُن کو ایک بادل کا ٹکڑا بھیج کر تباہ کر دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

وَوَاعَدْنَا نَارًا وَّ قَالُوا لَا تَنْفَعُنَا اِنَّا کٰفِرُوْنَ ؕ اَنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ؕ قَالَ کَرِہِیۡ اَعْلَمۡتُمْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؕ فَکَذَّبُوۡکَ فَآخَذَہٗمُوْا عَذَابَ یَوْمِ الظُّلُمٰتِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمِ الظُّلُمٰتِ

و قوم شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو سچا ہے، تو تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا۔ تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم عمل کرتے ہو میرا رب خوب جانتا ہے۔ تو انہوں نے اُس کو جھٹلایا۔ تو اُن کو ساٹھ دن کے عذاب نے گرفتار کر لیا۔ بے شک وہ عذاب کا بڑا دن تھا۔

تو رب العزتہ نے فرمایا۔ کہ جب میں نے قوم شعیب علیہ السلام کی طرف بادل بھیجا۔ تو وہ سایہ سمجھ کر نیچے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہی ٹکڑا بادل کا گرا کر تباہ کر دیا۔ جب قوم شعیب علیہ السلام ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکی، تو ہمیں اگر بر باد کیا جاوے گا، تو ہمارا کہا بگاڑ سکو گے۔ لیکن تمہارے باقی پھر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر ہو جائیں گے۔ ان کے سوال کو کسی نے نہیں سنا۔ ہمارے تباہ کرنے کو ہر کوئی الایہ گا۔ یہ نہیں کہ ہماری طاقت اب کمزور ہو گئی ہے۔ اگر ہم چاہیں توڑا سکتے ہیں۔ سنئے، ارشاد الہی ہے۔

سُبَا | وَ اِنْ نَّشَاءُ نَخِفِّ بِهِنَّ الْاَرْضَ نَ اَوْ نَسْفِطُ عَلَیْھِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ وَ اِنْ اَرَادَ اَنْ یَّهْلِكَ بَیِّنًا لِّمَنْ یَّهْلِكُ مِنْ الْعَالَمِیْنَ

۲۳ | اے اللہ! اگر ہم چاہیں، تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان سے ٹکڑا گرا دیں، لیکن پھر بھی ان کے پچھلے بے ایمان نہ مانیں گے۔ اِنَّ رَبِّیْ ذَ الَّذِیْ لَا یَیْسُ بِکُلِّ عَیْبٍ مُّنِیْہِ ۝ اس میں تو ہر رجوع کرنے والے بندے کے واسطے نشانی ہے۔

جب ان لوگوں کا خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع ہی نہیں، تو یہ لوگ آسمان سے ٹکڑا گرانے سے بھی ایمان نہ لائینگے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ہم کسی کو تباہ نہ کریں، دیے ہی آسمان سے ٹکڑا گرا دیں۔ تب بھی یہ بے ایمان مرزا یوں کی طرح بہانے تلاش کریں گے۔ مسلمان نہ ہونگے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

طُور | وَ اِنْ یَّسِدْ کِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا یَّقُولُوْا سَحَابٌ مِّنْ مَّوْءَرٰثِہُمْ

۲۴ | حَتّٰی یَلْقَوْا یَوْمَ ھُمْ الَّذِیْ نَبِیُّہِ یُصْعَقُوْنَ ۝ اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان سے ٹکڑا گرا ہوا تو وہ کہیں گے یہ تو بادل ہے، تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑیے، حتیٰ کہ یہ اُس دن کی ملاقات کریں گے، جس میں یہ پہوش کئے جا دیں گے۔

تو رب العزتہ نے ان کے سوال کا آخری جواب دیا۔ کہ اگر ہم ان پر ٹکڑا بغیر تباہ کر کے گرا دیں تو یہ بے ایمان اپنی من گھڑت تاویل کر کے گھنا بادل کہہ کر ٹال دینگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تباہ کرنے والا ٹکڑا اگر نہیں سکتا۔ کیونکہ وعدہ خلافی ہوتی ہے۔ سُبَا | وَ اِنْ یَّسِدْ کِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا یَّقُولُوْا سَحَابٌ مِّنْ مَّوْءَرٰثِہُمْ

۲۵ | اے اللہ! اگر وہ دیکھ لیں آسمان سے ٹکڑا گرا ہوا تو وہ کہیں گے یہ تو بادل ہے، تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑیے، حتیٰ کہ یہ اُس دن کی ملاقات کریں گے، جس میں یہ پہوش کئے جا دیں گے۔

تو رب العزتہ نے ان کے سوال کا آخری جواب دیا۔ کہ اگر ہم ان پر ٹکڑا بغیر تباہ کر کے گرا دیں تو یہ بے ایمان اپنی من گھڑت تاویل کر کے گھنا بادل کہہ کر ٹال دینگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تباہ کرنے والا ٹکڑا اگر نہیں سکتا۔ کیونکہ وعدہ خلافی ہوتی ہے۔ سُبَا | وَ اِنْ یَّسِدْ کِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا یَّقُولُوْا سَحَابٌ مِّنْ مَّوْءَرٰثِہُمْ

۲۶ | اے اللہ! اگر وہ دیکھ لیں آسمان سے ٹکڑا گرا ہوا تو وہ کہیں گے یہ تو بادل ہے، تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑیے، حتیٰ کہ یہ اُس دن کی ملاقات کریں گے، جس میں یہ پہوش کئے جا دیں گے۔

قرآن۔ اب مرزائی کہیں کہ اگر آسمان سے ہی صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما کر
مکڑا گرا دیتے۔ تو کفار ایمان لے آتے، اب خداوند تعالیٰ کی بات سچی سمجھیں جو اس نے حقیقت
کفار ظاہر فرمادی یا مرزائی کی۔ پھر اس بات کا خداوند کریم جواب دیوں۔ فذکرہم
تو حضور آپ ان کو چھوڑ دیجئے۔ یہ کہیں کہ عذاب ضرور چاہیے کیا تم خدا کے شریک بنتے
ہو؟ اگر خداوند تعالیٰ مرزائیوں کے اشارے پر چلتا تو ضرور گرا ہی دیتا۔ لیکن ان کی کون سنے،
مرزائی دوستو! قرآن کریم پڑھو۔ اور اپنے ایمان کو درست کر لو۔

کفار کا چوتھا سوال۔ اَوْتَاْنِيْ يٰاَلٰهِيْ وَ اَمْلِكُ مَكَّةَ قَبِيْلًا د يٰاَلٰهِيْ اَوْتَاْنِيْ يٰاَلٰهِيْ a

خداوند تعالیٰ ان کو خود یا ملائکہ کی زیارت سے مشرف کرواتا۔ لیکن نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان کا خاکستر ہونا یہ بھی مولا سے ذوالجلال کو گوارہ نہ تھا۔ اس
واسطے ان کو اس کے جواب میں ان کے بھائیوں کی یاد تازہ کرانی ہی کافی سمجھی فرمایا،
فَقَدْ سَالُوا مُوسٰى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ تمہارے ہی بھائی موسیٰ علیہ السلام بنی
اسرائیل سے اس سے بڑا بڑھ کر سوال کر چکے ہیں۔ اور علی جواب دیکھ چکے ہیں، اب اسی جواب
کو نئے سرے سے دہرانایہ خلاف قانون ہے۔ اگر خداوند کریم یا ملائکہ کے انوار کو کفار
کے ایمان لانے کے لئے اسے ظاہر کرنا مقصود ہوتا اور مرزائیوں کی خوشنودی منظور
ہوتی۔ تو ان کو جیل و عذاب کا جواب کبھی نہ دیتے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خود
اس کی ذات یا ملائکہ کے آنے سے کفار کو مومن بنانا مقصود ہوتا تو رسل کو رب العزّة
نہ مبعوث فرماتے اور جب رسل کو بھیج کر صراطِ مستقیم کی طرف بلانا قانونِ الہی

مقرر ہو چکا تو خداوند اپنے قانون کو کفار سے لے کیسے بدل دیتے اور اگر کوئی مرزائی کہے کہ خداوند خود نہ بھی کسی فرشتے کو ہی بھیج دیتے بھلا ان کی تسلی ہو جاتی اور وہ ایمان لے آتے۔ تو سب العنت نے اس کا جواب بھی دیا کہ اگر فرشتے رسل کی جگہ بھیجتے جلتے تو انہوں نے ان کفار کو مہلت نہ دی ہوتی تھی۔ ذَاتَ الْاُولَادِ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ جَوَابَ دِیَا۔ ذَلُوْا اَنْتُمْ لَنَا مَلٰٓئِكَةً لِّقَضٰی الْاَمْرِ ثُمَّ لَا یَنْطَلِقُ ذٰنٌ ہ جونہ مانتا تو اس کا کام پورا کیا جاتا۔ اور ان کی اپیل بھی نامنظور ہوتی، پھر ان کے بہانے کوئی نہ سنتا۔ یہ میرا جہ ہے کہ میں نے اُن کے لئے رسل مبعوث فرمائے ہیں۔ فرشتے نہیں بھیجے۔ جیسا کہ شہر کا انتظام ہے۔ اگر فوج کے سپرد کیا جائے تو پھر وہ قانون کی خلاف ورزی برداشت نہیں کر سکتے۔ بلکہ جب کسی نے خلاف قانون کیا۔ فوراً گولی چلا دی۔ تو خدائی فوج کے سپرد نہ کرنا یہ ذوالجلال کی رحمت ہے۔ اور یہ رحم خداوندی بھی تعلقات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ہے ورنہ اگر تمہاری طرف نظر فرما دے تو تم تو بغیر عذاب الہی ماننے والے نہیں۔ جہتیں اور تاویلیں تلاش کر کے قرآن مجید کے معانی بدل کر اپنا اُتو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہی سبب العنت نے ارشاد فرمایا ہے۔

الْعَامِ ذَلُوْا اَنْتُمْ لَنَا اَلِیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ذٰکُمْہُمُ الْمَوْتٰی وَحٰشٰی نَاخِلِیْہِمُ
کُلَّ شَیْءٍ قُبَلًا مَّا کَاثُوْا اِلَیْہِ مِنْوَالَا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ یہ تو صرف فرشتوں کی رسالت کے طلبگار ہیں۔ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیں۔ اور ان کو مردے (نبرد) سے اُٹھ کر کلام کریں اور ان کے آگے (ان کی مطلوبہ) ہر شے جمع کر دیں تو یہ ایسے نہیں، کہ ایمان لے آ دیں۔ (بے ایمان ہی رہیں گے)۔ سوائے مثبت الہی کے۔ اگر مثبت الہی ہو۔ تو پھر ان کو زبردستی مومن بنادے۔ فرمایا۔ ذَلُوْا اَنْتُمْ لَنَا اَلِیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ذٰکُمْہُمُ الْمَوْتٰی وَحٰشٰی نَاخِلِیْہِمُ اور اگر اللہ چاہے۔ تو تمہیں ایک ہی گروہ بنادے۔ لیکن چونکہ قانون شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقرر ہو چکا ہے۔ لَا یَا کْفَرُ اِنَّ الدِّیْنَ دِیْنِیْ میں زبردستی نہیں فرمایا فرمایا فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیُکْفَرْ جو چاہے ایمان لائے۔ اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ الحاصل جب عالم الغیب نے ان پر فتویٰ لگا دیا۔ کہ یہ بے ایمان ہی رہیں گے۔ یہ ملائکہ کی رسالت سے بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ تو ہم مرزائیوں کا کیسے

اعتبار کر لیں۔ کہ اگر فرشتے نازل ہو جاتے تو کفار مسلمان ہو جاتے۔ تو سب احتیاطاً نے ان کے سوال تامللاً مٹکةً تَبْلَاً کا جواب حَشْرٌ نَاعْلِيْهِمْ كُلٌّ مِّثْلُ مَثَلٍ سے پورا ٹھونک کر دیا۔

کفار کا پانچواں سوال۔ اَوْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ رُّحْرٍ يٰۤاَسُوْنِیْ کا مکان ہوتا۔ اس کا ایک جواب تو گزر چکا۔ وَ لَجَعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔ اور دوسرا جواب۔ کفار زخرف کے مکان کو معیار نبوت سمجھنے لگے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ زخرف ہی نازل فرمادی۔

زخرف | اِنَّ يَكُوْنُ النَّاسُ اُمَّةً وَّ اَحَدًا لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ
۲۵
۳ یٰۤاَسُوْنِیْ حُمْنٍ لِّیُبْوِیْرَهُمْ اَبَۤاءُ وَّ اَبْنَاؤُ سَمِیْ دُرًّا عَلَیْهَا یَتَّكِبُوْنَ وَ رُحْرًا وَّ اِنَّ کُلَّ ذٰلِکَ لِنَا مَتَاعٍ الْحَیٰوَةُ الدُّنْیَا وَّ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّکَ

لِالْمُتَّقِیْنَ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس سونے کے خواہشمندو، تم کہتے ہو کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے مکان ہوتے۔ (اگر تم سے یہ توقع نہ ہوتی، کہ کافر لوگ متفق ہو کر ایک ہو جائیں گے۔) اور سمجھنے کے کہ ہم سچے ہیں، تو ہم نہ حُمْن کے منکروں کے واسطے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے۔ اور ان پر چڑھنے کی سیڑھیاں اور دروازے بھی چاندی کی بنا دیتے۔ اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ وہ بھی چاندی کے بنا دیتے اور یہ تمام چیزیں سونے کی بھی بنا سکتے ہیں۔ اور یہ تمام نہیں مگر دنیا کی زندگی کا نفع ہے اور آخرت آپ کے رب کے پاس بہ میزگاروں کے لئے ہے۔

کیا تم نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سونے کے مکان کو سچائی کا معیار مقرر کیا۔ ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں تمہارے سونے چاندی کے مکانات بنا سکتا ہوں۔ اور جب تمہارے سونے چاندی کے مکانات بن جائیں۔ تو کیا تم نبی بن جاؤ گے تمہارا یہ بھی معیار غلط ہے۔ اگر میں ان کے مکانات ایسے بنا دیتا۔ تو ان بے ایمانوں نے اٹھا کھٹا تھا۔ کہ ہم کچھ ہر میں۔ اس واسطے خدا نے ہمیں اتنا سونا چاندی فراخی سے دیا ہے، جیسا کہ اب مرزا علی اسی آزمائش میں گرفتار ہیں۔ لیکن رب العزّة نے فرمایا۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سونے چاندی کا حریص ثابت کرنا چاہتے ہو۔ یہ تمام سامان دنیا کی زندگی کا ہے یہ میرے پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ عظیم ہے،

کہ تمہارے اُکسانے سے دنیا کے مال کی خواہش نہیں فرماتے۔ بلکہ مُبَحَّانِ رَہْتی هَلْ کُنْتُ بِالْاَبَشَرِ اَمْ سُوْلًا فرما کر اپنی انکساری کر کے اسی حال میں اپنے رب کی تسبیح بیان فرما رہے ہیں۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا چاندی تو امتی ہیں۔ کوئی غوث ہے۔ کوئی قطب ہے۔ کوئی ابدال ہے۔ کوئی صدیق ہے۔ کوئی شہید ہے۔ یہ مال باقی رہے۔ جس سے تم محروم ہو۔ وہ نانی ہے۔ جس کے تم طلبگار ہو۔ اَلتَّائِبُ لِرَبِّهِ الْاَلِیُّ هُوَ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِالْذِّیْقِ هُوَ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِالْذِّیْقِ کو سونے چاندی کی رغبت دلا کر فنا کی طرف لیجائیں۔ نہیں نہیں یہ یہی نہیں سکتا۔ بلکہ وہ آپ کی ذات ہے۔ جو لوگوں کو زندگی بخشتے ہیں۔ یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَا کُمْ لِیْمٰیْحَیْیَکُمْ۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کرو۔ جب تمہیں بلائیں، واسطے اس کے کہ وہ زندگی بخشتے ہیں تم کو۔

باقی رہا کفار کا چھٹا سوال۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَاءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِمَنْ قَبْلَکَ حَقِّ نَزْلِ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقِیْ عٰثَ۔ یہ کفار کا آخری سوال ہے۔ جب سمجھ لیا۔ کہ خداوند تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات میں کمزور ہونے دیتے ہی نہیں۔ سونے کا اعتراض کیا۔ تو بھی سب العنّۃ نے منہ توڑ جواب دیا۔ کہ میں ان کفار کے مکانات بھی بنا سکتا ہوں۔ جب اپنے ہر سوال میں ناکام رہے۔ تو تنگ آکر آخری سوال پیش کیا۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَاءِ۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ کفار کا آخری سوال جو انہوں نے سمجھا۔ کہ انسان کا آسمان پر چڑھنا محال ہے۔ نہ یہ چڑھ سکیں گے اور پھر نہ ہم سے بات کہنے والے بنیں گے۔ اور مرزائی بھی باقی سوالات کو ممکن سمجھ کر خاموش رہا۔ لیکن اس سوال پر اس نے بھی اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ اس میں شمولیت فرمائی۔ کہ واقعی یہ کڑا سوال ہے۔ اور انسان سے ناممکن ہے۔ اور واقعی آسمان پر چڑھنے کی بشری طاقت کہاں اور اگر ہوتی تو هَلْ کُنْتُ بِالْاَبَشَرِ اَمْ سُوْلًا کیوں جواب دیتے۔ یہ نہ سوچا کہ یہ سوال کفار نے تو معیار نبوت کھڑا کر کیا تھا۔ اگر ہم بھی یہی سوال پیش کریں گے تو ہمیں بھی مسلمان تشابہت تلویہم کہہ کر انہیں سے شمار کریں گے۔ جیسا کہ مرزائیوں کے اعتراض سے صاف ظاہر ہے۔ لہذا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے

قائل تو بن پرکھے ہی ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب چونکہ ایک ٹیلہ پر نہ چڑھ سکتے تھے۔ لہذا تمام انبیاء علیہم السلام کی ایسی ہی طاقت ہوتی ہوگی۔ ورنہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی چڑھ سکتے تو ہَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ مَا تُغْتَابُونَ فرماتے۔ اس اعتراض کو قائم رکھتے ہوئے اب بھی اگر جماعت مومنین میں کہلاؤ تو اس سے زیادہ دھوکہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کم از کم قرآن کریم ہی کچھ مطالعہ کر لیتے۔ تو شاید کہیں اس کا جواب مل جاتا لیکن یہ تو معترضین نبوت جماعت ہیں، شمولیت پسند کرتے ہی نہیں، عجیب تو رب العزّیٰ اور اس کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں۔ خیال۔

حجر | ذُو قُنُوتًا عَلَيْهِمْ بَابُ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ بُعُوثًا فَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ
۱۴ | أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ۝ اور اگر ہم ان پر آسمان سے دروازہ
۱ | کھول دیں تو یہ کفار اس میں چڑھ جائیں۔ (تو پھر بھی یہ کفار) کہیں گے ہماری آنکھوں کو پھپھوش کیا گیا ہے۔ بلکہ ہمیں جادو کیا گیا ہے) رب العزّیٰ نے کفار کے اذنیٰ فی السّماء کا جواب دیا۔ کہ یہ تو آسمان پر چڑھنے کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بالا سمجھتے ہیں۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو ذرّۃ اعراسِ اوسما ہیں ان تمام کیلئے اگر آسمانی دروازے کھول کر چاہوں تو ان کو بخشد ہے چڑھا دوں۔ کوئی طاقت بشری کے خلاف نہیں۔ لیکن یہ بے ایمان پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اپنی جعلی تاویلوں سے بہانہ بنائیں گے۔ کہ ہمیں آسمان پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ یا تو جھپوش کیا گیا ہے۔ یا بذریعہ جادو کچھ مسحور کیا گیا ہے اور ان کی یہ حقیقت صحیح ہے۔ کہ یہ بے ایمان میرے اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل نہ ہونگے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہی مرزائیوں والا اعتراض پہلے کفار بھی کر چکے ہیں اور طاقت بشری کو آسمان پر چڑھنا محال سمجھتے تھے۔ حالانکہ محال نہیں۔

مرزائیوں کا رفع سعادتی کو عینی علیہ السلام کے متعلق محال سمجھنا اور اسی بحث کو مقدم اور مرزائیت کا دار مدار اسی کو بنانا یہ واقعی کفار کے اسی اعتراض کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اور حالِ الغیب وَالشَّهَادَةِ کو یہ علم تھا۔ کہ مرزائی رفع سعادتی کو محالات سے تصور کرینگے۔ لہذا اسی مسئلہ کو رب العزّیٰ نے ایسا آسان فرما دیا۔ کہ میں کفار کو بھی آسمان پر چڑھا سکتا ہوں۔ لیکن یہ بے ایمان پھر بھی ایمان نہ لادیں گے۔

جیسا کہ آج کل مرزائی - آؤ مرزائیو! سی نع سہادی عیسوی کو محال سمجھنے والو تائب ہو جاؤ اور طاقت الہی اند فرمان یکتائی اور احادیث مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم کو کونہ ٹھکراؤ ورنہ نسل سکرت ث ابصا ح ننا کہو گے۔

اور جب کفار نے دیکھا کہ سب العنۃ تو ہمیں بھی آسمان پر چڑھانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ تو بے ایمانوں نے پھر ایک اور قید بڑھا دی۔ جس سے خود نبوت کی خواہشمند کا اظہار کیا۔ وَلَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْضُ عَنْهُ۔ ہم آپ کے آسمان پر چڑھنے سے بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ حتیٰ کہ ہم پر تو کتاب نازل نہ کرے ہم خود اس کو پڑھیں۔ پھر ہم آپ کو سچا مانیں گے ورنہ نہیں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ کفار کو بھی خداوند تعالیٰ کے فرمانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر تشریف لیجانے کا یقین ہو چکا تھا۔ لیکن انہوں نے ایسی کڑی قید لگائی، کہ آپ ہر کتاب نازل فرمادیں۔ تو کتاب انبیاء علیہم السلام اور رسل علیہم السلام پر نازل ہو سکتی ہے، دوسرے پر نہیں۔ اور آپ کے بعد نبوت کا دروازہ چونکہ بند ہو چکا تھا۔ تو خداوند کریم نے کفار کی تمام باتوں کا جواب دیا۔ کہ ان کی مطلوبہ صورت کے مطابق تو ناممکن ہے اگر نبوت جاری ہوتی۔ تو سب العنۃ ان کی بات کو من و عن جواب دیتے۔ لیکن جو ممکن ہو سکتا تھا۔ پورا جواب دیا۔ کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کتاب تمہارے سامنے اتار دیں اور تم اپنے ہاتھوں سے اسے لیں۔ لیکن پھر بھی یہ بے ایمان نہ مانیں گے۔ فرمایا۔

انعام ۷۰ | وَتَوْنَزَلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا بَارِئًا قُرْطَاطِيسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالِ الْذِّنِ
۷۱ | كَفَرُوا ذٰلِاٰنَ هٰذَا اِلٰهٌ سَخِرٌ مُّبِيْنٌ۔ اور اگر ہم آپ پر چھٹی اتار دیں۔
۷۲ | کاغذیں لکھی ہوئی تو یہ اپنے ہاتھ سے بھی اس کو لے لیں۔ تو پھر بھی یہ کفار
کہیں گے کہ یہ سوا ظاہر جادو کے اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہیں۔ اس واسطے فرمایا۔ کہ ہم اگر آپ پر تحریر شدہ چھٹی نازل فرمادیں۔ اور یہ اپنے ہاتھوں سے لے لیں۔ تو بھی یہ ایمان نہ لادیں گے۔ کیونکہ جب ایسی معجز کتاب جس کی مثل یہ نہیں لاسکے۔ آپ پر نازل شدہ ان کے سامنے موجود ہے۔ اور یہ ایمان نہیں لاتے تو یہ اس صورت مجوزہ

سے بھی کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ اس واسطے ان کو اس کے متعلق بھی یہی جواب دیجئے کہ **ہَلْ كُنْتُ بِالْآبَشَرِ اَوْ مَوْلاَ** حالانکہ بشر کے بعد جو لفظ رسول ہے۔ اس سے ہی ان کا جواب ذی شعور کے واسطے کافی ہے۔ کیونکہ آسمانی کتاب کا لانا اور رسالت ان میں اتحاد ہے نہ کہ تغایر ذاتی۔ جو تم نے سمجھا ہے۔

تو تمہارا خیال کہ آسمان پر بشر کا جانا محال اور قدرت کے دراء ہے۔ یہ غلط ہے اور خداوند تعالیٰ نے کفار کو آسمان پر چڑھانے کی دعوت بھی دی۔ لیکن ایمان شرط رکھتی۔ اگر وہ اپنے ایمان لانے کی شرط منظور کر لیتے تو کیا تمہارے خیال میں خداوند کریم اپنی شرط سے معاذ اللہ پھر جاتے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو، کہ یہ سُنَّة اللہ کی خلاف ہے۔ اگر سُنَّة اللہ کے خلاف ہوتا تو اللہ تعالیٰ کفار سے ایمان کی شرط لگا کر نفع الی السماء کی دعوت نہ دیتا۔ معلوم ہوگا کہ آسمان پر انسان کا جانا سُنَّة اللہ ہے۔ لیکن ایمان شرط ہے۔

اب اے مرزا یحییٰ! تم کہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ تم مومن نہیں سمجھتے۔ تب ہی تو ان کے نفع الی السماء کے قائل نہیں ہوتے؟ یا تم خود ایماندار نہیں جس کی وجہ سے تم عیسیٰ علیہ السلام کے نفع الی السماء کے قائل نہیں۔ ان دونوں امور سے ایک تو ضروری ہے۔ اب تمہارے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ یہ ہے پوری آیت اور کفار کے تمام اعتراضات اشعل مشائخ نے جن کے جوابات منہ توڑ دئے۔ جن کی تحریف کر کے اور اغماض کر کے اپنے ایمان کا پول نکالا ہے۔ جو ہر ادرلی الذبصاں اور ایماندار پر واضح ہو چکا ہے۔

اور اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماوی طاقت مطلوب ہو تو کیا تمہارے ایمان لانے کے واسطے چاند کا ٹکڑے ہو کر نیچے آ جانا اور پھر آسمان پر جا کر اگٹے ہو جانا اور ان ٹکڑوں کے نشانات بھی بدستور ہوں تاکہ بے ایمان چاند کو دیکھ کر ہی طاقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہو جائے۔ لیکن جس کی قسمت اچھی ہو، اس کے واسطے ہی آپ کی نبوت کافی ہوتی ہے۔ کیا جس کی طاقت آسمانی چاند کو جس کا مقام زمین ہے ہی نہیں، زمین پر گرادیں یہ ہو سکتا ہے اور کیا زمین کے باشندے کا آسمان پر جانا محال؟ ذرا خدا سے ڈرو۔ مرزا جی کی قبر میں تم نے نہیں جانا اور نہ مرزا جی

نے تمہاری قبر میں کام آنا ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمہارے کام آئیں گے۔ اگر ان پر پورا ایمان لے آؤ گے تو آپ کے آسمان پر چڑھنے کا یقین تو کفار کو بھی تھا۔ جب ہی تو کہا دُنْ لَوْ مِنْ لِسَانِ قَيْدٍ اور ہم آپ کے آسمان پر چڑھنے سے بھی ہرگز ایمان نہ لاویں گے، حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُؤُهُ حتیٰ کہ تو ہم پر کتاب اتارے۔ ہم خود اس کو پڑھیں، تو چونکہ وہ خواہشمند نبوت تھے۔ اجر اسے نبوت کے بغیر وہ ایمان نہ لاتے تھے۔ لہذا ان کو ایسا ہی سبب العزتؑ نے جواب دیکر ان کو بے ایمان ثابت کیا۔ اور اگر وہ اس میں اجر اسے نبوت کے مستدعی نہ ہوتے۔ تو شاید اللہ تعالیٰ ان کے ایمان لانے کی کوئی صورت نکال دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سبب العزتؑ کو بیخ ان کی اسی قید سے تھا۔ تو جواب دے دیا۔ کہ ان بے ایمانوں کے ہاتھ میں آپ اگر چھٹی بھی لاویں گے۔ تب بھی یہ بے ایمان باز نہ آویں گے۔ اب تمہارا کہنا کہ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا سے کیوں ٹال دیا۔ اگر سنتے اللہ آسمان پر جانے کی ہوتی تو آپ آسمان پر ضرور ان کے سامنے تشریف لے جاتے شاید وہ ایمان لے آتے یہ تمہارا قیافہ غلطی ہے۔ مخلوق کے متعلق اپنے مرزائیت کے قیافے تم لگا سکتے ہو خواہ غلط ہو یا صحیح۔ لیکن منشاء الہی میں تم کوئی دخل نہیں دے سکتے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے اور ان کو علم بھی تھا پھر وہ ان پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ اپنی بے ایمانی میں وہ اتنا تجاؤز کر گئے۔ کہ اس کو اللہ خدا کا بیٹا ہی کہنا شروع کر دیا۔ تو آپ اگر آسمان پر ان کے کہنے سے تشریف لے جاتے تو حجة العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کیا فرق ہوتا۔ اور ان یہودیوں نے بھی یہی کہنا تھا۔ کہ تمہاری شان اور شان عیسوی میں کیا فرق رہا۔ برابر ہی تو رہے۔ اسی واسطے هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ مَا كُنْتُمْ کہہ دیا۔ تو آپ کا یہ ارشاد بطور انکساری محض ان کی بے ایمانی پر مہر لگانا تھا۔ ورنہ جب اللہ کریم عرش معلیٰ پر آپ کو بجسیدۂ دعوت دے چکے تھے۔ اور براق کی سواری صحیح کر بلا چکے تھے۔ اور عرش پر آپ کا تشریف لے جانا یہ بھی مرزائیوں کے لئے سوگ ہے۔ اور تعریف کرنے والے تعریف ہی کر رہے ہیں چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر بطور محبت یاد آگیا۔

حبیب خدا اشرف انبیاء کہ عرش مجیدش بود مشکا

سوار جہاں گیر لکیراں بَران کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
تو پھر آپ کو خود سببت العزت کے دربار میں آسمان پر چڑھنے کی التجا کرنے کی کیا
ضرورت تھی۔ اور جو قدرت رکھتے پھر انکساری کرے، انکساری تو اسے ہی کہتے ہیں۔ اور
آپ نے اُن کو جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضور کی طرف سے علیٰ کُلّ شئی قد بدرک
معین نے ان کے اس استحقاق پر اُن کو نگاہ نفرت سے دیکھتے ہوئے دَلَوْ فَحَنَّا
سے اپنی طاقت کا اظہار فرما کر تمہارے مرفیع رالی السماء کو خلافت مُنتَنی اللہ
کہنے کو باطل ثابت کر دیا۔

”مرزائی“۔ تم نے یہ کہہ دیا کہ یہ حیات مسیح کا عقیدہ کفار کا تھا۔ کیا یہ واقعی ہے۔
تو تم نے اپنی زبان سے کفر کا اقرار کر لیا۔

”محمد عمر“۔ دوسرے مرزائیوں کو بات آٹنے کا ڈھب خوب ہے۔ فقیر نے عرض کیا
ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر تشریف لے جانا اتنا بدیہی ہے۔ کہ جس سے کفار
بھی منکر نہیں۔ یہ عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام ناصری فرمان بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بھی صحیح حدیثوں میں مروی ہے۔ جو انشاء اللہ آگے آئے گا۔ اور صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کیا اُن پر بھی یہی فتویٰ لگاؤ گے۔ خراس
ڈرو۔ تم سچے۔ باقی بمعہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
تا ہنوز تمام امت چھوٹے ہو گئے۔ اس مسئلہ میں علیہ السلام کی سماوی زندگی کی صداقت
تو ایسی بین ہے۔ کہ کفار بھی اس کا انکار نہیں کر سکے۔ جیسا کہ سورج اگر روشن ہو۔ تو
اتنا بدیہی ہوتا ہے۔ کہ ہر منکر کا فر بھی اس کے روشن ہونیکا اقراری ہوتا ہے۔ اور اس وقت
منکر کو لوگ بے ہوش یا پاگل کہتے ہیں۔ جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے
کفار بھی قائل تھے۔ ایمان لائیں یا نہ۔ تو ایسی بدابہت کا اگر کوئی انکار کرے تو بدیہی
امر کو کفار کے کہنے سے جھوٹا نہ کہا جائیگا۔ بلکہ منکر کو کفار سے بھی بدتر کہا جائے گا۔
جیسا کہ توحید کے متعلق ارشاد الہی ہے۔ قُلْ مَنْ مَّابِ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
سَيَقُولَنَّ يَلَّہ۔ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے پوچھئے کہ سات آسمانوں کا رب
اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔ تو وہ کفار بھی جلدی کہیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ تو کہا اس امر
کا تم مرزائی اس قول کفار سے جو مطابق واقعہ ہے صحیح کہو گے یا کفار کے اقرار سے تم حقیقت

کے منکر ہو جاؤ گے۔ کہ کفار نے چونکہ اس کی تصدیق کر دی ہے۔ لہذا ہم منکر ہیں۔ کیسی بھولی بھالی باتیں گھڑتے ہو۔ اللہ رب العزت نے ثابت کر دیا۔ کہ کفار تمام آسمانوں اور عرش عظیم کی ربوبیت کے قائل ہیں۔ تو جو اس کا منکر ہوگا تو وہ کفار سے بھی بدتر کہلائے گا۔ نہ کہ کفار کی اصلیت کو ماننے سے عقیدہ کفار کہلاتا ہے۔ جیسا کہ تمہاری الٹی عقل نے تمہیں بکھانا ہوا ہے اور جیسا کہ تم حیات سماوی عیسیٰ علیہ السلام کو اور معراج جہانی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہو۔ بیٹھے اور وہ راہ اختیار کی جس کے منکر آج تک کفار بھی نہ ہو سکے۔
ناخود و تدبیر۔

”مرزائی“۔ بھائی میری بھی توبہ۔ پھر میں انشاء اللہ کبھی زبان پر نہ لاؤں گا۔ کہ انسان کا زمین سے آسمان پر جانا سنت اللہ نہیں۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب خداوند کریم نے کفار کو آسمان پر لیجانے کا چیلنج دے دیا ہے۔ اور صرف ایمان شرط رکھتی تو میں اگر نہ تسلیم کروں تو معاذ اللہ زمرہ کفار میں شامل ہو جاؤں گا۔ اب کچھ شکوک باقی ہیں۔ امتیہ رکھتا ہوں۔ کہ آپ بڑی متانت سے جواب دیجئے۔
”محمد عمر“۔ ضرور ضرور سوال کیجئے۔ فقیر انشاء اللہ العزیز آپ کو قرآن کریم سے ہی تسلی کرے گا۔

”مرزائی“۔ ایک عجیب بات تمہارے کلام سے ثابت ہوئی۔ جو کہیں سے آج تک میرے سننے میں نہیں آئی۔ اور وہ یہ ہے کہ میں جو آیات مرزائیوں سے پڑھ چکا ہوں۔ ان سے وفات مسیح ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن تم اسی آیت سے ہی حیات مسیح ثابت کر دیتے ہو۔ کمال ہے۔ ایک اور آیت عرض کرتا ہوں وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ اور ہم نے تجھ سے پہلے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں۔ ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کس قدر غیرت سے فرمایا۔ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ لیکن ایک تم ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانتے ہو۔ مگر اس سید المخلصین کو فوت شدہ مانتے ہو۔ استدلال صاف ہے۔ کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جو أنفع الناس ہے، دنیا سے رحلت فرما جاوے اور جو پہلے کا ہو، وہ زندہ ہو۔ پس ثابت ہوا۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔

”محمدؐ۔ بھائی تمہاری پیش کردہ آیت نے تو خلود کی نفی فرمائی ہے۔ نہ یہ ثابت ہوا۔ کہ آپ کے پہلے جتنے ہیں۔ وہ تمام مرچکے ہیں۔ یہ تمہارا استنباط غلط ہے۔ اگر اس آیت سے یہی استنباط کرنا ہے۔ پھر تو بڑی جلدی تمہارا کذب ظاہر ہو گیا۔ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کئی صحابہ کرام جو آپ سے قبل کے ہیں۔ کیا ان کی پیدائش آپ سے پہلے نہیں۔ بلکہ مِّن قَبْلِكَ کے مصداق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے اور بعد میں رہے۔ خلود ان کے لئے بھی نہ رہا۔ اور نہ ممکن تھا۔ حالانکہ تمہارے مجوزہ قانون کے مطابق جو تم نے گھڑا ہے۔ یہ چاہیئے تھا۔ کہ جو آپ سے پہلے تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ تو یہ آیت کیسے درست ہوئی ایسا نہ ہوا اور نہ ہو سکتا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تم نے آیت کے معنی غلط سمجھے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرزائیوں کی دیکھنٹی کر چکے ہیں۔ اور وہی تمہارے بڑے بھائی ہیں۔ جن کے سوال کا جواب رب العزۃ نے فرمایا۔ ان کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے۔ کہ بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمہاری نبوت کو کیسے تسلیم کر لیں۔ حالانکہ تم نے ابھی اپنی عمر پوری کر کے تشریف لے جانا ہے۔ اور ہمارا بنی آسمان پر زندہ ہے۔ اور مَوْجُ اللہ ہے۔ ہم تمہاری نبوت کو کیسے تسلیم کر لیں۔ ہم تو زندہ بنی کو ماننے والے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَنۡ اَنۡ مَّتَ فَهُمۡ اَنۡحِلُوۡا یٰۤاٰرۡسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں بنائی۔ پس اگر آپ وصال کر جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ یعنی انہوں نے بھی جو آپ سے پہلے ہیں، فوت ہونا ہے۔ تو فَهَمُ الْخَالِدُوۡنَ نے حیاتِ مسیح کو ثابت کر دیا۔ کیونکہ ہسو کی ضمیر راجع ہے۔ مِّن قَبْلِہِ کی طرف۔ اگر مِّن قَبْلِہِ موجود ہی نہیں۔ تو ضمیر کا مرجع ہی درست نہیں رہتا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کا وصال ہو جائے تو کیا وہ زندہ ہیں ابھی فوت نہیں ہوئے؟ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ یعنی نہیں وہ بھی زندہ نہ رہیں گے، ان کو بھی اپنے وقت مقررہ پر ضرور موت ہوگی۔ خلود تو کسی کے واسطے بھی نہ رہا۔ تو بڑائی کی دیسی خلود کو بنانا یہ غلط ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے خلود کے ہم کب قائل ہیں۔ انہوں نے بھی آسمان سے زمین پر تشریف لا کر مرنا ہے۔ عزت خداوند کے قبضہ میں ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے رَبِّ الْعٰلَمِیۡنَ نے آپ کو سَیِّدۃ الْعٰلَمِیۡنَ اور سَیِّدۃ الْعٰلَمِیۡنَ بنا کر بھیجا ہے۔

تو تمہیں سرخم کر دینا چاہیے۔ اور کسی دوسرے کی طرف رغبت نہ کرنی چاہیے۔ خلود تو
 سوائے خداوند کے اور کسی کے لئے بھی نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و
 سلطنت جنت سے شروع ہوئی، اس زمانہ سے لیکر قیامت تک بعد میں بھی اور جنت
 میں بھی مَا دَامَتِ الْجَنَّةُ رہے گی۔ باقی تمام کے لئے نہ ایسی حکومت اور نہ نبوت۔ اور
 خدا کی نہ ابتدا نہ انتہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتدا موجود ہے۔ جس
 وقت آیت نازل ہوئی، تو آپ بالفعل حیات تھے۔ لیکن بالقوة نہیں۔ اور آپ کی
 نبوت بالفعل اور بالقوة قائم۔ اسی مقصد کو دوسرے مقام پر بَابُ الْعَزَّةِ نے
 حل فرمایا۔ اِنَّكَ مِیَّتٌ وَّ اِنَّكُمْ مَّیِّتُوْنَ ہ اس وقت آپ میت نہ تھے۔ تو اللہ
 نے اس وقت فرمایا تو بالقوة ہی مراد لیا۔ جو صاحب بصیرت پر واضح ہے۔

”مرزائی“۔ دیکھو اس آیت میں مذکور ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی میت ہیں۔
 اور وہ بھی۔ تو اس سے بھی موت عیسوی ثابت ہوتی ہے۔

”محمد عمر“۔ دیکھو بھائی اگر یہی مطلب لو گے۔ تو حیات مسیح علیہ السلام عیان ہو کر کیونکہ
 اللہ تعالیٰ نے آپ پر بھی مِیَّتٌ اِیْمٌ فاعل کا صیغہ استعمال فرمایا۔ اور ان پر بھی اِیْمٌ
 مِیَّتُوْنَ کا ہی لفظ استعمال فرمایا۔ اگر آپ کو بھی جس وقت اِنَّكَ مِیَّتٌ فرمایا گیا
 آپ میت نہ تھے۔ تو حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت۔ کیونکہ نہ آپ اس وقت میت
 تھے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تسلیم کر دو گے۔ تو اس وقت نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی فوتیدگی بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔ حالانکہ آپ اس وقت حیات
 تھے۔ تب ہی تو آپ پر آیت نازل ہو رہی ہے۔ اگر حیات نہ ہوتے۔ تو آیت کس
 پر نازل ہو رہی ہے۔ اور خطاب کس طرح صحیح ہو گا۔ تو ثابت ہوا کہ اِنَّكَ مِیَّتٌ سے
 نہ آپ میت نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ آپ بھی بالقوة اور عیسیٰ علیہ السلام بھی بالقوة۔ اور
 بَابُ الْعَزَّةِ نے اِنَّكَ مِیَّتٌ کو مقدم رکھا اور اِیْمٌ مِیَّتُوْنَ کو مؤخر۔ تاکہ ثابت ہو جا
 کہ آپ کا وصال ذاتی عیسیٰ علیہ السلام کے وصال ذاتی سے مقدم اور عیسیٰ علیہ السلام کا وصال
 آپ سے مؤخر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ اِیْمٌ مِیَّتُوْنَ کو مؤخر رکھنے کی۔ تم مرزائی بیچارے
 کیا سمجھو، قرآنی نکات کو۔ اس آیت سے آخری امر یہی ثابت ہوا۔ کہ خلود کسی کے لئے
 نہیں، جو اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے۔ نہ کہ وفات مسیح علیہ السلام، جو تم نے غلط بیانی سے

کام لیا ہے۔ حالانکہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ میں اس آیت کو کوئی تعلق نہیں۔

”مرزائی“۔ اچھا مولوی صاحب سورہ صافات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ یا نبی من بعدی، اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ میرے بعد احمد آئیگا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو من بعدی کا لفظ فرمان عیسوی قرآن میں غلط ثابت ہوگا۔ حالانکہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں۔ اگر وہ فوت نہ ہو گئے ہوں، تو من بعدی کسے صحیح ہوگا۔ پ

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب تم ہوشیاری اور ہیرا پھیری سے وفات مسیح ثابت کرنا چاہتے ہو۔ ایسے بھلا گنہگار ہو سکتا ہے۔ من بعدی کے معنی پیچھے کے ہیں۔ لیکن تمہنے قدنی ایمان کے تقاضہ سے من بعد الموت کے کئے ہیں۔ حالانکہ من بعد کے ساتھ جہتک قرینہ غرق یا ہلاکت یا موت یا قتل وغیرہ نہ ہو۔ تب تک من بعد الموت مراد نہیں ہو سکتے۔ ورنہ قرآن کریم پر حملہ کرنا ہے۔ آئیے قرآن کریم سے تحقیق کر لیں۔ کہ صرف من بعد کا استعمال بغیر قرینہ موت وغیرہ کے کیسے ہوتا ہے۔ شیخ:-

۱۔ بقدرہ | ذَاذْ ذَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَنْ يُعِينَ لَيْلَةً شَرًّا لَّتُخَذَّ ثُمَّ يُعْجَلْ مِنْ بَعْدِهَا | أَنْتُمْ ظَالِمُونَ ۝ اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس

راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر پکڑ لیا تم نے بچھڑے کو بعد اس (موسیٰ علیہ السلام) کے اب فرمائے موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ تو ان کے بعد بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ اس آیت میں من بعدہ کی ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے جبل طور پر جانے کے بعد قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ اگر یہاں من بعدہ سے مراد من بعد موتہ لیا جاوے۔ تو دوسری مقام کی آیت معاذ اللہ غلط ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

۲۔ ظہر | قَالَ مَتَىٰ نُنَادِيكَ قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ ۚ وَأَضَلَّهُمُ الشَّامِيُّ فَرَجَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضَبًا أَنْ أَوْفَاهُ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہے موسیٰ علیہ السلام) ہم نے آپ کی قوم کو آزمایا۔ آپ کے (پہاڑ پر جانے کے بعد) اور ان کو

سامری نے گمراہ کر دیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی طرف رجوع کیا غصہ اور افسوس کہتے ہوئے۔ پ

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پہاڑ پر جانے کے بعد قوم کو سامری نے بچھڑا پرستی سے گمراہ کیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام چالیس دن پورا کرنے کے بعد پہاڑ سے جب واپس تشریف لائے تو بہت ناراض ہوئے۔ اور ان کے اس کفر پر افسوس بھی کیا۔

اب تہاڈ۔ یہاں تو معاملہ صاف ہو گیا۔ کہ من بعد بھی صحیح ہو گا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی موت بھی ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ من بعد ذہاب موسیٰ الی جبل طور ثابت ہو گیا۔ اور یہی تمہیں حیات عیسیٰ علیہ السلام میں اشکال تھا۔ جس من بعد سے تم موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے تھے۔ اب وہی من بعد یہاں بھی موجود۔ اور اس وقت موت موسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔ لہذا وہاں یأتی من بعدی راسمہ احمد میں بھی آپ کی آمد من بعدی فع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء ثابت ہو گیا اور سنیے۔

۳۔ اعراف

۹
۱۸

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ حَبَدًا لَّهُ
خَوَائِفًا۔ اور پکڑا قوم موسیٰ علیہ السلام نے بعد اس (موسیٰ علیہ السلام
کے پہاڑ پر جانے) کے ان کے زیور سے بچھڑا جس کا ڈھانچہ او

آواز تھا۔

ان تین آیات سے صاف واضح ہو گیا کہ من بعد سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد مراد نہیں۔ اور اگر اس مقام پر من بعد سے موسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔ تو اس دلیل سے حیات مسیح ثابت ہوئی۔ اور سی فع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بلا تاویل و تحریف آیت فرقانی سے ثابت ہو گیا اور حیات سہادی عیسیٰ علیہ السلام کے باوجود بھی من بعد درست ثابت ہو گا۔

جب ان تین آیات میں باوجود حیات موسیٰ علیہ السلام کے من بعد صحیح ہو رہا ہے اگر حیات موسیٰ علیہ السلام نہ تسلیم کی جائے تو قرآن کریم کا انکار لازم آتا ہے۔ ایسے ہی اگر یأتی من بعدی راسمہ احمد میں بھی اگر من بعدی فع سہادی عیسیٰ علیہ السلام کے آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح نہ مانا جائے تو قرآنی آیت کا انکار لازم آتا ہے جو حیات مسیح صراحتہ ثابت کر رہی ہیں۔ اور انکار قدنی قرآن کریم کے مقابلہ میں اور

تاویل قدرنی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۴۷) - نور | وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عُثَا الْحُسْمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ

الْفَجْرِ دَحِيَّتٍ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ

الْعِشَاءِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَكُمْ - اور جو لوگ تم سے بلوغت کو نہیں پہنچے۔

تین دفعہ اجازت لیں۔ نماز فجر سے پہلے۔ اور جب اپنے کپڑے اتار کر رکھتے ہو۔ اور عشا

کی نماز کے بعد تینوں اوقات تمہارے لئے پردے کے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں

اگر بعد صلوٰۃ عشا سے مراد عشا کی قضا مراد لو۔ تو پھر قبل صلوٰۃ الفجر

معاذ اللہ غلط ثابت ہوگا۔ لہذا صلوٰۃ العشا سے مراد ادائیگی نماز کے بعد ہی ہوگی

اور نماز ادا کرنے سے فوت نہیں ہوتی۔ بلکہ قائم ہوتی ہے۔ قبل از ادائے صلوٰۃ عدم

صلوٰۃ موجود اور بعد از ادائے صلوٰۃ اثبات صلوٰۃ اور موجودیت صلوٰۃ متحقق۔

اس استدلال سے تو مرزا اثبت کی جڑ اکھڑ گئی۔ من بعد سے بجائے موت

کے مراد لینے کے اثبات متحقق ہو گیا۔

اے فرقہ مرزا بیٹا! ابتداء حیات مسیح علیہ السلام پر لبیک کہو۔ اور من بعد

من بعد الموت کی تاویل کرنے والو زفات مسیح علیہ السلام سے تائب ہو جاؤ۔

اور امید رکھتا ہوں کہ اگر تم نے قرآن پاک سمجھنے کی کوشش کی۔ تو انشاء اللہ للعزیز

حیات مسیح علیہ السلام کی سماوی زندگی کے قائل ہو کر اپنی عاقبت درست کر لو گے۔

(۵) - تحریم | وَإِنْ تَطَافُوا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ دَحِيَّتَيْنِ وَمَوْلَا الْمُؤْمِنِينَ

وَالْمَلَائِكَةِ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرُهُ - اور اگر تم ایک دوسرے کی مدد کر دو گی

اسے ازواج مطہرات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اللہ

تعالیٰ وہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور اولیائے کرام اور فرشتے اس کے بعد

یعنی ان کے غلبہ کے بعد پیشبان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بھی بَعْدَ ذَٰلِكَ سے مراد من بعد الموت نہیں۔ بلکہ بعد

از غلبہ مراد ہے۔ اگر موت مراد لی جاوے۔ تو معنی عبارت کے بھی اور منشاء الہی غلط

ہو جائے گا۔

(۶) - قلم | عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مَرْغُوبًا نَزِيْرًا - (ولید بن مغیرہ) بعد اس کے

حرام زادہ ہے۔

اس آیتہ کریمہ میں سبب العنۃ نے ولید بن مغیرہ کی قباحتیں بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ متکبر بھی ہے۔ بارہ جودان تمام ماقبل کی مذکورہ قباحتوں کے بعد ازاں وہ حرام زادہ بھی ہے۔ تو یہاں بھی من بعد الموت مراد ملی جائے۔ تو بعد از مرگ حرام زادہ ثابت کرنے کا کوئی نائدہ نہ تھا۔ کیونکہ سبب العنۃ نے ولید بن مغیرہ کی صفاتی قباحتوں کو ذکر کرتے ہوئے اس حقیقی اور ذاتی عیب کو بھی ظاہر فرما کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ذلیل کیا ہے۔ جو من بعد الموت مراد لینے سے مقصد ربانی ہی فوت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قباحت زندگی سے ہی متعلق ہے۔ نہ پس از مرگ۔
 بولو مرزائیو! لبتیک امنا یکلّا بر اللہ۔

۷۔ انبیاء ۱۶
 وَتَاللّٰهِ لَا کِبِدْنَا اَصْنَامُکُمْ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مَذٰیبَیْنَ ۝۱۶
 ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم خدا کی میں ضرور تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا۔ بعد اس کے کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔

اس آیتہ کریمہ میں بھی کفار کے پیٹھ پھیرنے کے بعد ثابت ہوا۔ اور بعد سے موت ثابت نہ ہوئی۔ یہاں اگر من بعد الموت مراد لیا جاوے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی گت بنانا فضول ثابت ہوگا۔ فتدبر و تفکر۔

(۸) لقمان ۲۱
 وَتَوَلَّوْا اَنْ مَّا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ لَہٗ وَ الْبَحْرِ یَمِیْذٌ ۝۲۱
 بَعْدَ ۝۲۰ سُبْعَۃً اَوْ حُسْبًا مَّا نَفِذْتُ کَلِمَتُ اللّٰهِ۔ اور اگر زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کے بعد ان کی سیاہی بن جاویں۔

خواہ ساتوں سمندر ہوں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ سبب العنۃ نے فرمایا کہ اگر تمام درخت قلمیں بن جائیں۔ اور اس کے بعد سمندر سیاہی بن جائیں۔ تو اگر یہاں من بعد ۷ سے مراد لو۔ کہ تمام قلموں کی فنا کے بعد سیاہی مطلب کیا ہوگا۔ تو من بعد ۷ کا مصداق غلط ہو جاوے گا۔ لہذا ماننا پڑے گا۔ کہ قلموں کی موجودگی میں سیاہی بھی موجود اند من بعد کا مطلب بھی صحیح۔

مرزائیو! آمین کہدو۔

(۹) احزاب ۲۲
 لَا یَحِیْثُ لَکَ الْنِسَاءُ مِنْ بَعْدِ ۝۲۲ لَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ

مِنْ أَشْرَافِ دُوحِ دَارِ الْفَيْحِ مَلِكُ مَمْلُوكَاتِ يَمِينِكَ أَوْ رِيَّاسُ رُسُلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں۔ بعد اس کے اور نہ یہ حلال ہے نہ آپ
 اپنی زواجی مطہرات کو بدلیں۔ اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حُسن بجزا معلوم ہو۔ مگر جو لونڈی
 ہو۔ (وہ آپ کے لئے حلال ہے)۔

اس آیت کریمہ میں من بعد سے یہ مراد نہیں کہ ازواج مطہرات کی فوتیدگی کے بعد آپ کے لئے کوئی اور عورت حلال نہیں۔ بلکہ ان کی موجودگی میں ہی۔ اب کے بعد کوئی اور آزاد عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

یہاں اگر ازواج مطہرات کی فوتیدگی کے بعد حکم امتناعی مراد لیا جاوے۔ تو ارشاد
الہی کی نافرمانی لازم آئے گی۔

لہذا ثابت ہوا۔ کہ من بعد کے معنی بعد الموت لینا اصول خداوندی کے
ہی خلاف ہے۔

۱۰۔ جاثیہ | فَمَنْ يَهْدِ يَهِدِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَتْلَا مَذْكَرٌ ذُنَّ • پس کون پیدا کریگا۔ اس (گمراہ) کو بعد اللہ کے (گمراہ کرنے کے)۔

25

۱۔ اُمّت قدنیہ کیوں؟ من بعد بغیر موت درست ہو یا نہ؟
انصاف کرو۔ اور من بعد کو من بعد الموت پر بلا قرینہ موت وغیرہ حمل کرنا قرآن
کریم کو بگاڑنا ہے۔ اب یا تو من بعد کو بآتی من بعدی میں بھی من بعد موت عیسیٰ
علیہ السلام مراد لینا چھوڑ دو۔ اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ۔ یا اس آیت
میں بھی معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی موت کے بعد ترجمہ کرو۔

یہ ہے جناب تمہارے پاپا اے قدنی کی قرآن دانی۔ جس کو قرآن کے مقابلہ میں
مقدم سمجھے بیٹھے ہو۔

اُڈ باز آ جاؤ! اور اپنے ایمان کو درست کر لو اور یارِ نبیؐ من بعدی کے صحیح معنی عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانی رفع کے بعد آید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لو۔

تِلْكَ حَقِيقَةُ الْحَشْرِ

”مزدائی“۔ آیات مذکورہ بالا سے تو خداوند کریم کے فضل سے پوری تسلی ہوگئی۔
 باقی عرض ہے۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی لمبی عمر تسلیم کی جاوے۔ تو بڑی خرابی لازم

آتی ہے۔ مکمل پاکٹ بک میں یہاں ایک سوال زائد ہے، جو ص ۲۲۵ میں ملاحظہ ہو۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَقَّاهُمْ ذَمُّكُمْ مِنْ يَسَّرَ اِلٰی اَسْمَا ذَلِ الْعَمْرِ لِكَيْلًا
يَعْلَمُ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا۔ نصل ع ۳۔

دوسری آیت۔ ذَمُّكُمْ مِنْ يَتَوَقَّاهُمْ ذَمُّكُمْ مِنْ يَسَّرَ اِلٰی اَسْمَا ذَلِ الْعَمْرِ
لِكَيْلًا يَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ج ۱ ع ۱۔

بعض تم سے وہ ہے۔ جو وفات دیا جاتا ہے۔ اور بعض تم سے وہ ہے جو ذیل
ترین عمر دانتہائی بڑھاپا کی طرف لوٹا یا جاتا ہے۔ جنکی وجہ سے وہ جاننے کے بعد
نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ اب مولوی صاحب بتاؤ۔ کہ اتنی لمبی عمر مقرر کر کے تو آپ
ان کو ذیل عمر سے موصوف کرنا چاہتے ہیں۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب پھر تم دھوکے سے باز نہیں آتے۔ یہ تو عوام الناس
گنہگاروں اور کفار کی حالت کا ذکر ہے۔ انبیا کرام ہر بات میں عوام سے ممتاز
ہوتے ہیں۔ بحسب ذات بھی اور عمر میں بھی۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کے متعلق سب
الْعَزَّةَ نے اللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنْ النَّاسِ فرمایا ہے اللّٰهُ
یہی چنتا ہے فرشتوں سے رسولوں کو اور انسانوں سے کیا چنتے اور برگزیدہ کرنے کے
یہ معنی ہیں۔ کہ ان لوگوں کو بھی ذیل عمر عطا کرتا ہے۔ کیا انبیا علیہم السلام جن کی برگزیدگی
خداوند کریم نے قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ ان کی عمر کو بھی تم رذالت سے تصور کرتے ہو
کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو پھر لکیلا یعلم من بعد علم شیا۔ کہ بڑھاپے میں
وہ ذیل عمر والا بے علم ہو جاتا ہے۔ اس کو انبیا علیہم السلام پر چسپاں کرنا تو بین نبوت
ہے۔ شاید تم نے مرزا صاحب پر ہی انبیا علیہم السلام کو قیاس کر لیا ہو۔ کیونکہ وہ

جیسے ضعف کی طرف گئے۔ علم مفقود ہوتا گیا۔ حالانکہ انبیاء عظام اس قانون سے ممتاز
ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔ لَّا اخذتہ خیر لک من الادی۔ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بچلا وقت پہلے سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ پنجابی مثال
”ستر یا بہتر یا گیا“ جو مشہور ہے۔ یہ حالت خداوند کے نافرمانوں کی ہے۔ مومنین کی
نہیں۔ کیونکہ مومنین کے اعمال صالحہ کی کثرت اس کی درازی عمر سے انکی ترقی مراتب کا باعث
 بنتی ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ بالا نے واضح کر دیا ہے۔ اور مرزا بیٹ کے اعتراض کے پرچے

اڑا دئے۔ اگر مومنین انبیا علیہم السلام کو بھی کفار کے ساتھ شامل کر دگے۔ تو بڑی مشکل بن جائے گی۔ کیونکہ پہلے اکثر انبیا علیہم السلام بڑے بڑے معمر ہوئے اور اطلب العمر بھی ہوئے۔ ان کو ارذل عمر کہنا ایمان کے خلاف ہے۔ نیچے:-

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۴۰ سال تھی۔

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر ۳۸۰ سال تھی۔

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۵۰ سال تھی۔

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۲۰۰ سال تھی۔

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ۱۸۰ سال تھی۔

بدایہ والنہایہ $\frac{1}{8}$ - حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

وَسَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتُمْ

ثابت ہوا کہ بڑھاپے میں ارذل عمر ہونا اور بے علم ہونا یہ شان انبیا علیہم السلام نہیں اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ تائب العتات کا و منکم یعنی من تبعیضہ کا ذکر ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بعض اغیار ارذل عمر ہیں۔ اپنے نہیں۔ جو انبیا علیہم السلام ہیں۔ تیسری بات یہ ہے۔ کہ جنات اور ملائکہ بھی بڑے بڑے معمر ہیں۔ کیا ان کو بھی ارذل عمر اور بے علم کہو گے۔

جہاں مرزا ایت کو ہٹا کر قرآن کریم کو بڑھا کر دیا۔ تو تائب العتات ہدایت دینگے۔

”مرزائی“ - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ نَعْمَرُهُ نُنَكِّتْهُ فِي الْخَلْقِ - ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں۔ ہم اس کو خلقت میں اُٹھاتے ہیں۔ یعنی وہ جوانی کے بعد بڑھاپے سے ہوتا ہوا نادان بن جاتا ہے۔ کیا یہ قانون عیسیٰ علیہ السلام پر حاوی نہیں۔

”محمد عمر“ - مرزائی صاحب تم نے جو آیت کریمہ پیش کی ہے۔ اس کا جو تم نے ترجمہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ یعنی لگا کر مطلب کو دوسری طرف کیوں لے جاتے ہو۔ جب تم نے خود آیت کا ترجمہ کیا۔ کہ تائب العتات فرماتے ہیں۔ کہ ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں،

ہم اس کو خلقت میں الٹاتے ہیں۔ تو اس آیت سے تو تم خود جھوٹے ثابت ہو گئے۔
 کیونکہ تم پہلے کہہ چکے ہو۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی لمبی عمر تو سب انسانوں سے زیادہ
 عمر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمادی۔ جس کو تم بھی تسلیم کر چکے ہو۔ اور قانون
 الہی بھی تم نے خود پڑا دیا۔ کہ وَمَنْ نَعْبُدْ فَتَنْكِسْہُ جِسْمٌ لِّمِیْ عَمْرَدِیْتِہِیْنِ۔ اس
 کو خلقت میں لوٹا دیتے ہیں۔ تو اس قانون سے تو عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا
 قانون الہی سے ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی لمبی عمر عطا فرمائی۔ تو اس کو
 تَنْكِسْہُ فِی الْخَلْقِ یعنی خلقت میں دوبارہ نہ لوٹا دیں تو وعدہ الہیہ پورا نہ ہو گا۔ لہذا
 عیسیٰ علیہ السلام کا خلقت انسانی میں لوٹ آنا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ خلقت
 انسانی میں ہیں۔ اس لئے خلقت انسانی میں آپ کا دوبارہ تشریف لانا اس آیت
 کریمہ سے ثابت ہو گیا۔ باقی رہا تمہارا کہنا تَنْكِسْہُ فِی الْخَلْقِ سے مراد یعنی جوانی کے
 بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا یا جاتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ کو چاہیے تھا۔ کہ تمہارے عقیدہ
 کے مطابق تَنْكِسْہُ فِی الْخَلْقِ کی بجائے تَنْكِسْہُ فِی الشَّیْبَةِ فرماتے۔ کہ ہم بڑھاپے
 کی طرف لوٹاتے ہیں۔ خداوند عالم الغیب ہے۔ اس کو علم تھا۔ کہ مرزا یوں نے عیسیٰ
 علیہ السلام کے نزول مِنْ السَّمَاءِ اِلٰی الْاَرْضِ کا انکار کرنا ہے۔ اس واسطے اس نے
 مرزا یوں کا ناک کاٹ کر رکھ دیا۔ فرمایا وَمَنْ نَعْبُدْ فَتَنْكِسْہُ فِی الْخَلْقِ اور جس
 کو ہم عمر دلا دیتے ہیں اس کو ہم خلقت میں الٹاتے ہیں۔ یعنی جس خلقت سے آتا ہے
 اسی خلقت میں دوبارہ لے جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے دونوں مسئلے حل ہو گئے
 نَفَعَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بھی اور نزول مِنْ السَّمَاءِ بھی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا اصل حقیقی نسب جو نہ سما دی ہے۔ یعنی بخیر باب کے محض عالم علوی کے دم
 سے قیام ہوا ہے۔ اس واسطے ان کا آسمان پر تشریف لے جانا بھی تَنْكِسْہُ کی بنا پر ضروری تھا
 اور چونکہ ان کا مادری قیام شکم انسانی تھا۔ اس واسطے عیسیٰ علیہ السلام کو تَنْكِسْہُ فِی الْخَلْقِ
 کے قانون سے پھر دوبارہ خلقت انسانی میں لوٹنا ضروری ہے۔ لہذا اس آیت سے حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کا سَفْعُ اِلٰی السَّمَاءِ اور نزول مِنْ السَّمَاءِ دونوں ثابت ہو گئے۔ اور جو حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی ان دونوں حالتوں کو تسلیم نہ کرے وہ اس آیت اور قانون کا منکر ہے۔
 ”مرزائی“۔ اچھا بھائی تم نے تو مجھے ہی خوب سر کے بل گرایا۔ یہ تو میری سمجھ میں خوب آگیا۔

شرع کر دیتا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت روح القدس سے ہے جو اذر کسی کو حاصل نہیں۔

پہلی طاقت یہ ہے کہ وہ پیدا ہونے ہی کلام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جب پیدا ہوتے ہی توفیقِ غنائیہ کی طاقت کے بغیر طاقت روح القدس سے کلام کر رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ادھیڑ عمر میں بھی آپ کو روح القدس کی طاقت باقی رہے گی۔ جو دوسروں سے ممتاز ہوگی۔ اس لئے رب العزت بھی عیسیٰ علیہ السلام پر قیامت کو اپنا احسان جتائیں گے۔ کہ میں نے تمہیں روح القدس سے طاقت دی جس کے سبب سے تم لوگوں سے بچپن اور ادھیڑ عمر میں یکساں کلام کرتے رہے۔ اگر ضعف پیری آپ کو لاحق ہوتا تو آپ کے کلام میں بھی ضعف آنا چاہیے تھا۔ کیونکہ ضعف پیری کے باعث ہر عضو کمزور ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے انسان بچہ ہوتا ہے۔ تو آواز بڑا ہوتا ہے۔ جب گھنڈی کھوٹتی ہے۔ تو جوانی کا زور دار آواز انسان کی جوانی پر دل ہوتا ہے۔ جب بوڑھا ہوتا ہے۔ تو آواز بھی اعضا کی طرح لرزنا شروع ہو جاتا ہے۔ بوڑھے انسان کا کلام اس کے بڑھے پے کا ثبوت ہوتا ہے۔

دوسرا مینا انسان بوڑھے کو اس کے سفید بالی اور کمزوری جسم سے اس کی کمزوری کا اندازہ بدیہی طور پر لگا لیتا ہے۔ لیکن نابینا انسان بوڑھے کے لرزیدہ آواز سے اس کے بڑھے کا اندازہ لگا لیتا ہے۔ تو اللہ رب العزت نے ایسا جملہ ارشاد فرمایا جس سے عینا اور نابینا دونوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت روح القدس کا اندازہ ہو جائے۔ فرمایا وَ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْجَرِ وَ كَفَلَا۔ اے عیسیٰ علیہ السلام! میں نے تجھے روح القدس سے ایسی طاقت بخشی، کہ تیرے اعضا پر تو کیا بڑھے پے کا اثر ہونا تھا۔ تیری آواز تک میں تو فرق نہ پڑا۔ جیسا کہ تو بچپن میں بڑوں سے بلا دھڑک بات چیت کر لیتا تھا بچپن کی وجہ سے تیرے کلام میں دوسروں کی طرح کمزوری نہ تھی۔ تو ادھیڑ عمر میں کیسے ہو سکتی ہے۔

ہذا ثابت ہوا۔ کہ مرزائی صاحب کی پیش کردہ آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات نہ کورہ بالا فرمان الہی سے ممتاز ہیں۔ اور ان کی طاقت کا ثبوت قرآن کریم نے واضح کر دیا ہے۔ اب اگر مرزائی انکار کرے تو منکرین کو سنانا فرض ہے۔ نہ منوانا۔

باقی رہا فرمانِ الہی - وَاعْبُدُوا اللَّهَ يَنْ أَمْنًا - ہم نے ایمانداروں کو طاقت دی۔
 تو یہ طاقت وقتی ہے۔ آگے ذکر ہے علی عَدَدِ هِمَّان کے دشمنوں پر طاقت
 دی۔ یعنی دشمنوں پر غلبہ دیا۔ یہاں دشمن کے مقابلہ میں وقتی غلبے کا اظہار ہے۔ نہ کہ
 عمر کے کم و بیش ہونے کی طاقت مراد ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو طاقت
 عمر عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ یہاں رُوح القدس
 کی تائید کا ذکر نہیں۔ کیونکہ یہاں لطف انسانی سے متعلق ہیں۔ اور وہاں رُوح القدس
 اصلیت اور طاقت کا اظہار ہے۔ اور علم مہد اور نبوت کا ذکر ہے۔ خداوند کریم
 ہم کو ہدایت کی توفیق بخشے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔
 فرمایا:-

فاطر | وَمَا يُعْمَرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَضُ مِنْ عَمَرٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ هَٰذَا ذَٰلِكَ
 ۲۲ | عَلَيَّ اللَّهُ يَسِيرٌ ۝ اور نہ زیادہ عمر دیا جاتا ہے۔ کوئی عمر رسیدہ اور نہ کم
 ۲ | کیا جاتا ہے۔ اس کی عمر سے گریہ لوح محفوظ میں ہے۔ بے شک یہ اللہ پر
 آسان ہے۔

اے فرقہ مرزاویہ! سن لو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میں جس کو اتنی عمر دیتا ہوں۔
 وہ لوح محفوظ میں پہلے لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر کسی کی عمر کم کر دیتا ہوں۔ تو یہ بھی پہلے ہی
 درج ہوتا ہے۔ اور یہ عمر کا بڑھانا اور کم کرنا اللہ پر آسان ہے۔ کوئی مشکل امر نہیں۔
 جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ فَتَدَبَّرْ - وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ -
 مرزائی "۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا
 أَنْهَضُوا لِنَا كُلُّونَ الطَّعَامِ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (فرقان ع ۲) - ترجمہ:- ہم نے اسے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے پہلے رسول نہیں بھیجا۔ مگر وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور
 بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مِنْ تَبْلِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب رسولوں
 کو ایک ہی طریقی میں پرہ دیا۔ بخلاف ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ بھی ہیں۔ لہذا معلوم
 ہوا۔ کہ آپ بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔
 "خدا مرزا صاحب قرآن مجید کو اپنی مرضی کے مطابق بدلنا اچھا نہیں۔ لیکن

تمہیں کیا۔ جب در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کو قبول کر لیا۔ تو آب و کس بات کا جو چاہے کر دے۔ تمہارے کفارہ مرزا صاحب جو چکے ہیں۔ رگڑو۔ جنہاں دے پٹنے چیلے جان شڑپ (پنجابی مثال مشہور ہے۔ مرزا صاحب نے جب قرآن کریم کی تحریف سے کمر نہیں اٹھا رکھی۔ تو تم بھلا کب فرق رکھتے ہو۔ جب اسلام کی لڑی ٹوٹ جائے۔ تو اس فرقہ کا کوئی دانہ بھی بکھرنے سے رکتا نہیں۔ خداوند آپ کو نیک بندہ کی توفیق بخشے۔ بھلا یہ تو بتائیے۔ کہ کجا حیات مسیح کا مسئلہ اور کجا انبیاء علیہم السلام کے کھانے کا مسئلہ۔ اس آیت کریمہ میں تو اللہ رب العزت نے تمام انبیاء علیہم السلام کے کھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ وہ تمام کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں بھی پھر اکرتے تھے۔ یعنی وہ ان لوازمات انسانی سے مبرا نہ تھے۔ تو انبیاء علیہم السلام کی ذاتیات کے لوازمات کا ذکر ہے۔ نہ موت کا۔ اور اس آیت کریمہ میں ان کی ذات سے الوہیت کے خلاف ثابت کرنا ہے۔ اور اگر یہ کہو گے کہ تمام مرسلین کھا چکے اور چل چکے۔ تو پہلی بات تو تمہاری زبان سے کذب مرزا صاحب کی پختہ دلیل بن گئی۔ کہ جب تمام رسل کھاتے تھے اور چلتے تھے۔ تو تمہارے مرزا صاحب کا دعویٰ صراحتہ تمہارے فتوے کی رد سے باطل ثابت ہوگا۔ مرزا اثیت کا تو خاتمہ ہو گیا۔ جن کا پیشوا کاذب ان کے جیلوں کا کیا اعتبار۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کھانا کھانے کی شرط اور بازار میں چلنے کو اکٹھا بیان فرمایا۔ کہ کھانا ارضی انسان کے تب لوازمات سے ہو سکتا، جب زمین کے بازاروں وغیرہ کی قوت مٹی رکھتا ہو۔ جب زمین پر ہے نہیں۔ زمین کے نیچے چلا جا دے۔ تب غذا بھی بدل گئی۔ جب آیت کریمہ سے مٹی فی الاسواق سے رفع الی السماء قرآن مجید سے ثابت ہو گیا۔ تو غذا ارضی بھی ساتھ ہی مفقود۔ جب تشریف لا دیں گے۔ تب زمین کا کھانا کھا دیں گے۔

مرزائی صاحب! ایسی من گھڑت باتوں سے قرآنی آیات کو ہیرا پھیری کرنا ایمان کے خلاف ہے۔ فقیر نے قبل ازیں تمہاری پیش کردہ آیات کے ساتھ ساتھ دوسرے دلائل مفصل سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر دیا۔ اب علیحدہ مجملہ عرض کرتا ہوں، سنئے۔

دلائل حیات مسیح علیہ السلام

دلیل (۱)۔ آل عمران ۵۱ | ذَاذَقَالَ اللَّهُ يَحْيٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ مَا اِنْعَدَفَ اِلَیَّ وَ

وَمَطْهُرٌ لَّكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَذْجَاعُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ تَوَقَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ نَاحُكُمْ بَيْنَكُمْ نِيًّا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ
فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَا عَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ
مِنْ نَاصِرِينَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝

اور جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں پورا اجر دینے
والا ہوں۔ اور تمہیں اپنی طرف اٹھائیوا لاہوں۔ اور کفار سے تمہیں پاک کرنیوا لاہوں اور
تیرے متبعین کو دنیا مت تک کفار پر فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر تم تمام کام مرجع میری
طرف ہو گا میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (جہاں میں جہنم افتخاف کرتے ہو۔ پھر جن لوگوں نے
کفر کیا تو عذاب کر دوں گا میں دنیا میں اور آخرت میں سخت عذاب۔ اور نہیں ہے انہا
کوئی مددگار اور لیکن جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے عمل صالح کئے تو اللہ ان کا
اجر انہیں پورا دیگا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ سے کُتِبَ الْعَزَّة نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سات احکام
جاری کر کے خطاب فرمایا جن سے تین امورات سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
ذات کے متعلق انعامات الہیہ تھے۔ اور چار امورات جو ان کی کامیابی کا نتیجہ مرتب
ہونا تھا۔ ان کا ذکر فرمایا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی امتیازی پیدائش کے علاوہ ان
کی زندگی بھی ممتاز بنادی۔ کیونکہ وہ اپنی عبودیت سے تجاوز نہیں ہوئے۔ اور بوقت
مصیبت خاص اپنے معبود حقیقی سے ملتی ہوتے ہیں۔ تو کُتِبَ الْعَزَّة نے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو بوقت نجات از دشمنان اپنے انعامات کی شرح فرماتے ہیں۔
فرمایا:-

أَذَقَّ اللَّهُ يُعِيسَى

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام

(۱)۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ۔ رَحْمَہُ ان کے مصائب سے خائف نہ ہوئے اور مجھ سے فریاد
کی تو بے شک میں (تیرے اس صبر کا) پورا اجر دینے والا ہوں اور تیری اس نیکی کو دنیا
میں بھی ضائع نہ کروں گا۔ کیونکہ قانون ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِیْعُ اَحْبَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فریاد کو قبول فرماتے ہوئے ان پر جو انعامات بیان کرنے مقصود تھے بوقت فریاد اپنے پہلے انعام کا ذکر فرمایا۔ اور یہ پہلی دلیل ہے۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی۔ کیونکہ اگر ان کو مردہ کر کے اجر کا ذکر کیا جاوے۔ تو معاذ اللہ خداوند کریم پر اعتراض لازم آئے گا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جو مبشر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب وہ بوقت مصیبت پکارتے ہیں۔ تو رب تعالیٰ ان کی نہیں سنتے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ تجھے مار کر اجر دوں گا۔ کتنی بُری بات ثابت ہوگی۔ معاذ اللہ شَمَّ مَعَاذَ اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں تجھے پورا اجر دینے والا ہوں۔ (تم فکر مت کرو) تو سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ یا اللہ تو کیسے اجر دیگا۔ یہی زندگی میں یا مار کر تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور کیا اور فرمایا۔

(۲)۔ وَ سَيُفْلَكُ الِیَّ رَاکِرْہِیْنَ بَلْکَہِ تَہِیْنَ بَیْنِ طَرَفَ (آسمان کی طرف) اٹھانے والا ہوں۔ اس آیت کریمہ میں خطاب ہو رہا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو کہ میں تجھے اٹھانے والا ہوں۔ جب خطاب الہی عیسیٰ علیہ السلام، روح مع جسم کو ہو رہا ہے۔ تو رفع روح مع جسم کا ہی تسلیم کیا جاوے گا۔ ورنہ خطاب خداوندی معاذ اللہ غلط ثابت ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اس مقام پر کفار کے ہاتھوں بریت مقصود ہے۔ نہ موت۔ اگر موت ہی مقصود تھا۔ تو موت کے گھاٹ تو پہلے ہی کفار اتار رہے ہیں۔ ان کو فریاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور ان کی بات کو نسی قبول ہوتی تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ رفع کا مفعول درجہ یا مقام مذکور نہیں۔ بلکہ ذات عیسیٰ علیہ السلام روح مع جسم کے ہی مفعول بنایا جا رہا ہے۔ اور چوتھی وجہ یہ ہے۔ کہ سَبَّ الْعِزَّةِ نے اور کسی نبی کی وفات پر کافع کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ لہذا سَبَّ الْعِزَّةِ الِیَّ سے مراد رفع الی السماء ہی ہو سکتا ہے۔ سَبَّ الْعِزَّةِ کی ذات ہرشی کو محیط ہے۔ لیکن رفع کا استعمال منسوبِ خداوندی پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور بلند آسمان ہی ہے جہاں قیام محال لہذا آسمان پر ہی رفع ہو سکتا ہے۔ اگر نیچے کو قبر میں جوتا تو لفظ هَبْطُ کا استعمال ہوتا۔ اور اس وقت جھجکا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات کا ہے۔ یہود مارنے پر تلے ہوئے کھٹے۔ اور خداوند تعالیٰ نے چھڑا لینے کا وعدہ کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندگی کے طلب گار

تھے۔ اور زندگی کا ہی سوال کیا۔ ایسی ایسی لمبا سبقتی اور ان کی دعا کی
 اجابت تب ہی درست ہو سکتی ہے۔ جب روح مجسم کو یہود کے مظالم سے بچایا جاتا
 اور اگر معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت سے مرتے تو کیا یہود و نصاریٰ جو ان کے مجسمے
 بنا کر ان کو معبود گردانتے ہوئے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ ان کی قبر کو نہ پوجنے لگ جاتے
 اور خبر نہیں کیا کیا سونے اور چاندی اور زمرود یا قوت جو اہرات سے کیوں نہ بجاتے۔
 اور یہود کی ناکامی بھی تب ہی ہو سکتی تھی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو روح مجسم ہی
 سبب العزة اٹھا لیتے۔ اور اگر زمین میں چھپا لیتے تو یہ بھی شان نبوی کے خلاف تھا
 کیونکہ یہ سزا اور عذاب اللہ تعالیٰ نے قارون کو دیا ہوا ہے۔ جو قیامت تک زمین
 بھی دھنسا چلا جائے گا۔ تو بجائے فریاد رسی کے اٹھا عذاب الہی ثابت ہوتا اور اگر
 پہاڑ میں چھپا لیتے تو یہ درجہ توسیبت العزة نے اصحاب کہف کو عطا کیا ہوا ہے
 تو وہ ولی اور نبی کے پناہ دینے میں کوئی امتیازی صورت نہ رہ جاتی اور اگر زمین
 پر ہی ان کی نظروں سے اوجھل کر لیتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت محال تھی۔ تو
 سبب العزة جل و علا نے ان تمام حکمتوں کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر
 پناہ دینا مناسب سمجھا۔ تو فرمایا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) کھڑا ڈرت۔ اور اپنی زندگی
 سے ناامید نہ ہو۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ ان یہود کی کیا طاقت ہے کہ تجھے
 قابو کر سکیں۔ تو میرا فرمانبردار بندہ بنی سائل۔ تو میں جو نَحْنُ اَنْتَ الْيَدُ مِنْ جَبَلِ
 الْوَيْسِ بَدِیوں۔ اَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَاں میری شان ہے۔ میں تیری
 دعا کو ایسا قبول کر دوں گا اور ایسی جگہ عطا کر دوں گا۔ جو اور کسی کو عطا نہ کی ہوگی۔ فرمایا
 ذَہَا اِفْعَلْ رَایَ۔

”مرزا جی“۔ تم نے تو مولوی صاحب بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عیسیٰ علیہ السلام
 کو بڑھا دیا۔ کیا غضب کر رہے ہو۔ کچھ تو سوچو۔

”محمد عمر“۔ نہیں بھائی عنباری عقل میں فرق ہے۔ کیا سلیمان علیہ السلام نے خداوند
 کریم سے دعا نہیں فرمائی۔

ص اَوْ هَبْ لِي مَلَكًا لَا يَنْبَغِي لِوَحِيدٍ مِنْ بَعْدِي اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

سَلِّ سَخَّرَ نَالِدُ الرِّيحِ زَجْرِي يَا مُرَّكَا كَمَا مَوْنِي عَلِيهِ السَّلَامُ نے جو دعا فرمائی

مَا بَشَرٌ اَشْرَحَ لِي صَدْرِي ذَيْبِي لِي اَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي
يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِّي ذَرْبًا مِّنْ اَهْلِي هَاسِرُونَ اِنِّي اَشْدُّ بِهِ اُذْرِي
وَ اَشْيَ كُهُنِي اَمْرِي..... قَالَ قَدْ اُذِنْتُ لَكَ يَا مُوسَى . تَوَهَّبَ
الْعِزَّةَ كِي طَرَفَ سَے جَوَاب ملا . قَدْ لَوَّيْتُ لَكَ يَا مُوسَى . اے موسیٰ علیہ السلام
تیرا سوال قبول کیا گیا . نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادتی تب بھی . کہ اپنے رفع سماوی
طلب کی ہو . یا زیادتی عمر طلب فرمائی ہو . اور رب العزۃ نے قبول نہ فرمایا ہو .
تب زیادتی ثابت ہوتی ہے . بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اَللّٰهُمَّ سَمِّیْ بِالْاَهْلِ
کی دعا فرمائی . درازی عمر کی التجا نہیں کی . دنیا و عقبیٰ کیلئے دعا فرمائی . تو یہ کہ نہ بت نہ دنی
علماء اے اشد میرے علم کو زیادہ کر . سودعا قبول ہوئی اور حکم ہوا کہ تجھے اس مقام
پر علم سکھاؤں گا . جہاں ملائکہ بھی نہیں پہنچ سکتے . اور وہاں کا واقعہ فرمایا . حَلَمَهُ
شَدِيدُ الْقُوَى . حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دعا سکھائی . اور دعا قبول
فرمائی . جو اور کسی کو وہ حاصل نہیں . اور نہ کسی کے دماغ میں یہ خبر آئی . تو ایسے ہی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی کی التجا فرمائی . تو مولائے ذوالجلال نے زندگی
کو بحال رکھنے کیلئے نرا لامقام عطا فرمایا اور مَتَوَّ قِيْلَتْ کی تفصیل دوسرے انعام ذکر انعام
سے فرمائی تو یہ دوسرا انعام عیسیٰ علیہ السلام کی رفع سماوی کی دلیل ہے . جو نص قرآنی
سے ثابت ہے . جس کے تم مرزا بیہ منکر ہو . اور ہیرا پھیری سے معنی الٹے ہو . اب اگر
رَفَعَ اِلَى السَّمَاءِ نہ ہوتا . بلکہ اپنی موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرتے . تو معاذ اللہ
یہود نبی اللہ کی تَطْهِيرِ جِسمانی جانتے نہ کتے . حلال و حرام سے بے خبر کتے . تو آپ کی
جسمانی حالت کو خراب کر دیتے . تو اللہ تعالیٰ نے سَمِّیْ بِالْاَهْلِ کے تشریح فرمادی
جو عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لئے تیسری دلیل ہے . فرمایا .

(۳) . وَ مُطَهِّرُ لَكَ مِنَ الذِّنِّ كَفْرًا وَاٰمِنًا مِّنَ الْاَهْلِ .
اس میں رب العزۃ نے وَ مُطَهِّرُ لَكَ میں لَكَ خطاب کا ذکر کر کے مرزا عیث کے
عقیدہ کی جڑ کاٹ دی ہے . کہ میں تمہیں روح جمع جسم کو کفار سے پاک کرنے والا ہوں .
اور تطہیر ذاتی کا موجود فی الخاریج ہونا . تب ہی متحقق ہو سکتا ہے . جب روح مع الجسم
ہی اٹھا کر کفار کے جال سے خداوند محفوظ فرمالیں . ورنہ تطہیر مطلق کے وعدہ سے تطہیر

کا مضمون صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور کفار سے تطہیر کو مقید کرنا یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ محض روحانی تطہیر مراد نہیں۔ کیونکہ نہ بت العزّة بنوّت بعد میں عطا فرماتے ہیں۔ تطہیر پہلے کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام کی ذات مطہرہ ہوتی ہے۔ اس میں شک ہی نہیں۔ تو مطہرہ کے ساتھ مِنَ الذّٰیْنَ کَفَرُوْا کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار سے نجات کئی روح مع الحکم کیلئے پکا ثبوت ہے۔ حد نہ تطہیر من الکفار کا تفسیر ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے عیسیٰ علیہ السلام کی مطلوبہ دعا ہی پایہ تکمیل تک نہ ثابت ہو سکے گی، یہ آیت کریمہ حیات مسیح علیہ السلام کی تیسری دلیل ہے۔ جو کفار سے اللہ کریم نے پاک کر کے آسمان پر جگہ عطا فرمائی ہے۔

(۴)۔ نہ بت العزّة نے جب حیوۃ عیسیٰ علیہ السلام سے جو مراتب متعلق تھے۔ ارشاد فرمادئے۔ تو ان عطا کردہ مراتب سے جو نتیجہ مرتب ہونا تھا۔ ذکر فرمایا کہ یہ لوگ تو تمہارے جانی دشمن ہیں۔ تو بعد از نزول من السماء جو شخص تمہاری کمان میں اتباع کریگا۔ ان کے لئے بھی میرا انعام خاص ہوگا۔ فرمایا دَجَاجِلُ الذّٰیْنَ اتَّبَعُوْكَ تُوْنِ الذّٰیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ اور جو لوگ تیرے متبع ہوں گے۔ ان کو قیامت تک کفار پر فوقیت دینے والا ہوں۔

اور یہ انعام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو کیوں نہ نصیب ہوا؟ چونکہ اُن کی امت نے ان کو ذلت کی موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی جو کہ سخت مجرموں کو سزا کے طور پر دی جاتی ہے۔ اور اگر بقول مرزا میہ ان کو ہی غلبہ ہوتا تو معاذ اللہ خداوند کریم پر بے انصافی کا دھبہ آتا۔ کہ ان پر لَقَدْ کَفَرَ الذّٰیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ۔ اور صلیب عیسوی کے باعث سے فتویٰ کفر چپاں فرمایا۔ اور پھر خداوند ان کو بقول مرزا میہ قیامت تک سلطنت عطا فرمائے۔ سبحان اللہ یہ ہے۔ فرقہ مرزا میہ کے نزدیک سلطنت جس کا مدح آج مرزا میہ ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ دَجَاجِلُ الذّٰیْنَ اتَّبَعُوْكَ سے مراد گورنمنٹ برطانیہ ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے بدعیان عیسوی پر فتویٰ کفر ثبت فرمایا ہے۔ اور متبعین وہ کہلا سکتے ہیں۔ جو ان کو ابن اللہ نہ سمجھیں۔ بلکہ نبی اللہ جو نیک عقیدہ رکھیں اور ان کے نبی اللہ ہونے کا عقیدہ سوائے امت صلیبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں رکھتا۔ تو خداوند کریم کا فرمانا دَجَاجِلُ الذّٰیْنَ اتَّبَعُوْكَ

تَوَقُّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَ أَمَرْتُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ هُوَ سَكَنَ
مِنْ - تَوَالِدُ تَعَالَى كَارِ اتَّبَعُوكَ فَرَمَانَا كَهْوِ تِيرِي اتَّبَاعِ كَرِيكََا يَعْنِي تِيرِي كَمَا فِي مِثْرَا كَبْرَا
مَانِي كَا اورو ه مَسِيحِي يَا اَمْتِي نَه بُو كَا - اَمْتِ مُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي بَادِ شَاهَت
هُو كِي - لِيَكْنِ كَمَا فِي عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَوْ مَنِينِ كَا غَلْبِه تَمَامِ كَفَارِ پَرِ بُو كَا - اَبِ خَدَا وَ نَدِ كَرِيمِ
نِي اَن وَ عَدُوں كُو كَيْسِي پُورَا فَرَمَانَا هِي - اَوِ مَسْتَبْعِينَ عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَا اِس وَ قَتِ دُنْيَا
مِي كَهِيں دُجُو دِي نَهِيں - اَكْرِي سِي تُو فَرْقِ مَرْزَا ئِيَه تَابِتِ كَرِيں - اَمْتِ عِيْسَوِي تُو اِس وَ قَتِ خَتْمِ
هِي - تُو مَعْلُومِ بُو ا - كِه اَبِ اِس قَوْمِ كُو جُو سِ حُمَّةٌ لِّلْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كِي رَحْمَتِ سِي تَائِبِ وَ سِ جُوعِ اِلَى اللَّهِ نَه بُو اُورِ كَفَرِ پَرِ مَصْرُوبِي - قَرِيبِ قِيَامَتِ
حَضْرَتِ عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي تَلُو اَرَامَتِ مُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي مَحِيَّتِ مِي اَن كُو دَرِ سَرَتِ
كِرِي كِي -

اَبِ اِس فَرْقِ مَرْزَا ئِيَه فَيَقْرَعُ عَرْضِ كَرْتَا هِي - كِه عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَبْشَرِ مُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيں - اَبِ اِن كِي رِسَالَتِ كِي بَعْدِ زَمَانِ مُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِي - اَوِ
رِسَالَتِ اَوِ سِلْطَنَتِ كِهِي اُپ كِي هِي هِي - اَوِ حَكْمِ زَبَرِ دَسْتِ جَارِي هِي - هُوَ الَّذِي
اَسْ سَلَّ سِ سُوْلُهُ بِالْهُدَى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ كَا عَلَى الدِّيْنِ كَلَه وَ لَوْ كَسْرَه
اَلْمُسْهِرِ كُوْنَه اَوِ حَضْرَتِ عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سِي بَهِي خَدَا وَ نَدِ كَرِيمِ كَا دَعْدِه هِي - وَ جَاعِلُ
الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ تَوَقُّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ -

اَبِ اِس مَرْزَا ئِيَه اِن دُنُوں وَ عَدُوں كِي تَطْبِيقِ تُو ذَرَا بِيَانِ كَرُو - اِنْ لَوْ تَفْعَلُوا
وَلَنْ تَفْعَلُوا اِنَّا نَفْعُو النَّاسَ الْبَاقِي وَ نُوْذِرُهَا النَّاسَ وَ الْحَجَّامَةَ - اُعِدَّتْ لَكَا فِرْيَنَه
اِيِي فَيَقْرَعُ عَرْضِ كَرْتَا هِي -

خَدَا وَ نَدِ تَعَالَى كَا دَعْدِه اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَا عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سِي اِسِي صَوْرَتِ مِي پُورَا
هُو سَكْتَا هِي - جَبِ شَرْعِ آيَتِ سَرْفِعَتِ كِي مَعْنِي سَرْفَعِ اِلَى السَّمَاءِ كِي جَائِيں - اَوِ اِن كَا
تَسْزُولِ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ بِقَرِيبِ قِيَامَتِ مُطَابِقِ ارْشَادِ الْبَيِّنِ وَ فَرْمَانِ نَبَوِي صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمِ كِيَا جَائِيں - اَوِ بَهْرَانِ كِي اتَّبَاعِ مِيں تُو اَمْتِ مُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِن كَا
سَا تَه دِيں كِي تُو اَللَّهُ تَعَالَى اِن كِي هَاتَه سِي اِن كِي مَسْتَبْعِينَ كُو قِيَامَتِ تَكِ جُو كِه زَمَانِ بَهِي
دُنْيَا كَا بَاتِي هُو كَا - كَفَارِ پَرِ غَلْبِ دِيں كِي - جِيَا كِه حَدِيثِ شَرِيفِ مِيں بَهِي مَذْكُورِ هِي -

وَعَصَابَةُ النَّبِيِّ تَكُونُ مَعَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ - ایک گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ (نسائی شریف ص ۳۳۳)۔

اس وقت قرب قیامت اس انعامی وعدے کو پورا فرمائیں گے۔
 اور تم مرزائی کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح مطیعین کا غلبہ کب ہوگا؟ جب کوئی ثبوت نہیں اور فرمان الہی ہونا ضروری ہے۔ تو سب العنقہ نے اس وعدہ کو ان کے نزول من السماء کے بعد دجا عمل الذین اتبعووک فوق الذین کفروا کو ضروری پورا کرنا ہے۔ اور اس فوقیت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حاضری ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی اتباع میں یعنی متبعین مومنین کی کمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ ہوگی۔ تو جنگ میں فوقیت حاصل ہوگی۔ فوق الذین کفروا سے جنگ عیسے علیہ السلام ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ فوقیت کا حصول کفار کے مقابلہ میں تب ہی ہوگا۔ جب جنگ کا اثبات ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تلوار سے جہاد کرنا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ثابت ہے۔ جو انشاء اللہ العزیز عنقریب ذکر آئے گا۔ کیا یہ حدیث سی جملہ قرآنی کا ترجمہ نہیں؟ بنی کریم کے ترجمہ کو چھوڑ کر مرزا صاحب کی تاویل کو کیسے تسلیم کریں۔ اور دجا عمل الذین اتبعووک فوق الذین کفروا تب ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ کہ جب تسلیم کیا جاوے کہ آخر قرب قیامت مومنین اور کفار میں جنگ ہو۔ اور اس جنگ کے زندہ کمان انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو ان کی اتباع اور کمان میں مومنین کو فوقیت حاصل ہو اور کفار کو شکست عظیم ہو۔ پھر یہ وعدہ اور رب العزۃ کا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جانے کی حکمت کا ظہور اب معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اس وقت کفار اتنی بلندی میں پرواز کر رہے۔ کہ دماغ اس کے سمجھنے میں مشغول ہے۔ اور اتنی طاقتور قوم جو لکھو لکھا ہوائی جہازوں سے دشمن بہ چھا جاتے ہیں، ان سے مقابلہ کرنا محال ہو جاتا ہے۔ خداوند جل وعلا نے طبقہ ہوا سے بالا آسمان اقل کی پرواز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی، تاکہ ایسی طاقتور قوم جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ہیمہ کر چکے ہیں۔ تو وہ اب اتنی زبردست طاقت میں کب کی کریں گے۔ کہ میرا بنی کہیں مغلوب نہ ہو جائے۔ اور ان کفار کے ہوائی جہازوں والا ناز عیسیٰ علیہ السلام کی خاص شکل میں جو آسمان سے دو فرشتوں کے پردوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے نزول

فرمائیے، توڑینگے، تاکہ ان کی ہوائی طاقت پر غائب آجائیں۔ اور ان کے کفر کا قلع قمع کریں۔ اور اس عظیم الشان واقعہ کی فتح کو رب العزّة نے اپنے کلام و جاعل الذین اتبعواک توّن الذین کفّوا الی یوم القیامة سے بیان فرمایا۔ اور اس وعدہ کو علی زغم انف مرزائیت ضرور پورا کر کے چھوڑینگے۔ یہ ہے جو کتنی دلیل حیات سماوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو بدالاست التزامی ثابت ہو گئی۔

(۵)۔ اور ارشاد الہی ہوا۔ کہ جب تمہارا غلبہ قیامت تک بمعیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو گا۔ تو پھر قیامت آئے گی۔ ثُمَّ اِنِّیْ مَرْجِعُکُمْ پھر تم تمام کا مرجع میری طرف ہو گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مابت المعزّة نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے عیسیٰ علیہ السلام، تمہارا کبھی اور تمہارے متبعین کا بھی تمام کا مرجع میری طرف ہو گا۔ اور لفظ ثُمَّ نے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ کی معیت میں بعد ان کے متبعین غلبہ قتال کے بعد خدا کی طرف سب کا مرجع ہو گا۔ اور ان کی معیت میں سب کفار تثلیث پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہو جائیں گے۔ اور ضمیر کھ کے خطاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکٹھا کر دیا۔ ورنہ کھ کی ضمیر کا خطاب صحیح نہ ہو گا۔ جو اہل علم کے فہم سے بعید نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہ حین حیات خطاب ہو رہا ہے۔ اور بہ حین حیات ہی اِنِّیْ مَرْجِعُکُمْ خطاب ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہوں گے۔ یہ ہے پانچویں دلیل اس آیت کریمہ کے جزو کی جو ماقبل بیان ہو چکی ہے۔ اور ثُمَّ اِنِّیْ مَرْجِعُکُمْ سے یہ یہود کو نصیحت فرمائی۔ کہ اے تثلیثیو، جب تم نے تلوٰذ عیسوی سے صحیح معنوں میں مسلمان ہو کر میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ پھر آخر جب میری طرف تمہارا مرجع ہے۔ تو بغیر عتاب ہی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لے آئے۔ اور پھر فرمایا فَاَحْکُمْ بَیْنَكُمْ نَہَا کُمْ فَبَیْہُ تَخْتَلِفُوْنَ تو (مجموعہ) فیصلہ کر دوں گا۔ میں تمہارے درمیان جو تم حیات مسیح میں اختلاف کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ حبل شادانہ نے حیات مسیح علیہ السلام کے منکرین کے واسطے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر چھٹی دلیل مسکنہ ارشاد فرمائی۔ کہ اے مرزائیو! تم سے پہلے تثلیثی مشرک کہتے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر قتل کیا۔ پھر زندہ ہو کر آسمان

پر گئے۔ یہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قادر نہیں ہو سکے۔ ان کے صلیب پر لٹکانے سے پہلے ہی میں نے اس کو آسمان پر اٹھا کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور جب تمہارا زمانہ آیا۔ تو تم نے بھی فرمان و قدرت خداوندی کو ٹھکراتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ تصور کر لیا۔ اور جب تم نے ہر آیت رفیع و حیات سماوی عیسوی کی تا دلیلیں کر دیں اور تحریف سے کام لیا۔ اور انکار پر ہی مصر رہے۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ اب میں تمہارے جھگڑے کا آخری فیصلہ مجتہد دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل فرما کر ہی کر دوں گا۔ اور تمہارے دجل و فریب کو میرا اصلی مجسمہ فیصلہ ہی پا مال اور جھوٹا کرے گا۔ یہ ہے منکرین حیات مسیح علیہ السلام کے واسطے خدائی فیصلہ۔ جس کو مرزائی کچھ کراغماض سے کام لے رہے ہیں۔ اور حیات عیسیٰ علیہ السلام میں طرح طرح کی حجت کا ذبح جعلیہ سے مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اور خداوند رب العزت نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل فرما دیا۔ تو بتاؤ مرزا یثویٰ! تمہارے پلے کیا رہیگا؟ خاک۔ جعلی تمہانیدار تب تک ہی حوام کا الانعام کو ٹوٹتا رہتا ہے۔ جب تک اصلی تمہانیدار کے دور سے کا موقع نہ آئے۔ اور اصلی تمہانیدار جب کسی جگہ آجائے تو جعلی تمہانیدار یا تو فراری ہو جاتا ہے۔ اور اس کو گرفتاری وارنٹوں سے گرفتار کیا جاتا ہے۔ یا موقع پر پکڑا جاتا ہے۔ اور اس کو جیل میں لیجا یا جاتا ہے۔ ایسے ہی جب اصلی حقیقی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لادیں گے۔ تو تم موقع پہی پکڑے گئے۔ تو بتاؤ کہ موقع پر گرفتار ہونے والے کی سزا میں کیا تردد ہوتا ہے؟ فافہم۔

اور اگر کسی کو حیات عیسیٰ علیہ السلام میں تردد ہو۔ تو وہ ان مذکورہ بالا ستہ دلائل خداوندی سے اپنا عقیدہ صحیح کر لے۔ اور اگر ان ادلتہا حق انبیاء سے بھی کسی کا شک دور نہ ہو۔ اور حیات سماوی عیسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ ہو، تو ان کے عتاب کے واسطے رب العزت نے آگے

(۷)۔ منکرین کے واسطے ارشاد فرمایا:۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاَعَذِّبْهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصُوْنٍ ۝۱۰ (لیکن جن لوگوں نے

رحیات مسیح) کا انکار کیا۔ تو عذاب کر دیں گا میں ان کو دنیا و عقبیٰ میں سخت عذاب۔ اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ العزّة نے جب تین دلائل بد لالۃ مطابق اور دو دلیلیں - بد لائل تفسنی اور ایک دلیل بد لالت التزامی ثابت فرمائے۔ جو بلا طنزہ ثابت ہو گئیں۔ تو بعد از دلائل مستہ ان دلائل مثبتہ کے منکرین کو سزا اور مومنین کو جزا کا حکم بھی سنا تھا ہی جاری فرما دیا تاکہ سامعین کو معلوم ہو جائے کہ یہ معاملہ فیصلہ شدہ ہے۔ اس میں ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا، اے منکرین حیات مسیح علیہ السلام! اگر تم نے میرے دلائل

(۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں پورا اجر دینا۔

(۲)۔ ان کا آسمان پر عجب عنصری اٹھایا جانا۔

(۳)۔ ان کو قبل از دار کفار کے پھندے سے بچا لینا۔

(۴)۔ قرب قیامت ان کی کمان میں ان کی صحیح متبع نوح محمدیہ کا کفار پر غلبہ پانا۔

(۵)۔ اور بعد از غلبہ سب کا خدا پرست بن جانے کا انکار کیا۔ تو یاد رکھو۔

تمہیں دنیا و عقبیٰ میں سخت عذاب کر دیں گا۔ پھر میرے عذاب سے تمہیں چھوڑنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (خواہ مرزا صاحب ہی کیوں نہ ہوں)۔ پھر منکرین کی سزا دلے حکم سنانے کے بعد حیات مسیح کے ادلتا پر ایمان لانے والوں کو خوشخبری سنائی فرمایا۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أَجْرَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَجِبُ الظَّالِمِينَ ہ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحین کئے۔ تو ان کو خداوندان کا ثواب پورا دے گا۔ اور ان ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ حیات مسیح کے ان ادلتا مذکورہ بالا پر ایمان لے آئے۔ اور وفات مسیح اور مصلوب مسیح کا عقیدہ ترک کر دیا اور پھر دروزن و زمین کی للج سے اپنے ایمان کو بچا لیا۔ اور اعمال صالحین کئے تو ان کی اس نیکی کا ثواب بھی ان کا رب ان کو پورا دیگا۔ اور اگر اس سزا و جزا کو سن کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔ تو حکم صادر ہوگا کہ وہ ظالم ہو

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اے امتِ قدسیہ! اگر تم عذاب شدید سے نجات چاہتے ہو۔ تو رفع و حیاتِ سعادتی عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ۔ تاکہ قرآنِ کریم پر تمہارا ایمان درست ہو جائے۔ ورنہ تمہارے لئے عذابِ شدید الہی قریب ہے۔ جس سے تمہیں بچانے والا تمہاری جماعت کا کوئی طاقت نہ رکھے گا۔ اور پھر پھپھانا کام نہ دے گا۔ وَمَا خَلَيْنَا اِلَّا الْمُبِيْن ۝

دلیل (۲) | وَتَوَلَّوْا لِهَمْدِنَا الْمَسِيْحَ عِيسٰى بْنِ مَرْيَمَ ۝ سُوْلُ اللّٰهِ وَمَا

نَسَاۤءُ ۝ تَتْلُوْهُ وَّمَا صَلْبُوْهُ ۝ وَلٰكِنْ شَبَّ لَهُمْ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ اُخْتَلَفُوْا فِيْهِ

لِنَبِيٍّ سَلَفٍ مِّنْهُ ۝ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اَتْبَاعُ الظَّنِّ ۝ وَمَا

اَسْتَلُوْهُ يٰقِيْنًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۝ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا

حَكِيْمًا ۝ اور ان کے اس قول کے سبب سے اگر فتار عذاب کیا کہ ہم نے رسول اللہ

مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیب

چڑھایا۔ اور لیکن ان کو شبہ ڈالا گیا۔ اور بے شک جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ

السلام کی ذات میں اختلاف کیا۔ ان کے متعلق صرف شک میں ہیں۔ سوائے

خیالی اتباع کے۔ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اور یقینی بات

ہے۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے

اپنی طرف اٹھالیا۔ اور ایسا کرنے میں اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے۔

مَوْلٰٓئِ ذُو الْحَبَلٰٓئِلِ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عِلْمٌ مِّمَّا

رَفَعَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى السَّمَآءِ ۝ كَيْفَ تَقُوْلُ ۝ الْعَرٰبُ

اِیْسٰی اٰیٰتِ بَیٰٓاٰنِ فَرَمٰٓئِی ۝ کہ جس میں تین امور است کو واضح اور یقینی طور پر دوبارہ

ارشاد فرمایا۔

(۱)۔ کفار یہود کا کہنا غلط ہے۔ کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا

کر قتل کر دیا۔ یہ ان کو ناواقفی کی بنا پر شک ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے شہید

عیسیٰ علیہ السلام پیش کیا گیا۔ جس کو انہوں نے صلیب پر چڑھایا۔

سوال یہ ہوتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل صلیب نہ ہوئے تو پھر زندہ ہیں

یا اپنی موت مرچکے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

(۲)۔ بَلَّیَ نَفَعُ اللّٰهُ اِلَیْهِ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہوتا۔ تو رب العزت فرما دیتے۔ بَلَّیَ اَمَاتَهُ اللّٰهُ بَلَّیَ اللّٰهُ نے اس کو (اپنی موت) مارا ہے۔ جب بجائے اَمَاتَهُ اللّٰهُ کے نَفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی ثابت ہو گئی۔

(۳)۔ اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائلین کو جہالت کا خطاب دیا۔ مَنْ اَتَّبَعَهُ هَوَاۤءُہٗ سے نوازار پھر بھی مرزائیوں کا حیات و رفع عیسیٰ الی السماء پر ایمان درست نہ ہو۔ تو اُن سے خدا سمجھے۔ پھر ارشاد الہی ہو۔ کہ تم بجائے منکرین اس حکمت رفع الی السماء کو کیا سمجھو۔ فرمایا ذَکَاۤنَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا اور اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے۔

”مرزائی“۔ وَ لَیْکُنْ شُبَّہٗ لَکُم مِّثْلِیْ مَسَّحٌ ثَابِتٌ ہُوْکَا۔

”محمد عمر“۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! مرزائیوں سے تو میرے خیال میں آریہ عربی کچھ اچھی سمجھتے ہیں۔ شُبَّہٗ صیغہ ماضی ہے۔ جو گزشتہ سے متعلق ہے۔ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا جانے کا ارادہ کیا۔ تو رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور جو اندر لینے گیا تھا۔ اس کو ان کا شبہ بنا دیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و شبہیت اس کو عطا فرمادی۔ تو یہود نامسعود نے بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس شبہ کو اُسی وقت دار پر لٹکا دیا۔ تو یہ زمانہ ماضیہ کا ذکر ہے۔ نہ آئندہ کا۔ اور اس کو خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت دی۔ اور مرزا صاحب نے مثیل ہونے کا خود دعویٰ کیا۔ ورنہ ذرا شکل کے عنوانات کا تقابل کرو۔ تو تبیین ذاتی بین ہی، اور اگر تم نے ضرور ہی مرزا صاحب کو شبہ بنانا ہے۔ تو شبہ کو صلیب پر لٹکانے کی سزا اس جرم بردی گئی تھی۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخالف تھا۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں مرزا غلام احمد صاحب نے

بھی زبانِ درازی فرمائی ہے جو عنقریب انشاء اللہ اعزیز مذکور ہوگی۔ تو اس جرم میں تم مرزائی بھی مرزا صاحب کو صلیب پر لٹکا دیتے۔ کیونکہ شبیہ لائقِ صلیب ہی ہوتا ہے۔ نو جیسا کہ ہم اس شبیہ سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس شبیہ کے ساتھ بھی اعتقاد رکھو لیتے۔ نہ تم نے وہ سزا دی۔ نہ ہم نے ویسا سمجھا۔ بلکہ ہم نے مرزا صاحب کو ہر پہلو سے پرکھا۔ سوائے بھروسہ پانے کے کچھ نہ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر صلیبی تنازع اور ان کی قوم کے جھگڑے کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لینے اور ان کی جگہ ان کی شبیہ کو دار پر لٹکانے کا ذکر فرما دیا۔ تو اس امر کی بھی ضرورت تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے زمانہ اور ان کی کارکردگی کا بھی ذکر کیا جاوے۔ تاکہ اگر اس واقعہ کو سن کر کوئی اور مدعی بن بیٹھے تو سچے اور جھوٹے میں تمیز ہو سکے۔ تو فرمایا۔

دلیل (۳) | وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ مَثْهَبٌ آ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے وقت کوئی اہل کتاب کے مدعیوں سے ایسا نہ ہوگا سوائے اس کے کہ وہ ضرور ایمان لائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر (اس ایمان لانے کی) گواہی دینے والے ہوں گے۔

سبب الغزوة نے اس آیت کریمہ میں دلیل رانی ارشاد فرمائی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت تب ہوگی۔ جب ان مثلین اہل کتاب سے کوئی تثلیث کا قائل نہ رہ جائیگا۔ بلکہ تمام توحید اور رسالت کے قائل ہو جائیں گے۔ اب حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے زیادہ اور کیا ران ثابت ہوگا۔ اگر واقعی بقول تمہارا سے مرزا شیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہوتے تو لَیْؤْمِنَنَّ بہ کی بجائے آج گرجوں میں گھڑیاں نہ بچتے اور جو صلیبی شکل گرجوں پر کندہ ہے۔ وہ نظر نہ آتے۔ اور پادری ہاتھوں میں ہاتھ لے کر صلیبی گانے نہ گاتے پھرے۔

معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام کا وصال نہیں ہوا۔ اور دوسرا استدلال (۲) لَيْزُ مِثْنٍ بِهِ قُبُلَ مَوْتِهِ، لَيْزُ مِثْنٍ صِغَةِ لَامٍ تَاكِيدٌ بَانُونٍ تَاكِيدٌ ثَقِيلٌ ہے۔ جو صیغہ معنی استقبال کی تائید کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں سب الحرة کا بصیغہ استقبال لَيْزُ مِثْنٍ فرمانا ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ زمانہ مستقبلہ ابھی آنے والا ہے۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر وال ہے۔ ورنہ اس آیت کا انکار لازم آتا ہے۔

دلیل (۴) آل عمران ۲۵ وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَعَادِ ذِكْرًا اور کلام کرے گا لوگوں کو بچپن میں اور بڑھاپے میں

مائدہ ۱۵ تَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَعَادِ ذِكْرًا۔

ان دونوں آیات سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دو حصے ہیں۔ جو واؤ عاطفہ مغایرہ سے واضح ہے۔ کہ ان کی عمر کے دو زمانے مغایرین ہیں۔ زمانہ بچپن کا علیحدہ اور ادھیڑ کا علیحدہ۔ زمانہ بچپن کا تو عیسیٰ علیہ السلام نے گزار دیا۔ اور ابھی زمانہ کھولت بعد از زمانہ نزول من السماء گزارینگے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔

طبقات ابن سعد قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ حَمْدٍ بْنُ الشَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ... ان عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ رُفِعَ كَانَ ابْنُ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ سَنَةً

وَمِثْلَ أَشْهُيْ وَكَانَتْ نَبُوءَتُهُ ثَلَاثِينَ شَهْرًا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اٹھائے گئے، آسمان کی طرف، بیسیس سال اور چھ ماہ کی عمر میں آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور کھولت یعنی بڑھاپے کا زمانہ آسمان سے تشریف لا کر بسر کیئے۔ ورنہ انکار آیت کریمہ لازم آئے گا۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حیات مسیح اور رفع مہادی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے۔ اور اس کے مقابلہ میں بخاری کا منقطع قول مستند نہیں۔ یا تقدم تاخر کے قائل ہو جلیٹے جس سے تمہاری جان بچاتی ہو۔

”مرزائی“۔ ہماری جماعت یورپ سے عیسیٰ علیہ السلام کی کہولت کے زمانہ کی تصویر شائع شدہ ہے اور ثابت ہوا کہ وہ کہولت کا زمانہ بھی گزار چکے ہیں۔
 ”محمد عمر“۔ اتل تو اس بات کو عقل ہی تسلیم نہیں کرتی کہ مہاراجا غلس سچا ہو۔ کیونکہ تین ماہ تو انہوں نے بنگال میں یودیوں کی تبلیغ میں گزارے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانی دشمن تھے۔ یہود نے ان کو کہولت کے زمانے تک پہنچنے کا موقع ہی کب دیا۔ دوسری عرض یہ ہے کہ تم نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویر میں شائع کی ہیں۔ وہ ان کی ذات سے فوٹو نہیں لئے گئے۔ اسوقت کی دشمنی تو دنیا کو عیاں ہے۔ وہ بچا۔ سے جان چھپتے پھرتے تھے۔ یہ اذکار ان مجسموں کے ثابت ہو رہے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جعلی مجسمے انہوں نے یورپ کے گریبا گھروں میں نصب کئے ہوئے ہیں۔ یہ تثلیث پرست نقلی مجسمے جس وقت چاہیں تیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے مرزا صاحب کا مقرر کیا ہوا ہے۔ یہ تثلیث کا مسئلہ تم نے جیسا ٹیٹ سے دیکھا ہے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ ان تصاویر کا اعتبار اسلام میں نہیں۔ مرزا ٹیٹ میں یہ چیز مستند ضرور ہے۔ کیونکہ جیسا کہ عیسائیت میں بھی ظل و بروز معتبر اور مرزا ٹیٹ میں بھی مذہب کا دار و مدار ظل و بروز پر ہے نہ تثلیث کے مذہب میں کوئی حقیقی و اصل شے اور نہ مرزا ٹیٹ میں کوئی اصل و حقیقت۔ ان کا عنوان بھی مسیحی اور مرزا ٹیٹوں کا عنوان بھی مسیحی۔ اسی واسطے تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مغفورہ کو مسلمان کے لفظ سے خطاب کرتے ہو۔ مہاراجے مرزا صاحب یا مرزائی جتنے بھی ہو۔ تم اپنی تحریر و تقریر میں جب لفظ مسلمان استعمال کرو۔ تو اس عنوان کے معنوں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ مرزائی اسلام میں شامل نہیں ہوتا۔
 مہاراجی اصطلاح میں مسلمان امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی کہا جاتا ہے چنانچہ اس بات کا قرائن مہاراجے خلیفہ ثانی نے بھی کیا ہے۔ سن لو۔

کلمۃ الفصل | جہاں کہیں بھی (مرزا ٹیٹوں کی تحریر و تقریر میں) مسلمان کا لفظ ہو۔ اس سے مدعی اسلام سمجھا جائے۔ نہ کہ حقیقی مسلمان (یعنی مرزائی مرزائی کی اصطلاح میں مسلمان نہیں)۔

تو محمود صاحب کی عبارت مذکورہ بالا سے صاف ثابت ہوگی۔ کہ مرزا اٹیوں کے واسطے اصطلاح لفظ مسلمان کے خطاب کی نہیں۔ بلکہ مسیحی ہیں۔ تو مرزا اٹیوں کی اصطلاح میں بھی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان ہیں۔ مرزائی مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں اور نہ کہہ دیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مثلثیں بھی مسیحی۔ اور مرزائی بھی مسیحی۔ تو جو مثل ان مسیحیوں میں معتبر وہی مثل ان مسیحیوں میں معتبر و معتبر و ظاہر نہ اسلام میں معتبر اور نہ مسلمانوں میں مستند۔ تو یہ نصا دیریں عمرائے مرزا اٹیوں کو مفید ہو سکتی ہیں۔ ہمارے مسلمانوں کے واسطے ہیں۔

میرے خیالی میں اس لئے اس مجتہد کا مرزائی عکس لائے ہوں گے کہ اس تصویر اور مرزا صاحب کی تصویر کی مماثلت کا اندازہ لگائیں گے۔ کہ یہ مثل مسیح کے مدعی تھے۔ تو بعد از تقابل شرمندگی تو ضرور طاری ہوئی ہوگی۔ اور یکتائی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ایک کونہ گرا ہوا بھی زیر نظر ضرور ہوگا۔ یا شاید عرصہ دراز گزرنے کی وجہ سے کارِ ریکر کو معاذ اللہ غلطی واقع ہو گئی ہو۔ فتفکر و تدبیر۔

ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی آسمان سے زمین پر تشریف لا کر زمانہ کہولت بسر کرنا ہے۔ اور جو شخص اس پر ایمان لایا وہ مومن بالقرآن اور مسلمان ہے۔ ورنہ نہیں۔ مولا نے کریم نے سچ فرمایا ہے۔ وَمَا تَعْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ اور بے ایمان قوم سے آیتیں اور رسل بے ایمانی نہیں ہٹا سکتیں۔

پانچویں دلیل | قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً
مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّآلِئِنَّا وَآخِرِنَا وَآيَةً
مِّنكَ وَآيَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

کہا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے، اے اللہ ہمارے پلنے والے ہم پر آسمان سے کھانا اتار ہمارے اول کے لئے بھی عید ہوگی اور ہمارے آخروں کے لئے بھی عید ہوگی۔ اور تیری طرف سے نشانی ہوگی۔ اور ہمیں تو رزق دے اور تو بہتر ہے رزق دینے والوں کا۔

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا

کہ عیسیٰ علیہ السلام نے امت کی خواہش پر دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم پر آسمانی کھانا نازل فرما۔ تو بعد ازاں اپنے دو فرقوں کا ذکر فرمایا کہ یا اللہ جب نویم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائے گا تو وہ دن میری عمر وں کے ماننے والے امتیوں کے واسطے یوم عید ہو گا اور میری آخری عمر کے متبعین کے واسطے بھی یہ عید ہو گا تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل اور اپنے آخر میں اپنوں کی دو قسمیں بیان فرمائی، واؤ مغایرت کے لئے درمیان میں رکھ دی۔ تو پہلی آیت کریمہ دلیل علاء والی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دو حصوں کا ذکر اور اس آیت کریمہ میں آپ کے ماننے والوں کے اولین و آخرین کا ذکر عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کر رہا ہے۔ اور پھر دونوں کی شکر گزاری کا بھی ذکر فرمایا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عمر کا پہلا حصہ گزار لیا ہے۔ اور دوسرا حصہ ابھی گزارنا ہے۔ جو قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہو کر گزارینگے۔ جیسا کہ آیت اول میں بوضاحت گذر چکا ہے، یہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کی پانچویں آیت اب اے مرزا بیو! اگر خداوند کریم کے کلام الخبرنا پر ایمان لانا ہے۔ تو حیات سماوی عیسوی کے قائل ہو جاؤ۔ ورنہ کیا وقت پھر باتوں نہ آئے گا۔

چھٹی دلیل | مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
مَآدَ ۵۰ | الرَّسُولُ - نہیں مسیح بن مریم (محبود) رسول کے رسول کے ضرور گذر چکے ان کے پہلے تمام رسول۔

اس آیت کریمہ میں رَبِّ الْعِزَّةِ نے دو امور بیان فرمائے۔
(۱) عیسیٰ علیہ السلام کا لقب رَبِّ الْعِزَّةِ نے مسیح فرمایا اور کسی کا نہیں۔ اگر کوئی اور مدعی بنے یا کوئی کسی اور کو سمجھے تو کا زب ہے۔
(۲) عیسیٰ علیہ السلام کا قریب قیامت تشریف لانا، تاکہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ کے آپ مصداق بنیں۔

”مرزا“ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ نے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی۔ تو تطبیق ایتیں کیسے ہوگی۔ کیسی آرٹ پلٹ باتیں بناتے ہو؟

"محمد عمر"۔ دوسرے عرض یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قد خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام گذر چکے ہیں۔ کسی کا وصال ہو ا اور کوئی زمین سے گذر کر آسمان پر چلا گیا۔ تو دونوں ہی خَلَتْ میں شامل ہوئے کیونکہ لفظ خَلَتْ دونوں کو شامل ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق ماقبل گذر چکی ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کی اشاعت چونکہ پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔ اور تمام اس لحاظ سے گذر چکے ہیں۔ اور اب جو آپ کی اشاعت ہوگی۔ وہ ان کی اپنی نبوت کی نہ ہوگی بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام شریعت کی تبلیغ فرما دینگے۔ تو خَلَتْ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی صحیح ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قرب قیامت تشریف لادیں گے۔ تو ان کے پہلے من کل الوجوه تمام انبیاء علیہم السلام کا وصال ہو چکا ہوگا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے بھی قد خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ صحیح ہوگا۔ مشکل تو مرزائیوں کو ہوگی کہ جب یہ آیت قد خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ہے، اور مرزا صاحب کا عیسیٰ ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ اور مرزا صاحب ہیں اجرائے نبوت کے قائل اب یا تو مرزا صاحب قد خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ آیت کے مکتذب ہیں۔ کیونکہ اجرائے نبوت کا دعویٰ ہے۔ اور یا عیسیٰ نہیں، مشکل تو مرزا صاحب کو یا مرزائیوں کو ہے، جو خَلَتْ کے معنی صرف موت لیتے ہیں۔ لیکن اپنی نبوت کی ڈیلوٹی ادا کرنے کے واسطے تشریف نہ لادینگے۔ بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی اشاعت کے واسطے تشریف لادینگے۔ اور جعلی عیسیٰ بننے کے مدعیوں کو جھوٹا کر کے ایمان دار بنائیں گے۔ اور اگر بقول تمہارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ تسلیم کر لیا جاوے۔ تو قد خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ معاذ اللہ فرمان الہی غلط ثابت ہوگا۔ اور دسی افواہ الیٰ پر ایمان تب صحیح ہو سکتا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سر فہرست آسمان تسلیم کیا جاوے اور قد خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پر ایمان تب حقیقت درست ہوگا۔ جب ان کا قرب قیامت آسمان سے تشریف لانا تسلیم کیا جاوے۔

ورنہ اس آیت کا انکار لازم آئے گا۔

بھائی مرزا یو! تم سوچ لو۔ کہ اس آیت کریمہ پر صحیح ایمان لانا ہے یا نہیں؟ اگر قرآن کریم کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ تو حیا عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ اور اس امر کا اقرار کر لو کہ آپ قرب قیامت آسمان سے تشریف لائیں گے۔ ورنہ قرآن مجید کے منکرین جاؤ گے۔

سنا تو میں دلیل | **لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ** - ہرگز نہ ناکھا کریں گے مسیح عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ ہونے سے۔ **نَسَاء ۲۴**

سن مضاہ پر داخل ہوتا ہے۔ تو مضارع کو زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ جیسا کہ **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ** ہرگز نہ نیکی پاؤ گے تم حتیٰ کہ محبوب شئی نہ خرچ کرو گے۔ ایسے ہی ارشاد الہی **لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ** - ہرگز نہ انکار کریں گے مسیح علیہ السلام یعنی زمانہ آئندہ میں۔ تو ثابت ہوا کہ یہ فرمان الہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ تو ان تثلیثیوں کے سامنے ابھی عیسیٰ علیہ السلام زمانہ استقبال میں تشریف لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو ان کو مجہود پکارتے ہیں۔ تشریف الاکرام کو اپنی عبودیت کا سبق دیں گے، تو اگر حیات عیسوی اور نزول سماوی پر ایمان نہ ہو۔ تو اس آیت کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔

آٹھویں دلیل | **وَلَا تَنَالُوا الْبِرَّ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ يَتَّبِعُونَ** - ہرگز نہ نیکی پاؤ گے تم حتیٰ کہ نیکی نہ پانے والے ہو۔ **زخرف ۲۵**

لکھو عہد و مبین ۵ اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔ ان کے نشان ہونے میں کسی قسم کا شک نہ کرنا اور میری تابعداری کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور تمہیں شیطان رعیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی ہونے سے پھیر نہ دے۔ وہ تمہارے لئے ظاہر دشمن ہے۔

کیوں جناب مرزا می صاحب! اس کا نام ہے دلیل ہے۔ اور حق جو صراط النص سے ثابت ہے۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کے دلائل کو جب مکمل طور پر بیان فرما دیا اور وفات مسیح کے ماننے

والوں کا خوب رد فرمایا۔ تو اس آیت کریمہ میں مفکرین کے لئے ایک ایسی
 حجت قائم فرمائی۔ کہ جس سے کوئی انکار ہی نہ کر سکے۔ چنانچہ ایمان کے ارکان
 میں سے ایک بڑا رکن ہے قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لانا، جو قیامت
 کا منکر ہے وہ مومن نہیں۔ اور جو مومن نہیں یا تو وہ جے سنگھ ہو گا یا کرشن ہو گا
 یا رودرگوپال ہو گا۔ کچھ تو ہو گا ہی۔ کچھ نہ سہی تو انسان کی جائے نفرت ہی ہو گا،
 تو اللہ رب العزت نے فرمایا وَ اِنَّهُ لَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ وہ
 عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔ جب قیامت قائم ہونا حتیٰ ہے اور
 قیامت ابھی آنے والی بھی ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام بھی آنے والے ہیں۔ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو مومن فوراً معلوم کر لے گا۔ اب قیامت
 آئی۔ جیسا کہ مثلاً کوئی شخص گاڑی پر جا رہا ہو۔ اور گاڑی لاہور کی طرف جارہی
 ہو۔ جب ریلوے اسٹیشن لاہور پر گاڑی جا کھڑی ہوگی تو سمجھنے والا مادی شخص
 فوراً سمجھ لیگا۔ کہ یہ اسٹیشن لاہور کا آگیا ہے۔ بس لاہور ہی آگیا۔ تو لاہور
 جانے والا اسٹیشن لاہور پر ضرور اترے گا۔ اور جس کو علم نہ ہو گا وہ دوسرے
 واقف سے دریافت کرے گا۔ کہ بھائی یہ اسٹیشن کونسا ہے۔ وہ ضرور کہے گا۔ کہیں
 جانتا ہوں یہ اسٹیشن لاہور کا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی بیوقوف کہے کہ نہیں لاہور کا اسٹیشن
 تو ہے۔ لیکن میں نے لاہور جانا ہے۔ میں گاڑی سے نہ اتروں گا۔ تو گاڑی دالے
 اس کو حوالہ پولیس کر دینگے۔ کہ اس شخص کے پاس ٹکٹ لاہور کا ہے۔ یہ اب
 اترتا نہیں۔ تو پولیس اس کو گرفتار کرے گی۔ ایسے ہی انسان قیامت تک پہنچنے
 والا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے قیامت پر یقین نہ رکھنے والے اور
 ایمان نہ لانے والے بے ایمان خواہ تسلیم کر یا نہ کر۔ لیکن تو چونکہ محمد پر ایمان رکھنے کا مدعی ہو
 ہے۔ اس واسطے میں تجھے پہلے سے ہی متنبہ کر دیتا ہوں۔ کہ وَ اِنَّهُ لَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ
 مَا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔ اس میں شک
 نہ کرنا اور فرمایا کہ یہ امر مشاہدہ سے متعلق ہے۔ کفار کو یعنی منکر حیات عیسیٰ علیہ
 السلام کو تو ان کی آمد پر یہ پتہ چل جاویگا۔ اور ان منکرین کو خود آکر جھوٹا کرینگے۔ لیکن
 تم شک نہ کرو۔ میں تم کو کہتا ہوں۔ کہ حیات عیسوی میں فَاشِيعُونَ تم میری تابعدار

کرنا اور فرمایا ہذا جس ابطی مستقیماً یہی قیامت کے قریب ان کے آسمان سے اترنے کا راستہ سیدھا ہے۔ وقاتل مسیح ناصری کا قاتل گمراہ۔ اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہی ساتھ ہی واضح کر دیا کہ لَا يَصْدَقُكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ وہ میں نے تمہیں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہونگے تمہیں کوئی شیطان اس عقیدہ سے نہ پھیر دے۔ بے شک وہ تمہارا (مومنوں کا) بڑا دشمن ہے۔ تو ثابت ہووا کہ جو حیات مسیح ناصری علیہ السلام سے مومنوں کے عقیدہ کو پھیرنے والا ہے وہ شیطان ہے۔ اور مومنوں کا دشمن ہے۔ اور عموماً علامت مقدم ہوتی ہے ذات سے۔ درجہ علامت علامت نہ ہوگی۔ مثلاً آگ جلتی ہے تو دھواں پہلے ظاہر ہوتا ہے۔ آگ بعد میں۔ جہاں سے دھواں نکلتا ہو۔ وہاں سے آگ کا یونا یقینی امر ہے۔ تو دھواں علامت ہے۔ آگ کی۔ صبح پھوٹتی ہے۔ تو سورج کی آمد کے لوگ منتظر ہوتے ہیں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلیں، تو بارش کی امید ہوتی ہے۔ بادل آئیں تو بارش کا مقدمہ ہوتا ہے، تو علامات کا انکار اصل کا انکار۔ دھوئیں کا انکاری آگ کا منکر بادل کا منکر بارش کا انکاری۔ صبح کا منکر سورج کا منکر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نَزْدُلِ مِنَ السَّمَاءِ کا منکر قیامت کا انکاری۔

اول حیات مسیح از تفاسیر

رَأَى قَالَ اللَّهُ يَحْيَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ (أَيُّ مُسْتَوَفِّي أَجَلِكَ وَ
الْمُسَمَّى عَصَا إِيَّاكَ مِنْ قَتْلِهِمْ أَوْ قَائِلُكَ مِنَ الْأَرْضِ
مِنْ تَوَفِّيَّتْ أَوْ مُتَوَفِّيكَ أَوْ مُتَوَفِّيكَ نَائِمًا إِذْ رَوَى أَنَّهُ
رُفِعَ نَائِمًا أَوْ حُمِيَّتُكَ عَنِ الشَّهَوَاتِ الْعَائِقَةِ عَنِ الْعَمَلِ

وہی
تفسیر نبیوی

إِلَى عَالِمِ الْمَلَكُوتِ -

(جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ علیہ السلام پورا اٹھانے والا ہوں میں تجھے) یعنی پورا کرنے والا ہوں تیری اجل کو، را بھی نہیں مار دینگا اور تجھے مہلت دینے والا ہوں تیری اجل مقررہ تک، اور تجھے ان کے قتل سے بچا نیوالا ہوں۔ یا زمین سے تجھے پورا اٹھانے والا ہوں۔ (آسمان کی طرف) باب تَوَفِّيَّتْ سے یا پورا اٹھا نیوالا

ہوں سلا کر۔ اس واسطے کہ روایت کیا گیا ہے کہ بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام
غیند کی حالت میں اٹھائے گئے۔ یا تیری شہوتوں کو مارنے والا ہوں جو تمہیں عالم
ملکوت کی طرف چڑھنے سے روکنے والی ہیں۔

دلیل (۲)

تفسیر جامع البیان

۵۲

دُعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَنِّیْکَ الْمُسْرَادُ مِنَ الْوَنَاۃِ هٰذَا النَّوْ
وَعَلَمِہِ الْاَکْثَرُوْنَ اَذٰلِی الْاٰیۃِ تَقْدِیْمٌ وَّ لَا خَیْرُ
تَقْدِیْمًا اِنِّیْ سَمِعْتُکَ اِلٰی وَ مُتَوَنِّیْکَ کَعْنٰی بَعْدَہُ
مُرَاد وفات سے اس جگہ غیند ہے۔ اور اسی پر اکثر ہیں۔ یا

آیت میں تقدم و تاخر ہے۔ اصل اس کا یہ ہے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے
والا ہوں۔ اور مارنے والا ہوں کچھ بعد اس کے۔

دلیل (۳)

تفسیر خازن ۲۹۹

رَاۤ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَنِّیْکَ وَ سَمِعْتُکَ اِلٰی اِخْتَلَفُوْا اِنِّیْ
مَعْنٰی التَّوَنُّیْ وَ هٰذَا عَلٰی طَرِیْقَتَیْنِ فَالطَّرِیْقُ الْاَوَّلُ اَنَّ
الْاٰیۃَ عَلٰی ظَہْرِہَا مِنْ عِنْدِ تَقْدِیْمِہِ وَلَا تَاخِیْرِہِ

وَذَکَیْ ذٰلِیْ مَعْنٰہَا دَجْوُہَا الْاَوَّلُ مَعْنَاہُ اِنِّیْ قَابِلُکَ وَ سَمِعْتُکَ اِلٰی مِنْ
خَیْرِ مَوْتٍ مِنْ تَوَلَّیْہِ تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ وَ اسْتَوْفَیْہُ اِذَا اَخَذْتَهُ وَ تَبَضُّعُہُ
تَامًا اَلْمَقْصُوْدُ مِنْہُ ہٰذَا اَنَّ لَا یَعْمَلَ اَعْدَاۤءُہُ مِنَ الْیَہُوْدِ اِلَیْہِ یَقْتُلُوْہُ وَ کَانَ
عَلِیْہِ الْوَحْبَہُ الثَّانِیْ اَنَّ الْمُسْرَادَ یَا لَتَوَنُّیْ التَّوَمُّ وَ مِنْہُ تَوَلَّیْ عَزَّ وَ جَلَّ اللّٰهُ یَتَوَنُّ
اَلَا نَفْسٌ حِیْنَ مَوْتِہَا اَلِیْیْ لَمَّا مَاتَتْ فِیْ مَنَامِہَا تَجْعَلُ التَّوَمُّ ذَنَاۃً وَ کَانَ عِیْسٰی
تَدْنٰہُ فَمَنْعَہُ اللّٰهُ وَ هُوَ اِلٰی سَلَابِیْحُہُ خَرَّتْ فَمَعْنٰی الْاٰیۃِ اِنِّیْ مُنِیْکَ
وَ سَمِعْتُکَ اِلٰی۔ رَاۤ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِلٰی۔ مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ تو فی

کے معنی میں۔ اس جگہ دو طریقوں پر۔ پس پہلا طریقہ یہ ہے کہ آیت اپنے ظاہر پر
ہے۔ بغیر تقدیم و تاخیر کے اور اس کے معنوں میں کئی دتوہ ہوں نے بیان کئے ہیں۔ پہلے
معنی اس کے یہ ہیں۔ کہ میں تجھے اچکنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں، اپنی طرف بغیر
موت کے۔ عربوں کے قول سے اخذ کیا گیا ہے۔ تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ اِسْتَوْفَیْتَهُ جب
لے لوں اس کو میں اور اٹھا لوں میں۔ تمام شئی کو اور مقصود اس سے اس جگہ یہ ہے
کہ یہیں دشمن اس کے یہود سے طرف اس کی قتل وغیرہ کرنے کے لئے۔ دوسری

وجہ یہ ہے۔ کہ مراد توفی سے غیند ہے۔ اور یہ محاورہ اللہ کی کلام سے لیا گیا ہے۔
 اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا۔ تو اللہ نے غیند
 کو موت بنایا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ اللہ نے اُن کو اٹھا لیا غیند
 کی حالت میں تاکہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو۔ تو آیت کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ اے
 عیسیٰ میں تجھے سلائے والا ہوں۔ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

ویل (۴۷)

تفسیر خازن

وَلَمَّا عَلِمَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنَ يَخْطُرُ بِبَالِهِ
 أَنَّ الَّذِي مَرَّ فَعَسَا اللَّهُ إِلَيْهِ هُوَ رُوحُهُ ذُوْنُ جَسَدٍ
 كَمَا تَرَى عَمَتِ النَّصَالَى أَنَّ الْمَسِيحَ رُفِعَ لَاهُوتُهُ يَعْنِي
 رُوحُهُ وَبَقِيَ فِي الْأَرْضِ نَاسُوتُهُ يَعْنِي جَسَدُهُ فَكَرَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
 بِقَوْلِهِ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ فَاخْبَرَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ رُفِعَ بِتَمَامِهِ
 إِلَى السَّمَاءِ بِرُوحِهِ وَجَسَدِهِ جَمِيعًا أَنْظِرْنِي الثَّانِيَّ أَنَّ فِي الْأَمِيَّةِ تَقْدِيمًا
 وَتَأْخِيرًا تَقْدِيمُ رُوحِهِ إِلَى رَافِعِكَ إِلَى مَطْمَرَةٍ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا
 وَتَأْخِيرُ رُوحِهِ إِلَى الْأَرْضِ وَتَقْدِيمُ بَعْضِهِمْ هَلْ تَجِدُ
 نَزُولَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْأَرْضِ فِي الْقُرْآنِ۔ قَالَ نَعَمْ قَوْلُهُ تَعَالَى
 وَكَيْلَا ذَٰلِكَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ هَلْ فِي الدُّنْيَا دَامًا مُعْنَاهُ وَكَيْلَا بَعْدَ نَزُولِهِ
 مِنَ السَّمَاءِ۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے معلوم کر لیا۔ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات
 کھلتی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رفع کر لیا۔ اس کے معنی یہ
 ہیں۔ کہ اس کے روح کا رفع کیا ہے، نہ جسم کا، جیسا کہ نصاریٰ نے گمان کیا ہے
 کہ مسیح کے روح کا رفع ہوا ہے۔ اور جسم زمین میں باقی ہے، (جیسا کہ آج کل مرزا یوں
 نے بھی یہی عقیدہ بنا لیا ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد کرنے کے لئے
 إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ۔ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام
 بتمامہ آسمان کی طرف بمع جسم اور روح کے جمیعاً اٹھائے گئے۔ اور دوسرا طریقہ
 یہ ہے۔ کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے۔ کہ میں تجھے
 اٹھانے والا ہوں۔ اور کفار سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور زمین پر اتارنے
 کے بعد تجھے مارنے والا ہوں۔ اور بعض نے کسی سے اعتراض کیا کہ تیرے پاس

کوئی دلیل عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر اترنے کی ہے۔ تو اس نے کہا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا فرمان کھلا موجود ہے۔ اور یہ اس واسطے ہبوط الی الارض کی دلیل ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں ادھر پہن نہیں گذارا۔ اور کوئی بات نہیں۔ دکھلا کا عمل عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے بعد ہو گا۔ (معلوم ہوا کہ وفات مسیح کا عقیدہ ابتدا میں عیسائیوں کا تھا)۔

دلیل (۵)

تفسیر معالم التنزیل

۲۹۹

وَاذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلٰیّ۔
اِخْتَلَفُوْا اِنِّیْ مَعْنٰی التَّوَفِّیْ هٰهٰنَا۔ قَالَ الْحَسَنُ وَالْکَلْبٰی وَ
ابْنُ جُبَرِیْجٍ اِنِّیْ قَدْ اِبْضَلْتُ وَرَافِعُکَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَیَّ مِنْ
غَیْرِ مَوْتٍ یَدُلُّ عَلَیْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰی۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اَنْیْ

قَبَضْتَنِیْ اِلَیَّ السَّمَاءُ اَنَا حَیٌّ لَا اَمَاتٌ قَوْمُهُ اِنَّمَا شَئَصَرُ وَاَبْعَدَ سَ فَعِدَ لَا بَعْدَ
مَوْتِهِ فَعَلٰی هٰذَا لِتَوَفِّیْ تَاْوِیْلَانِ اَحَدُهُمَا اِنِّیْ سَ اَنْفَعُکَ اِلَیَّ وَ اِنِّیْ
لَمُ یَنَالُوْا مِنْکَ شَیْئًا مِنْ قَوْلِهِمْ تَوَفَّیْتُ مِنْهُ کَذًا کَذًا اِذَا سَتَوَفَّیْتُهُ
اِذَا اَخَذْتَهُ تَامًا وَاَلَا خَدْرًا اِنِّیْ مُسَلِّمٌ مِنْ قَوْلِهِمْ تَوَفَّیْتُ مِنْهُ
کَذًا۔ اَنْیْ تَسَلَّمْتَهُ قَالَ الشَّرِیْعُ ابْنُ اَنَسٍ اَلْمُرَادُ بِالتَّوَفِّیِّ النُّوْمُ وَ کَانَ
عِیْسٰی تَدْنٰی فَرَفَعَهُ اللَّهُ نَاثِمًا اِلَی السَّمَاءِ مَعْنَاهُ اِنِّیْ مُبِیْمٌکَ وَ رَافِعُکَ
اِلَیَّ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاکُمْ بِاللَّیْلِ اَنْیْ یُنِیْمُکُمْ۔

رد اذ قال الله یعیسیٰ اینی متوفیک ورافعک (توفی کے معنی اس جگہ
مفسرین نے اختلاف کیا ہے جس اور کلبی اور ابن جریر نے کہا۔ کہ میں اچکنے والا
ہوں اور اٹھانے والا ہوں تجھے اے عیسیٰ دنیا سے اپنی طرف بغیر موت کے۔ اس پر
اللہ کا فرمان دلالت کرتا ہے۔ فلما توفیتنی یعنی چڑھایا تو نے مجھے آسمان کی طرف
اور میں زندہ تھا۔ اس واسطے کہ اس کی قوم مدد کی گئی اس کے رفع کے بعد نہ اس کی
موت کے بعد۔ اس بنا پر توفی کی دو حقیقتیں ہیں۔ ایک ان کی یہ کہ میں تجھے پورا
اٹھانے والا ہوں۔ اپنی طرف کہ وہ تیرا کچھ نہ پاسکیں گے۔ یہ عربوں کے محاورے
تَوَفَّیْتُ مِنْهُ کَذًا کَذًا سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور اِسْتَوَفَّیْتُهُ جب تو
تو اس کو پورا لے لے۔ اور دوسرا یہ کہ میں تجھے سلامت رکھنے والا ہوں۔ یہ بھی عربوں کے

تَوَفَّيْتُ مِنْهُ كَذَا كَذَا سَ لَیَا كَیَا هَ۔ یعنی جب تو اس کو پچالے۔ اور
بیع بن انس نے کہا ہے کہ مراد توفی سے نیند ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے
ہوئے تھے۔ تو اس کو اللہ نے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ
میں تجھے سلانے والا ہوں۔ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ عِنْدَ ظَنَائِكُمْ۔ تم کو رات میں۔
رلیل (۶) (إِذْ قَالَ اللَّهُ) ظَرُفْتُ بِكُمْ اللَّهُ دِیْعِیْ رَافِیْ مُتَوَفِّیْ
تفسیر مدارک ۱۲۴
الْكَفَّارُ وَفُحِّشْتُكَ حَتَّى أَنْفَعْتُ لَأَقْتُلَا يَا بَنِي إِدْرِیْمَ۔

وَرَأَيْتُكَ إِلَى) إِلَى سَمَاءِ عَمِي وَمَقَرِّ مَلَأِ عَمِي (وَمَطْهَرْتُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا)
مِنْ سُوءِ جَوَارِهِمْ وَخُبْتُ صُحْبَتَهُمْ وَتَبَّلْتُ مُتَوَفِّیْكَ قَابِضُكَ مِنْ
الْأَرْضِ مَنْ تَوَفَّيْتُ مَالِي عَلَى فُلَانٍ إِذَا اسْتَوْفَيْتَهُ أَوْ مُمِيتُكَ فِي وَتَبَّلْتُ
بَعْدَ التَّزْوِيلِ مِنَ السَّمَاءِ وَرَأَيْتُكَ الْآنَ إِذَا الْوَادُ لَا تُوجِبُ لِقَرْنَيْكَ قَالَ النَّبِيُّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يُنْزِلُ عِیْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَلِيفَةً عَلَى أُمَّتِي بِدُونِ الصَّلِيبِ
وَيَقْتُلُ الْخَنَازِيرَ وَيَلْبِثُ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَيَتَزَوَّجُ وَيُولِدُ لَهُ ثَمَرٌ يَتَوَفَّيْ
وَكَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا أَذْلُهَا وَعِیْسَى بْنُ أَحْمَرَ هَذَا الْمُهْدِيُّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فِي
دُسْطِهَا أَوْ مُتَوَفَّيْ نَفْسُكَ بِالنُّورِ وَرَأَيْتُكَ وَأَنْتَ نَارٌ حَتَّى لَا يَكُفُّكَ
خَوْفٌ وَتَسْبِقُظُ وَأَنْتَ فِي السَّمَاءِ أَمِنْ مَقَرِّ بَ۔

(إِذْ قَالَ اللَّهُ) مگر اللہ کی طرف سے (رَافِیْ رَافِیْ رَافِیْ) یعنی پورا دینے والا
ہوں تیری اجل کو اور معنی اس کے یہ ہیں کہ میں بچانے والا ہوں تجھے اس امر سے کہ تجھے
کفار قتل کریں اور تجھے اپنی موت ماروں گا ان کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہو گا۔
(وَرَأَيْتُكَ إِلَى) اور اٹھانے والا ہوں تجھے اپنے آسمان کی طرف اور ملائکہ کے
قیام گاہ کی طرف (اور پاک کرنے والا ہوں تجھے کفار سے) ان کے بُرے پڑوس سے
اور ان کی خُبثتِ صحبت سے اور بعض نے کہا ہے کہ مُتَوَفِّیْكَ کے معنی زمین سے
اٹھانے والا ہوں تجھے تَوَفَّيْتُ مَالِي عَلَى فُلَانٍ جب تو اس کو پورا لیلے۔ یا اس کے معنی
یہ بھی ہیں کہ آسمان سے تیرے اترنے کے بعد تیرے وقت میں میں تجھے مارنے والا

ہوں۔ اور اب تجھے اٹھانے والا ہوں۔ اس لئے کہ واو ترتیب کو واجب نہیں کرتی،
 دلیل (۷) (إِنِّي مُتَوَفِّيكَ) اے مُتَوَفِّي اَجَلُكَ وَمَعْنَاهُ إِنِّي عَاصِمُكَ
 تفسیر کشاف ۱۹۲
 مِنْ أَنْ يَمُدَّكَ الْكَفَّارُ وَمَوْخِذُكَ إِلَى أَجَلٍ كَتَبْتَهُ لَكَ
 وَمِيتَتِكَ حَتَّى أَفْعَلَ لَا تَتَلَا يَا أَيُّدِيهِمْ (وَمَا أَفْعَلَ إِلَيَّ)۔

إِلَى سَمَائِي وَمَقَرَّ مَلَامِي كُنْتُ (وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا) مِنْ سُوءِ جَوَارِهِمْ
 وَخَبَثِ مَخْبِتِهِمْ وَتَمِيلُ مُتَوَفِّيكَ قَابِضُكَ مِنَ الْأَرْضِ مِنْ تَوَفِّيَتْ مَالِي
 عَلَى نَلَايْنِ إِذَا اسْتَوْفَيْتَهُ وَقِيلَ مِيتَتِكَ فِي ذَاتِكَ بَعْدَ النَّزُولِ مِنَ
 السَّمَاءِ وَمَا أَفْعَلَ الْآنَ وَقِيلَ مُتَوَفِّي نَفْسِكَ بِالنَّوْمِ مِنْ تَوَلَّاهُ وَالَّتِي لَمْ
 تَمُتْ فِي مَنَامِهَا وَمَا أَفْعَلَ وَأَنْتَ نَائِمٌ حَتَّى لَا يُلْحَقَكَ خَوْفٌ وَتُسَيِّقُ دَ
 أَنتَ فِي السَّمَاءِ آمِنٌ مُقَرَّبٌ۔

لاس کے معانی بیان ہو چکے ہیں۔ اس واسطے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔
 ان سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبل از مہاجرت
 وعدہ فرمالیا کہ میں تجھے ان کفار کے خبث صحبت اور بُرے پڑوس میں نہیں
 رہنے دوں گا۔ بلکہ جہاں میرے ملائکہ رہتے ہیں۔ تجھے بھی وہی مقام عنایت کروں گا۔
 اور نَزُولِ مِنَ السَّمَاءِ کے بعد تجھے اپنی موت مائدوں گا۔ ان کفار کے ہاتھ سے نہ تو
 مارا جائے گا۔ اور بعض نے یہ بھی کہا کہ چونکہ قرآن پاک نے مُتَوَفِّيكَ کے معنی
 نیند کے بھی لئے ہیں۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ اور وہ اللہ جو تمہیں رات کو
 سلاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ سونا بھی توفی کے معنی قرآن میں موجود ہیں۔ اور عیسیٰ
 علیہ السلام آسمان پر تشریف بھی لے جا چکے ہیں۔ تَوَفِّيَتْكُمْ بِاللَّيْلِ کے معنی کے لحاظ
 سے مُتَوَفِّيكَ کے معنی ہوں گے۔ سلانے والا ہوں تجھے اور بعض نے ان کے معنی
 چڑھانے والا بھی کئے ہیں۔ کیونکہ نَلَا تَوَفِّيَتْكُمْ کے معنی جب چڑھایا تو نے مجھے قرآن
 مجید میں موجود ہیں۔ تَوَفِّيَتْكُمْ کے معنی بھی تجھے چڑھانے والا ہوں ہی ہوں گے۔

دلیل (۸) تَفْسِيرُ ابْنِ كَثِيرٍ
 قَالَ الْكَثَرُونَ الْمُرَادُ بِالْوَفَاةِ هَذَا النَّوْمُ كَمَا قَالَ
 تَعَالَى (هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ) وَكَانَ سَأَلَ اللَّهَ صَلَّى
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ (الْحَمْدُ
 لِلَّهِ)

بَلِّغِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا قَتَلْنَا) الْحَدِيثُ (وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى
ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ سُبُّوا لَهُ وَإِنْ تَوَلَّاهُ لَنَقُصَّ
بَلِّغِ نَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا) وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ
يُتَّبِعُونَ مَوْتَهُ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا) وَالْقَمِيذُ فِي قَوْلِهِ تَبْلُغْ
مَوْتَهُ عَائِدٌ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْ دَائِمٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَا يُؤْمِنُونَ
بِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَذَلِكَ حِينَ يَنْزِلُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا السَّيِّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ قَالَ فِي قَوْلِهِ
تَعَالَى (إِنِّي مُتَوَنِّيًا) يَعْنِي ذُنُوبًا الْمَنَامُ نَعْدَ اللَّهِ فِي مَتَابِعِهِ قَالَ الْحَسَنُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ بِرَأْسٍ عِيسَى لَمْ يَمُتْ وَ
إِنَّهُ سَاجِدٌ إِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَتَوَلَّاهُ تَعَالَى (وَمَطْهَرٌ مِنْ الَّذِينَ
كَفَرُوا) أَيْ بِرَدِّ نَفْسِي إِلَى السَّمَاءِ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ تَوَقُّوا الَّذِينَ
كَفَرُوا ذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) وَهَكَذَا دَقَّعَ فَإِنَّ الْمَسِيحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَرَّ نَفَعَهُ اللَّهُ
إِلَى السَّمَاءِ تَفَرَّقَتْ أَصْحَابُهُ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ -

اور اکثروں نے کہا ہے کہ وفات سے مراد اس جگہ نیند ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے (وہ سلاتا ہے تم کو رات میں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
نیند سے اُٹھتے تو فرمایا کرتے تھے (الحمد لله الذي احيانا بعد اماتنا) -
آخر حدیث تک (یعنی سب تعریف ہے اس اللہ کے واسطے جس نے ہمیں نیند کے
بعد اٹھایا) اور اللہ کا فرمان بھی شاید ہے - کفار کا قول کہ ہم نے مسیح بن مریم
رسول اللہ کو قتل کیا ہے، حالانکہ انہوں نے نہ قتل کیا ہے اس کو اور نہ صلیب پر
لٹکایا دیکھن شبہ ڈال دیا ان کے لئے یقینی بات ہے - بلکہ اُٹھایا اس کو اللہ نے اپنی
طرف اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے - یہاں آخر تک اور پھر اللہ کا قول
شاید ہے (اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ایمان لائیں گے عیسیٰ علیہ السلام
کے ساتھ ان کے مرنے سے پہلے اور قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے) اور اللہ کے
فرمان تَبْلُغْ مَوْتَهُ میں ۴ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام پر عائد ہے - یعنی کوئی اہل کتاب

سے ایسا نہیں ہوگا۔ مگر ضرور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا۔ اور یہ
 سب کا ایمان لانا اُس وقت ہوگا) جب اتریں گے زمین کی طرف پہلے قیامت کے
 (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کا ترجمہ حدیث سے کیا ہے)۔ کہا ابن ابی حاتم نے حدیث بیان
 کی ہم کو میرے باپ نے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الرحمن نے
 کہا اس نے کہ ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ بن ابی جعفر نے اس نے اپنے باپ
 سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ربیع بن انس نے وہ روایت
 کرتے ہیں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ
 کے معنی) یعنی نیند کی وفات اٹھایا اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیند میں فرمایا
 حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو
 کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں۔ اور وہ تمہاری طرف واپس تشریف لانے
 والے ہیں۔ قیامت کے پہلے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (وَمُطَهَّرَاتٍ مِنَ الَّذِیْنَ
 کَفَرُوْا) یعنی (جتنے پاک کرنے والا ہوں) میں تجھے آسمان کی طرف اٹھا کر۔
 (اور فوقیت دینے والا ہوں جنہوں نے تیری اتباع کی قیامت تک اور ایسے ہی
 واقع ہوا۔ کہ مسیح علیہ السلام کو جب اللہ نے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ تو آپ کے
 بعد کئی فرقے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ (آگے تمام واقعہ مذکور ہے جو بوجہ طوالت بیان
 نہیں کیا گیا۔

(اب تو حدیث و تفسیر سے حیات مسیح ناصری علیہ السلام کا مسئلہ واضح
 ہو گیا اور آسمان پر ان کا تشریف لے جانا بھی اظہر من الشمس ہو گیا۔ اب
 بھی اگر تمہاری مرزا ایٹت تمہیں ایمان لانے سے روکے تو تمہیں خداوند تعالیٰ
 ہدایت کی توفیق عنایت فرماوے اس سے زیادہ فقیر کچھ نہیں کہہ سکتا)۔

دلیل (۹) | حدیثی محمد بن الحسین قال حدثنا احمد بن المفضل
 قال حدثنا اسباط عن السدی شمران بن اسلم
 تفسیر ابن جریر ۱۸۶۳
 حصّٰ وَاِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَتِسْعَةُ عَشَرَ حَبْلًا مِّنَ

الْحَوَارِیِّیْنَ فِیْ بَیْتٍ فَقَالَ عِیْسٰی لَا صَحَابَیْہٖ مِّنْ یَّاخُذُ صُوْرَتِیْ فَنُقْتَلُ وَ
 لَہُ الْجَنَّةُ فَاخَذَہَا حَبْلٌ مِّنْہُمْ وَصَبَّحَ بِعِیْسٰی اِلَی السَّمَاءِ نَذَّالَکَ قَوْلُہُ

وَمَكَرُوا بِاللَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ فَلَمَّا خَسَفَ الْحَوَارِيُّونَ أَبْصَرَهُمْ
تِسْعَةَ عَشَرَ فَأَجْرَدَهُمْ أَنَّ عِيسَى نَزَلَ صُعِدَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ فَجَعَلُوا أَيْدِيَهُمْ
الْقَوْمَ فَيَجِدُوكُمْ يَنْقُصُونَ رَجُلًا مِنَ الْعِدَّةِ وَيَذَرُونَ صُورَةَ عِيسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيُتِمُّونَ شُكْرًا فِيهِ وَعَلَى ذَلِكَ تَقْتُلُوا الرَّجُلَ وَهُمْ يَذَرُونَ
أَنَّهُ عِيسَى وَصَلَبُوهُ فَذَلِكَ تَوَلَّى اللَّهُ هَنَّا وَجَلَّ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ
وَلَكِنْ شُبَّهَ لَهُمْ -

حدیث بیان کی مجھے محمد بن حسین نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم کو احمد بن
مفسر نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم کو اسباط نے مدی سے پھر تحقیق بنی اسرائیل
نے محاصرہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور مکان میں انیس آدمی حواریوں سے تھے۔ تو
عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوستوں کو کہا کہ میری صورت کون قبول کرے گا۔
پھر تین کیا جاوے گا۔ اور اس کو جنت ملے گا۔ تو ایک آدمی نے اُن سے آپ
کی تصویر قبول کر لی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھا اُٹھے۔ پس
یہی مطلب ہے اللہ کے فرمان وَمَكَرُوا بِاللَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ کا
پس جب حواری نکلے تو انہوں نے انیس آدمی دیکھے تو انہوں نے خبر دی ان کو کہ عیسیٰ
علیہ السلام ضرور آسمان کی طرف چڑھا اُٹھے ہیں۔ تو انہوں نے قوم کو گنا شروع
کیا۔ تو انہوں نے ایک آدمی کو گم پایا۔ اور ان آدمیوں میں ایک آدمی کی صورت
عیسیٰ علیہ السلام کی وہ دیکھ رہے ہیں۔ تو انہوں نے اس کے متعلق شکایت کی،
اور اسی فیصلے پر انہوں نے اس (مشبہ) آدمی کو قتل کر دیا اور وہ یقین رکھتے تھے،
کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہی صلیب پر لٹکایا،
یہ فیصلہ ہے اس کے متعلق اللہ کے فرمان کا۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبَّهَ
لَهُمْ۔ (اور نہیں قتل کیا۔ انہوں نے اس کو اور نہ صلیب دیا ہے، بلکہ الگو شبہ دیا
گیا ہے۔ یہ بھی حدیث سے تفسیر کی گئی ہے)۔

حدیثی المثنی قال حدثنا سحن قال حدثنا عبد الله بن ابي
جعفر عن ابيه عن الربيع في قوله (انني متو قيف) قال معنى
وذا في المنام ما معناه الله في ما فيه قال الحسن قال سؤل الله صلى

وہیل (۱۱۰)

ابن جریر

۱۸۳

اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت و انتہ راجع انیکم تبیل یوم القیامۃ۔
 حدیث بیان کی محکو مثنیٰ نے کہا، اس نے ہمیں حدیث بیان کی۔ عبد اللہ بن
 ابی جعفر نے اس نے اپنے باپ سے روایت بیان کی۔ اس نے ریح سے بیان کیا
 اللہ کے فرمان (انی متوفیک) کے متعلق اس نے کہا، کہ وفات کے معنی نیند کے
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی نیند میں اٹھایا۔ حضرت حسن
 رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ
 عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں۔ اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے
 پہلے تمہاری طرف واپس لوٹنے والے ہیں۔

ولیل (۱۱)

تفسیر ابن جریر

۱۸۴

قال حدثنی المثنیٰ قال حدثنا عبد اللہ بن صالح قال حدثنی
 معاویۃ بن صالح ان کعب الاحبار قال ما کان اللہ عنی و
 حل یمیت عیسیٰ بن مریم انما بعثہ اللہ داعیاً مبشراً
 یدعو الیہ و حد کذا فلما رمی عیسیٰ علیہ السلام قتلہ من
 اتبعہ و کثرۃ من کذبہ شکى ذالک الی اللہ عنی و حل فادعی اللہ
 الیہ انی متوفیک و انی افعک الی و لیس من رعتہ عندی میثاً و انی
 سابعثک علی الاعور الذ جال فتقتله ثم تعیش بعد ذالک امر بعا و
 عشرین سنۃ ثم امیتک میثۃ الحجی قال کعب الاحبار ذالک یصدق
 حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف تہلک
 امۃ انانی اذ لہا و عیسیٰ فی الخیرھا۔

حدیث بیان کی محکو مثنیٰ نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہم کو عبد اللہ بن
 صالح نے کہا۔ اس نے حدیث بیان کی مجھے معاویہ بن صالح نے کہ تحقیق کعب احبار
 نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مارا نہیں اور کوئی بات نہیں، مبعوث
 کیا اس کو اللہ نے بلانے والا اور خود بخبری دینے والا جو اللہ و حد کذا لاشئیک
 کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ تو جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ کے متبعین
 کم ہیں اور آپ کے مکذب زیادہ ہیں۔ ان کی شکایت کی اللہ عنی و جس کے
 دربار میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں تجھے پورا اجر دینے والا

اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اور جس کو میں اٹھاؤں میرے پاس وہ میت نہیں ہوتا اور بے شک میں عنقریب تجھے کانے دجال پر مبعوث کروں گا۔ تو اس کو قتل کر دیا تو اس کے چوبیس سال بعد پھر مارو لگا میں تجھے جیسا کہ زندہ سے کو مارا جاتا ہے۔ کہا کعب احبار نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی موید ہے۔ جہاں آپ نے فرمایا کس طرح ہلاک کی جائے گی۔ ایسی امت جس کی ابتدا مجھ سے ہو۔ اور انتہا عیسیٰ علیہ السلام سے ہو۔

دلیل (۱۲)

تفسیر ابن جریر ۱۸

حدیث ابن حمید قال حدثنا مسلمة عن ابن اسحق عن

محمد بن مسلم الزهري عن حنظلة بن علي الاسلمی

عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله

عليه وسلم يقول أَيُّهُنَّ أَلْفُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدَلًا دَرَامًا مُنْطَبًا يَكْبَرُ الصَّبِيْبُ وَيُشْتَلُ الْخَنْزِيرُ وَيُضَعُ الْجُزْيَةُ وَيُفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَجِدَ مَنْ يَأْخُذُكَ وَلَا يُمْكِنُ الشُّرُوعُ حَاجًا أَوْ مُعْتَمِلًا أَوْ يَدَيْنِ بِهِمَا جَمِيعًا۔

حدیث بیان کی ہم کو ابن حمید نے کہا اس نے حدیث بیان کی ہمیں مسلمہ نے ابن اسحق نے محمد بن مسلم زہری سے اس نے حنظلہ بن علی اسلمی سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے۔ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ضرور اتارے گا۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو حکومت والا، انصاف والا اور امام منصف ہوگا۔ صلیب کو توڑ دے گا۔ تمام دنیا میں یہود نصاریٰ نظر نہ آسکے۔ اگر جاگھر مسجد میں ہو جائیں گی اور خنزیر کو نابود کرے گا۔ (شکار کے طور پر نہیں در نہ بجائے قتل کے یذبح ہوتا۔ خنزیر کا نام نشان نظر نہ آئے گا۔ اور کفار کو جزیہ لگائے گا۔ اور مال عام ہو جائے گا۔ صدقہ قبول کرنے والا دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ کہ جس کو آدمی دے سکے۔ ہر ایک امیر ہوگا اور مکہ کے بازاروں میں یا عمرے کے لئے ضرور جائے گا۔ یا دونوں اکٹھے کرے گا۔

دلیل (۱۳)

تفسیر نیشاپوری

۳
۲۰۰

وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ تَوَمَّهَ دَمٌ نَعْدَهُ إِلَى السَّمَاءِ نَائِمًا
حَتَّى لَا يُلْحِقَهُ خَوْفٌ وَلَا رُعبٌ أَخَذَهَا مِنْ قَوْلِهِ اللَّهُ
يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا وَتَوَفَّى
الَّتَوَفَّى أَخَذَ الشَّيْءَ وَافِيًا أَيْ أَخَذَ لَكَ بِرُوحِكَ وَبِجَسَدِكَ
جَمِيعًا نَسَرَ إِنْكَارَ إِلَى دَفْعًا لَوْ هُمُ مَنْ يَتَوَفَّوهُمْ أَنَّهُ أَخَذَ

بِرُوحِهِ دُونَ جَسَدِهِ وَتَوَفَّى قَائِلُكَ قَائِلُكَ مِنْ الْأَكْمَرِ مِنْ
تَوَفَّى مَالِي عَلَى فَلَانٍ أَيْ اسْتَوْفَيْتَهُ وَقِيلَ أَجْعَلْكَ كَالْمُتَوَفَّى إِذَا
رَفَعَ إِلَى السَّمَاءِ انْقَطَعَ خَبْرُهُ أَشْرَفَ عَنِ الْأَكْمَرِ مِنْ بَابِ اِطْلَاقِ الشَّيْءِ
عَلَى مَا يَشَاءُ يَهْدِي إِلَى التَّخَرُّجِ أَصْبَحَ وَصِفَاتِهِ وَقِيلَ الْمَضَاتُ مَحْذُوفٌ لَمْ
يَتَوَفَّى عَمَلَكَ دَمٌ أَرَفَعَ طَاعَتِكَ نَكَاتَهُ بَشَرًا لَا يَقْبُولُ طَاعَتِهِ وَقِيلَ
فِي نَسَقِ الْكَلَامِ تَقْدِيرُ يَمُوتُ وَتَأْخِيرُ فَإِنَّ الْوَاوَ لَا تَقْتَضِي التَّرْتِيبَ وَالْمَعْنَى إِنْ
رَفَعَ إِنْكَارَ إِلَى دَفْعًا لَوْ هُمُ مَنْ يَتَوَفَّوهُمْ أَنَّهُ أَخَذَ دَمًا وَفِي الْخَبَرِ
أَنَّهُ سَيُنْزِلُ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ ثُمَّ رَأَى أَنَّهُ تَعَالَى بِتَوَفَّاكَ بَعْدَ ذَلِكَ.

اور کہا ربیع بن انس نے کہ تحقیق اللہ نے سلایا عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس کو اٹھایا
آسمان کی طرف سونے کی حالت میں تاکہ ان کو خوف اور رعب لاحق نہ ہو۔ اور اس
ترجمہ کو انہوں نے لیا اللہ یتوفی الا نفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا سے۔ اور بعضوں
نے کہا ہے کہ توفی کے معنی شے کو پورا لینا یعنی لینے والا ہوں میں تجھے بمع روح و جسم تمام کے
پس اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف یہ اس شخص کے وہم کو دور کرنے کے واسطے
کہ جس نے سمجھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے روح کو لیا گیا ہے۔ جسم کو نہیں۔ (جیسا کہ مرزا یوں
کا عقیدہ ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ مَا وَفَّيْتُكَ کے معنی اٹھانے والا ہوں تجھے
زمین سے اور یہ محاورہ تَوَفَّى مَالِي عَلَى فَلَانٍ یعنی پورا اٹھالیا میں نے اس کو فطرت سے
اور بعض نے کہا ہے کہ متوفی کی طرح تجھے بنانے والا ہوں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام
جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو ان کی خبر منقطع ہو گئی اور اثر آپ کا زمین سے
ہے تو یہ بھی محاورہ ہے کہ اکثر خواص اور صفات کی وجہ سے شے کا اطلاق اس کے
شبہ پر ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مضات محذوف ہے۔ یعنی تیرے عمل کو پورا

دینے والا ہوں۔ اور تیری طاعت کی بنا پر تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ تو (عیسیٰ علیہ السلام) کا رفع جسمانی (گویا کہ ان کی طاعت کی قبولیت کی نشانی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نسق کلام میں تقدیم و تاخیر ہے اس لئے کہ واؤ ترتیب کی مقتضی نہیں۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ اٹھانے والا ہوں میں تجھے اپنی طرف اور دنیا کی طرف اتارنے کے بعد تیری توفی کرنے والا ہوں اور جو حدیث شریف میں مذکور ہے اس کی تائید کرنا ہے کہ آپ عنقریب اترینگے (آسمان سے) اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو مارے گا۔

دلیل (۱۴۱)

تفسیر کبیر ۲
۴۸۹

نُعِیْسِیْ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ صَاحَ حَالُهُ كَحَالِ الْمَلَايِكَةِ فِي شَرِّ دَالِ الشَّهْوَةِ وَالْغَضَبِ وَالْاَخْلَاقِ الذَّمِيمَةِ.....
وَ اَنَّ التَّوْفِیَّ اَخَذَ الشَّیْءَ دَافِیًا لَمَّا عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَحْطِیْ بِبَالِهِ اَنَّ الَّذِیْ رَفَعَهُ اللّٰهُ هُوَ رُوحُهُ لَا جَسَدُهُ ذَكَرَ هَذَا الْكَلَامَ لِیَسَّیْلَ عَلٰی اَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رُفِعَ بِشَمَامِهِ اِلَى السَّمَاءِ بِرُوحِهِ وَ جَسَدِهِ وَ یَدُلُّ عَلٰی صِحَّةِ هَذَا التَّأْوِیْلِ قَوْلُهُ تَعَالٰی مَا یَضُرُّ ذُنُوفَ مَنْ شَیْءٌ - وَ تَذُنُّ یَكُوْنُ اِلٰیضًا تَوَفِیُّ بِمَعْنٰی اِسْتَوْفٰی وَ عَلٰی كَلَامِ الْاَحْمَدِ لَیْنِ كَانَ اِخْرَاجُهُ مِنَ الْاَرْضِ وَ اِصْعَادُهُ اِلَى السَّمَاءِ تَوَفِیًّا لَهُ -

پس عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو ان کا حال ملائکہ کے حال کی طرح ہو گیا۔ شہوۃ اور غضب اور اخلاق ذمیمہ کے زوال میں..... اور بیشک توفی کے معنی پورا لینا اور جب اللہ نے معلوم کر لیا کہ بعض لوگوں سے ایسا شخص بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب کہ اس کے دل میں کھٹکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے روح کو اٹھایا ہے جسم کو نہیں۔ اس کلام کا ذکر فرمایا تاکہ اس امر پر دلالت کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اپنے روح اور جسم کے ساتھ ہی اٹھائے گئے۔ اور اس حقیقت کے صحیح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا فرمان وما یضیٰ ذنوب من شیء دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ تجھے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب روح بمعہ جسم ہی اٹھائے جائیں۔ اور کبھی توفی بمعنی استوفی کے ہوتا ہے دونوں احتمالوں پر عیسیٰ علیہ السلام کا زمین سے لٹکانا اور آسمان کی طرف چڑھنا عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہے۔

دلیل (۱۵)

تفسیر برضاوی

۸۲

(بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ) رَدُّ ذَا الْكَافِرِ لِقَائِهِ وَإِثْبَاتُ لِقَائِهِ
 بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ - رَدُّ ہے اور انکار ہے عیسیٰ علیہ السلام کے
 قتل کا اور رفع کا اثبات ہے - ذَا الْمَعْنَى أَنْتَ إِذَا أُخْذِلَ
 مِنَ السَّمَاءِ أَمِنْ بِهِ أَهْلُ الْمِلَّةِ جَمِيعًا رُدِّي أَنْتَ يَنْزِلُ
 مِنَ السَّمَاءِ حِينَ يَخْرُجُ الدَّجَالُ فَيُهْلِكُهُ وَلَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا
 مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ حَتَّى يَكُونَ الْمِلَّةُ وَاحِدَةً وَهِيَ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ -

اور معنی یہ ہیں - جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتارے جائیں گے - عیسیٰ
 علیہ السلام کے ساتھ تمام دینوں والے ایمان لائیں گے - اور مروی ہے - کہ عیسیٰ
 علیہ السلام آسمان سے اترینگے - جب دجال نکلے گا - تو عیسیٰ علیہ السلام اس کو
 ہلاک کرینگے - اور کوئی اس کتاب سے باقی نہ رہے گا - مگر عیسیٰ علیہ السلام کے
 ساتھ ایمان لائے گا - تاکہ دین ایک ہو جائے - اور وہ اسلام ہے -

دلیل (۱۶)

تفسیر خازن

۱۵۵

أَنْتَ الْهَاعَرُ فِي تَقْلُوهَ عَائِدَةً إِلَى عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْمَعْنَى
 مَا تَقْلُوهَ الْمَسِيحَ يَقِينًا لَهَا إِذْ عَوَا - بے شک ہا تَقْلُوهَ میں لوٹی
 ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور معنی یہ ہیں (یہیں قتل کیا انہوں

نے مسیح کو یقیناً جیسا کہ دعویٰ کیا انہوں نے - کہ انہوں نے اُسے قتل کیا ہے -
 أَنْتُمْ تَقْلُوهَ - وتبیل ان قوله یقیناً جمع الی ما بعدہ تقدیرہ وما

تَقْلُوهَ دلیل ہے فَعَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ یَقِينًا وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ لَا يَفْتَلُ عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
 لَمْ يَصْلُوهَ وَلَكِنْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ رَفَعَهُ إِلَيْهِ - یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہذا قُلُوبُ
 عَبَّاسٍ وَكَثَرُ الْمُفَسِّرِينَ -

تفسیر خازن

۱۵۶

رَدُّ إِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (یعنی دما من اهل الكتاب) (الْأَلْيُورُ
 مِنْنَ بِهِ) وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ التَّفْسِيرِ إِلَى أَنَّ الْقَهْمَ

يَرْجِعُ إِلَى عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ رَدُّهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ بِضَاءِ الْمَعْنَى وَمَا
 مِنْ أَحَدٍ مِنَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِعَيْسَى قَبْلَ مَوْتِ عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
 وَذَلِكَ عِنْدَ نَزُولِهِ مِنَ السَّمَاءِ فِي الْخِزْرِ الزَّمَانِ فَلَا يَبْقَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ بَيْنَ
 أَمِنْ عَيْسَى حَتَّى يَكُونَ الْمِلَّةُ الْوَاحِدَةُ وَهِيَ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ -

مفسرین کی جماعت اس طرف گئی ہے کہ ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہی اور وہ روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اور معنی یہ ہیں کہ اہل کتاب سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا، مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت ہوگا، آخر زمانہ میں تو اہل کتاب سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا، یہاں تک کہ ایک مذہب ہو جائیگا۔ اور وہ دین اسلام ہے۔ یہ ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب حیاتِ مسیح کا۔

دلیل (۱۷)

معالم التنزیل

۱۵

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، أَمْ قَتَلُوهُ عِيسَىٰ يَقِينًا رَبُّنَا فَعَدُّ اللَّهُ إِلَيْهِ، وَقِيلَ قَوْلُهُ يَقِينًا يَدْجِعُ إِلَىٰ مَا بَعْدَ مَا قَوْلُهُ مَا قَتَلُوهُ كَلَامٌ تَامٌّ تَقْدِيرُهُ رَبُّنَا فَعَدُّ اللَّهُ إِلَيْهِ يَقِينًا وَالْهَاءُ فِيمَا قَتَلُوهُ كِنَايَةٌ عَنْ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، یعنی نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف، اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ کا فرمان یقیناً بعد کے متعلق ہے۔ اور وَمَا قَتَلُوهُ کلام پوری ہے۔ اس کی حقیقت ہوگی، بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف یقیناً اور قَتَلُوهُ میں کہ سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں کیا۔

دلیل (۱۸)

تفسیر دارک

۱۵۴

وَرَأَىٰ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ
أَوِ الضَّمِيرُ إِنَّ لِعِيسَىٰ يَحْيَىٰ وَرَأَىٰ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِعِيسَىٰ
قَبْلَ مَوْتِهِ عِيسَىٰ وَهُوَ أَهْلُ الْكِتَابِ الَّذِينَ يَكُونُونَ
فِي شَرِّ مَا نَزَّلَ بِهِ وَمِنْ أُمَّةٍ يَدُلُّ مِنَ السَّمَاءِ فِي الْخَيْرِ
الَّذِينَ فَلَا يَبْقَىٰ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا يُؤْمِنُ بِهِ حَتَّىٰ تَكُونَ الْمِلَّةُ
وَاحِدَةً وَهِيَ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ۔

یا ضمیر ان کی عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے یعنی اور کوئی بھی اہل کتاب سے نہیں مگر ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے اور وہ اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں ہونگے اور

روایت کیا گیا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے اترینگے تو کوئی بھی اہل کتاب سے باقی نہ رہے گا۔ مگر اس کے ساتھ ایمان الایگا، حتیٰ کہ دین ایک ہی رہ جائے گا اور وہ دین اسلام ہے۔

دلیل (۱۹)

تفسیر کشاف

۳۱۳

يَا وَيْ اَنْتَ رَحُطًا مِّنَ الْيَهُودِ سَبَّوْهُ وَ سَبَّوْاُمَّةً قَدَعَا عَلَيَّ
اَنْتَ سَمِيٌّ وَ بِكَلِمَاتِكَ خَلَقْتَنِي اَللّٰهُمَّ الْعَن مِّن سَبَّيْ
وَسَبَّ وَاَلِدِيْ فَصْنَعِ اللّٰهُ مِّن سَبَّيْهَا تَرَدَّةً وَ خَاوِزِيْ
فَاَجْمَعْتَ الْيَهُودَ عَلَيَّ قَتْلِيْ فَاُخْبِتَهُ اللّٰهُ بِاَنَّهُ
مَيْرُ فَعُهُ اِلَى السَّمَاءِ وَ يُطْفِرُهُ مِّنْ صُحْبَةِ الْيَهُودِ فَقَالَ لَا صُحَابِيْهِ اَكْكُو
بِيْرُضِيْ اَنْ يُّشَلَّقِيْ اِلَيْهِ شَبْعِيْ يُقْتَلُ وَ يُصَلَّبُ وَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ
رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَنَا نَأْتِيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَبْعُهُ قُتِلَ وَ صَلَّبَ وَ قَبِلَ كَانَ رَجُلًا
يُنَافِقُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا اَرَادُوْا قَتْلَهُ قَالَ اَنَا اَذْكُمُ عَلَيْهِ نَدْخُلُ
بَيْتَ عِيسَى فَمِنْ رَجْعِ عِيسَى وَ اَلْقَى شَبْعُهُ عَلَى الْمُنَافِقِ نَدْخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَتَلُوْهُ
وَ يَطْنُوْنَ اَنَّهُ عِيسَى۔

روایت کیا گیا ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی والدہ کو گالیاں دیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعا فرمائی، تو میرا رب ہے اور قسم ہے مجھے تیرے کلمے کی تو نے مجھے پیدا کیا ہے، اے اللہ لعنت بھیج جسے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دیں، اللہ نے ان کو شکل انسانی سے بگاڑ کر بندر اور خنزیر بنا دیا، تو ہائی یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر جمع ہو گئے تو اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ اللہ اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیگا اور یہود کی صحبت سے پاک کر دیگا۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے تمہارا کونسا پسند کرتا ہے کہ اس کی طرف میری شبہ ڈالی جاوے۔ تو قتل کیا جاوے اور صلیب دیا جاوے۔ اور داخل ہوگا جنت کو۔ تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی تو قتل کیا گیا اور صلیب دیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آدمی منافق تھا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام سے منافقت کیا کرتا تھا، تو جب ارادہ کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا تو منافق نے

کہا میں تمہیں عیسیٰ کی خبر دیتا ہوں، تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں داخل ہو ا
تو عیسیٰ علیہ السلام اٹھا اٹھا گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا شبہ منافق پر ڈالا
گیا تو وہ منافق پر داخل ہوئے اور انہوں نے اس کو قتل کیا، اور انہوں نے گمان
کیا کہ وہ عیسیٰ ہی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے بازو کا ٹوٹنا اور لنگر ہٹ کا ہونا
اور دائیں آنکھ میں نقص ہونا، زبان میں لکنت کا پایا جانا، دائمی خارش کا رہنا،
دماغ کی خرابی، گہ و دھانے سے شاہ رگ کا کٹنا، پھوڑا لپٹنا۔ یہ تمام مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام
کے متعلق منافقت اور تبرّ با بازی کا نتیجہ ہے، جو ان کی بد دعا سے ہی ثابت
ہو رہا ہے۔

دوسری بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا جو بَلْ
رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تائید میں حیات سماوی عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کر رہی
ہے۔

تیسری بات جو ان سے منافقت رکھتے اور ان کی شبہ کا مٹھنی تھا تو وہ دار
پر لٹکا گیا۔ اور بصورت دیگر یہ کہ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبیہ
کی ضرورت اس لئے تھی کہ جو ان کو آسمان پر چلے جانے کو جائز سمجھے کہ حضور میں
اس بات کو گوارہ کرتا ہوں کہ آپ آسمان پر تشریف لے جاویں اور میں
آپ کی شبیہ بنی اڑوں اور آپ ہر جگہ جائیں تو وہ بھی ایک بار دوبارہ ضرورت
ہی نہیں اور جو ان کے آسمان پر جانے کو ہی محال اور بُرا سمجھے اور ناممکن سمجھے،
وہ کیسے اور کیوں؟ اور شبیہ کا وجود بھی اس وقت ضروری تھا۔ جب کہ اُن کو یہودیوں کے بھندے
سے چھوڑانا مقصود تھا اور اس کو اکیلے نفاق کی وجہ سے سزا دینی مقصود تھی،

دلیل (۲۰)
تفسیر کشاف

وَالطَّيِّرُ اِنْ لَعِنِيْ بِمَعْنٰی دَانَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا لِيُوْمِنَنَّ بِعِيسٰى
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى وَهُوَ اَحْلٰى الْكِتَابِ الَّذِي
يَكُوْنُ فِيْ رِمَازٍ سَدُوْلٍ رُّدِّىْ اَمَّا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ
فِي الْخَيْدِ الَّذِي مَانَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ مِنْ اَحْلٰى الْكِتَابِ اِلَّا
يُوْمِنُ بِهٖ حَتّٰى تَكُوْنَ مِلَّةً اَحَدَةً وَهِيَ الْمِلَّةُ الْاِسْلَامُ وَتَهْلِكُ اللّٰهُ

فِي الْأَرْضِ مَائِدَ الْمَيْمِ الدَّجَالِ وَ تَقَعُ الْأَمْنَةُ حَتَّى تَزْتَعُ الْأَسْوَدُ مَعَ الْأَبْلِ
وَالْمَوْتِ مَعَ الْبَقَرِ وَ الدَّغَابُ مَعَ الْغَنَمِ وَ يَلْعَبُ الصَّيَّانُ بِالْحَيَّاتِ وَ يَلْبَسُ
فِي الْأَرْضِ أَسْرُ بَعِيْنٍ سَنَدٌ شَمَّ يَتَوَفَّى وَ يُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَ يَدْفَنُونَهُ
اور ان کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے ہے بایں معنی کہ نہیں ہے کوئی
اہل کتاب سے مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام کی
موت کے پہلے اور وہ اہل کتاب جو آپ کے نزول کے زمانے میں موجود
ہوں گے، روایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں اترینگے۔ تو اہل
کتاب سے کوئی بھی باقی نہ رہ جاوے گا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ صحیح ایمان لائے گا۔
دبٹا کہنا چھوڑ دینگے اور رسول اللہ ہونیکا محض عقیدہ رکھیں گے) حتیٰ کہ ایک دین ہو گا۔
اور وہ دین اسلام ہی ہے۔ اور امتی لے مسیح کے زمانے میں دجال کو ہلاک کرے گا
اور ایسا امن واقع ہو گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ چرینگے۔ اور چیتے گائے کے ساتھ
اور بھیڑیے بکری کے ساتھ اور لڑکے ساپوں سے کھیلیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام زمین پر
چالیس سال رہائش فرمائیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور اس پر مسلمان نماز
پڑھیں گے۔ اور اس کو دفن کریں گے۔

اس عبادت سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ اتنا امن عامہ ہو گا۔ کہ شیر اونٹ کے
ساتھ چرینگے اور چیتے گائے کے ساتھ۔ اور بھیڑیے بکری کے ساتھ چرینگے۔ لیکن وہ
ان کو کھائیں گے نہیں۔ یہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا امن کا زمانہ جو آنے والا ہے
اور ابھی تو عیسیٰ علیہ السلام بھی آئے نہیں، اگر آتے تو ضرور ایسا ہی ہوتا، مرزا صاحب
نے دعوائی مسیحیت کا کیا، سُبْحَانَ اللَّهِ كَمَا اللَّهُ كَمَا تُبِينُ، بجا عیسیٰ علیہ السلام
اور کجا مرزا غلام احمد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا اتنا امن عامہ ہو گا اور
زمانہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ کہ انسان انسان کا دشمن ہے۔ کروڑوں بھوک
کے مارے مارے ہیں جیلیں مجرموں سے پُر ہیں، چہریاں فوجداری اور دیوانی
دعووں سے دیوانی ہیں، سزاوار ماں باپ کیا، بھائی بھائی سے کیا، عورت خاوند
سے بیزار، خاوند عورت سے بیزار، ہر چیز کی گزنی، ہر صدمہ دراز سے قحط، انسان و
دیوانہ بیمار یوں میں مبتلا، زمین حرکت میں، بادل بھرتے ہیں لیکن بارش موقوف

ہے، فصل نظر نہیں آتا، کیا یہ امن ہے؟ کیا یہ زمانہ عیسوی ہے، اسلام کے خاص خاص مقامات نظر آرہے ہیں، کیا یہ زمانہ فساد نہیں، معلوم ہوا کہ زمانہ عیسوی علیہ السلام قریب ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر کا دنیا مصداق بن چکی ہے اور بجائے اس کے کہ مرزائیت کا زور ہوتا، مرزائی مرزائیت سے تنگ آکر ثابت ہو رہے ہیں، مرزائیوں کی حالت اتنی ناگفتہ بہ ہے، کہ باوجود ہر شاطرانہ چال کے دنیا کے کسی گوشے میں جلسہ مرزائیت محال ہو چکا ہے، کیا دَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ رَأَى لِيَوْمٍ مِّنْ بَعْدِ قَبْلِ مَوْجِبَةٍ کے یہی معنی ہیں، کیا تم نے عربی پڑھی نہیں بلکہ عربی آلو پڑھا ہوا ہے، جو تمہارے دماغ میں علم قرآن و حدیث کا اثر نہیں ہونے دیتا۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب، خفتہ را خفتہ کے کندبیدار، تم نے پہلے کہا تھا، کہ توفی کے معنی پورا اجر دینے کے توفی کے معنی پورا اٹھا لینے کے، اب میں نے دیکھا ہے، کہ تم نے بھی توفی کے معنی موت کے لئے ہیں، جب ہم رانی مَتَوَقَّيْلَکَ میں معنی مارنے والے کے کرتے ہیں، تو تم سنج پا ہو جاتے ہو، کہ اوہو اوہو غلط معنی کرتے ہو اور اب تو توفی کے معنی مذکورہ بالا عبارتوں میں تم نے خود موت کے کئے ہیں، مسلمان کہلاتے ہو، اپنے گھر کا قرآن نہ بناؤ، توفی کے معنی قرآن مجید میں موت کے آتے ہیں، دیکھو وَالَّذِينَ يَتَوَقَّوْنَ مِنْكُمْ - تَوَقَّانَا مَعَ الْبُدَاہِ - حَتَّى يَتَوَقَّيْلَ الْمَوْتِ - رَانَ تَبٰیْنُ تَوَقَّيْلُ الْمَلٰٓئِكَةِ - تَوَقَّيْلُ سُلْمَا - يَتَوَقَّيْلُكُمْ - تَوَقَّيْلُ مُسْلِمِيْنَ - وَتَتَوَقَّيْلُکَ - يَتَوَقَّيْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ - تَوَقَّيْلُكُمْ - يَتَوَقَّيْلُ الْاَنْفُسَ حَيٰثَ مَوْتِهَا - فَكَيْفَ اِذَا تَوَقَّيْلُ الْمَلٰٓئِكَةِ، کیا ان میں معنی موت نہیں تو اور کیا، قرآن میں معنی موت کے ہوں، تفسیروں میں ہوں، حدیثوں میں ہوں، لیکن تم نہیں مانتے، ہمارے مرزا صاحب قرآن کے معنی بدسننے والوں کو ہی درست کرنے شریف لائے ہیں،

”محمد عمر“۔ درست تم نے تو مرزائیت والا پورا زور لگا دیا، نا اٹھکی معاف، قرآن کریم تو نہ تمہارے گھر کی کتاب ہے۔ نہ میرے گھر کی، خدا کی کتاب ہو، عربی زبان میں نازل ہوئی ہے، قرآن کریم کو جتنا سرب اہل سن سمجھتے ہیں اتنا

نہ تم سمجھتے ہو، نہ میں اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو سمجھا ہے ایسے تم اور ہم نہیں سمجھ سکتے، علیٰ ہذا القیاس صحابہ کرام بعد ازاں تابعین بعد تبع تابعین بعد ازاں خیر القرون نے جتنا سمجھا اتنا ہم نہیں سمجھ سکتے، ساڑھے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، قرآن کریم کو نازل ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کوئی مسلمان مُتَوَقِّفٌ اور تَوَقِّفِی کے معنی نہ سمجھ سکا، صرف مرزائیوں کو ہی اب سمجھ آئی ہے، معاذ اللہ سب گمراہ اور صرف تم ہدایت پر ہو کچھ خدا کا خوف کرو۔ میں آپ کو ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر مثال تمہارے ذہن نشین ہو جائے گی تو اصل بھی جلدی ذہن نشین ہو گا، کسی کے پاس کوئی اس غرض سے جائے، کہ مجھے ایک عورت کی ضرورت ہے۔ جس سے میں شادی کر لوں۔ تو مسائل عنہ جواب دے کہ تمہارے گھر میں ایک عورت رہتی ہے تم اس سے شادی کر لو، تو مسائل جواب دیگا، کہ وہ تو میری ماں ہے، میاں خبردار ایسا نہیں ہو سکتا، کبھی ماں سے شادی ہو سکتی ہے، غضب کر رہے ہو، تو مسائل عنہ کہے کہ میاں صاحب تیری لڑکی بھی عورت اور وہ بھی عورت، عورت ہونے میں تو یکساں ہیں، یا یہ کہو کہ تمہاری ماں عورت نہیں، تو وہ ضرور کہے گا کہ تو تو بیوقوف ہے، یا اسلام کے قوانین سے ناواقف ہے، جو ماں کو عورت سمجھ کر شادی کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ شرعی منہیات کو دیکھتا ہی نہیں، تو مسائل عنہ کہہ دے کہ تم ہمیشہ سے شادی کر لو، وہ بھی تو عورت ہے، خالہ سے کر لو، کچھ کچی سے کر لو، دَعِیْرَہُنَّ وَ غَیْرَہُنَّ، دیکھو جی میں اس بھلے آدمی کو اس کے گھر کی اتنی عورتیں گنا رہا ہوں یہ ان سے شادی نہیں کرتا اور میری طرف دوڑتا ہے، کیا وہ عورتیں نہیں، تو مسائل ایسے شخص کو حواس باختہ شمار کریگا اور یہی سمجھے گا کہ شاید جو مجھے تعلیم دیتا ہے، کہ ہمیشہ سے شادی کر لو۔ ماں دَعِیْرَہُنَّ سے شادی کے لئے کہتا ہے، میں تو اس بیوقوف کے کہے ایسا فعل جس سے شریعت مطہرہ نے منع فرمایا ہے، کر نہیں سکتا، اسے سوال نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے، کہ یہ اپنی بیٹی سے خود نکاح کر لیگا، کیونکہ اس کے نزدیک اچھا کام ہے، ابھی تو مجھے ترغیب دلاتا ہے،

بھائی جھگڑا تو یحییٰ اپنی مُتَوَقِّفٌ اور فَلَمَّا تَوَقَّفِی کا ہے، کہ اس آیت کے

ما تحت کسی صحابی نے، کسی تابعی نے کسی مفسر نے یہ استنباط کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، اول تو اکثریت اسی طرف ہے، کہ یہاں معنی موت کے نہیں، بلکہ توفی کے معنی پورا اٹھانے کے تمام کرتے ہیں، اور جب ان آیات متنازعہ فیہا کا تنازعہ تفہیم سے حل کرتے ہیں، تو ان آیات کو چھوڑ کر ہمارے قرآن سے ہمیں وہ مقامات پیش کرتے ہیں، کہ جہاں قرینہ موت، فرشتہ، ہلاکت وغیرہم موجود ہو، حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے بچانے کے مقام پر قرینہ حیات موجود لیکن مرزائی منکر، اور اتنی تحریف کے درپے ہیں کہ رفع کے معنی پھیرتے ہیں، توفی کے معنی بدلاتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا بھی انکار کرتے ہیں، اور ان کو جب اللہ تعالیٰ قیامت کی نشانی فرماو تو بھی انکار، اور اگر کسی نے موت کے معنی کئے بھی ہوں تو وہ موت عیسوی ثابت نہیں کرتا، بلکہ نسق عبارت کو مقدم مؤخر مانتا ہے، اب مرزائی اس کے معنی مُبْتَلٰک تو فوراً اپنے مطلب کے لئے لے لیتا ہے، لیکن انہوں نے جو آگے تقدم و تاخر کو لکھا ہے اس کا قائل نہیں ہوتا، کبھی کسی تفسیر کا حوالہ دیتا ہے، کبھی کسی تفسیر کا، ذرا اس آیت کے ماتحت تو کوئی مستند تفسیر نکال کر دکھاؤ، اور بعض مفسرین جنہوں نے مُبْتَلٰک کا لکھا ہے، تو ان کے تمام عقیدہ کو بیان نہیں کیا جاتا۔

آؤ مرزا بیوا اگر ہمت ہے تو دکھاؤ، کہ متقدمین یا متاخرین میں سے کوئی شخص وفات مسیح کا قائل ہوا ہو، معنی گو کسی نے مُبْتَلٰک کے بھی کئے ہوں، پھر بھی وہ عبارت کے تقدم و تاخر کو مانیں گے، اور حیات مسیح کے قائل ہونگے، کیونکہ حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی کئی آیتیں صریح ہیں، موت کی ایک بھی نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، جیسا کہ فقیر نے مفسرین کی بیان کردہ حدیثیں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مختصراً پیش کی ہیں، تم ایک تفسیر سے ہی پیش کر دو، جس میں لکھا ہو، اِنَّ عِيسٰی مَاتَ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، جیسا کہ فقیر نے دکھایا ہے، اِنَّ عِيسٰی لَمْ يَمُتْ کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں، کوئی ہمسی کتاب سے ہی حدیث پیش کر دو۔

”مرزائی“ میں نے سمجھ لیا کہ تفسیر ابن عباس کے متعلق کہہ رہے ہو، کہ اس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقدم و تاخر کو لیا ہے، تو بخاری شریف میں اِنَّ عِيسٰی مَاتَ مراد لینا ہمارے مخالف نہ ہوا، کیونکہ تقدم و تاخر میں حیات مسیح ثابت ہوگی۔

لیکن مولوی صاحب اس تفسیر کے متعلق تو حضرت علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان کے راوی جنکو مفسرین نے ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے وہ مجاہیل ہیں۔ ب

"محمد عمر"۔ تمہارے راوی کشن سنگھ از گنڈا سنگھ اور شرین پت ملا داخل ہو تو روایت کو مضبوط سمجھو، فقیر تمہیں سب سے آخری فیصلہ عرض کرتا ہے۔ کہ مُیْتَلَق کا قول باسند نہیں۔ اس واسطے قابل عمل نہیں، اور ہم تفسیر ابن عباس کی طرف جاتے ہی نہیں۔

"مرزائی"۔ تمام مفسرین کا لکھنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ پ

"محمد عمر"۔ بھائی اگر تمام مفسرین کا منسوب کرنا تمہارے لئے محض اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ تو تقدم و تاخر بھی تمام مفسرین نے لکھا ہے۔ بنا بریں تفسیر ابن عباس کا تقدم و تاخر لکھنا صحیح ثابت ہوگا۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو وہ بھی نہیں، تو متوفی کے معنی نیند اور پورا اٹھانا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بھی ثابت اور صحیح ہوا۔ جس کا اگر انکار کرو تو منکر قرآن بن جاؤ، تم مرزائی بیچارے کیا سمجھو؟

لفظ کے معانی و اقسام کے ہوتے ہیں، حقیقی اور فرعی۔ حقیقی معنی تمام معانی کے واسطے جنس کے قائم مقام ہوتا ہے، اور باقی فرعی تمام اس کے انواع ہوتے ہیں، جب لفظ بولا جائے تو پہلے حقیقی معنی مراد لئے جاویں گے، اگر کوئی قرینہ متعلقہ موجود ہو، تو اس کے انواع میں سے مطابق قرینہ مراد لئے جاویں گے، چنانچہ توفی کے اصل معنی اخذ الشئ و ادیا ہی ہیں، جیسا کہ ما قبل اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔ اور اس کا استعمال قرآن کریم میں بھی ہوا ہے۔ باقی موت نیند وغیرہ سب فروعات اور انواع ہیں، چنانچہ جتنی آیتیں تم نے پڑھی ہیں، ان کے لئے موت، فرشتہ، ہلاکت یا دغیر وغیرہ قرائن موجود ہیں، توفی کے انعامی اشتہار کا جواب

"مرزائی"۔ میرا دعویٰ ہے اور انعام بھی پیش کرتے ہیں، جو توفی کے معنی سوائے موت کے ثابت کر دے، جس فعل توفی کا فاعل خدا ہو، مفعول ذی روح ہو، باب تفعیل سے کوئی ایسا فعل لکھاؤ جیسا کہ میں نے تمہارے سامنے آیات پڑھی ہیں، پ

"محمد عمر"۔ تم جلدی سے ردک دیتے ہو، مطلب کو پورا نہیں کرنے دیتے، سنئے میں

تہیں ایسی آیات پیش کر دیتا ہوں، پھر تم ایمان لانا یا نہ۔ گو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں

(۱) - بقرہ ۳۸
ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ہ
پھر پورا دیا جائیگا ہر نفس جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے

(۲) - آل عمران ۴۷
ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ہ
ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۳) - نحل ۱۲۷
يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ بِجَادِلٍ عَنْ نَفْسِهَا وَتَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ہ قیامت کے دن آئیگا ہر شخص اپنے نفس کی طرف سے جھگڑا کریگا اور پورا دیا جاوے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔

ان آیات کریمہ میں باب توفی یعنی تفعل ہے۔ اور جس کو دیا جاوے گا وہ نفس ہے۔ اور فاعل حقیقی معطی خداوند کریم ہے۔ تین آیات باب توفی کی ایسی پیش کر دی گئیں جس کے معنی مارنے کے کئے جا دیں تو کفر لازم آجائے گا۔ کیوں جناب مرزا صاحب کچھ خدا کا خوف کرو، اور ایمان لے آؤ، سنو۔

(۴) - زمر ۲۴
اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَ نَفْسَ حِينَ مَوْتِهَا ذَ الَّتِي كُنتُمْ فِي مَنَاقِبِهَا، اللَّهُ تَعَالَى تَبْصُرُ كَرْتَا ہے جانوں کو اس کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے سلامت ہے ان کو ان کی نیند میں۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَ نَفْسَ حِينَ مَوْتِهَا۔ تم نے جھٹ پڑھ دیا، جو اپنے مطلب کی آیت تھی، لیکن یہ نہ سوچا کہ یہ قرآن مجید ہے اس میں خداری کرنا جہنم کا ایندھن بننا ہے، رب العزت عالم الغیب کو مرزاٹیوں کا پہلے ہی سے علم تھا کہ مرزاٹیوں نے توفی بمعنی موت لینے ہیں، اس واسطے اس نے اپنی کتاب لاریب میں توفی کے دونوں معنی بیان فرما دیے اور ثابت فرما دیا، کہ معنی قرینہ سے کیا کرو، جو محاورہ عرب کو نہ سمجھے وہ میری کلام کو نہ پڑھے توفی بمعنی موت و توفی بغیر موت یعنی نیند وغیرہ، تو پہلی آیت کریمہ میں موت قرینہ تھا، تو معنی موت ہوئے اور دوسری آیت میں قرینہ نوم یعنی نیند ہے، اس واسطے توفی بمعنی نیند ہوئے تو دوسرے جملہ میں ذالَّتِي كُنتُمْ فِي مَنَاقِبِهَا میں وہی پہلی توفی ہوئی

ہے، تو فی فعل اور فاعل اللہ کریم اور مفعول نفس ذی روح۔ لائیے انعام۔ لیکن مرزائی اور انعام دینا یہ بعید از عقل سلیمہ ہے، جس نے خداوند سے وعدے کو پورا نہیں کیا، وہ مسلمانوں سے وعدہ کب پورا کرتا ہے، تو تو فی کے دونوں معنی ثابت ہو گئے، موت بھی اور بغیر موت بھی، وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فِي تَوْفِي مَوْجُود، لیکن موت موجود نہیں، (۵) انعام وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَدَحْتُمْ بِالنَّهَارِ، اور اللہ وہ ذات ہے، جو تمہیں رات کو مسلاتا ہے، اور جو تم دن میں عمل کرتے ہو، جانتا ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب باب توفی موجود، فاعل اللہ اور مفعول ذی روح، تمہارا مرزائیوں کا پینچ منظور اور توفی کے معنی موت کے علاوہ نیند، اور پورے اٹھانے کے ثابت ہو گئے، اگر صحیح مرزا صاحب کے بنتے ہو، تو انعام رکھ دو۔

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا لَنْ تَفْعَلُوْا فَاَتَقُوْا النَّاسَ الَّذِيْ وَتُوْدُّهَا النَّاسُ وَالْجَاهِلُ
 ”مرزائی“۔ مولوی صاحب یہاں قرینہ لیل موجود ہے، اس واسطے توفی کے معنی نیند میں موت نہیں۔ ۳۹۶

محمد عمر۔ اچھا اب قرینہ یاد آیا، جب انعام رکھا تھا، تو تمہارا قانون کیا تھا، اپنے قانون کو یاد کرو۔ اور ذرا دیر کے واسطے اپنے خالق کو یاد کرو۔ مرزا صاحب کو ذرا دیر کے لئے پس پشت رکھو۔ کیونکہ تمہاری جان مرزا صاحب کے قبضہ میں نہیں، خداوند کے قبضہ میں ہے۔ سچ کہنا کہ تمہارا قانون خداوند کریم کی آیات کریمہ پیش کر کے توڑ دیا گیا۔ یا نہیں، جب تمہارا قانون ٹوٹ گیا اور توفی کے معنی موت کے علاوہ ثابت ہو گئے، تو معلوم ہوا کہ یہ تمہارا جعلی قانون تھا۔ اصولی قانون نہ تھا، جو آیت قرآنی نے صُغْلَمَشْرَہ کر دیا، اور ان آیات قرآنی نے تمہارے قانون کے بچے اُدھیر دیئے۔ یہ تو بتاؤ کہ یہاں تو ایک لیل کا قرینہ موجود ہے، اُس آیت میں پانچ قرائن موجود ہیں، کیا اگر یہاں ایک قرینے سے توفی کے معنی بدل گئے ہیں، تو وہاں پانچ قرائن موجود سے توفی کے معنی نہ بدلے،

لیکن تمہاری مرزائیت تمہیں صحیح معنی کرنے سے عاجز کر دے، تو فقر کا کیا تصور ہے۔
 (۱)۔ عیسیٰ علیہ السلام کا زندگی کی دعا فرمانا اور اللہ کریم کا قبولیت فرما کر حوصلہ افزائی کرنا۔

(۲)۔ سَإِفْعَلُکَ اِلٰی۔

(۳)۔ مُطَهِّرُکَ مِنَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا۔

(۴)۔ وَجَاعِلُ الذِّیْنِ اسْتَبَعُوْکَ فَوْقَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

(۵)۔ شَقَرَاۤیَ مَرَّ جَعَلُکُمْ۔

کیا یہ وعدے زندگی کے متعلق نہیں؟ اور دنیاوی ہیں یا اخروی۔ جب دنیا میں وعدے دنیاوی ہو رہے ہیں، تو تم جعلی تاویلین کر کے آیت کے معنی بگاڑو تو تمہیں خدا بگاڑے۔ اور سنئے۔

(۶)۔ آل عمران کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَانَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجْرَتَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور کوئی بات نہیں قیامت

کو تمہیں تمہارے اجور پورے دے جائیں گے،

کیوں جناب مرزائی صاحب، تم تو کہتے تھے، توفی موت ہی ہے اور کچھ نہیں۔
 اب تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ موت علیحدہ ہے اور توفی علیحدہ ہے،
 تو ثابت ہوا۔ کہ توفی کے معنی موت ہی نہیں، بلکہ کچھ اور ہے۔ اب اہل لسان کی بات
 پانٹی پڑے گی، جو علامہ رازی نے لکھی ہے۔ سنو۔

تفسیر کبیر وَعَلٰی کُلِّ اَحْتِمَالٍ اِنْ كَانَ اَخْذَاجُهُ مِنَ الْاَرْضِ وَارْصَاعُهُ
 اِلٰی السَّمَاءِ تَوَفِّیًّا لَّہٗ فَاِنْ قَبِلَ فَعَلٰی هٰذَا الْوَحْدِ کَانَ التَّوَفُّیُّ
 عَنِ الرَّفْعِ اِلَیْہِ فَيُصْبَرُ قَوْلُہٗ سَإِفْعَلُکَ اِلٰی تَکْرَارِہٖ۔ قُلْنَا قَوْلُہٗ اِنِّیُّ

متوفی علی حصول التوفی و هو جنس تحتہ انواع بعضها بالموت و
 بعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعدہ سَإِفْعَلُکَ اِلٰی کَانَ هٰذَا یَقْبِلُ الْمَنْعُ
 ولم یکن تکراراً۔

اور احتمالین پر عیسیٰ علیہ السلام کا زمین سے نکالنا ابد آسمان کی طرف چڑھانا
 اس کے لئے توفی ہے۔ (امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے توفی کے معنی واضح کر دئے) پھر اگر کہا جائے

تو اس وجہ پر توفی کے معنی عین اللہ کی طرف چڑھنا تو اس کا فرمان دَسَ اِنْجَلِكِ اِلٰی مَکَرَرِ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں، کہ اللہ کا فرمان اِنِّیْ مُتَوَدِّعٌ حَاصِلِ توفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ جنس ہے۔ اس کے ماتحت کئی نوعیں ہیں، بعض اس کی موت کے ساتھ اور بعض آسمان کی طرف چڑھانے کے ساتھ، تو جب اللہ نے بعد اس کے فرمایا دَسَ اِنْجَلِكِ اِلٰی تو اس قسم سے آسمان کی طرف چڑھنے کا یقین ہو گیا۔ اور تکرار نہ ہوۓ۔ اور آسمان پر چڑھنے کا امر یقینی ہو گیا۔

تو ثابت ہوا کہ توفی کے معنی اَخَذَ الشَّیْءَ وَاَفِیَّا، شئی کو پورا لینا جنس اور اصل اصدا پر موت دینے وغیرہم اس کے انواع اور فروعات ہیں، ہر لفظ کے معنی پہلے اصل لئے جاوینگے فرع بعد میں، اور فرع بھی وہی مراد لی جاوے گی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لی ہو، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک یہاں تمام نے توفی کے معنی پورا لینے اور آسمان پر چڑھنے کے مراد لئے یا جو معنی موت کے کرے تو ترتیب کے تقدم و تاخر کا قائل ہو، ہر صورت تمام فرقے معافی خواہ کیسے بھی مراد لیں، لیکن ہر ایک نتیجہ حیات مسیح سکا دی کا نکالے تو آپ کون ہیں، جو ان سے تمام معافی چھوڑ کر نصف معنی وہاں سے لے کر اپنے مطلب کی طرف پھیر لے جاؤ، اور تمام مفسرین و سلف صالحین کو غلطی پر سمجھو اور صرف اپنے آپ کو یا اپنے ہمواؤں کو قرآن کریم کے معانی اُلٹ پلٹ کر کے حق پر سمجھو تو یہ اسلامی ڈاکر نہیں تو اور کیا ہے، مگر جس کو اللہ چاہے۔ ہدایت نصیب فرما دیتا ہے۔ اور وہ تمام سلف صالحین کی قرآن دانی کو کبھی غلط اور دھوکا نہیں سمجھیکا، اور اپنے دقار اور سیرٹ کے متمنی کو خود غرضی کی بنا پر جھوٹا سمجھے گا۔

”مرزا ائی“۔ تم نے جو معنی اَخَذَ الشَّیْءَ وَاَفِیَّا کے کئے ہیں، وہ بھی یہاں چپاں نہیں ہوتے، لفظ شئی غیر ذوی العقول پر بولا جاتا ہے اور مُتَوَدِّعٌ میں اور تَوَدِّعٌ میں ذوی العقول ہیں، تم بچارے عربی کو کیا سمجھو،

”محرّم“۔ میرے دوست اب تم قریب قریب آگئے ہو، شکر ہے تمہاری زبان سے بھی توفی کے معنی اَخَذَ الشَّیْءَ وَاَفِیَّا نکلا، لیکن تمہیں جو آگے مغالطہ ہو رہا ہے۔ وہ محض دکالت مرزا نے دھوکا دیا ہے۔ اگر اسلامی وکیل ہوتے تو دھوکے کے

گڑھے میں کبھی نہ گرتے، کیونکہ قرآن مجید کو ہی ملاحظہ فرمائیے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ذوی العقول پر قابض و قادر ہے، اور غیر ذوی العقول پر نہیں، مگر خیر یہ تمہارے اختیار نہیں، یہ کفالت مرزائیہ کا اثر ہے، کہ قرآن کریم کو ملاحظہ نہیں فرمایا، تو پاؤں پھسل گیا، اچھا اب بھی سنبھل جاؤ، اور توفی کے معنی اخذ الشیء دافیا کے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے واسطے یکساں تسلیم کر کے سمجھ لو کہ توفی کے اصل معنی شی کو پورا اٹھا لیا، ذوی العقول سے ہو یا غیر ذوی العقول سے اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

(۲)۔ رَعِدًا نُّنَزِّلُ اللّٰهَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ فرمادیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اللہ ہر شی کا خالق ہے، اب ذرا دیر کے لئے دماغ درست کرو، تو تمہیں سمجھ آجائے گی، لفظ شی کے استعمال سے کل شی میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول تمام شامل ہیں یا نہیں، لیکن اگر آنکھوں پر مرزائی چشمہ لگا کر ملاحظہ فرماؤ گے، تو شاید اس مقام پر بھی یہی سمجھ آجائے، کہ خالق کل شی میں بھی غیر ذوی العقول کا خالق اللہ اور ذوی العقول کا خالق مرزا صاحب ہو۔ بھائی میرے خیال میں جب کبھی دکالت کا موقع ملتا ہو گا تو یہ مصرعہ ہی جناب کی زبان پر ہوتا ہو گا۔

صبحا شرمندہ مے گرد و بروئے گل نگہ کردن

یعنی ہر مطلب کو الٹ سمجھنا۔ تمہارے اس شبہ کو دور کر کے توفی کے معنی پورا اٹھانا اور زندگی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھانا ثابت ہوا۔

(۳)۔ حَجَر - ۱۲/۲

(۴)۔ نَحْل - ۱۲/۵

(۵)۔ نَحْل - ۱۲/۱۴

وَبَشِّرِ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

دلیل ۲۔ تفسیر کبیر ۳۰۲ قال کثیر من المتکلمین انّ الیہود لنا قصدوا

قَتْلَهُ سَ فَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ .

کہا جماعت کثیر نے متکلمین سے کہ یہود نے جب ارادہ کیا اس کے قتل کا تو عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا اشد تعالیٰ نے آسمان کی طرف۔

دلیل (۲۲)

تفسیر کبیر

۵۰۴

وَكَلَّوْا بَعْثًا مِّنْ حَيْلٍ يَّصْرِيسُهُ وَصَعِدَ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْجَبَلِ وَرُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ وَآلَقَى اللَّهُ شِبْهَهُ عَلَى ذَٰلِكَ الرَّاقِيبِ فَتَلَوُا وَهَهُ يَقُولُ لَسْتُ بِعِيسَى .

یہود نے ایک آدمی کو دکیل بنایا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کا خیال رکھتے اور عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھائے گئے، اور آسمان کی طرف اٹھائے گئے، اور اللہ تعالیٰ نے شبہ ڈال دیا اس رقیب پر تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا، حالانکہ وہ کہتا تھا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔

دلیل (۲۳)

تفسیر کبیر

۵۰۵

قَالَ السَّيِّئُ أَنَّ الْيَهُودَ حَبَسُوا عِيسَىٰ مَعَ هَشْرَةٍ مِّنَ الْحَوَارِثِ فِي بَيْتٍ فَدَخَلَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُودِ يُخْرِجُهُ وَيَقْتُلُهُ فَأَلْقَى اللَّهُ شِبْهَ عِيسَىٰ عَلَيْهِ وَرَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَآخَذُوا ذَٰلِكَ الرَّجُلَ وَتَلَوُا عَلَى أَنَّهُ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

کہا سدی نے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دس حواریوں کی معیت میں ایک مکان کے اندر بند کر دیا، تو ان پر یہود سے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ تاکہ ان کو نکال کر قتل کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا شبہ اُس پر ڈال دیا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو یہود نے اس آدمی کو پکڑ لیا اور انہوں نے اُسے قتل کر دیا، اس خیال سے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں،

دلیل (۲۴)

تفسیر کبیر

۵۰۶

وَمَا تَلَوُا يَقِينًا بَلْ سَ فَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ رُفِعَ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى السَّمَاءِ ثَابِتٌ بِهَذِهِ الْآيَةِ وَلِظُهُرِ هَذِهِ الْآيَةِ قَوْلُهُ فِي آلِ عِمْرَانَ إِنِّي مَتَّوِّفِيكَ وَرَأَيْتُكَ إِلَى وَمُطَهَّرَكَ مِنَ الذِّنِّ كَفَرُوا .

اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بلکہ چڑھایا،

اس کو اللہ نے اپنی طرف (عیسیٰ السلام کا آسمان کی طرف چڑھنا اس آیت سے ثابت ہے اور اس کی مثال اللہ کے فرمان سورۃ آل عمران میں گذر چکی ہے۔
إِنِّي مُتَوِّتِيكَ دَرَكًا فَعَلَيْكَ إِلَىٰ دَمَطٍ كَثِيرٍ مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مآ مضت آیات کو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کے ثابت ہونے کا ارشاد فرمادیا ہے۔ اب اگر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی عبارت کا تم نے ہم پر پھیر کیا تو غیر مسموع اور لغو سمجھا جاوے گا۔

دلیل (۲۵)

حد ثنا محمد بن الحسین قال حدثنا احمد بن المفضل

قال حدثنا اسباط عن السدي أَنَّ عِيسَىٰ عَلَيْهِ

السَّلَامُ قَدْ صَعِدَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ

بے شک عیسیٰ علیہ السلام تحقیق چڑھا گئے آسمان کی طرف۔

حد ثنا ابن بشار قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا

سفيان عن ابی حصین عن بن جبیر عن ابن عباس

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيَوْمَئِذٍ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ

قَالَ مَوْتُ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اور نہیں

ہے کوئی اہل کتاب سے مگر قسم اللہ کی ضرور ایمان لائے گا ساتھ اس کے اُسکے

مرنے سے پہلے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مَوْتِہ کی ضمیر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے

مرنے سے پہلے۔

دلیل (۲۷)

حد ثنا ابن وکیع قال حدثنا ابی عن سفيان عن ابی

حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس أَنَّ مَنْ

أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا لِيَوْمَئِذٍ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ۔

قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَىٰ (عَلَيْهِ السَّلَام)۔

دلیل (۲۸) تفسیر ابن جریر ۶ | حد ثنا یعقوب قال حدثنا ابن علیہ

عن ابی سرجاء عن الحسن فی قوله وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْآلِیُّ مِنْهُمْ
بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسَى عَلَیْهِ السَّلَامُ، وَاللَّهِ إِنَّهُ
كَانَ الْحَىُّ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ إِذَا أُنْزِلَ أَمْنُوَابِهِ أَجْمَعُونَ ۝

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ کے فرمان میں
وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْآلِیُّ مِنْهُمْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ۔ فرمایا
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے
اور قسم ہے اللہ کی بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اللہ کے پاس زندہ
ہیں، اور لیکن جب وہ اتریں گے تمام اس کے ساتھ ایمان لاویں گے۔

ولیل (۲۹) حدیث ابن ذکیع قال حدثنا ابو اسامہ عن عوف عن
الحسن إِلَّا لَیُّوْ مِنْهُمْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ قَالَ عِیْسَى لَوْ یَمُتُ
بَعْدُ۔

تفسیر ابن جریر

۴
۱۲

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ إِلَّا لَیُّوْ مِنْهُمْ
بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کے متعلق آپ نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام اور وہ ابھی مرے نہیں،

ولیل (۳۰) حدیثی محمد بن سعد قال حدیثی ابی قال حدیثی عی قال

حدیثی ابی عن ابیہ عن ابن عباس قوله وَإِنْ مِنْ أَهْلِ

الْكِتَابِ إِلَّا لَیُّوْ مِنْهُمْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ لَعَنَى اللَّهُ سُبُورَكَ

أَنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ حَتَّى یَبْعَثَ عِیْسَى قِیُّوْمَتُونَ بِهِ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ کے فرمان وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

إِلَّا لَیُّوْ مِنْهُمْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، یعنی تحقیق عیسیٰ علیہ السلام کو اہل کتاب سے لوگ

پائیں گے، جب اللہ ان کو بھیجے گا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لاویں گے۔

کیوں جناب! یہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان اور

اس کو کہتے ہیں فرمان حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، تم لئے پھرتے ہو۔

عُیُّوْمَتٌ بغیر سند کے۔ جس کی سند ہی نہیں، اس کا کیا وثوق ہو سکتا ہے۔ کہ

ان کا فرمان ہے یا نہیں، تم مرزا صاحب کی تقلید کے لئے حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مستند فرمان اور قرآن کے صحیح ترجمے کو جو حضرت اب

لِلْحَسَنِ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْيَهُودَ مِنْهُمْ
 بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ) قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى - إِنَّ اللَّهَ رَفَعَ إِلَيْهِ عِيسَى وَهُوَ بَاعِثُهُ
 قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَقَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَقَامًا يُؤْمِنُ بِهِ الْيَهُودُ الْفَاجِرَةُ كَذَا - قَالَ
 قَتَادَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ حُصَيْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَغَيْرُهُ أَحَدٌ وَهَذَا الْقَوْلُ
 هُوَ الْحَقُّ كَمَا نَبَّيْهُ بَعْدُ بِالدَّلِيلِ الْقَاطِعِ انْشَاءَ اللَّهِ وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَيْهِ
 التَّكْلَانِ - حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ یا ابا سعید
 اللہ کے فرمان (وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْيَهُودَ مِنْهُمْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ) کا کیا
 مطلب ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے
 ایسا ہو گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور وہ
 اس کو بھیجے والا ہے۔ قیامت کے پہلے ایک مقام میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
 نیک و بد ایمان لائے گا۔ اور اسی طرح قتادہ نے اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم
 نے کہا ہے۔ اور سوائے ایک کے اور یہی بات سچی ہے، جیسا کہ ہم انشاء اللہ
 اس کو بعد میں عنقریب دلیل قاطع سے بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اسی کے
 ساتھ وثوق ہے۔ اور اسی بات پر بھروسہ ہے۔

دلیل ۳۴

تفسیر ابن کثیر

۱
۵۷۴

قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانٍ حَدَّثَنَا
 أَبُو مَعَاذٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ عَمْرِو
 عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ دُرْفِعَ عِيسَى
 مِنْ سَمَاءٍ فِي الْبَيْتِ إِلَى السَّمَاءِ
 اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے

آسمان کی طرف۔

اب سناؤ! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار با سند حدیثیں حیات
 مسیح علیہ السلام کے متعلق ہیں، کہ ان کا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا تھا، اگر اب
 بھی کہو، کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بخاری والا جو بے سند مذکور ہے
 وہی مستند ہے۔ اور اس سے وفات مسیح ثابت ہوتا ہے۔ تو اس ہٹ دھرمی
 کا کوئی علاج نہیں، سوائے اس کے کہ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

دلیل (۳۵)

تفسیر جامع البیان

۵۱

فَالْمُرَادُ كَهْلًا بَعْدَ نَزُولِهِ
تو مراد عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کہولت کی اُن کے نزول
کے بعد ہے۔

وَقَبِيلٌ فِي ذِكْرِ وَكَهْلًا بِشَارَةِ الْمَرْيَمَ بِبَقَائِهِ
أَوْ إِشَارَةِ إِلَى أَنَّهُ لَا يَصِلُ إِلَى سِنِّ الشَّيْخُوخَةِ
اور بعض نے کہا ہے۔ وَكَهْلًا کے بیان میں مریم علیہا السلام کو
عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے کی خوشخبری ہے، یا اشارہ ہے کہ وہ ابھی
ادھیڑ عمر کو پہنچے نہیں۔

دلیل (۳۶)

تفسیر بیضاوی

۱۰

إِنَّهُ تَرَفَّعَ شَابًا الْمُرَادُ كَهْلًا بَعْدَ نَزُولِهِ۔
بے شک عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے آسمان کی طرف،
جوانی کی حالت میں اور ادھیڑ عمر کا زمانہ آسمان سے، نزول
کے بعد گزاریں گے۔

دلیل (۳۷)

تفسیر خازن

۱
۲۹۳

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ الْفَضْلِ وَكَهْلًا يَعْنِي وَيَكْلَمُ النَّاسَ
كَهْلًا بَعْدَ نَزُولِهِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَيَقْتُلُ
الدَّجَالَ۔

اور حسن بن فضل نے کہا، وَكَهْلًا یعنی اور کلام کریگا ادھیڑ
عمر میں آسمان سے اترنے کے بعد اور اس میں نص ہے

اس امر پر کہ عیسیٰ علیہ السلام عنقریب آسمان سے زمین پر اترینگے اور دجال کو
کو قتل کریں گے،

اس مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا، کہ نصوص قرآنیہ جیسا کہ یہ بھی
ان سے ایک نص ہے سے عیسیٰ علیہ السلام کے سرفہ و حیات سمادی اور
نزدول من السماء کا منکر ہے وہ اجماعاً نصوص قرآنیہ کا منکر ہے۔

دلیل (۳۸)

تفسیر معالم التنزیل

۱
۲۹۳

(وَكَهْلًا)۔ وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ الْفَضْلِ وَكَهْلًا بَعْدَ
نَزُولِهِ مِنَ السَّمَاءِ۔

اور کہا حسن بن فضل نے اور زمانہ ادھیڑ عمر عیسیٰ علیہ السلام

آسمان سے اترنے کے بعد ہو گا۔

دلیل (۳۹) وَ كَوْنُهُ (مِنَ الْمُقَرَّبِينَ) رَفْعُهُ إِلَى السَّمَاءِ وَ

وَصُحْبَتُهُ لِلْمَلَائِكَةِ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا مقربین سے ہونا آسمان کی طرف رفع سے ہے اور اس کا صحبت کرنا

تفسیر کشاف ۱/۱۹۰

فرشتوں کے ساتھ۔

حدیثی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال سَمِعْتُ يَعْنَى ابْنَ زَيْدٍ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ وَيَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهَذَا قَالَ وَ تَدْكُلُهُمْ عِيسَى فِي الْمَهْدِ وَ سَيُكَلِّمُهُمْ إِذَا قُتِلَ الدَّجَالُ۔

دلیل (۴۰)

تفسیر ابن جریر

۱۴۰

ابن وهب سے اس نے کہا کہ میں نے سنا ابن زید سے

کہ فرماتے تھے اللہ کے فرمان وَ يَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهَذَا اس نے کہا تحقیق عیسیٰ علیہ السلام ان کو کلام کر چکے ماں کی گود میں اور عنقریب کلام کرینگے جب دجال کو قتل کرینگے۔

كَهَذَا بَعْدَ أَنْ يَنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ وَيَكَلِّمُ النَّاسَ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ وَ قَالَ الْحُسَيْنُ إِنَّ الْفَضْلَ وَ فِي هَذِهِ آيَةٌ نَصُّ فِي أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ سَيُنْزَلُ إِلَى الْأَرْضِ۔

دلیل (۴۱)

تفسیر کبیر

۴۴۴

اور عیسیٰ علیہ السلام کی ادھیڑ عمر کا زمانہ آخر زمانہ میں آسمان

سے اترنے کے بعد ہو گا۔ اور لوگوں سے کلام کرے گا (زمانہ اسقبال میں) اور دجال کو قتل کرے گا اور حسین بن فضل نے کہا اور اس آیت میں نص ہے اس امر کی کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عنقریب زمین کی طرف تشریف لاوینگے۔

وَ إِنَّ عِيسَى (لَعَلُّهُ السَّاعَةِ) لِأَنَّهُ حَدُوثُهُ

دلیل (۴۲)

تفسیر رضی

أَدْنَى ذُلَّةٍ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ

اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام ضرور قیامت کی نشانی ہیں،

کیونکہ ان کا ظہور یا نزول قیامت کی شرطوں سے ہے۔

دلیل (۴۳) (وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) -

اِنِّی عَلَّامَاتُهَا فَاَن نَّزُولُہُ مِنْ اَشْرِیْ اِلَہَا۔

تفسیر جامع البیان
۴۱۸

اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور قیامت کا نشان ہیں قیامت کے نشانات سے۔ کیونکہ ان کا اترنا تھا

کے شرائط سے ہے۔

دلیل (۴۴) (وَإِنَّ عِیْسٰی مِمَّا یُعْلَمُ بِہِ

مُجِیئِ السَّاعَةِ وَتَرَءُ ابْنَ عَبَّاسٍ لَّعَلَّ لِّلسَّاعَةِ وَہُوَ الْعَلَامَةُ اِنِّیْ وَ اِنَّ نَزُولُہُ عَلَیْہِ لَیْسَ عَنَّا فَلَآ تَمُرُّنَّ

بِہَا) فَلَا تَشْکَنَ نِیَّہَا اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام اس چیز سے ہیں

کہ جن کے ساتھ قیامت کی آمد کا علم ہوتا ہے، اور ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا ہے۔ لَعَلَّ لِّلسَّاعَةِ اور اس کے معنی نشان کے ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا قیامت کی نشانی ہے۔ اس میں شک نہ کرو۔

اب مرزا یونوز اسوچہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی حیات مسیح کا

قائس ہونا ثابت ہوا۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ آپ کا رُمِیْتُکَ معنی مراد لینا

تقدم و تاخر کے ساتھ درست ہے۔ ورنہ تعارض قولین لازم آئیگا۔ اور اگر ہم ہمت نہ

تو کسی مفسر سے دکھاؤ۔ کہ وَ اِنِّیْ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے مانتے کہیں اس کے برخلاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہو، وَ اِنَّ لَمَّا نَفَعَلُوْا فَاَن تَشْکَرُوْا لَکَیْذُوْنَ۔

دلیل (۴۵) (وَ اِنِّیْ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) یعنی عیسیٰ (وَ اِنِّیْ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) یعنی عیسیٰ

السَّاعَةِ یُعْلَمُ بِہَا شَرِیْہَا۔

اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی

شرطوں سے ہے،

تفسیر خازن
۱۱۶

دلیل (۴۶) (وَ اِنِّیْ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) -

یَعْنِیْ نَزُولُہُ مِنْ اَشْرِیْ اِلَہَا یُعْلَمُ بِہَا شَرِیْہَا

قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ ابُوْہُ حَرِیْرَةً وَ تَنَادَا وَ اِنِّیْ لَعِلْمٌ

دلیل (۴۶) (وَ اِنِّیْ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) -
تفسیر معالم التنزیل
۱۱۶

لَتَسَاعَةَ يَفْجُحُ اللَّامُ وَالْعَيْنُ أَيْ أَمَارَةٌ وَ عَلَامَةٌ .

اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا علم ہیں یعنی علیہ السلام کا اُترنا قیامت کی شرطوں سے ہے جس کے ساتھ قرب قیامت معلوم ہوگا اور پڑھا ابن عباس اور ابو ہریرہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ لام کلمے اور عین کلمے کے فتح کے ساتھ یعنی نشان ہیں (عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا) (اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اُترنے کے قائل تھے وفات مسیح کے قائل نہ تھے۔

دلیل (۴۷) (وَرَأَيْتُ لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ) قَالَ هُوَ خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ .

اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں، کہا اُس نے اور وہ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کا نکلنا قیامت کے

تفسیر ابن کثیر

دن سے پہلے۔

دلیل (۴۸)

تفسیر کشاف

۴۲۴

(وَرَأَيْتُ) دَرَانَّ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ) - أَيْ شَيْءٌ طَمِنَ أَشْرَاطُهَا تَعْلُمُ بِهِ قَسَمِي الشَّيْءُ كَالْعِلْمِ لِاحْصَوُلِ الْعِلْمِ بِهِ وَتَرَى ابْنَ عَبَّاسٍ تَعْلَمُ وَهُوَ الْعَلَامَةُ .

اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی شرائط سے ہیں،

جن کے ساتھ قیامت معلوم ہوگی۔ تو شرط کو علماً کیوں کہا گیا۔ اس کے ساتھ چونکہ علم حاصل ہوتا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لَعَلَّمُ پڑھا ہے۔ اس کے معنی نشان ہیں۔

(وَرَأَيْتُ لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ) دَرَانَّ عِيسَى لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ

أَيْ شَيْءٌ طَمِنَ أَشْرَاطُهَا تَعْلُمُ بِهِ قَسَمِي الشَّيْءُ كَالْعِلْمِ

عَلَى الشَّيْءِ عِلْمًا لِاحْصَوُلِ الْعِلْمِ بِهِ وَتَرَى ابْنَ عَبَّاسٍ

تَعْلَمُ وَهُوَ الْعَلَامَةُ .

دلیل (۴۹)

تفسیر کبیر

۴۵۲

اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام شرط ہے قیامت کی شرطوں سے۔ جس کے ساتھ قیامت معلوم ہوگی۔ جو شرط مثنیٰ پر دال ہو، اس کو علم کہا گیا ہے۔ واسطے حصول علم کے اس کے ساتھ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا لعلم اور اس کے معنی نشان کے ہیں۔

ولیل (۵۰) حدیثی محمد بن سعید قال حدیثی ابی قال حدیثی عیسیٰ قال حدیثی ابی عن ابیہ عن ابن عباس ذائقہ لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ ابن مریم

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور بے شک وہ قیامت کا علم ہیں۔ فرمایا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اترنا عیسیٰ بن مریم کا قیامت کا نشان ہے۔

حدیثی یعقوب قال حدیثنا هشیم قال اخبرنا حصین عن ابی مالک دعوف عن الحسن انہما قالانی قولہ ذائقہ لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ ابن مریم وشرع ہا احدهما ذائقہ لعلم للساعة۔ حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دعوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ان دونوں نے ذائقہ لعلم للساعة کے متعلق کہ عیسیٰ بن مریم کا اترنا ہے۔ اور ان سے ایک نے پڑھا ذائقہ لعلم للساعة۔

ولیل (۵۱) حدیثنا محمد بن عمر و قال حدیثنا ابو عاصم قال حدیثنا عیسیٰ و حدیثی الحارث قال حدیثنا الحسن قال حدیثنا درقاء جمیعاً عن ابن ابی زبج عن مجاہد قوله ذائقہ لعلم للساعة قال ایہ للساعة خروج عیسیٰ ابن مریم قبل یوم القيمة۔

مجاہد سے روایت ہے۔ اللہ کے فرمان ذائقہ لعلم للساعة کے متعلق اپنے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نکلنا قیامت کے پہلے قیامت کا نشان ہے۔

ولیل (۵۲)

تفسیر ابن جریر

۲۵
۴۹

حد ثنا بشر قال حد ثنا يزيد قال حد ثنا سعيد
عن قتادة وإسناده لعلم الساعة قال نزول عيسى ابن
مريم علم الساعة القيامة -

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
وَإِسْنَدُهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ كَمَا مَتَّعَ قَتَادَةُ بْنُ عَرَبَةَ

مریم علیہا السلام کا اترنا قیامت کا نشان ہے۔

ولیل (۵۳)

تفسیر ابن جریر

۲۵
۴۹

حد ثنا ابن عبد الاعلی قال حد ثنا ابن ثور عن
معمر عن قتادة في قوله وإسناده لعلم الساعة قال
نزول عيسى بن مريم علم الساعة -

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

وَإِسْنَدُهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ كَمَا مَتَّعَ قَتَادَةُ بْنُ عَرَبَةَ

مریم علیہا السلام کا اترنا قیامت کی نشانی ہے۔

ولیل (۵۴)

تفسیر ابن جریر

۲۵
۴۹

حد ثنا محمد قال حد ثنا أحمد قال حد ثنا اسباط
عن السدي وإسناده لعلم الساعة قال خروج عيسى
ابن مريم قبل يوم القيامة -

حضرت سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

وَإِسْنَدُهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ كَمَا مَتَّعَ قَتَادَةُ بْنُ عَرَبَةَ

ابن مریم علیہا السلام کا نکلنا ہے۔

ولیل (۵۵)

تفسیر ابن جریر

۲۵
۴۹

حدث عن الحسين قال سمعت ابا معاذ يقول اخبرنا
عبيد قال سمعت الضحاك يقول في قوله وإسناده لعلم
الساعة -

حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ضحاک سے

سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَإِسْنَدُهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ كَمَا مَتَّعَ قَتَادَةُ بْنُ عَرَبَةَ

یَعْنِي خُرُوجَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَنَزْلَهُ مِنَ السَّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کا نکلنا اور ان کا آسمان

سے اترنا قیامت کے پہلے ہے۔

دلیل (۵۶) حدیثی یونس قال أخبرنا ابن وهب قال قال ابن زيد
فی قوله وَرَأَتْهُ لِعِلْمٍ لِلسَّاعَةِ قَالَ نَزَّوَلْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
عِلْمٌ لِلسَّاعَةِ حِينَ يَنْزِلُ۔

۲۵
۲۹

ابن وهب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَرَأَتْهُ لِعِلْمٍ لِلسَّاعَةِ کے متعلق فرمایا عیسیٰ ابن مریم
علیہما السلام کا اترنا قیامت کا نشان ہیں، جب اترینگے۔

کیوں جی مرزا! صاحب اس کو کہتے ہیں تفسیر پیش کرنا اور حوالے کا لطف
بھی یہی ہے۔ کہ بغیر کسی جعلی تاویل کے یا اپنی طرف سے کسی لفظ بڑھانے کے
عبارت کا ترجمہ ہی بیان کرنے سے مخاطب کے مطلب کو پورا کر دے، سامع
ایمان لاوے یا نہ۔ اور مخاطب کو متکلم پر اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے۔
بشرطیکہ مخاطب سامع میں کچھ ایمان اور انصاف کا کچھ ذرہ باقی ہو۔ لیکن اگر
مرزا ایٹیت نے بالکل ہی ضَمُّ بَکُمُ عَمِّي ذَمٌّ لَا يَدْرُجُونَ بنا دیا ہو۔ تو اس
کو اللہ ہی ہدایت دے۔

چھپن حوالہ جات عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر چڑھنے اور اُن
کا قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کے قرآن سے بلا تاویل دکی زیادتی
اور اس کا ترجمہ حدیث شریف سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے تبع تابعین سے باسند پیش کئے گئے۔

اب تمہیں اگر ضرورت نجات اخروی ہے۔ اور قیامت کے میدان میں وحدہ
لا شریک کے روبرو کھڑا ہونا حق سمجھتے ہو اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں
داخل ہونا بہتر سمجھتے ہو، تو مرزا غلام قادیانی کی جماعت میں شامل ہو کر ان کے
عقیدہ کے مطابق بنالو، ورنہ یاد رکھو۔ عیسیٰ بن چراغ بی بی جیسے خود ساختہ مسیح کے
ماننے والوں کو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تلوار سے ہی درست کرینگے۔ کیونکہ جب
درم میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ تو اس کو پلٹشوں سے جہم کے اندر بٹھانا مشکل ہو جاتا
ہے۔ پھر جراح اس پر بغیر چیر کچاڑ کے اور کوئی حیلہ نہیں کرتا۔ تاکہ زہر بدن میں نہ

پھیل جائے ۔

اے جعلی مسیح کے معتقدو۔ اب تم بھی امت مصطفیٰ کے پکے اور ظاہر دشمن باہر نکل چکے ہو۔ اب بھی اگر تمہارے ایمانوں میں پیپ نہیں پڑی، ابھی محض گنداخون ہی کھولتا ہے۔ یعنی کسی کے بہکانے میں ہی چل رہے ہو۔ تو ان تمام حوالہ جات سے تسلی کر کے مومنین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں روح بوج جاؤ، اور اگر مزائیت تمہارے ایمانوں میں گھر چکی ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا ذرہ بھی تمہارے اندر باقی نہیں رہا، تو تمہارا علاج بھی سوائے عیسوی ٹیکس کے اور کوئی نہیں تم عیسیٰ بن مریم کا نام گڑھ کر ہی عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ سمجھ بیٹھے ہو نہ۔ تمہیں یہ علم ہونا چاہیے۔ کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا خداوند کریم نے لقب رجسٹرڈ کیا ہوا ہے۔ جب وہ نام والا آگیا تو یاد رکھو۔ قدنی اس کی تلاوت کے وار سے پھر چھڑانہ سکے گا۔ امت محمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مظلوم ہے۔ اس کو تو کوئی فکر ہی نہیں۔ تمہارے جعلی مسیحیوں کے واسطے ہی خداوند کریم نے اصلی مسیح کو آسمان پر محفوظ رکھا ہے۔ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔

نساع ۳۰۔ اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلَّمَتْهُ
 مائده ۴۰۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔
 مائده ۶۰۔ مَا الْمَسِيحُ بَنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ
 توبہ ۶۸۔ اَتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وُرُءً حَبَاثَةً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ
 توبہ ۷۸۔ وَقَالَتِ الْنَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ۔
 آل عمران ۳۰۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ
 مِنْهُ اِنَّهٗ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَ
 الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَدَّرِيْنَ۔
 نساع ۶۰۔ نَنْ يَّسْتَكْبِفَ الْمَسِيحُ اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ۔

وَسَبُّهُ اِذَا رَجَعُوْا لَكُمْ

مرزائیوں کے اعتراضات کی حقیقت

"مرزائی"۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کَلَامًا تَوْقِیْفِی کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے۔ قال ابن عباس مَثَوِ فِیْلِكَ فَمِثْلُكَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمے کے مقابلے میں کسی اور کا ترجمہ مسوع نہیں، جو وفات مسیح ثابت کر رہا ہے۔ چپ "محمد عمر"۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ چھ حدیثیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق گزرتی ہیں۔ چکی ہیں۔ لہذا ان کے مقابلہ میں یہ قول مستند نہیں، فقیر اور عرض کرتا ہے۔ کہ مرزائی صاحب آپ کا ایمان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ہے یا ان کی کتاب پر۔ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔ وہ توحیات مسیح کے قائل تھے جیسا کہ انہوں نے بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۹ میں باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے ماتحت حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء کی صحیح و مرفوعہ حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ اگر بخاری طرح وہ بھی وفات مسیح کے قائل ہوتے۔ تو کوئی ایک ہی وفات مسیح علیہ السلام ناصری پر صحیح حدیث نقل فرما دیتے یا ایسے ہی ایک باب جیسا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تحریر فرمایا ہے۔ بجائے اس کے باب وفات عیسیٰ علیہ السلام کا لکھتے۔ اور اس کی حدیثیں پیش فرماتے۔ مگر نہیں بلکہ بجائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کے باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تحریر فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ ان کا عقیدہ بھی وفات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نہ تھا۔ بلکہ حیات عیسوی کے معتقد تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی نہیں۔ بلکہ تمام محدثین نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے اور ان کی آئندہ زندگی کے حالات درج فرمائے۔ باب وفات عیسیٰ علیہ السلام کسی محدث کا بھی نہ لکھنا بلکہ ان کی آئندہ زندگی سے متعلقات والی احادیث کا درج کرنا حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے اجماعی مسئلہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اور اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بخاری شریف پر ایمان کامل ہے۔ تو اس کی

دو صورتیں ہیں۔

(۱)۔ تمام کتاب پر ایمان ہے یا نصف پر یا ربع پر یا اپنے مطلب پر آدمی پر یا کتاب بخاری شریف کو محض آلہ کار بنا کر اپنے مرزائیوں کو خوش کرنا مقصد ہے۔ اگر تمام کتاب پر ایمان ہے۔ تو دریا زنت طرب یہ امر ہے کہ دوسری جزو کے باب التفسیر کے ایک بے سند قول پر تمہیں عقیدہ رکھنے کا موقع ملا لیکن پہلی جلد کی صفحہ ۱۱ کی صحیحہ اور متواترہ حدیثیں جو حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر رہی ہیں، ان پر عمل کرنے سے تمہیں کونسی ممانعت درپیش ہے۔ کیونکہ تم نے تمام انبیاء کرام سے ایک نبی کے متعلق اپنے ایمان کو صحیح یا غلط پر کھنسا ہے۔ تو تمہیں احادیث صحیحہ مرفوعہ اور متواترہ کو درگزر کرتے ہوئے آگے ایک غیر مستند قول پر تمہارا یقین جا کھڑا۔ تو معلوم ہوگا کہ تم مرزائیوں نے بخاری شریف کا نام سبک کے سامنے ایک آلہ کار بنایا ہو اسے۔ تاکہ مسلمان لوگ بخاری شریف کا صرف نام سن کر مرتد ہو جائیں اور بخاری شریف کے کسی حصے پر بھی تمہارا ایمان درست نہیں۔ بخاری شریف کی ایسی مستند حدیثوں کو چھوڑ کر ایک بے سند قول کو جو محض حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہی ہے جس کی سند آج تک کوئی مرزائی پیش نہیں کر سکا اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اس کو با سند بیان کیا ہے۔ آؤ اگر اسی پر تمہارا ایمان جم چکا ہے۔ تو اس کا مطلب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی حل کر دوں۔ سنیے!

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی اس عبارت کے سیاق میں تقدم تاخر ہے۔ یعنی رفع پہلے اور متوفی بعد میں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر مَتَوَاتَرًا کے معنی مُبْتَدَأً کے کرتے ہیں۔ تو رفع کو مُقَدَّم بھی مانتے ہیں۔ اور توفی کو بعد میں۔ تو رفع معادى عیسوی کے بَجَسَدٍ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قائل ثابت ہوئے۔ تمہاری طرح وفات مسیح علیہ السلام کے تو وہ بھی ثابت نہ ہوئے

تو تمہارا مدعا تو مَتَوَفَّيْتُ کے معنی مُمِيتُک کر کے بھی ثابت نہ ہوا۔

”مرزا علی“ تفسیر القان میں اس تفسیر کے راوی جماعل لکھتے ہیں۔ لہذا یہ مستند نہیں، ”محمد عمر“ پہلی بات یہ ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح قابل قبول نہیں۔ کیونکہ تمام محدثین و مفسرین کی خاموشی اس کے صحیح ہونے پر دال ہے۔ تمام سے محض ایک شخص کی جرح قابل قبول نہ ہوگی، جب تک کہ جماعت محدثین یا مفسرین کی جرح موجود نہ ہو، جو کم از کم تین ہوں، جب اور کسی کی جرح اس پر نہیں، تو محض ایک جرح حجت نہ ہو سکیگی۔

دوسری بات یہ ہے، تفسیر ابن عباس پر جو اتنی بڑی اور باسند کتاب ہے اس کے تو رجال پر جرح فوراً یاد آگئی، لیکن مَتَوَفَّيْتُ کے معنی مُمِيتُک کا جو تم نے حوالہ دیا ہے۔ اس کی تو سند کا تو ایک رجل بھی مذکور نہیں کیا وہ قابل حجت ہے۔ یا اس تفسیر ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باسند حدیثیں پیش کر دو۔ ورنہ اس قول کی تشریح کے لئے اس تفسیر کو پیش کرنا صحیح ہوگا، ایک صورت تو یہ ہے۔ اب اگر تمہارا ایمان مومنوں والا ہے اور بخاری شریف کو بحیثیت کتاب احادیث ہونے کے سمجھتے ہو تو بخاری شریف کی احادیث صحیحہ پر ایمان رکھو، جو حیات مسیح اور عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا بتا رہی ہیں، ان پر ایمان لاؤ، اور اگر تم نے بصورت دیگر منظر زائیت بخاری شریف کو دیکھنا ہے۔ تو آؤ تمہاری تسلی تمہارے مرزا صاحب سے ہی کرادیں۔

نَحْفَ بَعْدَ ادْنَا الْحَقِّ أَنَّ الْأَحَادِيثَ أَلْشَرُّهَا أَحَادٌ دَلَّوْكَ أَنْتَ فِي
مُصَنَّفِ مَرْزَا غَلَامِ احْمَدِ الْبُخَارِيِّ أَوْ فِي غَيْرِهَا دَلَّ يَجِبُ تَبَوُّلُهَا لَا بَعْدَ التَّحْقِيقِ
صاحب قادیانی وَالْتَّنْقِيدِ

پس حق بات یہ ہے۔ حدیثیں اکثر احادیث ہیں اگرچہ بخاری میں ہوں یا کسی اور میں اور ان کا قبول کرنا واجب نہیں۔ مگر تحقیق و تنقید کے بعد بخاری شریف کی احادیث صحیحہ کو تو تاویل باطلہ سے شکرادو، اور جو قول بے سند بیان کیا ہو، ان تمام کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دیتے ہو۔ مرزا صاحب تو

بخاری کی حدیثوں میں احاد ثابت کر رہے ہیں، اور تم ایک منقطع قول کو آیات قرآنیہ اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابلہ میں حجت بنا رہے ہو، کچھ شرم سے کام لو اور اگر تم نے کسی قانون کو ہی ہر صورت قبول نہیں کرنا، اپنا ہو یا پرایا، تو آؤ تمہیں ایک حدیث صحیحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نَزُولِ مِنَ السَّمَاءِ کی سنا دیتے ہیں، تاکہ میدان محشر میں تمہارے سامنے تمہارے ایمان نہ لانے پر تمہاری بے ایمانی ثابت ہو جائے اور حجت بنے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَعِنْدَ ذَلِكَ يَنْزِلُ أَخِي عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ عَلَى
جَبَلٍ أَمِينٍ۔

کنز العمال

۲۹۸

قیامت کے علامات بیان فرماتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس وقت (یعنی قرب قیامت) اترینگے میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم (عیسیٰ بن چراغ بی بی نہیں) آسمان سے جبل ائینق پر۔ کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے حاصل فرمایا، یہ حدیث تین سندوں سے مرفوع ہے، کسی موقع پر فقیر عرض کر لیتا۔

انصاف

خادم صاحب نے اپنی پاکٹ بک کے ص ۲۹۴ تا ص ۲۹۵ توفی کے معنی موت کے لیکر چند حدیثیں پیش کیں، جن میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں، خادم صاحب انصاف یہ ہے کہ آپ یا تو ایسی باسند چند حدیثیں پیش کر دیجئے جنہیں حضرت عیسیٰؑ کا مرنا لفظ موت سے ثابت ہو، تاکہ توفی کی ترجمانی تمہارے عقیدہ کی مطابق ہو جائے، ورنہ لَمْ تَنْعَلُوا، تو تم پر یہ فرض ہو کہ توفی کے معنی چڑھنے کے یا پورا اٹھانیکے جو تمام مفسرین امت محمدیہ نے کئے ہیں، اور اسکی تائید میں موت کے علاوہ بھی توفی کا استعمال نیند اور پورا ادا کر نیکے قرآن کریم میں پیش کیا گیا اور توفی کے معنی چڑھنے کی مزید تائید کے لئے رفع کا لفظ بھی حیاتِ مسیح کو ثابت کر رہا ہے اور صحاح ستہ و دیگر کتابوں کی احادیث صحیحہ مصطفویہ حیاتِ عیسیٰؑ کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانیکی موجود ہیں تو آپ اپنے محض مرزائی ہونیکے وجہ سے کیوں اعراض کر رہے ہو، باوجودیکہ حضرت عیسیٰؑ کی لَمْ يَمُتْ کا جملہ بھی موجود ہے لیکن پھر بھی امت مرزائی اصل کو چھوڑ کر توفی کے محاورے موت کے دیکھ کر اڑے رہیں اور امت محمدیہ توفی کے معنی خلاف موت قرآن اور حدیث سے دکھاتے رہیں تو حجتِ اِخْتِم نہ ہوگا جب تک آپ عیسیٰؑ کی موت کا لفظ نہ دکھائیں یا لَمْ يَمُتْ کی

انعام

اگر کوئی مرزائی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے

مرفوعاً وفات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت دے

تو

فقیر اس کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام پیش کرے گا،

مرزائی۔ "تفسیر خازن نے المبدأ بالتونی حقيقة الموت لکھا ہے۔ یہ "محمد عمر" تم تلاش کرو گے اور آیتوں کے مطابق لیکن اگر خازن پر ایمان ہے۔ تو فقیر اس کے متعلق بسط سے بیان کر چکا ہے۔ نمونہ پھر عرض کرتا ہے۔ تفسیر خازن نے اسی آیت کے تحت اِنِّیْ تَابِعْتُكَ دَرَا فَعَلَكَ مِنْ عَذْرِ مَوْتٍ لکھا ہے۔ بیشک میں پورا اٹھانے والا ہوں تمہیں اور چڑھانے والا ہوں مجھے بغیر موت کے، کیوں جی، یہ بے خازن اور یہ بیان ہے متنازع فیہا آیت کا۔ آؤ تمہیں میں ایک قاعدہ عرض کر دوں، کہ جب تمہارا کوئی مرزائی تمہیں کسی تفسیر کا حوالہ پیش کرے تو تم اس کو یہ کہنا کہ اگر تفسیروں پر ایمان رکھتے ہو، تو ان متنازعہ فیہا آیات کا بیان دکھاؤ تو جو مضمون فقیر نے ماقبل عرض کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہی نکلے گا۔ کبھی غلط نہ ہوگا۔ پھر مرزائی کی جان جائے۔ جو کہے کہ اگر تو تفسیر کا حوالہ نہیں دکھاتا تو میں مرتا ہوں، مرزائی کبھی کسی تفسیر کی کتاب کو اٹھانا گوارا نہ کرے گا۔ کیونکہ کتب تفسیر تمام مرزائی کے برخلاف ہیں، اور مرزا صاحب پہلے تو موجود تھے نہیں اور مفسرین نے وہی مذہب و روش اختیار کی ہے، جو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی آئی، اور وہ حیات سماوی عیسوی اور ہبوط من السماء عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے۔ اسی واسطے انہوں نے اس پر دلائل لکھے ہیں، وفات عیسیٰ پر ایک بھی نہیں۔

"مرزائی" تفسیر کبیر میں لکھا ہے متوفی کے معنی میں، مُسْتَقَرَّ عُمْرُكَ نَحْنُ نَبِئُكَ الْوَفَا
 فَلَا أَتَدْرِكُكُمْ حَتَّى يَقْتُلُوكَ اس سے بھی زفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے یہ
 "محمد عمر"۔ دوست تفسیر کبیر کے حوالہ جات فقیر پہلے بیان کر چکا ہے۔ دوبارہ لوٹنے
 کی ضرورت نہیں، لیکن تمہارے وکیل مرزائی نے جو تمہیں دھوکا دیا، وہ واضح
 کر دوں، تم نے تفسیر کبیر کی عبارت پیش کی ہے۔ تمہارا یقین تفسیر کبیر پر بھی نہیں۔ اگر
 تمہارا یقین اسی پر ہے۔ تو پہلے تفسیر کبیر کے حوالہ جات سابقہ ملاحظہ ہوں، پھر مرزائیت
 کے پردے کو ایک طرف رکھ کر سوچو، کہ متوفی کے معنی تم نے خود ہی مُسْتَقَرَّ عُمْرُكَ
 بیان کئے ہیں۔ یعنی تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں، تو تم نے خود تسلیم کر لیا، کہ متوفی کے
 معنی پورا کرنے والا ہوں۔ اس عبارت سے موت تو ثابت نہ ہوئی، بلکہ پورا کرنا ثابت
 ہوا۔ اگر مارنا مقصود ہوتا، تو شَرَّ عُمْرُكَ ہوتا۔ یعنی عمر پوری ہو چکی، پھر تو موت ثابت
 ہوئی، اور مُتَمِّمٌ عُمْرُكَ فرمایا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ تمہیں مارنا چاہتے
 ہیں، ابھی تیری عمر پوری نہیں ہوئی، اس لئے میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں، وقت
 سے پہلے یہ تجھ پر قادر نہیں ہو سکتے۔

مرزائیت کے وکیل حنا کو کچھ عبارت کھانے کی عادت ہے۔ لیکن یہ ان کے اختیار
 نہیں، یہ ان کا دیرینہ شیوہ ہے۔ سنئے۔

فَجِئْنَا بِكَ إِلَى سَمَائِ
 وَمَقَرِّ بَيْتِكَ بِمَلَأَ عَيْنِي وَأَصُونَكَ أَنْ يَتَمَكَّنُوا مِنْ قَتْلِكَ تُو اس وقت پورا اٹھانے
 والا ہوں میں تم کو، پس نہیں چھوڑوں گا میں ان کے پاس تاکہ وہ تجھے قتل کر دیں، بلکہ
 میں اپنے آسمان کی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں اور ملائکہ کے پاس تجھے قریب
 رکھنے والا ہوں اور تجھے بچاؤں گا اس بات سے کہ وہ مسلط ہو جائیں تیرے قتل سے
 اور اسی صفحہ کی پچیسویں سطر پر توفی کے معنی کئے، اِنَّ التَّوْفِيَّ اخَذَ الشَّيْءُ دَافِئًا
 توفی کے معنی پورا اٹھانے کے ہیں، یہ اس لئے فرمایا تاکہ بعد میں مرزائیوں کو خوش
 کرنے کے واسطے اَتَوْفَاكَ میں دھوکا نہ ہو، اور اس کی پوری تحقیق پہلے گند
 چکی ہے، پھر آگے آخر علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نتیجہ نکالا ہے۔ جو اسی صفحہ کے
 دوسری طرف یعنی ۲۰۹ پر سطر گیارہ پر مذکور ہے۔ اِنَّ قَوْلَهُ اِنَّا اِفْعَلْنَا اِلَى قَتْلِ

اَنَّهُ رَفَعَهُ حَيًّا ہے شک اللہ کا فرمان سَوَّ اِنْعَلَ رَآئِيَ مقتضی ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھایا۔

کیوں جناب اور حوالہ دو تفسیر کبیر کا، علامہ دازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرزا اثیت کے دانت کٹھے کر دیئے، پھر تفسیر کبیر کو ہاتھ نہ لگانا، اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ اس واسطے جو شخص اس کو پڑھ لیگا وہ تمہارے دھوکے میں کبھی نہ آئیگا،

”مرزائی“ تفسیر درمنثور میں لکھا ہے ابن جریر سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ انہوں نے مَتَوَفَّيْتُكَ کے معنی مُمَيِّتُكَ کے کئے ہیں، یعنی مارنے والا۔ تو تمہاری بات کیسے سنیں۔ ۱۷۹

”محمد عمر“۔ دوسرے اس کا مکمل جواب فقیر نے ابھی قریب ہی دیا ہے۔ کہ اگر مُمَيِّتُكَ کے معنی کئے ہیں، تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا مرجانا مراد نہیں لیا، بلکہ عبارت کو مقدم مؤخر تسلیم کیا ہے، یعنی رَفَعَ سعادتی پہلے، پھر ان کو اللہ تعالیٰ بعد نزول ماریگا، ابھی مارا نہیں، یعنی مُمَيِّتُكَ معنی کرنے سے بھی وفات مسیح جو تمہارا عقیدہ ہے ثابت نہیں ہوتا، اگرچہ انصاف ہے، تو ایمان کو مقدم رکھو، نہ کہ مرزا اثیت کو اور افسوس یہ ہے، کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ میرے دوست نے دیا ہے۔ لیکن ان کی یہ عبارت نہ ملاحظہ فرمائی ہوگی، وَ سَوَّ اِنْعَلَ رَآئِيَ مِنَ الدُّنْيَا مِنْ عَذِيبِ مَوْتٍ میں تجھے دنیا سے بغیر موت کے اٹھانے والا ہوں،

یہ ہے میرے دکیل دوست کا تجاہل عارفانہ، خداوند ہدایت بخشے، اور قرآن اور حدیث صحیح صحیح سمجھنے کی توفیق بخشے، خدا جس کو علم نصیب فرماوے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا پتہ بھی گلے میں ڈالے جس سے ایمان بھی آجائے۔ ”مرزائی“۔ تفسیر فتح البیان میں قُلْنَا تَوَفَّيْتَنِي کے نیچے لکھا ہے۔ قیل هذا يدل على أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ تَوَفَّاهُ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَهُ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے سے قبل وفات دیدی تھی۔

”محمد عمر“۔ یہ فرقہ دہاویہ کی تفسیر ہے۔ اس واسطے ان کا ذمہ دار فقیر نہیں، مرزا اثیت دہاویت کا پودا ہے۔

”مرزائی“۔ اچھا مولوی صاحب یہ تفسیر تو آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

تفسیر کشاف نے لکھا ہے، مُتَوَفِّيكَ کے معنی مُمِيتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ یعنی طبعی موت سے مارنے والا ہے اور مدارک میں بھی یہی لکھا ہے، جو حنفیوں کی مستند کتاب ہے، اب بتاؤ کہ کیا یہ مرزائی تھے، ۲۹۹

”محمد عمر“ کاش اگر مرزائیت قبول نہ کرتے تو مخلوق خدا کو اتنا دھوکا نہ دیتے، کہ تمام عبارت چھوڑ دی اور آخری جملہ لے لیا، پوری عبارت معرض کرتا ہوں، ذرا کان کھول کر سن لیجئے۔

(انی متوفیک) اَیْ مُسْتَوِفِّیْ اَجَلْکَ وَمَعْنَاکَ اَنِیْ شَاصِمُکَ مِنْ اَنْ یُقْتَلَکَ الْکُفَّارُ وَمَوْخِیْرُکَ اِلٰی اَجَلٍ کَتَبْتَهُ لَکَ وَمُحِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ لَا تُثْلَا بِاَیْدِیْنِہُمْ۔

تفسیر کشاف

۱
۱۹۲

(انی متوفیک) یعنی تیری اجل کو پورا کرنے والا ہوں، اس کے معنی یہ ہیں، کہ میں تجھے اس امر سے بچاؤں والا ہوں، کہ کفار تجھے قتل کریں، اور تجھے مہلت دینے والا ہوں جس اجل تک میں نے اس کو لکھا ہے۔ اور (بعد ازاں) تیری اپنی موت سے تجھے ماروں گا، تو ان کے ہاتھوں قتل نہ ہو گا۔

یہ ہے جناب تفسیر کشاف، جس کا نام ہی کشاف ہو، یعنی پردے کھولنے والا، جس نے آج تک کسی بے دین کا پردہ نہیں رہنے دیا، بھلا وہ مرزائیت کا پردہ کیسے رہنے دے، کشاف کا مال مسروقہ اور کشاف کی گود میں رکھتے ہو، بھائی چور بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور سنیئے۔

وَقِيلَ مُمِيتُكَ فِي وَتَيْتُكَ بَعْدَ النُّزُولِ مِنَ السَّمَاءِ وَتَرَا فِعْلُکَ الْاَن۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تیرے وقت میں میں تجھے مارنے والا ہوں، (اور وقت تیرا کب ہو گا) آسمان سے اُترنے کے بعد اور اب اُٹھانے والا ہوں (آسمان کی طرف)۔

کیوں جناب اب بتائیے! مرزائیت کا گورکھ دھند کشاف نے نکال دیا۔ یا نہ، اگر بالتفصیل دیکھنا ہے۔ تو ما قبل تفسیروں کے باب میں ملاحظہ ہو، اور بعینہ یہی عبارت مدارک وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ ہے تمام چھوٹ کا پول، ”مرزائی“۔ یَتَوَفَّوْنَ کو تمام تفاسیر کا حال ملاحظہ ہو، معنی موت ہی لکھے ہیں،

جس سے توفی کے معنی موت ہی۔ لکھے گئے ہیں۔

”محمد عمر“ جناب عرض یہ ہے کہ متنازعہ فیہا آیت کے ماتحت توفی کے معنی کسی مفسر سے دکھاؤ، جب کسی مفسر نے موت وہاں نہیں لکھے تو ثابت ہوا کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام حیات میں، جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔ اور مرزائیوں نے باقی آیات کو جس میں موت الفساقہ نے توفی بمعنی موت کئے ہیں، اس میں کسی کو جھگڑا نہیں اور وہاں قرآن موت وغیرہ موجود بھی ہیں، تم نے بھی خدا کو جان دینی ہے، اور اس کی کلام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور سلف صالحین نے اس کو سمجھا ہے۔ افعش القیون والا نہیں سمجھ سکتا، پھر تیرا سو برس سے زائد گزر چکا، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو سمجھ نہ آئی، جو مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کو سمجھ آئی کیا توفی کے معنی میں اپنے مرزا صاحب کو سچا کرنے کی واسطے الجھ رہے ہو، کیا متوفی کے معنی قرآن مجید میں مختلف نہیں، جہاں معنی زندہ اٹھانے کے ہیں، وہاں اگر موت کے معنی لیتے ہو، تو تمہیں چاہیئے کہ جہاں موت کے معنی ہوں وہاں زندہ اٹھانے کے کر لو، کیونکہ تم مرزائیوں نے تو قرآن کے معنی اٹھانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اپنا اپنا ٹھیکہ ہے۔ کسی نے سڑکوں کا ٹھیکہ لیا، کسی نے عمارتوں کا، کسی نے بڑھئی کا، کسی نے قرآن کے معنی اٹھانے کا۔

اسے فرقہ مرزائیہ! یاد رکھو، قیامت کو تم نے پیش ہونا ہے۔ کچھ سوچو، جو اپنے مرزا صاحب کے کلام ناقص کو مثلاً مرزا صاحب کہیں کہ مرزا ایڈت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اس کی کئی کئی تاویلیں کر کے بات کا بتنگڑ بناؤ، مرزا صاحب فرمائیں کہ میں آدمی زادہ نہیں ہوں یعنی آدمی کا تخم ہی نہیں، تم ان کو کئی نخلوں نرکتوں سے اچھل اچھل کر سیخ پا ہو کر سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہو ایسے جس کو خدا الٹا کرے اس کو کون سیدھا کرے، لیکن ضرور کوشاں تو ہو، حتیٰ کہ آیات فرقانیہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں بھی آجادیں، تو تم مرزا صاحب کو صحیح سمجھتے ہو، اور آیات صریحہ کو اُلٹ دیتے ہو، جیسا کہ توفی کے معنی قرآن کریم میں مرنے کے بھو آئے اور اٹھانے کے مستعمل بھی ہوئے اور وہی لفظ پورا اجر دینے کے لئے بھی استعمال ہوا، اور موت کے معنی میں بھی آیا، لیکن تم مرزائیوں نے مرزا صاحب کی تقلید کر لی، قرآن کے معنی

اُلٹ کر لئے، ایمان رہے، ایمان رہے۔

کیا قرآن کریم میں ظلم کا لفظ مختلف معنوں میں مستعمل نہیں ہوا، مثلاً کفار کے واسطے بھی آیا،

شعراء ۱۹
۲

وَإِذْ نَادَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اتَّبِعْ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ هَ قَوْمٌ فِي عِوَانٍ

اور جب موسیٰ کو خداوند نے بلایا کہ اے موسیٰ ظالموں کی قوم کی طرف آؤ جو قوم فرعون ہے۔

نحل ۱۴
۹

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا

تو یہ ان کے گھر خالی پڑے یہ سبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا۔

ہود ۱۲
۱۰

لَا تَزِدْكُمْ إِلَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوا فَتَمْسُكُمُ النَّارُ

اور نہ مائل ہو تم ظالموں کی طرف پھر تمہیں آگ مس کرے گی،

ہود ۱۲
۹

كَذَٰلِكَ أَخَذْنَا مِنْ آلِ آدَمَ بَرَكَاتِهِمْ إِذْ أَخَذَ النَّاسُ عَهْدَ عِنْدَ طَارِئٍ

اِنَّ اَخَذَ اِلَيْهِمْ شَيْءٌ

اور اسی طرح تیرے رب کی گرفت ہے۔ جب اس نے کسی بستی کو پکڑا جو ظالم

ہوں بے شک اس کی پکڑ سخت تکلیف دینے والی ہے۔

آل عمران ۳
۹

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

اور اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا، (جیسا کہ مرزائی)

مسلمانوں پر بھی استعمال ہوا

بقرہ ۱
۱۸

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ

وَسَعَىٰ فِي خَلْقِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَشْأَلُوا

اَلَا خَائِفِينَ

اور کون شخص زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے اللہ کی مسجدوں سے روکا یہ

کہ اس میں اللہ کے اسم کا ذکر کیا جائے، اور اس کے خراب کرنے کی کوشش

کی، یہی ہیں جن کے لئے جائز نہیں کہ مساجد میں داخل ہوں مگر خائف ہو کر۔

مومنوں پر استعمال ہوا۔

حجرات ۲۶
۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ

وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ

لَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِشَرِّ الْأَكْلامِ الْمُسْمُومِ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ
نَاذِلْكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

اے ایمان والو نہ ہنسی اڑائے ایک قوم دوسری قوم کی شاید وہ اس سے اچھے
ہوویں اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں کی، شاید وہ اُن سے بہتر ہوں اند نہ غیبت جوئی
کرو اپنے مسلمانوں کی اور نہ پکارو تم بڑے لقبوں سے ایمان لانے کے بعد گنہگار ہونا ہے،
اور جس شخص نے توبہ نہ کی تو یہی وہ ظالم ہیں۔

تو ظلم کے لفظ کا مصداق علیحدہ علیحدہ اور متباین ہونے کی وجہ سے مطلب الگ
جو تم فرقہ مرزائیہ پر ڈالتا ہوں کہ بتاؤ ظلم کے معنی کیا کیا ہونگے، یا ایک ہی، جب علیحدہ
علیحدہ ہیں۔ تو پھر وہاں کیوں نہیں، اور سینے۔

لفظ عربی کا ایک عین ہے، لیکن وہ ایک لفظ اڑتا لیس (۲۸) معانی میں
مستعمل ہوتا ہے۔

معانی العین

(المنجد ۵۶۸)

- | | |
|------------------------------------|-----------------------|
| (۱) الباصرة | (۲) وتطلق على الصدقة |
| (۳) مجموع الجن | (۴) اهل البلد |
| (۵) اهل الدار | (۶) الاصابة في العين |
| (۷) يقال به عين) اي اصابة في عينه | (۸) الخالص الواضح |
| (۹) النفس | (۱۰) العن |
| (۱۱) العلم | (۱۲) عين الابرة |
| (۱۳) ثقبها | (۱۴) الجاسوس |
| (۱۵) الجماعة | (۱۶) الحاضر من كل شيء |
| (۱۷) بعثه عينا بعين اي حاضر ابعاضه | (۱۸) خيالي الشيء |
| (۱۹) دواثر حقيقة على الجلد | (۲۰) الديناس |
| (۲۱) الذهب المضي وب | (۲۲) النقد الحاضر |
| (۲۳) ذات الشيء ونفسه | (۲۴) السيد |

(۲۵) شریف قومہ

(۲۶) طلیعتہ

(۲۷) المال

(۲۸) مصب ماء القنّاء

(۲۹) ينبوع الماء

(۳۰) الناحیہ

(۳۱) منظر الرجل

(۳۲) هو عهد عین او صدیق عین

ای یضد و ایصادق بر ناء

(۳۳) ویستہ اول عین ای اول

شیء

(۳۴) (وصای خبر بعد عین)

(۳۵) (دانت علی عینی) ای فی الاکرام

والحفظ جمیعاً

(۳۶) وحلی عینین ای تعدد

بجد و یقین

(۳۷) ونعم الله بک عیناً ای انعمها

(۳۸) رئیس الجیش

(۳۹) الشمس او شعاعها

(۴۰) العتید من المال

(۴۱) مفجر ماء البیر

(۴۲) الميل فی المیزان

(۴۳) النظر

(۴۴) فلان عین علی فلان ای ناظر علیہ

(۴۵) (و یقینتہ عین عنة) اذا ریتہ

عیانا ولم یرک

(۴۶) دیکال کا تطلب بعد عین ای

بعد معاينة و هو مثل یضرب

لمن ترک شیئاً یراه ثم تبع

اشد بعد فوت عنه

(۴۷) حاهو عرض عین ای قریب

(۴۸) (فقاعینہ) ای صلة او اغلظ له

فی القول

کیوں جناب مرزائی صاحب ایک لفظ "عین" اور اٹھتالیس اس کے معانی اب قرآن کریم کی آیت سے تسلی فرمائیے۔

بقرہ ۱/ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا

تو جاری ہوئے اس سے بارہ چشمے۔

يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ

دیکھتے تھے وہ ان کو اپنی دو مثلیں آنکھ کا دیکھنا

وَلْيَنْصَنَعِ عَلَى عَيْنِي

اور تاکہ پرورش کیا جاوے تو میری نگہانی میں،

بقرہ ۱/

آل عمران ۳/۲

طہ ۱۶/۲

ان آیات کریمہ میں اگر عین کے جو معنی ایک جگہ کئے گئے ہیں مثلاً پانی کے چٹے کے تو دوسری جگہ آنکھ کے ہیں، دوسری جگہ بدل کر پانی کے چٹے کو آنکھ کے ترجمہ کی جگہ کئے جا دیں، تو معانی بدل جا دیں گے۔

تو ثابت ہو اکر عربی کا ایک لفظ مشترک المعنی کو قرینہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا جاویگا۔ اور ترجمہ بھی وہی کیا جاویگا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تابعین اور تبع تابعین نے بعد ازاں ہمارے اسلاف نے جو تراجم ان آیات کے کئے ہوں۔ لہذا تو فی بھی جب مشترک المعنی ہے۔ تو مسلمان نے جب کسی جگہ تو فی کے معنی کرنے ہو گئے تو اسلاف کے ترجمہ کے مطابق اور قرآن کے مطابق اور شان نزول کے مطابق آیت کو سمجھے گا پھر اس سے آیات باقیہ کو تطبیق دے کر پھر اپنے عقیدہ و عمل کو درست کرے گا، یہ نہیں ہے۔

جس لائی گلیں اوسے نال اٹھ چلی

اے مرزائی صاحبان! قرآن کریم خدا کی کلام ہے، سنبھل کر قدم رکھو۔
"مرزائی"۔ تم نے حوالے تو مفسرین کے بہت پیش کئے، لیکن مفسرین کو بھی غلطی لگی ہوئی ہے۔ دیکھئے تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔

إِنَّمَا احتَاجَ الْمُفَسِّرُونَ إِلَى تَأْوِيلِ الْوَقَائِدِ بِمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّ الْعَجْمَ رَانَ
اللَّهُ تَعَالَى كَرَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ مِنْ غَيْرِ وَقَاتِ كَمَا رَجَعَهُ كَثِيرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ
وَاحتَاجَ ابْنُ حَبِيبٍ الطَّبْرِيُّ وَوَجَّهَ ذَلِكَ أَنَّهُ قَدْ صَحَّ فِي الْأَخْبَارِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزُولُهُ وَتَنَلَهُ الشَّجَالُ۔ اس سے صاف
ظاہر ہو رہا ہے، کہ مفسرین نے تاویل سے کام لیا ہے، تو حقیقت عیسیٰ علیہ السلام فوت
ہو چکے ہیں۔

"محمد عمر"۔ مرزا صاحب کو جب تمام مفسرین کی عبارتوں کا جواب نہ آیا اور جب
دیکھا کہ تمام مفسرین حیات مسیح، نفع سمادی عیسیٰ علیہ السلام کے ہی دلائل
پیش کر رہے ہیں تو وہابی کی عبارت اس لئے پیش کی کہ صاحب فتح البیان نے
کہا ہے، کہ تمام مفسرین نے تاویل کی ہے، وکیل صاحب کو اب تک تاویل کے معنی
نہیں آئے، میرا خیال ہے کہ آپ مرزا صاحب پر بھی سنکر ہی ایمان لائے ہو۔

ان کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا، منشی یعقوب علی صاحب ایڈیٹر المحکم نے مرزا صاحب کے درس سے نوٹ لکھے ہیں۔

ترجمان القرآن ۱۶ | اِذِ الْكَافِرُ تَأْوِيلُ مَا لَمْ يَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝
۸۵ یہ ہے حقیقت ان امور کی جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔

مرزا صاحب نے تاویل کے معنی حقیقت کئے ہیں، تو ثابت ہوا کہ صاحب فتح البیان کی عبارت سے توفی کی حقیقت ہے رفع الی السماء جو مفسرین نے بیان کی ہے، تاویل وہ ہے جو تم کرتے ہو، وہ ہے میرا پھیری جو اردو میں مثل مشہور ہے، عربی میں اس کے معنی حقیقت کے ہیں، جو تمہارے مرزا صاحب نے بھی کئے ہیں، یہ بھی ایک محاورہ ہے، جیسا کہ کسی بد معاش کو بھلا مانس کہا جاتا ہے۔ باقی صاحب فتح البیان نے بھی تو مرزا سیت کی جڑ کاٹ کاٹ کے رکھ دی ہے، ذرا اپنی پیش کردہ عبارت فتح البیان کو ہی پڑھ لو، تم نے تو ترجمہ بھی چھوڑ دیا تاکہ پول نہ کھل جائے۔ لکھا ہے کہ مفسرین نے توفی کی حقیقت رفع الی السماء بیان فرمائی، اور صاحب فتح البیان نے کہا، لَا تَقْصِدُ أَنْ تَعَالَى مَا فَعَلَ إِلَى السَّمَاءِ مِنْ عِبَادَةٍ فَإِنَّهُ اسْوَأَ سَطَرٍ كَرِهُتُ بِهِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ تَعَالَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَوَاسِمَانِ كِي طَرَفِ امْتَحَايَا بَغِيرِ وَفَاتِ كَيْ فَتَحَ الْبَيَانِ كِي عِبَارَتِ كَامَطْلَبِ بَيَانِ نَحِينِ كَيْ كَيْسِ رَكِ نَكْطِ جَائِ اس فَتَحَ الْبَيَانِ كِي عِبَارَتِ سَمْتَمَارَا فَتَحَ الْبَيَانِ كَا حَجَّةِ عِلَّا بَحِي حَلِ هُوَ كِيَا، اور یہ کہ توفی کے معنی نواب نے رفع الی السماء ہی لئے ہیں، جس کے متعلق فرمایا، یا تو تم نے آدھی عبارت وہاں رکھ دی اور آدھی کاٹ کر یہاں بیان کر دی، لیکن دروغ گو را حافظ بنیاد شد، یہ یاد نہ رہا، کہ وہاں تو توفی کی تفسیر عِلَّا میں توفی نصف عبارت پیش کر رہا ہوں، اور اگر متصل ہی یہ عبارت باقی ماندہ لکھ دی تو میرا رد میری پاکٹ بک میں ہو جائیگا، بغیر سوچے ہی لکھ دیا اور پھر فتح البیان میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے آگے فرمایا، وَجْهٌ ذَالِكِ أَنَّهٗ تَدَّ صَحَّحَ بِنِي الْأَخْبَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزُولَهُ وَقَتْلَهُ الدَّجَالِ۔ رفع الی السماء کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثیں موجود ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور ان کا دجال کو قتل کرنا ثابت ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب "مفسرین کو غلطی لگی" یا حیات مسیح علیہ السلام ثابت کر دی، اور مرزا ایشوں کے وکیل منصف نے یہ عبارت لکھ کر مرزائیت کے دعوے و فاسات مسیح کی بنیاد اکھاڑ دی، اگر یہ عبارت نہ لکھتے تو فتح البیان والے سابقہ اعتراض کا پردہ رہ جاتا، لیکن اس عبارت سے پہلے ڈھول کا پول نکل گیا، اور مرزائی کی چوری نکل آئی،

"مرزائی"۔ اِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلشَّاعَةِ مِنْ يَهُودِيٍّ نَحْنُ، کہ اِنَّهُ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہو، بلکہ اس کا مرجع قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں، چنانچہ معالم التنزیل میں زیر آیت ہذا لکھا ہے، قَالَ الْحَسَنُ وَجَمَاعَةٌ اِنَّهُ يَعْنِي اِنَّ الْقُرْآنَ لَعَلَّمَ لِّلشَّاعَةِ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا قول ہے، کہ اِنَّهُ کی ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے، پھر جامع البیان میں بھی اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے۔ قِيلَ الضَّمِيرُ لِلْقُرْآنِ، اور پھر مجمع البیان میں بھی لکھا ہے۔ قِيلَ اِنَّ مَعْنَاهُ اِنَّ الْقُرْآنَ لَدَلِيلُ السَّاعَةِ لَانَّهُ اخذ الكتاب۔

"محمد عمر"۔ میں اپنے وکیل مرزانیہ سے مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں، کہ تم نے صرف مرزائیت کی دکالت ہی اختیار کر رکھی ہے، یا ان تحریرات پر بھی ایمان ہے، اگر صرف دکالت ہی ہے تو خیر کوئی بات نہیں، وکیلوں کا کام تیرہ ڈنگے مارنا ہوتا ہی ہے، کوئی اعتراض نہیں، جو مرضی ہے کہ جاؤ، مٹکل مقدمہ میں رہ جائے یا جیت جائے وکیل کو کیا، اس نے تو دام لے ہی لینے ہیں، اور اگر دوسری صورت یعنی ان تحریرات پر ایمان ہے تو اب فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ تمہارے تمام کلام میں دو حوالہ جات ہیں، پہلا معالم کا اور دوسرا جامع البیان کا، تو گزارش ہے کہ معالم کا جو تم نے حوالہ دیا ہے، تو اب عرض یہ ہے۔ کہ آپ کا ایمان قرآن کریم پر ہے یا معالم پر، اگر قرآن کریم پر ہے تو قرآن کریم میں اِنَّهُ کے ماقبل تمام رکوع میں قرآن کریم کا ذکر ہی نہیں، تو اس کی طرف ضمیر کیسے راجع کر سکتے ہو جب مرجع مذکور ہی نہیں، تو ضمیر کا راجع کرنا خلاف اصول نحوی عربی ہے، سنئے، فقیر تمام رکوع پڑھتا ہے، اگر شک ہو، تو قرآن کریم نکال کر دیکھ لیجئے۔

ترجمہ

۲۵

۶

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَتَّبِعُونَ
 الْغَايِبَ حَيْثُ أَمَّ هُوَ مَاضٍ بُرُءُ الْآخِذِ لَا يَلُفُّهُمْ قَوْمٌ خَصْمُونَ
 إِنَّ هُوَ إِلَّا عَيْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَوْ نَشَاءُ
 لَجَعَلْنَاهُمْ مَلَائِكَةً فِي الْآسَمَاءِ يَخْلَقُونَ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلشَّاعَةِ مَثَلًا مِّنْ
 بَعَادِ اتَّبَعُونَ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ وَلَا يَصُدُّكُمْ عَنْهُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ
 عَلِيمٌ ذُنُوبَكُمْ

کیوں جناب فرماؤ! ابھو یقین ہو گا یا نہیں، اگر قرآن کریم پر یقین ہے تو ایمان
 لے آؤ کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے اور
 وہ نشان ہونگے قیامت کے ورود کا اور بصورت دیگر اگر قرآن پر ایمان نہیں،
 تو اس کی دو صورتیں ہیں، صاحب معالم بغوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان ہے یا حضر
 حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ اگر علامہ بغوی صاحب معالم التنزیل پر ایمان ہے تو انہوں
 نے اس آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ (وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلشَّاعَةِ) یعنی بُرُءُ الْآخِذِ مِنْ
 إِسْرَءِيلَ (الشَّاعَةِ) یعنی بھارت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا قیامت کے
 علامات سے ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ قیامت کا قرب
 معلوم ہو گا۔

تو معلوم ہو گا کہ علامہ بغوی پر تو تمہارا ایمان نہیں، اگر ان پر ایمان ہوتا تو پہلے
 اس عبارت کو ملاحظہ فرماتے، پھر انہوں نے حدیث بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی حیات و نزول سے عیسیٰ علیہ السلام پر دلیل پیش کی ہے۔ اس پر ہی ایمان لے
 آتے، چلو نہ سہی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول انہوں نے نقل فرمایا ہے، اس
 پر ہی ایمان لے آتے، سن لیجئے۔ اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے۔

وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذَا بُرْهَانَ سِدَّةً وَ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهُمْ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلشَّاعَةِ يَفْتَحُ اللَّهُمَّ الْعَيْنِ أَيْ أَمَامَهُ وَ
 عِلْمَهُ

۱۱۶

اور ابن عباس اور ابو ہریرہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پڑھا ہے وَإِنَّهُ
 لَعِلْمٌ لِلشَّاعَةِ لام اور عین دونوں کو مفتوح یعنی زیر سے جس کے معنی نشان کے ہیں

کیوں جناب اب حضرت عباس کی قرأت کو بھول گئے، اب تو تمام صحابہ کرام کی جماعتی قرأت
 لَعَلَّہُ ثابت ہے، اب بھی اگر موت یا دسپے، تو صحابہ کرام کے ایمان کے مطابق
 عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کا نشان تسلیم کر کے ان کے نزول من السماء پر ایمان
 درست کر لو، تاکہ تمہارا اعتقاد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً حضرت عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کے مطابق ہو جائے، اور تمہاری بنیات کی کوئی صورت
 نکل آئے، ورنہ ثابت ہو رہا ہے کہ تم نہ مفسرین کے قائل ہو نہ صحابہ کرام کے محض
 لوگوں کو دھوکا دینا اور اسلام سے گمراہ کرنا مقصود ہے، اور صاف صاف ثابت
 ہو گیا کہ تمہارا معاملہ التشریل کو پیش کرنا محض اس کا نام لے کر مرزائیوں کو خوش کرنا
 مقصود ہے، کہ واہ واہ واہ واہدیں کہ ہمارے وکیل نے بھی تفسیر معاملہ پیش کر رکھا
 ہے، چاروں کو یہ علم نہیں کہ صحیح پیش کر رہے ہیں یا غلط اور بصورت دیگر اگر حضرت حسن
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایمان ہے تو اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ ادل تو یقین نہیں
 کہ یہ قول جو علامہ بغوی نے پیش کیا ہے یہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 کا ہی ہو، کیونکہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال حسن بن فضل رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما کے کئی مقامات پر پیش کئے ہیں، اس واسطے یہ یقینی امر نہیں، دوسری وجہ ان کے
 قول نہ ہونے کی یہ ہے، کہ ابن جریر نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو
 اس کے برخلاف پیش کیا ہے، یہ ہے۔

تفسیر ابن جریر | حدیثی یعقوب قال حدثنا هشیم قال اخبرنا حصین
 عن ابی مالک دعوف عن الحسن قال فی قوله ذَا نَبَّہُ
 لَعَلَّہُ لِّلْسَاعَةِ قَالَ نَزَّلَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ ذَرَّعَ
 اَحَدُہُمَا ذَا نَبَّہُ لَعَلَّہُ لِّلْسَاعَةِ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو
 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دعوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں نے روایت
 کی ہے ذَا نَبَّہُ لَعَلَّہُ لِّلْسَاعَةِ فرمان الہی کے متعلق تو دونوں نے کہا ہے۔
 کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ عیسیٰ ابن مریم کا نازل (علامت
 ہوگی قیامت کی) اور دونوں سے ایک نے یہ آیت بھی پڑھ دی۔

اے مرزائی وکیل صاحب! اگر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایمان ہے، تو

پڑھو کلمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور چھوڑ دو مرجے جی کا کلمہ اور حیات سماوی اور نزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ اور قرآن کریم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقائد کو پس پشت نہ ڈالو۔

دوسرا حصہ تمہارے اعتراض کا ہے تفسیر جامع البیان کا حوالہ اور مجمع البیان کا مجمع البیان تو چونکہ دوسرے عقیدے کے ساتھ متعلق ہے، اس واسطے فقیر اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرتا، وہ خود جانیں، لیکن جامع البیان کے متعلق اب بھی دیسے ہی عرض ہے، کہ تمہارا قرآن پر ایمان ہے یا صاحب تفسیر شیخ معین علیہ الرحمۃ پر ایمان ہے، اگر قرآن مجید پر ہے، تو حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نے آؤ، بلا کھٹکے اور اگر شیخ معین الدین صاحب پر ایمان ہے، تو انہوں نے پہلے فرمایا کہ (وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلشَّاعِرِ) اِیْ عَلَمًا مَّا تَشَافِقَانِ شَرُّ ذَلَّةٍ مِّنْ اَشْرِطِهَا یعنی قیامت کی علامتوں سے ہے، اس لئے کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی شرطوں سے ہے۔ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے، معلوم ہوا کہ معاملہ ضد پر مبنی ہے ایمان پر نہیں، در نہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد کو ترک کر کے تمام امت کے مفسرین و اسلاف کو چھوڑ کر اکیلے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیچھے آئیں کہدینا یہ تمہارا مرزائوں کا ایمان ہی گوارہ کر سکتا ہے، بھائی اور مسلمان تو اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے، تمہاری نسبت اتنا ہی کہدینا کافی سمجھتا ہوں، وَ اِنَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ہ فقط۔

”مرزائی“۔ اگر تمہاری بات کو ہی درست فرض کر لیا جاوے، تو اس صورت میں ارشاد کی ضمیر کا مرجع ابن مریم مثلاً یعنی مثیل مسیح ماننا ہو گا، مثل کے معنی لغت میں الشَّبْهَ وَ النُّظَيْرَ مانند اور نظیر کے ہیں، یعنی مثیل (المجوز) وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمٌ مِّنْهُ يَصِدُّوْنَ کہ جب ابن مریم کا مثیل بھیجا جاوے گا، تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کہلانے والے ان بہتالیاں بجا میں گئے۔ نیز سنتی الادب میں مثل کے معنی مانند اور ہمتا اور نظیر کے لکھے ہیں، اور شرح عقائد کے حاشیہ پر لکھا ہے، قَالَ مَقَاتِلُ بْنُ سُلَيْمَانَ ذَمَّنْ تَابِعَهُ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ نے

تفسیر قولہ تعالیٰ وَ اِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلشَّاعَةِ تَالِ هُوَ الْمُصَدِّقُ يَكُونُ فِيهِ
اَخْبِرَ النَّاسَ مَا بَيْنَ دَعْوَا خُرُوجِهِ تَكُونُ اَمَّا اَتِ الشَّاعَةِ

مقاتل بن سلیمان اور اس کے ہم خیال مفسرین نے لکھا ہے کہ اِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلشَّاعَةِ
سے مراد مہدی ہے۔ جس کی آمد کے بعد قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی، ص ۳۳۲

”محمد عمر“۔ بحان اللہ مرزائی صاحب گرتے بھی ہیں تو اپنے ہی پیشاب سے ہی
پھسل کر، کیوں نہ ہو آخر مرزائیت کا اظہار کیسے ہو، دراصل بیچارے سادہ
لوح میں، ان کے بس کی بات نہیں، چونکہ میں مرزا صاحب کے معتقد۔ اس لئے
کسی مرزائی نے جب کوئی بات کہدی اور ساتھ قرآنی آیت پڑھ دی، آہ، آہ، آہ
کر کے حسن ظن کی بنا پر اسی گڑھے میں گر گئے، وہ حسن کا ظن یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں
دیتا، کہ آیت کے کیا معنی ہیں، اور کہا کیا جا رہا ہے، بس مان لی، صبح ہو یا غلط۔
مرزا صاحب کی ہوشیاں یوں نہ ہیں تو کہہ دینے اور لکھ دینے اور اعتقاد سے
غرض ہے، صحت کا خیال ہوتا تو مرجائی کیوں ہوتے، بھلا مرزائی صاحب یہ تو فرماتے
کہ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْزِيٍّ مَثَلًا اِذَا قَوْمٌ مِّنْهُ يَعْبِدُوْنَ تَمَامِ آیت
میں بھیجا جاوے گا، کون سے لفظ کے معنی ہیں، بھلا مثلاً کے معنی تو تم نے مثیل بنالئے۔
اور بھیجا جائیگا کہاں سے نکال لیا، آؤ ذرا شرط لگائیں۔

اعلان

جو مرزائی اس آیت کریمہ سے یا قرآن کریم کے کسی اور مقام سے
دکھا دے۔ کہ مسیح کا مثیل آئیگا،

تو
فقر اس کو بفضلہ تعالیٰ

ایک ہزار روپیہ انعام دیگا،

اَدَلِ تَوَاصُّهُ لَعَلَّمَ لِّلشَّاعَةِ نے جب مرزائیت کے نیچے اوپر کے ذات

کھٹے کر دئے، اور مرزا عیسیٰ کے تمام سوالات کا جواب ایک ہی آیت قرآنی نے تمام کر دیا، جس نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی آمد ثانی کو حتمی ثابت کر دیا، اور ترجمہ بیان کرنے والے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ تھے، جناب مرزائی نے ربوہ سے در سے سانس نہ لیا، ربوہ بھاگتے ہوئے کو بکڑلائے، کہ یا قرآن کو مان اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سمجھے ہوئے مطلب قرآنی سے حیات مسیح اور ان کے قرب قیامت تشریف لانے پر ایمان لے آ، اور یا مرزا غلام احمد نادانی کی اتباع کر اور ربوہ جا، مرزائی کا چارہ نہ چلتے ہوئے آہ بھری اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قرب قیامت آنے کو ان الفاظ میں تسلیم کرنا پڑا کہ اگر تمہاری بات کو ہی درست فرض کر لیا جاوے، اجی یہ ہماری بات ہے یا خداوند کریم کی، اللہ کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خداوند راجع فرما رہے ہیں، یا ہم، ہم پر احسان جتا رہے ہو، کیا ہمارے کلام کو تسلیم کر رہے ہو، یہ کلام خداوندی ہے، اگر ایمان صحیح لے آؤ گے تو نجات پاؤ گے، ورنہ جہنم کا ایندھن تم بنو گے، تمہارا قرآن کریم کو الٹ بیان کرنا ہمیں کیا تکلیف دہ ہو سکتا ہے اگر قرآن کریم کی تبدیلی سے فک رہے تو تم کو، ہمیں کیا فکر ہے۔

اعلان

آؤ مرزا یو! اگر اللہ لَعْلَمُ بِلِسَانِ عِبَارَتِ قرآنی سے ضمیر کا مرجع سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی اور کو ثابت کر دو، تو جھوٹے کی زبان کاٹ دی جائے،

اب مثلاً کا فیصلہ قرآن سے کرائیں، کہ آیا مثلاً سے مثیل مسیح مراد ہیں، یا کچھ اور، مگر مثیل سے مراد مثیل آپ کریں تو ترکیب نحوی میں کیا بنے گا، کیونکہ اگر مثیل سے مراد مثیل کیا جاوے، تو مثلاً کو مقدم چاہیئے تھا، مضادات بنت تو تمہارا مطلب صحیح تھا، مگر جب مؤخر رکھا تو ثابت ہووا، کہ مثلاً تمیز ہے اور جو ابن مریم علیہ السلام

کے بیان کرنے میں ابہام تھا، وہ مثلاً نے ذکر کر دیا، یعنی ابن مریم علیہ السلام کی ذاتی مثال کے بیان کرنے کا ذکر ہے، نہ کہ ان کے واسطے کسی اور مثیل کی ضرورت ہے جیسا کہ تمہ نے سمجھا ہے، اور یہ قرآن کریم کے عین خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ان کے بعد کی آیت کے آگے رب العزۃ نے خود فیصلہ فرمادیا ہے۔ وَ جَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ اور ہم نے اسی ابن مریم علیہ السلام کو ہی مثال بنایا بنی اسرائیل کی واسطے یعنی امتثال کرنے اپنی قدرت کاملہ کی حجت اور نشانی بتائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، اگر یہاں معنی نظیر کے لئے جادیں تو معنی ہی بگڑتے ہیں یعنی تشبیہ شئی کی بنفسہ لازم آئے گی،

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس میں تو کوئی گنجائش ہی نہ رہی، کہ شیطان ذہن کو مثیل مسیح کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کرے، تو وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا والی آیت کو ملاحظہ فرمایا کرو، پس دماغ مثلیت سے بھی باز رہے گا۔ ملاحظہ ہو، آیت سابقہ کو فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِیْنَ۔ تو ہم نے غرق شدہ فرعونوں کو ان کے پہلوں کے لئے بھی اور مثال بنائی پچھلوں کے لئے، اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے فرعون جو غرق شدہ تھے ان کو مثال فرمایا، تو فرعون بھی تمہارے خیال کے مطابق مثیل ثابت ہوئے۔ اور مثیل بھی فرعون کے نہیں، بلکہ آخرین کے اور آخرین وہ تھے جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے، جیسا کہ رب العزۃ نے ارشاد فرمایا ہے۔

دخان | فَأَسْرِ بِعِبَادِيَ لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ وَ اسْتَرْكَبُوا الْبَحْرَ لَمَّا هُمْ رَاكِبُونَ
۲۵ | جُنُودًا مَّغْرَقُونَ ۝ كَمْ تَرَ كُوفًا مِنْ جَنَّتٍ وَ هِیْئُونَ ذُرُوعًا وَ مَقَامِرًا
۱ | كِبْرُیْمًا وَ نَعْمَةً كَانُوا فِيهَا يَكْتُمُونَ كَذَٰلِكَ تَفْ ذَاوَرْنَا نَهَا قَوْمًا

الْآخِرِينَ ۝

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! پس لے چلیے آپ اسے موسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو رات کے وقت، تم ضرور تعاقب کئے جاؤ گے اور دریا کو خشک پتی رہنے دیجئے۔ اس لئے کہ ان کا تمام لشکر غرق کیا جائیگا، انہوں نے کتے ہی باغ اور چٹھے اور کھیتیاں اور بلدانگیں بمع سامان چھوڑے جس میں وہ عیش کرتے

تھے، ایسے ہی ہو ا اور وارث کیا ہم نے ان کا پھیل قوم کو۔ یعنی بنی اسرائیل کو،
 وَأَذْرَسْنَا قَوْمًا الْخَاسِرِينَ قوم آخرین کو ہم نے وارث بنایا اور وہ کون تھے،
 جو وارث بنے، ضروری بات ہے کہ وہ بنی اسرائیل تھے، اور وہ مثل تب بن سکتے
 تھے، جب وہ بھی فرعونوں کی طرح پانی میں غرق ہوتے، ورنہ مثلاً نہیں کہلا سکتے
 یا فرعونوں کو بنی اسرائیل کی طرح زندہ رکھا جاتا، جب زندہ نہیں رہے۔ بلکہ
 غرق ہو گئے تو ثابت ہو ا کہ مثلاً کے معنی یہاں بھی نشان عبرت کے ہیں، تو مثلاً میں
 تمہارا غیر کو مثیل مراد لینا یہ تمہاری غلطی ہے وہاں بھی مراد نشانی ہی ہے، اور
 نشانی خود عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ورنہ مرزا صاحب کو بھی تمہیں مَعْنَى قَوْمٍ میں شمار
 کرنا پڑے گا۔ تَوْفَاتُكُمْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ کے مصداق ثابت ہو گئے۔ آگے تم
 سوچ لو۔

تو بنی اسرائیل کے مثیلوں کو تمہارے قاعدے کے مطابق غرق کیا گیا اور پھر
 اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا، فَلَمَّا اسْفُوتْنَا اُنْتَقِمْنَا مِنْهُمْ تَاْخِرًا هُمْ اَجْمَعِينَ
 جب انہوں نے ہمیں غضب ناک کیا، تو ہم نے ان سے بدلہ لیا پھر ان کو غرق
 کر دیا، اور پھر فرمایا فَجَعَلْنَا هُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ وہ تو ہم نے ان کے
 سلف و خلف کے واسطے ان کو ایک نشانی بنا دی، تاکہ ان کو معلوم ہو جائے،
 کہ جو خداوند کے سوا کسی کو رب مقرر کرتا ہے۔ تو خدایوں بدلہ دیتا ہے، تو ان کو
 غرق کر کے دوسروں کے واسطے عبرت بنا دی، اگر یہاں مثیل کے معنی لئے جاویں
 تو معنی ہی غلط بنتے ہیں، کیونکہ جب غرق ہو گئے تو مثیل کیسے رہ گئے، تو ثابت
 ہو ا کہ مثلاً بھی بمعنی نشان کے ہیں، جب ما قبل نشان کا ذکر فرمایا تو مابعد میں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے واسطے نشان ہونا

اب تم اسے فرقہ مرزائیہ! بتاؤ کہ کس نبی کا اللہ نے مثیل بنایا اور جس کو مثیل
 بنالیا، تو اس کو وار پر لٹکا دیا گیا اور وہ بنی نہ تھا بلکہ منافق تھا، مرزا صاحب
 بھی منافق ثابت ہوں گے، تو تمہارا یہ معنی کرنے مثیل کے غلط ثابت ہوئے۔
 اور سنئے۔

مَثَلٌ كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ کے کیا معنی کر د گئے۔ کچھ تو

سورج کر بات کرتے۔

اور وکیل دوست کو المجد کی صفت کا ترجمہ المثل کا الشبہ والنظیر پڑھنے کا موقع ملا، لیکن اسی لفظ کے ماتحت ہی لکھا ہے د المثل العبرة - العجة تمہاری بیش کردہ لغت کی کتاب المجد سے بھی ثابت ہوؤا کہ مثل کے معنی عبرۃ اور حجتہ کے بھی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ مثل بمعنی عبرہ اور حجتہ کے لئے ہیں، جو اس آیت کا ماقبل اور مابعد بھی ثابت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس واسطے اس نے اسی آیت کے ماقبل بھی اور مابعد بھی لفظ مثل کو استعمال فرمایا، جس کے معنی عبرۃ اور حجتہ کے ہیں، تاکہ ثابت ہو جائے کہ اس کے معنی بھی آیت اور حجتہ کے ہیں، تاکہ مرزائی اس مقام پر نظر کے نہ کر لیں، سیاق سباق کے ربط کو توڑنا یہ مرزائیہ کا کرتب ہے۔ قرآن کریم کی روانی اس پر دال نہیں، جیسا کہ ہر ذی شعور کے واسطے بیان ہو چکا ہے۔

آگے پھر دوست نے، اللہ کی ضمیر کا مرجع امام مہدی علیہ السلام کو قرار دیا، اور دلیل پیش فرماتے ہیں، چونکہ شرح عقائد کے حاشیے پر لکھا ہے،

کیوں جی! بھلا یہ فرمائیے کہ اتنی تفسیریں اور حدیثیں پیش کی گئیں، ان پر یقین نہ آیا، کیا شرح عقائد کا حاشیہ قرآن سے زیادہ معتبر ہے؟ جب ماقبل اس کے امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہی نہیں، بلکہ ابن مریم کا ہے تو ہم قرآن کریم کو پس پشت کیسے ڈال دیں، تم دیلیں تلاش کرتے ہو، شاید تمہارے پاس کوئی شرح عقائد ہو اس پر کسی فضول آدمی نے لکھ دیا ہو، مکان میں دیکھو، کیا بلوں میں چوہے ہوتے ہیں، جن کا کوئی اعتبار نہیں، اصل کتاب پیش کرو۔ محشی کا کیا اعتبار ہے۔ آئیے اگر آپ نہ دیکھ سکتے ہوں، تو فقیر آپ کو دکھا دے، تاکہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ لگے۔ کہ حنفیوں کی کتاب میں لکھا ہے کہ مسیح سے مراد مہدی ہے۔ سینے۔ مہدی مراد

ہیں، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

شرح عقائد نسفی | وَمَا أَخْبَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَشْيَاءِ

السَّاعَةِ أَوْ مِنْ عَلَامَاتِهَا مِنْ خُرُوجِ الدَّجَالِ وَدَاجَةِ

الْأَرَضِينَ وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَنَزُولِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَظُلُوعِ

الشمس من مغربها فهو حق۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی اشراط یا علامات سے جو خبر دی ہے
وجال کا نکلنا اور دابة الارض کا اور یا جوج ماجوج کا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان
سے اترنا اور مغرب سے سورج کا چڑھنا تو یہ حق ہے۔

کیوں جی وکیل صاحب! یہ ہے شرح عقائد اصل، جس کا نام سنا کر تم نے
دھوکا دیا۔ اب بتاؤ کہ بل اچھی یا اصل مکان۔ آپ کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے
کہ ہمیں صاحب خانہ نے مکان میں جگہ نہیں دی تمہارے مخالف اسی لئے تم بل
میں گھسے۔ لیکن آپ کو حاشیہ نظر آیا، اصل پر کیوں نہ نظر پڑی، خیر تمہارے
اس بہانے سے فقیر نے اصل کتاب پیش کر دی، مسلمانوں کو تمہاری چوری نظر
آگئی۔ اگر اس کے متعلق کچھ بھی موقع ملا، تو انشاء اللہ العزیز۔

”مرزائی“۔ اہل سنت و جماعت بعض روایتیں جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
سے پیش کرتے ہیں، مثلاً مسند امام احمد حنبل یا درمنثور یا فتح البیان یا ابن
کثیر جن میں اس آیت کے متعلق نزول مسیح قبل از قیامت مراد ہے۔ وہ تمام
ضعیف ہیں، دیکھو عاصم اور ابو یحییٰ اور غالب بن فائد اور فضیل بن مرزوق قاشی
ان کے راوی ہیں اور یہ تمام اسماء رجال کی کتب میں ضعیف لکھے ہیں،
”محمد عمر“ آئیے جناب مرزائی صاحب! اسماء رجال سے ان کے متعلق تحقیق کر لیں،
جن پر تم نے جرح کی ہے۔

تقریب التهذیب (عاصم بن بھدلہ) دھوا بن ابی نجرود بنون جیم
۱۸۳

البوسری المقرئ صدوق له ادھام حجة فی القراءة

وحدیثہ فی الصحیحین۔

عاصم بن بھدلہ کو فی سچا ہے (کذب فی الحدیث سے مبرا ہے) کچھ دھم بھی کرتا ہے
قراءة میں اس کی دلیل حجت ہے۔ اور اس کی حدیث صحیحین میں موجود ہے۔ جب بخاری
مسلم نے اس کی حدیث کو مستند سمجھا ہے۔ تو آپ کون ہیں، جس کو دھم ہو، وہ بات
کرنے میں عجلت نہیں کرتا، احتیاط سے کام لیتا ہے۔ اگر کوئی شک کی بات کرے،

تو وہ ضرور حجت نہ ہوگی، اس حدیث میں چونکہ اس نے شک کا اظہار نہیں کیا لہذا صحیح ثابت ہوئی۔
میزان الاعتدال | **عاصم بن ابی نجود** مقربونا احد السبعة
 اقراءه وهو في الحديث دون الثبت صدوق
 ۲
 ۵
 یعم۔ وقال ابو حاتم رحمه الله الصدوق۔ قلت
 هو حسن الحديث وقال احمد و ابو زرعة ثقة۔ وقال احمد بن حنبل
 كان ثقة انا اختار قراءته۔

جس کو امام الحدیث احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرمادیں کہ ان ثقہ کہ وہ ثقہ
 فی الحدیث ہے اور پھر ناقد رجال خود علامہ ذہبی جو پر کھنے والے ہیں وہ ارشاد
 فرمادیں اور خود فیصلہ کر دیں قلت هو حسن الحديث۔ میں کہتا ہوں کہ
 وہ حدیث حسن بیان کرتا ہے تو آپ معترض کون ہیں، جس سونے کو صرف صحیح
 کہہ دے جس نے نہ کچھ لینا نہ دینا کوئی طمع ہی نہیں تو گاہک کو اگر پسند نہ ہو تو اس
 کے پاس رقم ہی نہیں، جب نقاد رجال الحدیث سے تم نے فیصلہ چاہا تو اس نے
 سب کچھ بیان کر کے آخر فیصلہ دیا کہ حسن الحديث ہے۔ تو جو پھر بھی ان
 کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے تو معلوم ہوا اس کا اپنا ایمان درست نہیں۔

تہذیب التہذیب | **عاصم بن بھدلہ** و هو ابن ابی نجود

۵۱

وخطأه ابو بكر بن ابی داؤد و دی عن
 زر بن جیش و ابی عبد الرحمن و قرء علیہا القراءات و ابی داؤد و ابی صالح
 السمان و ابی زین و المسید بن رافع و مصعب بن سعد و معبد بن
 خالد و سواء الخزازی و جماعة و عنه الاعمش و منصور و ہامان و اقراء
 و عطاء بن ابی سباح و هو اکبر منه و شعبہ و سفیان و سعید بن ابی عمیر و
 و الاحمادان و زائدا و ابو خثیمہ و شریک و ابو عوانہ و حفص بن سلیمان
 و ابو بکر بن حبان و قرء علیہ و غیرہم۔ قال عبد الله بن احمد
 عن ابيه كان من جلا صايعا قارئا للقرآن و اصل الكوفة يختارون قرأته
 و انا اختارها و كان خيرا ثقة۔ قال ايضا عاصم صاحب قرآن و حماد

صاحب فقہ وعاصم احب الینا قال ابن معین لا باس ببدہ وقال العجلی کان صاحب سہۃ وقرۃ وکان ثقہ ساسا فی القضاۃ ویقال ان الاعمش قرء علیہ وهو حدث دکان یختلف علیہ فی نردابی وائل - وقال ابن ابی حاتم عن ابیہ صالح وهو اکثر حدیثا من ابی تیس الا ویدی و آشہر و احب الی منہ وهو اقل اختلافا عندی من عبد الملك بن عمیر وقال سألت ابانہ عہ عنہ فقال انہ ثقہ قال و ذکرہ ابی نقال محله عندی محل الصدق صالح الحدیث - وقال النسائی لیس ببدہ باس وقال ابو بکر بن عیاش سمعت ابا اسحق یقول ما سئیت اقرب من عام اخرج لہ الشیخان مقی ونا بغیرہ قلت قال ابو عوانہ فی صحیحہ لم یرج لہ مسلم سوی حدیث ابی بن کعب فی لیلة القدی و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال العجلی کان عثمانیا وقال ابن شاہین فی الثقات قال ابن معین ثقہ لا باس بہ من نظر اءا کا عمش -

عاصم بن بدہ کے آٹھ جلیل القدر استاد ہیں جن سے یہ روایت بیان کرتے ہیں (زر بن جیش - ابی عبد الرحمن سلمی اور ان دونوں سے عاصم نے قرأت بھی سیکھی ہے - یہ دونوں اس کے قرآن کریم کی قرأت کے استاد تھے، اور ان دونوں نے عاصم کو ایسا علم قرأت و تجوید میں دیا کہ زمانہ بنایا کہ مرزائی کو بھی پانا پڑا - تیسرے استاد حدیث ابی دائل - ابو صالح شیمان - ابو زرین - مسیب بن رافع - مصعب بن سعد - معبد بن خالد اور یہ جلیل القدر رواۃ حدیث سے شمار کئے گئے ہیں، اگر ان کی شان علیحدہ علیحدہ عرض کروں، تو طوالت کا خطرہ ہے - اب اس کے شاگرد حدیث سن لیجئے -

اعمش - منصور - عطاء بن ابی رباح - شعبہ - دونوں سفیان - سعید بن ابی عروہ - و نوحماد - زائدہ - ابو حنیفہ - شریک - ابو عوانہ - حفص بن شیمان - ابو بکر بن عیاش ۱۵ جلیل القدر رواۃ احادیث صحیحہ جو ان کے شاگردوں سے ہیں وہ تو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمادئے اور فرمایا کہ ان کے علاوہ اور بھی ان کے شاگردان حدیث ہیں -

راور گیارہ انکے مصححین ہیں

احمد بن حنبلؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نیک آدمی ہے۔ قرآن کریم کا قاری ہے۔ کوئی اس کی قرأت کو بڑا پسند کرتے تھے۔ (اور کوئی اس وقت قرأت کا مرکز تھا اور سب سے یہ بہتر پڑھنے والے تھے) اور میں اس کو پسند کرتا ہوں اور عامم بہتر ثقہ فی الحدیث ہے۔

ابن معینؒ۔ اس کی حدیث اخذ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں،

عجلیؒ نے کہا حدیث و قرآن کا ماہر ہے اور ثقہ یعنی پکا آدمی ہے (اور بڑی بات یہ ہے) کہ حدیث اور قرآن میں اعمش کا استاد ہے۔
ابو حاتمؒ نے کہا کہ یہ بڑا مشہور آدمی تھا۔

ابو زرؒ نے فرمایا، کہ ثقہ ہے۔ یعنی حدیث میں پکا ہے۔ اور میرے باپ نے کہا کہ سچا آدمی ہے اور صالح الحدیث ہے۔
نسائیؒ نے فرمایا اس کی حدیث میں کوئی ڈر نہیں۔

ابو بکر بن عباسؒ نے فرمایا۔
ابو بکر بن عباسؒ نے عاصم جیسا قاری کوئی دیکھا ہی نہیں۔
ابو بکر بن عازمؒ نے فرمایا میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے اس کی حدیث کو چھوڑا ہو، بلکہ تمام اس کی حدیث کو اخذ کرتے ہیں، اور عاصم مشہور آدمی ہے (عوامی نہیں)۔

ابن حبانؒ نے اپنے ثقات میں عاصم کا ذکر کیا ہے۔

ابن شاہینؒ نے کہا کہ عاصم حدیث کے ثقہ آدمیوں سے ہے۔

ابن معینؒ نے فرمایا کہ اعمش کو جس نے دیکھا ہو، وہ عاصم کو دیکھ لے۔ یہ حدیث میں ثقہ ہے۔ اس کی حدیث معتبر ہے کوئی ڈر نہیں، کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے عاصم جس کو معاذ اللہ تم نے تھوک دیا

تھا۔ کہ اس کی حدیث موضوع ہے۔ اور تم بیچارے تو موضوع اور ضعیف مرفوع و مرسل وغیرہ کی تفریق کو کیا جانو، بس جو منہ میں آیا کہد یا مطابق ہو یا نہ۔ سنا کیسا راوی ہے، ارے جس کو ابن معین جیسے اور ابن شاہین جیسے اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان جیسے اور ابو بکر بزار جیسے جلیل القدر نقادوں نے جو رجال احادیث کو پرکھنے والے ہیں، اور مشاہیر نقاد مشہور ہیں، جب وہ عاصم کی تعریف کر چکے ہیں، اگر آج مرزائی انکار کر دے تو اس کی کیا وقعت، جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مصنوعات میں پھنس چکا ہے۔ وہ حقیقت کو بچارہ کیا بیچ سکے۔ اور اس کا پرکھنا کب صدق پر مبنی ہوگا، جس کا مقدمۃ الجیش ہی غلط راستے پر بھا رہا ہو۔ اور جس کے سابعین گڑھے میں گر چکے ہوں، اور اس کے تو این کب بیچ سکتے ہیں، جن کی آنکھ دھندلی ہو، اس کو تمام دنیا دھندلی نظر آئیگی۔

”مرزائی“ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ وقال النسائی لیس بحافظ اور دارقطنی نے بھی کہا ہے۔ ۳۲۶

”محمد عمر“ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ کا جواب ابن حجر عسقلانی نے دے دیا ہے۔ فرمایا تہذیب التہذیب ۴۳ وقال النسائی لیس بہ باس کو اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں جناب میں بہ کہہ رہا ہوں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو علم تھا کہ مرزائی بعد میں عاصم پر اعتراض کریں گے، چنانچہ انہوں نے اس کا جواب پہلے ہی دے دیا۔

”مرزائی“ دیکھو ابن حجر عسقلانی نے ہی اس کے متعلق لکھا ہے کہ ائمتہ نے کہا ہے کہ محدث تو واقعی بڑا ہے۔ لیکن زرا اور ابی داؤد کی حدیث ہو اس نے بیان کی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ ۳۲۷

”محمد عمر“ سوال کا موقع تو یاد رہا لیکن جو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے۔ وہ یاد نہیں، سو اس سے آگے اس کا جواب دیا ہے کہ ابو حاتم اپنے باپ صالح سے روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ بہت تھوڑا اختلاف ہے۔ تو معمولی اختلاف کسی خاص روایت میں مثلاً عبد الملک بن عمیر کی روایت میں تو وہ معمولی بات ہے۔ اتنے بڑے راوی کو ٹھکرا دینا ایمان کے خلاف ہے۔

”مرزائی“ عقلی نے کہا یہ لم یکن الا سوء الحفظ۔ ۲۲۶
 ”محمد عمر“۔ اس کا جواب دوسرے صفحے پر ہی موجود ہے۔ وقال ابو بکر بزار
 لم یکن بالحافظ ولا نعلم احداً شذک حدیثہ علی ذالک
 وهو مشہور۔

ابو بکر بزار نے اس کا جواب دیا ہے، کہ گو یہ حافظ نہ تھا، لیکن باوجود اس
 کے کسی نے عاصم کی حدیث کو ترک نہیں کیا، کیونکہ اس کی نیکی اور علم مشہور
 تھا، اور جس کو گیارہ بڑے بڑے محدثین اور نقادین نے تسلیم کیا ہو۔ تو پھر
 تمہاری بات کو کون سنتا ہے۔ تمام تو خدا کے قائل بھی نہیں۔ تم اس کی الوہیت
 کا انکار کر دو، لیکن تمہیں الوہیت سے کیا غرض۔ بھائی اصل بات یہ ہے۔ کہ
 عاصم بڑے صوفی اور نیک تھے، اگر کہیں ان کو قرآن کی قرأت پڑھتے ہوئے
 شبہ ہو جاتا، تو خواہ صحیح بھی ہو، جب تک یہ اپنے شبہ کو دوسرے سے رفع
 نہ کر لیتے، تب تک چین نہ لیتے، اور آگے نہ پڑھتے، یہ اتقا کی علامت ہے۔
 نہ سوء حفظ کی، جو تم نے سمجھا ہے۔ اس کی تشریح بھی دیکھو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ
 علیہ نے خود فرمادی ہے۔ وقال شہاب بن عباد عن ابی بکر بن عیاش
 دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلت اسمعه یدرود هذا الاية
 نحققها كانه في المحراب ثم دنا الى الله مولهم الحق الا لى
 الحكم وهو أسرع الحاسبين۔

ابو بکر بن عیاش وغیرہ کا کہنا کہ اس کا حافظ کمزور تھا، اس کی وجہ یہ ظاہر فرمائی
 کہ میں ایک بار عاصم کے پاس گیا تو وہ موجود تھا، تو میں نے اس کا قرآن سنتا
 شروع کر دیا سبحان اللہ عاصم کا قرآن پڑھنا اور امام احمد بن حنبل ادا عیش وغیرہم
 کا قربان ہونا تو کیا ہی لطف آتا ہوگا، مرزائی بیچارے کیا جانیں، جن میں قرآن
 پڑھنے والا کوئی ہے ہی نہیں۔ تو ہم معلوم کر رہے تھے۔ کہ آپ (یعنی عاصم)
 محراب میں ہیں۔ اور اس آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے، ثُمَّ دَنَا إِلَى اللَّهِ
 مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ہ تو ان کا یہ بار بار پڑھنا
 ان کے حافظے کی کمزوری نہ تھی، بلکہ اعمش کو جتنا نا تھا کہ میرے متعلق جو تم سوء حفظ

کا خیال رکھتے ہو، حکومت تمہاری نہیں، حکومت خداوند کی ہے۔ وہ تم سے تمام حساب لیگا، جو تم اس کے بندوں کی طرف ایسا خیال رکھتے ہو، نمازیں ہی قرآن پڑھتے پڑھتے سب کچھ سمجھا دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ نہ خیال کرو کہ میں اپنے خلف سے ناواقف ہوں، بلکہ میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ویسا ہی پیچھے،

تو اسے مرزا یثویا یاد رکھو، ایسے اولوالعزم اور بزرگوں کو اتہام لگانا، جس کو زمانہ تسلیم کر چکا ہوا اچھا نہیں ہوتا، تَوَلَّوْا تَوَلَّوْا اُزْح کے بعد پھر کبھی حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو ضعیف نہ کہنا، چہ جائیکہ کسی دکیل کی سنی سنائی بات، جن کا کام ہی عموماً جھوٹ پر ہوتا ہے۔ کسی کو بُرا نہ کہنا اور عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو موضوع نہ کہنا، دیکھو ان کا مدارح اور کرتنا بھاری دھڑا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اَلَا الْبَلَاغُ۔

ابو یحییٰ الاُخرَجُ مَصْدَعُ { دوسرا راوی جس پر تم نے جرح کی ہے۔ اس کے متعلق سنئے! }

تَقْرِيبُ التَّهْذِيبِ	مَصْدَعُ بَكْسٍ اَوَّلُهُ وَمَكُونُ ثَانِيهِ وَفَتْحُ
۳۵۲	ثَالِثُهُ الْوَيْحِيُّ اَلَا عُرْجُ الْمَعْرِقِبِ مَقْبُولُ
	مِنِ الثَّالِثَةِ

(مَصْدَعُ رَضِيَ اللہ عَنْہُ کے اساتذہ کرام، جن سے یہ حدیثوں

کو نقل فرماتے ہیں۔

تَهْذُؤُ التَّهْذِيبِ	رَاوِي عَنْ عَلِيٍّ (رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ)
۱۵۷	وَالْحَسَنِ (رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ) وَابْنِ عَبَّاسٍ

(رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ) وَابْنِ عَمْرِو بْنِ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ)

وَحَائِشَةُ (رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ) ثَابِتٌ بُوَا، کہ مَصْدَعُ رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ

خیر القرون سے ہیں، اور تابعی ہیں، اور جن کے یہ پانچ اساتذہ ہوں تم ان کو ضعیف اور شیعہ کہو، اور ان کی حدیث کو موضوع کہو اور قسم قسم کے اہتمام رکھاؤ تو تمہیں خدا تعالیٰ ہدایت دے۔

مصدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد، جنہوں نے آپ

سے روایات بیان کی ہیں۔

تہذیب التہذیب

۱۰
۱۵۷

وعنه سعد بن ادس العدوی
رحمۃ اللہ علیہ وسعید بن ابی
الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ و
عمار الدہنی رحمۃ اللہ علیہ و

شمس بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ و ابوی زین الاسدی رحمۃ اللہ علیہ
و ہلال بن یساف رحمۃ اللہ علیہ۔

قال ابو حاتم مصدق البیہقی اعرج النزاری یقال مولی بن عفر
وکذا قال احمد و قال ابن المدینی سمعت ابن عیینہ قال ہمار الدہنی کان
مصدق عالمًا بابن عباس۔ قلت انما قیل لہ المعرقب لان الحجاج
اذ لبس بن ضمران عن علی بن علی فابی فقطع عنی قوبہ۔

ابو حاتم نے کہا مصدق البیہقی اعرج النزاری کا نام ہے۔ ابنا عفر کا غلام ہے
احمد نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور ابن مدینی (علی بن المدینی) نے کہا کہ میں نے ابن
عینیہ سے سنا ہے کہ عمار دہنی نے کہا ہے، مصدق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی حدیثوں کا بڑا عالم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس کو معرقب اس لئے کہا جاتا ہے کہ حجاج نے یا بشر بن مروان
نے اس کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سب کرنے کے لئے کہا۔
یعنی کہا، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دو، تو مصدق نے انکار کر دیا، تو اس
کی معرقب یعنی پیٹھ کاٹ دیا گیا، تو بے چارہ لنگڑا ہو گیا، تو اس کو معرقب کہا جاتا
ہے۔

”مرزائی“۔ علامہ ذہبی نے اس کے متعلق لکھا ہے، سعدی نے اس کو نہ الخ جاعڑ عن الطریق لکھا ہے۔ تم بھی بس مولوی صاحب ایسے ہی ہو، جو کام کی بات ہو، اس کو چھپا لیتے ہو۔ ۳۲۵

”محمد عمر“۔ سبحان اللہ! بات کو چھپانا مرزائیوں کا کام ہے، فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بات صاف صاف کہہ دیتا ہے۔ اور لکھ دیتا ہے۔ کوئی ایمان لائے یا نہ، اصل بات یہ ہے کہ تم بچارے سادہ لوح آدمی ہو، تمہیں جیسا کسی نے بہکا دیا تم اس کے جال میں آ گئے، آج کل وکیلوں کا کام ہے۔ الٹی ٹیڑھی بات کر کے لوگوں سے پیسے بٹور لئے، کوئی وکیل پیسے چھیننے کا کام کرتا ہے۔ کوئی ایمان چھیننے کا، لیکن تم تحقیق کر لیا کرو۔ کیونکہ تم نے کسی کی قبر میں نہیں جانا حساب اپنا اپنا ہونا ہے۔ آئیے فقیر عرض کرتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ تم نے دھوکہ دیا جب تم نے حوالہ دیا، تو میں نے کتاب میزان الاعتدال کھول کر دیکھی تو علامہ ذہبی نے پہلے ہی اس کے متعلق فیصلہ کر دیا، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شاگرد ہے۔ اور سچا ہے۔ سُنو۔

المعرب ثقب عن عائشة (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
میزان الاعتدال
۳
۱۴۲

یہ تو ہے فتویٰ امام ذہبی کا، آگے اس نے (جوز جانی) سعدی کا قول نقل کیا ہے۔ تو اس کا جواب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ سُنو۔

وقد ذكره الجوزجاني في الضعفاء
فقال: الخ جاعڑ عن الطریق يريد
بذلك ما نسب اليه بالتشيع و
تخذ يب التخذ يب
۱۰
۱۵۸

الجوزجانی مشہور بالنصب والاذی ان فلا یقدح فیہ قولہ۔
ذکر کیا (سعدی) جوزجانی نے مصدر کو ضعیفوں میں اور نہ الخ جاعڑ عن
الطریق کہا ہے۔ حالانکہ خود جوزجانی (سعدی) بڑا بت پرست اور بے دین مشہور
ہے۔ اس کے متعلق اس کا کوئی حرج نہیں۔

میرا دوست یہ عبارت ہی چھوڑ گیا، معلوم ہوتا ہے طغرا جائز سمجھتے ہو، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر کوئی مرزائی کسی مسلمان کو برا کہدے تو اس کا کوئی ترج نہیں، کیونکہ وہ طاعن بچارہ خود مطعون ہے۔ اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں طاعن کے لئے بھی تو ثقہ ہونا شرط ہے۔ ایرے غیرے نہ تو خیرے کے طعن کا بھی تو کوئی اعتبار نہیں، یہ معاملہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مرزا صاحب کی حدیث نہیں کہ سشن پت اور ملاوٹل آریہ بھی جنکے راوی اور کا تب وحی مرزائیت میں بڑے معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ فتدبر و تفکر۔

رغالب بن فائد

میزان الاعتدال (غالب بن فائد) عن سفیان ثوری۔
غالب بن فائد سفیان ثوری کے شاگردوں سے ہیں۔ (اس لئے یہ معتبر راوی ہیں)

۲
۳۲۱

”مرزائی“۔ تم آگے کیوں نہیں پڑھتے، اس کے متعلق لکھا ہے۔ قال اکاذبی يتكلمون فيه، ازوی نے کہا ہے۔ کہ اس کے متعلق کچھ لوگ باتیں بناتے ہیں، ”محمد عمر“۔ بھائی پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ ازوی کا محض متکلم فیہ کہنا کوئی خلاف نہیں، کیونکہ کلام مجمل ہے۔ اگر کسی عیب سے معیوب قرار دیتے مثلاً کذب وغیرہ کا تو واقعی ایک قابل اعتراض امر تھا، جب محض متکلم فیہ فرمایا، تو اس کا جواب بھی تو ساتھ ہی سنا دیا وہ نہیں پڑھا، کہ قال الو حاتم لا بأس بہ ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس کی ذات کے متعلق کوئی ایسا عیب ناک کلام نہیں۔ اس واسطے اس کی حدیث کے دلیل اخذ کرنے میں کوئی ڈر نہیں،

”مرزائی“۔ عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔ ”محمد عمر“۔ آپ غلط فرما رہے ہیں، بلکہ وہاں تو لکھا ہے، قال العقیلی بخلاف فی حدیثہ۔ عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی ایک حدیث میں اختلاف کیا گیا ہے۔ تو جس کی ایک حدیث میں اختلاف کیا جائے اس کی تمام حدیثیں مختلف فیہ نہیں ہو سکتیں، اور پھر اختلاف فرمایا چھوٹ نہیں فرمایا اور مرزا صاحب

کی کسی بات میں اتحاد ہے ؟ ان کی ہر بات ہی مختلف ہے یعنی ان کا اپنا کلام ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔ آپ نے اُن پر تو کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ان کو تو سچے سمجھو اور اگر کسی راوی کی کسی ایک حدیث میں کسی نے اس کے خلاف کہہ دیا، تو اس کو ہمیشہ کے لئے معاذ اللہ متروک کہہ دو، کسی نے ان کو متروک کیوں نہ کہہ دیا، جب احادیث کے ناقدین ان کو لا باس جسہ فرما رہے ہیں، تو ان کے ایک حدیث کے اختلاف سے تمام کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔

غالب بن فائد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

ہو سکتا ہے کہ زیادہ ہوں۔ مگر علامہ ذہبی کے نزدیک ان سے حدیثوں کا بیان کرنے والا شاگرد ایک ہی کا نام لکھا ہے۔ سادی حنہ سہل بن عثمان الحکمی "مرزائی"۔ تمہاری ایک روایت ابن عباسؓ سے جو تم ابن جریر کی بیان کرتے ہو، اس میں فضیل بن مرزوق شیعہ ہے۔ اس کی روایت کو ابو حاتم نے حجت قرار نہیں دیا، اور نسائی نے ضعیف کہا ہے، ابن حبان نے ضعیف اور خطا کا رکھا ہے نیز ابن معین نے بھی ضعیف میں شمار کیا ہے۔ ان تین کو تو تم نے معاف کر دیا، اب اس کے ضعف کی کیا صفائی پیش کرتے ہو، جو سرے سے ہی شیعہ ہے، رافضی نہ تمہارے نزدیک حجت نہ ہمارے نزدیک، لہذا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ایک روایت تو ضرور ہی ضعیف اور موضوع ثابت ہو گئی۔ دیکھا جناب مرزائیؒ کے کرب کو ایک روایت کو تولے ہی ڈوبا۔ لیکن

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب یہ بھلا کبھی ہو سکتا ہے۔ کہ مرزائی اہلسنت و جماعت کی پیش کردہ روایت کو ضعیف ثابت کر دے، فقیر نے ابن جریر کی اکثر روایتیں حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق پیش کیں، لیکن مذکورہ بالا رواۃ کی روایات کو پیش ہی نہیں کیا گیا۔ فقیر کو علم تھا، کہ مرزائی ان پر معترض ہو گا، تو پہلے اس کے اعتراضات کو صاف کر کے پھر انشاء پیش کروں گا، چنانچہ اب انشاء اللہ بعد از صفائی شکوک فقیر انشاء اللہ پیش کرے گا، پہلے رواۃ پر جو تم نے اعتراضات کئے، فقیر نے بالوضاحت ان کے تسلی بخش جوابات دئے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ان کو تم بخوبی

سمجھ گئے ہو گے باقی رہا اس راوی کے متعلق تو اس کی صفائی کے متعلق بھی انشاء اللہ اپنی طاقت کے مطابق کمی نہیں رکھوں گا۔ تمہارے اس اعتراض میں فضیل بن مرزوق کے متعلق دو اہتمام ایک شیعہ ہونیکا اور ایک اس کے غیر ثقہ فی الحدیث ہونے کا۔ اُن کی شیعیت کا جواب تو علامہ ذہبی نے دیا ہے، کہ ان کو شیعہ حجاجی کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں نہیں دیں، ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال

۲۳۵

وَكَانَ مَعَهُ ذُو الْقِيَامَةِ الشَّيْخُ مِنْ خَيْرِ سَبْتِ
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو نہ گالی دینے کی وجہ سے لوگ شیعہ کہتے تھے، اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم

اجمعین کو گالی دینا اور دلوانا حجاج بن یوسف کا شیوہ تھا، اور جو شخص اس زمانہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گالی نہ لکالے اس کو حجاجی شیعہ ہونیکا فتویٰ دیتے تھے، جیسا کہ پہلے معرب کے دفتروں میں گزر چکا ہے۔ تو تم مرزائی بھی حضرت فضیل بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ کہتے ہو، ثابت ہو ا کہ تم بھی حجاجی ہو، اسی واسطے تمہارے افعال و اقوال ہی حجاج بن یوسف والے صادر ہو رہے ہیں،

اگر اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں نہ دینا ہی رفض ہے، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرزائی رافضی کہیں گے۔ کیونکہ انہوں نے بھی فرمایا ہے ان کان من فضاہب آل محمد فلیشہد الثقلان انی رافضی۔

کیوں جناب اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں نہ دینا یہ شیعیت نہیں ہے۔ نیئے اب ان کے ضعف کو صاف کر دوں جو تمہارے دل میں جمایا گیا ہے۔

فضیل بن مرزوق کے اساتذہ حدیث

روى عن ابی اسحق السیسی وعدی بن ثابت
وعطیة العوفی والاعمش ومیسرہ بن
حبیب وشفیق بن عقبہ وجملہ بنت مصفح

تہذیب التہذیب

۲۵۸

وخیر ہم از ان کے سوا اور بھی ہیں۔

فضیل بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر

شاگردان حدیث

وعنه ^۱نہیر بن معاویہ و ^۲وکیع و ^۳عبد الغفار بن الحکم و ^۴حسین بن علی جعلی و ^۵ابو اسامة و ^۶الفضل بن موفق و ^۷یحییٰ بن آدم و ^۸یحییٰ بن ابی بکر و ^۹یزید بن ہارون و ^{۱۰}محمد بن یحییٰ و ^{۱۱}بیہد الکلابی و ^{۱۲}محمد بن فضیل و ^{۱۳}نعیم بن مسیرۃ النحوی و ^{۱۴}زید بن الحباب و ^{۱۵}ابو نعیم و ^{۱۶}علی بن الجعد و آخرون یہ ہا جلیل القدر آپ کے حدیث کے بڑے طالب الحدیث ہیں اور اس کے علاوہ اور بہت ہیں، آگے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا جنہوں نے ان کو ثقافت کہا ہے۔

فضیل بن مرزوق کو ثقہ فی الحدیث کہنے والے

- (۱) - قال معاذ بن معاذ سألت ثوری عنہ فقال ثقہ۔
- (۲) - وقال الحسن بن علی الحلوانی سمعت الشافعی یقول سمعت ابن عیینہ یقول فضیل بن مرزوق ثقہ۔
- (۳) - وقال ابن ابی خثیمہ عن ابن معین ثقہ۔
- (۴) - وقال احمد لا اعلم الا بخیراً۔
- (۵) - وقال ابن ابی حاتم عن ابی صالح الحدیث صدوق۔
- (۶) - وقال ابن عدی امر جوامدہ لا بأس بہ۔
- (۷) - وقال الحسن بن الحسن المرزوق سمعت الہیثم بن جمیل یقول جاء فضیل بن مرزوق دکان من ائمة نہ ہدا۔
- (۸) - وقال ابن شاہین فی الثقافات۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین ائمہ کرام و دیگر چیدہ چیدہ ائمہ حدیث جس کو ثقہ کہیں، تم ان کو ضعیف کہو، تو یہ تمہاری مرزائیت کا شیوہ ہے۔ کیا لو عاش ابن ابیہم والابد

لیتے ہو، جو ثقہ کو ضعیف کہتے ہو، جب وہاں پہنچے تو انشاء اللہ اس حدیث پر فقر کی اور آپ کی باتیں ہونگی، لوگ سنیں گے ہاں اس کو کہتے ہیں انصاف جس کی وجہ سے ابن حبان نے اور نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ فضیل عن عطیہ عن ابی سعید اس سند والی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن جریر عمق لونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ باقی اس کے علاوہ تمام فضیل کی روایتیں کو صحیح اور قابل اعتبار ہونگی۔

عطیہ کے علاوہ باقی حدیثوں کو موضوع کہنے والا خود جھوٹا سمجھا جاوے گا، یہ ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بعض روایتوں کے راوی، جن کو ثقات ثابت کر دیا گیا، جو ابھی تک تحریر نہیں کی گئیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بعض حدیثیں جن میں یہ راوی نہیں بیان ہو چکی ہیں۔

”مرزائی“۔ قَدَّاسٌ نَعْلَمُ لِلشَّاعِرِ میں علم مصدر ہے۔ مصدر کبھی کبھی مبالغہ کے لئے بھی آتا ہے، جیسے نَزِيدٌ عَذْلٌ زید عادل ہے۔ اسی طرح مسیح اچھی طرح قیامت کا جاننے والا تھا، یعنی اس کو یقین تھا، کہ قیامت ہوگی، اور وہاں وہ اپنے دشمنوں کو پیابہ زنجیر دیکھے گا، اس میں یہود پر بھی ایک حجت ہے کیونکہ ان کا ایک گروہ منکر قیامت تھا، یا وہ یہود ناسعود کی ہلاکت کو جانتا تھا، اگر نشانی بھی تسلیم کی جاوے، تو ساعۃ سے مراد قیامت کبریٰ تو ہو نہیں سکتی ہاں یہود کی ہلاکت کی گھڑی مراد ہو سکتی ہے، اور مطلب یہ بن جائیگا کہ عیسیٰ بن مریم کا بن باپ پیدا ہونا یا مبعوث ہونا اس بات کا بدیہی نشان تھا، کہ سب بنی اسرائیل گندے ہو چکے ہیں، اور ان کی ہلاکت دروازے پر گھڑی ہے۔ دیکھو ”محمد عمر“۔ خداوند بھائی مرزائیوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرماوے، قرآن کریم کو الٹ بیان کرنا مرزائیوں پر کس ہے، میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا ہوں، کہ شاید عیسائی یا آریہ ہی قرآن کے معنی تبدیل کر کے الٹ پلٹ کرتے ہیں، لیکن جب تمہاری سنی تو تم نے تو بس اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے خواہ قرآن کی کسی ہی چوری کرنی پڑے نہیں ٹلتے، عبارت کسی مطلب کی مقتضی ہو یا نہ ہو تم نے اپنا الو سیدھا کر لینا۔

بھلا یہ تو فرماؤ کہ یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآنہ بھول گئی، بخاری شریف میں ہے سند قول آجائے تو اس کو الٹا کر لو اور کہہ دو جی یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان صحیح ہو یا نہ ہو اور یہاں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاف قرأت موجود ہے۔ دَانَهُ لَعَلَّ السَّاعَةَ کہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور قیامت کا نشان ہیں، تو تم مرزائی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت پر کیوں نہیں ایمان لاتے۔ یہ ضروری نہیں کہ تم اگر ایمان نہ لاؤ گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کمی ہوگی اور اگر تم ایمان لے آؤ گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بڑھ جائے گی۔

کلا وحاشا یہ تو ہرگز خیال ہی نہیں کیا، آریہ اور عیسائی و ہندو ایمان نہیں لائے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچ انہوں نے بگاڑ لیا ہے یا ان کی امت میں کچھ فرق آیا، یا اگر مرزائی امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل نہ ہونگے، تو کیا جنت کا دروازہ نہ کھلے گا، یہ تو ناممکن ہے جنت کی چابیاں تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پاک میں رب العزّة نے عطا فرمائی ہوئی ہیں، فقیر کا بیان کرنے کا مطلب صرف یہی ہے کہ کوئی مرزائی یہ نہ کہے، کہ کسی نے سمجھایا نہیں، اگر نہیں خداوند نے معنی اللّٰہ کا کھینک ہی دیا ہے تو فقیر کو ایسے لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا فرمایا ہے۔ اس میں دو قرأتیں ہیں، دَانَهُ لَعَلَّ السَّاعَةَ وَاِنَّهُ لَعَلَّ السَّاعَةَ اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، دوسری قرآنہ عَلَّمَ کی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، جس کے تم منکر ہو، اس کے توصاف معنی ہیں کہ عَلَّمَ کے معنی نشان ہیں، اور پہلی صورت میں عَلَّمَ ہو، اَيُّ مَا يُعَلَّمُ بِہ۔ یعنی جس کے ساتھ معلوم ہو، اس کو بھی علم کہا جاتا ہے۔ تو اس کے معنی بھی نشان کے ہونگے۔ جیسا کہ تفسیر کشاف ۴/۲۴۷ میں منکشف ہو چکا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ایسے بہت سے استعمال موجود ہیں، مثلاً وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَخَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَحَلَّىٰ سَمْعِهِمْ تُوَانِ دونوں مقامات پر سَمْعَ بِمَعْنٰی مَا يَسْمَعُ بِہ مراد ہے تو یہ محاورہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے ایسے ہی بھلا تم تو بیان کرو۔ فقیر تمام امت مرزائیہ کو چیلنج دیتا ہے کہ یہ ڈھکوسلا

جو تم نے قرآن کریم میں چھوڑا ہے، یہ تیرہ سو سال پہلے آج تک کسی مسلمان نے بیان کیا ہے، اگر نہیں؟ تو مرزا یو خدا سے ڈرو۔ اور اس کے کلام کو بُری طرح نہ بدلو، خود تو جہنم رسید ہو چکے ہو، دوسروں کو گمراہ کر کے ان کا بوجھ تو اپنے ذمہ نہ لو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اللہ لعلم الساعۃ میں مصدر بمعنی مبالغہ لیا جاوے تو مطلب ہی فوت ہوتا ہے، اور دو خرابیاں لازم آئیں گی، تو اس آیت کریمہ کے مرزائی معنی پھر یوں نہیں گے، کہ قیامت کا علم صرف عیسیٰ ہی جانتے ہیں، ان کے سوا معاذ اللہ خدا کو بھی علم نہیں، دوسری خرابی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا علم بالذات جانتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، تو اگر لعلم سے علامت ہونے پر ایمان لے آئیں یا اگر لعلم سے ما یعلم یہ یعنی علامت کے معنی کئے جاویں تو فقہاء و رنہ مرزائی معنی مراد لینے سے مذکورہ بالا دو خرابیاں لازم آئیں گی، جو صراحتہ کفر ہے۔

اور باقی تمہاری یہ باتیں کہ اپنے دشمنوں کو پابہ زنجیر دیکھیں گے اور یہودیہ پر حجت ہوگی، اور ان سے ایک گروہ منکر تھا، تو یہ سب تمہاری منکھڑات بات ہے۔ نہ یہ بات آیت کریمہ میں مذکور ہے نہ قرآن کی کسی آیت میں ہی ہے، اس واسطے ایسے لغویات کا کوئی اعتبار نہیں، یہ سب مرزائیات ہیں، کسی آیت کا ترجمہ نہیں خارج از آیت فقیر کسی بات کا جواب دینے کو تیار نہیں،

آخر تنگ آکر جب تمہارا کوئی چارہ نہ چلا، اور گرنے کے لئے تمہیں کسی گڑھے نے بھی جگہ نہ دی، تو تمہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نشانی تسلیم کر بھی لیا جائے، تو قیامت کبریٰ مراد نہیں ہو سکتی، تو فقیر یہی عرض کرے گا، کہ تمام بناوٹی تاویلیں چھوڑ کر بس اسی پر پکا یقین جما لو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہونگے، قرآن کریم میں تو کوئی فرق نہیں، کسی غیر کی بات پر تو تم بلا شک نہ ایمان لاؤ، لیکن حیات مسیح علیہ السلام اور قرب قیامت ان کا نشان قیامت ہونا تو قرآن سے ثابت ہے۔ اتنی بات مان کر کہ وہ قیامت کی علامت ہونگے، پھر ایک غداری سے تم باز نہ آئے کہہ دیا کہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کی گھڑی ان کے دروازے پر کھڑی ہے۔ بھائی جب یہ اقرار کر چکے ہو،

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں، تو آگے پھر ان کے آنے سے متعلق پھر آیت وضاحت کر رہی ہے۔ کہ **وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْاَلَا كَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُ مُوْدِدَهُ** سے صرف پہلے مسیحیوں کو ہی ہلاک کریں گے، یا ایمان لائیں گے بلکہ پچھلے مسیحیوں کو بھی درست کریں گے، تمہیں بنی اسرائیل کا کیوں اتنا فکر ہے۔ وہ تو تشریف لا کر تمام مسیحیوں کو مسلمان کریں گے، پہلے ہوں، یا پچھلے، یہ تو ان کی آمد پر فیصلہ ہو گا، تو دیکھا جاوے گا، اگر تمہیں فکر ہے تو تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جاؤ، تاکہ ایسا نہ ہو، کہ مسیحیوں کو درست کرتے کرتے تمہاری زبان سے سن لیں، کہ مسیح موعود علیہ ما علیہ، تو تم پر کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چیں، بجبیں نہ ہو جائیں، کہ تم بھی مسیحی ہو، تمہیں بھی درست کرتا ہوں، پہلے پہلے ہی درست ہو جاؤ، یہ ہے تمہارے عہد کا جواب۔

”مرزائی“۔ ساعۃ سے مراد ہلاکت بنی اسرائیل کی گھڑی بھی ہو سکتی ہے۔

”محمد عمر“۔ لفظ ساعۃ جس کا ترجمہ قرآنی محاورہ کی اصطلاح میں قیامت ہے وہ مومن کے لئے تو **وَمَا أُمِدُّ السَّاعَةَ رَاحًا** کلمۃ البصیر اذ هو اقرب یعنی آنکھ جھپکنے کی دیر یا اس سے بھی زیادہ تھوڑی دیر میں ختم ہوگی، لیکن کافر کے لئے **خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مَّا تَعُدُّ ذُنُوبُهُمْ** پچاس ہزار سال لمبی ہوگی اس کا نام ہے ساعۃ۔ اور اسی کے متعلق ارشاد الہی ہے، **اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ** قیامت قریب آگئی، اس کے قرب کی علامت فرمائی **وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ** کہ قیامت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، جب وہ آسمان سے تشریف لے آئے تو سمجھ لینا کہ بس قیامت آگئی، کیونکہ ان کی آمد قیامت کو مستلزم ہوگی اور قیامت صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی نہیں، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ بلکہ ہر ایک کیلئے ہوگی۔ کسی کیلئے **كَلِمَاتِ الْبَصِيرِ** اذ هو آخر ب اور کسی کے لئے **خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ**۔ تو تمہارا قیامت کو صرف ایک بنی اسرائیل کے لئے ہی مقرر کر دینا یہ قرآن کریم کا صراحتہ انکار ہے۔

”مرزائی“۔ اگر یہی معنی لئے جائیں، کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں، **تَوَلَّوْا تَمْتَرُونَ** کے معنی لغو بنجاتے ہیں، کیونکہ یہ بات مفعولیت سے بعید

ہے۔ کہ ابھی وہ نشانی آئی بھی نہیں، مگر خداوند آنحضرت کے منکروں کو فرماتا ہے کہ تم اس میں شک کرو، ظاہر ہے کہ جب نشانی نے ابھی ایک نامعلوم مدت کے بعد آنا ہے تو ان کو شک سے ابھی کس بنا پر روکا جاتا ہے۔ تو اس جگہ مسیح قیامت کی نشانی ہونیکا تذکرہ نہیں، بلکہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کی نشانی ٹھہرایا گیا ورنہ یہ حصہ بے معنی بنتا ہے۔ ۳۲۸

”محمد عمر“۔ بھلا یا رتم نے آخر علم کے معنی نشانی تو تسلیم کر لیا، یہ ہے جناب وہ سچائی، جو منکر کی زبان سے بھی وہ بے نیاز کہلوا دیتا ہے۔ علم کے معنی نشان تو تسلیم کر چکے، کیوں نہ ہو، تمہارے آقا قادیانی جب تسلیم کریں تو تمہاری تو صرف ہٹ دھرمی ہے۔

اب باقی رہی یہ بات کہ ضمیر اللہ کی تو یہ بھی تمہارے مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نشانی تسلیم کر چکے، اعجاز احمدی ص ۲ دیکھ لیجئے، باقی عبارت قرآنی تو جب ماقبل اس کے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ قرآن کریم کا ذکر ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے۔ تو تم ان کی طرف قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر کیسے اللہ کی ضمیر ان کی طرف راجع کر سکتے ہو، علم کے معنی نشان تم نے تسلیم کر لیا، تو اللہ کی ضمیر کا مرجع سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے نہیں کوئی جاہل سے جاہل عربی دان بھی نہ بنانے دیگا، تمہاری دو باتیں باقی رہیں۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا لَعَنَ بَنَاتَا ہے۔ تو یہ تمہارا کہنا ہی لغو ہے۔ کیونکہ جو چیز ابھی موجود فی الخارج نہ ہو، تاکید بھی اسی کی زیادہ کی جاتی ہے۔ پھر جو چیز ابھی دور آنے والی ہو، تردد بھی اس میں ہی ہو جاتا ہے۔ کہ خبر نہیں آئے یا نہ؟ جیسے تم کو اللہ تعالیٰ نے اس تردد کو دور کرنے کے واسطے فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت تو ضرور ہیں، لیکن مدت دراز ہونے کی وجہ سے کہیں انکار نہ کر دینا، تاکید فرمائی، فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد قیامت کے نشان ہونے میں شک نہ کر لینا، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

اور دوسری وجہ تاکید کی یہ ہوتی ہے کہ حکیم کو جب علم یقینی ہوتا ہے، کہ میرا مریض فلاں شے سے نہیں بچ سکیگا، اور اس کا پرہیز نہیں کر لیا، تو وہ ذرا

ڈانٹ دیتا ہے۔ کہ دیکھنا ایسا نہ ہو، کہ کہیں فلاں سٹی لکھا بیٹھو، تمہارے لئے مہلک ہوگی، ایسے ہی چونکہ خداوند کریم کو علم تھا، کہ فرقہ مرزائیہ ایسا پیدا ہونے والا ہے۔ جو مسلمان بھی کہلائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نشان قیامت ہونے میں شک کرینگے۔ تو اس نے اپنے علم کے مطابق وَرَآنْهٖ لَعَلُّمُ لِّلْاٰحَادِۃِ فرما کر ساتھ ہی تاکید حکم جاری فرمادیا کہ فَلَا تَمْتَرُوْا بِمَا کَیْۤسِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا قیامت کی نشانی ہونے میں شک نہ کرنا اور شک کیوں بہ فتویٰ بھی جو دیا، وَلَا یَصْدَقُ کُفْرُ الشَّیْطٰنِ کہ کہیں تمہیں اس علامت ساعت والے عقیدہ سے شیطان نہ روک لے، ثابت ہووا، کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی تسلیم نہیں کرتے اور اس عقیدے سے روکتے ہیں۔ وہ بفتویٰ خداوندی شیطان ہیں، ان کے روکنے سے اپنا عقیدہ بگاڑنا نہیں چاہیئے، اور نہ ہی اس عقیدہ سے رُکنا چاہیئے،

دوسری بات تمہاری یہ کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کو فرماتا ہے۔ کہ تم اس میں شک نہ کرو، تمہارا یہ کہنا بھی غلط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کے عقیدے کو صحیح کرنے کی کیا ضرورت منکر ہو جائیں جہنم میں جائیں، منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علامت قیامت پر مضبوط کرنے کی کیا ضرورت، علامت قیامت پر مضبوط کرنے کی اُسے ضرورت ہوتی ہے، جو قیامت کا قائل ہو، جو قیامت کا قائل ہی نہیں، اُسے علامات پر مضبوط کرنے کی کیا ضرورت، تو یہاں منکرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شک کو دور نہیں کیا جا رہا، بلکہ آپ کے کلمہ پڑھنے والوں کو کہا جا رہا ہے۔ کہ تم چونکہ حیات سماوی عیسیٰؑ دہبوط عیسوی علیہ السلام کا یقین رکھتے ہو۔ تو تمہیں یہ بھی واضح کر دیتا ہوں، کہ وہ قریب قیامت آسمان سے تشریف لاویں گے۔ اور ذرا دیر ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہو، کہ کہیں شک میں پڑ جاؤ، یا تمہیں کوئی مرزائی بہکائے تو تمہیں شک نہ ہو جائے، کہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے خبر نہیں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں یا نہ؟ تو فرمایا فَلَا تَمْتَرُوْا بِمَا وَلَا یَصْدَقُ کُفْرُ الشَّیْطٰنِ اور شیطان تم کو بہکا نہ دے کہ وہ تمہارا ظاہر و باطن

اس کے جال میں نہ پھنس جانا، تو رب العزۃ نے قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لائے کو اور علامت قیامت نہ سمجھنے والوں کو شیطان کا فتویٰ دیا، اور فرمایا وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔

”مرزائی“۔ فَلَا تَتَّبِعُوْنَ بَہَا کے بعد ہے، وَالَّتِیْہِ بِرِیْہِ پیر دی کرو، اگر قیامت کی نشانی مسیح تھے، تو اس کی مناسبت میں یہ فرمانا چاہیے تھا، کہ تم اس کی پیر دی کرنا، یہ کہنے کے کیا معنی کہ میری اتباع کرو، اس میں یہ کہ کر کہ میری پیر دی کرو، صاف بتا دیا کہ کوئی مسیح ناصری نہ آئیگا، بلکہ تم اے مسلمانو! خود مسیح بنو اور اس کا طریق یہ ہے، کہ تم میری اتباع کرو۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! آپ کی منطق الٹی ہے، بھلا یہ تو فرمائیے، کہ اللہ تعالیٰ جو حکم جاری فرماتے ہیں، تو وہ بواسطہ ہوتا ہے۔ یا بغیر واسطے کے جب قرآن کریم ہمارے پاس بغیر واسطہ نہیں پہنچتا، تو اَنَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ۔ بفرمان الہی واسطہ ثابت ہوتا ہے۔ اور بِمَا نُنْزِلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو واسطے کا ثبوت پکا ہو گیا، اور قانون خداوندی ہے۔ کہ جو حکم امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا مقصود ہوتا ہے تو پہلے خطاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے۔ پھر ارشاد الہی شروع ہوتا ہے۔ مثلاً توحید کا ارشاد ہوا، تو آپ کی وساطت سے فرمایا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ فرمادیکھے۔ یا رسول اللہ وہ اللہ ایک ہے۔ تو قُل کے ارشاد نے وساطت بنوی حکم فرمادی، جب توحید الہی پر کوئی شخص ایمان لائے گا تو اذ روئے آیت کریمہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی فرض ہو جائیگی ذات پر ایمان لائے بغیر وحدت پر مومن کا ایمان صحیح نہ ہوگا۔ اور اس حکم کو بھی مطابق وساطت یعنی اپنے ایمان کو مطابق ایمان بنی صلی اللہ علیہ وسلم بہت کرنا پڑے گا۔ علیٰ ہذا القیاس رب العزۃ نے بب وَ اللّٰہُ لَعَلَّہُ لَیْسَ اَحَدٌ فَلَا تَتَّبِعُوْنَ بَہَا سے سب کو حکم جاری فرمادیا، تو اب بخور۔ واسطت پر ایمان لانے کا ساتھ ہی حکم جاری فرمایا، تاکہ ثابت ہو جائے کہ اللہ علیہ وسلم

کا بھی عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی ہونے پر ہے، تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو فرمادیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کے ساتھ چونکہ میرا بھی ایمان ہے، تو تم تمام میری امت ہو۔ اس واسطے جو میرا متبع ہوا اور میری امت میں داخل ہوا، اس کا حق ہے کہ موافق ارشاد الہی ذَاتِ تَبَعُونَ میری اتباع میں عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانے پر ایمان رکھے، اور آگے ارشاد الہی ہوا کہ هَذَا صِيَاطُ مُسْتَقِيمٍ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا) یہی سیدھا راستہ ہے تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے پر ایمان نہ رکھے تو پہلے وہ ارشاد الہی قَدْ اِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلْاٰمَةِ کَا مُنْکَر۔ دوسرے ذَاتِ تَبَعُونَ کے انکار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج اور تیسرا وہ صِیَاطُ مُسْتَقِيمٍ سے بھی دور اور چوتھے وہ بحکم خداوی آگے وَلَا یَصُدُّ بَکُمُ الشَّیْطٰنُ کے خلاف عیسیٰ علیہ السلام زندہ کو بھی مردہ سمجھ بیٹھا تو اطاعت شیطان میں داخل ہوا، تو عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ نہ ماننے سے او ان کو قیامت کی علامت نہ ماننے سے چار احکام کے انکار کا مجرم ٹھہرا، جن کا خمیازہ کوئی شئی ہو ہی نہیں سکتا۔

جواب تیسرا ذَاتِ تَبَعُونَ سے رب العزّة نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر کوئی حیات عیسوی اور قرب قیامت ان کے تشریف لانے سے نہیں ڈالے اور تمہیں میرے کہے وَلَا تَحْمِلُوْنَ بِہَا سے بھی کسی قسم کا اثر نہ ہو، تو آگے ارشاد فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرمادیجئے ذَاتِ تَبَعُونَ تم میری حدیثوں کا مطالعہ کرلو، ان میں حیات مسیح اور ان کا علامت قیامت ہونے کا مفصل بیان مذکور ہے، ان سے تمہاری تسلی ہو جائے گی، اور آگے ارشاد ہوا کہ اگر پھر بھی تمہیں کوئی شیطان بہکائے۔ تو فرمایا کہ وہ شیطانی راہ جارہی ہے، وہ رحمانی صراط مستقیم پر گامزن نہیں ہے۔

اور چوتھا جواب یہ ہے کہ ذَاتِ تَبَعُونَ سے اسلئے اتباع مصطفائی کا ارشاد کر دیا تاکر یہ امر مضبوط ہو جائے، کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھ کر یہ محض

اپنے ایک نبی کے انکار سے صرف نہیں بچا، بلکہ وہ میری اتباع میں میرا امتی بن گیا، تو تمہارا اعتراض کہ اگر حیات عیسوی منوانا منظور تھا، تو ارشاد ہوتا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو، نہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کیونکہ پہلے ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ شکر خداوندی بجالاتا ہوں، کہ اس نے تمہاری زبان سے اقرار کر دیا، کہ ما قبل ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ تو جب تم تسلیم کر چکے ہو، تو اس مراد سے نہیں زیادہ دقت ہو جائیگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ اللَّهَ
آل عمران سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، تو بقانون شما تو چاہیے تھا۔ کہ
 فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا اللَّهَ سے ہی ڈرو اور اس کی ہی اطاعت

کرو، اس کا کیا مطلب کہ ڈرو اللہ سے اور اطاعت میری کرو، حالانکہ ایسے نہیں تو اس کے معنی کو نہیں صحیح ہونگے، جیسے میں اللہ سے ڈرتا ہوں ایسے ہی میری اطاعت میں ڈرو، ثابت ہوا، کہ حکم الہی پر عمل کرنے کے واسطے اطاعت رسول علیہ السلام ضروری ہے، تو متنازعہ فیہا آیت کریمہ میں بھی رَبِّ الْعِزَّةِ نے سبق دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو سبق دیکھئے۔ کہ جیسے حیات مسیح علیہ السلام اور منذول من السماء کا میں قائل ہوں، تم بھی یہی عقیدہ رکھو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب کوئی حاکم عملاً یا انتظاراً یا اعتقاداً حکم نافذ کرتا ہے۔ تو نمونے کا اظہار ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ رب العزت نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو علامت قیامت بیان فرمایا اور اس کے متعلق شک گزرنے سے منع فرمایا اور اس کا نمونہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش فرمایا، اور حکم نافذ فرمایا، کہ جیسا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ ہے کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاویں گے، تم بھی ان کی اتباع میں ایسا عقیدہ رکھنا، تو ثابت ہوا، کہ تمہارا اعتراض لغو اور مطلب خداوندی صحیح، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت سے ثابت ہے۔

آل عمران رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا آتَيْتَنَا وَاتَّبَعْنَا السُّوْلَ فَاكْتُبْنَا

مَعَ الشَّاهِدِينَ ه

اے رب ہمارے جو تو نے ہماری طرف صحیفہ نازل فرمایا، اس پر بھی ہم ایمان لائے۔ اور ہم نے رسول کی اتباع کی، تو ہمیں گواہوں سے لکھ دے، تو ثابت ہوگا کہ یَسْمَا أَنْزَلَ اللَّهُ پر ایمان لا کر اتباع رسول بھی لازمی ہے اور اسی قانون کے مطابق تو آیت کریمہ وَرَأَيْتُ لِّلشَّاعَةِ فَلَا تَمُوتُنَّ بِهَا کے بعد وَاتَّبِعُونِ کا فرمان الہی ضرور چاہیے۔ کیونکہ بغیر اس کے کلام کا ربط اور عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے پر اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لازمی ہے۔

اور چھٹا راز الہی یہ ہے۔ کہ ثابت ہو جائے، کہ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف لانے سے مذہب عیسوی رائج نہ ہوگا، بلکہ وَاتَّبِعُونِ سے اس شک کو رفع کر دیا، کیوں جناب! اب تو قرآن کریم کی آیت پاک نے ہی آیت پاک کی ترجمانی فرمادی، اور قرآنی آیت کو لغو کہنے والا خود لغو ثابت ہو گیا،

اگر ایمان ہے، تو حیات مسیح و نزولہ من السماء قرب قیامت کے قائل ہو جاؤ، قرآن کریم پکار پکار کر تمہارے سر پر ڈھنڈورا دے رہا ہے۔ اور تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر شخص کا مسیح بنجانا یہ کس حملے کا مطلب رکھتا ہے جناب؟ اگر ہر ایک ہی مسیح بن سکتا ہے۔ تو تو فرمان خداوندی وَرَأَيْتُ لِّلشَّاعَةِ فَلَا تَمُوتُنَّ بِهَا تاکید کی صاف طور پر تکذیب لازم آئیگی، تو قرآن کریم کے مطابق ایمان تب صحیح ہو سکتا ہے۔ جب قرآن و احادیث مرفوعہ صحیحہ پر ایمان لا کر حیات مسیح علیہ السلام سحادی کے قائل ہو جائیں، اور قرب قیامت ان کے تشریف لانے کو صحیح تسلیم کر لیں،

اور تمہاری اس بات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف مرزا غلام احمد صاحب ہی مسیحیت کے مدعی نہیں، بلکہ تمام امت مرزائیہ مدعی مسیح ہے۔
فَتَدَّ مَبَدَّ قَارِجٍ إِلَى كِبَدٍ -

”مرزائی“۔ یہ متنازعہ فیہا آیت سورۃ زخرف کی ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو علم للساعة بھی مان لیا جاوے تب بھی امت محمدیہ میں نہیں آسکتا، کیونکہ اس سورۃ کے اخیر میں فرمایا: **عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** وَاللّٰهُ يَرْجِعُ الشَّيْءَ كَمَا يَشَاءُ **وَهُوَ عَزِيزٌ عَلِيمٌ** جس کو تم دوبارہ زمین پر اتار رہے ہو، وہ اب اللہ کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ تمہارے پاس ہرگز نہیں آئیگا، ہاں تم ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ بس اس کا انتظار فضول ہے۔ ترک کر دو۔ شیپ محمد عمر۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس آیت کو حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیش کیا جاتا ہے۔ بظاہر ادل تو تسلیم کر جاتا ہے۔ جو زبان سے بھی اقرار کر دیتا ہے۔ لیکن فقط مرزا بیٹت تمہیں مجبور کرتی ہے۔ آج تم نے حیات مسیح سماوی کی ایک عجیب دلیل ظاہر فرمائی۔

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا **بَلِّغْ رِسَالَاتِ اللّٰهِ اِلَیْهِ** اس کو چڑھا یا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف۔ اور پھر فرمایا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق **وَاِنَّهُ لَعِلْمُ السَّاعَةِ** کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا علم ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے مرزائیوں کو یقین دلایا کہ اگر مسلمان بنا چاہتے ہو، تو علم للساعة پر ایمان لے آؤ، تو مرزائی کا سوال ہوتا تھا، کہ یا اللہ کہ ہم تو علم قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ بناؤ تو سہی وہ ہے کہاں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ **عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** کہ اللہ کے پاس ہے۔ یعنی آسمان میں۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا علم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے آسمان پر اپنے ہاں رکھا ہے۔ کیونکہ پہلے آسمان سے خداوند کریم کی بالذات تجلیات اعلانیہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور کتاب البقرۃ نے ان کو قیامت کا علم بنا کر اپنے ہاں محفوظ رکھا ہے۔ قرب قیامت ان کو آسمان سے جسدہ اتارینگے۔ مسلمانوں کا تو ان کے قیامت کی نشانی ہونے پر اور قرب قیامت آسمان سے ان کے تشریف لانے پر پہلے ہی ایمان ہے۔ اور ہر ایک مومن و کافر و منافق و غیر ہم کے لئے اس دن نشان کے طور پر تشریف فرما ہونگے۔ اس وقت تو کئی فرقے ہیں، لیکن اُس وقت صرف دو ہی ہونگے۔ **فَمِنْكُمْ کَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ**

یا کافر یا مومن، کافر امت شیطانی ہوگی، جو محض منکرین ہونگے۔ اور تمام مومنین امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شمار ہوں گے۔ . . . اور حقیقتہً بھی یہی ہے، تو عیسیٰ علیہ السلام گو بنی ہونگے لیکن امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھڑے میں ہوں گے۔ جیسا کہ ایک تھانیدار اپنے علاقے سے اگر یاہر جلا جاد تو باہر دو فرقوں میں جھگڑا ہوا جائے، ایک دھڑا گورنمنٹ کا اور دوسرا دھڑا باغیوں کا، تو وہ تھانیدار گورنمنٹ کے دھڑے میں شامل ہوگا اور اُسی دھڑے کی امداد کریگا۔ تو امداد کرنے میں اس تھانیدار کو علاقہ کے تھانیدار کے حکم کے مطابق ہی چل کر اس کی امداد عوام جاگیرداروں یا معاونین سرکار کے ساتھ ہی کرنی پڑے گی، تو معاون تھانیدار تھانیداری سے معطل نہ سمجھا جائیگا۔ بلکہ تھانیدار بھی ہے۔ لیکن کام عوام کی طرح عامی بنکر بحیثیت معاون سرکار علاقہ کے تھانیدار کے ماتحت کر رہا ہے۔ اگر اس کے خلاف ہے۔ تو اس کو بھی باغی سمجھا جاوے گا۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اس امت محمد رسول اللہ سے نہیں، اگر اس امت سے پیدا ہونے تو اللہ باللہ وہ بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے سوا اور کچھ نہ ہونے تو ان کی پیدائش ان کی نبوت آپ کے علاقہ یا سلطنت یعنی زمانہ سے قبل کی ہے۔ لیکن جب وہ قرب قیامت اس علاقہ یا زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونگے۔ تو آپ کے ماتحت یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دھڑے میں ساتھ دیکر بغیر اپنی نبوت کے احکام جاری کرنے کے محض معاونین کی حیثیت سے جھوٹوں، بد معاشوں، جعلیوں، ڈاکوؤں اور قحطیوں، جوئے بازوں، منڈے بازوں، تشلیشیوں، رنڈی بازوں کو تلوار سے درست فرما دینگے، لیکن تمہارا کہنا کہ وہ اللہ کے پاس بیٹھا ہے، اور ذراتہ لعلم الساعۃ کا مصداق نبی ہونگے، جب لوگوں کے سامنے آسمان سے اترینگے۔ تو اس سے ایک موقع تشلیشیوں کو ملتا تھا کہ تمہارا قرآن میں یوں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں، اور دوسری جگہ ثابت ہے۔ وَعِنْدَ عَلَمِ السَّاعَةِ تُوخَا کا بیٹا ہے، تو مقام خداوندی

پر فائز ثابت ہونگے۔ کیسے فائز ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں کا مقام میرے پاس ہے۔ اور میرے پاس ہونے سے اللہ نہیں بن سکتے۔
 یہذا عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمانِ اول پر پہنچنے سے اللہ نہیں بن سکتے۔ بلکہ آگے اسی آیت کریمہ میں ان کا جواب بھی سنا دیا، وَاللّٰہُ یُکَلِّمُ مَنۡ یَّشَآءُ فَاَنۡ یَّجْعَلُوۡنَ جِیۡسًا لَّہٗ غَمٌ مِّنۡ مَّرۡکَزِ خَرَابٍ طَرَفٌ رَّجُوۡعٌ کَرۡہَاۤیَہٗ۔ اور سوائے خراب کے اور کسی کا چارہ نہیں، تو ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی زمین پر اتار کر پھر اللہ تَجْعَلُوۡنَ کے عام قانون سے مار کر ٹوٹانا ہے۔ تو یہ بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام نہیں ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ کریم اپنی طرف یعنی آسمان سے زمین کی طرف بھیجیں گے تو بعد ازاں ان کو موت آئے گی، پھر وہ اِلَیْہِ تَجْعَلُوۡنَ کے عنوان کے معنوں میں گئے۔ میرے دوست ایسے سادہ لوح ہیں، فرماتے ہیں کہ زمین پر ان کو آنے کی کیا ضرورت، ادھر تسلیم کرتے ہیں کہ وہ قیامت کی علامت ہونگے۔ اگر قیامت کی علامت تسلیم ہے تو قیامت کا قیام لوگوں کے واسطے ہی تو ہونا ہے۔ اگر ان کو علامت قیامت دکھائی ہی نہ گئی، تو لوگ کہیں گے، کہ کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہوں گے، دیکھی تو نہیں جب اسٹیشن ہی نہ آئے تو گاڑی سے کون اترنے دیتا ہے۔
 پہلے صبح بھوٹی ہی نہیں، تو سورج کیسے نکلیگا۔ میرے یار کیسی بھولی باتیں بناتے ہو۔ پہلے صبح کا انتظار ہوتا ہے۔ جب صبح ہو جائے تو سورج کی امید شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی اب عیسیٰ علیہ السلام کا انتظار ہے۔ جب وہ تشریف لے آویں گے تو پھر قیامت کی امید شروع ہو جائے گی، فتدبدد تفکر

یہ ہے تمہارے لیے کا جواب

”مرزائی“۔ دَرَاتُ مِّنۡ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُّعْمٰنَۃًۢ بِہٖ قَبْلُ مَوۡجِہِ
 تم حیاتِ مسیح علیہ السلام کے واسطے ہمیشہ دلیل پیش کرتے۔ اگر تمہاری دلیل
 افعیٰ صحیح ہے۔ تو آج کل یہود و نصاریٰ نہ اراہا مرتے ہیں، اور تثلیث کے
 قائل ہیں، پس اگر یہی معنی جو تم مراد دیتے ہو صحیح سمجھے جاویں، تو اللہ تعالیٰ افرو

ان سب اہل کتاب کو حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی تک زندہ رکھتا، تاکہ وہ ایمان لے آئیں، لیکن جب ایسا نہیں، بلکہ تثلیث پر ہی مر رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ معنی غلط ہیں، اور اگر ان کے نزول کے وقت کا یہ مصداق لیا جاوے تو اس کا ذکر نہیں، اور ان میں حصر کے لئے آتا ہے۔ دوم حدیث میں صاف لکھا ہے کہ اصفہان کے ستر ہزار یہود دجال کے ساتھ ہونگے، جو مارے جائیں گے، اور تیرہ ہزار یہودی عورتیں حضرت مسیح کا اتباع کریں گی، پس یہ معنی بھی غلط ہوئے، ۳۳۹

"محمد عمر"۔ مثال مشہور ہے کہ مسیح وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، فقیر عرض کرتا ہے کہ مسیح وہ جس کی ترجمانی مخالف کر کے اقرار کرے۔ مذہب اس کو آرٹ بنے اور نہ تسلیم کرنے دے تو کوئی حرج نہیں، بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ جو حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ تیرہ ہزار یہودی عورتیں حضرت مسیح علیہ السلام کا اتباع کریں گی، اور اصفہان کے ستر ہزار یہود دجال کے ساتھ ہونگے، جو مارے جائیں گے۔ اور مارنے والا کون ہو گا، حضرت مسیح علیہ السلام، تو فقر کی گذارش ہے کہ جب آپ کی زبان مرزا اثیرت اس امر کی قائل ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کے یقینی امر ہونے میں کونسی کمی باقی رہ گئی، اور مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت کی آمد ثانی کے اقرار میں کونسا انکار باقی رہ گیا، یہ تو تمہارا زبانی اعتراض قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے کی دلیل ثابت کر رہا ہے۔ اگر تمہارے مرزا صاحب آڑ نہیں اور تمہارے دل میں یہ عقیدہ نہ اترنے دیں، تو علیحدہ بات ہے۔ ورنہ تمہاری زبان تو صاف حیات مسیح علیہ السلام اور ان کے ایمان والے اور ان کے کفار کی کشتیوں کو بیان کر رہی ہے۔ یہ ان کی آمد اور مقابلے کے علاوہ باہرہ سے ہیں، جو تمہاری زبان سے نکل رہے ہیں، لیکن فقیر عرض کرتا ہے کہ تمہارے خیال کے مطابق تمہارے مرزا صاحب تمہارے مسیح ہیں، اور تم ان کو مسیح بھی دہی سمجھتے ہو، جنکے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور رب العزت نے آسمان پر عروج اور قرب قیامت ان کے ہیوط کی اطلاع فرمائی، اب تمہارے

مرزائی ایمان سے تمہارے رب قادیان کی قسم پیش کر کے تمہیں سے فیصلہ لیتا ہوں کہ مسیح بتاؤ کہ مرزا صاحب پر منطبق ہے یا نہیں، یہ تمہاری ہی پیش کردہ حدیث صحیحہ ہے۔ ہزار یہود کا دجال کے ساتھ ہونا اور مسیح کے ہاتھوں ان کا قتل ہونا اور تیرہ ہزار یہودی عورتوں کا مسیح کے ساتھ ہونا اور ان کی اتباع میں داخل ہونا، کیا یہ حدیث پاک مرزا صاحب پر چسپاں ہے۔ یاد دہانہ والیاں اس لئے تیار کرتے ہو، کہ یہود کی مماثلت بھی ہو جائے اور مرزا صاحب کی اتباع بھی ہو جائے، کچھ سوچو، حدیث پاک ہے اور تمہاری بیان کردہ ہے۔ اگر حدیث صحیح ہے تو اپنے ایمان کو درست کرو، اگر غلط ہے تو تمہارا استدلال غلط، اور ایمان بھی غلط، خدا ہمیں ہدایت کی توفیق دے۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تالبعاری عنایت فرمائے۔

اب تم نے جو غلط اعتراض کیا ہے۔ اس کو حل کر دوں، تم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان یہود و نصاریٰ کو جو مر رہے ہیں، ان کو زندہ کیوں نہیں رکھتا تاکہ تمہارے معنی صحیح ہو جائیں، فقیر عرض کرتا ہے کہ تم نے ان میں کو حصر کے لئے کہا ہے، ذرا یہ فرمائیے۔

فاطر **۱۱** **۱۲** **۱۳** **۱۴** **۱۵** **۱۶** **۱۷** **۱۸** **۱۹** **۲۰** **۲۱** **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

وَرَأَى مِّنْ أُمَّةٍ رَّكِبًا فَنِيهَا نَذِيرٌ۔ اور کوئی ایسی امت نہیں جس میں نذیر نہ گذرا ہو۔ پھر دوسرے مقام پر فرمایا۔

العام **۱** **۲** **۳** **۴** **۵** **۶** **۷** **۸** **۹** **۱۰** **۱۱** **۱۲** **۱۳** **۱۴** **۱۵** **۱۶** **۱۷** **۱۸** **۱۹** **۲۰** **۲۱** **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيرُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِلَّا أُمٌّ أَمْثَلُكُمْ۔ اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دوپروں سے اڑتا ہو، مگر امتیں ہیں تمہاری مثل۔

تو چاہیئے اس آیت کے مطابق درندوں، پرندوں کی ہر جماعت ہر علاقہ میں ہر زمانے میں چاہیئے، اور کوئی پرندہ درندہ بغیر نذیر نہ مرنے چاہیئے، حالانکہ ان تمام کے لئے دو ہی نذیر ہیں، سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام سے پہلے کوئی پرندہ نہ مرنے چاہیئے تھا کہ ان کی امت میں شمولیت ہو جاتی اور خلا فیہا نذیر کے مصداق بنتے اور ان کے بعد کوئی پرندہ درندہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم تک پیدا نہ ہونا چاہیئے تھا، تاکہ وہ امت بھی خلا فیہا نذیر سے خالی نہ ہوتے۔

یا ان کے سوا ان کا تذیر ثابت کرو، حالانکہ وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ مَّتَّهَارٍ بِشَرِّهِمْ
آیت ذَرَانِ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ سے زیادہ حصر ہے۔ اور کئی پرندے درند
جن کی عمر اپنے کھونسلوں یا بیلوں میں اپنی یکتائی سے گزری، اور اگر فی بعضی من
مراد لیا جاوے تو بھی حصر ٹوٹتا ہے۔ کیونکہ پرندوں اور درندوں کی جنس کے
تذیر کا کوئی ثبوت نہیں،

کیوں جی! اس کو کہتے ہیں جواب، جو آیت کا آیت سے ہوا اگر اس میں
حصر وقتی ہے تو ذَرَانِ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ متنازعہ فیہا آیت میں حصر وقت
سے حقیقت یہ ہے کہ تم نے قَبْلَ مَوْتِهِ کے معنی کو غلط بیان فرمایا ہے،
کیونکہ قَبْلَ مَوْتِهِ سے یہ مراد نہیں جو تم نے سمجھا ہے کہ ولادت سے
علیہ السلام سے لیکر تا ان کی موت تک تمام اہل کتاب ان مِنْ کے حصر میں
داخل ہیں، اگر تمہارے معنی معبرہ ہی سمجھے جاویں تو معاذ اللہ آیت کریمہ کا
مصدق غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے زمانے میں یہی یہود لوگ اہل کتاب
کہلاتے تھے۔ اور ان کے جانی دشمن تھے جو صلیب پر لٹکانے کو تیار تھے حالانکہ
حق یہ تھا، کہ وہ اس حصر میں داخل ہوتے، اور اس وقت بھی کوئی اہل کتاب
کفر نہ کرتا، حالانکہ تھے معلوم ہوا، کہ تم نے قَبْلَ مَوْتِهِ کے معنی مطلب کو
بدل کر بیان کیا ہے۔ اور اگر قَبْلَ مَوْتِهِ سے تمہارے ہی معنی لئے جاویں
تو دوسری آیات کی معنی میں دشواری لازم آئیگی مثلاً

ظہ

۱۶
۸

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا۔
اور آپ اپنے رب کی تسبیح بیان فرمادے۔ حمد کے ساتھ سورج
چڑھنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ سے

مراد نماز فجر ہے، اور قَبْلَ غُرُوبِهَا سے مراد نماز عصر ہے۔

۲۶ ق وَتَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ پانچ بیان فرمائیے سورج چڑھنے

سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔

کیوں جناب! اب فرمائیے قبل کی، بترا کہاں سے ہوگی اور تم اس قبل

سے کس قبل پر عمل کرتے ہو۔

تو تمہارے مقرر کردہ قبل کے معنی کے مطابق تو تمہیں رات ہی میں فجر کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ حالانکہ تم ایسا نہیں کرتے اور نہ تم اس کے قائل ہو، اور قبل غروب یعنی عصر کی نماز تو وہ بھی تمہیں بوقت اشراق ہی پڑھ لینی چاہیے۔ کیونکہ قَبْلُ الْغُرُوبِ کا مصداق تو ہے۔ حالانکہ تم نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اب ایسی آیت پیش کرتا ہوں کہ جس میں راتِ مَرْن سے حصر بھی موجود اور قبل بھی موجود لیکن مصداق کا ظہور موجود فی الخارج نہیں، مثلاً

بَنِي إِسْرَءِیْلَ | وَرَأَتْ مَرْنٌ نَّسْرَیْہِ رَاکَا نَحْنُ مُہْلِکُوہَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ
اور کوئی بھی نسبتی نہیں مگر

۱۵
۴

یہم اُسے ہلاک کرنے والے ہیں قیامت کے پہلے۔

حصر بھی موجود ہلاکت کا حکم بھی جاری ہو چکا، اور قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ بھی موجود، لیکن بنا ہی نہیں، حالانکہ آیت متنازعہ فیہا لَیَوْمَ مَرْن میں زمانہ استقبال ہے۔ جس زمانے کے بعد کی کوئی تخصیص نہیں۔ اور اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مُہْلِکُوہَا یہم فاعل ہے جس نے مُتَوَفِّیْہِ میں بھی قوۃ فاعلی بیان کی ہے۔ فقیر نے تمہارے سامنے ایسی آیت کریمہ پیش کر دی ہے کہ جتنا اس اِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتَابِ میں حصر لیتے ہو۔ اتنا ہی اِنْ مِّنْ قَرْبَیۃٍ میں حصر موجود اور جتنا قبل اس آیت کے قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ میں مراد لیتے ہو۔ بے شک اس کے اور ورے قَبْلَ مَوَدَّتہ میں قبل لے لو۔ اور اگر قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ میں نَحْنُ مُہْلِکُوہَا کے اجرائے حکم سے قبل کو شمار کرو۔ تو بلاشبہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام سے قَبْلَ مَوَدَّتہ کو موقت بنا لو۔ جب اس کا اس وقت سے مراد لینا محال اور خلافت مقصد تو قَبْلَ مَوَدَّتہ میں بھی ان کے تمام عمر کے اہل کتاب کو شامل کرنا محال اور خلافت مقصد اور قَبْلَ مَوَدَّتہ کے معنی و بیان صحیح کر لے پڑینگے جیسا کہ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ میں اور قَبْلَ الْغُرُوبِ میں اور قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ میں اور وہ تب ہی مصداق صحیح ہوگا۔ جب قرب قیامت وہ دنیا میں شریف لادینے اور وہ قبل قیامت ہوگا، تو اس وقت

ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب تمام ایماندار نظر آئیں گے۔ جو بے ایمان ہو گا، تثلیث کا قائل ہو گا، کسی جعلی مسیح کا قائل ہو گا یا وہ اس حقیقی مسیح کے ہاتھوں ہلاک ہو گا۔ اور یہی معنی مفسرین نے ذکر کئے ہیں، جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں، اور یہی معنی باقی آیات کے دلائل سے ہی ثابت ہوئے اور اگر تمہارے معنی مراد لئے جاویں، تو باقی آیات کے معنی غلط ثابت ہونگے اور لَیْوُ مِثْنٌ بھی زمانہ استقبال تھا ہی صحیح ہو سکتا ہے۔ فافہم دست برد الا فتفکر و احزن۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب اس آیت کے معنی اس لئے بھی یہ اچھے نہیں بنتے، چونکہ پہلے چھپے تمام ان کے عیسویات درج ہیں۔ اور جو ان میں سے نیک ہیں، ان کی نیکیوں کا ذکر لکن الشَّ اسِخُون سے شروع ہوتا ہے۔ تو اب یہ طریق حکمت کے خلاف ہے۔ کہ ایسی عظیم الشان نیکی کے بعد بھی ان کی بدیاں مذکور ہوں اور معاف نہ کی جائیں۔ پھر جس طرح یہ بات حکمت کے خلاف ہے۔ اسی طرح یہ قرآن کریم کے طرز بیان کے بھی برعکس ہے۔ اس لئے ان معنی میں یہ سقم پایا گیا۔ تو درست نہ ہوئے۔

”محمد عمر“۔ بھائی قرآن کریم کا لفظی ترجمہ اور تم کہو کہ اچھے نہیں بنتے۔ تو قرآن پر یہ دھبہ تو تم مرزائی ہی لگا سکتے ہو۔ فقیر کی یہ جرات تو نہیں۔ فقیر کے نزدیک تو جو کچھ رب العزۃ نے جس ترتیب سے فرمایا صحیح ہے۔ قرآن کریم پر اعتراض کرنا میرے ایمان کے خلاف ہے۔ اور پھر وکیل صاحب کو عیسائیوں پر بڑا رحم آیا ہے۔ مرزا صاحب تو ان کو تمام عمر بڑے خطبات سے یاد فرماتے رہے۔ لیکن وکیل صاحب کو دانشد علم عیسائیوں کی فریفتگی پر کس طمع نے مجبور کیا۔ اور ان کی طرف داری پر اتنے منہمک ہو گئے کہ خداوند پر بھی مغرض ہوئے کہ خداوند کریم نے انکی نیکی بیان کر نیکی بعد میں ان کی برائیاں کیوں بیان فرمادیں یہ نہ سوچا کہ نہ تمام کو نیکیوں سے یاد فرمایا، بلکہ اسِخُون فی العلم کو تمام سے مستثنیٰ فرمایا۔ اور تمام عیسائیوں کے عیوب بات کو ظاہر فرماتے ہوئے بعض اسِخُون فی العلم کو ان سے ممتاز فرمایا اور واقعی یہ ہر قوم، ہر مذہب، ہر فرقہ

کے لوگوں کا حال ہوتا ہے کہ ان کی اکثریت میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو مجتہد اراکین اور ذی شعور ہوتے ہیں، ایسے ہی اسی اصول کے ماتحت رب العزہ نے عیسائیوں کے عیوبات کو نشر فرما کر ان سے بعض کو جو ذی شعور اور فہمیرہ تھے، ان کی تعریف فرمائی نہ کہ ان کی حقیقت کو ہی نوازا گیا جو عیسائیت کے مذہب حقد ہونے پر دال ہو، بلکہ مذہبی حیثیت سے اور اصولی طور پر ان کے بچے ادھیڑ دے اور اپنی طرف سے جب کسی قسم کی تبلیغی کسر نہ رکھتی، تو ان کے پچھلے پول بھی ظاہر فرمائے کہ جن انبیاء علیہم السلام کے متبع کہلاتے ہو، ان کی زبانی بھی تو تمہاری بد عملیوں کی وجہ سے تم پر لعنت پڑی مگر پھر بھی تم نہ سمجھتے۔

مائدہ | لَعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُدَ
 ۶
 ۱۱
 وَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَ كَانُوا يَجْتَدُونَ
 بنی اسرائیل سے جنہوں نے کفر کیا: داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام
 کی زبانی ملعون ہوئے، کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ خداوند
 کریم ان کو ملعون کا خطاب فرمائے لیکن مرزائی دوست فرمادیں، کہ ان کو محاکم
 کیوں نہیں فرمایا، ان کی عیب جوئی کا ذکر کیوں کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملعون
 ہونے کا سبب ظاہر فرمایا، رب العزہ نے جب بعض عیسائیوں کے کفر یہ پول
 کو ظاہر فرمایا، پھر کَاوُا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُشْكٍ فَعَلُوا سے ان کی ہرٹ
 دھرمی کا ذکر فرمایا، بعد ازاں وَ أَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ سے یہود و نصاریٰ
 کے دوزخیوں کی اکثریت کا اظہار فرمایا پھر تَذٰی كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا سے صلح کلیوں کو ڈانٹا، اور اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ بَنِي
 الْعَذَابِ هُمْ خُلِدُوا ذٰلِكَ لِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کی سزا سن کر دَلُوْكَ اَلَا
 يَوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الَّذِيْ رَاٰ سُبْحٰنَ الْبَدَنِ الَّذِيْ رَاٰ رَسُوْلًا مِّنْ
 عَلِيْهِ وَسَلَّمَ اور قرآن کریم ان تینوں پر صحیح ایمان لانے کی دعوت دی۔ اور پھر
 جو ان سے زیادہ شرک پر اڑنے والے تھے اور مومنین کے مخالف تھے ذکر
 فرمایا اور بعد ازاں اِنِّسے اچھے لوگوں کا بھی ذکر فرمایا، یہ ہے جناب رب کریم کا

یہود سے گفتگو کرنے کا طریقہ کہ منکرین پر سختی بھی کرتے ہیں اور پیار سے بھی سمجھاتے ہیں، اسی طور پر یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی ان کی بار بار عہد شکنی کے مذموم رویے کو بیان فرما کر ان سے بعض اچھٹوں کو سراہا، چنانچہ پہلے یہود کے پلول اے اے اللہ جھوٹا ذکر فرما کر جو ان کو اس سوال پر سخت سزا ملی، اس کا ذکر فَاخَذْتُمْ الصِّعْقَةَ سے فرمایا، پھر ان کو توبہ کے بعد معافی ملی، چنانچہ یہود نے پھر اس وعدہ کا ایقانہ کیا، بلکہ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سے ان کا وعدہ توڑنے کا ذکر کر کے دَسَّ فَعَنَّا فَوَقَّعَهُمُ الطُّوًى سے جو ان کو وعدہ توڑنے کی سزا ملی ذکر فرما کر پھر ان کے توبہ کرنے پر ان کی معافی ہوئی، اور لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ کا ساتھ ہی حکم جاری فرمادیا۔

پھر انہوں نے اس وعدہ کو بھی توڑا، تو ان کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے تیسرے جرم کو فِيمَا كَفَرُوا مِمَّا قَدْ كُنِيَ هُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَنُسُخِ الْأَنْبِيَاءِ کے خاص جرموں کو ثابت فرما کر کُفِيَ هُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ کی تشریح دِوَلِيمُ عَلٰی مَزِيْمٍ بُهْتَانًا عَظِيمًا سے بیان فرمایا، اور وَتَقْلِبْهُمُ الْآفِيَاءَ بَعْدَ حَيْثُ كَانُوا فَكُلَّمَا مَرَّبُوا فِي سَبْعٍ مِّنْ مَّوَاقِعَ مَقَرَّ لَّهُمْ عَلَيْهَا کے اقرار اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ سَوَّلَ اللَّهُ سے فرمائی، اب ان کے قول میں سے تین امور کا انکشاف ہوتا تھا،

(۱)۔ رسل پران کا تابو پالینا جس سے رسول اللہ کی کمزوری اور خداوند کا ان کی امداد نہ فرمانا، تو اس حقیقت کا اللہ تعالیٰ نے بھی رد فرمایا،

(۲)۔ دوسری بات عیسیٰ علیہ السلام کا فوت شدہ ہونا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی رد کر کے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت فرمایا۔ اور دونوں امرین کو ہی اپنی قوت لم یزل کا اظہار فرماتے ہوئے جواب دیا،

پہلے دوسرے نمبر قریب کا جواب دیتے ہوئے فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ پھر اس خداوند کے انکار میں بھی کسی کو شک گذرے تو اس کو وَرَأَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فَيُدْفِنُهَا مِنْهُمْ مِّنْ مَّنْكَرٍ حَيَاتٍ مسیح علیہ السلام کو محض شکی قرار دیا، اور اگر اس ارشاد الہی سے بھی کسی کا شک رفع نہ ہو، تو ایسے لوگوں کو مَا لَعْنَةُ الْاِتِّبَاعِ مِنَ الظَّنِّ سے منکرین

حیات مسیح علیہ السلام کو جاہل اور بے وثوق ثابت کیا، پھر کوئی جاہل سمجھتے ہوئے اگر اعتراض کر بیٹھے، کہ نہ صلیب پر چڑھاے گئے، یہود کو محض شبہ ہی گذرا، ان کی جگہ دوسرے شخص کو مشابہ بنایا گیا، تو پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت تو مرے ہی ہوئے، تو رب العزت نے ایسے معترض جاہل کے اس اعتراض کو بھی رفع فرمایا، کہ نہیں میں نے کئی طرق سے سمجھایا، لیکن تم سمجھتے نہیں، وَمَا تَشَاوُونَ يَقِينًا بَلْ رَافَعَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ۔ یہود نے اس کو قتل نہیں کیا، یقینی امر ہے۔ کہ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اور پھر اپنی اس بے پرواہی کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔ تم اپنے آپ کو رسل پر غالب سمجھتے ہو، اللہ زبردست غالب ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے پنجے سے چھڑا کر آسمان پر اپنی طرف لے گیا۔ تو اس کی یہ قدرت ہے۔ اور اس میں بھی خداوند کی حکمت ہے۔ جس کو تم نہیں سمجھ سکتے، اگر خداوند کریم نے کوئی تمام دنیا سے نرالا کام عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے پھندے سے چھڑا کر نہ کیا ہوتا، بلکہ دوسروں کی طرح ہی موت دی تھی، تُوَذَّكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا فرمانے کی کیا ضرورت تھی، معلوم ہوا، کہ بَلْ رَافَعَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف یعنی آسمان کی طرف بوجھ دیا، اٹھا کر بچا لینا اور یہ تمام دنیا سے اچرج کام تھا، جس کی بنا پر وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا فرمایا، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا حیات و رفع الی السماء کا مسئلہ زبردست تھا، اور اس کے منکر عنقریب پیدا ہونے والے تھے، اس کو خدمتِ واضح فرمایا، بعد ازاں دوسرے ان کے خیالِ باطلہ کو رد فرمایا، جس سے ان کا فخر ثابت ہوتا تھا، کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر چکے ہیں، ہماری قوت اتنی زبردست ہے۔ کہ ہم رسول اللہ پر قابو پا چکے ہیں، اس میں چونکہ ہمتک عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوئی تھی، اس واسطے عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کو برقرار ثابت کرنا یہ بھی ضروری امر تھا، اگر نہ جواب دیتے تو عیسیٰ علیہ السلام کی آبرو میں فرق لازم آتا، کہ وہ شاید رسول اللہ نہ ہوں، جن پر کفار نے قابو پا لیا، اور مسلط ہو گئے کیونکہ سچے رسولوں کے متعلق خلفاء

فیصلہ ہے۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَسْلُطُ مَا سُلَّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ اور لَا غُلْبَتَ لَنَا وَهِيَ سُبُلِي تو اس عزت عیسیٰ علیہ السلام کو برقرار رکھنے کے اور یہود کو آخری ذلت کا منہ دکھانے کے لئے آگے فرمایا وَرَأَىٰ مَنَ أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا الْيَٰثِمِينَ یہ قبل موتہ کہ یہ تو کہتے ہیں، کہ ہم نے رسول اللہ پر قابو پا لیا۔ ہم قوی اور رسول اللہ کمزور، لیکن یاد رکھو، جب عیسیٰ علیہ السلام باذن اللہ آسمان سے تشریف لائے، تو ان کی موت کے پہلے پہلے تمام یہودی ان کی تلوار سے ایماندا بنجائیں گے، اسوقت ایک یہودی نظر نہ آئے گا۔ یا ایمان لے آئیگا، یا قتل کیا جاوے گا، یہ ہے جناب ربط قرآنی، جس کو دلیل صاحب سمجھ نہ سکے اور قرآن کریم کو بے ربط کہدیا، پھر یہ سوچو، کہ اگر ان کے آئے سے پیشتر ہی کوئی یہودی باقی نہ رہے۔ بلکہ ایماندار ہو جائیں، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ تَوَلَّيْوْا مِیْنَنَ یہ قبل موتہ کے معنی کا مصداق کیسے درست ہوگا، جب پہلے ہی تمہارے خیال کے مطابق ایماندار ہو چکے، تَوَلَّيْوْا مِیْنَنَ یہ یعنی ضرور ایمان لائیں گے، اس کے ساتھ فرمان الہی کیسے درست ہوگا، ان کے نزول من السماء کے پہلے کا فرہونگے، تب ہی لَیْئُوْا مِیْنَنَ کے مصداق نہیں گے، سمجھ تمہاری مرزا اثیت کے کے پردے میں ملبوس، اور کلام خداوندی کو بے ربط کہدینا یہ کیا عقلمندی ہے یا درکھو، قرآن خداوندی صبح اور اس کا تمام کلام بار بار اس کے فرمان کے مطابق حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایسے ہی ایمان لاؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ قرب تیا مت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ان کی تشریف آوری کے بعد کوئی یہودی نظر نہ آئیگا، لیکن مرزائی کو یہ مشکل ہے۔ کہ اگر اس آیت کریمہ پر ایمان لے آوے، تو مرزا صاحب کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہود موجود ہیں، اور مرزا صاحب مدعی عیسیٰ مسیح گذر بھی چکے، لیکن یہودیت دنیا سے نہ اٹھی، معلوم ہوا، کہ بفرمان الہی اِنْ مِّنْ اَهْلٍ الْكِتَابِ اِلَّا لَیْئُوْا مِیْنَنَ یہ قبل موتہ۔ سے عیسیٰ علیہ السلام ابھی تشریف ہی نہیں لائے۔ مرزائی صاحب نے مرزا صاحب کی جعلی عیسویت کا دامن پکڑ لیا، قرآن کریم کو بے ربط کر پس پشت ڈال دیا، لیکن قرآن کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو نہ چھوڑ

سکا، ہائے شومی قسمت مرزائی۔ آجنگ آریہ جو قرآن و اسلام کا قدیمی دشمن چلا آ رہا ہے۔ ان میں عربی دان بھی اچھے قابل ہیں، لیکن وہ قرآن کریم کی بے لطفی معلوم نہ کر سکے اور نہ کہہ سکے۔ جس کو قدنی دماغ نے اختراع کیا ہے۔ تَوَلَّوْا قَائِلًا جَعُوْا تَنْبِلَ اَنْ تَعَدَّ بُوَا۔

”مرزائی“ مولوی صاحب تمہارے اس معنی بیان کرنے میں قرآنی اختلاف نظر آتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم اختلاف سے مبرا ہے، دیکھو اس آیت کے ماقبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا کہ یہ تھوڑا مانیں گے بلکہ مانیں گے ہی نہیں، لیکن یہاں کہہ دیا کہ سب ایمان لائیں گے۔

”محمد عمر“ مرزائی صاحب جب دیکھنے والے کی آنکھ میں بیماری ہو، تو اس کو ایک ایک کے دودھ نظر آتے ہیں، مرزائی کا دماغ، پھر خدا کی سچی کتاب میں اس کو اختلاف نظر نہ آئے تو مرزائی کا ہے کا ہوا (بلکہ مانیں گے نہیں) یہ کونسے جملے کے معنی کئے ہیں، خبر یہ جملہ مرزائی ہی سہی، فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ یہ اس وقت کا واقعہ بیان فرما دیا، واقعی اس وقت تھوڑے ہی ایمان لائے تھے، اور تھوڑا ہی ایمان لائے تھے، اور یہودیت کا ابتدا سے آخر قیامت تک اگر سب کا توازن کیا جائے، تو وقت نزول مِنْ السَّمَاءِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پر تمام بھی ایمان لے آئیں گے، تب بھی جمیع کے لحاظ سے اکثریت حالت کفر پر مرکب ہوں گے، اس وقت جو موجود ہوں گے، وہ بلحاظ جمیع کے قلیل ہی ہوں گے، اور اس آیت فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا نے لَیُّوْمَئِذَا یہ تَنْبِلَ مَوْبِقَہ کے معنی کو صاف کر دیا، کہ یہ آیت لَیُّوْمَئِذَا یہ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے قرب قیامت تشریف لانے کی مؤید ہے۔ تب ہی تو جمیع کے لحاظ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا کی تطبیق درست ہوگی، تَوَلَّوْا مِیْنَنَ یہ کا مصداق اس وقت یعنی قرب قیامت سب کے ایمان دار ہونے کا ہوگا، تو قلت کی قید بلحاظ جمیع ہے۔ تَوَلَّوْا مِیْنَنَ اَهْلُ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُّوْمَئِذَا یہ کا جو لفظی ترجمہ ماقبل گذر چکا ہے صحیح ہے اور مرزائیہ نے غلط سمجھا ہے۔

”مرزائی“ اس معنی کے غلط ہونے میں ایک اور وقت بھی ہے۔ خداوند تعالیٰ

عیسیٰ علیہ السلام کو فرماتا ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا
 إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ میں تیرے متبعین کو یہود پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔
 اور پھر فرماتا ہے، وَاعْدَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
 کہ ہم نے ان میں قیامت تک بغض و عداوت ڈال دی، اور اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
 وَالْبَغْضَاءَ فرمایا، اب ذرا سوچو کہ اگر سب اہل کتاب ایمان لے آئیں، اور
 سب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبع ہو جائیں، تو پھر ان پر قیامت
 غلبہ کیونکر؟ اور ان میں بغض و عداوت کیسی؟ پس ماننا پڑے گا، کہ یہ معنی
 غلط ہیں۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب معنی کی غلطی ثابت کر رہے ہو یا قرآن کریم کو متعارض
 ثابت کر کے مرزائیت کے پودے بنا رہے ہو، کچھ سوچ کر تو بات کرو، سننے
 والے مومن ہیں ہندو نہیں ہیں، کہ قرآن کریم کا تعارض منکر بغلیں بجا نہیں گئے
 یہ مومن ہیں، یہ تو تعارض ثابت کرنے والے کی سفاہت کو تشیت از بام رکھ
 دینے۔ تم بیچارے عربی عبارت کو کیا جانو، پہلی بات تو یہ ہے، کہ پہلی آیت
 وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا میں جاعِل، اسم
 فاعل کا صیغہ ہے۔ یعنی میں نے ابھی تیرے متبعین کو فوقیت دی نہیں، فوقیت
 دوں گا، کب؟، جب وہ متبع ہوں گے۔ ابھی تو وہ متبع ہوئے ہی نہیں، تو فوقیت
 کیسے؟ فوقیت تو اتباع سے مشروط ہے۔ ابھی تو وہ اپنے کفر پر اڑے ہوئے
 ہیں، اسی کفر کے باعث ہی تو اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ متحقق ہے
 جب عیسیٰ علیہ السلام عَلِمَ لِلْسَّاعَةِ کے مطابق آسمان سے تشریف
 لائیں گے۔ اور ان یہودیوں کو مسلمان و متبع بنائیں گے، تو پھر اتباع کی وجہ سے
 فوقیت بھی متحقق ہوگی، اور اَلْقَيْنَا صیغہ ماضی ہے، ان کی آپس میں بغض و عداوت
 تو کبھی وجہ سے زمانہ ماضی سے متحقق ہو چکی ہے۔ معلوم ہوا، کہ بغض و عداوت
 کا تحقق کفر کو مستلزم ہے، نہ اتباع ہو جب قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام
 کی تشریف آوری سے یہودیوں کا کفر دور ہو جائیگا، تو بغض و عداوت بھی ساتھ
 ہی محو ہوگی کیونکہ اِذَا فَاتَ الشَّرْطَ فَاَتَ الْمُنْجِیُّ ط کا انتفا لازم کے انتفا کو

مستلزم ہے۔

باقی رہا تمہارا کہنا، اِنِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ جو اَعْدَیْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
 وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ میں مذکور ہے، تو یہ بھی محاورہ ہے مثلاً متکلم
 کہہ رہا ہے جَاءَ نِی الْقَوْمُ لَا زَیْدًا تُو کوئی بے سمجھ سوال کر دے کہ تم
 نے پہلے کہا ہے، جَاءَ نِی الْقَوْمُ میرے پاس تمام قوم آئی تو تم نے اِلا
 حَرَفَ اسْتِثْنَا استعمال کر کے زید کو قوم سے علیحدہ کیوں کر دیا، لہذا تم نے جھوٹ
 بولا، کیونکہ تمہاری کلام میں تعارض ہے۔ تو کوئی منصف عربی زبان کے گے گا،
 ارے یہ موقوف، متکلم کی مرضی، اگر اس نے قوم سے ایک زید کو مستثنیٰ کر دیا،
 تو تعارض نہیں کہہ سکتا۔ یہ متکلم کی مرضی پر موقوف ہے، جو نہیں آیا، اس نے
 اس کو قوم سے خارج کر دیا، تو یہ سچی بات تھی، اس واسطے اس نے صحیح کہہ دیا
 جھوٹ تب ہوتا جب تمام قوم سے ایک زید نہ آتا اور متکلم صرف جَاءَ نِی
 الْقَوْمُ کہہ دیتا، جب اس نے مطابق واقعہ جو شخص قوم سے نہیں آیا اس کو قوم سے
 اِلا زَیْدًا کہہ کر مستثنیٰ کر دیا، تو یہ جھوٹ نہیں، جب جھوٹ نہیں تو تعارض
 نہیں، اب ایسے ہی اگر اَعْدَیْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی
 یَوْمِ الْقِیَامَةِ ہی فرمان الہی مذکور ہوتا اور لَیْؤْمُنَّ یہ قبل و ذہب مذکور
 نہ ہونا اور یو دی قرب قیامت ایمان سے آئے تو فرمان الہی میں فرق لازم آتا
 لیکن اگر رب العزت نے قرب قیامت وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام
 اس وقت کے پیو ذیل نے متبع ہو جانا تھا، تو ان کو کفار کی سزا اَلْقِیْنَا بَیْنَ
 هُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ سے بسبب ترک کفر اور اتباع عیسیٰ علیہ
 السلام سراپا اعداوت و بغض کی سزا کو دور کرنے کا وعدہ فرمایا، اور جو فرق
 ثانی متبعین سے بعض وعداوت رکھنے والا ہو گا، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کے متبعین کے مقابلے میں ذلیل ہو گا اور متبعین کو آخر اِنِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ فوتیت
 عطا کرنے کا وعدہ بھی دیا، اور ان کے ہاتھوں ان کے مبغضین اور عداوت کو
 قتل کرا دیگا، جب قیامت تک ان میں بغض و عداوت ہوگی، تب ہی تو اتباع
 کرنے والوں کو فوتیت عطا ہوگی اور اگر بغض و عداوت ہی نہ ہو تو فوتیت

کن پر ثابت ہوگی، اور جب ان کے مشتق ہونے کی وجہ سے ان کو فوقیت حاصل ہوگی، تو اللہ تعالیٰ متبعین کے مقابلوں میں مبغضین اور عدوین کو ان کے ہاتھوں تباہ و برباد کر دیگا، اور محض عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین ہی رہ جاویں گے عدوین یا مبغضین مثلثین معدوم ہو جاویں گے، تو اس آخری واقعہ کو رب العزت نے ذٰلِکَ اَنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُوْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے ممتاز فرمادیا، تو باقی سے آخر قرب قیامت کسی کو بسبب ایمان ممتاز بنالینا یہ اس کی مرضی ہے، نہ جھوٹ ہے نہ تعارض، کیونکہ جیسے ہونا تھا اور کرنا تھا، صاف صاف واضح فرمادیا، اب مرزائیوں کی عقل، اگر کذب یا تعارض معلوم کرے تو یہ نظر مرزائیت میں فرق ہے نہ کہ کلام الہیہ میں، لہٰذا ذٰلِکَ اَنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُوْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنی صحیح ثابت ہوئے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے قرب قیامت تشریف لادینگے، تو اس وقت یہ تمام نام کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کہلانیوالے تشلیث کو چھوڑ کر توحید کے قائل ہو جائیں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ سمجھنے لگ جائیں گے، یہ ہے قرآنی مطلب کا ربط جس کو تم نے تعارض سمجھ لیا تھا، میں تو یہی کہو لگا کہ قرآن کریم کو صحیح سمجھ لو، وقت ابھی باقی ہے، ورنہ قرآن کریم ہی قیامت کو تمہارے بر خلاف بھگتیگا۔

”مرزائی“۔ مَوْتِهٖ میں ۶ کی ضمیر کی بجائے دوسری قرأت میں هُوَ کا لفظ آیا ہے، جو جمع ہے اور جس سے سرف اہل کتاب ہی مراد لے سکتے ہیں، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُوْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قَالَ هِيَ نِسْرَةٌ اَبَى تَبْلَ مَوْتِهِمْ۔ یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا، کہ ابی بن کعب کی قرأت میں مَوْتِهٖ کی جگہ مَوْتِهِمْ آیا ہے۔ تو تمہاری دلیل رہ گئی، دیکھو

”محمد عمر“ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قَبْلَ مَوْتِهِمْ فرمایا، یہ ان کی اپنی قرأت نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے فرمایا، کہ یہ ابی کی قرأت ہے۔ اور جن کے نزدیک قَبْلَ مَوْتِهِمْ قرأت ہے، وہ اس کا

مطلب بھی یہ بیان کرتے ہیں، کہ عِنْدَ الْمَوْتِ یعنی ہر یہودی کی موت کے قریب قبل، تمہیں قبل کے معنی وہ لینے پڑیں گے جو تمہارے لئے مضر ہیں اور جو معنی تم مراد لیتے ہو، اس کے سخت خلاف ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں تو تم ابی کی قرآنہ ثانی کو مد نظر رکھتے ہو، جس سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت نہیں ہوتی، اب فقیر عرض کرتا ہے، کہ کیا جو مروجہ قرآن کریم جس قرأت سے اب لوگ پڑھ رہے ہیں، اس سے تمہارا انکار ہے، یعنی قبل مؤتبہ جو اس وقت قرآن مجید میں جملہ موجود ہے، کیا اس پر تمہارا ایمان نہیں؟ قرآن کریم کے اس جملہ کو چھوڑ کر دوسری قرأت کی طرف رغبت کرنا اور بہانے تلاش کرنا یہ صاف ظاہر کر رہا ہے۔ کہ دَرَانِ مَنْ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا كَيْفُ مِنْهُ قَبْلَ مَوْتِهِ سے حیات مسیح علیہ السلام واضح ہے۔ جس کی وجہ سے اب تم بہانے تلاش کر رہے ہو دوسری قرأت کی طرف رستہ تلاش کر رہے ہو، اور آیت قرآنی کا انکار کر رہے ہو،

تیسرا جواب۔ جب تم نے سوچا کہ اب اس آیت لَیُّوْ مِنْ قَبْلَ مَوْتِهِ سے توحیات مسیح و نزولہ من السماء قرب قیامت پر ایمان لانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو دوسری قرأت کو تلاش کیا، جب اس کے روایت کو ضعیف ثابت کیا گیا، تو تم تلملائے، لیکن فقیر گذارش کرتا ہے، کہ ابی کی قرأت اگر مرفوع ہوئی یا لقیات سے مروی ہوئی، تو اس کو مروجہ قرآن میں درج کیوں نہ کیا جاتا، اگر نہیں کیا گیا، تو اس کا ضعف بین ہے۔ اور اگر تم نے پھر بھی دوسری قرأت ہی کی رٹ لگانی ہے، تو پھر بھی اس جملہ سے تمہارا مسئلہ وفا مسیح تو ثابت ہو نہیں سکتا، پھر تمہیں اس کے مقابلہ میں ایسی ہی دوسری قرأت دَرَانِ مَنْ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا كَيْفُ مِنْهُ سے جو با سند لقیات سے مروی ہے، جس کو فقیر پہلے باب التفسیر میں عرض کر چکا ہے۔ اس ضعیف کے مقابلہ میں وہ مرفوع قرأت تمہارے لئے طوعاً و کرہاً حجت ہوگی، توحیات مسیح علیہ السلام سے قرب قیامت تشہیف لانے کو بلا تاویل ثابت کر رہی ہے۔

تسلیم کرنی پڑے گی، وہ بھی تو دوسری ہی قرأت ہے، ورنہ ہر بات میں تمہارا ہٹ دھرمی اور ہر ضعیف کو قوی اور ہر قوی کو ضعیف سمجھنا تمہارا مذہبی شعار واضح ہو گا۔

آؤ! اس قرآن کریم کی آیت و قرأت کو تسلیم کر کے ایمان درست کر لو۔ اور دہکتے ہوئے جہنم سے بچ جاؤ، وَمَا عَلَيْنَاكَ الْمُبَالِغُ الْمُبِينُ

چوتھا جواب۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُبیؓ کی قرأت کو نقل فرمانا زیادہ مستند ہے یا ان کا اپنا عقیدہ اور خود ان کا قرآن کو سمجھنا، تمہارے نزدیک زیادہ معتبر ہے یا نہ، ہر صورت میں ماننا پڑیگا، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآن دانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض عالی اور دعا سے ہے، اس واسطے ان کی قرأت ہمارے لئے حجت تامہ ہوگی، اور ان کی جو قرأت ہے وہ عرض کر دیتا ہوں، خواہ تم ایمان لاؤ یا نہ،

حدیثی محمد بن سعد قال حدیثی ابی قال حدیثی عی

قال حدیثی ابی عن اَبیہ عن ابن عباس قولہ وَرَأَى مِنْ

أَهْلِ الْكِتَابِ إِذَا لَبِئُوا مِنْ بَنِي قَبْلَ مَوْتِهِ يَعْنِي

رَأَى سَيِّدَ رَمْلِكَ أَنَا شَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ حِينَ يُبْعَثُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيُّ مَوْتُونَ بِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ سَحَابًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِذَا لَبِئُوا مِنْ بَنِي قَبْلَ مَوْتِهِ۔ کے متعلق آپ مراد لیتے تھے، کہ جب عیسیٰ علیہ السلام بھیجے جاویں گے تو اہل کتاب سے بعض لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی عنقریب ملاقات کریں گے، تو ان کے ساتھ ایمان لاویں گے، اور قیامت کو وہ ان پر گواہی دیں گے،

کیوں جناب! اب فرمائیے قرأت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ معتبر ہے یا جو تم کسی کی ضعیف قرأت نقل کر رہے تھے،

ثابت ہوا کہ قَبْلَ مَوْتِهِ کی قرأت بروایت ثقات قَبْلَ مَوْتِهِمْ کے مقابلہ میں مستند ہے، جو اس وقت قرآن کریم میں مکتوب ہے، جو حیات

یسح عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کو ثابت کر رہی ہے، اور یہ بھی ثابت کر رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی نشانی یہ ہے کہ اس وقت تمام یہود و نصاریٰ مومن ہونگے، تثلیث کا قائل ایک بھی نظر نہ آئیگا، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہونگے

اب اسے فرقہ قدنی! اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہی اعتماد تھا، تو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر دوبارہ تشریف لانے پر ایمان لے آؤ، ورنہ یاد رکھو قیامت کے میدان میں بوقت حساب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رستہ تنہا رستے گلے میں ہوگا۔

”مرزائی“۔ اس متنازعہ فیہا آیت میں دو ضمیر ہیں، ایک بہ کی او دوسری دوسر کی، ان دونوں ضمیروں کے مرجع میں مفسرین کا اختلاف ہے، کسی کا تعین خاص نہیں، لہذا تمہارا صرف یہ کہ تخصیص کرنا یہ حجت نہیں ہو سکتا۔ ۳۵۱

”محمد عمر“۔ میرے خیال میں تمہیں قرآن بھی چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ اس میں بھی ایک فرقے کو اختلاف ہے، وحدانیت الہیہ کو بھی ترک کر دو، کیونکہ ایک فرقہ تثلیث کا قائل ہے، بوجہ اختلاف دونوں کو ترک کر دو، مرزا صاحب کو ہی خدا مان لو، بات ختم ہو جائے، اور اگر اسی قانون پر عمل شروع ہو جائیگا تو تمہیں مرزا صاحب کو بھی چھوڑنا پڑے گا، کیونکہ تمہارے بھی مرزا صاحب کے متعلق اختلاف شدید ہے، کوئی بنی مان رہا ہے وہ بھی مرزائی ہے اور کوئی مجدد ماننا ہے وہ بھی مرزائی، اور اسی اختلاف کو تم قرآن پر استعمال کرتے ہو تب ہی بعض مسلمان لوگ یہ تو کہہ ہی دیتے ہیں، کہ میاں مرزائی بھی قرآن کو ہی مانتے ہیں، مسلمان ہی ہیں نہ۔

اور پھر مرزا صاحب کا خود کلام مختلف فیہ ہے، مرزا صاحب کا کوئی ایسا کلام کوئی مرزائی ثابت نہیں کر سکتا، جس میں اختلاف نہ ہو، مرزا صاحب کو تو تم نے تناقضی اختلاف ہونے کی بنا پر بھی نہ چھوڑا، لیکن قرآن کریم کی موجودہ او مردہ قرأت و عبارت کو کسی ایک کے معمولی اور ضعیف غیبہ حقیقی پیش کرنے سے

قرآن کو چھوڑ دیتے ہو، یہ تمہارا قرآن پر ایمان صحیح ہے؛ کیا آج تک کسی امتی نے اس قرأت کو چھوڑ کر دوسری قرأت کی اشاعت کی یہ جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کبار کو جمع کر کے اس قرآن کریم کو جمع فرمایا، جس میں آج تک نقطہ کا فرق نہ پڑا، اگر آج تم مرزائی قرآن کریم کو مختلف فیہ ثابت کر دو تو تم کو بھی ایک آیت سنا دینی کافی سمجھتا ہوں، **فَاتَمْتُوا بِمِثْلِ مَا آتَمْتُمْ بِهِ فَقَدْ اخْتَلَفْتُمْ فِيهَا فَوَلَوْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** اگر تم ساڑھے تیرہ سو سال کے مروجہ قرآن پر جیسا کہ دوسرے مسلمان ایمان لائے ہیں، ایمان لاتے ہو تو تم ہمارے ساتھ، ورنہ تمہارا راستہ اور ہمارا تو صرف اسی قرآن والا ہے اور ہمارے لئے یہی قرآن، اسی قرأت، اسی عبارت سے حجۃ، نہ تمہارا یہ قرآن، نہ تمہارے واسطے یہ حجۃ، ہم اپنے اس مروجہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، تم اپنے مرزا صاحب کے تذکرہ یا حقیقتہ الوحی پر ایمان رکھو، جب تمہیں اس قرآن میں اختلاف نظر آتا ہے تو بھائی تم اس قرآن کو دیکھو ہی نہ، دیکھ کر کیوں اپنی نظر کو اختلاف میں ڈالتے ہو، حقیقتہ الوحی دالی نظر ہی رہنے دو، نہ ہمیں اس قرآن میں اختلاف نظر آتا ہے اور نہ ہم اس کو چھوڑتے ہیں، جب قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں **لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ** لکھا ہے، تو بموجب تاعدہ عربیہ چونکہ ما قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور آگے **بِهِ** کی ضمیر کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کیا اور ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہرایا ہے، ہم تو بھائی قرآن کی عبارت صریحہ کے تائل ہیں، کسی کے ایچ پیج میں آکر کسی غیر مذکور کی طرف ضمیر کو راجع کرنے کو تیار نہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ما قبل نہ کسی اور کا ذکر ہے اور نہ کوئی اور مرجع بن سکتا ہے۔

وَمَا عَلَيْكَ اِذَا الْسَّلَاحُ الْمُبِينُ ۝

”مرزائی“۔ آیت متنازعہ فیہا کے اخیر میں **وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ** **يَكُونُ عَلَيْهِمْ** مشہد کا حلقہ ثابت کر رہا ہے، کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن گواہ ہونگے، یعنی گواہی ان کے خلاف دینگے اگر وہ سب مان جائینگے، تو گواہی کیسی؟ اس گواہی کی ضرورت کیا، بیونکہ گواہی کی ضرورت تو ہمیشہ انکار کے

بعد ہوتی ہے، قیامت کے ساتھ گواہی کو مخصوص کرنا بتاتا ہے، کہ مسیح دنیا میں نہیں کئے گئے، ورنہ کہنا چاہیے تھا، کہ وہ دنیا میں آکر گواہی دیگا، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے وزن قصیدہ کے معنی حال کے بھی کئے ہیں، ”محمد عمر“۔ رب العزۃ نے جن دانش کو اپنی نافرمانی کے باعث دنیا و عقبیٰ میں سزا دینے کا حکم سنایا ہے، جیسا کہ عام ارشاد ہے، لَعَنَ خَزَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ لَمْ يَأْتِ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ الْيَوْمِ جیسا کہ نیکی کرنے والوں کو دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں سے سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی جب مثلثین کے جرائم کو اور ان کو بار بار معاف کرنے کے انعام کا ذکر فرمایا، اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے غلبہ پانے کی بڑ کو توڑا اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت پیش فرمایا، پھر ایسے منکرین اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس نے دنیا و عقبیٰ میں ان کے کفر کے سبب سے اُن کو سزا کا حکم فرمانا تھا، پہلے چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ان کے مخالفین پر انہیں انبیاء علیہم السلام کو ہی مسلط فرماتا رہا ہے۔ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں چونکہ تمام ہی مخالفین تھے، اسی لئے آپ کی زندگی عموماً جنگوں میں گذری، تو آخر جوان کے ساکتی بنے تھے انہوں نے بھی اُن سے دھوکا کیا، اور ان کا قبضہ کفار کے ہاتھ دینا چاہا، اب اگر اللہ تعالیٰ منکرین کو تباہ کرتے ہیں، تو بھی مناسب نہ تھا، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سنا چکے تھے۔ اور اگر ان کا بدلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تو پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مغلوبیت ہی رہتی، اور کَاغْلِبَنَّ اَنَا وَ مَسِيحُ کا قانون ٹوٹتا تھا، تو ان دشمنان عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کو انہیں کے ہاتھوں ذلیل کرنا مقصود تھا، تو ان کو قیامت کی علامت مقرر فرما کر آسمان پر اٹھالیا، اور قرب قیامت آسمان سے اُن کے اتارنے کا وعدہ فرمایا، تو ان یہود اور نصاریٰ پر عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا مسلط فرمائے گا کہ حضرت عیسیٰ قرب قیامت شریف لا کر جو ان کی مخالفت پر ہی مصر ہوگا، اور دجال کا ساتھ دیگا۔ اس کو آپ ترہیح کرینگے، اور آپ کے مخالفین کی دنیا سے اتنی صفائی ہوگی، جس کی وضاحت

رب العزّة نے قرآن میں اہل کتاب راکا لیتو مینن یہ قبل موتہ سے فرمائی، یعنی کوئی اہل کتاب جو ان کا دشمن ہو گا نہیں رہیگا یا قتل کیا جائیگا اور اگر نظر آئیگا تو سو ایمان دار کے اور کوئی نہ ہوگا، جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ سمجھ لیگا، اور ان کی عزت کریگا۔ یہ دنیاوی سزا، قتل یہود و نصاریٰ کی بد عیوب کی عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو دنیا میں ملے گی، چنانچہ قرآن میں اہل کتاب راکا لیتو مینن یہ قبل موتہ سے دشمنوں کو ان کے باطل مذہب کی بربادی دنیاوی سزا سنائی گئی، اور آگے قیامت کی سزا کا حکم بھی سنانا قانون خداوندی تھا، تو قانون کا اجراء یوم القیامة یكون علیہم شہیداً۔

آخری سزا سنائی کہ دنیا میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے تمہیں سزا ملیگی، اور ذلیل کیا جاویگا، اور عقبی میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تم پر بھگتیں گے، وہاں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کی بریت کسی صورت نہ ہوگی، یہ جو تمہارا خیال ہے کہ لکن یدخل الجنة راکا من کان هوداً اذ نصاریٰ یہ غلط ہے۔

نلت امانیتہم تمہیں دنیاوی آخری سزا میں گرفتار کیا جائیگا، یہود و نصاریٰ کو چونکہ سزا پہلے عیسیٰ علیہم السلام کی مخالفت پر ملنی ہے۔ اس واسطے آخرت میں جب تک ان پر بھگتیں گے نہیں، تب تک سزا کے مستوجب کیسے ہو سکتے ہیں،

اور تم مرزائی بیچاروں نے الٹ بیان کر دیا، کہ جب تمام ایمان لے آؤ گے تو سزا کس لئے، جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے جو دجال کا ساتھ دینگے جیسا کہ تم پہلے تسلیم کر چکے ہو، ان کو آخری سزا بھی تو سنائی جانی تھی اور ان کو دنیا میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا قتل کرنا ان کے اعمال دنیاوی کی سزا اور عقبی میں بھی وہ سزا کے مستوجب ہوئے، اور ان کی آخری سزا کا دار و مدار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت پر موقوف ہے، اسی واسطے یہ معنی قبل موتہ کے صحیح ہوئے، تاکہ قبل از سزا آخری سزا کے ان کو دنیاوی سزا سنائی جائے، کیونکہ ان کا دنیاوی تسلط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیاوی ذلت ثابت کرتا تھا، تو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں ہی یہود و نصاریٰ

پر مسلط ہونے کا وعدہ فرمایا، تاکہ صداقت عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہو جائے۔ اور فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت تشریف لاکر سوائے اپنے متبعین کے کسی کو نہ چھوڑینگے، ان یہود و نصاریٰ کو بری طرح مٹائیں گے، جو ایمان لاکر انکا ساتھ دیگا، دنیا میں نجات پائیں گے، باقی سب مثلین کو بزور تلوار نابود کریں گے۔ اور قیامت کے میدان میں سرکاری دکالت کر کے ان پر بھگتیں گے، اور وہ تمام قیامت کو بھی عذاب الہی جہنم کا ایندھن ہونگے۔ دنیا میں وکیل صاحب فرماتے ہیں، کہ اگر دنیا میں دوبارہ آنا تھا، تو یہ کہنا چاہئے تھا، کہ دنیا میں اگر گواہی دینگے، بھلا یہود و نصاریٰ کے واسطے دنیا میں گواہی کی کیا ضرورت، دنیا میں وہ تو خود حاکم ہونگے، حاکم خود فیصل ہوتا ہے، جو سزا و جزا دینے کا حق رکھتا ہے، وکیل صاحب حکام گواہی نہیں دیا کرتے، میرے خیال میں آپ نے بھی سفارشی دکالت ہی سنبھالی ہوئی ہے، تو یہ کہنا کہ دنیا میں اگر گواہی دیتے یہ تمہارا نتیجہ نکالنا غلط ہے، رسل قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے روبرو گواہ بنکر کھڑے ہونگے، نہ دنیا میں، کیونکہ اس وقت حکومت الہی ہوگی، اور رسل سرکاری گواہ ہونگے۔ اور دنیا میں رسل حاکم واحد کی حیثیت رکھتا ہے، اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو تمہارا شہادت میں پیش کرنا ہمارے واسطے حجت نہیں تمہارے واسطے ہونگے، کیونکہ تم نے ان کے کہے ہی مذہب کی بنیاد رکھی ہے کیسی بھولی باتیں بنا تے ہو، مولوی ثناء اللہ نے لکھا ہے، مولوی ثناء اللہ تمہارے لئے قرآن کا منزل ہوگا، میں قرآن کی آیات بیّنات پیش کرتا ہوں، وکیل صاحب مولوی ثناء اللہ کا قانون پیش کرتے ہیں، قرآن کریم کی کوئی آیت پیش کرو، جو لام تاکید بانون تاکید تقیید کو حال کے معنی استعمال کرنے کا سبق دے، ورنہ خلاف قرآن حال کے معنی کرنا یہ شیوہ مرزا ایت ہے، نہ اسلام کا،

لام تاکید بانون تاکید تقیید کا تمہیں علم ہے، کہ معنی استقبال کے ساتھ فعل کو خالص کر دیتا ہے، اور یہ عبیدہ استقبال عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے کو قرآن کریم کا جملہ لَتُؤْمِنُنَّ ثابت کر رہا ہے، اگر تم مرزائی قرب قیامت تک باقی رہے، تو تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انشاء اللہ درست کریں گے اور جو نہ درست

ہو گا، اس کا علاج یہ ہو نصاریٰ والا کریں گے، اللہ خدا کے دربار میں قیامت کو اسپر گواہی بھی دینگے، دنیاوی و اخروی دونوں عذابوں میں بوجہ انکار حیات مسیح بن مریم علیہا السلام مرزائی گرفتار ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کا جواب

”مرزائی“ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو لوگ اس آیت کے ماتحت ترجمہ پیش کرتے ہیں، وہ معتبر نہیں، کیونکہ اصول شاشی میں لکھا ہے۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ التَّوَاتُؤِ هُوَ الْمَعْنَى وَتَوَاتُؤُ بِالْعِظَةِ وَالْعَدَالَتِ
تَقُونُ أَكْلًا جَبِيْهًا وَدَوَّارِي كَأَبِي هَيْبَةَ دَأْنَسِ ابْنِ مَالِئٍ۔

پس اہل اصول اور محدثین کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں، اور ان کی روایت درست ہے، مگر ان کا اپنا خیال اور قول ہرگز حجت نہیں۔ چنانچہ اسی بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور اجتہاد درج ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وَمَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ وَالشَّيْطَانِ يَمْسُهُ حِينَ يُولَدُ الخ۔ کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، فَأَنْتَ وَإِنْ مَسَّكُمْ إِنْشَاءً أُعِيدَ هَآيِكَ وَذِيَّ يَتَّخِذُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو، حالانکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اجتہاد قطعی طور پر غلط ہے، کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی مندرجہ بالا دعا حضرت مریمؑ کی ولادت کے بعد کی ہے، اور حدیث میں جس مس شیطان کی نفی ہے وہ وقت ولادت کی ہے، پس جس طرح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری غلط ہے، اسی طرح ان کا دَإْنَسِ ابْنِ مَالِئٍ آھلِ الْکِتَابِ کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری بھی غلط ہے اور ناقابل اسناد۔ لاہ ۳

”محمد عمر“۔ پہلے تو اصول شاشی کی عبارت کو لکھ کر وکیل دوست نے دھوکا دیا پھر اس کے ماتیل کی عبارت کو ہضم کر گئے۔

اصول شاشی | شَوَّالَتْ اِدْوِي فِي الْاَصْلِ قَتْمَانِ مَعْنَى وَتُ بِالْعِلْمِ وَ اَكْلًا
جَبَّاهِدًا كَالْخَلْقَاءِ الْاَسْرُ بَعَثَ دَعْبُدُ اللّٰهُ بِنِ مَسْمُودٍ

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ زُوَّانَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ أَجْمَعِينَ -
وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الشَّرْءِ وَاقِعٌ هُوَ الْمَعْنَى وَفَوْنٌ بِالْحِفْظِ الْعَدَالَةِ دُونَ
الْاجْتِهَادِ وَ الْفَتْوَى كَأَنِّي هِيَ بَيِّنَةٌ وَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ -

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے راوی کی اصل میں دو قسمیں ہیں، پہلی قسم جو اجتہاد اور علم کے ساتھ مشہور ہیں، جیسا کہ خلفاء اربعہ اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دوسری قسم راویوں سے جو مشہور ہیں، حافظے اور انصاف میں نہ اجتہاد اور فتویٰ میں مثل ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی،

اب اس عبارت سے مرزائی صاحب کی عدالت مصنوعہ پر غور کرنے سے مرزائی صاحب کے اجتہاد کا پول کھل جاتا ہے، کہ تم نے جو کہا ہے کہ اصول شناسی میں لکھا ہے، کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حجت نہیں، یہ بات کیسی ایمان سے بعید ہے، کجا اصول شناسی کی تحریر کا مطلب کہ خلفاء اربعہ و مَن مَعَهُم اجتہاد و علم میں مشہور ہیں، اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حافظے اور انصاف میں مشہور، یہاں تو شہرت کی بات ہو رہی ہے۔ لیکن مرزائی صاحب اپنے مطلب کا کچھ اور اندازہ لگا رہے ہیں، کہ ابو ہریرہؓ زیادہ اس لئے اجتہاد میں مشہور نہیں چونکہ آپ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ احادیث صحیحہ کا اتنا ذخیرہ موجود ہے اور علم قرآن پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ اتنا حاصل کر چکے ہیں، کہ وہاں اجتہاد کی گنجائش ہی نہیں اور اور باقی خلفاء اربعہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث صحیحہ اخذ کرتے ہیں، اس واسطے ان کو اپنے اجتہاد سے احادیث مرویہ بالواسطہ سمجھنے کی ضرورت تھی، گو جو اشارات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلا واسطہ حاصل تھیں۔ وہ بطور تقلید بیان فرمادیتے اجتہاد کی زیادہ ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ اب ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حافظے اور عدل کے قائل تھے، کیونکہ یہ انعام ابو ہریرہؓ کو ذخیرہ احادیث و علوم قرآنیہ سمجھانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا کیونکہ اعلیٰ اور مضبوط شے کے لئے اعلیٰ اور مضبوط برتن کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیت قرآنی کا تلاوت فرمانا یہ ان کے اپنے اجتہاد کا ثبوت نہ ہوگا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آپ کو ایسے سمجھایا ہوگا، تب ہی اپنے ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیت قرآنی تلاوت فرمادی، ورنہ بقول تمہارے اگر تسلیم کیا جائے کہ اپنے اجتہاد سے آیت پڑھ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پڑھی ہوگی، تو حتیٰ طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل میں فرق لازم آئیگا، اور بقول تمہارے یہ ثابت ہوگا، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ عادل نہ تھے، بلکہ نقل میں اپنی رائے کے ذخیل ثابت ہونگے، تو مرزائی صاحب نے نہ صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد پر ہی اعتراض کیا، بلکہ آپ کے عدل کو بھی ٹھکرا دیا، جب عدل گیا، تو حافظ باکدولی مفقود، جسکی غلطی مرزائی بھی تیرہ سو سال کے بعد نکال بیٹھا، تو مرزائی صاحب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عطیہ کا جو آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھا، یعنی عدل اور حافظہ دونوں کا منکر ہو گیا اعاذنا اللہ منہ۔

مرزائی صاحب کا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیت کی تلاوت کرنا اور اس کو اجتہادی فتویٰ سمجھنا یہ مرزائی صاحب کے جملہ مرزائیہ سے تصور کیا جا دیگا، اور اپنی تائید میں مرزائی صاحب ہیر پھیر کر کے پیش کرتے ہیں، اصول شاشی کو تم بیچا ہے کیا سمجھو، کیا اصول شاشی والے نے نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلطی نکالی ہے؟ جیسا کہ تم نے منہ بھر کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ دیا ہے، کہ انہوں نے یہ غلطی کی وہ غلطی کی، غلط ہو دماغ مرزائی کا، جس کا حکیم بھی دماغی مرض میں مبتلا، لیکن غلطیاں نکالے اس عادل و عالم کی، کہ جس کو عقل کل کی طرف سے عدل و علم بلا واسطہ عطا ہوا

فَتَنَّاكَ وَاسْتَجِبْ قَسَدٌ مِّنْهُ لَوْلَا فَتْنُكَ لَكَ عِلْمٌ مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا وَلَوْلَا فَتْنُكَ لَكَ عِلْمٌ مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا وَلَوْلَا فَتْنُكَ لَكَ عِلْمٌ مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا

لَا شَكَّ فِيْهِ۔

خداوند کریم تمہیں ہدایت دے تم نے قرآن اور حدیث کو استہزا بنایا ہوا ہے۔ بعض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے واسطے، کہ مرزائی قرآن و حدیث کے قائل

ہیں، حالانکہ یہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہیں، تمہارے سامنے قرآن کریم کی آیت آجائے تو تم اس کو تیرا پھیلا کر کے بدلاتے ہو، اور ایمان لانے کے لئے تم ہرگز توجہ نہیں کرتے، بلکہ محض ٹھکانے کے لئے رشائیں بائیں کرو گے، آج تک تم سب وفات مسیح کی ایک آیت صریحہ پیش نہیں کر سکے، کہ جس سے وفات مسیح ناصری ثابت ہو، اس سے وفات مسیح ناصری کو ثابت کرنا بھلا یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ جس آیت کا مسیح علیہ السلام سے تعلق ہی نہیں، تم اس پر زائچہ لگا کر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو، اور جب حیات مسیح کے متعلق آیات صریحہ پیش کی جاویں، جن میں رب العزۃ عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور وہاں اُن کو رزق دینے اور پھر ان کے متعلق قرب قیامت زمین پر تشریف لانے کے صریح ارشاد موجود ہیں، لیکن مرزائی اپنے مخالف پاتاے تو وہ ان آیات آئینہ کو یوں بیدردی سے اور بے اعتنائی اور فاخرانہ طور پر ٹھکراتا ہے کہ آریہ بھی قرآن کریم سے ایسا برتاؤ کبھی نہیں کر سکتا اور احادیث صحیحہ کو جو صحیحہ اور مرئوۃ ہوں، جس کا ترجمہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بیان کیا ہو، تو اس کو بہانہ بنیا کر مرزا غلام احمد صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ایسا انکار کرتا ہے، اور منکر سے کام لیتا ہے۔ کہ چکرالوی بھی اس کے سامنے بیچ ہے، چکرالوی بھی حدیثوں کا سرے سے انکار ہی تو کر دیتا ہے، مخالف ہو یا موافق حدیثوں کا نسخہ تو نہیں اڑاتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو معاذ اللہ بے سمجھ اور حدیثوں کے مفہوم کو سمجھنے سے مرزائیوں کی طرح قاصر تو نہیں گردانتا، خداوند کریم ان مرزائیوں کے ہتھکنڈوں سے اسلام کو محفوظ رکھتے۔

مرزائیوں! ذرا کان دھ کر اپنے رگیل کی سنو کہ وہ صحابی جس کو میرے آقا جتہ المعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست علم لدنی سے تعلیم فرمائی، اس کو کیسے ٹھکراتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث تو صحیح ہیں، یہیں جہد نہیں۔ چونکہ یہ تو ان کا ہے، اس لئے معتبر نہیں، باتیں باتیں، فسوس وہ اصحابی جو تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور احسن ہو، اس کو

تو مرزائی نے اپنے عقیدے سے خلاف پا کر آیت و حدیث کو ہی کھٹکرا دیا،
 اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد ہے، مرزائی کے
 لئے حجت نہیں، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ بیان لَیُّوْشَکُنْ اَنْ یُنْزَلَ نَبِیُّکُمْ
 اَبْنُ مَرْزِیَّہِ قریب ہی ہے تم میں عیسیٰ بن مریم تشریف لادینگے۔ یہ قول
 ابو ہریرہ ہے؟ یا ذر ان من اھل الکتاب اذ لا لیو منن بہ قبل موته؟
 یہ قول ابو ہریرہ ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایمان بالحدیث
 رکھنے والوں کے واسطے اور ایمان بالقرآن رکھنے والوں کے واسطے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفیہ بیان کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف
 آوری کے متعلق سُنا تھا صحیح بیان فرما دیا، اور بعد ازاں ایمان بالحدیث رکھنے
 والوں کو فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا ثابت ہے۔ بلکہ اگر اس حدیث
 کی تائید قرآنی چاہتے ہو تو صرف اتنے جملے سے تطبیق حدیث کی قرآنی آیت
 سے فرمائی، کہ (وَ اَنْزَلْنَاهُ اِنْ شِئْنَا) اسے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر ایمان لانے والو! اگر تمہارا حدیث پر جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے
 اُترنے کو ثابت کر رہی ہے، ایمان ہے تو اگر چاہو کہ قرآن کریم سے اس کا
 ثبوت بھی مطابق ہو، تو ذر ان من اھل الکتاب اذ لا لیو منن بہ قبل
 موته؟ پڑھ لو، تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف
 لانے کی تائید قرآنی بھی تمہیں حاصل ہو جائے، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 مرزائی کے عقیدہ کا پاس نہیں کیا، اس لئے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے حلفیہ بیان کو روایت کر کے ملزم اجتہاد ہو گئے، معاذ اللہ، اور اس کی تائید
 میں آیت فرقانی کا مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھے ہوئے کو بیان
 فرما دیا اور اختیار دیدیا۔ فرما دیا (وَ اَنْزَلْنَاهُ اِنْ شِئْنَا) اگر تم چاہو، تو اس حدیث
 کے مطابق پڑھ لو، اشارہ کر دیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم لدنی جو
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکا تھا، اور آپ کو علم تھا، کہ ایک فرقہ مرزائیہ پیغمبر
 میں پیدا ہو گا جو ذر ان من اھل الکتاب اذ لا لیو منن بہ قبل موته؟

کے معنی بگاڑینگے، اس لئے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما کر ساتھ ہی ایمانداروں کے لئے ناقصہ ڈانٹ ششخبر بیان فرما کر حدیث شریف کی تائید قرآنی بھی فرمادی۔ حدیث کو بھی بیان فرمادیا اور آیت کا مطلب بھی سمجھا دیا، کیوں نہ ہو، آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی حاصل تھی، آپ کے عطا کردہ علم کے عالم تھے مرزائی عقیدہ وفات مسیح کے قدنی ڈھونگ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

اب مرزائی سوا اس کے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تطبیق پر تو انگشت نمائی نہ کر سکا کہ مرزائی بدظن ہو جائیں گے کیونکہ ایک طرف آیت قرآنی ہے اور ساتھ ہی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، سرے سے ہی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی معاذ اللہ بے سمجھ کہ دیا، احاذنا اللہ مثم۔ یہ ثابت ہو گیا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی حدیث کو جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تطبیق قرآنی فرمائی ہے، وہ صحیح ہے، جس کا جواب مرزائی نہیں دے سکا، سوا اس کے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹھکرا دے، مرزائی وکیل کے ٹھکرانے سے ان کو نہیں ٹھکرایا گیا بلکہ ان کے بیان کردہ قرآن و حدیث کو ٹھکرایا گیا ہے۔ مسلمان خوب سمجھتا ہے۔

بھلا وکیل صاحب یہ تو فرمائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گورنر مقرر فرمایا، اُن کو یہ سمجھ نہ آئی کہ یہ مجتہد نہیں ہیں، کیوں ایسے شخص کو گورنر مقرر کرتا ہوں، جس کا اجتہادی توازن ہی درست نہیں، سنیے،

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی و سیاسی طاقت

اصابہ
 اِنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ مَا هُوَ بِسِرَّةٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ بَعْثَرَةُ
 الْاَبْنِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اسْتَأْذِنْتَ بَعْثَرَةَ الْاَمْوَالِ فَمِنْ
 اَيْنَ لَكَ تَالِ خَيْلٍ اَعْلِيَّةٍ وَ اَخْطِيَّةٍ تَتَابَعَتْ دَجْدَجًا

رَبِيعِي لِي فَتَنْظُرَ فَوَجَدَ مَا كُنَّا تَالًا ثُمَّ دَعَاهُ يَسْتَعْمَلُ فَاَبَى .

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین

پر گورنر مقرر فرمایا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار پیش کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ مال تو نے کہاں سے لیا ہے تو بھی ان مالوں کے ساتھ لہریز ہو گیا ہے، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گھوڑیوں نے بچے دے دیے۔ اور زائد مال بڑھ گیا۔ اور میرا خزانہ بہت گھوڑا تھا حضرت عمر نے پڑتال کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق ارشاد ثابت ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ کو ملازمت کے لئے بلایا۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔

یوں جناب؟ یہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد اور ریاست جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تسلیم کر گئے،

احبابہ اسے لکھ علماء لا ینشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین۔ نقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نعن نسالک علماء لا ینشی فقال سبقکم بها الغلام الذی ذبی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا فرمائی، اے اللہ میں سوال کرتا ہوں ایسے علم کا جو بھولے نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین پھر ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی اُس علم کا سوال کرتے ہیں، جو بھولے نہیں، تو آپ نے فرمایا تم سے غلام درسی سبقت لے گیا۔

آہ! اے اہل امت مرزا بیہ جس کے متعلق آقا نے کوئین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم سبقکم بها غلام الذی ذبی کا فتویٰ دیں کہ تمام صبی بہ کرام سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبقت لے گیا، جو کسی اور کو عطا نہیں تو تم اُس کی علمی شان کا انکار کرو، تو تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عطیہ ہر مرزائیت کو مقدم سمجھا ہے

اے امت مرزا بیہ! تم مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھتے ہو، کہ ہم مسطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فرمان کو بالائے سر سمجھتے ہیں، اگر تمہارا دعویٰ یہ صحیح ہے تو اس مسئلہ حیات عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اور ان کا آسمان سے دوبارہ تشریف لانے پر ایمان لے آؤ، اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ٹھکرانے والوں کو ٹھکرادو، اگر حوالہ مکمل دیکھنا ہو، تو مکمل پابک احمدیہ نیا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۲ء کو دیکھو، ورنہ فقیر تو تمہارے اس دعویٰ کو مرزائیت میں شمار کرے گا۔

نفکر دست سیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی طاقت

اصابہ

۲۰۶

كَانَ يُبَيِّعُ كُلَّ يَوْمٍ اَشْتَى عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے، کیوں جناب کوئی تو اپنی جماعت کا ایسا دکھاؤ، چلو اپنے گھیت میں کوئی ایسا دکھا دو، وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا اِنَّ تَفْعَلُوْا فَاَنْتَقُوْا النَّاسَ الَّتِي وَاَنْتُمْ هَآلِ النَّاسِ وَ الْحِجَابُ مَا اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ۝

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت میں مردان آیا۔ تو اس نے کہا شفاک اللہ، تمہیں اللہ شفا دے، تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہم انی احب لقاءک فاجب لقاءى فما بلغ مرء و ان یعننى و اسط السؤق حتى مات۔

اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں، تو میری ملاقات کو محبوب بنالے، مردان ابھی بازار کے درمیان نہیں پہنچا، کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا،

کیوں جی! اس کو کہتے ہیں مستجاب الدعوات، یہ نہیں کہ مرزا صاحب نے تمام عمر میں جو کہا ایک بھی پوری نہ ہوئی اور بعد میں تاویلات سے موعودہ امر کو سچا کرنے کی کوشش کی گئی، ورنہ کوئی مرزائی مرزا صاحب کی تمام عمر کی کسی بات کو سچی ثابت کرے تو ایک سچ کا ایک صد روپیہ انشاء اللہ انعام بطور گیا رھوین پیش کیا جاوے گا، اس کے حلق میں اترے یا نہ، مرزا صاحب کی صداقت کا نمونہ آئندہ اسی کتاب میں انشاء اللہ مذکور ہوگا،

پھر مرزائی دوست نے اصول محدثین کا نام لیا اور کسی ایک کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید میں قرآنی آیات صریحہ موجود، احادیث صحیحہ موجود، انشاء اللہ العزیز عنقریب مذکور ہوگی، سینکڑوں اقوال آپ کے مؤید اور پھر حیات مسیح علیہ السلام کی آیات کا ہی صرف انکار نہیں کیا، بلکہ دوسرے مقام کی آیات سے بھی انکار کر دیا۔

یہ کہتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید میں اور بھی اجتہادی غلطی ہے۔ **فَاقْرَأْ اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُ بِہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** یہ حدیث بخاری شریف میں دو جگہ مذکور ہے۔

بخاری شریف

۴۸۸
۶۵۲

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَةَ
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ
یُوْلَدُ اِلَّا وَ الشَّیْطٰنُ یَمْسُہُ حِیْنَ یُوْلَدُ فِیْ سَعْلٍ
صَارَ خَا مِنْ مِّنَ الشَّیْطٰنِ اِیَّاهُ اِلَّا مَرْدِیْمًا وَاَبْنٰہَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوہِیْ یُرَدِّہُ
وَ اَقْرَبُ اَرَانُ شِئْنُوْدَ اِنِّیْ اُعِیْذُ بِہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، کہ کوئی بچہ نہیں پیدا ہوتا مگر اس کو شیطان چھیڑتا ہے، جب پیدا کیا
جاتا ہے تو چیخ کر پکارتا ہے، شیطان کے چھیڑنے سے اس کو سوائے مریم علیہا
السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے، پھر فرماتے تھے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور پڑھو تم اگر چاہو وَ اِنِّیْ اُعِیْذُ بِہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
اس آیت کریمہ کو بھی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ہی تطبیق دی ہے، خود وکیل صاحب کی سمجھ میں آیا نہیں، اور
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ بے سمجھ قرار دے دیا، اب فقیر وکیل
مرزا نیت کو ثابت کرتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تطبیق دی
ہے وہ صحیح ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ
کُوْنِیْ اِلْسَابِیْہِ نَہِیْنِ جو پیدا کیا گیا ہو، تو معلوم ہوا، کہ بچے کو بعد از پیدائش شیطان
چھیڑتا ہے تو بچہ چلاتا ہے، ہر صورت بعد از ولادت شیطان کا چھیڑنا اور اس
کا چلانا ثابت ہوا، اور بعد از ولادت اسی وقت ہی والدہ مریم علیہا
السلام نے ماہہ الامتیاز تفریق سے تائیت کو ملاحظہ فرماتے ہی اِنِّیْ
اُعِیْذُ بِہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فرما دیا، جو فرمان الہی
فَلَمَّا وَضَعَتْہَا سَے ثابت ہے، کہ وضع حمل ہوتے ہی پہچان تائیت کرتے
ہی وَ اللہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّکَرُ کَمَا لَانْتٰی سَے اپنی فراست

بیان فرماتے ہوئے حکمت خداوندی کا اقرار فرما کر دعا فرمادی دَر اِنِّیْ اُعْبُدُهَا
بِدَعَا ذُرِّیَّتِهَا مِنْ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ شیطان کو چھڑانے کا موقع ہی کب ملا،
مریم علیہا السلام کی ولادت پر ہی تو دعا پڑھ دی، اور دعا کو اتنی وسعت دی،
کہ ان کی اولاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مس شیطانی سے پناہ رحمانی سے
سرفراز فرمایا، یہ ان کی کرم نوازی ہے، کہ ان کی اولاد کو بھی شیطانی مس سے
نجات دلائی، ورنہ ہمیشہ دعا بروقت ہوا کرتی ہے، جیسا کہ قرآن پڑھنے کے
وقت بھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھی جاتی ہے، جب قرآن شریف کھول کر جہاں سے
شروع کرنا ہو، کھولا جائے، ایسے ہی بیت الخلا میں بایاں پاؤں پہلے داخل
کر کے اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھا جاتا ہے۔

ایسے ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد جب پردہ بچھا کر بچہ کو نکالا جاتا ہے، تب
ہی تو شیطان چھڑتا ہے اور مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے پردہ کو بھاڑتے
ہی — اِنِّیْ اُعْبُدُهَا بِدَعَا ذُرِّیَّتِهَا مِنْ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
پڑھ دیا، بس آپ کے پڑھنے کی ہی برکت سے حضرت مریم علیہا السلام
پناہ خداوندی میں ہوئیں اور شیطان مس نہ کر سکا، بلکہ ہمیشہ کے واسطے مریم
علیہا السلام اور ان کے لڑکے عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک بھٹکنے سے
باز رہا، اور اگر بقول مرزا ایہ مریم علیہا السلام کو مس شیطانی ہو چکا ہوتا، تو
آپ کی والدہ ماجدہ کا بعد از مس شیطانی آعوذ پڑھنا کس کام کا، اس کی مثال
یوں سمجھیے کہ جو ڈاکٹر بعد از مرگ مریض تریاق مرض لا کر میت کے منہ میں ڈالے، تو
لوگ اس کو بیوقوف کہیں گے، ایسے ہی اگر میت کے ورثا ڈاکٹر یا حکیم کو بعد از
مرگ میت کے منہ میں دوا ڈالنے کو کہیں اور کہیں کہ پیسے ہم نے دیئے ہیں، تو دوا
منہ میں ڈال دے تو حکیم ڈاکٹر ایسے لوگوں کو بیوقوف سمجھتا ہوا ان سے متنفر ہو کر چلا
جائیگا، اور باوجود ان کے قیمت دوا ادا کرنے کے وہ کبھی میت کے منہ میں دوا
ڈالنے کی کوشش نہ کریگا، چنانچہ بعد از مس شیطانی کے مریم علیہا السلام کے
لئے مریم علیہا السلام کی والدہ کے آعوذ پڑھنے کو مرزا ای کہیں، تو ایسے قائلین کو
عقل سے مستثنیٰ سمجھا جائیگا۔

مرزائی صاحب یہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی تطبیق جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث شریف مَآ مِنْ مَّوْذُ الْخ کو پڑھ کر قرآن کریم کی آیت کریمہ سے اس کی تائید فرمائی، تو تم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غلطی کا فتوای جبر دیا اور اپنے اجتہاد کو تم نے مقدم سمجھا، اور اُدْلِلْكَ هُوَ الشَّاهِدُ ذَنْ فَرَمَانِ الْهِیْ کو پس پشت ڈال دیا، کیا جس کو خداوند کریم ہدایت الیٰ ثابت کرے اور جن کے رُشد کو رب کریم سرابیں تم اُن کو بے رُشد کہو، ارے جو تمام مخلوق کے راشدین اور ارشد کے اپنے دسرت رحیمانہ سے راشدین تیار کئے ہوئے ہوں اور ان کے راشدین ہونے کی سند ان کو رب العزۃ نے فرمادی ہو، تم ان کو معاذ اللہ بے رُشد کہو اور تم خود بارشد کہلاؤ، خداوند تمام مسلمانوں کو اُدْلِلْكَ هُوَ الشَّاهِدُ ذَنْ کے رُشد کی ہدایت دے اور مرزائیات دَمَنْ تَبَعَهَا سے محفوظ رکھتے، میں کہوں گا کہ خداوند مسلمانوں کو مرزائی کی ہوا بھی نصیب نہ فرمادے تاکہ متعدی مرض کا اثر نہ ہو جائے مَآ عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۝ دَامَتْہُ کا جواب تحت اسی آیت کے ملاحظہ ہو۔ ۳۵۳

”مرزائی“ کہل کے معنی جمع البحار میں ۳۰ سے ۴۰ سال کی عمر کے ہیں، بقول مہتمائے جب وہ ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے تو تین سال انہوں نے کہل میں بھی کلام کر لیا، واپس لانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم تو احادیث صحیحہ کی بنا پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۳۰ سال تک زندہ رہے، لہذا اُن کا کہل کی عمر میں بھی کلام کرنا ثابت ہو گیا۔

”محمد عمر“ دکیل صاحب کو سوچھتی اُلٹی ہی ہے، جس کتاب سے استدلال پیش کر دے، فقیر اسی کتاب سے انشاء اللہ العزیز جو اب پیش کر دے گا، کیونکہ جیسا کہ داعی کا کام ہے کہ کسی سایہ دار درخت کو سلامت نہ رہنے دینا، بلکہ تمام شاخیں اور پھنڈیاں کاٹ کر ریوڑ کو سیر کرانا اور صاحب درخت کے نقصان کا اُسے کوئی خیال نہیں ہوتا، سو یہی اصول مرزا بیہ کا ہے، آیت ہو یا حدیث یا کوئی قول بزرگ تم نے اس کو کانٹ چھانٹ کر کے اپنے فریق کو راضی کر لینا، ایمان رہے یا نہ، تم نے تو محض بات کہدی، فقیر پورا حوالہ پیش کرتا ہے۔

مجمع البحار

۲۳۶

الْكَهْلُ مِنَ الرِّجَالِ مَنْ رَأَى عَلَى ثَلَاثِينَ سَنَةً إِلَى الْأَرْبَعِينَ

وَقِيلَ مِنْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ إِلَى الْخَمْسِينَ كَهْلٌ أَدِمُّوْنَ سِوَهُ

شخص ہے جو تیس سال سے زائد ہو چالیس سال تک، اور بعض نے

کہا ہے کہ تیس سال سے پچاس تک، اور آگے ایک اسی مقام پر عبارت ہے جس میں وکیل صاحب نے طفرہ سے کام لیا۔

إِذَا أُنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ فِي صُورَةِ ابْنِ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ حِينَ عِيسَى عَلَيْهِ

السلام آسمان سے اترینگے تیس برس کے لڑکے کی عمر میں ہونگے،

کیوں جناب! یہ ہے تمہارا پیش کردہ مجمع البحار کا حوالہ، جس میں تم نے

چھانٹی سے کام لیا، اگر صاحب مجمع البحار محمد طاہر صاحب نے تیس سال سے

چالیس سال تک معنی کہولت کے بیان کئے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی تو بیان فرمایا،

کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اترینگے تو جس شکل و عمر میں تشریف لے گئے

تھے، آسمان سے اسی تیس سال کی عمر و شکل میں زمین پر تشریف لائیں گے۔

باقی رہا تمہارا اعتراض کہ کہولت کا زمانہ ۳۰ سال سے ۴۰ سال تک تو تمہارا

نزدیک ہے، تو تین سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گزار لئے، لہذا کہلا کا

زمانہ بھی عیسیٰ علیہ السلام گزار چکے ہیں، اب ان کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔

پہلی بات تو تمہاری تحریر سے یہ ثابت ہوئی کہ تم مرزائی آیت قرآنی کہلا کے منکر ہو،

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے کئی جواب ہیں،

پہلا جواب یہ ہے۔ کہ کہل کا عطف ہے مہد پر، اگر مہد کے زمانہ میں الی

الحدید عیسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمائی ہے۔ تو کہل کے زمانہ میں بھی جب تک

پورا الی الحدید کلام نہ فرمائیں گے عطف درست نہ ہوگا، جو اہل علم و ایمان کے

کے واسطے واضح امر ہے، کہ عطف و معطوف کا حکم یکساں ہوتا ہے،

دوسرا جواب۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام نے کہل کا کچھ زمانہ ہی گزارنا تھا، تو اللہ

تعالیٰ نکرہ پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ مقید کر کے معرفہ بنا دیتے، تا آنکہ خصوصیت بعضی کا

استعمال نکرے کے عموم کو توڑ دیتا ہے اور تمہیں مفید رہتا، اب محض کہلا کو مطلق

بیان کرنے سے تمہارا مقید کرنا یہ تمہاری کم علمی کا ثبوت ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے، کہ خداوند کریم کی حکمت کا ملکہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسدہ چڑھا چکی اور اس کی تدبیر بے نیازی کا ان کو قرب قیامت آسمان سے اترنے کا حکم جاری کر چکی تو تم کون خداوند علیم و حکیم سے بڑے مدبر ظاہر ہوئے ہو، جو اس کی حکمت کا ملکہ کو فضول کہہ رہے ہو، میرے خیال میں خدائی حکمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرب قیامت آسمان سے اترنے کو فضول کہنے والوں کا دماغ ہی ان کے اپنے آقا کی سنت پر محمول سمجھنا چاہیئے، یہ تمہاری مکمل پاٹ بک احمدیہ کا لفظ بہ لفظ جواب ہے۔ جس پر تمہیں ناز ہے۔ اب تم خود اندازہ لگاؤ کہ حق پر کون ہے؟ اور باطل پر کون؟ تم نے کسی کی قبر میں نہیں جانا اور نہ کسی نے کسی کا عجیب ہی بننا ہے۔

اور پھر رقم طراز ہیں، کہ ہم توحی حدیث پر عامل بن کر عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۰ سال کی عمر گزار کر فوت ہو چکنے کے قائل ہیں، سُبْحَانَ اللہ کیوں نہ کہو، اگر اتنی ملت سازی نہ کرو، تو سرکاری عدالتوں میں جھوٹی حلفیں اٹھا کر مقدمے کیسے جیتو، چونکہ یہ پیشہ تمہارا قدیمی ہے۔ اس لئے ہم تمہیں ایسی باتوں میں معذور گردانیں گے، بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ حدیث کہ ۳۰ سال کی عمر گزار کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں ہے کہاں؟ ایسی منقطع باتیں فقیر کے سامنے پیش کرتے ہو، اس کی تحقیق عنقریب احادیث کے بیان میں انشاء اللہ مذکور ہوگی، ۳۳ سال کی صحیح اور مرفوع حدیثوں کو پس پشت ڈالنا یہ مرزا اثر کا ہی حوصلہ ہے جو متحمل ہے، مسلمان یہ گوارہ نہیں کر سکتا۔

"مرزائی"۔ اذْكَفَّتْ بَنِي إِسْرٰئِيلَ عَنْكَ پڑھ کر تم جو کہتے ہو، کہ عیسیٰ
 علیہ السلام کو کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی مرہم
 لگائی گئی یہ غلط ہے، کیونکہ کف عَنْ کا بڑا ترجمہ کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ قرآن
 مجید میں ہے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ
 ضَالُّونَ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَاصْلُوا بَيْنَهُمْ لَعَلَّكُمْ أَتَقَرُّوْنَ
 زخمی یا شہید نہیں ہوتا تھا، پس در حقیقت کف ید سے مراد حقیقی فتح سے کفار
 کو روکنا مراد ہے، یعنی کہ کافر مسلمانوں پر فتح نہیں پاسکتے، پ ۳۶

و کلا کا کالم در اصل کتاب تیار کرنا ہوتا ہے، مقصد واقعہ کے مطابق ہو یا نہ؟
مقدمہ جیتے یا نہ؟ ہوکل کہدے کہ میرا وکیل خوب پڑھا، پیسے کھرے ہو گئے۔

"محمد عمر"۔ یہاں بھی وکیل صاحب نے کسی موقعہ کی بات کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔

اس آیت کریمہ میں جس وقت کے احسان کو اللہ تعالیٰ نے جتایا ہے۔ وہ

واقعہ بطن نخلہ کا ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کو وہاں جماعت کر رہے تھے، تو بنو ثعلبہ اور بنو محاربہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت میں تمام کو قتل کیا ارادہ کر لیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس احسان

کو یاد دلارہے ہیں، اس وقت کوئی واقعہ قتل یا کوئی زخمی ہوا ہے، قسم ہے تمہیں

پا پائے قادیان کی سچ بچ بتانا، اگر نہیں تو ثابت ہوا، کہ تمہارے معنی محض

نتیجہ کرنا مطلب خداوندی کو بدلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر یہ احسان

جتایا ہے اس وقت کفار کے ہاتھوں کو ایسا روکا کہ قتل تو بجائے خود کوئی مسلمان

زخمی بھی نہ ہو لے دیا، جب فُلْتُ اَیْدِیْمُ عَنْکُمْ کے معنی واضح ہو گئے تو ایسے ہی حضر

عیسیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھوں سے ایسا بچایا کہ عیسیٰ علیہ السلام

پر کسی کو جرأت نہ ہوئی، کہ دست اندازی کر سکے، ماریٹ تو کجا ان کے قبضہ میں

ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ہونے دیا، بلکہ زندہ بجسڈ آسمان پر اٹھالیا،

اگر اس پر صحیح اعتقاد نہ رکھا جائے، بلکہ تمہاری طرح عیسیٰ علیہ السلام پر زخموں اور

ضرب شدیدہ کے قائل ہو جائیں، تو اِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَیْلَ عَنْکَ

آیت کریمہ کی تکذیب لازم آئیگی، اگر خدا کی سچی کتاب پر ایمان ہے، تو آؤ اور

حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے قائل ہو جاؤ، تاکہ اس آیت پر بھی تمہارا ایمان

ثابت ہو جائے۔ اور اس آیت کریمہ کا انکار کر کے مریم مرزاہیہ کے قائل نہ ہو جاؤ۔

"مرزائی"۔ تم نے جو دَمَطْهَرُ لَفْ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے یہ سمجھا ہے۔ کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خداوند نے اس آیت میں کفار سے پاک کرنے

کا وعدہ کیا اور کامل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں سے بچاؤ لگھا، کا وعدہ کیا، تو اس

سے حیات یسوع اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر بجسڈ ہونا ثابت ہوتا ہے

یہ غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی شان میں دِیَطْرُ کَر

تطہیراً فرمایا ہے، اور اہل بیت میں حضرت امام حسینؑ بھی ہیں، کیا ان کی بھی تطہیر ہوئی؟ تو ان کو یزید یوں کے ہاتھوں جسمانی طور پر کوئی گزند نہیں پہنچا، قرآن پاک کو تم لوگ کیا سمجھتے ہو، معلوم ہوا، کہ تطہیر کے معنی جسمانی طور پر لینا خلا اسلوب قرآن ہے۔

”محمد عمر۔ واہ سبحان اللہ! خداوند اگر عقل دے تو مرزائی نہ بنائے۔ کیونکہ ماہیت بھی کافر ہو جاتی ہے، تطہیر سے تطہیر کو تو چسپاں کر دیا، لیکن میرے بارے یہ نہ سوچا، کہ دَمَطِہْرُکَ مِنَ الذِّہْنِ کَفَرٌ وَاٰمِنٌ تطہیر عیسوی کا صلہ کفار ہیں یعنی کفار سے پاک کرنا بالکلیہ مقصود ہے، اور اِنَّ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لَیُبْذِہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَہِّرَ کُمْ تَطْہِیْرًا۔ میں تطہیر کا صلہ جس سے، یعنی اہل بیت، ضَوَّانُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَجْمَعِیْنَ کو اللہ تعالیٰ نے جس سے پاک کرنے کا بالکلیہ وعدہ فرمایا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر اپنے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں کی زکوٰۃ کو منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پلیدی سے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بالکلیہ پاک رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، اب تم بتاؤ کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اللہ تعالیٰ نے کونسی پلیدی کو دور نہیں فرمایا، امام حسین علیہ السلام نے جام شہادت نوش فرمایا لیکن دِیْطِہْرُکَ تَطْہِیْرًا کے فرمان کے مطابق بیعت ناستق کی پلیدی کو بھی گوارہ نہیں فرمایا، جیسا کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے وعدے کے مطابق اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پلیدی سے بالکلیہ محفوظ رکھ کر آیت تطہیر کی تکذیب نہ ہونے دی، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار سے تطہیر کا وعدہ فرمایا اور پورا کیا، اور بالکلیہ روح بمحو جسم کفار سے پاک رکھا، انسان کے قبضے میں نہ جانے دیا، تو جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو روح بمحو جسم آسمان پر لیجانیکا قائل نہ ہو، وہ مَطِہْرُکَ مِنَ الذِّہْنِ کَفَرٌ وَاٰمِنٌ کا منکر ہے اور مکتذب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سچا رہا اور اللہ تعالیٰ نے بغرمان خود عیسیٰ علیہ السلام کو روح بمحو جسم آسمان پر اٹھا کر کفار سے پوری تطہیر فرمائی، خداوند سچا، اس کی کلام سچی وہی غالب اور غالب

رہینگے، مفتری سب مرٹ جائیں گے۔

”مرزائی“۔ آیت قرآنی لَنْ یَسْتَنکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُونَ عَبْدًا لِلّٰہِ میں بے شک حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کا عبد ہونے سے نہ کبھی پہلے انکار کیا اور نہ کبھی خدا کی عبادت کرنے اور کرانے سے قیامت کے دن منکر ہونگے، چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اَنْتَ قُلْتَ بِالنَّاسِ اَتَّخِذُ وُفًّیْ وَاُیّٰی الْہٰیۡنِ مِنْ دُوۡنِ اللّٰہِ طَوۡیۡحًا اَسَیۡسَ اَمَّا قُلْتُ لَہٗمَّ اَلَا مَا اَمَرْتُۤہٗ بِہٖ اَبِیۡنَ اَعْبُدُ وَاَللّٰہُ تَرِیۡحُیۡ شَکۡرُکُمۡ غَرَضِیۡکُمۡ لَنْ یَسْتَنکِفَ الْمَسِیْحُ والی آیت میں جس عدم انکار از عبادت کا ذکر ہے وہ قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید نے دوسری جگہ خود اس کا ذکر بالتفصیل کر دیا،

”محمد عمر“۔ دلیل صاحب نے استدلال خوب بنایا ہے، مطابق ہو یا نہ ہو، اس سے کیا غرض، آیت کا انکار غرض و کالت ہے۔ آیت قرآنیہ سے جو صحیح سمجھا اس پر ایمان لانا مرزائیہ کی غرض نہیں، آپ فرماتے ہیں کہ لَنْ یَسْتَنکِفَ الْمَسِیْحُ کا معنوں قیامت کو ہو گا نہ کہ قرب و قبل قیامت، جیسا کہ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ میں یوم قیامت مراد ہے، لیکن یہ نہ سوچا کہ آیت کریمہ کے دو حملے ہیں، سنیہ۔

لَنْ یَسْتَنکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُونَ عَبْدًا لِلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوۡنَ ۙ
نِسَاء ۲۴ اور دوسرا جملہ ہے وَ مَنْ یَسْتَنکِفُ عَنْ عِبَادَۃِ رَبِّہٖ وَ یَسْتَلِیۡزِ فِیۡ حَشَرِہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو یقیناً انزال آیت علم تھا کہ مرزائیہ نے اس کو قیامت پر محمول سمجھنا ہے، اس واسطے اس نے ساتھ ہی دوسرا جملہ دنیا کا سنا دیا، تاکہ پہلے حملے میں کوئی صرف قیامت پر ہی محمول نہ کر لے فرمایا لَنْ یَسْتَنکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُونَ عَبْدًا لِلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوۡنَ، ہرگز نہ انکار کریں گے مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے ہونے سے اور نہ مقرب فرشتے، یعنی قرب قیامت جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترینگے تو تخلیشیوں کے مقابلہ میں اپنے بندہ ہونے کا اقرار کریں گے انکار نہ کریں گے اور ساتھ ہی خلاف کرنے والے یعنی ظنیوں کے جھوٹے کو خدا ماننے والوں کو ڈانٹ دیا کہ جو شخص اس کے آسمان سے اُترے

کے بعد بھی ان کے بندہ ہونے سے کریگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کریگا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، سب کو اپنی طرف اکٹھا کریگا یعنی حساب لیگا جو آیت کے دوسرے جملے **وَمَنْ يَتَّكِبْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرْهُمُ إِلَيْهِ جَمِيعًا** سے واضح ہے، کہ اے فرقہ یہود، جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے اترینگے اور اپنی عبودیت کا اقرار کریں گے تو ہم ان کی عبودیت کا انکار نہ کرنا ورنہ دنیا میں تو **وَجَاعِلُ الدِّينِ اتَّبِعُوا نُوْحَ الَّذِي كَفَرْنَا** سے عیسیٰ علیہ السلام ان کو درست کر لینگے اور منکرین عبودیت کو تہ تیغ کریں گے اور آگے **فَسَيَحْشُرْهُمُ إِلَيْهِ جَمِيعًا** فرمایا، کہ قیامت کو میں تمام مثلین کو جمع کر کے بدلہ لوں گا، تو دوسرے جملے **وَمَنْ يَتَّكِبْ عَنْ عِبَادَتِهِ** نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **مُتَّكِفِينَ** عبودیت مستقبل کو ان کی آمد ثانی دنیاوی کے موقع سے دنیا میں ہی قبل از وقت ڈانٹ کر عیسیٰ علیہ السلام کے استذکات اول کو بھی دنیاوی ثابت کر دیا، تاکہ استذکات قرب قیامت بوقت نزول من السماء کوئی مریض استذکات اخروی نہ سمجھ بیٹھے، جس کی تلبیہ مرزائی کر رہا ہے اور نفی تاکید بلن جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ استقبال میں زندگی بسر کرنا صاف صاف عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت سے زمانہ مستقبل میں نہ انکار کرنے کا ثبوت دے رہا ہے، چونکہ اس جملہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لانے کے بعد کے عمل زندگی کو بیان کر دیا ہے، اب مرزائی کو ترجمہ قرآنی بدلنے کی جب کوئی گنجائش نہ ملی تو دوسرے مقام کی آیت جس کا اس آیت سے کوئی تعلق ہی نہیں، جو قیامت کے متعلق چسپاں کر دی، کہا چونکہ وہ بیان قیامت کے روز کا ہے، لہذا یہ بھی قیامت کے روز کا ہی ہے، لیکن یہ نہ سوچا، کہ اہل علم جب آیت کے آخری جملے **فَسَيَحْشُرْهُمُ إِلَيْهِ جَمِيعًا** جزا کو دنیا کے متعلق دیکھ لیں تو شرط اور متعلقہ شرط کی عبارت ضرور زمانہ استقبال دنیا کا ہی سمجھے گا، تو مرزائی کی علمیّت پر مضحکہ اڑائیگا اور اس آیت کا ماقبل بھی **لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ** نے دنیا کی ملکیت یکتائی ثابت کر کے یہود کو توحید کا سبق سکھایا ہے اور جو دنیا میں ہی **لَا تَقُولُوا ثَلَاثَ** کا حکم جاری فرما کر امانتھووا سے تشریشی عقیدہ سے یہود کو منع فرمایا اور پھر **لَا تَقُولُوا ثَلَاثَ** سے دلیل پیش کی، کہ تم تثلیث

کے قائل نہ رہو، کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترینگے تو وہ بھی اپنی
 عبودیت سے انکار نہ کریں گے، تو اس آیت کریمہ لَنْ يَسْئَلَكُمُ الْمَسِيحُ كُورْبَ
 الْعِزَّةِ نے بیان فرما کر تشریحوں کو شرمندہ فرمایا ہے کہ تم ان کو خدا سمجھتے ہو لیکن
 جب وہ قرب قیامت تشریف لا دینگے تو یہ بھی اپنی عبودیت کا اقرار کریں گے،
 تو تمہارے پلے کیا ہے گا، لہذا تم ابھی ابھی درست ہو جاؤ، فرمایا فَاَنْتَحُوا
 بَاِذَا جَاؤُ، دکیل صاحب ہیں بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ یہ حکم تمہیں بھی ڈرا پاؤ کہ فَاَنْتَحُوا
 تم بھی آیات قرآنی کی غلط بیانی سے رک جاؤ، نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
 رد میں تم بھی نہ آ جاؤ، میں تمہیں دوستانہ مشورہ پیش کر رہا ہوں،

حل سوالات مرزائیہ بر احادیث صحیحہ

”مرزائی“۔ حدیث کَیْفَ اَنْشُرَاذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ مِنْ
 السَّمَاءِ کا لفظ تو آیا نہیں، ہاں دو لفظ ہیں، جن سے ہمارے دوستوں کو مغالطہ لگا
 ہے، ایک نَزَلَ اور ایک ابن مریم نزول کے معنی آسمان سے اترنا نہیں،
 دیکھو قرآن میں

۱۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا مِّنْ سُوْرٍ اَوْیَلَّیْکُمْ عَلَیْکُمْ رُطْلًا ع ۲۔
 کیا آپ آسمان سے آئے تھے۔

۲۔ اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَّةَ اَنْوَاعٍ

۳۔ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ۔ اور ہم نے لوہا نازل فرمایا،

۴۔ دَرَانْ مِّنْ شَیْءٍ اَلَا عِنْدَنَا خِزَانَةٌ وَّمَا نُنْزِلُہُ اِلَّا بِقَدْرِ
 مَعْلُوْمٍ۔

۵۔ قَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ لِبَاسًا۔ (آخر ا ف ع ۳)۔
 ہم نے لباس نازل فرمایا۔

محمد عمر۔ حدیث شریف اذا نزل فیکم ابن مزیع میں نزل جمع مجرّد از باب ضربت یسر ب ہے جس کے معنی اترنے کے ہیں۔ تم نے ایک مثال بھی اس باب سے پیش نہیں کی، اس لئے تمہارا یہ نقص وارد نہیں ہو سکتا، اس متنازعہ باب کے علاوہ تمہاری پیش کردہ چار آیتوں میں انزال باب افعال ہے اور پانچویں آیت میں تنذیل باب تفعیل ہے، لہذا تمہاری پیش کردہ آیات حجت نہ ہو سکیں، اور تم خود بھی اقرار کر چکے ہو کہ تمہیں نزل میں مبالغہ لگا اور نزل کی ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے، لہذا ہمیں نزل میں مبالغہ نہیں لگا تم مرزائیت کے کنوئیں میں گر کر اس نزل والی حدیث سمجھ کو چھوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین گئے ہو،

اب تمہارے پیش کردہ مصدر پر سوالات کا نمبر وار جواب عرض کر دوں۔

جواب (۱)۔ نَزَّلَ اللّٰهُ الْکِتٰبَ ذِکْرًا مَّا سُوِّدَ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ انزال کا ذکر مفعول اول یعنی قرآن کریم ہے جس کا انزال آسمان سے ہوا جس کا انکار مرزائی نہیں کر سکتا، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا انزال از سماوات معراج جہانی سے مرزائی کو جواب دے رہا ہے، اور آپ کا روح بھی حقیقی اعلیٰ علین میں تھا جو مرکز مخلوق میں تشریف لا کر جلوہ افروز ہوئے، رسل کے ارواح چونکہ اعلیٰ علین سے حتماً تشریف فرما ہوتے ہیں، اس لئے ان پر لفظ انزال مستعمل ہوتا ہے۔

جواب (۲)۔ وَاَنْزَلْ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیۃً اَرْوَاحٍ اور اتارے اس نے تمہارے لئے چار پایوں سے آٹھ نسیمیں۔

مرزائیہ کا اصول ہے، خداوند کے کلام کو الٹ پٹ کرنا، فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ کیا تمہارا مرزائیہ کا خداوند کے کلام پر یقین ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر تم مرزائیوں پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ تمہارا یہ مذہبی شعار ہے، اور اگر ہے تو خداوند پر یقین کر لو کہ واقعی اس نے آٹھ ازواج ضرور نازل فرمائے ہیں، تب ہی تو آیت نازل ہوئی ورنہ معاذ اللہ کذب باری لازم آئیگا اب متقدمین سے مشورہ لیں کہ کیا ان کو بھی یہی سمجھ آئی اور ان کا بھی خداوند کریم پر ایسے ہی ایمان تھا یا نہ؟

تفسیر خازن | اِنَّ اَصْوَلَ هَذِهِ الْاَصْنَافِ خَلَقْتُ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ اَنْزَلْتُ
اِلَى الْاَرْضِ -

4
54

بے شک ان اقسام کی نسلیں جنت میں پیدا کی گئیں، پھر زمین کی
طرت اتاری گئیں،

تفسیر کبیر | اِنَّهُ تَعَالَى خَلَقَهَا فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ اَنْزَلَهَا اِلَى الْاَرْضِ وَتَوَلَّى
شَمَانِيَةَ اَرْضٍ وَاجٍ اَذْكُرُ وَاَنْتِ مِنَ الْاَيْلِ وَالْبَقَرِ وَالضَّانِ
وَالْمَعْزِ وَالرَّوْحِ اِسْمُ بَقَرٍ وَاحِدٍ مَعَهُ اَخَرُ -

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان آٹھ اقسام کو جنت میں پیدا فرمایا، پھر ان کو زمین کی طرف
نازل فرمایا، اور اللہ کا فرمان شمانیۃ ارض و اج و اذکر و انتی من الایل و البقر و الضان
اور بھیڑ اور بکری سے اور رزوح ہر ایک پر استعمال ہوتا ہے، جس کا ساتھ تھی جوڑا ہو،
جواب (۳)۔ تمہارا استدلال و انزلنا الحدید اور ہم نے لوہے کو اتارا
تو واقعی اللہ تعالیٰ نے لوہے کو آسمان سے نازل فرمایا۔

طبقات الکبریٰ | ثُمَّ اُنْزِلَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْعِلَاقَةِ وَالْمِطْرَةِ ثَمَّةٌ وَالتَّلْبَتَانِ
پھر آدم علیہ السلام پر آسمان سے لوہے کے تین اوزار آئے
گئے، آہرن اور مچھوڑا اور سنی، حق تو یہ تھا، کہ تم خداوند کی کلام
پر بلا عذر ایمان لے آئے، تمہارا دماغ تسلیم کرتا یا نہ، لیکن تمہارا
دماغ کہ مرزا غوثی جو کہ قرآن سے منحرف ہے، اس لئے تمہیں،

قرآن پر ایمان لانے سے ملنے ہے، اب تو حدیث شریف سے جو جو ہتھیار آسمان
سے نازل ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت
ہو گئے، اب قرآن اور حدیث سے لوہے کا آسمان سے اتارنا ثابت ہو گیا،
اب بھی تم اگر انزال من السماء تسلیم نہ کرو تو تمہیں مرزا نیت کی مار ہو، اس
سے زیادہ یہ کہو لگا کہ خداوند تمہیں ہدایت دے۔

جواب (۴)۔ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُ اِلَّا بِقَدْرِ
مَعْلُوْمٍ -

مسلمانوں کا تو واقعی اس آیت کریمہ پر ایمان صحیح ہے کہ اللہ کے پاس ہر شے کے

خزانے موجود ہیں، کیونکہ اس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے، اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا
أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ جب کسی چیز کا اللہ ارادہ فرماتے ہیں تو اس
کو فرما دیتے ہیں کُن یعنی ہو جا تو ہو جاتی ہے، اور دوسرا جواب دَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ
كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ دنیا کی ہر شے کی حیات پانی پر موقوف ہے، اور وَ أَنزَلْنَا مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَكَانَ سُحُبًا عَالِقًا لِّلْجِبَالِ مُغْتَبِسًا بِهِ الْحَيَاتُ وَإِنَّ الْوَادِيَّ الْيَأْسِيَ كَانَ فِيهِ مِنَّا نَسِيلًا۔ آسمان سے پانی آسماں سے نازل ہوتا ہے تو ہر شے کا اصل سماء
ثابت ہوا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمان خداوند کی کلام پر بلا دلیل ایمان رکھتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز آسمان سے نازل فرماتے ہیں اور ہر چیز کا اصل آسمانوں میں ہے، ”مرزائی“۔ تم نے یہ کتنی بری بات کہہ دی، کہ ہر چیز کا اصل آسمان میں ہے کیا کفر کا اصل بھی آسمانوں میں ہے۔

”محمد عمر“۔ ہاں واقعی کفر کا معنوں اصل ابلیس ہی ہے اور وہ آسمانوں کا باشندہ تھا، بعد میں آسمان سے اتارا گیا، ایمان کا اصل بھی آسمان ہے جو بعد از سوال انشاء اللہ عرض کر دے گا۔

جب پکا ہوگا کھانا آسمان سے اتر سکتا ہے تو اس سے اور زیادہ اشکال آسمان سے اترنے میں کونسا ہوگا، اگر یہ اشکال نہیں رہا تو کیا ہرشی کا آسمان سے اترنا ممکن ہے۔

جواب (۵)۔ واقعی لباس بھی آسمان سے نازل ہوا، جب جنت میں شیطان نے حضرت آدمؑ کو دھوکا دیا، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

ط ۱۶۔ ۱۷۔ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةٍ الْخُلْدِ وَهَذِهِ تِلْكَ الْأَشْجَارُ الَّتِي لَا يَبْلُغُ أَكْثَرُهَا عِلْمًا لَّئِي بَلَاكُمَا وَتَكُونَا لَهَا فُجُورًا وَطُغْيَانًا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ دَرَقِ الْجَنَّةِ۔

تو آدم علیہ السلام جنت سے اس حالت میں اتارے گئے کہ محض انجیر کے پتے
آپ کے ستر کو ڈھانپتے تھے، اور ساتھ ہی جنت سے کچھ میوہ جات وغیرہم کے بیج
اور جنت کے پتے بھی رب العزّة نے دے دیئے، جو آدم علیہ السلام نے ہند
میں لاکر بوندے، جس کا حوالہ اصل موجود ہے۔

البدایہ والنہایہ

۱/۸۰

تاریخ طبری ۱/۸۵

نَزَّلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ نَزَلَ مَعَهُ بِالْحَجْرِ
الْأَسْوَدِ وَلَقَبُضَةً مِّنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ
فَبَشَّهْ فِي الْهِنْدِ فَنَبَتَتْ شَجَرُ الطَّيِّبِ
هُنَاكَ

آدم علیہ السلام ہند میں اترے اور آپ کے
ساتھ حجرِ اسود بھی اتارا گیا اور ایک مشیتِ جنت کے پتوں کی، تو آدم علیہ السلام
نے ان کو ہند میں بکھیر دیا تو اس جگہ خوشبودار درخت اُگے۔

البدایہ والنہایہ

۱/۸۰

مستدرک ۵۴۳

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ رَأَى اللَّهُ حِينَ
أَهْبَطَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَى الْأَرْضِ عَلَمَهُ
صُنْعَةً كُلِّ شَيْءٍ ذَرَدَةً مِّنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو

جنت سے زمین کی طرف اتارا تو آپ کو ہر شے کی صنعت سکھائی، اور جنت کے
فروٹ کا ذرا ذرا عطا فرمایا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا، کہ ہر شے کی صنعت بھی سکھائی، چونکہ کپاس
وغیرہ کا نزول بھی آسمان سے ہوا، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے جنت کے نمونے
پر اس کو کپڑے کی شکل میں تیار کر کے پہنا، تو اللہ تعالیٰ نے اس احسان کو جتایا کہ
تمہارے لئے میں نے لباسِ آسمان سے اتارا، اگر کپاس وغیرہ کا بیج آسمان سے
نازل نہ ہوتا، تو ہم آج لباس سے محروم رہتے چونکہ لباس کا اصل جنت سے
ہے، اس واسطے کہ اَنْزَلْنَا لَكُمْ لِبَاسًا فَرَمَا۔

فَاهْبَطَ آدَمُ عَلَى جَبَلٍ بِالْهِنْدِ يُقَالُ لَهُ نَوْدُ وَاجُطَتْ
حَوَائِجُ بَجْدَةٍ نَزَلَ آدَمُ مَعَهُ يَرْيَحُ الْجَنَّةِ
لَعَلَّ يَشَجِرَهَا وَتَوْدِيَّتَهَا

طیقات ابن سعد

۱/۸۵

آدم علیہ السلام ہند کے جبلِ نودیر اُتارے گئے اور حوٰ علیہا السلام جہ میں
اتاری گئیں۔ تو آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت کی خوشبو اتری تو اس نے ہند کے

درخت اور دیواروں کو خوشبو دار بنا دیا۔

تاریخ طبری

۱۸۶

إِنَّ مِنَ الثَّمَارِ الَّتِي نَزَّلَ اللَّهُ عَزَّ وَحَلَّ أَدَمَ عَلَيْهِ
السَّلَامَ حِينَ أُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ ثَلَاثِينَ نَوْعًا عَشْرَةً
مِنْهَا فِي الْقُشُورِ وَ عَشْرَةٌ لَهَا نَوَى عَشْرَةٌ لَا تُسَوَّرُ لَهَا،
وَلَا نُوَى.

بے شک بعض پھلوں سے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارنے
کے وقت زادِ راہ عطا فرمائے وہ تیس قسمیں ہیں۔ دس اُن میں سے چھلکوں والے
اور دس اُن میں گٹھلیوں والے اور دس ایسے کہ جن میں نہ گٹھلی نہ چھلکا، تو کپاس
بھی ان پھلوں سے ہے، جنکے باہر چھلکا ہے، لہذا لباس کا بھی اتارا جانا آسمان سے
ثابت ہوا، تو یہ ہے، قَدْ أَتَيْنَا عَلَى كُرْبَاسَا کا مفصل جواب، اور اگر کسی
جواب کو بھی تسلیم نہ کر دے، تو جو لباس بتوں کا حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے
تھے، اُن کے نزول کا تو تم کسی طرح بھی انکار نہیں کر سکتے، ہاں البتہ مرزا ایت مانع ہو
تو ممکن ہے۔

یہ تو ہے تمہاری پیش کردہ پانچ استدالات کا جواب، اب نَزَلَ میں جو تم
نے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے، اس کی مثالیں قرآن کریم سے تو قیامت تک پیش
نہیں کر سکتے، البتہ فقیر پیش کرتا ہے، بلکہ اس کے ہر باب کی مثال قرآن کریم
سے سنئے۔

نَزَلَ از قرآن شریف

(۱) - بنی اسرائیل ۱۵۱۱ | رَبِّ الْحَقِّ نَزَلَ

(۲) - شعراء ۱۹۱۱ | نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ

(۳) - عنکبوت ۲۱۴ | وَلَقَدْ سَأَلْتَهُم مِّنْ نَّذَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

(۴) - حدید ۲۷۲ | وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

(يُنْزِلُ)

(۵) - سَبَاء ۲۲

(۶) - حَدِيد ۲۴

(نَزَّلَ)

(۷) - بَقَرَة ۲

(۸) - مَالِ عِمْرَان ۳

(۹) - نِسَاء ۵

(۱۰) - اَعْرَاف ۹

(۱۱) - اَعْرَاف ۹

(۱۲) - فُرْقَان ۱۸

(۱۳) - حَنْكَبُوت ۲۱

(۱۴) - نَزْ مَرْيَم ۲۳

(۱۵) - نَزْ خُرُف ۲۵

(۱۶) - مُحَمَّد ۲۶

فِي بَعْضِ الْأُمُورِ اللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ

(۱۷) - مَلِك ۲۹

اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ

(رُزِّلَ)

(۱۸) - العام $\frac{۱۸}{۲۴}$

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ

(۱۹) - حجر $\frac{۱۹}{۲۴}$

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ

(۲۰) - فرقان $\frac{۱۹}{۲۴}$

وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا

(۲۱) - زخرف $\frac{۲۵}{۳۳}$

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ

الْقَرِيبِينَ عَظِيمٍ

(۲۲) - محمد $\frac{۲۴}{۲۴}$

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتُ

نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ رِضَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رُزِّلَتْ)

(۲۳) - محمد $\frac{۲۴}{۳۳}$

لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ

(رُزِّلَ)

(۲۴) - بقره $\frac{۱۱}{۲۴}$

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

(۲۵) - نحل $\frac{۱۲}{۲۴}$

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ

(يُنَزِّلُ)

(۲۶) - بقره $\frac{۱۱}{۲۴}$

بِمَا اسْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ

اللَّهُ بَعِيًّا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ

(۲۷) - العنكبوت $\frac{۲۷}{۲۴}$

بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا

(۲۸). مَائِدَةٌ $\frac{۷}{۱۵}$ مَلُ يُسْتَطِيعُ رَبِّي أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ

(۲۹). انعام $\frac{۷}{۱۵}$ تَلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَنْزِلَ آيَةً

(۳۰). انعام $\frac{۷}{۹}$ إِنَّا كُنَّا نَسْتَعِذُّ بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا

(۳۱). اعراف $\frac{۱}{۴}$ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا

(۳۲). انفال $\frac{۹}{۲}$ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

(۳۳). نحل $\frac{۱۲}{۱}$ يَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِ رَبِّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ

(۳۴). نحل $\frac{۱۲}{۱۵}$ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَنْزِلُ

(۳۵). حج $\frac{۱۷}{۹}$ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا

(۳۶). نور $\frac{۱۸}{۴}$ وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

(۳۸). لقمان $\frac{۲۱}{۴}$ وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ

(۳۹). مؤمن $\frac{۲۴}{۲}$ وَيُنْزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

(۴۰). شعور $\frac{۲۵}{۳}$ وَلَكِنْ يَنْزِلُ بِقَدَرِ مَا يَشَاءُ

يُنْزِلُ

(۴۱). بقره $\frac{۱}{۱۵}$ مَا يَدْعُو الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا

الْمُشْرِكِينَ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ

رَبِّكُمْ

(۴۲). مائدة $\frac{۷}{۱۵}$ وَأَنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنْزِلُ الْقُرْآنُ أَنْ تُبَدِّلَكُمْ

٢١ روم ٥

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ مُبْلِسِينَ

نَزَّلْنَا

٢٢ بقره ١

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا

٢٣ نساء ٥

أَمْ يَوَدُّونَ أَنْ نُنْزِلَهُمْ مِثْلَ مَا نَزَّلْنَا

٢٤ العام ٤

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ فَتْرَةٍ

٢٥ العام ٨

وَلَوْ أَنزَلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ قَوْمٍ

٢٦ حجر ١٢

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ

٢٧ نحل ١٥

وَنَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ فَتْرَةٍ

٢٨ بني إسرائيل ١٥

لَنَزَّلْنَاهُ مِنْ سَمَائِهِمْ

٢٩ بني إسرائيل ١٥

وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا

٣٠ طه ١٤

وَنَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ فَتْرَةٍ

٣١ شعراء ١٩

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ فَتْرَةٍ

٣٢ ق ٢٦

وَنَزَّلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مَبَارَكًا

٣٣ دهر ٢٩

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ فَتْرَةٍ

٣٤ بقره ١

أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

وَمَا أُنْزِلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ	(۵۸) بقره ۲۱
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ	(۵۹) بقره ۲۵
وَأَنْزِلَ مَعَهُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ	(۶۰) بقره ۲۴
وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ	(۶۱) بقره ۲۹
وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ	(۶۲) آل عمران ۳۱
وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ	
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ	(۶۳) آل عمران ۲
ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً	(۶۴) آل عمران ۱۶
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ	(۶۵) نساء ۵۹
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ	(۶۶) نساء ۱۷
وَالْكِتَابَ الَّذِي أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ	(۶۷) نساء ۲۱
لَكِنِ اللَّهُ يُشْهِدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ	(۶۸) نساء ۲۳
وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ	(۶۹) مائدة ۴
وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ	(۷۰) " "
وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ	(۷۱) " "
فَأَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ	(۷۲) " "
وَاحْذَرُوا هَؤُلَاءِ لَا يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ	(۷۳) " "

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ	(۷۴) انعام ۷۴
إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا مِن شَيْءٍ	(۷۵) انعام ۷۵
وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	(۷۶) " ۷۶
وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا	(۷۷) " ۷۷
سُبْحَانَ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَىٰ	(۷۸) توبه ۷۸
الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ اللَّهُ جَنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا	
فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ	(۷۹) توبه ۷۹
وَاحْذَرُوا إِنَّا يَعْلَمُونَ أَحَدُكُمْ مَا أَنزَلَ اللَّهُ	(۸۰) توبه ۸۰
عَلَىٰ رَسُولِهِ	
قُلْ إِنَّمَا يُبَشِّرُ مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ	(۸۱) يونس ۸۱
مَا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ	(۸۲) يوسف ۸۲
أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	(۸۳) زمر ۸۳
وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	(۸۴) ابراهيم ۸۴
وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	(۸۵) نحل ۸۵
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا آسَاطِيرُ	(۸۶) نحل ۸۶
الْأَدْلَىٰ	
وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ	(۸۷) نحل ۸۷

(۸۸) نحل $\frac{۱۷}{۸}$

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -

(۸۹) بنی اسرائیل $\frac{۱۵}{۱۶}$ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا اَنْزَلَ هٰؤُلَاءِ اِلَّا رِبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ -(۹۰) کہف $\frac{۱۵}{۱}$ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ
وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا -(۹۱) طہ $\frac{۱۶}{۲}$

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -

(۹۲) حج $\frac{۱۷}{۸}$

الْمُتَرَاتِنَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -

(۹۳) مومنون $\frac{۱۵}{۲}$

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَا نُنْزِلَ مَلٰٓئِكَةً -

(۹۴) نحل $\frac{۲۰}{۱}$

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -

(۹۵) لقمان $\frac{۲۱}{۳}$

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اَتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ -

(۹۶) فاطر $\frac{۲۲}{۴}$

الْمُتَرَاتِنَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -

(۹۷) زمر $\frac{۲۳}{۲}$

الْمُتَرَاتِنَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -

(۹۸) سجده $\frac{۲۴}{۴}$

قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبَّنَا لَا نُنْزِلَ مَلٰٓئِكَةً -

(۹۹) شوری $\frac{۲۵}{۲}$

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ -

(۱۰۰) شوری $\frac{۲۵}{۲}$

اللّٰهُ الَّذِي اَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ -

(۱۰۱) جاثیہ $\frac{۲۵}{۲}$

وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِّزْقٍ -

(۱۰۲) فتح $\frac{۲۶}{۱}$

هُوَ الَّذِي اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ -

(١٠٣) فتح $\frac{٢٧}{٢}$

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَلْبِنَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

(١٠٣) نجم $\frac{٢٧}{١}$

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ .

(١٠٥) طلاق $\frac{٢٨}{٢}$

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ

آيَاتِ اللَّهِ .

أُنْزِلَتْ

(١٠٦) آل عمران $\frac{٣٠}{٢}$

وَمَا أَنْزِلَتْ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ بَعْدِهِ .

(١٠٦) توبه $\frac{١٠}{١١}$

وَإِذَا أَنْزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ أَنْزِلُوا بِهَا اللَّهُ .

(١٠٨) $\frac{١١}{١٤}$

وَإِذَا مَا أَنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ

أَنُكِرُ زَادَتْهُ هِذِهِ آيَمَانًا .

(١٠٩) قصص $\frac{٢٠}{٩}$

وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ يَعِدَ إِذَا أَنْزِلَتْ

إِلَيْكَ .

أُنْزِلَ لَمْوَةٌ

(١١٠) واقعه $\frac{٢٧}{٢}$

عَ أَنْزِلَ لَمْوَةٌ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ

أُنْزِلَ

(١١١) نساء $\frac{٤}{٣}$

أُنْزِلَ بِعِلْمِهِ .

(١١٢) فرقان $\frac{١٩}{١}$

قُلْ أُنْزِلَ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

(١١٣) طلاق $\frac{٢٨}{١}$

ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزِلَ إِلَيْكُمْ .

أُنزِلْنَا

فَأُنزِلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ .	(١١٢) بقره $\frac{1}{4}$
وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ .	(١١٥) بقره $\frac{1}{12}$
إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ .	(١١٦) بقره $\frac{2}{19}$
إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ .	(١١٧) نساء $\frac{5}{14}$
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ تَوْرًا مُبِينًا .	(١١٨) نساء $\frac{4}{23}$
إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ .	(١١٩) مائده $\frac{4}{4}$
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ .	(١٢٠) مائده $\frac{4}{4}$
وَأَنْزَلْنَا مَلَكًا لِّقْضَى الْأَمْرِ .	(١٢١) الاحكام $\frac{1}{1}$
فَأَنْزَلْنَاهُ الْمَاءَ .	(١٢٢) اعراف $\frac{8}{2}$
وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّانَ وَالسَّلَوى .	(١٢٣) اعراف $\frac{9}{20}$
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ وَيَوْمَ التَّلَاقِ الْجُودِ .	(١٢٤) انفال $\frac{1}{5}$
فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ	(١٢٥) يونس $\frac{11}{10}$
يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ .	
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا .	(١٢٦) يوسف $\frac{12}{1}$
وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا وَعَرَبِيًّا .	(١٢٧) رعد $\frac{13}{4}$
كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ	(١٢٨) ابراهيم $\frac{14}{1}$

(۱۲۹) حجر	$\frac{۱۲}{۲}$	فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -
(۱۳۰) حجر	$\frac{۱۲}{۲}$	كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتُمِينَ -
(۱۳۱) نخل	$\frac{۱۲}{۲}$	وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ -
(۱۳۲) نخل	$\frac{۱۲}{۲}$	وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلْبَيِّنِ لَمْ يَكُنِ
أُخْلِفُوا فِيهِ -		

(۱۳۳) بنی اسرائیل $\frac{۱۵}{۱۵}$ وَيَا حَقَّ أَنْزَلْنَاهُ

(۱۳۴) كهف	$\frac{۱۵}{۴}$	وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ
		السَّمَاءِ

(۱۳۵) طه	$\frac{۱۴}{۱}$	وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى -
(۱۳۶) طه	$\frac{۱۴}{۴}$	وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا -
(۱۳۷) انبیاء	$\frac{۱۴}{۱}$	لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ -
(۱۳۸) انبیاء	$\frac{۱۴}{۲}$	وَهَذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ -
(۱۳۹) حج	$\frac{۱۴}{۱}$	فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ
(۱۴۰) حج	$\frac{۱۴}{۲}$	وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ -
(۱۴۱) مومنون	$\frac{۱۸}{۱}$	وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بَقْدَسٍ -
(۱۴۲) نور	$\frac{۱۸}{۱}$	سُورَةً أَنْزَلْنَاهَا فَرَضْنَاهَا
(۱۴۳) نور	$\frac{۱۸}{۱}$	وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ -

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ -	(۱۴۴) نور $\frac{۱۸}{۴}$
لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ -	(۱۴۵) نور $\frac{۱۸}{۴}$
وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا -	(۱۴۶) فرقان $\frac{۱۹}{۵}$
وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ -	(۱۴۷) عنکبوت $\frac{۲۱}{۴}$
أَمْ أَنْزَلْنَاهُ عَلَىٰ هِمِّ سُلْطَانٍ فَهُوَ يَنْكَلِمُ بِمَا كَانُوا	(۱۴۸) روم $\frac{۲۱}{۴}$
بِهِ يُشْرِكُونَ -	
وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً -	(۱۴۹) نهمان $\frac{۲۱}{۴}$
وَمَا أَنْزَلْنَاهُ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ مِنْ جُنْدٍ	(۱۵۰) یسین $\frac{۲۳}{۴}$
مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ -	
كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ -	(۱۵۱) ص $\frac{۲۳}{۴}$
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ -	(۱۵۲) زمر $\frac{۲۳}{۴}$
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ -	(۱۵۳) زمر $\frac{۲۴}{۴}$
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ -	(۱۵۴) دخان $\frac{۲۵}{۴}$
وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ -	(۱۵۵) مجادلہ $\frac{۲۸}{۴}$
لَوْ أَنْزَلْنَاهُ عَلَىٰ الْقُرَىٰ لَفُتَّ عَلَىٰ جَبَلٍ -	(۱۵۶) حشر $\frac{۲۸}{۴}$
فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا -	(۱۵۷) تغابن $\frac{۲۸}{۴}$
وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُحْصَلَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا -	(۱۵۸) نبا $\frac{۳۰}{۴}$

(١٥٩) قدر $\frac{٣}{١}$

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ -

أَنْزَلَ

(١٦٠) بقره $\frac{١}{١}$

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ تُبْلِكَ .

(١٦١) بقره $\frac{١}{١٢}$

وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ

(١٦٢) بقره $\frac{١}{١٥}$

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى

إِسْرَٰهِيْمَ وَإِسْمَاعِيلَ

(١٦٣) بقره $\frac{٣}{٣٠}$

أَمَّنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ .

(١٦٤) آل عمران $\frac{٣}{٨}$

وَقَالَتِ الْفَٰرِثَةُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنُوا بِالَّذِي

أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجَهَ النَّهَارَ وَكَفَرُوا

أَخْذَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ .

(١٦٥) آل عمران $\frac{٣}{١٢}$

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَحَاجُّونَ فِي إِسْرَٰهِيْمَ وَمَا

أُنْزِلَتْ إِلَيْهِ مِنَ رَأْيِهِ وَالدُّجَيْلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ

(١٦٦) آل عمران $\frac{٣}{٩}$

فَلِأَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا هَٰذَا أُنْزِلَ عَلَى

إِسْرَٰهِيْمَ .

(١٦٧) آل عمران $\frac{٣}{١٢}$

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ هَٰذَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ .

(١٤٨) نساء $\frac{5}{4}$

الْمُتَرَدِّينَ إِلَى الَّذِينَ يُزْعِمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا

أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ تَبْلِيكَ -

(١٤٩) نساء $\frac{4}{3}$

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ -

(١٥٠) مائدة $\frac{4}{3}$

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ -

(١٥١) مائدة $\frac{4}{10}$

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ

مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ

(١٥٢) مائدة $\frac{4}{10}$

مَا اتَّخَذُوا هُمْ أَوْلِيَاءَ -

(١٥٣) مائدة $\frac{4}{11}$

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ -

(١٥٤) النعام $\frac{4}{1}$

وَقَالُوا أَلَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ -

(١٥٥) النعام $\frac{4}{10}$

قُلْ مَنْ أُنْزِلَ إِلَيْكَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى -

(١٥٦) النعام $\frac{4}{10}$

وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلَ مِثْلَ مَا أُنْزِلَ اللَّهُ -

(١٥٧) النعام $\frac{4}{8}$

أُنْزِلَ إِلَيْكَ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا -

(١٥٨) النعام $\frac{4}{8}$

لَهُ أَنَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابَ لَكِنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ -

(١٥٩) النعام $\frac{8}{9}$

لِكِتَابِ أُنْزِلَ إِلَيْكَ -

(١٦٠) النعام $\frac{9}{19}$

وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ -

(۱۸۱) یونس ۱۱/۶

وَيَقُولُ لَوْ أَن لَّوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ -

(۱۸۲) ہود ۱۲/۶

لَوْ لَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَذُّبٌ -

(۱۸۳) ہود ۱۲/۶

فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ -

(۱۸۴) رعد ۱۳/۱

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ

مِّن رَّبِّهِ -

(۱۸۵) رعد ۱۳/۲

أَنَّمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى -

(۱۸۶) رعد ۱۳/۳

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ

آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ -

(۱۸۷) رعد ۱۳/۵

وَالَّذِينَ آمَنُوا هُمُ الْبَابُ يَفْرَحُونَ بِمَا

أُنْزِلَ إِلَيْكَ -

(۱۸۸) فرقان ۱۵/۳

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْ لَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا

الْمَلَأُكَّةُ -

(۱۸۹) عنکبوت ۲۱/۵

وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَإِلَيْكُمُ

(۱۹۰) سبا ۲۲/۱۱

وَيَرَى الَّذِينَ أُذْتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

مِّن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقُّ -

(۱۹۱) ص ۲۳/۱

عَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا -

(۱۹۲) زمر ۲۲/۴

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ۔

ان تمام ۱۹۲ آیات میں نزول کے معنی اترنے کے ہیں۔

”مرزائی“۔ کنز العمال کی حدیث جلد ۷، ص ۱۵۱، لَتَنْزِلَنَّ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي
أَرْضًا يُقَالُ لَهَا الْبَصْرَةُ۔

میری اُمت کا ایک گروہ ایسی زمین میں اُترے گا، جس کو بصرہ کہا جاتا ہے۔

اُمت محمدیہ کے نزول کا جواب

سُبْحَانَ اللَّهِ اذکیل صاحب کی شاید دور کی نظر کمزور ہے، اس لئے
نزدیک نزول کا ملاحظہ فرماتے ہیں، دور نظر نہیں آتا، کیونکہ اس حدیث کے
آخر میں لکھا ہے، (وَسَنَدُهُ لِيْنٌ) اور اس حدیث کی سند نرم ہے۔

لہذا یہ حجت نہ ہوئی، کوئی مرفوع اور صحیح حدیث تو حجت میں پیش کرتے،
”مرزائی“۔ دجال کے لئے بھی نزول کا لفظ آیا ہے، لہذا لفظ نزول سے
دھوکہ نہ کھانا چاہیے، کہ ضرور حضرت یحییٰ آسمان سے آ دیں،

يَا أَيُّهَا الْمَسِيحُ مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ وَهَمَّتْهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرًا أَحَدٍ
اور بخاری میں ہے، نِيَنْزِلُ بَعْضُ السَّابِخِ دَجَالَ مَدِينَةٍ فِي زَمَنِ سُورٍ فِي أُتْرُيْكَاءَ،
موجود ہے۔

”محمد عمر“۔ ذکیل صاحب نے ایک لفظ اُترنے کو لے لیا، بہ نہ دیکھا کہ نزول
کا تعلق کس سے ہے؟ اور کہاں سے ہے؟ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ بعد
میں مرزائی اس عبارت کو بگاڑنے کی کوشش کریں گے، اس لئے آپ نے پہلے
يَا أَيُّهَا الْمَسِيحُ مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ فرمایا کہ دجال مشرق کی طرف سے آ دیگا، شاید
اصطلاح مرزائیت میں لفظ مِنْ قَبْلِ مَشْرِقِ سماء پر بھی مستعمل ہو،

دوسری ایک اور عرض ہے، ذکیل صاحب ماشاء اللہ ایسے زکی الطبع ہیں
کہ کھڑے سے اُترنے، آسمان سے اُترنے اور پہاڑ سے اُترنے کو یکساں
شمار کرتے ہیں۔

ہر میں عقل و دانش بیاید گریست

نوٹ :- بیہقی اور ان عیسیٰ لم ریعت کا جواب ذکر احادیث سے ملاحظہ ہو۔

”مرزائی“ - یہ جو تم یٰٰذَنْ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ حدیث بیان کرتے ہو، اگر اس کو صحیح مانا جاوے تو کون سبب الفطرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو اکھاڑے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آب کے ساتھ دفن کریگا۔

”محمد عمر“ معلوم ہوا، کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یٰٰذَنْ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے، صحیح ہے، اس پر دکیل صاحب کو کوئی جرح قدح کی گنجائش نہیں رہی معلوم ہوا کہ، حدیث شریف تو صحیح ہے، البتہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو استہزاء کیا گیا ہے، کہ کیا آپ کی قبر کو اکھاڑ کر ساتھ دفن کیا جائیگا، مرزائی صاحب کے اس کلام سے ظاہر ہوا، کہ جو کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرزائی صاحب کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو استہزاء سے اُڑاتے ہیں، اور غلط ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں، میرے خیال میں تمہیں مومن و مسلمان کہلانے سے عار ہونی چاہیے، بلکہ آریہ یا عیسائی مذہب اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایسا دطرہ ان کا کام ہے۔ اب تم سوچو، کہ تم کون ہو، جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلام باطلہ کو دیر پھر کر کے قرآن اور حدیث سے زیادہ معتبر سمجھتے ہو اور تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح اور قرآنی آیات کو کتنی مخالفانہ روش سے ٹھکرارہے ہو، اس انصاف کو تمہاری مرزائیت پر ہی چھوڑتا ہوں، میرے دوست وکیل صاحب کی نظر دور کی کمزوری ہے، اس واسطے حدیث شریف کے پہلے الفاظ آپ کو نظر آجاتے ہیں، لیکن آخری جملہ دیکھنے سے یہ چارے عاری ہیں، دکیل صاحب کو کمزوری نظر سے معذور سمجھو نہ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث یوں ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
يُنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَنْزِلُ وَجْجٌ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمُكِّتُ خُمَارًا

أَمْ بَعِثْنِ سَنَةً تُخَرِّمُوتُ فَيْدُنْ فِي قَبْرِى فَأَتَوْمُ اَنَا وَ عِيسَى بَنُ
مَرْيَمَ فِي قَبْرِى اَحَدِ بَيْنِ ابْنِ بَكْرٍ وَ عَمَرَ -

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اترینگے عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف، پھر نکاح کریں گے، اور آپ کی اولاد ہوگی، اور زمین میں ۵۰ سال قیام فرما دیں گے، پھر فوت ہوئیں گے، پھر میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے، میں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دونوں ایک مقبرے سے کھڑے ہوں گے، اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان ہوں گے۔

اس حدیث پاک سے پانچ امور کو مختصراً خاص طور پر عرض کرتا ہوں۔
(۱)۔ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول الی الارض کو بیان فرمانا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کو صراحتہً ثابت کر رہا ہے۔ کیونکہ زمین کے مقابلہ میں آسمان ہی ہے، قرآن کریم میں زمین کے مقابلہ میں تقابل سماوی ہی مذکور ہے، اگر کوئی شخص ارضی و سماوی تقابل کو تسلیم نہ کرے تو منکر قرآن ہے، تو اس جملہ الی الارض نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض کو ثابت کر دیا۔

(۲)۔ آپ کا فرمان کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لا کر نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی، اور پینتالیس (۵۰) سال زمین پر قیام فرما دیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء جسمانی کو ثابت کر رہا ہے، نزول عیسوی کو محض روحانی خیال کرنا قرآن اور حدیث کو پس پشت ڈالنا ہے۔

(۳)۔ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تُخَرِّمُوتُ پھر مریں گے (یعنی بعد از نزول من السماء الی الارض) یہ حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بین دلیل ہے۔

(۴)۔ فَيْدُنْ مَعِىْ فِي قَبْرِى بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدفن کو قبل از وقت بیان کر کے جعلی اور اصلی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تفریق کو واضح کر دیا، کیونکہ معیت نبوی باطل کو نہیں ہو سکتی، اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب آج تک ایسے نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ ابھی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہی نہیں، اب مدعی کا دعویٰ باطل ہے اور جب تشریف لائیں گے تو انشاء اللہ العزیز مطابق فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم تدفین عیسوی روضہ اطہر میں آپ کے ساتھ ہی ہوگی۔

اب قابل غور امر یہ ہے، کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بنی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں یا ایک طرف، تو بین امر ہے۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہیں اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک طرف، تو ثابت ہوا کہ مابین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مابین قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو مقام خالی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خالی ہے، جس مقام کو اتصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور اتصال صاحبین بھی حاصل ہے، اور تاویل مرزائیہ غلط ثابت ہوئی۔

(د)۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام اکٹھے اٹھائے جاوینگے، یہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر رہا ہے۔ جو زلی شعور سے مخفی نہیں، پاس دفن ہونا اور قیامت کو اکٹھا اٹھایا جانا یہ مرزائی شکن و بیلہیں ہیں، دَسَاعِلُنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِیْنُ۔

”مرزائی“۔ اس حدیث کے ظاہری معنی لینے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب رد کیا ہے، کہ حضرت عائشہ نے خواب دیکھا، کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں، تو میں نے اپنا یہ خواب اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، پس جب آنحضرت فوت ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں مدفون ہوئے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، کہ یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہے، جو سب سے بہتر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر و عمر فوت ہوئے اور اسی حجرہ میں مدفون ہوئے گو یا حضرت عائشہ کے خواب کے مطابق تین چاند حجرہ میں گر چکے۔ اب اگر حضرت عیسیٰ بھی مدفون ہوں، تو حضرت عائشہ کا خواب غلط ہوتا ہے۔

”محمد عمر“۔ اس کے کئی وجوہات ہیں۔

(۱)۔ پہلا یہ کہ اس خواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی کلمہ حصر نہیں فرمایا، اگر تم حصر مراد لو، تو یہ تمہاری زیادتی سمجھی جائے گی۔

(۲)۔ دوسرا جواب یہ ہے، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، مَا آيَتْ ثَلَاثَةَ أَثْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حُجْرَتِي مِثْلَ دِيكْهَا كَهَاتَيْنِ چاند میرے حجرے میں گرے ہیں، جس سے یہ بات صاف ظاہر ہے، کہ آپ کی رویت میں آپ کے سامنے چونکہ تینوں کا وصال ہو کر آپ کے حجرہ شریفہ میں داخل ہونا تھا، اس لئے آپ نے اپنی رویت کا واقعہ خواب بیان فرمایا، نہ کہ اپنے حجرہ کا کل حصر جو تم نے سمجھا ہے، آپ کا اپنی رویت کو مقدم کرنا آپ کی رویت کے لوازمات کا ہی مبین ہے، اگر اپنے کلام میں آپ حجرے کو مقدم فرمائیں، تو بھی تمہارے مطلب کو گنجائش ہوتی، اب تو تمہارے ہی اس پیش کردہ خواب سے حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ثابت ہو گئی، چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانہ رویت میں ان تینوں کا ہی وصال ہونا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے زمانہ رویت میں وصال ہونا ہی نہ تھا، بلکہ آپ کے فرمان کے مطابق قرب قیامت ہونا تھا، تو آپ کو ان کی رویت نہ حاصل نہ ان کی موت، تو ان کو اپنی رویت میں گرے ہوئے کیسے دیکھتیں، جنہوں نے آپ کے سامنے گرنا تھا، ان کی خواب آئی، اور یہ خواب حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر رہی ہے۔ اور سچی ہے، اور حدیث متنازعہ فیہ کے خلاف بھی نہ ثابت ہوئی، کیونکہ اس میں رویت کا انحصار ہے نہ حجرے کا،

اور سنئے! یوسف علیہ السلام نے فرمایا، إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ہ حالانکہ آپ کی حکومت تمام اہل مصر و متعلقہم پر کھی گئی، تو یوسف علیہ السلام کا ان کو خواب میں نہ دیکھنا یا نہ بیان کرنا یہ باقی کی نفی نہیں کرتا، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ذکر نہ کرنا ان کے دہل مدفون ہونے کے منافی نہیں، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔

”مرزائی“ مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنِّي**۔ میری خصوصیت یہ ہے کہ میں پہلا انسان ہو لگا جس کی قبر قیامت کے دن پھاڑی جاوے گی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کی قبر میں ساتھ ہی مدفون ہوں، تو جس وقت آنحضرت کی قبر پھاڑی جاوے گی، تو وہ بھی اس خصوصیت میں شامل ہو جاوے گی۔

”محمد عمر“ اس پیش کردہ حدیث شریف نے تمہارے سابقہ اعتراضِ یثرفیٰ یعنی فی ثمری کے استدلال کا بھی صاف رد کر دیا کہ اس کے معنی بھی معنی فی فذری کے فی مقبرہ فی ہیں، کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے منبر کے میں آپ کے پاس ہونگے، کیونکہ اس حدیث سے واضح ہے کہ پہلے میری قبر پھاڑی جائے گی اور میں قبر سے اٹھو لگا اور جس کا خود شاہد شاہد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جگہ خالی ہے۔ لہذا تمہارا یہ استدلال بھی غلط ثابت ہو گیا اور یہ تمہارے دماغ کا مغالطہ ہے۔ اس کی مثال یوں تجھے کہ اگر ایک گھر سے ایک آدمی فوت ہو جائے۔ اور اس کو دفن کیا جائے، تو کوئی مرزائی کہہ سے کہ اور کوئی گھر میں سے ہی نہیں، اگر ہوتا تو وہ ساتھ کیوں نہیں فوت ہوتا، اور قبر میں ساتھ کیوں نہیں گیا، تو عقائد لوگ کہیں گے کہ یہ عجیب بیوقوف ہے کہ جس کو موت کا حکم پڑا، اُس نے ہی مرنا تھا، اس کے ساتھ تمام کو مدفون ہونے کا حکم لگایا، عقل انسانی سے بعید ہے۔ یہ ہے جو بد مذہب جس کو پہلے ارشاد الہی ہو گا، وہ ہی اٹھ سکتا ہے، دوسرا پاس ہی پڑا، ہے تو بغیر حکم کے اٹھ سکتے گا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر پھاڑی جائے گی، اور پہلے میں ہی قبر سے اٹھو لگا، تو دوسرا بغیر حکم الہی کیسے زندہ ہو سکتا ہے، اور اٹھ سکتا ہے۔ مرزائی صاحب تو ہر جگہ اپنے مطابق ہی حکم لگاتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب کی نبوت جب بغیر حکم ہے تو شاید قبر سے بھی کوئی بغیر حکم اٹھ سکیگا، یہی ہمارا تو عقیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق ہی ہے چونکہ آپ کو بھی پہلے حکم ہو گا، اس واسطے آپ ہی سب سے پہلے اپنی قبر با کس سے اٹھائے جائیں گے، کوئی دوسرا اور دوسرے کے نہ اٹھائے جانے

سے دوسرے کے عدم مدفون کا فتویٰ دینا یہ قدنیات سے ہے نہ ایمانیات سے، اور عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بعد روضہ اہل سے اٹھائے جائیں گے۔

”مرزائی“۔ ترمذی میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں پہلا انسان ہوں کہ جس کی قبر پھاڑی جائے گی، پھر میرے بعد ابوبکر اور اس کے بعد عمر اس کے بعد جنت البقیع کے باقی مومن، اگر بقول شما حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے مقبرے میں ہوتے تو کم از کم تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہی ان کا ذکر آجاتا، جب نہیں، تو ثابت ہوا، کہ وہاں حضرت مسیح کے دفن ہونے کی کوئی صورت نہیں،

”محمد عمر“۔ ترمذی شریف میں خود ترمذی نے اسی حدیث کے اختتام پر لکھا ہے وعاصم بن عمری لبس عندی بالحافظ عند اهل الحديث، یعنی تمہاری پیش کردہ اس حدیث مذکورہ بالا میں عاصم بن عمری ہے جو تمام محدثین کے نزدیک حافظ الحدیث نہیں، جس سے دکیل صاحب نے چشم پوشی سے کام لیا، لہذا دکیل صاحب کا آخری جملے سے اغماض اور اس حدیث موضوع کو صحیح حدیث کے مقابلہ میں پیش کرنا دکیل صاحب کی کمزور نظری کے باعث دکیل صاحب کو معذور سمجھو انکا، ملاحظہ ہو ترمذی شریف مناقب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

”مرزائی“۔ ایک حدیث میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیسرے دن قبر میں نہ ہوں گا، تو حقی کا مصداق صحیح نہ ہوا،

”محمد عمر“۔ یہ مرزائیات سے ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں،

”مرزائی“۔ تم لوگ ایک حدیث کو پیش کرتے ہو، مَا تَوْفَى اللَّهُ نَبِيًّا، اَلَا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ۔ نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے، تو اب اگر واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آجائیں، تو کیا وہ آنحضرت ص کی قبر مبارک کے اندر جا کر فوت ہونگے،

”محمد عمر“۔ دکیل صاحب اپنے مرزا صاحب پر ہر ایک کو قیاس کر لیتے ہیں کہ جیسا کہ مرزا صاحب کسی کو موت ہادیہ کا صلح دیں تو خداوند ضرور ان کے خلاف

کرتا رہا ہے، ایسے ہی شاید بچے انبیاء کرام کا حال بھی ہو، وکیل صاحب نے نہ کسی بچے نبی کی اطاعت کی، اور نہ اُن کو کلام صاف زقین کا علم، وکیل صاحب بیچارے کیا جانیں کہ کلام انبیاء علیہم السلام کی قدر خداوند کریم کے نزدیک کیا ہے، حالانکہ فقیر چیلنج کرتا ہے، کہ اگر کسی مرزائی کو ہمت ہے تو انعام حاصل کرے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر سے ایک کا ہی واقعہ لکھا ہے، کہ کسی نبی علیہ السلام نے کسی موت ہاویہ کا چیلنج دیا ہو اور پورا نہ ہوا ہو، آئیے فقیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہے۔

ابوداؤد ۲۱
قال انس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا
مَضْرَعُ ثَلَاثِ عَدَاةٍ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ وَهَذَا
مَضْرَعُ ثَلَاثِ عَدَاةٍ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ وَهَذَا مَضْرَعُ ثَلَاثِ
عَدَاةٍ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَقَالَ الَّذِي لَفْسِي بِيَدِهِ مَا جَاوَزَ
أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأَخَذَ
بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ يَارُحِمِمْ فَسَجِدُوا
فَأَلْقُوا فِي قُلُوبِ بَدْرٍ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے، اور اپنا دست پاک زمین پر رکھا، اور کل یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنا دست پاک زمین پر رکھا، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پاک کی مقررہ جگہ سے کسی ایک نے بھی تجاوز نہ کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو شروع کیا، تو انکے پاؤں سے گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈال دیا گیا۔

کیوں جناب! یہ ہے ہمارے آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ، آپ کے کئی ایسے واقعات ہیں، لیکن بخوف طوالت نمونہ ایک ہی عرض کرتا ہوں، جب پہلے جیسا آپ نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوا، تو آئندہ بھی انشاء اللہ مطابق فرمان ہو کر رہی رہے گا، آپ نے فرمایا کہ دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

باب لَد میں قتل کرینگے تو انشاء اللہ العزیز، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب لغزو
مصرطے صلی اللہ علیہ وسلم قرب قیامت آسمان سے تشریف لائینگے تو دجال
کو ضرور باب لَد میں ہی قتل کرینگے۔ اور اسلام کا شاہی اصول ہے کہ جو بادشاہ
اسلامی مدینہ طیبہ پر فتحیاب ہوتا ہے، تو وہ مجاورین سے روضہ اطہر کی کنجیاں
لیکر اندر جاتا ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ملک کو فتح کرنے ہوئے
دجال کو باب لَد میں قتل کر کے مدینہ طیبہ پہنچیں گے تو شاہانہ اصول کے مطابق
روضہ اطہر کی حاضری کے لئے اندر تشریف لے جائیں گے، تو ہمارا نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم پر ایمان و یقین کامل ہے کہ آپ کے فرمان کو پکا کرنے کے
لئے خداوند کریم ان کو اندر ہی فوت کرینگے اور جو آپ کے روضہ اطہر میں آپ کے
اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جگہ خالی موجود ہے، جو زائرین جالی
پاک کے نشانات سے دیکھ کر آتے ہیں، اور سلف و خلف نے بھی آپ
کے مزارات کے نقشہ کو سیر کرتے ہوئے مابین جگہ خالی دکھائی ہے وہیں
اس میں مدفون ہونگے، یعنی ہر صورت فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور
انشاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا، اور اب ہمیں مرزا صاحب کو اس ترازو پر
رکھنا چاہیئے کہ برابر اُسے ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو پھر کیوں فافتم۔

”مرزائی“۔ اسی حدیث بَدُنْ مَعِيَ فِي قَبْرِى میں آگے فَأَتَوْمُ اَنَا وَ عِيسَى
ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ تین آیتیں بکبر و عسے موجود ہے جس کے
معنی یہ ہیں کہ پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر میں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبروں کے
درمیان ہونی چاہیئے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے درمیان کوئی جگہ
موجود نہیں،

”محمد عمر“۔ کیوں جناب وکیل صاحب لوگوں کا کہنا سچا ہے یا نہ؟ کہ دروغ گو را
حافظ مباحثہ نے ع میں ایک موضوع حدیث پیش کی تھی کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی قبر مبارک کھولی جائیگی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور پھر سائیں
تم نے اعتراض کیا تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہوتے تو کسی نمبر میں ان کا بھی ذکر
اٹھانے میں نہ آتا؟ جب نہیں آیا، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساتھ مدفون ہی نہ ہونگے،

الصَّالِحِينَ میں فی موجود ہے، اس کا کیا مطلب کرو گے، کہ صالحین کے وجود میں داخل کر دے، نہیں، بلکہ قرب و صلیٰ فراد ہے، اور اس سے زیادہ واضح ہے شَدْ فَنُ مَعْنَى فَنِ قَبْرِیْ اس میں معنی نے فی کے معنی کو بھی اظہر من الشمس کر دیا، کہ قبر کے اندر نہیں، بلکہ قبر عیسیٰ علیہ السلام کا قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب الصّالی ہے، تو جیسا کہ فی عِبَادَتِکَ میں فی موجود ہے اور معنی دخول فی الذّات نہیں، ایسے ہی فی قَبْرِیْ میں فی موجود، لیکن دخول فی الذّات مراد نہیں، تو اس کے معنی ہونگے، کہ دفن کئے جاوینگے عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میری قبر کے متصل، یعنی فی بمعنی اتصال۔

(۲) عنکبوت ۲۱ | وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۝

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ضرور داخل کریں گے ہم انکو صالحین میں،

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا، کہ فی قرب کے لئے، یعنی تصاحب کے لئے بھی آتا ہے، اور قرآن انصوح کلام ہے، جب قرآن کریم اور حدیث شریف میں فی قرب کے معنی میں یعنی مصاحبت کے لئے مستعمل ہو رہا ہے، دوسرا کون ہے، جو فی کو صرف ظرفیت کے لئے ہی محدود سمجھے، اور تصاحب اور ظرفیت کی تفریق نہ کرے۔ اور قرینہ سے بے بہرہ رہے

وکیل صاحب اپنے کم از کم نحو میری پڑھی ہوتی، تو اس میں شرح مائتہ عامل مولوی غلام رسول صاحب کے اشعاروں پر توجہ مبذول فرماتے، تو ایسی غلطی میں کبھی نہ آتے، شیئے۔ ع

بہر تعلیل و تصاحب ہم بوجہ بہر تیا س

کیوں جناب! فی تصاحب کے لئے آیا یا نہ؟ یہ علم نحو کا قاعدہ ہے، لیکن تم بے چارے کیا سمجھو،

اب ایک مثال قرآنی جس میں فی تصاحب کے لئے یعنی معیت کے لئے استعمال ہوتا ہے، عرض کردہ دل اور محض بوجہ طوالت تین مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں

قصص ۲۰ | نَخَذَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي ذِينْتِهِ، پس نکلا اپنی قوم کے سامنے بمع
اپنی زینت کے،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ ان آیات میں فی کے معنی ظرفیت کے
کرو گے؟ اگر نہیں تو فقیر عرض کرتا ہے، ہمارا کام کہدینا ہے یا رو، تم آگے چاہے مانو
یا نہ مانو، اب تو حدیث متنازعہ فیہ کے معانی بھی واضح ہو گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہی متصل مدفون ہو گئے، اور ساتھ ہی اٹھائے
"مرزائی"۔ مولوی صاحب قبر سے مراد روحانی حالت ہے، اور یہی
يُذْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِیْ کے معنی ہیں، سنو، قرآن مجید میں ہے، قُتِلَ إِلَّا
لِسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيْ شَيْءٍ خَلَقَهُ شَرًّا مَا شَأْنُهُ فَأُثْبِرَهُ ط
اس آیت سے معلوم ہوا، کہ ہر انسان خواہ اس کو درندے کھا جائیں یا سمندر کی
مچھلیاں کھا جائیں، قبر میں ضرور جاتا ہے، تو ثابت ہوا، کہ قبر ایک حالت روحانی
کا نام ہے، اور یہی معنی يُذْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِیْ کے ہیں،

"محمد عمر" میرے دوست وکیل صاحب بیچارے غلام عسائی سے تو بالکل کور
ہیں، البتہ عسائی آؤ سے واقفیت ہو، تو کوئی بعید نہیں، وکیل صاحب ایک ہوتا ہی
مشتقات کا استعمال یا اصطلاح شرعی تو قبر باں معنی وجودی التماس نہیں رکھتا اور درمستعمل ہوتا
ہے اسم غلم، اب دونوں کے استعمال کے ساتھ قرینے کا لحاظ رکھنا ضروری ہے،
اب حدیث ملاحظہ ہو، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان يُذْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِیْ
میں قرینہ دفن کس کو چاہتا ہے، اور اگر روح کے لئے دفن ہے، تو قبر سے بھی
حالت روحانی مراد لے سکتے ہیں، کیونکہ فی قَبْرِیْ مفعول مَعَهُ ہے يُذْفَنُ
کا اور جب روح کے لئے دفن نہیں تو مفعول کے معنی بھی آپ وہی لے سکتے
ہیں، جو فعل سے متعلق ہوں، دفن کا تعلق ہے جسم سے اور جسم کا تعلق ہے اس
قبر سے، جس معنوں کا عنوان بحیثیت علم استعمال ہوتا ہے جسکی جمع قبور آتی ہے
ملاحظہ ہو،

قبر از لغت

(۱) المصباح المنیر | الْقَبْرُ مَعْرُوفٌ وَالتَّحْمِيعُ قَبْرٌ

قبر مشہور ہے اور جمع قبور ہے۔

(۲) المنجد (۶۳۶) الْقَبْرِ مَدْفَنُ الْإِنْسَانِ جَمْعُ قُبُورٍ۔
قبر انسان کے دفن ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں،

جمع اس کی قبور ہے۔

(۳) القاموس المحیط ۱۱۲ | الْقَبْرِ مَدْفَنُ الْإِنْسَانِ جَمْعُ قُبُورٍ
قبر انسان کے دفن ہونے کی جگہ جمع قبور،

(۴) مفہم دات سر اغب ۳۹۸ | الْقَبْرِ مَقَرُّ الْمَيِّتِ
قبر میت کے ٹھہرنے کی جگہ کو کہتے ہیں،

تحقیق قبر از احادیث

(۱) - لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا۔

اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ،

کیوں جی؟ یہاں روحانی قبریں مراد ہیں یا اونٹ کے کوہان جیسی ایک
بالشت زمین سے بلند جیسے کا نام قبر ہے، جو مسلمان کے مدفن کے باہر زمین کے
اوپر ہوتی ہے،

(۲) - لَا تَجْعَلُوا قُبُورِي دَنًا۔

میری قبر کو بت نہ بنانا۔

(۳) - نَهَيْتُكُمْ عَنْ بِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا

میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا، (کیونکہ تم ان کے آداب
سے ناواقف تھے، لیکن اب تمہیں واقفیت ہو گئی) تو (اب) تم ان
کی زیارت کیا کرو۔

کیوں جناب مرزا آئی صاحب! یہاں روحانی قبریں مراد ہیں، کچھ تو سمجھو کہ عبارت
کے سیاق و سباق سے قبر کا مجملہ مراد ہے یا حالت قبر مراد ہے،

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

تحقیق قبر از قرآن کریم

توبہ ۱۱

وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ - آپ اس کی قبر پر نہ کھڑے ہوویں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ روحانی قبر ہے یا ظاہری قبر، کوہان جیسی،

جج ۱۴

وَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ

اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھا دے ایگا قبروں والوں کو۔

یہاں قبور کے معنی روحانی قبور لو گئے۔

"مرزائی" - یہاں فی القبور میں کیا معنی مصاحبت کے کرو گئے۔

"محمد عمر" - مرزائی بیچائے علم سے عاری ہوتے ہیں، تمہارے اختیار نہیں،

تمہاری یہ عادت ہے۔ کسی حرف کی جو خاصیت ایک جگہ ثابت ہو، پس اسی

کو ہی ہر جگہ مقرر سمجھتے ہو، حالانکہ حروف کے کئی کئی خواص ہوتے ہیں، فی کے

کئی خواص ہیں، ظرفیت کے لئے بھی آتا ہے، جیسا کہ اس مقام پر فقیر نے یہ

تو عرض نہیں کیا، کہ فی ظرفیت کے لئے آتا ہی نہیں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں۔

کہ انصاحب کے لئے مختص ہے۔ بلکہ ظرفیت کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے، اور انصاحب

کے لئے بھی جیسا کہ تَنْذَنْ مَعِيَ فِي قَبْرِي میں۔ باقی ان حروف کے خواص کا پتہ

قرینہ خود ظاہر کر دیتا ہے، جیسا کہ فقیر نے پہلے بھی عرض کر دیا ہے، کہ تَنْذَنْ مَفْعَل

سے فی قَبْرِي میں فی کا خاصہ مصاحبت اور معی دو قرآن کا موجود ہونا اور

مرزائی کا انکار کرنا اور مرزائی پر تَنْذَنْ کی وجہ سے حدیث شریف مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کو بدلنا مقصود ہے۔ خداوند ہر مسلمان کو ہدایت نصیب فرما دے

اور ان کے طفیل مرزائیوں کو بھی ہدایت دے، اب قبر کے معنی کا سمجھنا احوال

دیا، جس کو بچے بھی جانتے ہیں، اس سے کیوں گریز ہے۔ اب ان سے بَعَثْ

مَنْ فِي الْقُبُورِ میں قبر کے معنی روحانی کرو گئے۔ پھر خدا کا خوف کرو۔

سلف اللفظ ۱۵ | وَ إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ -

اور جب قبریں کھڑائی جائیں گی۔

”مرزائی“ اور جو لوگ جانوروں کی غذا ہو جاتے ہیں، یا جل کر رکھ ہو جاتے ہیں، وہ قبور سے کیسے اٹھائے جائیں گے۔

”محمد عمر“ اس دن تمام دریا خشک ہو جائیں گے، پہاڑ برابر ہو جائیں گے، پانی صرف زمین ہی زمین ہوگی جس کو بچھایا جائیگا، جتنے خاکستر زمین میں مل چکے ہونگے، ظاہر ہونگے، جانور جنکو گوبر بنا کر پھینکینگے وہ بھی تو زمین میں ہی ہونگے۔ ان کے متعلق ارشاد الہی ہے، اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا فَأَخْرَجَتْ الْأَرْضُ أَنْقَاطًا وَقَالَ الْأِنْسَانُ مَا لَهَا۔ جب زمین ہلائی جائیگی اپنی جنبش سے اور زمین اپنے بوجھ نکال دیگی، اور انسان کافر کہیگا زمین کو کیا ہوگا؟

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خواہ کوئی انسان جانوروں کی غذا ہو چکا ہو، ہندو جلا کر رکھ بنا کر دریا میں بہا دیا گیا ہو، میدانِ حشر میں اس کو اللہ تعالیٰ زمین سے ہی ہلا کر نکالیں گے، اس ماجرے کو دیکھ کر کافر متعجب ہوگا، کہ جنکو جانور کھا چکے تھے، خاکستر بن کر پانی میں بہہ چکے تھے، آج اُن کو بھی زمین نکال رہی ہے، اس کو کیا ہو گیا، دریا تو وہاں خشک ہونگے، سمندر معدوم ہوگا۔ محض زمین ہی زمین موجود ہوگی، جو ہر شے کو نکال لیگی، اور یہی مطلب ہے، شَمَّ آمَاتِدُ فَأَقْبَرَتْ کہ پھر مارا اُس نے اس کافر کو تو صاحبِ قبر جو بنا دیا، اس نے اُس کو، یعنی کافر کو جانور کھا چکے ہیں، لیکن وہ صاحبِ قبر ہو چکا، مٹی میں مل چکا، اور میدانِ حشر میں وہ بھی اپنی قبر سے اٹھایا جائیگا۔

کیوں جی مرزائی صاحب؟ دَرَاذِلُ الْقُبُورِ بُحْثَرَتْ کے معنی درست ہوئے یا نہ؟ اور قبور کا وجود بھی موجود فی الخارج ثابت ہو گیا، اب ایمان نہ یا نہ لانا تمہارا کام ہے، خدائے فضل و کرم سے تمہارے سوال کا جواب قرآن کریم سے مکمل طور پر حل کر دیا گیا، اور متنازعہ فیہ حدیث میں یُدْخَنُ کا لفظ قبر سے مسمیٰ کو واضح کر رہا ہے تو ہر ذی شعور سے مخفی نہیں، اور یہی قبر مومن کے لئے جنت بھی ہوگی، اور کافروں کے لئے جہنم، تو ثابت ہوا کہ یہاں قبر زمینی مراد نہیں بلکہ قبر مکانی، اراد ہے، تم مرزائی بیچارے کیا سمجھو تو ان حدیث کو، یہ قرآن کریم سمجھائے تو پھر نازل ہوا ہے، اس لئے اس کو ہم ہی سمجھ سکتے ہیں، ایسے ہی حدیث پاک

بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے لہذا اس کے حامل و عالم بھی ہم ہی ہو سکتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے تو مرزا غلام احمد صاحب کا کلام ہی کافی ہے جس کو اُلٹ پلٹ کر کے تم نے کین بنایا ہوا ہے، ایسا طرف سے کسی نے پلٹا تو دوسری طرف لڑھک گئے اور اگر اس طرف سے کسی نے پلٹا تو تیسری طرف کروٹ پلٹ گئے اور ایسے ہی تم قرآن و حدیث کو بنانا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو جب تک مسلمان دنیا میں موجود ہے، انشاء اللہ تعالیٰ کسی کو مرزائی ہو یا غیر قرآن و حدیث کو تغیر و تبدل نہ کرنے دیگا، اور جب دنیا میں مسلمان نہ رہیگا تو خداوند تعالیٰ قرآن کریم کو بھی دنیا سے اٹھا لیگا، صرف نااہل کے ہاتھ میں نہ رہ سکیگا۔

”مرزائی“۔ اگر آج حضرت عیسیٰ علیہ السلام آجائیں، تو کیا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے۔ جب تک کہ وہ مر کر آنحضرتؐ کی قبر میں مدفون نہ ہوں، ”محمد عمر“ کیوں نہ ہو، مرزائی ہو کر پھر بھی اگر وہ ایسی بات نہ کرے۔ تو مرزائی کا ہے کا، خواہ وکیل ہی کیوں نہ ہو، میں تو یہ کہوں گا کہ خداوند اگر کسی کو انسان پیدا کرے۔ تو مرزائی نہ بنائے، وکیل صاحب رقم طراز ہیں، کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تم ایمان نہ لاسکو گے، بلکہ ردِ حق اظہار میں دفن ہونے کے بعد تمہیں ان کی خفاشت کا علم ہوگا تب ایمان لاؤ گے، نہیں وکیل صاحب انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا عیسیٰ علیہ السلام پر ہم مسلمانوں نے ایمان لانا ہے، اس لئے اُن پر ایمان لانے کی فکر ہمیں ہے۔ نہ مرزائیوں کو جب ہمارے خداوند نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کے تمام علامات و صفات ابتداءً فرما دیے ہیں، تو ہم ان کو کیسے بھول سکتے ہیں جب آپ آسمان سے تشریف لائے، تو دو شتموں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے، اس فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے، تو ہم مسلمان بلا تاویل فوراً سمجھ لینگے، کہ واقعی عیسیٰ بن مریم تشریف لائے ہیں، اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تمام نزول بلا تاویل، تخریب و شق کا شرعی سفید بینا رہو گا، جواب بھی تیار ہے اور انشاء اللہ العزیزہ قبل از نزول من السماء تم تیار ہی ہوگا۔ چہرہ دو آسمان سے اُترینگے، نہ یہ کہ بعد از فوت مرزائی چندہ سے

تیار ہو گا۔ پھر تیسری پہچان یہ ہوگی، کہ عیسیٰ علیہ السلام کا لباس دوزرہ چادریں ہونگی، کوٹ، پاجامہ، پکڑی بوٹ وغیرہ سے بری ہونگے مرق اور ذیابیطیس کی قدنی مصنوعات سے نہ ہونگی، وَجِیئَهَا فِي الدُّنْيَا ہم تمام سے خوبرو ہونگے، بھینکے، کانے، گولے، لنگڑے نہ ہونگے، مفلوجیت، سلسل الیول، مرق، خارش وغیرہ سے بری ہونگے، مختصراً علامات عیسوی کو بیان کیا ہے، جن سے وہ فوراً پہچانے جائیں گے، ان کے علاوہ اور کبھی بہت سی علامات ہیں، میں کہتا ہوں عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے ملائکہ کے کندھوں پر یا تھر رکھے ہوئے دوزرہ چادریں پہن کر تشریف لائیں گے، تو کوئی ایسا مسلمان نہ ہوگا، جو اُن کا ساتھ نہ دیگا، دوزرہ چادریں ہماری پہچان کے لئے ہی تو پہنے ہونگے، یہ تو علامات ہیں اُن کی آمد کے، ان کی زندگی کے مکمل علامات انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مذکور ہونگے اور جو خداوند تعالیٰ نے ان کی زندگی کا کارنامہ بیان فرمادیا، اسی ایک کو بیان کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے جعلی مدعی بھی پیدا ہونے لگے، اس لئے اس عالم الخیب نے ان کی پیدائش کا مفصل بیان، اُن کی زندگی کے کارنامے اُن کے رفیع سماوی اور نزول من السماء کا پورا واقعہ اور بعد از نزول من السماء کے پورے عمل اور شکل و اطوار کو قرآن کریم میں بیان فرمادیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی تفصیلی علامات ان کے مقام نزول، اُن کی میثیت کذابہ اور تفصیلات زندگی، مقام وصال اور بعثت اخروی تک تفصیلاً بیان فرمایا، تاکہ عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لادیں، تو دعویٰ بادلیل ہوں، ان کو صحیح عیسیٰ بن مریم ماننے میں میری امت کو کوئی وقت نہ ہو، جیسا کہ کسی مسافر کو کوئی بھیجنے والا راستے کا مکمل نقشہ دیدے، تو اس کو راستہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، ایسے ہی علم عیسیٰ آپ کو خداوند کریم کی طرف سے حاصل تھا، کہ میری امت میں جعلی عیسویت کا دعویٰ شائع ہو گا، تو آپ نے ہمارے مسلمانوں کے ہاتھ اُن کے نزول سے تاحین مکمل نقشہ عطا فرمادیا، اور ان کے مقام وصال کو بھی بیان فرمادیا، تاکہ جعلی عیسیٰ کے متبعین اُن کے مرنے کے بعد اپنے جعلی عیسیٰ کی صداقت کو پیش کریں تو

بھی جھوٹے ثابت ہوں کہ جس شخص میں کوئی صفت عیسوی موجود نہ ہو، شخص دعویٰ نزول من السماء ہو اور ولادت قدرتی ہو، صرف دعویٰ عیسیٰ بن مریم کہلانے کا ہے حقیقتہً غلام احمد بن غلام مرتضیٰ ہو، مینارہ و مشفق نہ ہو، پہلے نتیجہ نہ ہو، بعد میں چندے سے تعمیر کیا جائے، مقام دفن روضہ مطہرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو، قادیان ہو، اس کا ساتھ کوئی مسلمان قرآن اور حدیث پر ایمان رکھنے والا تو نہیں دے سکتا، البتہ مغربی تہذیب اجازت دے تو کوئی مضائقہ نہیں،

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نشان صداقت صرف مدفون روضہ اطہر ہی ہو، تو تمہارا اپنا درست ہو سکتا ہے کہ ان کو روضہ اطہر میں دفن ہونے کے بعد اُن پر ایمان لاؤ گے، جب اُن کی آسمان سے تشریف آوری سے تا وصال روضہ اطہر اُن کے سینکڑوں اوصاف و علامات و اعمال صحیحہ مذکور ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے متنبہ کر دیا ہے، تو ہم مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے آسمان سے اترنے ہی انشاء اللہ تعالیٰ اُن کا ساتھ دینے اور روضہ اطہر میں اُن کے مدفون ہونے کے بعد بھی یہی کہیں گے کہ یہ روضہ اطہر میں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف ہے، اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معنون تمام دنیا دیکھ گئی، اور کشمیر کی قبر کا مدعی منہ چھپاتا پھر گیا، یا اپنے ایمان کو درست کر لیا، تم نے جو ایک ہی علمت مدفون فی المسۃ وضعتہ ہو نیکی بیان کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ مسلمان تمہارے پھندے میں نہ آئیں گے، میں کہتا ہوں، کہ تمہیں تو اس کی بھی سمجھ نہ آئی، اگر اس کی ہی سمجھ آجاتی تو قدی جال میں کبھی نہ پھنسے رہتے، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مدفون قادیان کو دیکھ کر ہی سمجھ جاتے، لیکن تمہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ علامات عیسوی دنیاوی کی سمجھ نہ آئی، تو صحیح مدفون کے فرمانے سے کب ہدایت ہوگی، اللہ یجتبیٰ لکھ

مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ۔

”مرزا آئی“۔ اگر حدیث میں عیسیٰ بن مریم سے مسیح ناصری مراد لیتے ہو، تو پھر اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا، یٰٰدُنَّ مَعِيَ کہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہی دفن کروائے گئے گویا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

دنیا میں اگر کسی انسان کو اتنا لمبا زمانہ زندہ رکھتا، تو یقیناً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے، آپسے زیادہ خدا کو اور کون پیارا ہے؟ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّا نَقَاتُ فَمُ الْخَلْدُ وَنَ کہ خدا تعالیٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی، کہ آنحضرت توفیق ہو جائیں، ورنہ آپ سے پہلے انبیاء انما عصہ زندہ رہیں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا، کہ یاد رکھو، کہ جب تم مجھ کو دفن کر رہے ہو گے تو اسی وقت یہ ثابت ہو جائیگا، کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں رہا، رَفَعْنَا خَدَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُلُ کم از کم اس وقت تو مانو گے کہ عیسیٰ بھی زندہ نہیں، گویا عیسے میرے ساتھ ہی دفن ہو جائیں گے (فَنَافَمُ اِيْهَا الْعَاثِلُونَ)۔

”محمد عمر“۔ یُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِی سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جب آسمان سے قریب قیامت اتر نیلے، تو ان کا دفن روضہ اطہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا، کسی اور جگہ دفن نہیں کئے جائیں گے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ حضرت عیسیٰ نہیں ہونگے، جعلی مال ہو گا، اور جس شخص کو ترجمہ کرنے میں مضارع اور ماضی کی تفریق کا علم نہیں وہ اگر گمراہ نہ ہو، تو پھر کون ہو اور خداوند تعالیٰ حاسد کی شر سے بچائے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو رزق نہ یا وہ عطا فرماوے تو حسد نہ کرنا چاہیئے، اگر اولاد زیادہ تو حسد نہ کرے، اگر عمر لمبی دے تو بھی حسد نہ کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بت العزۃ فی قوۃ عظیمہ بخشی، کہ کھوڑے عرصے میں اپنے اسلام کا ایسا پرچم لہایا، جو بڑی بڑی عم تبلیہ کرنے والے بھی آپسے چھپے رہ گئے، چنانچہ نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد الہی ہے، وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِنْ قَوْمًا فَلَبِثَ فِيْہُمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا۔ اور ضرور بھیجے ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف تو وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے، معلوم ہوا کہ عمر کا لمبا ہونا اور بیت نہیں، اور ہمیشہ اصول ہے، کہ جتنی شے اعلیٰ ہوگی، کھوڑی ہوگی، مثلاً یکتا موتی، یا نوت یا سونا اور ہیرا وغیرہ وغیرہ اور جو شے دیر تک نظر میں رہے تو نظر اس سے ڈلتا جاتی ہے اور اگر کھوڑی دیر رہ کر نظروں سے، و جھل ہو جائے، تو اس کی محبت اور طلب بڑھ جاتی ہے۔ اور دوست و دشمن کی تفریق نظروں سے اوجھل ہونے سے ہی ہوتی ہے، ایسے ہی رب العزت نے آپ کو تبلیغ کا کھوڑا وقت دیکر دے فَعَا خَدَّتْ وَ نَ رَلَّ

الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَهُ لَكَ جَوَّابُكَ بِشَتِّ مَبَارَكٍ بِتَبْلِيغِ كَا بِيُجِبُهُ تَقَا. جلدی
دور فرما دیا۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی ابذی علیہما السلام کی
طرح تبلیغ کا زیادہ بوجھ نہ اٹھانا پڑے، لیکن مرزائی کہتا ہے، کہ اس بوجھ
کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ ہونا چاہیئے تھا جب اس کو گوارہ نہیں۔ تو
نہم کون ہو۔ اور اگر اُس نے اس بوجھ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈال دیا،
تو مرزائی ناالاں ہے، کہ یہ بوجھ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں
ڈالا، ہمارے غلام احمد پر کیوں نہیں ڈال دیا۔ اُس کی مرضی جو چاہے، جسے
چاہے عطا کر دے۔ آپ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے، اس
دائے آپ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال تھا۔ لہذا رب العزت نے بوجھ
تبلیغ کو آپ کی ذات سے ہلکا فرما دیا۔ ایک سابقہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو
زندہ آسمان پر رکھ کر قریب قیامت نازل فرمائیں گے۔ تاکہ آپ حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی بوجھ کو غلامی میں بجا لائیں۔ اسی لئے خلت کا لفظ رب
العزت نے استعمال فرمایا، کہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام گزر چکے ہیں، کوئی وصال
سے کوئی رفع سماوی سے، ایسا مشترکہ لفظ استعمال فرمایا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی ختم نبوت کو بھی ثابت فرما دیا اور حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھی
شامل کر لیا۔ اب کوئی اعتراض کرے تو خداوند پر کرے، اگر کوئی کج طبع جنت
کے معنی معیت زمانی مراوے تو یہ ایمانداری پر مبنی نہیں، کیونکہ اگر آپ کی معیت
زمانی ہوتی تو پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے زمانہ میں موجود علی الارض
ہونا مرزائیوں کو تسلیم کرنا پڑیگا اور یہ کسی طرح ثابت نہیں، اور نہ کوئی مرزائی
دعویٰ کر سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عیسیٰ موجود
عینی الارض تھے، اور نہ صحیح بہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہی حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو زمین پر دیکھا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے آسمان پر موجود ہونے کی اطلاع دی، اور اگر مرزائیوں کا اس
برزخ سرائی کو سن بھی لیا جائے، تو یہ مشاہدے کے خلاف ہے، اور مرزائی مذہب
اور مرزا صاحب کے تمام ڈھونگ کا پول ثابت ہو جائیگا کہ جب تمہارا تذخات

پر ایمان ہے، تو مرزا صاحب کیسے پیدا ہو گئے، جب خَلَتْ میں رب العزت نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شامل رکھا اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرما دیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے نازل ہوں گے اور نکاح کریں گے اور انکی اولاد بھی ہوگی، پھر میرے روضۃ الطہر پر تشریف لائیں گے، مجھے سلام پہن گئے میں اس کا جواب دوں گا، پھر میں فوت ہوگے اور میرے روضۃ الطہر میں ہی دفن ہو گئے، اس واسطے صیغہ مضارع مجہول بُدْ ذَنْ فَرَمَا یا عیسیٰ علیہ السلام زمانۂ آئندہ میں دفن کئے جائیں گے، لیکن مرزائی بیچارہ کمزوری نظر سے معذور ہو کر اعتراض کرتا ہے۔

”مرزائی“ (حضرت مسیح موعودؑ) کیونکہ جس پر ایک تہہ وارد ہو جائے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے فَمِمَّا تَخْتِئُ الْقَضَىٰ عَلَيْهِ الْمَوْتَ لَئِنْ رَأَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا لَّيَسْتَفْتِنُنَّهُمْ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الحجرات: ۲۵)۔

”محمد عمر“ قرآن کریم کے معانی اُلٹ کر بیان کرنا یہ بھی مرزائیت کا ہی حصہ ہے، اس آیت کریمہ کا مقابل چونکہ مرزائی کے خلاف تھا چھوڑ دیا اور جملے کے ایک حصہ کو دیکر جیسے چاہا بدل دیا اب مقابل سے پیئے، اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنۡفُسَ حَيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّذِيۡ لَوۡ نَعَمۡتُ فِیۡ مَّآمِحَا فِتۡنَکَ الْاِتۡمِنَ عَلَیۡهَا الْمَوۡتَ وَیُرۡسِلُ الْاٰحۡدَیۡ اِلَیۡ اٰجَلٍ مُّسَمًّیؕ اِنَّ تَبۡضُ کَرۡتَابَہٗ بِہٖ جَانُوۡنَ کُوۡنَ کِیۡ یُنۡبِذُ فِیۡ جَنۡحِ مَوۡتٍ نِّہِیۡ اَلٰیؕ پھر جانوں کو روک بھی لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہو، اور صحیح دیتا ہے اوروں کو وقت مقررہ تک۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے پوری آیت جس سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہو رہی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہے کہ جسکی موت کا وقت ہو رہا بھی ہو چکا ہو اس سے بھی نہ اللہ کریم موت کو روک لیتا ہے یہ اس کا قانون ہے جو ذات میعاد زندگی جسکی ختم ہو چکا ہو اس سے موت کو روک لیتا ہے کیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کو جن کی زندگی ابھی ختم نہیں ہوئی اس کو مرزائی مارنا چاہتا ہے تو وہ اس کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ اس آیت سے تو حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوئی، جسکو وہ صاحب الشبہان کیا ہے۔

”مرزائی“ اگر مسیح موعودؑ یا ساری دنیا کے سچے رسول ہو کر آئیں تو پھر قرآن کے الفاظ دُھوْا اِلَیَّ اِنِّیْ رَاسِیْ اِیۡتِلْ کَارِطَہٗ دِیۡنَا چاہئے۔

”محمد عمر“ وکیل صاحب اگر چارہ دعویٰ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کے لئے اپنی رسالت کی استاعت کیلئے تشریف لائیں گے پھر تو تمہارا اعتراض ہو سکتا تھا کہ بنی اسرائیل کا رسول امت محمدیہ کے خلاف قرآن ہے جب امت محمدیہ میں وہ اشاعت قرآن وحدیث مصطفویؐ کے لئے تشریف لائیں گے اور اپنی

رسالت کا ذکر ہی نہ چھیڑینگے تو سَوَّلَا اِلٰی بَنِي اِسْرَآئِیْل میں کیا خلاف ہو سکتا ہے، اگر علاقہ کے مجسٹریٹ کو گورنر مہاجرین کے لئے عارضی طور پر اپنا سیکرٹری مقرر کر لے تو رسول کوئی اعتراض کا حق نہیں رکھتے، تو تم کون ہو اعتراض کر نیوالے اور نہ ہی علاقہ مجسٹریٹ کو اپنے عہدہ سے برطرف سمجھا جائیگا۔ اور معترض کو لوگ سفارت کی طرف منسوب کرینگے اور ضرر رکھیں گے کہ گورنر اپنی پاؤں سے جھک جاتا ہے عارضی طور پر کام لے سکتا ہے، کسی کو حق اعتراض کا نہیں، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے ہی مقرر ہو کر آئے اور اپنی ڈیوٹی رسالت کو پوری کر چکے اور رسول جس کو خداوند کریم کی طرف سے اجازت مل جاتی ہے وہ چھینی نہیں جاتی، اور جب وہ اپنی مقرر شدہ ڈیوٹی رسالت کو نبھاتا لیتے ہیں تو ڈیوٹی سے فارغ ہو جاتے ہیں نہ کہ عہدہ رسالت سے علیحدہ کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گورنر کا وزیر دفاع و قربت مقرر فرما دیا۔ تو آپ معترض ہو نیوالے کون ہیں؟ جیسا کہ کسی فوجی کیپٹن کو ڈیوٹی سے فارغ کیا جاتا ہے، تو اس کی پنشن مقرر کی جاتی ہے کہ جب کسی موثقہ پر ضرورت پڑے تو گورنمنٹ بلا کر عارضی طور پر لگا سکتی ہے، اسکو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا اور لوگ اس کو کیپٹن صاحب کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی ڈیوٹی کو پورا کر کے فارغ ہوتا ہے، کیپٹن کے بلے اور پاس بھی اس کے پاس ہوتا ہے اور جس عہدہ پر اسکو عارضی تعینات کیا جاتا ہے اس عہدہ کا ذمہ دار بھی کہلاتا ہے، بعینہ ہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ سَوَّلَا اِلٰی بَنِي اِسْرَآئِیْل کے قانون سے بنی اسرائیل کی رسالت کی ڈیوٹی سے بھی فارغ ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام گورنر نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم گورنر جنرل کے آخری وزیر دفاع ہیں، محمدی رسول یا محمدی نبی نہیں، یعنی آپ کے کسی علاقہ کے گورنر نہیں۔

”مرزا علی“۔ امت محمدیہ کو کُنْتُمْ خَشَعًا مَّتَقِينَ کا ارشاد ہوتا ہے، اب اگر ایک عیسیٰ بن مریم بھی تہ بن سکے۔ تو فرمان بے معنی بنتا ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو بھی ناقص ٹھہرانا پڑے گا، کیونکہ آپ کی قدوسیت ایک مسیح بھی نہ بنا سکتی۔

”محمد عمر“۔ وکیل صاحب خداوند کریم نے کُنْتُمْ خَشَعًا مَّتَقِينَ فرمایا، کہ تم سب امت سے بہتر ہو، اسکے اول منی اطہین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جن کو سب امت سے بہتر ہونے کا خطاب مل گیا، اگر ان سے کوئی درجہ نبوت کو نہ پہنچ سکا، اور نہ ظلی بنی بن سکا، تو اب کون ہو سکتا ہے، یعنی جب خبر امت بنی نہیں، تو شہر امت بنی کیسے کھلا سکتی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

روحانیت میں فرق نہیں آسکتا۔ کیونکہ خدا کا کام ہے نبوت عطا کرنا۔ کسی نبی کو یہ قوت نہیں، کہ کسی غیر نبی کو نبی بنا سکے، یہ خدا کا کام ہے۔ لہذا تمہارا یہ اعتراض بھی لغو ثابت ہوگا۔ کیونکہ اگر بہت ہے تو خداوند پر اعتراض کرو، کہ تو نے نبوت کا دروازہ کیوں بند کیا، تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کر سکتے۔ اور نہ انہیں آپ کی امت ہو، دوسری عرض یہ ہے، کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ نے ثابت کر دیا، کہ ہم تمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی امت ہیں، اس میں کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر ہوتا تو امتی ہونے کے ساتھ ہی علیحدہ نبوت کا خطاب بھی شامل ہوتا، اگر نہیں، تو ثابت ہوگا کہ ہم تمام قیامت تک جتنے پیدا ہونے والے ہیں، امت ہی کہلا سکتے ہیں، بنی نہیں، جو بنی کہلائے وہ آپ کی امت سے خارج اور جو آپ کی امت سے خارج وہ اسلام سے خارج اور جو اسلام سے خارج وہ ہم کا ایندھن بن گیا،

”مرزائی“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح ناصری کا جو طبع بیان فرمایا ہے، وہ بالکل متضاد اور متباہن ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والے مسیح اور میں، اور مسیح ناصری اور ہے، چنانچہ آنحضرت فرماتے ہیں، فَاَمَّا عِيسَىٰ ذَا حَمَرٍ جَعْدٌ غَيْرُ لَيْصٍ الصَّدْرُ، پھر آنے والے موعود کے متعلق فرمایا نَاذَا رَجُلٌ اَدْمُ كَا حُسَيْنٍ مَا بِلَايٍ مِنْ اَدَمِ الرَّجُلُ رَقْرَقٌ عَنْهُ بَنَانٌ مُتَكَبِّرٌ رَجُلٌ اَشْعَرٌ۔ معلوم ہوا کہ مسیح دریں،

”محمد عمر“ تعصب بری بلا ہے، عقل بھی چھین لیتا ہے، بھلا یہ تو فرمائیے، کہ پہلی حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ کی صفت بیان فرمائی، اَحْمَرٌ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان سے قرب قیامت تشریف لاؤں گے، تو ان کا رنگ سرخ ہوگا، اور دوسری حدیث میں اَدْمُ کا لفظ آیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی ہوگا۔ وکیل صاحب بیجا سے انسانی صفات سے بھی بے بہرہ ہیں، انہیں پتہ نہیں، کہ تباہین تضاد، تناقض کیا ہوتا ہے۔ صرف نام ہی سنا ہوا ہے، حمی ت آدمی کے بدن کی صفت نہیں؟ بلکہ رنگ کی صفت ہے یعنی صفت الصفت ہے، کیونکہ آدمی کا رنگ یا سفید ہوگا، یا گندمی یا سیاہ،

پھر طبیعت میں اگر خون کی زیادتی ہو، تو انسانی رنگ خواہ کوئی بھی ہو، سفید یا گندمی یا سیاہ اس میں سے سُرخ ضرور نمودار ہوگی، اور اگر صفرا کا غلبہ ہے، تو رنگ انسانی زردی مائل ہوگا، خواہ آدمی کوئی رنگ رکھتا ہو، سفید یا گندمی یا سیاہی مائل، لیکن بوجہ صفرا زردی ضرور چھائی ہوگی، علیٰ ہذا القیاس اگر سودا کا غلبہ ہو، تو خواہ کسی رنگ کا انسان ہو، اس کے بدن پر سیاہی چھائی ہوگی، اور ایسے ہی اگر بلغم کا غلبہ ہو، تو رنگ سفیدی مائل ہوگا، عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جب ایک حدیث شریف میں مذکور ہے، کہ اُن کا رنگ گندم گون ہوگا اور دوسری حدیث میں اَحْمَر یعنی بہت سُرخ تو دونوں کو یکجا کرنے سے متحد ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندم گون سُرخ ثابت ہوا، جو ہر انسان پر واضح ہے، کہ ایسے رنگ کا انسان ہو سکتا ہے، وکیل صاحب آپنے اُن میں کونسا تباین معلوم کیا، یا تضاد، اگر فی الواقع ثابت ہوتا تھا، تو ذرا تفصیل کر کے تو ثابت کرتے جیسا کہ فقیر نے دونوں کا اتحاد ثابت کیا، اختلاف تب ہوتا، کہ جب ایک حدیث میں مذکور ہوتا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سیاہ ہوگا، دوسری حدیث میں ہوتا، کہ اُن کا رنگ سفید ہوگا پھر تو البتہ بات کہنے کی کھٹی، جب گندم گونی سُرخ رنگ فرمایا، تو ہماری اصطلاح میں ایسے مرکب رنگ کو تو تریوزی رنگ کہا جاتا ہے، اور اس ملک کی اصطلاح بھی عام فہم ہے، آپ شاید دلالتی ہونے کی وجہ سے کوئی اور اصطلاح وضع فرما لیں لیکن ہر صورت دونوں حدیثوں میں رنگ کا اتحاد ہے، باقی ریا بالوں کے متعلق، تو پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت علیہ السلام کے بال گھنگریا لے ہوئے اور دوسری حدیث میں ذکر آیا ہے، کہ لمبے، کندھوں کے مابین تک ہو گئے، وکیل صاحب اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ گھنگریا لے بال کندھوں کے درمیان تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں، وکیل صاحب یہ بات کسی جاہل سے ہی دریافت کر لیتے، کہ بھائی ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھنگریا لے بالوں کا ذکر آتا ہے، اور دوسری حدیث میں ان کی لمبائی کندھوں کے درمیان تک لکھی ہے تو جاہل کیا، اچھل بھی آپ کو سمجھا دیتا، کہ گھنگریا لے بال پشت تک لمبے بھی

ہو سکتے ہیں، اگر ان کو نہ کٹایا جائے، تو ان کو کوئی مانع نہیں، ممکن ہے، بھلا ان دونوں حدیثوں میں کوئی بھی اختلاف ہے؟ جس نے وکیل صاحب کراچی میں ڈال دیا، اور آپ کو اختلاف معلوم ہونے لگ گیا، بھائی اصل بات تو یہ ہے، کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے مرزائی یقینی سمجھتا ہے، اور یہ بھی سمجھتا ہے، کہ اس کے متعلق حدیثیں بھی صحیحہ موجود ہیں، اختلاف کا عذر محض نہ ماننے کا بہانہ ہے، ورنہ ان احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ مبارک کا اتحاد ہے، کسی شخص کی نظر میں تضاد نہیں، اگر کسی مرزائی کو نظر آتا ہے تو بالتفصیل واضح کرے،

مسیح اور مہدی ایک نہیں، دو ہیں

”مرزائی“ مسیح اور مہدی ایک ہیں، اس لئے کہ آنحضرت نے جہاں آخری زمانے کے مصلح کا ذکر فرمایا، وہاں پر صرف مسیح کا ذکر آتا ہے اور مہدی کا ذکر تک نہیں، فرماتے ہیں: کَيْفَ تُهْلِكُ أُمَّةً أَنَا أَذْلُهُا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اخْرُجْهَا۔ اگر حضرت امام مہدی کوئی علیحدہ وجود ہوتے تو ان کا بھی ذکر فرماتے، پس معلوم ہوا، کہ دونوں ایک وجود ہیں،

”محمد عمر“ توحید کے قائل یعنی صرف ایک خدا کو ماننے والے بھی لوگ موجود ہیں، جن کو مسلمان کہا جاتا ہے، اور تثلیث کے قائل بھی موجود ہیں، وہ عیسائی نام سے موسوم ہیں، جو اثنائیم ثلاثہ سے مرکب ایک خدا سمجھتے ہیں، آج مرزائیوں کو دیکھا اور سنا، کہ تشبیہ کے قائل ہیں، یعنی دونوں کا ایک وجود ہے، پہلے ہم مسلمان صلیبیوں کو مذاق کیا کرتے تھے، کہ تین کا ایک تین بھی ہو اور ایک بھی، یہ ایک ایسا معرکہ ہے، جس کو آج تک نہ عیسائی خود سمجھ سکے اور نہ کسی دوسرے کو سمجھا سکے، کیونکہ اعداد تین اور عدد ایک میں تباہی ذاتی ہے،

تجموعہ اعداد ثلاثہ من حیث ہی واحد نہیں کہلا سکتا، اور واحد بالذات ثلاثہ کا مصداق نہیں، چونکہ مرزائیت عیسائیت سے ماخوذ ہے، اس واسطے ایک درجہ ان سے کم رہا، کہ مہدی اور عیسیٰ دونوں ایک

ہیں، پہلے بیچارے عیسائی اس گورکھ دھندے کا شکار تھے، اب مرزائی بھی اس مصیبت کا شکار ہو گئے، نہ یہ خود سمجھ سکیں اور نہ سمجھا سکیں، جو ہر ذی شعور سے مخفی نہیں، تمہارا کہنا کہ دونوں ایک وجود ہیں، غلط ہے عقلاً بھی اور نقلاً بھی، جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب مذکور ہو گا، وکیل صاحب آپ نے ایک ایسی حدیث سے استدلال پیش فرمایا، جس میں خود ہی پھنس گئے، امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتے کرتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا خود ہی اقرار کر لیا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات نہیں، تو آخر امت میں تشریف لانا کیسے درست ہو گا، دینی بن مکر یہ اچھا، کیسے ثابت ہو گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دلائل سے تو ہمیں یقین ہے، لیکن حجاب مرزائیت تمہارے لئے مانع ہے، اور پھر وکیل صاحب استدلال میں ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں عیسیٰ بن مریم کا صاف ذکر ہے، جس کا مرزائی خود منکر ہے، مسیح کا لفظ اس میں ہے ہی نہیں، لہذا وکیل صاحب سیرت سے ہی اپنے دعوای کا استدلال ہی مخالف پیش کر رہے ہیں، میں تو وکیل صاحب کو معذوری سمجھو لگتا، اور تمہارا کہنا کہ اگر امام مہدی عیسیٰ بن مریم سے علیحدہ ہو گئے تو ان کا ذکر علیحدہ ہوتا، آئیے اسی حدیث کی پوری عبارت آپ کو دکھا دوں جس میں امام مہدی کا ذکر بھی ہے۔

کنز العمال ۱۸/۱ | لَنْ تُهْلِكَ أُمَّتِي أَنَا فِي آدِلِهَاءَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي الْخَيْرِهَا وَالْمُهْدِي فِي أَوْسَطِهَا۔

ہرگز نہ بلاک ہوگی ایسی امت جس کے ابتداء میں میں ہوں اور اس کے آخر میں عیسیٰ بن مریم اور مہدی اس کے مابین ہو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ مہدی کا ذکر آیا یا نہ؟ اگر نصف کی ایک رتی با ایک جادل بھی رکھتے ہو، تو ہمیں ضرور ایمان لانا چاہیے، کیونکہ تمہاری منہ مانگی مراد تمہیں مل گئی ہے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ذکر علیحدہ اور امام مہدی علیہ السلام کا ذکر علیحدہ اور صاف ہے، اور جس کتاب کا تم نے ذکر کیا، اسی سے ہی تمہارا جواب دیا گیا۔

"مرزئی" آنحضرت علیہ السلام نے مسیح موعود کو مہدی بھی قرار دیا ہے جیسے فرمایا، یُوْثِقُ مَنْ عَاشَ مِنْكَ اَنْ يَمْلُقَ عِيسٰی ابنَ مَرْیَمَ اماماً مہدیاً وحکماً عدلاً۔ عیسیٰ بن مریم جو امت کے موعود ہیں، وہ امام مہدی ہی ہونگے۔

"محرر عمر" وکیل صاحب آپ تو عیسیٰ بن مریم کے قرب قیامت تشریف لانے کو اچھی طرح جانتے ہو، صرف تفرقہ بازی میں اپنی ہرٹ پر اڑے ہوئے ہو، جو تم نے پہلے حدیث پیش کی، اس میں بھی صاف عیسیٰ ابن مریم اخرا تھا کہ اس امت کے آخر عیسیٰ بن مریم تشریف لائیں گے، اور اس مذکورہ بالا حدیث میں بھی حیات عیسیٰ بن مریم کے صاف الفاظ موجود ہیں، اور ہر عربی زبان سمجھ سکتا ہے، مِلْقٰی صِیغۂ مضارع کا ہے، جو زمانہ استقبال کی ملاقات کو ثابت کر رہا ہے پورا ترجمہ تم نے کیا ہی نہیں، کہ ایسا نہ ہو، کہ امام مہدی کے انکار سے کہیں حیات عیسیٰ بن مریم اور ان کا قرب قیامت امت کے آخر میں آسمان سے تشریف لانا ثابت ہو جائے، لیکن کوئی عقل کا اندھا اور ایمان سے خالی ان حدیثوں کو دیکھ پڑھ کر انکار کر دے تو کرے، لیکن تھوڑے سے شعور و ایمان رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیث صاف حیات عیسیٰ علیہ السلام اور آمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر رہی ہے، حدیث تم نے پڑھی ہے، لیکن ترجمہ تمام عبارت کا نہیں کیا، لہذا فقیر ترجمہ کرتا ہے،

قَرِیب ہے تم زندہ مسلمانوں سے کوئی ملاقات کریگا، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام امام ہوگا، ہدایت یافتہ ہوگا، حاکم ہوگا، منصف ہوگا۔

کیوں جناب؟ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی کسی زبردست حدیث تمہارے ہی وکیل صاحب نے پیش کر دی، ابنو ایمان لے آؤ، باقی رہا وکیل صاحب کا فرمانا کہ عیسیٰ بن مریم امام مہدی ہی ہونگے، صراحتاً دھوکا دہی ہے، کیونکہ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی چار صفتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں،

(۱) امام (۲) مہدی (۳) حاکم (۴) عادل، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات

بیان کی ہیں۔ مستقل ان کا نام امام مہدی نہیں، چنانچہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی، اس کا نام محمد اس کے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا اور سید ہوگا، مغل نہیں ہوگا، اور اگر یہاں مہدی کا لفظی ترجمہ نہ سمجھو گے تو تمہیں کئی مہدی تسلیم کرنے پڑینگے۔ سنیے۔

ابن ماجہ ۵
ترمذی شریف

۲۲
۹۲

سَتَرُونَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا فَعَلَيْكُمْ
بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّينَ
میرے بعد تم جلدی سخت اختلاف دیکھو گے، تو تم پر
میری سنت اور خلفاء الراشدین المہدین کی سنت لازمی

ہے۔

کیا یہاں ہر ایک خلیفہ امام مہدی کا عین کہا جائے گا، یا علیحدہ علیحدہ
وجود سمجھو گے، کچھ سوتج کر تو بات کرتے،

معلوم ہوا کہ مہدی کا لفظ لغت میں کئی جگہ مستعمل ہو رہا ہے، تو لغت کی
اور جگہ لفظ مہدی کا صفاتی استعمال ہونا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقل
مقرر کردہ اسم سید محمد بن سید عبد اللہ شاہ صاحب امام مہدی کے مستحق
کو محروم نہیں کر سکتا، اور نہ ہی لغوی مہدی کے استعمال سے کوئی امام مہدی
علیہ السلام کے مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ امام مہدی سید محمد
بن سید عبد اللہ شاہ صاحب فرمان مسطفی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پیدا
ہونگے اور ایسے ہی عمل کریں گے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق
فرمایا۔ مرزائی صاحبان کا چونکہ ہر بات کو الٹ سمجھنا اور بیان کرنا ان کا
بنیادی عقیدہ ہے، لہذا ان کو اس میں بھی معذور سمجھنا چاہیے، جیسا کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا أَحْمَدُ صلی اللہ علیہ وسلم

ترمذی شریف ۲۰۶

میرا نام ہی محمد ہے اور میرا نام ہی احمد ہے یعنی میرے

ایک وجود کا نام ہی محمد اور احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات واحدہ کے اسمائین شریقین اللہ تعالیٰ

نے بھی مقرر فرمائے، تو مرزائی نے ان دو اسماء مقررہ لذات واحدہ کو ایک وجود کے لئے نہ سمجھا، بلکہ ایک مقرر شدہ وجود کے ساتھ ایک دوسرا وجود گڑھ کر مقرر کر لیا، کہ نام دو ہیں۔ تو وجودین کا ہونا بھی ضروری ہے، لہذا محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک ہے، تو احمد سے مراد غلام احمد قادیانی کہیا اگر مرزا غلام احمد قادیانی تمام انبیاء علیہما السلام کے نام اپنے لئے جھوٹے مقرر کر لے تو یہاں کئی وجودوں کی ضرورت نہیں، بلکہ ایک مرزا صاحب کے لئے ہی یہ نام پیٹنٹ کر لئے گئے، تو بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کا لفظ کئی وجودوں پر استعمال فرمایا۔ لیکن سید محمد بن سید عبداللہ علیہما السلام کے لئے امام مہدی کا لفظ پیٹنٹ نہ دیا، تو مرزائی نے اس علیحدہ اور مستقل وجود کے پیٹنٹ علم کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شامل کر کے امام مہدی سید محمد علیہ السلام جن کی خوشخبری مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ بیان فرمائی، کو معدوم کرنے کی کوشش کی، بھلا جن مستقل وجود کی اطلاع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور اسم مقرر فرمایا تو وہ کب خطا ہونے والا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہو کر ہی رہے گا، امام مہدی علیہما السلام کی حدیثیں اور بیان مستقل علیحدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان علیحدہ فرمایا، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ کسی کا نام اگر کریم ہو، تو کیا اس کو معاذ اللہ خدا سمجھ لیا جاوے گا، کَلَّا وَحَاشَا لِمَنْ يَشَاءُ اسْتَدْلَال ہی غلط ثابت ہوگا۔

”مرزائی“۔ یہ جو تم مستقل حدیثیں امام مہدی کے متعلق بیان کرتے ہو، ان کو ابن خلدون نے مجروح کہا ہے، اور صحیح حدیث میں لا مہدی را لا عیسیٰ موجود ہے۔ کہ کوئی مہدی نہیں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے موجود ہے، تم پھر بھی امام مہدی کی علیحدہ ہی رٹ لگاتے ہو۔

”محمد عمر“۔ آہ آہ، وکیل صاحب ابن خلدون کی طرف پلٹے یا غِیْبَتِ الْجُبِّ میں گر گئے، کیونکہ ابن خلدون نے ایک ایسی بات بیان کی ہے کہ جس نے مرزا بیٹ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

ابن خلدون ۴۰۰ | اَنَّ الْمَشْهُورَ بَيْنَ الْكَافَّةِ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ

عَلَى مَمَرِ الْأَعْصَارِ آتَهُ لَا بُدَّ فِي اخِرِ النَّاسِ مَا مِنْ ظَهْوٍ رَسُلٍ مِنْ
أَهْلِ الْبَيْتِ يُؤَيِّدُ الدِّينَ وَيُظْهِرُ الْعَدْلَ وَيَتَّبِعُهُ الْمُتَّبِعُونَ
وَيُسْتَوَلَى عَلَى الْمَمَالِكِ الْأَسْلَامِيَّةِ وَيُسَمَّى بِالْمَهْدِيِّ وَيَكُونُ خُرُوجُ
الدَّجَالِ وَمَا بَعْدَهُ مِنْ أَشْيٍ إِلَّا السَّاعَةُ الثَّانِيَّةُ فِي الصَّحِيحِ عَلَى
أَشَدِّ وَرَأْيٍ عَيْسَى يَنْزِلُ مِنْ بَعْدِهِ فَيَقْتُلُ الدَّجَالَ

تمام اہل اسلام میں یہ مشہور ہے کہ آخر زمانہ میں اہل بیت رضوان اللہ
علیہم اجمعین میں سے ایک سید کا ظہور ہوگا جو دین کی تائید کریگا، اور عدل کو ظاہر
کریگا اور تمام مسلمان اس کے متبع ہوں گے اور وہ تمام ممالک اسلامیہ پر غالب ہوگا
اور مہدی کے نام سے موسوم ہوگا اور اس کے بعد دجال کا خروج ہوگا، جو ساعتہ ثانیہ
کی علامات سے ہوگا اور بے شک اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف
لاویں گے۔

اس عبارت اس خلدون سے تین امور واضح ہوئے۔

(۱) - آخر زمانہ میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور،

(۲) - امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علیحدہ علیحدہ وجود، امام مہدی
علیہ السلام کا قبل از دجال تشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا۔

(۳) - امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا، یہ تمام
مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔

کیوں جناب مرزا فی صاحب؟ یہ ہے ابن خلدون جس کے بچے آپ نے
تمام احادیث صحیحہ کو ٹھکرا دیا تھا، یہ اس کی تحقیق ہے، اور فیصلہ کی صورت میں
اب بھی اگر تم امام مہدی کے وجود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ نہ سمجھو گے
نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مار اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو بہ نحریر ابن خلدون
جمع اہل اسلام کی جماعت سے خارج ہو جاؤ گے۔ اب تم سوچو کہ اسلام پر اہل
ہونا ہے یا نہیں۔ اگر امام مہدی بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق جو
صحاح میں وارد ہیں جو ابھی تشریف لائے نہیں آتے۔ نہ آئے ہیں قبل از
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام میں داخل ہو جاؤ، نہ عیسیٰ علیہ السلام کی جو دور کر لیں

لَا مَهْدِي إِلَّا عَيْسَىٰ كِي ردايت کے متعلق ابن خلدون رقم طراز ہیں :-

ابن خلدون

۲۶۹

ذَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ تَفَرَّدَ بِهِ مُحَمَّدٌ ابْنُ خَالِدٍ
وَقَالَ الْحَاكِمُ فِيهِ أَنَّهُ رَجُلٌ مَجْهُولٌ
وَأُخْبِلْتُ فِي أَسْنَادِهِ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ
فَرَحَّحَ إِلَى رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ وَهُوَ مَجْهُولٌ عَنْ أَبِي بَنْ عِيَّاشٍ
وَهُوَ مَنْزُوكٌ مِنَ الْحُسَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
مَنْفَعٌ وَبِالْجَمَلَةِ وَالْحَدِيثُ ضَعِيفٌ مُضْطَرِبٌ وَتَذْقِيلٌ فِي أَنْ لَا
مَهْدِي إِلَّا عَيْسَى آتَى لَا يَتَكَلَّمُ فِي الْمَهْدِي إِلَّا عَيْسَى

اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث لا مہدی الا عیسیٰ میں محمد بن خالد اکیدا
آدمی ہے اور حاکم نے محمد بن خالد کو مجہول کہا ہے اور اس کی اسناد میں اختلاف ہے،
بیہقی نے کہا ہے کہ محمد بن خالد کی روایت اور وہ بھی مجہول ہے، ابان بن عیاش سے اور
وہ منرؤک سے روایت حسن سے اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وہ منقطع ہے اور
حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے، مضطرب ہے، اور بعض نے لا مہدی
الا عیسیٰ کے معنی بیان کئے ہیں، کہ مہدی میں نہیں کلام کرینگے سوائے عیسیٰ علیہ السلام
کے۔

کیوں جناب! یہ ہے فیصلہ ابن خلدون کا، تم ایمان لاؤ یا نہ، لطف یہ
ہے کہ تم جس کتاب کو یا تھو لگاتے ہو، وہی تمہارے خلاف لکھتی ہے، فقر کے ذمے
صرف بیان کرنا ہے، ابن خلدون سے بھی ثابت ہو گیا، کہ تمام اہل اسلام
کا امام مہدی علیہ السلام کے متعلق جمیع ائمہ محمدیہ ہے، کہ وہ قبل از دجال تشریف
لاؤینگے، اور بعد از ظہور دجال حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے اترینگے،
”مرزائی“۔ دونوں کے ایک حلیہ ہونے سے ظاہر ہے، کہ وجود بھی ایک ہی،
مثلاً مسیح علیہ السلام کا حلیہ یَا ذَا رَجُلٍ اُذْ تَرَكَ حُسْنَ مَا بَدَىٰ مِنْ اَدَمَ
الْبَرِّ جَالٍ اور مہدی کا حلیہ اُذْ تَرَكَ ضَبْثٌ مِنَ الرِّجَالِ۔

مسیح کی حالت نزول :- یَنْزِلُ بَيْنَ مَهْصٍ وَنِثْنٍ۔
مہدی کی حالت نزول :- عَلَيْهِ عِبَانَانِ قُصُوفَتَانِ كَأَنَّهُ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ

میٹھ کا کام :- تَنْصِصُ الْمَالَ وَلَيْدٌ عَوْنٌ رَأَى الْمَالَ
 مہدی کا کام :- يَنْصِصُ الْمَالَ وَيَعْمَلُ فِي النَّارِ بِسِتَّةِ ثَنِينَ بِسِتَّةِ ثَنِينَ
 ہو، کہ مہدی اور میٹھ ایک ہی وجود ہے۔

”محمد عمر“ - وکیل صاحب نرال مذہب دیکھتا تو بس تمہارا، ایک کو چاہو، تو
 دو بنا دو، اور چاہو تو دو کو ایک بنا لو، تمہارے مذہب مرزائیت میں اتنا جوتے
 والا کوئی نہیں، کہ یہ کیا ہتھکنڈا کھیلا جا رہا ہے، تم نے تو وکیل صاحب اپنے
 سابقہ دعویٰ کے برخلاف نزولِ مسیح کی حدیثیں لکھنی پڑھنی شروع کر دیں
 سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں بَنَزَلَ بَيْنَ مَحْضٍ وَذَاتَيْنِ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام دو زرد چادروں میں آسمان سے اترینگے۔

کیوں جی مرزائیو؟ اب تو تمہارے وکیل صاحب نے کئی حدیثیں حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کی خود ہی لکھ پڑھ دیں،
 جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، اب تو نزولِ مسیح بن السماء پر ایمان لا کر مسلمان
 بن جائے، کیونکہ وکیل صاحب رقم طراز ہیں کہ مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ایک
 ہی وجود ہے، لیکن تفریقِ وجودین خود ہی کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
 متعلق اس حدیث کا جملہ پڑھ دیا، جو نزولِ مسیح علیہ السلام کو ثابت کر رہا ہے۔
 اور امام مہدی علیہ السلام کے نزول کا ایک جملہ بھی بیان نہیں فرمایا، رہے اور نہ
 ثابت کر سکتے ہیں، تو دونوں میں مطابقت نہیں ہو سکی، چہ جائیکہ وجود ایک
 ثابت ہو سکتا۔ کجا نزولِ سماوی، کجا خروجِ ارضی اور کجا لباسِ عیسیٰ علیہ السلام
 مَحْضٍ وَذَاتَيْنِ زرد چادروں میں ملبوس اور کجا قَطُونِ عِبَائِیں معنی قَطُونِ
 جے۔ ملاحظہ ہو۔

الْمَنْجِدُ ۵۰۲ | اَلْعِبَاءَةُ كَسَاءٌ مَفْنُونَةٌ حَتَّىٰ قَدْ اَبْرَيْلُسُ
 قَوْقِ النَّبَابِ

وکیل صاحب کو آج تک اس مذہب نے جتے اور چادر کی میسر نہیں سکھائی
 تو امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی تفریق کیسے معلوم کر سکیں، جس کے
 اسماء سے ہی ثبوت ہیں ہے اور لباس سے تو اظہر من الشمس ہے جیسے فقیر آپ

کو دونوں وجودوں کے علیحدہ علیحدہ رُخ دکھا دیتا ہے۔ سن لو، ایمان لانا یا نہ لانا یہ تمہارے اختیار ہے یا خداوند کریم کے اختیار ہے۔

مسیح اور مہدیؑ اسلام میں

حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم
علیہا السلام کی نسب

(۱) - تحریم | وَمَرْيَمَ ابْنَتَ
عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَيْنَا
۲۸
۲
فَرَحًا

اور عمران کی بیٹی مریم وہ جس نے
اپنے رحم کو رجولیت سے پاک
رکھا۔

(۲) نساء | إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى
بْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ
۶
۳۰۲
اللہ۔

اور کوئی بات نہیں مسیح عیسیٰ بیٹا
مریم اللہ کا رسول ہے۔

امام محمد مہدی
علیہ السلام کی نسب

۲ | ابوداؤد | عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ
قَالَتْ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
۱۸۶
کثیر الحال

اللہ علیہ وسلم بقول المہدی
مِنْ عِزَّتِي مِنْ وَلَدٍ فَاطِمَةَ۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا، فرماتے تھے امام مہدی
میری عزت اور اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے ہوگا۔

(۲) - ابوداؤد | اسْمُ أَبِيهِ اسْمُ
أَبِي۔
۲
۲۳۹
اس کے باپ کا

نام میرے باپ کا نام ہوگا۔

ترمذی شریف | مَا جَاءَنِي الْمَعْرُومُ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
۲
۲۴۰

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَنَدَ هَبَ الدُّنْيَا حَتَّى تَمْلِكَ أَعْرَبُ رَجُلٍ بَيْنَ أَهْلِ بَيْتِي يَوْمَ أُطَوِّدُ اسْمُهُ اسْمِي.

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا نہ فنا ہوگی حتیٰ کہ عرب کا بادشاہ ایک آدمی میرے اہلبیت سے میرا ہم نام ہوگا۔

آیت نمبر ۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی لئے ابن مریم سے نسب بیان کی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر مہر رجل محض والدہ کے بطن سے۔ آیت نمبر ۱۱ بھی ثابت کر رہی ہے اور ان کی والدہ کا تمام عمر مہر رجل سے مبرا ہونا بھی اظہر من الشمس واضح ہو رہا ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں اور امام مہدی علیہ السلام کی نسب ان سے علیحدہ ہے جو حدیث نمبر (۲) سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام مہدی بنی فاطمہؑ سے ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پہلے ہو چکی جو ابھی فوت نہیں ہوئے اور امام مہدی علیہ السلام کی ولادت بھی قبل قیامت نشاء اللہ ہوگی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کہ میرے بعد امام مہدی علیہ السلام وجود عیسوی میں مدغم ہونے والے اور مدعی مہدی بھی پیدا ہونے والے اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کا نام بھی محمد اور ان کے باپ کا نام بھی عبدالقادر شاد فرمایا تاکہ کوئی شک و شبہ ہی نہ رہ جائے۔ چنانچہ یہ حدیث کئی مقامات پر مذکور ہے مثلاً مسند امام احمد حنبل ۱/۳۷۲، ترمذی شریف ۲/۴۷۲، کنز العمال ۱۸۶۱،

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اسم محمد بن عبد اللہ ہونے میں یہ متفق حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ بن مریم ثابت ہے اب اسمی اور نسبی امتیاز سے بھی اگر کسی کو دونوں کے وجود میں سمجھنے میں مرزائیت حائل ہو جائے تو یہ تلبیس قرآن و حدیث میں موجود نہیں بلکہ مرزائی کو اپنے آقا کی تقلید مجبور کر رہی ہے۔ میں اب دبا سے مرزائیت کو چیلنج دیتا ہوں کہ:-

مبلغ پچاس ہزار روپہ نقد انعام

اُس شخص کو دیا جائیگا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام محمد بن عبد اللہ قرآن اور حدیث سے دکھا دے، ورنہ خدا سے ڈرے، جس نے ہر ایک سے اپنے ذرہ ذرہ فرمان کا حساب لینا ہے۔

”مرزائی“۔ بعض حدیثوں سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے امام مہدی کا ہونا ثابت ہے، لہذا تعارض حدیثین سے حکم ساقط ہو گیا۔

”محمد عمر“۔ سبحان اللہ مرزائی صاحب تعارض تب ہوتا، جب ایک حدیث سے وجود مہدی کا ثبوت ملتا اور دوسری حدیث سے اس کا عدم ثابت ہوتا، تم بیچارے تعارض کو کیا جانو، باقی رہا آپ کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کا فرمانا، تو یہ صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مہائے امام مہدی علیہ السلام کی ولادت جانبین سے ہوگی، جیسا کہ عوام الناس انسانوں کی ہوسہی ہے، کیونکہ برخلاف پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے جب تک زوجین جمع نہ ہونگے، ولادت مہدی علیہ السلام نہ ہوگی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کی دونوں نسبوں کا ذکر فرمایا، کہ امام مہدی علیہ السلام بنی فاطمہ اور بنی عباس کے وصل سے پیدا ہوں گے، تاکہ امام مہدی علیہ السلام کی نسب جہتین سے صحیح ثابت ہو جائے، اور عربی گھوڑی پر گد عاڑا لکڑی کا پیدا ہونے والی نسب کی نفی کا ثبوت دیدیا۔ فافهم۔

امام مہدی علیہ السلام کا علیحدہ وجود حق ہے

مستدرک جلد ۴ | آیۃ تَنْوِيلُ سَمِیْعَتِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
یَذْکُرُ الْمُضَدِّیُّ فَقَالَ نَعَمْ صَوِّحٌ وَهُوَ مِنْ بَنِی

فاطمہ -

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا، ہاں وہ صحیح ہے اور امام مہدی بنی قلم سے ہونگے، سید صاحب کو عوامی بناتے ہو، کچھ شرم کرو۔

کیوں جناب! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو امام مہدی علیہ السلام کو بنی فاطمہ سے پیدا ہونا حق اور صحیح فرمادیں، اور تم مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہدی قرار دے دو، تو تمہارے عقیدہ کے مطابق تو امام مہدی علیہ السلام بھی گزر چکے، جیسا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تصور کرتے ہو، تو حضرت امام سید محمد مہدی علیہ السلام کا بنی فاطمہ سے پیدا ہونا نیک کیا مطلب بگاڑ دے گا، کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو۔

الخام

ایک روپیہ نقد انعام اس مرزائی کو دیا جائیگا، جو قبل از ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا نام محمد ثابت کر دے، جب نہیں تو حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کا آپ کی امت سے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مستقل تسلیم کر لو، جیسا کہ حدیثوں میں مذکور ہے۔

خلیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام

أَلْمَهْدِيُّ أَحَبُّ الْجَبَّةِ أَقْنَى الْأَنْفِ .

ابوداؤد ۲۴۰۲

امام مہدی فراخ ماتھے والے ہونگے اور اونچے ناک والے۔

أَلْمَهْدِيُّ رَجُلٌ بَيْنَ دَلْدَى وَجَهَةِ كَأَنَّكَ كَبَّ الدُّرَى .
مہدی میری اولاد کے آدمی سے پیدا ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکنے والے سیار کی طرح ہوگا۔

کنز العمال ۱۸۶

يَسِيلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ إِمَامُ النَّاسِ يَوْمَ مَسْئِنَ قَالَ مِنْ دَلْدَى
ابن اربعین سنۃ کان دجھۃ کو کب دیر سی فی حدیث الاثنین

کنز العمال ۱۸۷

خَالِ اسْوَدَ عَلَيْهِ عِبَانِ تَانِ قَطَوَا اِنْتَانِ كَاثَّةٌ مِنْ بَنِي اِسْرَ ائِيلَ
يَمْلِكُ عَشْرَ بَنِيْنَ يَنْجِيْجُ الْكُتُوْرَ وَيَقْتَحِمُ مَدَا اِثْنِ الشَّهْرِ

عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجب مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہوگی، تو اس دن لوگوں کا امام کون ہوگا، آپ نے فرمایا میری اولاد سے چالیس سالہ جوان ہوگا، جس کا چہرہ چمکنے والے ستارے کی طرح ہوگا اور اس کے دائیں رخسارہ پر سیاہ تل ہوگا، اور اس کے اوپر دو قطوانی جتے بنی اسرائیل کے آدمیوں جیسے ہونگے، دس سال حکومت کریگا، خزانے رکالے گا، اور مشرکین کے شہروں کو فتح کریگا۔
اس حدیث شریف سے دس مسائل ثابت ہوئے۔

(۱)۔ سید امام محمد مہدی علیہ السلام اُمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشا ہونگے، یعنی پیران عظام کی جماعت سے ہونگے، لیکن (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پشتر رسول ہونگے)،
(۲)۔ چالیس سالہ جوان ہونگے، لیکن (حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول تینتیس برس کے ہونگے)۔

(۳)۔ پیر محمد مہدی شاہ علیہ السلام بن عبد اللہ کا رخ نور ستارے کی طرح چمکے گا، (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چہرہ مبارک گندم گون ہوگا)۔

(۴)۔ حضرت قدوق السالکین سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام کا امتیازی نشانہ دائیں رخسارہ مبارک پر سیاہ تل ہوگا، لیکن (وَرَحِيْقًا فِي الثُّيَا دَا الْاُخْرَى) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روئے مبارک صاف تازہ دھلا ہوا ہوگا)۔

(۵)۔ زبدۃ العارفین امام محمد مہدی علیہ السلام کی لباسی خصوصیت (دو قطوانی جتے) بنی اسرائیل کی طرح ادرے ہونگے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قدیمی لباس دوزر و چادر ہونگی)۔

(۶)۔ حضرت امام طریقت سید محمد مہدی علیہ السلام کی خلافت دس سال تک ہوگی، (حضرت ابن مریم علیہما السلام کی حکومت چالیس سال ہوگی)،

(۷)۔ حضرت نفیثہ شاہ مہدی علیہ السلام زمین سے خزانے نکالیں گے، اور لوگوں میں تقسیم کریں گے، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانے میں رزق عام ہوگا، صدقہ لینے والا کوئی نظر نہ آئیگا)۔

- (۸)۔ مشرکوں کے کئی شہروں کو فتح بھی کرینگے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکین سما دی و ارضی، دسے زمین کے کا فر بادشاہ کو باب لد کے درمیان قتل کر کے قابض ہونگے،
- (۹)۔ حضرت سلطان الادلیا کے سر کے بالوں کا ذکر نہیں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر کے بال لمبے کندھوں کے درمیان لٹکے ہونگے۔
- (۱۰)۔ حضرت شاہ صاحب قوما سادات سے ہونگے اور حضرت عیسیٰ السلام بنی اسرائیل سے ہیں،

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

ان عشرہ امور کے مجموعہ احادیث شریف سے متبدامام محمد مہدی شاہ صاحب بن عبد اللہ شاہ صاحب کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ وجود ثابت ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے بعد قرب قیامت علیحدہ ان سے علیحدہ ثابت ہے، دَمَاعِلَيْنَا اِلَّا السَّلَاحُ الْمُنِيْنُ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ

فَقَالَ رُبَعَةُ اخْمَرٌ كَاثَمًا حَرَجَ مِنْ دِيْعَامِيسَ كَعْنَى
الْحَمَامِ۔

بخاری شریف

۴۸۵

تو فرمایا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی) میانہ قد، بہت سرخ رنگ والے گویا کہ حمام سے نکلے ہیں۔

وَاَتَانِي الْبَيْلُ عِنْدَ الْكُعْبَةِ فِي الْمَنَامِ رَاَدَارِجُل

(راہِ صفا)

اَدَمٌ كَاخْنِ مَا تَرَى مِنْ دَمِ الْبَرِّ جَالِ نَضْرَبُ لَمَنَّةَ

بَيْنَ مَكِيْبِهِ رَجُلٌ الشَّغْرِ قَدْلُ رَأْسِهِ مَاءً۔

خداوند نے خواب میں مجھے رات کعبے کے پاس دکھایا، نوا جانک ایک آدمی گندم گون رنگ والا تمام گندم گون آدمیوں سے بڑا خوبصورت دکھائی دیا تھا، جسے بالوں والا، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے، آپ کے سر سے

یاں کے قطرے گر رہے تھے۔

کیوں جی دکیل صاحب تم دونوں کی رنگت ایک کہہ رہے تھے، حالانکہ حدیثوں میں دونوں کے چیلے علیحدہ علیحدہ موجود ہیں، تو ثابت کئے گئے، اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے؟ وَمَا عَلَيَا إِلَّا الْمُبْلَغُ الْمُبِينُ ضرور سینے۔

امام المحدثین حاکم صاحب مسند رک بہ لکھم پر نزل عیسیٰ علیہ السلام من السماء کا باب علیحدہ مقرر فرمایا ہے۔ ایسے ہی کنز العمال ۱۸۹ پر خروج المہدی کا باب لکھ کر امام مہدی علیہ السلام کے خروج کی حدیثیں بیان فرمائی ہیں اور کنز العمال ۱۹۰ پر نزل عیسیٰ علیہ السلام من السماء کا باب مقرر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزل من السماء کی حدیثیں علیحدہ مقرر فرمائی ہیں، علیٰ ہذا القیاس ترمذی شریف میں ۱۹۱ پر مَا جَاءَ فِي الْمَهْدِيِّ عَلِيَّهِ لَقَاءُ بے اور اسی صفحہ پر باب مَا جَاءَ فِي نَزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلِيَّهِ تَخْرِيرُ كَرِّ كَرِّ حدیثیں علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں، اور ابن ماجہ ص ۳۹ پر خروج المہدی کا باب خصوصاً علیحدہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر جمالی قننہ میں قائل و جہ ہونے کی حیثیت سے باب علیحدہ مقرر فرمادیا۔

جب تمام متقدمین محدثین بسند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید امام محمد مہدی شاہ صاحب علیہ السلام کے اوصاف علیحدہ بیان کریں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف علیحدہ بیان فرمادیں اُن کا نسب علیحدہ ان کا نسب علیحدہ لیکن تم مرزائی دو کو ایک ہی تصور کرتے ہو اگر دونوں میں علیحدہ گی نہ ہوتی، ایک ہی وجود ہوتے، تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کوئی تم سے پہلے بھی ایک آدمی کہتا، اور اگر ایک ہی وجود ہوتے تو محدثین کو علیحدگی ابواب کی کیا ضرورت تھی؟ میں تو مرزائیوں کو اس میں مغرور سمجھو لگا، کیونکہ غمخیزی کو نبی قرار دینا ان کی دیرینہ عادت میں داخل ہے۔

حضرت امام سید محمد مہدی شاہ علیہ السلام سادات امت محمدیہ میں پیدا ہو کر ظاہر ہونگے

(۱)۔ کنز العمال ۱۸۹ اِنْ فِيْ اٰخِرِ الْمَهْدِيِّ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بے شک میری اُمت میں محمد مہدی پیدا ہوگا۔

(۲)۔ کنز العمال ۱۸۶

المُصَدِّقُ مِنِّي مِنْ جِئْتَنِي مِنْ ذَلِكِ نَاطِلَةٌ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محمد مہدی فاطمہ کی اولاد میری
عترت سے ہوگا۔

(۳)۔ کنز العمال ۱۸۹

متدرک ۵۵۸

ابن ماجہ ۳۰۹

مسند امام احمد حنبل ۲۱

يَكُونُ فِي أُمَّتِي الْمُصَدِّقُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں محمد مہدی
پیدا ہوگا

(۴)۔ کنز العمال ۱۸۸

يُخْرِجُ الْمُصَدِّقُ فِي أُمَّتِي
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد مہدی میری اُمت میں
ظاہر ہوگا۔

(۵)۔ ترمذی شریف ۲۷

إِنَّ فِي أُمَّتِي الْمُصَدِّقُ يُخْرِجُ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک محمد مہدی میری
امت میں سے نکلے گا۔

(۶)۔ ابوداؤد ۳۹

يُبْعَثُ اللَّهُ رَجُلًا مِمِّيَّ أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي
بعوث فرماوے گا اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے
ایک آدمی کو۔

(۷)۔ ابوداؤد ۲۴۱

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ
الْحَسَنِ يُقَالُ إِنَّ ابْنِي هَذَا مَبْنِي كَمَا سَمَّاهُ
ابْنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا سَمِيعُ صَلِّ عَلَى ابْنِي هَذَا وَصَلِّ عَلَى ابْنِي هَذَا

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف

نگاہ اٹھا کر فرمایا، کہ میرے اس بیٹے کو سید کے خطاب سے بولایا جاتا ہے۔
 جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام رکھا، اور عنقریب اس کی پشت سے ایک
 آدمی پیدا ہوگا، جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم ہوگا۔
 اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی حضرت
 سید محمد مہدی علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب سے پیدا ہونے پر ایمان
 تھا۔

(۸)۔ کنز العمال ۱۸۶/۴

وَإِذَا سَأِلْتَهُمْ الشَّيَاطِينُ الْقَوْلَ جَاءَتْ مِنْ قَبْلِ
 خُرَاسَانَ يَأْتُوهَا قَائِفٌ فِيهَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمُهَدِّي

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم سیاہ عجبڑیوں کو خراسان
 کی طرف سے دیکھو، کہ آرہی ہیں، تو تم ان کا استقبال کر دو، کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ المہدی
 ہوگا۔

(۹)۔ کنز العمال ۱۸۹/۴

فَيُعْتَبِرُ اللَّهُ سَجَلًا مِّنْ حِزْبِي
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پس اللہ تعالیٰ
 مبعوث کریگا ایک آدمی میری اولاد سے۔

(۱۰)۔ ابوداؤد ۲۴۰/۲

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُصَدِّقُ
 مِّنْ حِزْبِي مِّنْ ذَلْدَ فَاطِمَةَ

حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اپنے
 فرما ما کہ مہدی میری عنترت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے

(۱)۔ بخاری شریف ۵۹/۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَئِنْ لَئِنْ

(۲)۔ ترمذی شریف ۲۴/۲

رَبُّنْ مَزْدِیْمَ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم ضرور بالضرور عیسیٰ بن مریم اترینگے۔

(۲)۔ بخاری شریف ۱/۴۹۰
 اِنَّ اَبَاهُ سَيِّدَةٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا اَنْزَلَ اِبْنُ مَزْدِیْمَ فِیْکُمْ۔

بے شک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا کیا ایمان ہوگا، جب عیسیٰ بن مریم تم میں اترینگے۔

(۳)۔ مسلم شریف ۱/۸۷
 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بَیْدَہُ لَیُّوْ مَشْکَنَ اَنْ یَّنْزَلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَزْدِیْمَ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، ضرور قریب ہی تم میں عیسیٰ بن مریم اترے گا۔

(۴)۔ کنز العمال ۲/۲۰۲
 لَیُّحَبِطَنَّ عِیْسٰی اِبْنُ مَزْدِیْمَ نَبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نَے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اترینگے۔

(۵)۔ اِلْیَا
 یَنْزِلُ عِیْسٰی اِبْنُ مَزْدِیْمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِی دِمَشْقَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عیسیٰ بن مریم دمشق کے سفید شرقی مینار کے پاس اترینگے۔
 (۶)۔ مستدرک ۲/۵۹۵
 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَیُّحَبِطَنَّ عِیْسٰی اِبْنُ

مَزْدِیْمَ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ضرور اترے گا، عیسیٰ بیٹا مریم کا۔

(۷)۔ منہ امام احمد حنبل $\frac{۲}{۴۳۷}$

مستدرک $\frac{۲}{۵۹۵}$

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنَّ رُوحَ اللَّهِ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ نَازِلٌ
بِشَكِّ بْنِ صَالِيٍّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَرَمَا،
رُوحَ اللَّهِ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ تَمَّ فِيهِ أُنْزِلُوا لِي فِيهِ،

اس حدیث سے مطلب واضح ہو گیا عیسیٰ بن مریم جو روح اللہ پہلے پیدا ہو چکے ہیں،
وہی پھر امت محمدیہ میں بفرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اترنے والے ہیں، اور سنئے۔

(۸)۔ ابوداؤد $\frac{۲}{۲۴۵}$ شَرِيفِي دَرْمَشَقِي
يُنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ عیسیٰ بن مریم دمشق کے سفید شرقی مینار پر اترینگے،

(۹)۔ ابن ماجہ ۳۰۸
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى

ابْنُ مَرْيَمَ -

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت قائم نہ ہوگی جب تک حضرت عیسیٰ بن مریم نہ اترینگے۔

(۱۰)۔ مشکوٰۃ شریف $\frac{۲}{۲۸۰}$
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى
الْأَرْضِ -

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اترینگے۔

(۱۱)۔ کنز العمال $\frac{۲}{۲۴۸}$ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَعُدُّ ذَلِكَ يَنْزِلُ أَخِي عِيسَى ابْنُ

مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ -

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
پس اس وقت (قرب قیامت) میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اترینگے۔

کیوں جی مرزا فی صاحب! اب تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی سن لیا، اب بھی اگر تمہاری تسلی نہ ہو، تو تمہیں
خدا قائل ہے کہ تم اللہ سے تسلی رہے

رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كُوكَبًا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت بوقت

نَزُولٍ مِنَ السَّمَاءِ

مسلم شریف ۲/۱۷۱

ترمذی شریف ۲/۱۷۴

إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
فَيُنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ
مَحْصَى وَذَيْثُنَ وَاصْبُعًا كَفَيْتِهِ عَلَى أَجْنِحَتَيْ مَلَائِكَيْنِ -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب بھی گا اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام
کو تو عیسیٰ علیہ السلام اترینگے دمشق کے سفید شرفی مینار کے پاس دو دروازوں میں
ملبوس دو فرشتوں کے پردوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر۔

کیوں جناب وکیل صاحب! اب فرمائیے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو دو فرشتوں کے سہارے کیوں اتارینگے، تاکہ آپ کا نزول من السماء ثابت
ہو جائے، اور ملائکہ کے پردوں پر ہاتھ رکھنے کی قید بھی اسی واسطے لگائی، تاکہ
ملائکہ کی اس سمادی پرواز سے بھی ثابت ہو جائے، کہ ملائکہ اپنے پردوں کے پرواز
بل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے لائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ علم
لدنی حاصل ہے، کہ میرے بعد ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا نزول ارضی تصور کرینگے اور ذی شعور بھی کہلائینگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث کذا بیہ کو بیان فرماتے ہوئے آپ کے
پرواز کا کوئی آراء ارضی کا ذکر نہیں فرمایا، یا آلاء ہوائی کا ذکر نہیں کیا، تاکہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے نزول ارضی کی طرف ذہن منتقل نہ ہو، حالانکہ یہ بھی ممکن ہے، کہ ملائکہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے الوداع کر کے کسی ہوائی طاقت کے سپرد کر دیں۔

جو زمین تک پہنچا دے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غَدُوْهَا شَهْرٌ وَرَوَّاحُهَا شَهْرٌ کے ذریعے طے فرماتے، تو بھی بدلیل ہذا زمین میں نزول ارضی ہی سمجھنا، بلکہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے پرواز سماوی کے آلہ خصوصی فرشتے کو زمین تک متعین فرمایا، تاکہ نزول من السماء الی الارض حق الیقین کے درجہ سے کم نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سماوی کو مدلل کر کے ذِیْلُ الْکُفِّیَّةِ عَلٰی اَجْزِیْحَةِ مَلٰئِکَیْنِ فرمایا، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سننے کے بعد بھی کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض کے متعلق شک ہو، تو اس کا ایمان بلا شک فی الشکی ہے، اور وہ قرآن و حدیث سے منحرف ہے۔

آئیے! حضرات مرزا نبیہ حیات سیح اور نزول من السماء الی الارض کے قائل ہو جاؤ، تمہاری ہی تسلی کے لئے رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملائکہ کو جو معین سماء ہیں، ارسال فرما دینگے، لیکن پھر بھی اگر تمہاری تسلی نہ ہو، تو تمہیں خداوند پدایت نصیب فرمائے۔ اور حجاب مرزائیت تمہیں ذرا سی ہی فرصت دے۔ تاکہ حق و باطل کی تمیز کر سکو۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔

بعد از نزول من السماء قیام ارضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

فَجَمَعْتُ فِي الْأَرْضِ أُمَّ بَعِيْنٍ سَنَةٍ حَشْرَ يَتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيِّهِ الْمُسْلِمُونَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام (بعد از نزول من السماء) پھر زمین میں چالیس سال قیام فرمائینگے، پھر فوت ہونگے تو ان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نماز جنازہ پڑھینگے،

کنز العمال ۱۹۷

” ۲۳، ۲۴

ابوداؤد ۲۴۶

البدایہ والنہایہ

۲

۵۵

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا بعد از قیام سلطنت

کنز العمال ۱۸۶

مستدرک ۲/۴۵

نزدی شریف

۲/۴۴

ابن ماجہ ۳۰۹

الْمُهْدِي يَخْرُجُ يَوْمَ خَمْسٍ أَوْ سَبْعٍ أَوْ تِسْعٍ -
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدیؑ نکلے گا، زندگی گزارے گا
 پانچ سال یا سات سال یا نو سال -

يَكُونُ فِي أُمَّتِي الْمُهْدِي إِنْ قَضَىٰ عُمْرُهُ تِسْعَ
 سِنِينَ تِلْكَ أَقْدَامُ اللَّهِ فَتُخْرَجُ سِنِينَ -

کنز العمال ۱۸۹

وہا کذا

فی ۲/۵۵۸

المستدرک ۳

ابن ردیوں حدیثوں کی پہلی حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متفقہ فیصلہ کہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سلطنت ارضی بعد نزول من السماء چالیس سال ہوگی، اور
 دوسری دونوں حدیثوں سے حضرت امام مہدیؑ علیہ السلام کی مبعاد سلطنت پانچ سے
 نو سال لے اچیر تک یعنی ابتداء دسویں سال تک مہدوی سلطنت کا اختتام ہوگا،
 ثابت ہوا پھر فوت ہو جائیں گے۔

یوں جناب وکیل صاحب الاحادیث صیغہ سے باتفاق رائے سید امام مہدیؑ
 اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبعاد سلطنت کے قیام میں بھی یوں عجیب ہے، لیکن تم
 مرزا یوں کا دماغ کس قدر ضلالت میں مشغول ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام

مہدی علیہ السلام کے فرق کو تمہیں پہچاننے نہیں دیتا اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکرانا ساکھاتا ہے، اور نیٹے :-

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا تسلط بغیر تلوار ہوگا

کنز العمال ۲۶۱ | قَدْ خَلَّ الْعَرَبُ وَالْعَجَمُ وَأَهْلُ الْحَرْبِ
وَالْمَرْءُ وَرَدَّ خَيْرٌ هُوَ فِي طَاعَتِهِ مِنْ غَيْرِ تَبَالٍ -

اور داخل ہوئے عربی اور عجمی اور حربی اور رومی اور ان کے سوا مہدی کی اطاعت میں
بغیر جنگ کے،

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ تمام روئے زمین کے انسان حضرت سید
امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام کی اطاعت میں بلا جنگ ہی داخل ہونگے، ان کو جنگ
کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی نہ یہ کہ وہ جہاد کو ہی معاذ اللہ حرام کہہ دینگے، جیسا
کہ تم نے سمجھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تسلط تلوار سے ہوگا

ترمذی شریف ۲۷۸ | يَقُولُ يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَالَ بِبَابِ لُدٍّ -
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما
السلام دجال کو بابِ لُد میں قتل کریں گے۔

تو اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ آپ قاتلِ دجال ہونگے،
فَيَقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ... وَيُهْدِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمَلِكَ
كَأَهَارَ لَا إِسْلَامَ بِسِجْنٍ كَرِيكَ لُكُلٍ كَوَاسِلَامٍ بِر... اور اللہ تعالیٰ
آپ کے زمانہ میں موائے اسلام کے تمام دینوں کو مٹا دے گا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ

امام مہدی علیہ السلام کے زمانے کی مالی حالت

کنز العمال ۱۸۸

کنز العمال ۱۸۹

فی المستدرک

۵۵۸

تَنْعَمَ أَهْلِي فِي نَ مَا فِيهِ نَعِيمًا لَمْ يَنْعَمُوا مِثْلَهُ نَطًا
الْبَرِّ مِنْهُمْ وَ الْفَاحِشُ بِرَسُولِ السَّمَاءِ عَلَيْهِمْ
مَذْهَبُ أَسْرَأَ وَلَا تَشَدَّ خِرُّ لَا رُضْ شَيْءًا رَن
نَبَاتُهَا زَجَكُونَ الْمَالُ لَدُّ وَمَا يَفْذُومُ الرِّجْلُ يَفْغُولُ
يَا مَهْدِيْ اعْطِنِي فَيَقُولُ خُذْ -

امام مہدیؑ کے زمانے میں میری امت مالدار ہوگی، اتنی مالدار کہ
ایسے کبھی مالدار نہ ہوگی، بزد فاسق کی حالت یکساں ہوگی، اُن پر آسمان ایسی موسلا دھار
بارش برسائے گا، اور زمین اپنے تمام نباتات کو ذخیرہ نہ رکھے گی، بلکہ ہر قسم کے پھل
نکائے گی اور مال ڈھیروں لگا ہوگا، سائل امام مہدی علیہ السلام کو کھڑا ہو کر سوال
کریگا تو کہے گا، اے مہدی مجھے دے، تو امام مہدی علیہ السلام فرمائینگے لیجئے۔
اس حدیث پاک سے ثابت ہوا، کہ امت مصطفیٰ علیہ السلام پہلے
کی نسبت مالدار ہوگی اور بعد کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا زمانہ اس سے بھی فراخ آبیوالا ہے اور مال ڈھیروں لگا ہوگا، جیسا کہ آج کل
منڈیوں میں غلہ کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں، تو سوالی بھی ڈھیر دیکھ کر آکھڑا ہوگا، تو
امام محمد مہدی شاہ صاحب فرمائینگے لیجئے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا، کہ حضرت امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام
کے زمانے میں کٹائش رزق ہوگی، جو پہلے ایسی کٹائش کبھی نہ ہوتی ہوگی، لیکن سوالی
بھی موجود ہونگے، معلوم ہوا، کہ یکساں کٹائش رزق نہ ہوگی، یعنی اتنا غنی نہ ہوگا، کہ
غریب نایاب ہو، امارت بھی ہوگی، اور غرباء بھی ہونگے، لیکن لاکھ کھڑکھ لاکھ
کے لحاظ سے عمومیت رزق ہوگی، کیونکہ آپ کے زمانے میں مانگت بھی موجود ہوں گے
جیسا کہ مذکور ہو چکا، اور بھی سن لیجئے۔

فَيَجِيءُ الرِّجْلُ فَيَقُولُ يَا مَهْدِيْ اعْطِنِيْ

تَالِ فَيُعْطِيْ لَهٗ فَيُؤْجِبُهٗ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ يَّجْعَلَهٗ -

۲۷۶

۱۸۸

۱۸۹

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ آئیگنا سوالی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس لو کہے گا اے مہدی مجھے دے، اے مہدی مجھے دے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی علیہ السلام اس کو اتنا عطا کریں گے کہ جتنا وہ اپنی طاقت کے مطابق کپڑے کی گھٹری بنا کر اٹھا سکتا ہو۔

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ محمد مہدی شاد صاحب لوگوں کو ماں گھٹریاں باندھ باندھ کر لٹائیں گے لیکن کھربھی مانندت آپ کے زمانے میں اعطیٰ اعطیٰ سوال کریں گے اور ان کے بعد زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا۔
"مرزا فی" حضرت امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر ہوگا؟

محمد عمر جمی ہاں! حدیث پاک میں موجود ہے۔ سنئے۔

کنز العمال ۱۸۸ | یَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ إِنَّ اللَّهَ تُعَالِي رُبُّكَ إِنَّكَ كُنْتَ رَسُولًا مِّن مِّن دُونِكَ وَهُوَ الَّذِي يَشْفَعُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نبی کے چچے (عباس) اسلام میرے ساتھ شروع ہوا، اور عنقریب اس کو ختم کر دینا تیری اولاد سے ایک لڑکا اور وہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آئیگا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا، حضرت امام محمد مہدی شاد صاحب علیہ السلام لغمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں ظاہر ہونگے،

زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مالی حالت

بخاری شریف ۲۰۹، ترمذی شریف ۲۰۹، یٰفُضِّلُ الْمَالِ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ -

ابن ماجہ ۳۰۸، مشکوٰۃ شریف ۴۷۹

ربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت

کنز العمال ۲۰۹

عیسیٰ علیہ السلام) اتنا مال بہا بیگے کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔

اس حدیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام کے زمانے سے زیادہ مالدار ہوں گے، کہ ان کے زمانے میں مائت موجود ہو گئے، لیکن زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں دینے والے ہی ہو گئے لینے والا کوئی نظر نہ آئے گا،

کیوں جی دلیل صاحب! اگر تمہیں کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ مہدی میں لوگوں کے اعطائی و عطی پکار کر اپنی ناداری کا ثبوت دینا اور زمانہ عیسیٰ کے لا یتبلا احد کا بین امتیاز نظر نہ آئے، تو تمہاری نظر و ایمان کا قصور ہے، نہ کہ حقیقت پوشیدہ ہے۔ وَ مَا عَلَيْنَا إِلَّا السَّبَاحُ الْمُبِينُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سید امام محمد مہدی شاہ علیہ السلام سے امتیازی عمل

فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يَذْرُوكَهُ بِبَابِ
لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ۔

(۱)۔ مسلم شریف ۲/۴۱، ترمذی شریف ۲/۴۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے

ابن ماجہ ۳۰۶، مشکوٰۃ شریف ۴/۳

حتی کہ باب لد میں اس کو پائیں گے تو قتل کریں گے اُس کو،

فَيَذْرُوكَهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ۔

(۲)۔ ابو داؤد ۲/۲۴۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو باب

لد کے پاس پائیں گے تو اُس کو قتل کریں گے۔

لَيَقْتُلَنَّ زَيْنًا - ذِي الْمَرْجَانِ بِبَابِ لُدٍّ۔

(۳)۔ کنز العمال ۲۰۴

ضرور قتل کریں گے عیسیٰ بن مریم دجال کو باب لد میں

کیوں جناب دلیل صاحب! یہ بے بڑا امتیازی عمل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو قاتل
دجال ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے زمین پر قرب قیامت

نشریف لا کر یہ تمام کام کرینگے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صیغے استقبال کے استعمال فرمائے، اور ان سے قبل حضرت سید امام محمد مہدی شاہ صاحب علیہ السلام خلیفۃ اللہ بھی اپنی اس مذکورہ ڈیوٹی کو بھگتائیں گے جس کی تکمیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لا کر فرمائینگے، یہ ہے امتیاز بین اور فرق وجودین، جس میں تم نے غلط بیانی کر کے دونوں کو آسانی سے ہی ایک کہہ کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی، جو فقیر نے اس کو مسلمانوں کے سامنے اظہر من الشمس بیان کر دیا، اب ذمہ من شاء فلیؤ من ذمہ من شاء فلیؤ۔

پھر تم نے آگے لکھا ہے۔ تشابہ صفات کی وجہ سے ایک شخص کا نام دوسرے کو دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ وکیل صاحب! مثل مشہور ہے۔
 دروغ گو را حافظ نباشد

ایک ہی صفحہ میں دو متضاد باتیں، پہلے فرماتے ہیں، کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود ہے۔ پھر کہہ دیا کہ ایک کا نام تشابہ صفات کی وجہ سے دوسرے کو دیا جاتا ہے۔ کچھ سوچ کر تو بات کرتے اور پھر تم قانون بھی ایسا گھڑ لیتے ہو، جو عقلاً نقلاً محال ہو، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے رؤف و رحیم فرمایا، اور اپنی صفات بھی رؤف رحیم بیان فرمائیں، تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ! کہہ سکو گے۔ کیسی بھوسے باتیں گھڑتے ہو، جو کلیہ ایجاد کرتے ہو، میرے یار! لٹا ہی پڑتا ہے اور تمہارا دلیل پیش کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کن لانتن صواحبات یوسف تو بہ بطور توجیح ہے، نہ برائے تمثیل، تمہارا برائے تمثیل بیان کرنا اسلام کے خلاف ہوگا ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ و عتبہ آئیگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، یَا نِسَاءَ الْبَتِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں! تم جہان کی بیویوں جیسی نہیں ہو، کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو اور پھر دلائل بتدلیل سے ان کے بدلنے سے بھی منع فرما دیا، ثابت ہوا، کہ آپ کا لانتن صواحبات یوسف، یہ تو بیخافہ تشبیہ نہیں خیر میں اس کو بھی مرذائیات میں شمار کر لوں گا، تم ایمان درست کر لو، پھر تم نے تمثیلاً پیش کر دیا، کہ کسی کو خطاب کیا جا رہا ہے، کہ تو خاتم ہے، یا ابو حنیفہ ہے وغیرہا وغیرہا، تو ایک کو دوسرے کا نام دیا جاسکتا ہے۔

ذکیل صاحب کیسے سادہ لوح ہیں، کہ کسی کو حاتم کہنے سے وہ تشبیہ الفاظی ہوتی ہو،
یادوں کا وجود بھی ایک ہی ہو جاتا ہے، کبھی تو وکالت کو بالائے طاق رکھ کر ایمان
کی بات سوچ لیا کرو۔

لہذا سید ام محمد مہدی شاہ صاحب بھی بنی فاطمہ بنتی العباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کے خاندان سے، مطابق فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خبر صادق پیدا ہو گئے،
اور وہی پہلے حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام ضرور آسمان سے بمطابق نزول
اپنی وارثہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر قریب قیامت تشریف لائیں گے، اور
باب لہ کے قریب دجال کو ضرور قتل کریں گے، یہ حقیقت ہے، مجاز نہیں، اصل ہے
نقل نہیں، دونوں حقیقت موجود فی النبی راجح ہو گئے، ظن نہیں، ان دونوں کا مسکریہ تعالیٰ
یا مذهب قرآن و حدیث ہے، قرآن و حدیث سچے ہیں پونے ہا سو سال سے جو امت
محمدیہ نے سمجھا ہے وہی سچ ہے، اس کے علاوہ سب ایجاد بطل ہے۔

ابن مریم خواہد آمد قسم حق

بر زمین نازل شود از طبق

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم

آسمان سے نازل ہوگا لاجرم

ذکیل صاحب حضرت قدس سرہ السالکین اور فخر الاولیاء حضرت نعمت اللہ صاحب کی کلام
پر اگر ایمان ہے تو سوانح عمری مصنف معراجہ بن میں یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

مہدی وقت عیسیٰ دوران ہر دو را شہسوار سے بنم

اور سینے نعمت اللہ صاحب نے تو تمہارے مرزا صاحب کا نقشہ کھینچ دیا، فرمایا۔

دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد سازند از دل خود تفسیر فی القدامہ

احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء اور انکے اعمال

(باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام)

حد ثنا اسحق بن یعقوب بن ابراہیم

ثنا بی عن صالح عن ابن شہاب عن سعید

حدیث (۱) بخاری شریف

۱۷۵۰

دو شخص جن کا نام احمد کے ساتھ ہوگا (مسیح) اور مرزا غلام احمد صاحب اپنے دل سے قرآن میں تفسیر کریں گے، چنانچہ
ان دونوں نے اپنے دل سے تفسیر قرآن کی ہے، فافہم۔

بن المصیب سمع أباه صريخة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
والذي نفسي بيده لا يؤمن حتى لا يقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال
حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا
وما فيها ثم يقول أبو هريرة وأقرءان شعث وإن من أهل الكتاب
إلا ليؤمنن به قبل موته ويؤمن بالقيامة يكون عليهم شهيداً

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا،
انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے
قبضہ میں میری جان ہے قسم کھائی کہ امر واقعی ہے مجازی کنایتی نہیں، ضرور بہت جلد اترے گا
تم میں ابن مریم بحیثیت حاکم نہ پیغام رسالت لیکر اور نہ محکوم ہو کر، بحیثیت منصف ہو کر
نہ تاویل بنا کر، نہ ظلی، نہ بروزی، نہ سفارشی، صلیب کو توڑ دیگا کیونکہ ان کی تشریف
آوری سے معاملہ صلیب غلط ثابت ہوگا، حقیقت آجائے گی، بناوٹ چھپ جاوے گی،
یعنی بجائے صلیبی عزت کے عام لکڑی شمار ہوگی (خنزیر کا نام و نشان مٹ جائے گا
کیونکہ ان کے کھانے والے اور پرورش کرنے والے بواسطہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونگے) اور جنگ بند کر دیں گے (کیونکہ دشمن اسلام
کوئی نظر نہ آوے گا سب مومن بھائی بھائی ہونگے) مال کو عام کر دیں گے حتیٰ کہ کوئی اس
کو قبول نہ کرے یعنی زکوٰۃ کو قبول کرنے والا کوئی نظر نہ آئے گا، سب مالدار ہونگے،
حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا (کیونکہ مالوں میں اتنی کثرت ہوگی) پھر ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر تمہارا دل چاہے تو اس حدیث کو قرآن من اهل
الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويؤمن بالقيامة يكون عليهم
شهيداً پڑھ کر تطبیق دے لو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو پہلے ہی مشہور
ہیں جنکو ہر مومن جانتا ہے ان کے اترنے اور اتر کر ان کے اعمال و اقوال کی بنی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اطلاع دیدی، اور اس حدیث شریف کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے حیات مسیح علیہ السلام کی آیت قرآنی کے ساتھ تطبیق بھی دیدی، اب تم مرزائی

صاحبان قرآنی آیت و حدیث بخاری شریف مرفوع کو محض مرزا صاحب کی اتباع میں ٹھکرادو تو یہ اسلامی اصول کے برعکس ہے۔

حدیث ثنا ابن مبکیر ثنا البت عن

حدیث (۲) بخاری شریف ۱/۴۹۰

یونس عن ابن شہاب عن نافع مولى

ابی قتادة الانصاری أن أباحسب بيرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف انتم اذا أنزل ابن مريم فيكم ذرا ما ملكم منكم تابعه عقيل۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح تم ہو گے (ایمان لاؤ گے یا نہ؟) جب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور تمہارے امام بھی ہونگے۔

إذ بعث الله المسيح ابن مريم عليه

حدیث (۳) مسلم شریف ۲/۴۰۱

السلام فينزل عند المنارة البيضاء

شقي ذمشق بين مهر و ذئين واضعاً كفيده على أجنحة ملئين إذا طأ سماء مصر إذا ارتفعت حذر من جمان كاللؤلؤ فلا يحل يكافى يجر منيخ فيه الأموات وأضد يتهى مله فيطلبه حتى يدركه بباب الديققنة ثم يأتي عيسى قوثر تد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدتهم بدرجهم في الجنة فيما هو كذا لك۔

فبعث الله عيسى ابن مريم كاهن

حدیث (۴) مسلم شریف ۲/۴۰۳

عروة ابن مسعود۔

پس بھیجے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو عروہ بن مسعود کی مانند ہونگے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی حدیثوں کو کتاب الایمان میں مذکور فرماتے ہیں، تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کا مسئلہ مسلمان کے ایمان کی جزو خاص ثابت ہو جائے۔

حدیث ثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا

حدیث (۵) مسلم شریف ۱/۸۴

لیت ح : حدثنا محمد بن کرم قال حدثنا الثیث عن ابن شہاب عن ابن
المسیب انہ سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم الذي نفسي بيده لا يؤمن بشئ ان ينزل فيكم ابن مريم حكما
مضططبا فيكسر الصليب ويقتل الخنزيرة ويضع الجزية
يفرض المال حتى لا يقبل احد :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان
ہے، قریب ہی ضرور اترینگے تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم بن کر، باقی ترجمہ گزر چکا ہے،

حدیث (۶) مسلم شریف ۱/۸۷ | محمد ثناء عبد الاعلیٰ بن حماد
والیوبکر بن ابی شیبہ و یحییٰ بن

حرب والو. ناسفیان بن عیینة ح : حدثنا حماد بن عیسیٰ
قال انا بن وهب قال حدثني يونس ح : حدثنا حسن الحلواني
وعبد بن حميد عن يعقوب بن ابراهيم بن سعد قال انا
ابی عن صالح كليم عن الزهري بهذا الاسناد وفيه وايدة بن عينية
امام مقسطا وحكما غدا لا.

حدیث (۷) مسلم شریف ۱/۸۷ | حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا
ليث عن سعيد بن ابی سعيد عن

عطاء بن ميناء عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا فليكسرن الصليب وليقتلن
الخنزيرة الجزمية وليتركن الفلأص فلا يسغن عليهما
ولتد حبن الشعناء والتباغض والتحاسد ولبد عون إلى المال فلا
يشبهه احد :

حدیث (۸) مسلم شریف ۱/۸۷ | حدثني حماد بن يحيى قال انا
ابن وهب قال اخبرني نافع مولى

ابی قتادة الانصاري ان ابا هريرة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم واما حكم منكم

حدیث (۹) مسلم شریف ۱/۸۷

محمد بن حاتم بن میمون ثنا یعقوب
بن ابراہیم ثنا ابن ابی شہاب

عن عمہ اخیبرنی نافع مولیٰ ابی قتادۃ الانصاری انہ سمع ابا ہریرۃ
یقول قال ۛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اَنْتُمْ اِذَا اَنْزَلَ اَبْنُ
مَرْیَمَ فِیْکُمْ فَاَمَّکُمْ۔

حدیث (۱۰) مسلم شریف ۱/۸۷

حدیثی زہیر بن حرب قال
حدیثی الولید بن مسلم قال نا ابن

ابی ذئب عن ابن شہاب عن نافع مولیٰ ابی قتادۃ عن ابی ہریرۃ ان
ۛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف اَنْتُمْ اِذَا اَنْزَلَ فِیْکُمْ
اَبْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ فَعُلْتُ لِابْنِ ابی ذئب اَنْ اِذْ رَا عِیَّ حُنَا
عن النہری عن نافع عن ابی ہریرۃ واما مکم متکم قال ابن ابی
ذئب شدری ۛ اَمَّا مُمْکُمْ مِنْکُمْ ثَلَاثُ تُخْبِرُنِیْ قَالَ فَاَمَّکُمْ بِکِتَابِ
ۛ بَکُمْ عِزٌّ وَجَلٌّ وَسُنَّةٌ تَبِیْکُمْ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب تم میں عیسیٰ بن مریم اترینگے۔

حدیث (۱۱) مسلم شریف ۱/۸۷

حدیثی الولید بن شجاع دھارون
بن عبد اللہ و حجاج بن الشاعر

قالوا نا حجاج دھو ابن محمد عن ابن جریج قال اخیبرنی ابو ذئب
انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یقول لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُتَابِتُ لَوْنِ عَلٰی الْحَقِّ
طَاہِرِیْنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ قَالَ فَبِیْنَمَا عِیْسٰی اَبْنُ مَرْیَمَ فِیْقُوْلُ
اَمِیْزُہُمْ تَعَالٰی صَلِّ لَنَا فِیْقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اَمَّ وَاَءُ
تَکْرُمًا۔ اللہ علی ہذا الامتہ۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے تھے، کہ میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بنا، آپ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ

حق پر لڑائی کرتے رہیں گے، قیامت تک غالب رہیں گے، آپ نے فرمایا تو اتر جائے
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، تو اس حقہ فرقہ کا امیر کہیگا، تشریف لائے اور ہمیں نماز
پڑھائیے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہ، کیونکہ اس امرت کی عزت
ہے کہ بعض تمہارا بعض پر امیر ہے۔

حدیث (۱۲) ابوداؤد ۲۴۵۲ | حدیثنا صفوان بن صالح الدمشقی
المؤذن نا الولید نا ابن جابر حدیثی

بھی بن جابر الطائی عن عبد الرحمن بن جابر بن نفیر عن ابيه
عن النواس بن سميان الكلبي قال ذكر لي رسول الله صلى الله عليه و
سلم الدجال ... وما يشه في الارض قال ان يعون يومنا ... ثم
ينزل عيسى بن مريم عليه السلام عند المنارة البيضاء شرفي دمشق
فيذكره عند باب لي فيقتله.

حدیث (۱۳) ابوداؤد ۲۴۵۲ | حدیثنا هذبة بن خالد نا همام
بن يعنى عن قتادة عن عبد الرحمن

بن آدم عن ابى هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ليس بيني
و بينة يعني عيسى بنى و انت نازل فاذا اتممتوه فاحرقوه رجل من روع
الى الخنزيرة و البياض بين ممرين بين كائن رأسه يقطر و ان لم يسبه
بئس فيقاتل الناس على الاسلام فيدق الثليب و يقتل الخنزير
و يضح الحزيمة و يهلك الله في ما به المثل كلها الا الاسلام و يهلك
المسيح الدجال فيملا في الارض امر يعين سنة ثمانين في قيصلي عليه
المسلمون.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ نے فرمایا،
میرے درمیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی (سچا) نہیں ہوگا، اور
ضرور اترنے والے ہیں، پھر جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا، آدمی ہے
(مخلوق نہیں)، میانہ قد کا، سرخی اور سفیدی کی ملاوٹ اس کے رنگ میں ہوگی،
دو زرد چادروں میں ملبوس ہونے، آپ کے سر مبارک سے بغیر پانی ڈالنے کے ہی

قطرات پانی بال گرتے ہو گئے، تو جنگ کریگا لوگوں کو اسلام پر، پھر صلیب کو توڑ دیگا، اور خنزیر کو قتل کر ڈالے گا، اور جزیہ کو چھوڑ دیگا، (کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں اسلام کے سوا تمام دینیوں کو مٹا دیگا۔ اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کر دیگا، تو زمین میں چالیس سال رہائش کریگا، پھر فوت ہو گا، تو اس پر مسلمان نماز پڑھیں گے کیوں جناب مرزائی صاحب! اس حدیث شریف نے تو مرزا پر اٹت کا نام نشان مٹا دیا، کہ آپ نے فرما دیا، کہ میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی سچا بی بی ہے ہی نہیں، اب تمہارے مرزا صاحب کہاں سے آگئے۔

”مرزائی“۔ بیئہ و بیئہ سے ما قبل مراد ہے؟

”محمد عمر“۔ تمہارا کہنا غلط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیئہ کو مقدم فرمایا، اور بیئہ کا مؤخر ذکر فرمایا، تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے اگر بعد مقدم کو بیان کرنا مقصود ہوتا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے، تو آپ بیئہ و بیئہ فرماتے، لیکن جب آپ نے بیئہ و بیئہ فرمایا، تو تاخیر عیسوی کو ثابت فرما دیا، پھر آگے نازل فرما کر طب صاف کر دیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اترنے والے ہیں، اُن کے نزول کا فعل ابھی وقوع میں نہیں، وقوع ہو ہیوا ہے۔ پھر اُن کی علامات کو بیان فرما کر اُن کے پہچاننے کی تاکید فرمائی۔ پھر اُن کے اترنے کے بعد ان کے تمام زندگی کے مختصر کمالات کا ذکر فرمایا۔ پھر زمین میں ان کے صحیح پیام کی نیعاد بیان فرمائی پھر ان کے فوت ہونیکا ذکر کر کے اُن پر مسلمانوں کے جنازہ پڑھنے تک ذکر فرما دیا، اب بھی اگر مرزائی کو یقین نہ آئے، تو میں تمہیں اس شعر کا معنوں سمجھوں لگتا ہے

کیوں چھوڑتے ہو لوگو، نبی کی حدیث کو

جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس حدیث کو

ایسی واضح حدیث اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء سے
رود گردانی کرنا یہ دنیا کے اسلام کے خلاف ہے۔

حدیث (۱۴) ترمذی شریف ۲ | حدیث ثانیۃ حدیث عن

بن شہاب عن سعید بن مسیب

عن ابی ہریرۃ ان بنی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ

لَيُؤْثِقَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مَقْشُطًا فَيَكْسِي الصَّلِيبَ
وَيَقْتُلُ الْخُزَيْرَ وَيَضَعُ الْجُزْيَةَ وَيَفْنِيَنَّ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ -

حدیث (۱۵) ترمذی شریف ۲۱۴۸ | حد ثنا علی بن حجرنا الولید بن مسلم
وعبد اللہ بن عبد الرحمن بن یزید

بن جابر دخل حدیث احمد ہما فی حدیث لاخر عن عبد الرحمن
بن یزید بن جابر عن یحییٰ بن جابر الطائی عن عبد الرحمن
بن جابر عن ابيه جابر بن نفیر عن النواس بن سمعان الکلابی قال
ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال اذ هبط عيسى
بن مريم بشئ قبيحٍ ومشقٍ عند المنارة البيضاء بين مهبطي
الحج - بعد از دجال اس وقت اترینگے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرقی سفید
مینار کے پاس الحج -

حدیث (۱۶) ترمذی شریف ۲۱۴۸ | حد ثنا قتیبہ نا الیث عن ابن شہاب
انه سمع عبيد الله بن عبد الله

بن ثعلبة الانصاري يحدث عن عبيد الرحمن بن يزيد الانصاري
من بني غنم ومن عوف قال سمعت عيسى بن جارية الانصاري
يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقتل ابن
مريم الدجال بباب ليد -

حدیث (۱۷) ابن ماجہ ۳۶۲۸ | حد ثنا هشام ابن عمار ثنا یحییٰ بن
حمرہ ثنا عبد الرحمن بن یزید

بن جابر حدیثی عبد الرحمن بن جابر بن نفیر حدیثی ابی اند سمع
النواس بن سمعان الکلابی يقول ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم
الدجال فبأمر السماء أن تمطر فتطمر اذ بعث الله
عيسى بن مريم فيقول عند منارة البيضاء بشئ قبيحٍ ومشقٍ بين مهبطي
الحج - بعد از دجال اس وقت اترینگے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرقی سفید
مینار کے پاس الحج -

فرمایا، کہ وہ آسمان کو حکم کر دے گا کہ بارش برسے، تو برسنی شروع ہو جائیگی، اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرما دیگا، تو آپ اترینگے دمشق کے سفید شہر قی میں رکے پاس دو روز چاروں میں ملبوس ہو گئے، اور دو فرشتوں کے پیروں پر اپنی دونوں تلپاں رکھ کر۔

حدیث (۱۸) ابن ماجہ ۳۸ | حد ثنا علی بن محمد ثنا عبد الرحمن المحاکری عن اسماعیل بن رافع ابی

رافع عن ابی ذر عہ الثیبانی یحییٰ بن ابی عمیر وعن ابی امامۃ الباہلی قال خطبتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... اذ نزل علیہم عیسیٰ ابن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکض یمشی القوم فی بیقدهم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہ ہ بین کتفیه ثم یقول لہ تقدم..... فیکون عیسیٰ بن مریم عبیدہ السلام فی امتی حکما۔

حدیث (۱۹) ابن ماجہ ۳۸ | حد ثنا ابو بکر بن ابی شیبہ بن عیینہ عن الزہری عن سعید بن المسیب

عن ابی مریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعة حتی یُنزل عیسیٰ ابن مریم حکما مقیظا واما ما عدا لا ینکسر الصلیب و یقتل الخنزیر ۱ ینفع الجزیۃ و یفین المال حتی لا یقبلہ احد۔

حدیث (۲۰) ابن جریر ۳ | حدثنی المثنی قال ثنا اسحق قال ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی

قوله آلم الله داله الا هو المحی القيوم قال ان نصاری التوارس ان الله صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموا فی عیسیٰ ابن مریم..... قال السمرقانیون ان ربنا احیایموت و ان عیسیٰ نافی عنہ نقاد قالو بلی۔

بلا شک نصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق منہاجم کیا، آپ نے فرمایا کہ تم جانتے نہیں

کہ ہمارا رب زندہ ہے، جس کو موت نہیں، اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔ انہوں نے عرض کیا، کہ ہاں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! بنی صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔ تم کہو آچکی، اب تمہارا یقین کریں یا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

حدیثی المثنیٰ قال ثنا اسحق قال ثنا | حدیث (۲۱) ابن جریر ۳/۱۸۳

عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ رانی متوفیک قال معنی و فائت المناہج فعه اللہ فی مناہجہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت و رائتہ تارجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور بے شک وہ تمہاری طرف رجوع کرنے والے ہیں، قیامت کے پہلے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ رانی عیسیٰ لم یمت۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں، لیکن تم کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مواذ اللہ مرجعے ہیں، تو تمہاری اس بناوٹ کو کون کلمہ گو مسلمان کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تسلیم کر سکتا ہے۔

حدیث (۲۲) ابن جریر ۳/۱۸۴ | حدیث ابن حمید قال ثنا سلمة عن

ابن اسحق عن محمد بن مسلم المزہری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیہبطن اللہ عیسیٰ ابن مریم حاکماً عدلاً و راما مقسطاً۔

ابن جریر کی جن جن احادیث پر وکیل صاحب نے جرح کی ہے ان احادیث ابن جریر کے رواۃ پر فقیر پہلے بحث کر چکا ہے، اور ان کو ثقات سے ثابت کر چکا ہے۔ ص ما قبل ملاحظہ ہو۔

حدیث (۲۳۲) مستدرک ۲/۵۹۵

اخبرنی ابو الصیّب محمد بن احمد الحیمری
ثنا محمد بن عبد الوہاب ثنا یعلیٰ بن

عبد ثنا محمد بن اسحق عن سعید ابن ابی سعید المقبری عن عطاء
مولیٰ ام حبیبہ قال سمعت ابی ہریرۃ یقول قال یرسل اللہ علی
لہ علیہ وسلم لیہبطن عینی ابن مزیحکم ما عند لا واما ما مسطاً
و لیسلکن فجاً حاجاً او معتمراً او بنیتھما و لیا بین قبری حتی یسلم علی
ولا یردن علیہ یقول ابو ہریرۃ انی ہو اخی ان یرئتمو یر
فتولوا ابو ہریرۃ یقرئک السلام ہذا حدیث صحیح
الاسناد ولم یخرجاہ بہذا السیاق۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عینی بن مریم ضرور اترینگے بحیثیت حاکم
نادل امام منصف اور ضرور رکے کی سڑکوں پر چلیں گے حج یا عمرہ کی نیت سے یا
دونوں کی اکٹھی نیت کرینگے اور میرے روضہ اطہر پر بھی ضرور تشریف لادینگے
حتیٰ کہ مجھے السلام علیکم کہیں گے۔ اور میں ضرور ان کو وعلیکم السلام کہوں گا۔
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے میرے بھتیجے جب تم حضرت عینی
علیہ السلام کو دیکھو تو کہنا تمہیں ابو ہریرہ سلام کہتا تھا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد
ہے، لیکن اس سند سے بخاری و مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب اس کو کہتے ہیں ایمان، حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا مضبوط ایمان تھا، کہ
بیتجے کو پیغام دے رہے ہیں، کہ اگر تمہارے زمانہ میں حضرت عینی علیہ السلام
تشریف لادیں تو میرا سلام کہہ دینا، ورنہ ایسے نبی مسلمان کہلانے والے موجود ہو،
جو کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکرا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی اتباع میں قرآن
و حدیث اور تمام صحابہ کرام و اجماع و سنت کو پشت دے رہے ہو۔

حدیث (۲۳۳) مستدرک ۲/۵۹۵

اخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ
بن دینار العدل نا سری بن خذیمہ

والحسن بن الفضل قتالا، ثنا عثمان بن مسلم ہذا حدیث عن

عبد الرحمن بن آدم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان روح اللہ عیسیٰ بن مریم
نازل فیکم..... ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح اللہ عیسیٰ بن مریم تم میں اترنے والے
ہیں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حدیث (۲۶) مستدرک ۲
۳۸۴

ابن ماجہ ۳۰۹

سند امام حنبلی ۱
۳۴۵

حدثنا ابو بکر احمد بن سلیمان الفقیہ
ببغداد ثنا الحسن بن مکرم ثنا یزید
بن ہارون ابنا نا العوام بن حوشب
عن جبلة بن سحیر عن مؤثر بن
غفاری عن عبد اللہ بن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما اسی لیلۃ اسی بالنبی صلی اللہ علیہ
وسلم لقی ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ..... فتراجعوا الحدیث
الی عیسیٰ... قال ذکر من خدوج الدجال فاهبط فاقتلہ۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و
سلم شب معراج سیر کرائے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور
عیسیٰ علیہ السلام سے آپ ملاقی ہوئے تو تمام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بات
ڈال دی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے نکلنے کا ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ پھر میں
اتر دوں گا اور دجال کو قتل کروں گا۔

کیوں جناب مرزا آئی صاحب! شب معراج میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
تمام انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں فرمایا، کہ میں اتر کر دجال کو قتل کروں گا۔ تمام انبیاء
علیہم السلام نے جو انبیاء اللہ تھے، کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے س اترنے
کو انکار نہ کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے، کہ مرزا غلام صاحب زادیانی چونکہ
جماعت انبیاء اللہ میں داخل نہ تھے، اور لون دھڑ سے دیتا، سی بنا پر
عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کا انکار کر بیٹھے۔ کبھی جماعت انبیاء
اتر رہے تھے، کیوں نہ ہو، اور مرزا صاحب کی اقتراء میں مرزا آئی بیچارے

ابن ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیصلن عیسیٰ بن مریم بفتح الشرحاء بالحجج أو العمرۃ أو لیتھما جمیعاً
حدیث (۲۹) کنز العمال ۱۸۴ لن تھلک امۃ نانی أو سہا و عیسیٰ بن مریم فی اخیرھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہ ہلاک ہوگی ایسی امت جس کے اول میں میں ہوں اور اس کے اخیر میں عیسیٰ بن مریم۔ اس حدیث کو خادم صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں۔
 اب اگر اخیر قرب نیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے پر ایمان نہ لایا جائے، تو فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و عیسیٰ ابن مریم فی اخیرھا کی تکذیب لازم آتی ہے۔

حدیث (۳۰) عن ابن عباس..... قال ابن عباس

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فعند ذلک بنور نبی عیسیٰ بن مریم من السماء علی جبل اثنی راما
 محادیا و حکما علا لا..... یصل الشجالات۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس اس وقت اُنریگا میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے جبل اثنی پر امام بنکر ہدایت دینے والا فیصل بنصف آگے چل کر فرمایا کہ دجال کو قتل کریگا۔ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال جب لوگوں کو کافر بنائیگا تو اس کے سبب کے لئے میرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے تو دجال کو قتل کر ڈالینگے،

۱۔ امت مرزا ایشہ اس حدیث پاک نے تو تمام بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد وغیرہم کی حدیثوں کی تائید کی کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا نہ کہ پیہ ایسی جیسا کہ مرزا نے لٹ پلٹ کر یہ سب خسر و ضاحت پہلے گزرجاتی ہے
 ”مرزا“ صاحب کے زعم کے اس حدیث کو بن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن عساکر کو شاہ عبدالعزیز صاحب سے شجاعہ میں ضعیف و لکھا ہے۔ ابداً

ضعیف ثابت ہوئی دوسری بات یہ ہے کہ یہ بے سند قول ہے۔

محمد عمر۔ وکیل صاحب ہم اگر احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر دیں تو وہ بے سند ہے لیکن بخاری کے قول ابن عباس رضی اللہ عنہما جس پر تمام ملت مرزاویہ کا زور ہے اس کی سند کا نام نشان ہی نہیں اس قول بے سند کو باسناد معتبر حدیثوں سے بالائے سمجھو اور جو باسناد حدیثیں پیش کی جاویں ان کو بے سند کہو، فقیر نے جتنی پہلے حدیثیں پیش کیں ہیں تمام کے اسناد ساتھ ساتھ بیان کئے ہیں، اور پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول بھی جتنے درج کئے ہیں وہ تمام باسناد ہیں۔

بھلا وکیل صاحب ہمیں اپنے پاس کے نادانی کی قسم ذرا فقیر کی پیش کردہ باسناد حدیثوں کو بھی ملاحظہ فرماؤ اور جو آپ نے اپنی پاکٹ بک حصہ یہ ہیں "وفات مسیح از احادیث" سرخی لکھ کر ۱۹ ص ۳۲ تا ۳۲ میں حدیثیں درج فرمائی ہیں، تو زن تو فرماؤ حدیثوں کی سندیں تو کجا تمہارے تمام باب میں نہ کہیں بخاری شریف کا نام و نشان نہ مسلم شریف کا نہ ترمذی شریف کا نہ ابو داؤد کا نہ ابن ماجہ کا، یعنی مسلمانوں کی کتب احادیث متداولہ سے تمام باب ہی محروم ہے، یعنی "وفات مسیح از احادیث" وکیل صاحب کا نسخہ لکھنا ہی روریا ہے کہ وکیل صاحب اس باب میں ایک تو حدیث لکھ دیجئے لیکن ان تمام کتب احادیث میں کہیں وفات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی حدیث ہو تو بیچالے لکھیں، جب سے ہی نہیں تو لکھیں کہاں سے؟ کہیں کو دیا کہ فلاں محشی نے لکھا ہے کہیں لکھ دیا ہے کہ فلاں محشی نے یوں لکھ دیا ہے، لہذا حدیثوں سے وفات مسیح ثابت ہو گیا، وکیل صاحب کیسے بھولے میاں ہیں، اور ان کے جال میں پھنسنے والے بھی بیچارے ایسے سادہ لوح ہیں کہ نہیں کہتے کہ تم نے نس بیدزدی سے حیات مسیح علیہ السلام کی احادیث صحیحہ کو اپنی پاکٹ بک میں ص ۳۲ تا ۳۸ ٹھکرایا ہے۔ تو کم از کم ان کے مقابلے میں کسی کتب متداولہ سے جس سے مسلمان حدیثیں منسوخ کر اور پڑھ کر مسلمان کہلاتے ہیں، وفات مسیح علیہ السلام پر ایک حدیث صحیحہ تو پیش کر دو کوئی اپنے مذہبی ولیرو کے مطابق ہی میرا پھیری کر کے ہی لکھ دیتے، لیکن ان میں تو وفات مسیح علیہ السلام پر کسی مرزائی کو گنجائش ہی نہیں، سب سے حیات مسیح علیہ السلام اور نزول

من السماء ہی ثابت ہوتا ہے، اور ثابت ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تشریف لائے گی باقی رہا ان حدیث مذکورہ بالا کی سند تو علامہ علاؤ الدین کا یہ اصول ہے، کہ جس حدیث کی سند میں ضعف ہو، اس کو آخر میں واضح فرما دیتے ہیں، جیسا کہ کنز العمال کے کئی مقامات پر درج ہے، تو ان کا اس حدیث کو ضعیف نہ لکھنا یہ اس کے قوی ہونے کی دلیل ہے، یا تم مرزائی کسی کتاب ماسبق سے اس کا ضعف ثابت کر دو، ورنہ تمہارے انکار سے روایت ضعیف نہیں کہلا سکتی، باقی رہا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھنا تو افسوس ہے وکیل صاحب بعض عبارت کو چھوڑ کر ایک جملہ عبارت کا لے کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہو۔ حالانکہ شاد صاحب نے پہلے ہی ارشاد فرمایا ہے جو تم نے بھی لکھا ہے، طبقہ رابعہ میں، "احادیث کے نام و نشان آہنا در قرون سابقہ معلوم نبود، و متاخران آنرا روایت کر داند" یعنی طبقہ رابعہ میں شاہ صاحب نے فرمایا، کہ ابن جریر اور ابن عساکر اور ابن حبان نے ایسی حدیثیں بیان کیں کہ جن کا نام و نشان قرون سابقہ میں معلوم نہ ہو، اور متاخرین سے یہ لوگ اس کو بیان کریں۔ تو وہ ضعیف سمجھی جائے گی، حالانکہ حدیث متنازعہ فیہا تمام کی تمام حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بخاری شریف و تمام باقی احادیث کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور ان کا وصال کو باب لد میں نقل کرنا تمام احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔ کوئی نئی بات نہیں، البتہ اس حدیث شریف میں نزول کی شرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے من السماء سے فرمائی ہے جس کو مرزائی پھیر نہ سکا، سرے سے حدیث کا ہی انکار کر بیٹھا، بھلا مرزائی صاحب تمہارے مرزا صاحب کی کلام کو تو شرم پت اور ملا وامل اور جھنڈا سنگھ وغیرہم بیان کر دیں، تو سبحان اللہ کہہ کر بوسے دو اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ کو جسے آج تک متقدمین نہ متاخرین سے کسی نے ضعیف تک نہ کہا ہو، اس کو پس پشت ڈال دو، اور بہانہ بہاؤ، شاد صاحب سے یہ بہانہ تمہارا درست نہیں، اور نہ اس بہانہ سے معاذ اللہ حدیث مسترد ہو سکتی ہے۔

باقی رہا تمہارا کہنا کہ یہاں جیل ایق کا لفظ تمام حدیثوں کے خلاف ہے، تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ نزول من السماء اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا اور تمہارا

کہنا کہ اختلاف مکانی ہے، تو یہ بھی اختلاف نہیں، جیسا کہ کہا جاوے کہ فرشتہ لاہور میں اُترا، اور پھر کہا جاوے کہ شاہی مسجد کے میدان پر اُترا، تو اس میں لاہور کا واقف بھی اختلاف نہ ہوگا، البتہ ناواقف کہہ سکتا ہے، ایسے ہی پہلی حدیثوں میں آیا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید شرفی میدان کے پاس ہوگا، اور دوسری حدیث میں آگیا کہ جبل افیق پر تو کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، لہذا ان تمام احادیث صحیحہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء الی الارض قرب قیامت ثابت ہوگا، اور ان کا امتیازی عمل دجال کو بابِ لُد میں قتل کرنا بھی، اور اس پر تمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہہ دینے والوں کے واسطے با حدیث صحیحہ جزو ایمان ثابت ہوگا۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یا رو

تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

اب آگے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ بھی نزول من السماء الی الارض ملاحظہ ہو،

مرزائیوں کے وفات مسیح کی حدیثوں کے

جوابات

”مرزائی“۔ مولوی صاحب تم نے بھی حدیثیں کافی لکھی ہیں، لیکن ہمارے مذہب کی بھی حدیثیں سن لیجئے، جو ہماری مکمل احمدیہ پاکٹ بک کے ص ۳۱۹ میں درج ہیں، اگر ہمت ہے تو اس کا جواب دیجئے۔

لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَيَّيْنِ لَمَّا دَسَعَهُمَا الرَّاقِبَاعِيُّ. حاشیہ ابن کثیر جلد ۲۔ البیہاقیت والحوابر، جلد ۲، ص ۲۰۰۔

طبرانی کبیر۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیردی کے بغیر کوئی چارہ نہ

ہوتا، ایسے ہی ثقہ اکبر مصری میں ملا علی قاریؒ نے بھی لکھا ہے، لوکان عیسیٰ حیا ماد سعۃ
الاتباعی۔ لیکن تمہارے مسلمانوں نے غداری سے کام لیتے ہوئے لوکان موسیٰ
حیا لکھا ہوا ہے، جو تمہاری دیانتداری کا ثبوت دے رہا ہے، حالانکہ وہاں موسیٰ علیہ
السلام کا ذکر ہی نہیں، بلکہ یوں تحریر ہے، یجتمع علیہ السلام بالمہدی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ وقد اقيمت الصلوة فيشيد المہدی بعیسی بالتقدم فيمنع
معلبان هذه الصلوة اقيمت لك فانت ادلی بان تكون الامام في
هذه المقام وليقتدی به ليطهر متابعتہ لنبينا علی اللہ علیہ وسلم
بقوله لوکان عیسیٰ حیا ماد سعۃ الاتباعی۔ اب دیکھیں کہ متابعت حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی ہے یا موسیٰ علیہ السلام کی اور کس کا بیان ہے، اور دلیل کیا ہے اور موسیٰ اور
عیسیٰ کے لفظ میں غلطی کس نے لکھی ہے، لہذا اس ہندوستانی ایڈیشن میں عیسیٰ کی
جگہ موسیٰ لکھنا یہ تمہاری خیانت ہے۔

”محمد عمر“۔ خادم صاحب! اس عنوان ”وفات مسیح از احادیث“ لکھ کر اور ایو ائیت
والجو اہر کے حوالہ جات اور علی قاری کی کلام کے ہیرا پھیری سے کلام کو مزین کرنے سے
مرزا ائیت کا پول کھل گیا ہے، کہ تمام اکابرین مرزائیت کی زوردار حدیثیں انہی ہیرا
پھیری پر ہی موقوف ہیں، مرزا ائیت کی امداد بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد
ابن ماجہ، بیہقی، دارمی وغیرہم کتب متداولہ سے کسی نے نہ کی، تمہاری اس تحریر سے
ہی الحمد للہ ثابت ہو گیا کہ کتب احادیث مشہورہ میں حیات مسیح و نزولہ من السماء
یہی ثابت ہے۔ ان کتب میں وفات مسیح علیہ السلام نہ صراحتہ نہ کنایتہ نہ اشارتہ
نہ حقیقتہ کسی طرح بھی ثابت نہیں، اور تمہارا ان سے حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی
احادیث صحیحہ کو ٹھکانا محض مرزائیات سے ہے، ان میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے
متعلق بغیر حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے اور کوئی صورت نہیں، اور ان احادیث صحیحہ
کو چھوڑ کر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان یہ گوارہ نہیں کر سکتا، کہ اپنے ذہن کو مرزا ائیت کی
اتباع میں محض تعصبانہ طور پر ایو ائیت والجو اہر یا نتج البیان وغیرہ کی طرف منتقل کرے
اور نہ اصول حدیث ہی اس امر کا متقاضی ہے، بلکہ خادم صاحب بھی اس کا اقرار پہلے
کر چکے ہیں۔ ابن کثیر کے متعلق توفیق پر پہلے مفسرین کے باب میں وضاحت سے بیان کر چکا

ہے، اور ایہ واقعت والجو اہر کے ذریعہ کو بھی اگر خادم صاحب نہ چلتے تو بہتر تھا، اگر پلٹا ہے تو نصف پلٹا اور باقی چھپا لیا، ملاحظہ ہو، اسی صفحہ پر آگے چل کر عبد الوہاب شہرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمادیا۔ سنو۔

ایہ واقعت والجو اہر ۲۲ | کون عینی علیہ الصلوٰۃ والسلام
اِذَا نَزَلَ رَأَى الْأَرْضَ لَا يَحْكُمُ بِشَيْءٍ

نَفْسٍ لِّدَى كَانَ عَلَيْهِ قَبْلَ رَفْعِهِ۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زمین کی طرف اترینگے تو اپنی اس شریعت کے ساتھ جو ان کے چڑھنے کے پہلے تھی فیصلہ کریں گے، آگے فرمایا، **وَإِنَّمَا يَحْكُمُ بِشَيْءٍ تَحْمَدُ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بُعِثَ بِهِ إِلَى الْأُمَمِ**۔ اور کوئی بات نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے فیصلہ کریں گے وہ جو آپ کی امت کی اسی شریعت کے ساتھ بھیجے جا رہے ہیں اور یہ تو بتاؤ کہ اس حدیث موضوعہ کا رادی کون ہے۔ کس صحابی نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور کس محدث نے اس کو روایت کیا ہے، کیونکہ یہ بیان کفر و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو موجود نہ تھے، آخر کس حدیث کی کتاب سے انہوں نے نقل کیا، اس کا کوئی اصل نہیں، اگر ہے تو بیان کرو، جس میں نہ کوئی روایت گذرد کا نام ہو، نہ منقول عنہ کا حوالہ ہو، وہ مختبر کیسے ہو سکتی ہے؟

”مرزا“ اس کا رادی تو کوئی کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا۔

”محمد عمر“۔ تو معلوم ہو، کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ قرآنی موضوعہ ہے، اور ایسے موضوعہ اقوال کو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں صحیح سمجھنا یہ تمہارے دین کا اصول ہے، ہمارے اسلام میں تو یہ اصول حدیث کے خلاف ہے جس کی وضاحت گذر چکی ہے۔

باقی رہا تمہارا اعتراض کہ ترح فقہ اکبر میں علی قاری نے لوکان عیسیٰ حیا لکھا ہے، لیکن تمہارے مسلمانوں نے اس کی بجائے لوکان موسیٰ حیا بنا دیا حالانکہ یہ اصولاً غلط ہے، تو تمہارا یہ کہنا تب صحیح ہو سکتا تھا، کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح کا بیان کرتے اور اس میں اس کو دلیل بٹھراتے، جب بیان

کر رہے ہیں حیات مسیح علیہ السلام کا اور دلیل دے رہے ہوں، وفات مسیح کی تو یہ مرزائیہ کا دطیرہ ہے، ان سے یہ بعید امر ہے، شیئ تم نے خود لکھا ہے، اور ترجمہ بھی کیا ہے کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یَجْتَمِعُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْمُہَدِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمہارا ہی ترجمہ ہے۔ پاکٹ بک کے صفحہ ۳۲ پر کہ حضرت عیسیٰ مہدی کے ساتھ ملے گئے، علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرزا اثرت کے تمام اصولوں کو ہی کارٹ کے رکھ دیا، کیونکہ تم مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی تصور کرتے ہو، انہوں نے وجود ثابت کر دئے، اور دونوں کی ملاقات ثابت کر دی، اور اس کے پہلے خادم صاحب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کھارڈ کا گئے، جو آپ نے فرمایا ہے۔ : نَزَّلَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ (حَقُّ کَاثِنٌ) مَّا قَالَ اللہُ تَعَالٰی وَرَأٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ نَعْلَمُ السَّاعَةَ اِیَّیْ حَادِمَةُ الْقِیَامَةِ وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی وَرَأٰی مِّنْ اَہْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ تَبْلَ صَوْنِہٖ اِیَّیْ تَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ نَزْوِلِہٖ عِنْدَ نِیَامِ السَّاعَةِ فِیْصِبُ الْمِنَامُ وَاحِدٌ وَ دَہِیْ مِلَّةٌ اِلَیْسَ لَامُ اَحْنَفِیۃً . . .

فَنَزَّیْتُ الْقَصِیۃَ اَنَّ الْمُہَدِیَّ یُظْہَرُ اَوَّلًا فِی الْحَرَمِیْنِ الشَّیْ یُفْنِ نَزَّیَاتِیْ بَیْتُ اَمَقَدَہٗ مِّنْ نِّیَاتِیْ الدَّجَالِ وَ یَحْصُرُہٗ فِیْ ذَالِکَ الْحَالِ فَنَزَّلَ عِیْسٰی مِّنَ الْمَنَامِ الشَّیْ قِیۃً فِیْ دَمِشَقِ نِیَامٍ وَ یَجِئُ اِلَیَّ قَتَالَ الدَّجَالَ وَ یُقْتَلُہٗ بِضَرْبَةٍ فِی الْحَالِ نَائِیۃً یَزُوْدُہَا الْمَلِیْحُ فِی الْمَنَامِ عِنْدَ نَزْوِلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ نَبِیُّ جَمْعٍ عِیْسٰی بِالْمُہَدِیِّ وَ تَدُ اُقِمَّتِ الصَّلَاۃُ الْحَ .

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب سے کوئی بھی نہ رہے گا، مگر ان کی موت کے پہلے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے اُن کے آسمان سے اترنے کے بعد قریب قریب قیامت، تو دین ایک ہی رہ جائیگا اور وہ اسلام حنیفیہ ہے پس قضیہ کی ترتیب یوں ہے، کہ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ظاہر ہوئے حرمین شریفین میں، پھر بیت المقدس کو آئیں گے، پھر دجال آئیگا وہ اس کو محاصرہ کر لیگا تو شام دمشق کے شرقی مینار کے پاس حضرت

عیسیٰ علیہ السلام اترینگے اور دجال کے جنگ کے لئے چڑھا دی گریں گے تو ایک ہی ضرب سے دجال بوقتیں کر ڈالیں گے اور دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت کھسکیگا، جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ جمع ہونگے۔ تو آگے جو تم نے لکھا ہے وہ تمام واقعہ ہے (آجبر میں لکھا ہے جو تم پھر بھگے) وَتَذْذُرُ فِي الْآرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ وَيُصَلِّي عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَيَذْفُو عَنْهُ عَلَى مَا رَآهُ الطَّبَايِ فِي سَنَةِ ۶۔ اور حدیث ابو داؤد صیالی کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال زندہ رہیں گے پھر مرینگے اور ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔

کیوں جناب! علی قاری حیات مسیح کو ثابت کر رہے ہیں یا وفات مسیح کو اگر وفات مسیح کو ثابت کرتے تو تمہارا لوکان عیسیٰ صحیح ہوتا اور حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اعمال نزدیکی کو بیان کیا جا رہا ہے اور ان کیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی اتباع ثابت کی جا رہی ہے۔ تو لوکان موسیٰ ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو شریف روزینے تو اتباع کریں گے۔ ہاں لوکان موسیٰ حیات و سعادت الا اتباع یہ لوہیں عیسیٰ علیہ السلام۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہونے تو ان کو بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا، اداہ تہمت لگاتے ہو، کہ تم نے لفظ کو بدل دیا ہے۔ اور حقیقت کو واضح نہیں کرتے کہ ہم نے مصری مطبع میں کئی خود سازش سے کام لیا ہے، حریثوں میں تو سفارش چل نہ سکتی تھی۔ بزرگوں کے رسالوں میں داؤ لگایا کچھ خدا کا خوف کرو اور آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ جو حیات مسیح علیہ السلام و نزولہ من السماء کو صراحتہ ثابت کر رہی ہے روگردانی نہ کرو۔ اور بزرگان دین کی بھی جس کتاب کو دیکھو گے سوائے حیات مسیح علیہ السلام کے اور کچھ ثابت نہ ہوگا خواہ کتنا ہی زاؤ کیوں نہ چلاؤ، کیونکہ انہوں نے اس مسئلہ پر علی الاعلان وضاحت نہ مانی ہوئی ہے،

ہر ایک ہزار روپہ نقد انعام

اس مرزائی کو دیا جاوے گا، جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب سے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت دکھا دے، ورنہ بہتان لگا کر مسلمانوں کو دھوکا نہ دو، خدا کے روبرو تمہارا دامن ہو گا اور علی قاری نہیں مجرمانہ حیثیت سے پکڑے ہو گئے، اس وقت تمہارے پلے کیا جواب ہو گا؟ تو بول، تو بول، تو بول۔

تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح فقہ اکبر حصہ ۱۳۵-۱۳۶ سے بھی صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا ثابت ہوا، اور اُن کا زمین پر بعد از نزول چالیس سالہ قیام اور پھر فوت ہونا ثابت ہو گیا اور تمہارا اپنی دلیل وفات مسیح شرح فقہ اکبر کی عبارت کو پیش کرنا غلط ثابت ہوا۔

"مرزائی"۔ حج الکرامۃ میں لکھا ہے کہ طبرانی کی حدیث حاکم نے نقل کی ہے، کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور کنز العمال میں بھی موجود ہے، اور مواہب اللدنیہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے، کہ ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔

"محمد عمر"۔ خادم صاحب آپ نے حج الکرامۃ ایک وہابی کی کتاب کا حوالہ دے کر اپنی بات کو کھٹایا ہے، کہاں مستدرک اور کہاں طبرانی؟ کیا آپ کے پاس مستدرک نہ تھی، اس کا اصل حوالہ ہی دیدیتے، لیکن معلوم تھا کہ حاکم پر یہ بہتان ہے۔ حاکم مستدرک ۲۸۲ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء کا باب تحریر کر کے خبیر بن عبد اللہ بن مسعود الصلوٰۃ والسلام عند صلوات الفجر کی مکمل حدیث لائے ہیں، جو پہلے گزر چکی ہے، مستدرک سے بدکتے ہیں کیونکہ انہوں نے مرزا اثیت کی جڑ کاٹ کے رکھ دی ہے، اب حج الکرامۃ وہابی کی ادٹ میں جھانکتے ہیں، لیکن یہ یاد رکھیے، تمہاری بات سچی ہے، کیونکہ تمہارے اس حوالہ کو پیش کرنے سے بھی یوں ہی الشاء اللہ تعالیٰ رکال کر دکھاؤ گا، آپ لکھتے ہیں کہ مواہب اللدنیہ میں بھی یہ حدیث ہے، لیکن اس بات کو اب واضح نہیں فرماتے

کہ علامہ زرقانی نے اس کو رد کرنے کے لئے بیان کیا ہے یا تاہید کے لئے، سنئے۔

زرقانی ۱۳

اس حدیث مذکورہ کو بیان فرما کر علامہ زرقانی نے آخر بیان فرمایا، کہ دَرَدَ مَلَكْتُ عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَسْرَ بَعِيْنٍ سَنَةً فِي عِدَّةِ اَحَادِيْثٍ مِنْ طَرَقٍ مُّخْتَلِفَةٍ مِنْهَا هَذِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِي اَخْرَجَهُ ابُو دَاوُدَ وَهُوَ صَحِيْحٌ وَمِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي الْاَسْرِ مِنْ اَسْرَ بَعِيْنٍ سَنَةً وَمِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوعًا فِي حَدِيْثٍ لِّلَّهِ جَالٍ فَيَنْزِلُ عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ مَلَكْتُ عَيْسَى فِي الْاَسْرِ مِنْ اَسْرَ بَعِيْنٍ سَنَةً : مَا مَعَادِلًا وَحَكَمًا مَّقْصُطًا وَرَدَّ اَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي هَذِهِ الْحَدِيْثِ الصَّرِيْحَةُ اَذَلِّي مِنْ ذَالِكَ الْحَدِيْثِ الْمَحْتَمَلِ۔

اور کئی حدیثوں میں مختلف طرق سے وارد ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر پیام چالیس سال ہو گا، جن سے یہ حدیث ابو داؤد کی بھی ہے، اور یہ صحیح ہے اور بعض ان صحیح حدیثوں سے جس کو طبرانی نے بیان کیا ہے، اب ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اترینگے اور زمین پر چالیس برس دیں گے اور بعض ان سے جو امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں مرفوعاً بیان کیا ہے، دجال کی حدیث میں کہ اترینگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دجال کو قتل کریں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال زندگی بسر کریں گے امام عادل اور حاکم منصف ہو کر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بھی طبرانی میں موجود ہے۔ تو یہ تمام احادیث صریحاً چالیس ہیں، اس احتمالی حدیث سے بہتر نہیں،

کیوں جناب خادم صاحب! یہ ہے علامہ زرقانی جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نزول چالیس سالہ پیام والی حدیثوں کو صحیح اور مرفوعات اور اتفاقی ثابت کیا ہے اور طبرانی سے بھی بعد نزول چالیس سال زندگی بسر کرنے کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور ایک سو بیس سال والی حدیث کو ان تمام کے مقابلہ میں خبر احتمالی قرار دیا ہے یہ ہے تمہاری پیش کردہ کتاب علامہ زرقانی کی تحقیق اسی حدیث کے متعلق جس کو تم

نے مرزا صاحب کی اتباع میں حجت سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ محدثین نے جن کا تم نام دیتے ہو، وہ اسی کو باقی کے مقابلہ میں احتمالی کہتے ہیں، اور کچھ فرمایا کہ قَبْلَ مَن فِجْدِہ رَاحِی السَّمَاءِ وَ کَانَ عُمُرُہٗ حِیْنَئِذٍ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِیْنَ سَنَةً عَلَی الْمَشْهُوْرِ اَوْ حَضَرَ عِیْسٰی عَلَیہِ السَّلَام کی عمر آسمان کی طرف چڑھنے کے پہلے تینیس سالہ تھی، یہی مشہور حدیثوں میں مذکور ہے، یہ تو ہے تمہاری پیش کردہ دلیل جس نے تم کو ہی طمانچہ لگایا، سیدھے ہو جاؤ یا نہ۔ اب کسی اور محرت سے اس حدیث کے متعلق مشورہ کر لو، سنئے۔

تفسیر ابن کثیر ۵۸۳ | فَاسْتَدْرَجَ ثَلَاثَ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثُونَ سَنَةً فِي الصَّبَاحِ وَ قَدْ دَرَى ذَٰلِكَ فِي حَدِيثِي

صِفَتِ أَهْلَ الْجَنَّةِ أَنَّهُ عَلَى صُورَةِ آدَمَ وَ مِثْلًا لِعِیْسٰی ثَلَاثًا وَ ثَلَاثُونَ سَنَةً وَ رَأَمًا حَاكَاةً ابْنُ عَسَاكَرٍ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ رُفِعَ وَ لَهُ مِائَةٌ وَ خَمْسُونَ سَنَةً ثَلَاثَ عَرَبِیَّاتٍ بَعِيدٌ وَ ذَكَرَ الْحَافِظُ أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَسَاكَرٍ فِي تَرْجُمَةِ عِیْسٰی ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ تَارِخِ بَيْتِهِ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ أَنَّهُ بَدَفِنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجْرَتِهِ۔ تو بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام صحیح روایت کے مطابق تینتیس سال کی عمر میں اٹھائے گئے اور اہل جنت کے بیان کی حدیث میں یہ مذکور ہے، کہ جنتی آدم علیہ السلام کی صورت پر اور عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پر تینتیس برس کی عمر میں ہونگے اور جس کو ابن عساکر نے بعض سے روایت کیا ہے، کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے تو اُن کی عمر ایک سو پچاس برس کی تھی، تو شاذ ہے، غریب ہے۔ بعید ہے، اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عیسیٰ بن مریم کے مضمون میں بعض سلف سے نقل کیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں آپ کے پاس دفن کئے جاوے۔

اور یہ ہے جناب کا حوالہ ابن کثیر کا جن کو ابن کثیر نے خود ہی حل فرما دیا، کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، تو آپ کی عمر تینتیس برس کی تھی، اور یہی صحیح مذہب ہے، اور یہ حدیث متنازعہ نہایت شاذ ہے، غریب ہے، تعجب کی بات ہے، کہ صحاح کے مقابلہ میں ایسی حدیث کو پیش کرتے ہو، جو خود تمہارا

حوالہ بیان کنندہ ہی اس کی تردید کر دیتا ہے۔ اور بخاری تاہد لکھ دیتا ہے، کیوں نہ ہو؟ سچ چھپا نہیں رہتا، جس جگہ چھپاؤ سچ نہیں وہیں نشر کر دیتا ہے، باقی رہا تمہارا کہنا کہ کنز العمال میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال لکھی ہے، تو یہ بھی خادم صاحب کی سادگی ہے، ملاحظہ ہو، اسی حدیث کے آخر میں لکھا ہے۔

کنز العمال ۱۲۰/۴ وَفِيهِ انْقِطَاعٌ وَيَكُونُ جَنَابُ يَهْ صَاحِبِ

من السماء کا لفظ ہے، بے سند اور ضعیف کہتے تھے، اگر وہ بھی تمہاری پیش کردہ منقطعہ حدیث کی طرح ہوتی، تو منقطع کہہ دیتے، اس من السماء والی حدیث میں کسی قسم کا سقم نہیں، اس واسطے بیان نہیں فرمایا، تمہاری اس پیش کردہ حدیث ایک سو بیس والی میں انقطاع ممقاً، بنی صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتی تھی اس واسطے صاحب کنز العمال نے خود ہی اس کو منقطع کہہ دیا، اب میرے کیا اختیار ہے۔ تم بات کو ڈالتے ہو، جو تمہیں جھاڑ ڈالتی ہے، مجھ پر ناراض نہ ہونا بھائی یہ تحقیق صحیحہ ہے۔ اور تحریر شدہ ہے، میری اپنی وضع کی ہوئی کوئی بات نہیں ہے، تم ایسی بات کو لکھو ہی نہ جو کچی ہو، کیوں نہیں ایمان کو درست کر لیتے، جیسا کہ تمام احادیث صحیحہ میں اور آیات کریمہ سے واضح ہو چکا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں آسمان پر چڑھائے گئے، اور قرب قیامت تشریف لائیں گے، اور چالیس سال عمر پھر یہاں دنیا میں گزارینگے اور پھر فوت ہونگے، اور روضہ اطہر میں مدفون ہونگے۔

باقی رہا تمہارا کہنا، کہ جلالین میں لکھا ہے، خادم صاحب آنکھیں بند کر کے اپنے مافی الضمیر کے مطابق پڑھ دیتے ہیں، کتاب میں ہویا نہ، دیکھئے۔

جلالین ۲۲/۱ وَثَلَاثُونَ سَنَةً، جب آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے تو ان کی عمر تینتیس برس تھی،

آگے فرمایا وروی الشیخان حدیثاً آتہ یُنْزَلُ ثَرْثُ السَّاعَةِ اور بخاری و مسلم نے حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت

اُترینگے،

کیوں جناب! یہ ہے عبارت جلالین کی جو تمہارے برخلاف بیان دے رہی ہے، خداوند کریم آپ کو پدایت دے، وَمَا عَلَيْنَا الْإِبْلَاحُ الْمُبِين۔ ”مرزائی“۔ کنز العمال کی حدیث ہے، ما من منقوسۃ فی الیوم یأتی علیہا مائۃ سنۃ وھی یومئذ حیۃ۔ آج کوئی جاندار ایسا نہیں، کہ اس پر سو سال آوے، اور وہ فوت نہ ہو، بلکہ زندہ ہو، یعنی سو سال کے اندر ہر جاندار مر جاوے گا، پس حضرت عیسیٰ بھی فوت ہو چکے۔

”فصل عمر“۔ خادم صاحب کیسے سادہ لوح ہیں، بھلا کوئی ایسی حدیث پیش کر دے کہ جس میں لکھا ہو، کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم فوت ہو چکے ہیں، کیسی رادھہ اُدھر کی باتیں گھڑ گھڑ کر بناتے ہو، اب ایک ایسی حدیث بیان کر دی کہ جس کا تعلق بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہیں، اور نہ تمام حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام و نشان ہی نہیں، لیکن خادم صاحب دلیلًا پیش فرما رہے ہیں اور جس کو پیش کر رہے ہیں، وہ تمام حدیث نہیں پڑھ رہے، حالانکہ اس کے ساتھ ہی دو مکمل حدیثیں موجود ہیں، سنئے۔

کنز العمال ۱۴۹ | اَنْشَمَ بِاللّٰهِ مَا عَلٰی الْاَرْضِ مِنْ مَنْقُوسَةٍ الْیَوْمَ یَاْتِیْ عَلَیْهَا مِائَةُ سَنَةٍ۔

میں قسم کھاتا ہوں، اللہ کی آخ زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں، جس پر سو سال گزرا ہو۔

کنز العمال ۱۵۰ | مَا عَلٰی الْاَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْقُوسَةٍ یَاْتِیْ عَلَیْهَا مِائَةُ سَنَةٍ۔

زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں، جس پر سو سال گزر چکا ہو۔
تو یہ ہیں حدیثیں مکمل، جنکو آپ سہواً چھوڑ گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں، جس پر سو سال گزرا ہو، اس حدیث شریف سے امرین کا ثبوت ملا۔

(۱)۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام منقوسات کا علم ہے۔

(۲)۔ یہ کہ زمین پر کوئی سو سال سے زائد نہیں، آسمان کا ذکر نہیں فرمایا۔

کیونکہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ موجود تھے، جو اس قانون سے باہر ہیں، یہ جو آپ نے دلیل بیان فرمائی ہے، سہواً دلیل بنا بیٹھے، ورنہ یہ تو حیاتِ نسیج علیہ السلام کی دلیل واضح ہے۔

”مرزائی“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اللہ کے واسطے ہوا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد بھیجتا ہے، جو ہر مومن کے روح کو قبض کر لیتی ہے، مستدرک کی یہ حدیث ہے۔

پس معلوم ہوا، کہ ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجتا ہے جو ہر مومن کی روح کو قبض کر لیتی ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب اس ہوا سے بچ سکیں گے۔ اس میں زمین و آسمان کی قید کبھی نہیں،

”محمد عمر“۔ بھلا خادم صاحب یہ فرمائیے، ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ ہر مومن کی روح کو قبض کر لیتا ہے، تو تمہارے اس عقیدہ سے تو ہر سو سال کے بعد تمام زمین و آسمان کے مومنین قناہ ہو جانے چاہئیں، مومنین تو ملائکہ بھی ہیں، ان کو بھی ہر سو سال کے بعد فنا ہو جانا چاہیئے، حالانکہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہر سو سال کے بعد پہلے مومنین کا کبھی خاتمہ ہوا ہوتا، کہ ان کی فوتیدگی کے بعد پھر مومنین کی پیدائش کی کوئی نئی صورت اختیار کرنی پڑتی، خادم صاحب یہ احوال سن لو، کہ جب کوئی مسلمان کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے، تو پہلے قرآن کریم کو دیکھتا ہے، اگر کوئی مسئلہ قرآن کریم کا سمجھ میں نہ آئے، تو حدیث پاک سے سمجھتا ہے، اور اگر حدیث قرآن کے خلاف ہو، تو متروک العمل ہوتی ہے۔ سنیئے قرآن کریم میں مذکور ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا نُوحًا الْإِسْلَامَ قَوْمَهُ فَلَبِثَ فِيهِمْ
أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا۔

اور ضرور ٹھیک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس قوم کی طرف بھیجا، تو وہ ان میں ساڑھے نو سو سال زندہ رہے۔

اصحاب کہف ہزار ہا سالوں سے غار میں بیٹے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
تَحْسِبُهُمْ أَيَّامًا ضَالَّةً هُمْ مَرْثُودُونَ آپ ان کو جاگتے ہوئے معلوم کر لیتے، حالانکہ وہ

سوئے ہوئے ہیں، ان کو بایں قانون اب تک موت کیوں نہ آئی، اب بھی کئی ایسے مومنین موجود ہیں، جنکو سو سال سے اوپر دسٹ یا بین یا پچیس سال گزر چکے ہیں، ان کو موت اب تک نہیں آئی، حالانکہ تمہارے قانون کے مطابق ان کو سو سال کے اوپر زندہ نہ رہنا چاہیئے، اور وہ زندہ ہیں، جب باقی مومنین پر شاہدہ سے تم سو سال سے زائد عمر رکھنے والے مومن پر یہ قانون جاری نہیں کر سکتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیسے جاری کر سکتے ہو۔

تیسرا جواب فقیر پہلے یہ بات ثابت کر آیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینیس برس کی عمر میں تشریف لے گئے ہیں، اور اسی عمر میں اسی حالت میں جیسے غسل کر کے پانی کے قطرات آپ کے سر مبارک سے ٹپکتے تھے، آسمان سے اترینگے، جیسا کہ عزیر علیہ السلام کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ سو سال کے بعد اٹھائے گئے، لیکن اُن کے کھانے نے ابھی تک بو نہ دی تھی، جس کے متعلق قرآن کریم لحدیث سند سے شاہد ہے، تو نبی اللہ زمین پر جا کر جا کر بوڑھا کیسے کہلا سکتا ہے، نہ وہ اس کی عمر میں شمار ہوتا ہے۔

"مرزائی"۔ کنز العمال کی حدیث ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ آدم علیہ السلام آسمان دنیا میں ہیں اور یوسف علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تیسرے آسمان میں اور ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان میں، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحمد غنصری زندہ آسمان پر ہیں، تو کیا باقی انبیاء کو بھی اسی جسم سے زندہ ماننے کے لئے تیار ہو؟ جب نہیں اور ہرگز نہیں تو اکیلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے، کہ آپ سب سے نرالے زندہ ہیں۔

"محمد عمر"۔ خادم صاحب وفات مسیح کا مسئلہ مرد و تر و ذکر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بھلا ایسے کیسے ثابت ہو سکتا ہے، منطوق اُتراتے ہیں، لیکن آپ کی منطق الٹی ہے،

پہلا جواب :- خادم صاحب نے یہ نہ سوچا، کہ یہ معراج کا واقعہ ہے، پہلے تو مرزائی بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے منکر ہیں، تمہارے لئے یہ حدیث حجت ہی نہیں ہو سکتی، اور اگر تم تسلیم کر لو تو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء علیہم السلام کے پاس صحبت نشین ہوئے ہیں، تو آپ کی جسمانییت دنیاوی میں فرق لازم نہیں آیا ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باقی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیٹھنے میں ان کی جسمانییت

عنصری میں فرق لازم نہیں آ سکتا۔

دوسرا جواب :- یہ ہے کہ خادم صاحب نے خبر نہیں کہاں سے منطبق کی تھی ہے کہ ارواح انسانی اور جسم انسانی کا اجتماع محال ہے، حالانکہ ان میں اتحاد ذاتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی سے ایمان چھین لیتا ہے، تو اس کی عقل بھی ساتھ ہی چھین لیتا ہے، مرزائی صاحب فرماتے ہیں، کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری کی معیت محال ہے، پہلے تو تمہیں یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا، کہ جسم عنصری انسانی کے ساتھ ارواح کا تعلق محال ہے، جب اجتماع محال نہیں، تو معیت کیسے محال ہو سکتی ہے۔

وکیل صاحب ذرا سمجھ کر بات کیا کرو، ایسے وفات یح ثابت نہیں ہو سکتی جس کو خالق کل زندہ رکھیں اس کو بندہ کون مائے وہ قادر و قیوم ہے، عالم ارواح میں جسم عنصری کو چاہے تو ٹھہرا لے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ارواح کو چاہے، تو مکان دنیا کا محتاج بنا دے، جیسا کہ تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ مِنْ رُوحِ زَيْنِ پر بھی آتے ہیں، اور پھرتے ہیں اور قیام کرتے ہیں، لیکن جو قرآن کریم کا انکار کر دے اُس کا کیا علاج ہے، سو اس کے کہ خداوند کریم اس کو ہدایت دے، جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نرالا پیار کیا، نرالا رکھا، نرالا آسمان پر چڑھا دیا، اس نے نرالا بنا کر ہی ارواح انبیاء علیہم السلام میں رکھا، تم انکار کیسے کر سکتے ہو، اور اگر کر دگے بھی تو تمہارے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہ ہونگے، بلکہ قریب قیامت ضرور تشریف لادینگے۔

”مرزائی“۔ پہلے مسیح علیہ السلام کا حلیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاحْصَمَ جَعَدٌ یعنی سُرخ رنگ والے ٹھنڈے بال اور مسیح قاتل دجال کا حلیہ فاذاں جل ادم کا حسن مایہی من ادم الرجال تضرب لمتہ بن منکبہ رجل الشعی۔ یعنی ایسا آدمی ہوگا، گندم گون رنگ، بال اس کے کندھوں پر پڑتے ہیں اور وہ سید بالوں والا ہے، ابک آدمی کے دو ٹھلے نہیں ہو سکتے، ثابت ہوا، کہ دو آدمی الگ ہیں، مسیح نامہی اور مسیح موعود، پس پہلا مسیح فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح اسی امت میں ہے، جیسا کہ امامکم منکم سے ثابت ہے۔

”محمد عمر“ خادم صاحب تم نے اپنے اختیار میں سب کچھ سمجھ رکھا ہے، خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تم کو کوئی پروا نہیں، مخلوق خدا کو تم نے دیوانے سمجھ لیا ہے، دراری والا جھڑل کیا، چاہا تو دو کا ایک بنا کر دکھا دیا اور چاہا تو ایک کے دو بنا دئے، اور تماشا شایوں نے واہ واہ کہہ دیا، نہ کوئی ذی شعور اس مجلس میں جائے اور نہ ایک کو ایک ثابت کرے اور دو کو دو، لیکن پھر بھی کوئی چلتا پھرتا ادھر آ ہی نکلتا ہے، اور ضرور کہتا ہے، کہ جیسا کہ تم نے پیر سید محمد مہدی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مدغم کرنا چاہا تو فقیر نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں وجودوں کو علیحدہ علیحدہ صفات و اعمال سے دو وجود ثابت کر دئے، اور اب تم حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو جس کا نام اللہ تعالیٰ نے رَاسُ الْمَسِيحِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرما کر واؤ عاطفہ کا بھی مسیح اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان ذکر نہیں فرمایا، تاکہ کوئی دشمن قرآن دو وجود نہ سمجھے، خداوند تعالیٰ تو مسیح عیسیٰ بن مریم فرما دے، لیکن مرزائی کو دو وجود ہی نظر آتے ہیں، بھائی یہ تمہارا مرزائیوں کا تصور نہیں، مرزائیوں کی نظروں کا تصور ہے، جس کی نظر میں فرق ہو، اُس کو ایک کے دو دو ہی نظر آتے ہیں، یہ بھی ان کی مرض پر دال ہے، گردو کا ایک ہی نظر آئے تو وہ بھی نظر کے بھینٹے ہونے کی علامت ہے، مرزائی کو اور تو کوئی سہ نہ ملا، کہہ دیا، کہ ایک حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگریا لے ثابت ہوتے ہیں، اور دوسری حدیث سے لمبے اور سیدھے، لہذا دو وجود ثابت ہوئے حالانکہ خادم صاحب اور ان کے معادنین بیچائے عربی سے اتنے کورے ہیں، اتنا نہیں سمجھتے کہ جُعد گھنگریا لے بالوں کی صفت اور اگر اُن کو تر کر کے گیلوں گیلوں کو کٹنگھی کی جائے تو کچھ لمبے ہو جاتے ہیں، لیکن بالکل سیدھے نہیں ہوتے، اور نہ ہی بالکل گھنگریا لے ہی رہ جاتے ہیں، صورتہ رجل بن جاتے ہیں، جب خشک ہو جاتے ہیں، تو پھر شکل جُعد اختیار کر لیتے ہیں، دیکھئے۔

المعجم ۲۵۲ ج ۱ ج ۱ بین السبط والجعد - شعری رجل بین الجودۃ والاسنن سال۔

رجل بالکل سیدھے اور گھنگریا لے کے بین بین کو کہا جاتا ہے۔

اگر سبط الشعر ہوتا تب تمہارا مطلب نکلتا، رجل فرمایا تو گیلے بال پانی ٹپکتا ہو، تو جہد رجل کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، یعنی سبط اور جہد کے بین بین ہو جاتے ہیں، اور ملاحظہ ہو،

رجل ای لیسن شد یڈ الجصو ذة لا مشد یڈ
مصباح المنیر ۳۳۹ السبوطیة۔

رجل یعنی نہ سخت گھنگریا لے اور نہ سخت لمبے ہیں

در مرزائی دوسرا امتیاز فرماتے ہیں، کہ ایک حدیث میں سُرخ رنگ کا ذکر ہے اور ایک میں گندم گون، سبحان اللہ مرزائی صاحب کو ابھی تک اتنا علم بھی نہیں، کہ گندم گون رنگ میں رنگ کی سُرخی ظاہر ہو سکتی ہے یا نہیں، حالانکہ کئی ایسے آدمی آپ کو نظر آئیں گے، جو گندم گون بھی ہیں اور سُرخ رنگ بھی، ثابت ہو، کہ جو خداوند کریم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو خطاب کیا وہی ایک ہی وجود جو آسمان پر خداوند تعالیٰ نے اس کو چڑھا دیا اور قرب قیامت وہی مسیح بن مریم آسمان سے اترینگے، اور وہی مسیح بن مریم قاتل و جال ہونگے۔

قرآن کریم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کے دو وجود فرمائے نہیں، بلکہ ایک فرمایا، اسی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرماتے رہے، اور اسی ایک وجود کے ہی تمام امت محمدیہ قائل ہے، اور وہ ہی ایک وجود مسیح عیسیٰ بن مریم کہلا سکتا ہے، جس کا نام ماں نے رکھا، خدا نے رکھا، لوگوں نے پکارا، نہ کوئی جعلی مسیح عیسیٰ بن مریم ہو، اور نہ ہی اور نہ ہی ہو سکتا ہے، اور جو خود بخود بننے کا دعویٰ کرے اور بنادے وہ مغتری ہیں، منکر قرآن و حدیث ہیں، جماعت مسلمہ سے علیحدہ ہیں۔

”مرزائی“۔ کنز العمال کی حدیث ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی، کہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تو پہچاننا جائے اور تجھ کو تکلیف دی جائے۔

اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ثابت ہوا۔
”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا کیا اس سے بھی موت مراد ہو سکتی ہے۔ اس سے تو حیات مسیح اور حضرت عیسیٰ علیہ

اسلام کا انتقال مکانی یعنی زمین سے آسمان کی طرف مکان تبدیل کرنے کو رب العزّة نے حکم دیدیا، یہ حدیث تو تمہارے برخلاف بھگتی ہے، مرزائی صاحب کہاں دوڑ گئے، لیکن ہم دیانتداری سے کام لیتے ہیں، تمہاری طرح آنکھیں بند کر کے مطلب برآری نہیں کرتے، سرے سے یہ حدیث تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتی یہ تو حیات مسیح کی دلیل ہے، اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے، وغیرہ ہانی بن المتوکل

کنز العمال ۲/۳۴۷

الاسکندری فی قال فی المعنی مجہول۔

پنجابی مثال ہے رکاوٹوں پر الی توں پچھانے جاندے نے، ایسی مجہول نہ پیش کریں تو مرزائی کیوں کہلائیں۔

”مرزائی“۔ کنز العمال کی حدیث ہے کہ عیسیٰ بن مریم سیاحی کرتے تھے، جنگل کی سبزیاں کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے تھے، پھر بھلا موت کیوں نہ آوے۔

”محمد عمر“۔ یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح ہونے کی دلیل ہے کہ اُن کو مسیح کیوں کہا جاتا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سر وقت سیاحی کرتے اور جنگل کی سبزیاں کھاتے اور چشموں کا پانی پیتے پھر بھلا موت کیوں نہ آوے کس عبارت کا ترجمہ کیا اور بَلِ اللّٰهُ سَکَرٌ کُی کو کیوں پس پشت ڈال دیا، یہ ہیں مرزائیوں کی حدیثیں جن سے یہ مذہب مرزائیہ وفات عیسیٰ بن مریم کے قائل ہیں، اور ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہ وفات مسیح ثابت کر رہی ہیں یا محض ادھر ادھر کی باتیں بنا کر اپنی جماعت کو خوش کیا ہوئے، فقیر نے خادم صاحب کی پاکٹ بک کے تمام دلائل مرزائیہ کا جواب حرف بحرف دیا ہے، اگر کوئی جواب کے لئے قدم بڑھائے تو ذرا اسی طرح لفظ بلفظ جواب دے، اور اگر جواب نہ ہو، تو امت مرزائیہ کو لازم ہے کہ ثابت ہو جائیں،

اب اے امت مرزائیہ ذرا انصاف کی نظر سے غور فرماؤ، کہ حیات مسیح کی حدیثیں جو فقیر نے پیش کی ہیں، وہ حیات مسیح علیہ السلام کو کیسے واضح طور پر بیان کر رہی ہیں، احادیث معتبرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء قریب قیامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا ہے، اور جو خادم صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں گھڑی ہیں، وہ کبھی ہم سے مخفی نہیں، اب تمہارے

الضائف پر چھوڑتا ہوں کہ تم نے بھی خدا کو جان دینی ہے، فیصلہ خود کر لو۔
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ حیات

مسح علیہ السلام پر تھا

وصیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

مندرک ۲
۵۹۵

يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَيُّ بَنِي أَخِي إِنْ مَا أَيْتَنُوهُ
فَقُولُوا أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْرَأُكَ السَّلَامُ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ اے میرے بھتیجے اگر تم نے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو تم ان کو کہنا کہ ابو ہریرہ آپ کو السلام علیکم کہتا تھا،
کیوں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام صحابہ کرام سے چوٹی کے
راوی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و
سلم سے بالمشافہ حدیثیں سننے والے ہیں جب وہ منتظر مسیح عیسیٰ بن مریم ہیں،
تو ہم مسلمان ان کے خلاف قرآن و حدیث اور اتباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
جمعین کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کے جال میں کیسے پھنسیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جیسے قرآن اور حدیث دان کسے سمجھیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

ابن جریر ۴
۱۲

حدثني يعقوب بن خالد قال ثنا ابن عليه عن أبي رجا عن
الحسن في قول دَرَجٍ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنَا لَيُّؤْمِنٌ بِهِ

ثَبَّلَ مَوْتَهُ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَحَيٌّ عِنْدَ اللَّهِ
ذَلِكَ إِذَا شِئْنَا اٰمَنُوْ بِهِ اٰجَمَعُوْنَ

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے فرمان کے متعلق کہ
کوئی اہل کتاب سے نہیں، مگر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی موت کے پہلے
ضرور سب ایمان لے آؤ گئے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے اللہ کی قسم ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام
اب زندہ ہیں اللہ کے پاس اور لیکن جب اترینگے اُن کے ساتھ سب ایمان
لاؤ گئے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم خدا کی کھا کر
فرما دیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ ہیں، اور تم کہو کہ یہ عقیدہ اسلام
کے خلاف ہے، کیا بانیان اسلام کے عقائد غلط اور تمہارے صحیح، ذرا اگر مبہم
میں منہ ڈال کر تو دیکھو کہ دکیل صاحب تمہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کا نام لیکر کس گڑھے میں لیجا رہے ہیں، انہی کہو ایسی ایک واضح عبارت تو دکھائی
اور سنیے۔

ابن جریر ۴ | حد ثنا ابن دکیع قال ثنا ابو اسامة عن عوف عن الحسن
الا لیوم من حیہ قبل موته قال عیسیٰ و لم یمت بعد

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الا لیوم من قبل موته کے متعلق فرمایا
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں۔

اے امت مرزا! حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
سلم کی لب مبارک چوسنے والے کندھوں پاک پر سواری کرنے والے تمہیں قرآن
کلام خداوندی پڑھ کر قرآنی دلائل سے دعویٰ فرما کر متلاویں کہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام مرے نہیں تو آج تمہاری اس ایجاد کو ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد کون
تسلیم کرے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی گزر چکی ہے کہ ان عیسیٰ لحد یمت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں، تو
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم سے اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم سے حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو ثابت کر دیا اب بھی اگر کسی مرزائی کو شک گذرے تو اس کو امتدہی ہدایت دے،

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیدہ بھی حیات مسیح علیہ السلام پر ہی تھا جیسا کہ ما قبل ص ۱۵ پر مفصل گزر چکا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ بھی موجودہ مسلمانوں کے مطابق حیات مسیح ناصری علیہ السلام پر ہی تھا، جو ساڑھے تیرہ سو سال سے پھلا آرہا ہے،

تمام متقدمین و متاخرین محدثین کا عقیدہ

بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہی تھا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا

(۱)۔ بخاری شریف | باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا باب مقرر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی

اور قرب قیامت اور انکی سلطنت کے اعمال کی صحیح حدیثیں پیش کیں، اگر حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہوتے تو نزول مسیح علیہ السلام کا باب مقرر کر کے اپنے عقیدہ حیات مسیح کی وضاحت فرماتے، بلکہ وفات مسیح کا باب لکھتے۔ ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہی تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہی تھا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے

کی حدیثیں کتاب الایمان میں باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہا السلام تحریر فرما کر ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانا اور اس امت محمودیہ میں ان کی حکومت کا قائم ہونا اور قرب قیامت کفر کو سرے سے مٹا دینا مومن کا جزو ایمان ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے پر ایمان نہیں رکھتا اُس میں ایمان کا ایک حصہ نہیں ہے اور اس امت کی فضیلت کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائے گا، ملاحظہ ہو کتاب الایمان۔

(۲) مسلم شریف ۱/۸۷ | باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

حَاكِمًا بَشَرِيَّةً نَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَكْبَرُ إِمَامِ اللَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةِ تَرَادَهَا اللَّهُ شَيْئًا۔

یہ اس عبارت سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس امت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اُترنے کو جزو ایمان ثابت کر کے اپنے عقیدہ حقہ اسلامیہ پر تیسرے مسیح ناصری بیان فرمادیا،

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی عقیدہ حیات عیسیٰ بن مریم علیہا السلام پر یہی تھا

(۳) ابوداؤد ۲/۲۴۵ | حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے آسمان سے تشریف لانے کے بعد

احادیث صحیحہ سے اُن کو قاتل دجال ثابت کیا، ثابت ہوا، کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء الی الارض اور ان کے اعمال حکمیہ کے بھی قائل تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات مسیح ناصری

علیہ السلام اور نزول من السماء کا ملاحظہ ہو،

(۴) ترمذی شریف ۲/۴۶ | باب ماجاء فی نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامات قیامت میں

نزول عیسیٰ علیہ السلام کو شامل فرمایا ہے

ابن ماجہ ۳۰۵ | باب ثلثۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم
و خروج یاجوج و ماجوج .

محمد بن عبد اللہ حاکم کا عقیدہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے آسمان سے تشریف لانے پر تھا

(۶) - مستدرک $\frac{۲}{۴۸}$ | نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء -

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا۔

ان تمام مذکورہ بالا عبارات سے متقدمین محدثین کا عقیدہ تم کو جہات مسیح نامہ می اور ان کے آسمان سے تشریف لانے کو ثابت کرتا ہے۔

متاخرین محدثین کا عقیدہ بھی یہی تھا

شیخ علاؤ الدین علی صاحب کنز العمال کا عقیدہ بھی

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تھا

(۷) - کنز العمال $\frac{۷}{۳۴}$ | نزول عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
یہ باب تحریر کے تمام حدیثیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے قرب قیامت تشریف لانے کی بیان فرمائی ہیں۔

اے امت مرزائیہ! فراسی جہات انصاف تو ڈالیے کہ جب کسی محدث نے دلت مسیح علیہ السلام کا باب نہیں منقر فرمایا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا باب مقرر فرما کر حضرت عیسیٰ کے قریب قیامت آسمان سے تشریف لانے اور حکومت کرنے اور کفر مٹانے کی حدیثیں جمع فرمائیں۔ کیا ان تمام محدثین کے صحیح مذہب کو چھوڑ کر ایک مرزا غلام احمد صاحب کی اتباع میں اپنے ایمان کو رائیگان کرو، تو یہ تمہاری مرزائیت کا حصہ ہے اور کوئی مسلمان گوارہ نہیں کر سکتا۔

”مرزائی“۔ مردوں کا اس دنیا میں دوبارہ نہ آنا قرآن کریم سے ثابت ہے، اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا محال ثابت ہوگا اور دوبارہ دنیا میں لوٹاے جانے کے کفار ہی خواہشمند ہوں گے۔

”محمد عمر“۔ تمہارے اس استدلال کا حیات مسیح میں پیش کرنا باطل ہے۔ کیونکہ ہم حیات مسیح کے قائل ہیں، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی از روئے ادلہ صریحہ قرآن کریم و احادیث صریحہ مرفوعہ سے اور اجماع امت متقدمین سے زندگی بحسب عنصری ثابت ہے تو سرے سے آپ کو مردہ کہنے ہی سے اسلام اور قرآن کریم اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے اور ان سے خارج ہونا ہے۔

حیات عیسیٰ از اقوال بزرگان اسلام

مسلمانوں کے عقائد کی معتبر کتاب شرح عقائد نسفی ہے۔
عمر نسفی تحریر فرماتے ہیں

(۱)۔ شرح عقائد نسفی ۲۴ | وَمَا أَخْبَرَنِي بِهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مِنْ أَشْيَاءِ السَّاعَةِ أَيُّ مِنْ عِلَامَاتِهَا

مِنْ خُرُوجِ الدَّجَالِ وَدَاخِلَةِ الْأَرْضِ وَيَأْجُوتُ وَمَأْجُوتُ وَنَزُولِ
عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَطُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْزٍ بَيْنَا نَحْوُ حَقٍّ۔

اور علامات قیامت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی اطلاع فرمائی ہے -
 و جہاں کا لکھنا اور دابۃ الارض کا لکھنا اور یا جوج ماجوج کا لکھنا اور حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے لکھنا پس یہ تمام
 علامتیں حق ہیں -

کیوں جناب مرزا ائی صاحب! یہ ہے اصل اسلام کے عقائد کی کتاب
 جس میں صاف صاف قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے
 اترنا حق سچ لکھا ہوا ہے۔ تم بھی کسی کتاب عقائد سے موت حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام دکھاؤ تو یہی اگر تمہارا ہے پاس بھی سچ ہے تو وہ نہ خداوند کریم سے
 ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت سے عین رگی نہ اختیار کرو -

ذَیْنُزِلْ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ عَلٰی
 الْمُنَارِیۃِ الشَّرْقِیَّةِ فِیْ مَسْجِدِ الشَّامِ
 وَخَرُّوْا لِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ

(۲) - بدء الا مالی
 شرح لعلی قاری

وَقَتْلُهُ لَدَا الدُّیْمَانِ لِکُلِّ ذَا لَکَ وَاجِبٌ -

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے شام کی مسجد کے شرقی مینار پر اترینگے
 اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اترنا اور آپ کا و جہاں کو قتل کرنا ان تمام پر مسلمانوں کو
 ایمان لانا واجب ہے -

اِذَا خَزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ فِیْ صُوْرَتِیْۤ اَبْنِ
 ثَلَاثٍ وَثَلَاثِیْنِ -

(۳) مجمع بحاس الانوام

۲۳۶

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے

اترینگے تینتیس سال کی عمر کی صورت میں ہونگے -

وَكَانَ لَمْ یَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِهِ
 اِلَى السَّمَاءِ - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
 آسمان سے چڑھنے کے پہلے نکاح نہیں کیا تھا،

(۴) - تکمله مجمع البحار

الانوام ۸۵

كُوْنُ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ
 اِذَا خَزَلْنَا اِلَى الْاَرْضِ لَا یَحْكُمُ بَشَرٌ

کتاب الیواقیت والجوام

۲۲

لَفِيهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ قَبْلُ مَا فُجِعَ وَرَأَيْتُمْ يُحْكَمُ بِشَيْءٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے زمین کی طرف نازل ہو گئے، اپنی شریعت
کے مطابق فیصلہ نہ کرینگے، جس شریعت پر وہ رفع سے پہلے تھے اور سوائے شریعت
محمدی کے اور کسی سے فیصلہ نہ کرینگے۔

فَلَمَّا دَخَلَ إِذَا بِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِجَسَدٍ عَيْنُهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَمُتْ
إِلَى الْآنَ بَلْ مَا نَعَهُ اللَّهُ إِلَى هَذِهِ

کتاب الیواقیت والحوادث
۳۴

السَّمَاءِ وَاسْكُنَتْ فِيهَا وَحَكَمَهُ فِيهَا۔

تو جب بنی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے آسمان میں داخل ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام
اپنے جسم عینی کے ساتھ ہیں، پھر بے شک وہ اب تک فوت نہیں ہوئے، بلکہ
اللہ تعالیٰ نے اس کو اس آسمان کی طرف اٹھالیا اور اسی آسمان میں حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو بٹھرایا، اور اسی میں اس کو حکم دیا۔

(۷)۔ فتوحات مکیہ
لمحی الدین ابن عربی
۱۲۵

إِنَّهُ لَا بُدَّ أَنْ يَنْزِلَ فِي هَذِهِ
الْأُمَّةِ فِي أَحَدِ النَّبِيِّينَ وَيَحْكُمُ
بِسُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور اترینگے

اس اُمت میں آخر زمانہ میں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ
کرینگے۔

یہ ہے حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور فرمان جن کے ارشادات
رد و بدل کر کے تم مرزائی ہمیشہ ٹریکٹوں، اشتہاروں کی صورتوں میں شائع کرتے
رہتے ہو، اور محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان رکھتے ہو تو آؤ اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے قائل ہو جاؤ۔

علامہ نووی شراح مسلم شریف کا مسلک

مسلم شریف ۲/۳۰۴

نبی اللہ عیسیٰ ابن مریم کے ماتحت امام نووی رقم طراز ہیں۔

ای بندل من السماء یعنی اُتارے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان سے۔

کیوں جی مرزائی صاحب اقدائے شارقین رحمہم اللہ تعالیٰ کو حیات مسیح علیہ السلام کی حدیثیں زیادہ سمجھ میں آئیں یا نہیں آج چودھویں صدی میں زیادہ سمجھ میں آئیں۔

مسلم شریف ۱/۸۷ (شم بقول ابوہی بیرہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت علامہ نووی فرماتے ہیں۔)

شم بقول ابوہی بیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راقی واران شئتو واران من اهل الكتاب الا لئو منن به قبل مو حید ففیہ دلا لظاہری ان ان مذهب الیٰ ہنی بیرہ فی الایۃ ان الصییر فی موبد یفود عیسیٰ عیسیٰ عبد السلام د مضافا ہا د ما من اهل الکتاب احد یكون فی من نزول عیسیٰ علیہ السلام اننا امن بعیسی۔

پھر بقول ابوہی بیرہ راقی واران شئتو الخ میں دلالت ظاہر ہے، اس بات پر کہ ابوہی بیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب آیت مذکورہ بالا میں یہ ہے کہ ضمیر سو بتد میں عیسیٰ علیہ السلام پر لوٹتی ہے، اس کے معنی یوں ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں کوئی اہل کتاب سے نہ رہیگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے گا آگے فرمایا۔

فان عیسیٰ علیہ السلام علو من اعلا الساعۃ۔

پھر بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامات سے علامت

تحقیق حیات مسیح ^{علیہ السلام} از مفسرین و مؤرخین

علامہ محمد الدین اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مفسر قرآن و

مؤرخ اسلام کا عقیدہ

(۸) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۷

شَهِدَ رَبُّهُ تَرَفَعَدُّ إِلَيْهِ ذَاتُهُ بَاقٍ
عَلَىٰ ذَاتِهِ سَيَبْدُلُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ -

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا اور بے شک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
باقی ہیں زندہ ہیں، اور بے شک وہ عنقریب قیامت کے پہلے اترینگے، جیسا کہ اس
پر متواترہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں، اور پھر متواترہ حدیثیں لکھی ہیں، جن کے لئے ایسا
باب لکھا ہے۔

(۹) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۷۸

ذَكَرَ الْأَحَادِيثُ الْوَارِيَّةُ فِي سُرُودِ
عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ مِنَ السَّمَاءِ
فِي اخْبَرِ النَّاسَ أَنَّ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَرَأَى
يَدْعُو إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ -

آگے تمام احادیث صحیحہ بیان فرمائی ہیں۔ اور

تاریخ ابن کثیر میں یوں باب مفسر فرمایا ہے

(۱۰) البدایہ والنہایہ
تاریخ لابن کثیر ۲/ ۹۱

(ذکر کی دفع عیسیٰ علیہ السلام، الی السماء)

(۱۱) ابن کثیر ۲/۹۲

وَرَفَعَ عِيسَىٰ مِنْ مَوْتِهِ مَذْبُوحًا فِي الْمَقْبَرَةِ إِلَى السَّمَاءِ
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن شدن سے
آسمان کی طرف چڑھائے گئے۔

مفسر قرآن علامہ علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن

عقیدہ اکابر

(۱۲) تفسیر خازن ۱/۲۹۳

وَرَفَعَهُ مَذْبُوحًا إِلَى السَّمَاءِ

اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے
آسمان کی طرف اٹھالیا۔

فَمَكَثَ فِي رِسَالَتِهِ ثَلَاثِينَ شَهْرًا ثُمَّ رَفَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت میں تیس بیسے گزارے، پھر ان کو اللہ
تعالیٰ نے اٹھالیا۔

وَبُكَدَ النَّاسَ كَمَا لَعَدَ نَزُولُهُ مِنَ السَّمَاءِ وَبَنَىٰ نَصْرًا عَلَى
أَشْهُ سَيَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ
اور لوگوں کو ادا پڑے عمر میں کلام کریں گے آسمان سے اترنے کے بعد اور اس مسئلہ
میں نص (قرآنی) موجود ہے، کہ عنقریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین کی
طرف اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

ان قرآن دانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر اترنے کی سمجھ
قرآن کریم سے آئی، لیکن ہماری عقل میڈی ان انگلیڈ نے الٹ سمجھ لیا۔

(۱۳) تفسیر خازن ۱/۲۹۳

فَاخْبَرَ أَنَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ رَفَعَ بِتَمَامِهِ إِلَى السَّمَاءِ
بِرُوحِهِ وَجَسَدِهِ جَمِيعًا

پس اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف
معدنہ اپنے روح اور جسم کے تمام کے تمام چڑھائے گئے ہیں
اسے فرقہ مرزائیہ! یہ ہے عقیدہ متقدمین اصل اسلام کا جو قرآن کی تفسیر رکھنے

میں اور تاریخ اسدم لکھنے میں پیش پیش ہیں۔ اگر تم اس عقیدہ کو اپنے مرزائے نادبانی کی انتہا کی بنا پر ٹھکراؤ۔ نو خداوند تعالیٰ ہمیں ہدایت دے، ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تم اس کے حکام کو ٹھکرانے والے بننا ست کو ٹھکرا لے جاؤ گے، یہ بھنے فرآن کریم سمجھنے والے، تم بچائے مرزائی تعزیرات برطانہ سمجھنے والے اُن کے مقابلے میں کیا وقعت رکھتے ہو۔ کیا یہ تمام متقدمین و متاخرین معاذ اللہ گمراہ رہے ہیں، اگر اسلام کا خیال رکھنے کو کچھ تو سوچو۔

”مرزائی“۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی، وہ اپنی عمر نبوت چلے میں۔

”محمد عمر“۔ فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے، لیکن کچھ عرض کر دیتا ہوں، اس کا جواب علامہ ابن کثیر دے چکے ہیں۔

(۱۴) ابن کثیر رحمہ اللہ
وَأَمَّا حَكَاةُ ابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ نَعِيهِمْ أَمْدَ
رَفَعَ دَلَهُ بِمِائَةِ وَخَمْسُونَ مَدَّةً فَشَادَّ غَرِيبَ
لَعِينًا۔

اور لیکن جس کو ابن عساکر نے ان کے بعض سے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو پچاس سال کی عمر میں اٹھائے گئے پس شاذ ہے غریب ہے۔ اصول محدثین سے بعید ہے۔

ابن عساکر کی یہ بات تو ہمیں بڑی کھٹکی لیکن آگے اس کے لکھا ہے اَنَّهُ نَذَرَ نَحْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى اللَّهِ عَسَاكَ وَمَسْلَمَةَ فِي حُجْرَتِهِ۔
اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کے حجرہ میں دفن کئے جادینے۔

کیوں جناب وکیل صاحب! جس کتاب کو اٹھاتے ہو وہی تمہارے مخالف ہونی ہے کیونکہ تم جہاز محمدی کو تھوڑ کر ایسے تنکے کا سہارا لیتے ہو، جو تمہیں سوا ڈھونے کے اور کچھ نفع نہیں دیتا اور نہ انشاء اللہ دیکھا۔ اور نہ دے سکتا ہے۔

حضرت ضحاک مفسر قرآن کا عقیدہ

حدیث عن الحسن بن صالح سمعت ما را ذنول الجبر
عبد قال سمعت النضر بن عبد الله يقول في قوله وَاسْتَعِمْ
إِلَّهًا عَلَيْهِ سَيِّئَاتُكَ إِنَّهُ غَفُورٌ دَلِيلٌ
لِّمَا مَكَدٍ

ابن جریر ۲۵/۴۹

حضرت عیسا کا کہنا تھا کہ اے اللہ کے مصلحتی! میں حضرت
عبداللہ بن مریم علیہما السلام کا لنگھ اور ان کا آسمان سے ترنا قیامت
کے پہلے (یہ نشان قیامت ہے)

مورخین اسلام کا عقیدہ بھی حیاتِ مستحکم کا ہے

فَرَفَنَّهُ اِنْ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ تِلْكَ الْبَرِّيَّةِ
..... وَرَجَعَ دَلِيزِيْمًا
چڑھائے گئے اور مرے نہیں

(۱۶) تاریخ کامل لابن اثیر

1

(۱۷) تاریخ طبری

۱۸. تاریخ کامل لادین اثیر

194

يَبْقَوْنَ عَلَيْهِ وَيَأْتُونَ عَلَيْهِ
الْمَرْوَاتِ حَتَّى آتَوْا بِهِ الْخَشَبَةَ الَّتِي
أَمَرُوا أَنْ يَصْلِبُوا عَلَيْهَا فَزَنَعَهُ
اللَّهُ رَبُّهُ وَعَلَبُوا أَمْسِيَهُ لَمَمٌ فَمَكَتَ
سَعَاتُ نَارٍ أَمْسِيَهُ وَالْمَرْوَةُ الَّتِي كَانَ

عِيسَى نَبْدَا وَنَبَهَا نَاثِرَاءَ هَا اَللّٰهُ مِنَ الرّٰجُوْنَ جَاءَ تَاثِيْبِيَّانَ عِنْدَ
الْمُصْلُوْبِ دَجَاءَ هُمَا عِيسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلٰى مَنْ تَكِيَّانِ فَقَالَ
عَلَيْكَ فَقَالَ اِنِّيْ نَدَرْتُ فَعَنِيَ اللّٰهُ الْاَلْبَبُ وَلَمْ يُعِصْنِي الْاَخِيْرُ وَاِنْ هَذِيْنِيْ
شَبَّهَ لَهُمْ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وہ لوگ حقوکتے اور ان پر کانٹے ڈالتے، حتیٰ تک کہ ایک

ایسی نگرہی رہے جس پر انہوں نے صلیب دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور ان کے مشیل کو انہوں نے صلیب پر لٹکا دیا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی ساٹھ دن ہی قیام فرمایا۔ پھر ان کی والدہ بمعیت اس عورت کے جس کا آپ نے در کیا تھا تو اللہ نے اس کو دیوانگی سے تندرست کیا مصلوب کے پاس روٹی ہوئی آٹیں تو ان دونوں کے پاس حضرت عیسیٰ تشریف لائے تو فرمایا کس پر روٹی ہو، تو ان دونوں نے کہا تجھ پر تو آپ نے فرمایا ٹھیک، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اور سوائے بہتری کے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور ضرور یہ (مصلوب) ادا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرا مشیل بنایا تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے جا چکے ہیں۔ یہودی صلیب پر ان کو نہیں لٹکا سکے۔ اور ان کا مشیل بھی دار پر لٹکایا جا چکا ہے۔ آئیے اب ابن عساکر سے ہی آپ کی تسلی کرادیں وحی الحافظ ابن عساکر۔

ذَهَبَتْ نَحْوَ الْقَبْرِ فَلَمَّا دَنَتْ مِنَ الْقَبْرِ
نَالَ لَهَا جِبْرِيلُ وَخَرُّنَاهُ يَمْرُؤًا مَيِّتًا
تُرِيدِينَ نَفَالَتْ أَسْوَدُ قَبْرِ الْمَسِيحِ

(۱۹) تاریخ ابن کثیر

۹۴

فَقَالَ سَمِعَ يَمْرُؤًا هَذَا لَيْسَ الْمَسِيحُ إِنَّ اللَّهَ

حَدَّثَنِي الْمَسِيحُ وَطَهَّرَهُ مِنَ الذَّنْبِ كَفَرُوا وَلَكِنْ هَذَا الْفَتَى الَّذِي
شُبِّهَهُ عَلَيْهِ وَصُيْبَ وَقْتِيلَ بَدَا لَهُ ... قَاتِ غِيصَةً كَذَا كَذَا
ذَلِكَ تَلْقَيْنَ الْمَسِيحَ ... تَوَجَّدَتْ عِيسَى فِي الْغِيصَةِ نَمَامًا حَا
أَسْمَاءَ رَأَيْتُهَا وَكَتَبْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ رَأْسِهَا وَجَعَلْتُ بَدَنُ عَوَالِهَا
كَمَا كَانَ يَفْعَلُ وَقَالَ يَا أُمَّهُ إِنَّ الْقَوْمَ لَمُيَقْسُونِي وَلَكِنَّ اللَّهَ
رَافَعَنِي رَأْيِي دَاوُدَ بْنَ رِئَاسَةِ ... ثُمَّ صَعِدَ عِيسَى .

حضرت مریم علیہا السلام قبر کی طرف تشریف لے گئیں۔ تو جب قبر کے پاس پہنچیں آپ کو جبریل علیہ السلام نے کہا اور آپ اس کو پہچانتی تھیں، انے مریم کہا کہ ارادہ رکھتی ہو، تو حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا، مسیح کی قبر کی زیارت کو جا رہی ہوں، ... نو جبریل علیہ السلام نے فرمایا حقیقتہً یہ مسیح نہیں ہے، مسیح

کو اللہ تعالیٰ نے اُٹھا لیا ہے، اور کفار سے پاک کر لیا ہے۔ اور لیکن یہ جوان اس کا شیل ہے اور صلیب دیا گیا اور اس کی جگہ قتل کیا گیا۔۔۔۔۔ پس تو فلاں جنگل میں آ تو، تو ضرور مسیح سے ملاقات کر لیگی تو حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنگل میں پایا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کو دیکھا تو آپ کی طرف لپکے اور والدہ پر منہ کے بل گرے اور سر کو بوسہ دیا اور ہمیشہ کی عادت کے مطابق دعا دی اور فرمایا، اے ماں حقیقت مجھے قوم قتل نہ کر سکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف اُٹھا لیا ہے، اور پری ملاقات کے لئے مجھے اُس نے اجازت دی ہے۔۔۔۔۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چڑھ گئے (آسمان کو)

(۲۰) تاریخ ابن خلدون ۱/۲۷۳ | نَزَّلَ الْمُبِیْحُ فَيَحْكُمُنِي الْآخِرُ
مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ ذَقْدُ ذَمِّ

فِي الْحَدِيثِ أَنَّ عِيسَى بَنِي بَنِي عِندَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِي دَمَشَقٍ
يُنْزِلُ بَيْنَ مَقْعِدِ ذَيْتَيْنِ يُعْنِي حُلَّتَيْنِ مَزْعُفَتَيْنِ صَفْرَائِيْنِ
مَنْصَرَّتَيْنِ رَاضِعَا كَفَّتَيْنِ عَلَى أَجْنَحَتِي أَمْلَكَيْنِ لَهُ لُمْتَةٌ كَأَنَّمَا خَرَجَ
مِنْ دِيْمَاسٍ إِذَا طَاطَا رَأْسُهُ قَطْرٌ وَإِذَا نَزَلَ نَعْدَى مِنْهُ جَمَانٌ
كَأَنَّكَ لَوْ كَثِيرٌ خَيْلَانِ الْوَحْبَةِ وَحَدِيثُ أَخْرَ مَرْبُوعِ الْخَلْقِ وَ
رَأَى الْبَيَاضَ وَالْحُمْرَةَ وَرَأَى الْخَضْرَاءَ يَتَزَوَّجُ فِي الْغَرَابِ وَ
الْغُرَبَاتِ أَدْلُو الْبَارِدِيَّةِ يَرِيدُ أَنْ يَتَرَدَّجَ مِنْهَا وَتَلْدُ
نَ دُجَّتُهُ وَذُكْرُ دَنَاسَةٍ بَعْدَ أَنْ بَعِثَتْ عَامًّا وَحَاءً أَنْ عِيسَى
يَمُوتُ بِالْمَكْدُونَةِ

پس علیہ السلام اُترینگے نوز میں میں حکومت کریں گے جو اللہ چاہے گا کہا اُس نے
اور حدیث شریف میں ضرور مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید
شرق منار کے پاس اُترینگے۔ وہ دو چادریں پہنے ہوئے اُترینگے اور شترؤں کے
دونوں پردوں پر اپنی دونوں ہتھیلیاں رکھے ہونگے۔ اُن کے لمبے بال ہونگے گویا کہ
وہ تمام سے (غسل کر کے) نکلے ہیں اس دنت اُن کے سر سے پانی کے قطرے

گر لے ہونگے اور جب اُن کو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُٹھایا۔ بہت موتوں سے ملوں
والے جہرے کی طرح جس سے یہاں کی بار یک دینے کے گریے ہیں اور ایک دوسری
حدیث میں مبالغہ اور گندم گونگ ایک اور دوسری حدیث میں سے کہ غریب میں
رکعت کرے، ارادہ کرے کہ اس سے رکعت کرے۔ اس سے رکعت کرے اور ان کی
اولاد بھی اُن سے ہوگی اور ان کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ چالیس سال کے بعد
(دوب ہوئے) اور کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینے میں فوت ہوئے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ کا

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و
السلام بعد از نزول بمذہب امام ابو
خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمل خواہر
کرد۔

مکتوبات شریف دفتر اول
جلد پنجم ۷۳

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اترنے کے بعد
امام ابوخلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق عمل کرینے
اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے
تسریف لانا اور صداقت حق مذہب کہ یہ ایک مذہب ہے جو دنیا میں مصطفیٰ
صی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ جس کا توازن صحیح مطابق
قرآن و حدیث ہے۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ
حیات مسیح علیہ السلام

ما ثبت بالسنتین ۵۸ | دلفن اہل اسیر عن سعید بن مسیب

بِأَنَّ لَبْنِي فِي النَّعْبِ مَوْضِعٌ فَتَرَى لَمَعَةً سِرّاً يَدْفَنُ فِيهِ
عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ .

اور بل سبر نے نقل کیا ہے سعد بن ابی سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے
فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد حصر میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے جس
میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جائیں گے۔

پاکٹ بک ص ۳۲۵ کے جوابات

مرزائیوں کا وفات مسیح علیہ السلام پر غلط استنباط

(۱) "مرزائی" - ہم نے جو پہلے دلائل پیش کئے ہیں ان کا تو تم نے بالترتیب جواب
دے دیا اور ہماری ہر بات کو تم نے بناوٹ ہی ثابت کر دیا، خیر اب ائمہ سلف سے کچھ اپنے
شبہات کو دور کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ ہمارے خادم صاحب نے اپنی مکمل پاکٹ بک کے
ص ۲۲۵ سے ص ۲۲۸ تک ائمہ سلف کے اقوال پیش کئے ہیں، جس سے وفات مسیح ثابت
ہوتا ہے، اگر ان کا بھی جواب مفصل دیدو گے تو میں انشاء اللہ ضرور مسلمان ہو جاؤں گا۔ دیگر
امام بخاری نے بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول "فَلَمَّا
تَوَقَّيْتَنِي" والی مفصل حدیث اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ درج کر کے اپنا
عقیدہ وفات مسیح کا ثابت کر دیا۔

"محمد عمر" - یہ استنباط مرزائیوں کا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں، اگر ان کا عقیدہ
وفات مسیح ہوتا، تو جیسا کہ ان کا طریقہ ہے، وفات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا باب
مقرر کر کے اور اس کے ماتحت حدیث وفات مسیح کی تحریر فرماتے ہیں، جب امام بخاری رحمۃ
اللہ علیہ نے بجائے وفات مسیح کے باب لکھنے کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا
باب مقرر فرمایا اور اس کے ماتحت حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کارنامے کی حدیثیں

صحیح پیش فرمائیں، تو انہوں نے اپنا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا ظاہر کر دیا، اور اگر کوئی اُن کی کتاب سے غلط استنباط کرے تو یہ اُن کا عقیدہ نہیں بن سکتا، اُن کا عقیدہ وہی ہے جس پر انہوں نے باب مقرر کر کے حدیثیں پیش کیں، اگر ایک افواہ بلا سند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر دی تو وہ خبر کا درجہ نہیں رکھتی، بھلا یہ تو بتاؤ، کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تھے کہ انہوں نے ایک دیسی ہی افواہ لکھ دی تو تم نے فوراً حجت بنالی، اور جو انہوں نے بخاری شریف میں احادیث صحیحہ لکھ کر حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کارنامے اور اُن کا قرب قیامت اُترنا بتا کر دیا، تو تم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مسیح علیہ السلام کی ان تمام روایات صحیحہ کو ٹھکرا کر کہہ دیا کہ جی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی وفات مسیح پر تھا، کیا کوئی مسلمان یہ تسلیم کر سکتا ہے، کہ مرزائی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ائمہ سلف سے شمار کرتے ہیں؟ یہ تمہارا کہنا محض مسلمانوں کو دھوکا دہی ہے کہ ہم امام بخاری کو تسلیم کرتے ہیں، اگر یہ واقعی سچ ہے تو

مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام حاصل کیجئے۔

ادبی

بخاری شریف سے دکھائیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب وفات مسیح کہیں لکھا ہو، وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا اِنَّ تَفْعَلُوْا فَاْتَقُوْا النَّاسَ الَّذِيْنَ وَتُوْدُّهَا النَّاسُ وَالْحِجَارُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ۝ اور فقرہ دعویٰ سے کہتا ہے کہ تم قیامت تک نہیں دکھا سکتے اگر کہیں باب مقرر ہوتا یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوئی حدیث وفات مسیح علیہ السلام کی بیان فرماتے تو تمہاری پاکٹ بک میں حدیثوں کے بیان میں درج ہوتی، تم تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہو، تمہارا تو ائمہ حدیث سے کسی نے ساتھ دیا ہی نہیں، جیسا کہ پاکٹ بک ص ۳۱۹ تا ص ۳۲۴ سے اظہر من الشمس ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ کی اور فلما تَوَفَّيْتَنِيْ کی تحقیق پہلے مفصل گذر چکی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

”مرزائی“۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مجمع بحار الانوار میں صاف لکھا ہے۔ کہ وہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے،

”محمد عمر“۔ خادم صاحب پُرانے حوالہ چور شہور میں، نہ کوئی کتاب دیکھے اور نہ کوئی چوری ظاہر کرے، لیکن خادم صاحب کوئی چوری لکھانے والا بھی پہنچ ہی جاتا ہے، سنئے۔

مجمع البحار الانوار ۲۸۶

سَنَةً دَلَّ عَلَیْهَا اَرَادَ رَفْعُهُ رَأَى السَّمَاءَ

اور اکثر یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور کہا مالک نے تینیس برس کی عمر میں مر گئے ہیں، اور شاید مالک کا ارادہ اوپر چڑھنے کا ہو،

یہ بہت اسل حوالہ مجمع البحار کا، اب خادم صاحب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ صاحب مجمع البحار پر ہے تو انہوں نے تو فرما دیا کہ اکثریت مسلمانوں کی اسی بات پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے، اَلَا مَنْ شَدَّ شَدًّا فِی النَّارِ اور مالک نے کہا ہے کہ تینیس سال کی عمر میں مر گئے اور شاید اُن کا ارادہ بھی اس سے آسمان پر چڑھنا ہی ہو، تو اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ بِرَیْمَانِ لے آؤ، باقی رہا صاحب مجمع البحار کا کہنا قال مالک مات تو یہ امام مالک کا قول نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر ان کا قول ہوتا تو آپ اپنی کتاب موطا میں درج فرماتے، بلکہ بجائے اس کے

موطای امام مالک ۳۶۸

پر صفة عیسیٰ بن مریم والد جال کا باب مقرر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کے صفات اکٹھے بیان فرما رہے ہیں، تاکہ ثابت ہو جائے کہ آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے دجال کے زمانہ میں ان کے مقابلہ میں اترینگے، ورنہ دجال کے ساتھ ان کی صفات کو ایک باب میں بیان نہ فرماتے، لہذا اس سے ثابت ہوا، کہ تمام محدثین کے مطابق ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیات مسیح علیہ السلام پر تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ حدیث کو بھی بیان فرمایا جو آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طواف کرتے خانہ کعبہ میں ملاحظہ فرمایا، اس دلیل حیات مسیح علیہ السلام کو بھی پیش کرنا آپ کے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام پر دال۔ اور وفات مسیح

کا مسئلہ تمام موطا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان نہیں فرمایا، تو ثابت ہوا، کہ یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں، اب تم سے فقیر دریافت کرتا ہے، کہ مالک بیابلیں مشہور ہیں، تم کیسے ایک امام مالک کی تخصیص کر سکتے ہو، دیکھو کذب اسماء رجال، لہذا ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تخصیص غلط اور پھر ان کا یہ عقیدہ بھی نہیں، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

دوسرا جواب۔ اگر تم ہر صورت ہی تمام باتوں کا انکار کر کے یہی رٹو کہ نہیں یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے، تو یہ بھی حجت نہیں ہو سکتا، کیونکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بات اپنی طرف سے کبھی نہ فرمائی تھی چنانچہ فرمایا۔

وَقَالَ رَأْبُ بْنُ حَرْمٍ عَنْهُ آتَتْهُ لَمَّا
حَضَّتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ لَقَدْ وَدِدْتُ
الآنَ أَنِّي أَضْرِبُ عَلَى كُلِّ مَسْأَلَةٍ

الميزان الكبير للشعرانی

۵۹

قُلْتُهَا بِرَأْيِ سَوَاطٍ۔

اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الموت میں فرمایا کہ جو مسئلہ میں نے اپنی رائے سے لکھا ہو (یعنی جو مسئلہ میں نے اپنی طرف سے بیان کیا ہو، مثلاً قال مالک کہا ہو) تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس میں کوڑے سے سزا دیا جاؤں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کو منسوب کرنا ہی غلط ثابت ہوا، آپ نے قال مالک کبھی کہا ہی نہیں، کیونکہ ان کو علم تھا، کہ تمام عمر میں اور اگر تمام عمر میں کوئی ہے بھی تو اپنے آخری وقت میں اپنے فرمودہ اقوال پر قلم پھیر دی، کہ ان اقوال کوئی اغتبا نہ کیا جاوے۔

لہذا یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی بقول مہارے مسلمانوں کے لئے حجت نہیں ہو سکتا، کیونکہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اقوال کو غیر معتبر ثابت کر دیا، تمہارا یہ استدلال قطعاً بے بنیاد ثابت ہوا،

(۳)۔ "مرزائی"۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام مالک پر انکار ثابت نہیں، لہذا ثابت ہوا، کہ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

”محمد عمر“ فقر نے پہلے ثابت کر دیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تھا جیسا کہ موطا امام مالک سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی شاگرد کی کسی کتاب میں صحت عیسیٰ ثابت نہیں، لہذا ایسے غیر معتبر قول کو جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے کسی نے سنا نہیں، اور نہ اس کی اشاعت ہوئی، تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک یہ قول پہنچتا تو آپ رد نہ فرماتے تو ہمارا کہنا صحیح ہو سکتا تھا۔
آؤ تو ذرا مرد میدان بنو۔ فقیر

یکصد روپیہ انعام

اُس مرزائی کو پیش کرتا ہے جو یہ بات ثابت کر دے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ قول پیش کیا گیا، یا اس وقت یہ قول شائع تھا، لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد نہیں کیا، ورنہ سینے فقیر نہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف کردہ مشہور کتاب فقہ اکبر سے حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت کرتا ہے، جیسا کہ موطا امام مالک سے جو امام مالک کی اپنی مرتبہ کتاب ہے، حیات صحیح ثابت کر چکا ہے، عقیدہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تھا۔

فقہ اکبر مصنفہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

وَشَدُّ قَوْلِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ
وَسَابِقُ عَلَامَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَلَى مَا
دُرِّدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ حَقٌّ

كَأَنَّ دَانَ اللَّهِ تَعَالَى يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا حق ہے، ہونیوالا ہے۔ ابھی اترے نہیں، اترنے والے ہیں، جیسا کہ قیامت کی تمام علامات احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا حق ہے، ابھی اترے نہیں، اترنے والے ہیں، اب تم حنفی مسلمانوں کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم شریف لے کر دھوکا دو، تو

یہ محال ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اصناف کو حیاتِ مسیح عیسیٰ علیہ السلام اور قربِ قیامت اُن کے آسمان سے اترنے کا سبق دے رہی ہے۔ اس کو بھی دکیل صاحب کے سجاہل عارفانہ سے سمجھتا ہوں۔

(۴) - مرزائیؒ: اچھا مولوی صاحب! امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا عقیدہ تو ثابت ہو گیا کہ حیاتِ مسیح پر تھا، لیکن صاحبین اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام پر تھا،

”محمد عمر“ جب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہو گیا، کیا تم مرزائی صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کو اُن کا مقلد نہیں سمجھتے؟ اگر ہیں اور ضرور ہیں تو حوان کا مقلد ہے اس کا عقیدہ بھی حیاتِ مسیح کا ہونا لازمی ہے ورنہ حنفی کہلانے کا حقدار نہیں لہذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی حیاتِ مسیح علیہ السلام لازمی ہوا۔

باقی رہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تو اس کے کئی جوابات ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ آپ کی تصنیفات ہی اس طرف رائج نہیں، کیونکہ اس طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین نہیں، جب تک تمام کی تحقیق نہ ہو، جھوٹ کہنا کہ وہ اس مسئلہ میں ساکت ہیں یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہے، دوسرا جواب: اگر بالفرض ساکت بھی ہوں، تو یہ ثبوت کا اقرار ہے نہ کہ انکار کا، کم از کم اگر تم عوام کی اصطلاح کو بھی پس پشت نہ ڈالتے اور انصاف سے کام لیتے تو خاموشی رضا پر زوال ہے کہ نظر انداز نہ کرتے، اور نہ اُس وقت کوئی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا قائل ہی تھا، کہ آپ کو اس کے رو کی ضرورت پڑتی، ورنہ ثابت کرو کہ اس وقت وفاتِ مسیح والے موجود تھے، تیسرا جواب: آپ نے ختم نبوت کے مسئلہ کو خوب واضح لکھا ہے، مرزائی اس کے کب عامل ہیں، چوتھا: اب۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مَقْدَمُ كِتَابِ الْأَمَامِ | (قال الشافعي) رحمة الله عليه دي هذا
الحديث دلائل ان احداها قبول الخبر
والاخرى ان يقبل الخبر في الوقت الذي ثبت فيه وان لم يمتض عمل من احد

مِنْ الْاِئِمَّةِ بِمِثْلِ الْخَبَرِ الَّذِي تَقْبَلُوهُ..... وَذَلِكَ عَلَى اَنَّ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَثْبُتُ بِنَفْسِهِ لَا بِعَمَلِ خَيْرٍ بَعْدَهُ.

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث (مذکورہ بالا) میں دو دلائل ہیں، ایک حدیث کو قبول کرنا اور دوسری بات یہ کہ جب حدیث سنی ثابت ہو جائے، اس وقت قبول کی جائے، خواہ تمام اماموں سے کسی امام کا عمل اس پر نہ گذرا ہو، اس حدیث کو جس کو انہوں نے قبول کیا ہے۔ ... اور اس بات پر بھی دلالت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنفسہ حجت ہے، ثابت ہے نہ اس کے بعد غیر کے عمل کرنے سے حجت ہو سکتی ہے، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمادیا کہ جو مسئلہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو کوئی امام اس کو کہے یا نہ کہے، اُس پر عمل کرے یا نہ کرے اس حدیث پر فوراً ایمان لانا چاہیے، کیونکہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود ہی حجت ہے یہ نہیں کہ امام شافعی اس کو کہیں تو حدیث حجت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں، اب مرزا بیہ کی کہنا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اس کو نہیں فرمایا لہذا ثابت ہوا کہ حیات یسوع کا مسئلہ قرآن و حدیث سے بھی ثابت نہیں، مگر یہ قانون امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام نے مسترد فرما دیا، اور احادیث صحیحہ سے حیات یسوع علیہ السلام و نزولہ من السماء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا، ان کا سکوت ثابت کر رہا ہے، ورنہ نہ رجحان فرماتے پانچواں جواب، جتنے شوافعین ہیں، تمام پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان ہے سوائے امام بیہقی کے، کیونکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ نے شافعی مذہب کی اتنی صحیح اور زیادہ اشاعت فرمائی ہے، کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

طبقات الشافعية الكبرى

مصنف تاج الدين السبكي رحمۃ اللہ علیہ

۴

وَقَالَ اِمَامُ الْحَزْمِيْنَ مَا مِنْ شَافِعِيٍّ اَكَادَ لِلشَّافِعِيِّ فِي عَقِيْدَةِ مِلَّةٍ اِلَّا اَلْبَيْهَقِيُّ وَنَظَرْنَا عَلَى الشَّافِعِيِّ مِلَّةً يَتَمَنَّى فِيْ نَصْرَةِ هَذِهِ وَآثَارِ بَيْلِهِ.

اور امام الحرمین الشریفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شافعی نہیں، مگر اس کی گردن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان ہے سوائے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے، کیونکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر ہے، اس کے مذہب اور اس کے اقوال کی امداد

جو اس کی تصانیف میں ثابت ہے۔

تو ثابت ہو کر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و مذہب کے اتنے حقیقی ترجمان ثابت ہو گئے تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی احادیث صحیحہ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب حیات مسیح و نزولہ من السماء الی الارض کو ثابت کر دیا۔ جیسا کہ

بیہقی شریف ۹ | بہ اور باقی کئی مقامات پر حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی پرزور حدیثیں آسمان سے اترنے کی درج فرمائی ہیں جس پر ہمیں بھی انکار نہیں،

لہذا ثابت ہو کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی اسی بنا پر حیات مسیح اور قرب قیامت اُن کا آسمان سے زمین پر تشریف لانا ہی تھا،

چھٹا جواب یہ ہے کہ جتنے مفسرین شوافعین ہیں جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، اور جتنے محدثین شوافعین ہیں تمام کا عقیدہ حیات مسیح و نزولہ من السماء پر ہی ہے۔ اُن کا حیات مسیح علیہ السلام کو پرزور بیان کرنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کا اظہار

وَ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ يُونُسَ رَ
إِنَّمَا أَرَادَ نَزْدُهُ مِنْ السَّمَاءِ بَعْدَ الرَّفْعِ

کتاب الاسماء
والصفات للبیہقی
ص ۱۷

ساتواں جواب۔ مرزائیوں کے لئے اور ائمہ کرام کہیں یا نہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا صاف صاف عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کا فقہ اکبر میں اظہار من الشمس واضح ہو گیا، تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے فرمان کے مقابلہ میں باقی اماموں کی طرف توجہ پھیرنا یا پھر انامرزا ایت سے خارج ہونا ہے، سنیئے۔ مرزائی کس کس کا استدلال لے سکتے ہیں۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے، کہ اگر حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو، تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو، اس پر وہ عمل کریں، اور انسان کی بنائی ہوئی

ربوب بر مباحثہ بٹالوی و جکڑالوی
صفحہ ۱۰۔ مؤلف مرزا غلام احمد صاحب
قادیانی

فقہ پر اس کو ترجیح نہ دیں، اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن

میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں، کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔

لہذا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ واضح ہو گیا، تو اب دوسرے ائمہ کرام کی طرف رغبت کرنا مرزا یثویں کو بقول مرزا صاحب مرزا ائیت سے خارج کرتا ہے۔

کہوں جناب تم مرزائی تو قرآن کریم کو چھوڑ گئے، احادیث صحیحہ اجماعیہ کو بھی ترک کر دیا، اب ائمہ کرام پر بہتان لگا کر لوگوں کو دھوکا دینا شروع کر دیا، تاکہ جب اماموں کا نام لیا جائے گا، بات صحیح ہو یا نہ، کون پوچھتا ہے، اماموں کے ماننے والے خود بخود ہمارے متبع بن جائیں گے، جناب وکیل صاحب! وہ سادگی کا زمانہ گزر چکا، اب ہر شخص تحقیق کا خواہاں ہے، جب ان کو ائمہ کرام سے محدثین ہوں یا مفسرین قرآن کریم کے مطابق حیات مسیح علیہ السلام اور ان کے قرب قیامت تشریف لانے کے دلائل مل رہے ہیں تو وہ لوگ ایسی واضحات آیات فرقہ نبیہ کو چھوڑ کر اور احادیث صحیحہ کو ترک کر کے اور اجماع ائمہ کرام کی معیت و رد کر کے مہذہب مرزا ائیت کے گورکھ دھند میں کیسے پھنس سکتے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کی حدیثوں کو پیش کرنا حنبلی مذہب کے عقیدہ حیات مسیح کو واضح کر رہی ہے، اس میں بھی تمہارا داؤ بیچ نہیں چل سکتا، کسی ایسے امام کا نام لیتے جس کی کوئی ذاتی تصنیف نہ ہوتی، اور نہ ہی ان کے متبعین کی تصانیف شائع ہوتیں، تو ایسے گمنام کی بات شاید تصور میں ہی منظور ہو سکتی، لیکن ائمہ اربعہ کی خود تصانیف موجود، ان کے متبعین ائمہ محدثین و مفسرین و فقہاء کے دفاتر موجود، تمام نے بالتفاق حیات مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کو اس زمانے کے لوگوں تک بدلائل پہنچا دیا، اور آج تم مرزائی لوگوں کی ہانکھوں ہاتھ رکھ کر کہہ دو کہ ائمہ اربعہ بھی حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ میں خاموش ہیں، تو کون زہی ہوش اس بات کو تسلیم کرنے کے واسطے تیار ہے جو ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کی تصانیف کے انبار پڑھ کر یا دیکھ کر یاسن کر حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر ایمان رکھتے ہیں، عَلَيْنَا السَّلَاحُ وَعَلَيْنَا الْجَنَابُ۔

(۵)۔ مرزائی جلالین مومکالین کے حاشیہ بن السطور پر ہے کہ ابن حزم نے ظاہر آیت پر محمول کر کے اِنِّیْ مُتَوَقِّئُکُمْ کے معنی بمؤبتہ کیا ہے اور ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے،

”محمد عمر“۔ یہ کسی مرزائی نے بین السطور لکھا ہو گا، ابن حزم کا اصل حوالہ پیش کرو، انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب ضرور دیا جائیگا۔

(۶)۔ ”مرزائی“۔ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنے رسالہ ماثبت بالسنة میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ۱۲۵ برس کا لکھا ہے،

”محمد عمر“۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تمام عمر لکھی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے، کہ اس میں اختلاف ہے، کیونکہ اپنے دوسرے مقام پر اسی کتاب ماثبت بالسنة ص ۵۸ پر لکھا ہے۔ بَقِيَ رَنِي الْبَيْتِ مَوْصِنُ قَبْرِ بِنِي السَّهْوَةِ الشَّيْ لِفَةِ يَدْخُنْ فَنَبِي عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا عقیدہ بیان فرما رہے ہیں، کہ روضۃ الطہر میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس جگہ باقی ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جاویں گے۔

کیوں جناب؟ یہ ہے عقیدہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی روضۃ الطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونا ہے، فوت ہوئے نہیں، تم نے تعداد عمر کے جھگڑے میں اپنی طرف سے وفات کا مسئلہ بنالیا، بھائی یہ تو مرزائی کے بائیں ہاتھ کا کام ہے،

(۷)۔ ”مرزائی“۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال، حج الکرامۃ وغیرہ میں لکھی ہے۔

”محمد عمر“۔ بڑا افسوس ہے، عمر کے حساب میں اُٹھاتے ہو، دکھاؤ تو کہیں انہوں نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، بلکہ انہوں نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کو پرزور لکھا ہے۔ گو وہابی ہیں، ہمارے عقیدہ کے برخلاف ہیں، لیکن وفاتِ مسیح کے وہابی بھی قائل نہیں، بلکہ اہل اسلام کے تمام فرقے ابتداء سے آج تک حیاتِ مسیح کے قائل ہیں، کوئی کمزور سے کمزور فرقہ جو اسلام کا دعویٰ دار ہے وہ بھی آج تک وفاتِ مسیح کا قائل نہیں سوائے اس نوزائیدہ فرقہ مرزائیہ کے، لہذا نواب صدیق حسن خان کا نام لیکر وہابیوں کو دھوکا دینے کا داؤ بھی وکیل صاحب کا نہ چل سکا، وکیل صاحب امڈا راجہ کے نام کو محض بدنام کر کے باقی وہابیہ یا شیعہ وغیرہ کے بڑوں کا واسطہ دیکر اپنی مرزائیت کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں، حالانکہ خدا کے فضل و کرم سے کوئی مرزائی آج تک کسی فرقے کے کسی بانی یا متبع کا عقیدہ وفاتِ مسیح ثابت نہیں کر سکتا اور ادھر ادھر کی

من گھڑت باتیں کسی کے بڑے کی طرف منسوب کرنا یہ اخلاقی شیوہ محض مرزائیوں کا ہی ہے ورنہ نبوت محال ہے۔

(۸) "مرزائی" حافظ لکھو کے والے لکھتے ہیں۔ یعنی جیو میں پیغمبر گز سے زندہ رہیا نہ کوئی، ثابت ہو، اگر حافظ محمد بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔

"محمد عمر" اچھا مرزائی صاحب! ہم حافظ محمد صاحب سے ہی دریافت کر لیتے ہیں۔ کہ تمہارا عقیدہ حیات مسیح ہے یا وفات مسیح۔

تفسیر محمدی

منزل اول

۳۹۲

تیراں برس عمر مریم دی عیسیٰ شکم جاں آیا
تے پیٹھ سن سکندری اندر مریم عیسیٰ جایا

بچہ تر یہ برساندی عمر نبوت آیا وحی الہی
نہ تیرے برسوں عمر آسمانی رات قدر دی آہی
بیت مقدس تھیں نس اللہ طرف آسمان چڑھایا

ترائے سال نبوت دھرتی ایسے فرسدا ہایا

تو فی معنی قبض کرن شہ صحیح سلامت پوری عیسیٰ نوں صحیح سلامت لے گیا آپ حضوری

فریش قیامت آء زمین پر پالیس سال گزارے فرم سی مومن پڑھن جنازہ آکھیا بنی سیائے
کیوں جناب! حافظ محمد صاحب نے تو مرزائی عقیدہ کی جبر کاٹ دی، تم کہتے ہو، وہ وفا
مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، اب تو ان کی زبان ہی سے تم جھوٹے ہو گئے۔

(۹) "مرزائی" حضرت محی الدین ابن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ آنحضرت میں حضرت عیسیٰ
علیہ السلام اترینگے، ان کا تعلق کسی اور بدن کے ساتھ ہو گا۔

"محمد عمر"۔ یہ حوالہ کس کتاب کا ہے؟

"مرزائی"۔ تفسیر عرائش البیان کا۔

"محمد عمر"۔ تم بھی بس مسطحے میاں ہی ہو، جیسا کسی نے پڑھا دیا، اے یہ جی کہہ دیا ہے ہو
یا جھوٹ۔ بھلا اتنی خبر بھی نہیں، کہ عرائش البیان حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
کی تصنیف بھی ہے یا نہیں، اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا، تو وہ اپنی کتابوں میں کیوں نہ لکھتے، حالانکہ

اس کے خلاف ان کی کتابوں میں عبارتیں حیات مسیح علیہ السلام کی موجود ہیں، معلوم ہوا، یہ ان کی عبارت نہیں ہے، سنئے یہ تمہاری من گھڑت بات ہے، فقیر انکی اصل عبارت پیش کرتا ہے۔ اگرچہ پہلے بھی اس کو عرض کر چکا ہے۔

فَوَحَاَتِ مَلِكِهِ ۲
فَإِنْ قُلْتُ وَمَنِ الَّذِي يَسْتَحِقُّ خَاتَمَ الْأَدْيَاءِ كَمَا
يَسْتَحِقُّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ نَبَوَةِ

فَلَنَسْتَلُ فِي الْجَوَابِ الْخَتَمَ خُفَاً خَتَمٌ يُخْتَمُ اللَّهُ بِهِ الْوَلَايَةُ مُحَمَّدٌ عَلَى الْأَطْلَاقِ فَهُوَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهُوَ الْوَلِيُّ بِالنَّبَوَةِ الْمُصْطَفَاةِ فِي تَرَمَانِ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَتَدْحِيلَ بَيْنَ نَبَوَةِ الشَّرِيعِ وَبَيْنَ نَبَوَةِ الْخَيْرِ فِي الْخَيْرِ النَّبَوَانِ وَارِنَا خَاتِمًا لَا دَلِيلَ بَعْدَهُ بِنَبَوَةٍ مُطْلَقَةٍ كَمَا أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبَوَةِ لَا نَبَوَةَ تَشْرِيعَ بَعْدَهُ وَإِنْ كَانَ بَعْدَهُ مِثْلُ عِيسَى مِنْ أُوْلَى الْعَنِيمِ مِنَ الشَّيْءِ سَلِّمْ خَوَاصِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَكِنْ نَحْوُ الْحُكْمِ مِنْ هَذَا الْمَقَامِ بِحُكْمِ النَّبَوَانِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ هُوَ الْخَيْرُ فَيُنْزَلُ ذَا نَبَوَةٍ مُطْلَقَةٍ يُشِيرُ لَهَا فِيهَا الْأَوْلِيَاءُ الْأَحْمَدُونَ فَهُوَ مِمَّا هُوَ سَيِّدٌ نَافِكٌ أَقْلُ هَذِهِ الْأُمَمِ نَبِيُّ وَهُوَ أَدَمُ وَ الْخَيْرُ نَبِيُّ وَهُوَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَعْنَى نَبَوَةِ الْخُصَاصِ نَبَوَاتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَشَى أَنْ حَشَى مَعَهُ وَحَشَى مَعَ الشَّيْءِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ

نو اگر سوال کرے کہ خاتم الاولیاء کا کون مستحق ہے، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوة کے حقدار ہیں، تو ہم ضرور جواب دینگے ختم دو ہیں (ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ولایت محمدیہ کو علی الاطلاق ختم فرمائے گا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو وہ نبوة مطلقہ کے ساتھ اس امت کے زمانہ میں ولی ہیں، حالانکہ تحقیق ان کے درمیان نبوة شرعی اور رسالت حائل ہے، تو اخیر زمانہ میں انریسے ولایت کے وارث ہونگے، خاتم الولایت ہونگے، ان کے بعد سابقہ نبوة مطلقہ کے رکھنے والا کوئی ولی نہ ہوگا جیسا کہ تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوة ہیں، اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا تمام رسولوں سے اولوالعزم رسول اور خواص انبیاء سے خاص ایک نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے، لیکن اس کی نبوة کا حکم اس مقام (نبوة) سے زائل ہو چکا ہے، کیونکہ ان کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ نبوت کا حکم جاری ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی سابقہ نبوت مطلقہ کے ساتھ حالت ولایت میں اترینگے جس شان ولایت میں آپ کے ساتھ کئی محمدی اولیاء بھی شامل ہوں گے تو وہ ہم سے ربیعہ امت محمدیہ سے ہونگے، اور وہ ہمارے سرشار ہونگے، تو اس بوجھ کے اٹھانے والے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخر اس امت کا بوجھ اٹھانے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونگے، یعنی نبوت کا اختصاص تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے قیامت کو دو حشر ہونگے، ایک امت محمدیہ کے ساتھ اور دوسرا انبیاء و رسل کے ساتھ،

تو اس تمام مذکورہ بالا عبارت حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے ضرور اترینگے۔

دوسری بات یہ کہ آپ سابقہ دیوبندی نبوت سے ریٹائر ہونگے، لیکن باوجود اس کے ہم ان کو سابقہ نبوت سے خارج بھی نہیں سمجھتے، ان میں عہدہ نبوت موجود ہوگا، امدان کا اس امت میں تشریف لانا آخر میں محقق اس امت کے ولیوں سے ایک ولی کی حیثیت سے ہوگا، اپنی ولایت کے منظر ہونگے، جس میں دوسرے اولیائے امت محمدیہ بھی ان میں شریک ہیں، اپنی نبوت کے معلن نہ ہونگے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس امت محمدیہ کے ولیوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ کے بعد امت محمدیہ میں کوئی دلی نہ ہوگا، جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی پورا نہیں ہو سکتا سوائے ایک سابقہ نبی کے جو اپنی ولایت کو بعد امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرینگے، کیوں جناب! اگر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات برج علیہ السلام پر نہ ہوتا تو ان کو خاتم الولايت امت محمدیہ کیوں ثابت کرتے،

آؤ! ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین ہونیکا دم بھرنے والوں کی تبلیغ میں حیات مسیح علیہ السلام کے قائل بن جاؤ، ورنہ ان کے کسی قول کو آج سے استدلال میں پیش نہ کرنا، ثابت ہوا کہ تمہارا کہنا کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ وفات مسیح ہے، غلط ہے، ورنہ ان کی تصنیفات سے دکھاؤ، تمہاری ایسی جنادٹی باتوں سے ان کا فرمان ثابت نہیں ہو سکتا، از عرائس البیان والے کا بھی یہ عقیدہ نہیں، سنیئے۔

عرائس البیان ۸۴ | بِكَلِمَاتٍ نَّاسٍ فِي الْمُهْدِيَّاتِ دَعَا مِنْ السَّمَاءِ
کہلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کلام کرتے تھے بچپن

میں اور آسمان سے اُترنے کے بعد کہو رات کا زمانہ گزارینگے۔

(۱۰) "مرزائی"۔ بعض صوفیائے کرام کا مذہب ہے، کہ مسیح موعود کا بروز کے طور پر نزول ہوگا۔

"محمد عمر"۔ یہ مرزائیات سے ہے، اس کے آگے لکھا ہے "اس مقدمہ نہایت ضعیف اسرت"۔ بروز کا ثبوت سابقہ مسلمانوں کی کسی تصنیف میں نہیں ہے، اگر کوئی مرزائی نعام کا خواہاں ہو، تو

بیلغ یک صد روپیہ

اس مرزائی کو دیا جائیگا، جو قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ مسلمہ سے بروزی نبوت کو ثابت کر دے، ورنہ مرزائیٹ سے تائب ہو جاؤ، اور خدا سے ڈرو۔

۱۱) "مرزائی"۔ زرقانی کی حدیث ہے، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہ پایا ہے کہ حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ سال تھی،

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب ثم لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی الجھن میں ڈالتے ہوئے لیکن وہ بھی تمہارا کام چلتا نہیں، آئیے عمر کے متعلق ہی اس مقام پر تمہاری الجھن نکال دیں۔ حالانکہ پہلے بھی فقیر واضح طور پر بیان کر چکا ہے، جناب مرزائی صاحب کی سرشت جلی ہے، کہ کچھ بات نقل فرماتے ہیں اور باقی چھپا لیتے ہیں۔ محدثین کا اصول ہے کہ تمام ضعیف خراعات وغیرہ کو بیان کر کے آخر اس کا فیصلہ ثقات سے کرتے ہیں، چنانچہ امام زرقانی اقوال مختلف کو بیان کر کے اخیر فیصلہ فرماتے ہیں، وی وی ابو یعلیٰ عن فاطمة صر فوعاً ان عیسیٰ ابن مَرْیَمَ مَثَرُ فِی بَنی رَاسِی اِیْمَلُ اَمْرُ بَعِیْن سَنَہٌ وَوَرَدَ مَلَتْ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اَمْرُ بَعِیْن سَنَہٌ فِی عِدَّةِ اَحَادِیْثٍ مِنْ طُرُقٍ مُّخْتَلِفَةٍ مِنْہَا هَذِ الْحَدِیْثُ اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیُّ عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ اَنَّ سَؤَالَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ بُدِّلَ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ فَبِمَلَتْ فِی النَّاسِ اَمْرُ بَعِیْن سَنَہٌ وَمِنْہَا مَا اَخْرَجَہُ اَحْمَدُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ یَلْبَثُ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ فِی الْاَرْضِ اَمْرُ بَعِیْن سَنَہٌ ثُمَّ یَقُولُ لِلْبَطْطَعَاءِ سِیْلِی عَسَلًا تَسْأَلْتُمْ وَمِنْہَا مَا اَخْرَجَہُ اَحْمَدُ فِی مُسْنَدِہُ عَنْ فَرَّوْعَا

فِي حَدِيثِ الدَّجَالِ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ نَافِلَةً ثُمَّ يَمْلِكُ عِيسَى فِي الْأَرْضِ
أَمْرَ بَعِينَ سَنَةً إِمَامًا عَادِلًا وَحَكَمًا مُنْشِطًا وَرَدًا يُضَامِنُ حَدِيثَ ابْنِ
مَسْعُودٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي هَذَا الْحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ أَوَّلَى مِنْ ذَلِكَ
الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ امْتِنَانِ (زرقانی دہلی)۔

حضرت فاطمہ الزہری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابو یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرغوعاً روایت
کی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں چالیس سال قیام فرمایا اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا چالیس سال ٹھہرنا مختلف طریقوں کی کئی حدیثوں میں مذکور ہے، بعض اُن
سے یہ وہی حدیث ہے جسکو ابو داؤد نے بیان فرمایا ہے، اور وہ صحیح ہے اور بعض اُن سے
جسکو طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سوال اللہ صلی اللہ علیہ
سلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم اترینگے تو لوگوں میں چالیس سال قیام فرمادینگے اور بعض اس کے
جس کو احمد نے روایت کیا زید میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرمایا آپ نے کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام زمین میں چالیس سال زندگی بسر کریں گے، اور اگر بطحا کو فرمادینگے کہ شہر بہاؤے
تو وہ شہر بہاؤیگی۔ اور بعض اُن سے جس کو امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں
دجال کی حدیث کو بیان فرماتے ہوئے مرغوعاً ذکر فرمایا، کہ اترینگے عیسیٰ بن مریم تو دجال کو
قتل کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرمادینگے امام عادل اور حاکم
منصف کی ڈیوٹی اور فرمادینگے، اور طبرانی کی حدیث میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت مذکور ہے۔ تو یہ تمام احادیث صریحہ اس ایک اجمالی حدیث سے اولیٰ ہیں، یہ
ہیں استدلالات۔ وہ انہوں نے حیات مسیح علیہ السلام اور ان کی عمر کے متعلق احادیث
صحیحہ سے فیصلہ فرمایا۔

کیوں جناب! رائی صاحب! ایک سو بیس سال والی اور سلم کی حدیث کو مرجوح ورجحالین؟
سادہ حدیث کو راجح ثابت کرنے کے واسطے علامہ زرقانی نے بیان فرمایا ہے یا جیسا کہ تم نے
سمجھا؟ نو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد چالیس سالہ
قیام رضی کی حدیثوں کو اولیٰ اور اجماعی ثابت فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس عمر کے حصہ
میں تنازعہ ہے، جنی بعد از نزول سماوی، اس پر تو بات نہیں کرتے اور پہلی احادیث تینتیس سالہ مرغوعاً
اجماعیہ کو چھوڑ کر ایک خبر احادیث نادرہ میں لکھتے ہو، جس کو فقیر پہلے بھی عرض کر چکا ہے، کہ ابن

کثیر نے اس روایت کو تفسیر ابن کثیر جلد اول میں شاذ غریب بعید فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت
کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ
لابن کثیر ۲/۹۵

وَاللّٰهُ أَحَبُّنِيَّ أَنَّ عَيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

عَاشَ عِشْرِينَ وَبِأَنَّهُ سَنَةٌ فَلَا أَمَّ إِنِّي إِذَا ذَاهِبٌ عَلَى رَأْسِ سِتْرَيْنِ هَذَا
لَفْظُ الْفُسُوقِيِّ فَهُوَ حَدِيثٌ عَنِ يَبِّ قَالَ الْحَافِظُ بْنُ عَسَاكِرَ وَالْقَصْبِيُّ أَنَّ عَيْسَى
لَمْ يَبْلُغْ هَذَا الْعُمُرَ وَبِأَنَّهُ أَمَّا أَدَبُهُ مُدَّةٌ مَقَامِهِ فِي أُمَّتِهِ۔

اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زرقانی ص ۳۵ پر اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔ و
يَكُونُ ذَلِكَ مَضَافًا إِلَى مَكْنِهِ قَبْلَ مَا دُعِيَ إِلَى السَّمَاءِ وَكَانَ عُمُرُهُ عِشْرِينَ ثَلَاثًا
وَمِثْلَ ثَلَاثِينَ سَنَةً عَلَى الْمَشْهُورِ۔ اور یہ مذکورہ (مسلم) کی حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے آسمان کی طرف چڑھنے کی نسبت ہے، اور آپ کی عمر آسمان پر چڑھنے سے پہلے (تین
سال کی تھی، مشہور حدیثوں سے یہی ثابت ہے۔

کہوں جناب مرزائی صاحب! زرقانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲ سال ثابت
ہوئی، یا تینیس برس کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بعد از نزول من السماء چالیس سال ثابت
ہو گئی۔

(۱۲)۔ "مرزائی"۔ حافظ محمد لکھو والے نے اپنی تفسیر میں وفات مسیح کے متعلق لکھا ہے۔
جو یہود کے نال مشابہ بیٹھا ہوں دنا شک نہ کا ئی

زندہ رب ہمیش نہ مرسی موت عینے نوں آئی

"محرر عمر"۔ کلام وہابی کی ہے، اس لئے جواب دینا فقیر کا حق نہیں ہے، لیکن فقیر
کو خادم صاحب کے فہم پر ہنسی آتی ہے، کہ بیچا سے علم سے ایسے کورے ہیں، کہ پنجابی بھی نہیں
سمجھتے، جو بیچارہ پنجابی زبان سمجھنے سے عاری ہے، اس سے عربی دانی کی توقع رکھنا،
مرزا بیٹ کو ہی گوارہ ہے۔ پنجابی محاورہ میں جب کسی نوکر کو ٹی بلاتا ہے، او خالدا! تو
اس کا نوکر اس کو جواب دیتا ہے آیا جی! ابھی وہ مالک کے پاس پہنچا نہیں ہوتا، لیکن وہ
صیغہ ماضی کا یوں استعمال کرتا ہے، جیسا کہ وہ پہلے ہی پہنچ چکا ہے، تو ثابت ہوا کہ جو امر ضروری
جانا اس کو صیغہ ماضی ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی نوکر کہدے کہ حضور آؤ لنگا تو مالک

اس کو پٹینا شروع کر دیگا۔ حالانکہ اس کا جواب صحیح ہے۔ ایسے حافظ صاحب نے خداوند کریم کی حیات ابدی کو ثابت کر کے نصاریٰ کا رد کیا، کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو خدا کے لئے حیات ابدی ہے۔ اُن کے لئے بھی موت نہ ہوتی، اور اگر اُن کے لئے موت ہے، تو خدا کے بیٹے نہ بن سکے، تو یہاں حافظ صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موت کو مستلزم ثابت کیا ہے نہ وقوع موت جیسا کہ تم نے غلط سمجھا ہے، حافظ صاحب نے تو حیات مسیح علیہ السلام میان کمر کے مرزا اثیرت کے بچے اُدھیڑ دئے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ خادم صاحب اس کا نٹے کو کھینچنا چاہتے ہیں، اب وہ کیسے نکلے، اور یہ محاورہ مذکور قرآن مجید میں بھی موجود ہے، خداوند کریم نے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّكُمْ مَيِّتُونَ۔ بے شک آپ بھی میرت ہیں اور وہ بھی میرت، تو کیا، حاذی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرت تھے، اور وہ لوگ بھی میرتہ تھے؟ ہرگز نہیں، خادم صاحب بیچاڑے تو پنجابی محاورہ کو بھی نہ سمجھ سکے، فقیر نے پنجابی محاورہ سے بھی اور قرآنی محاورہ سے بھی ثابت کر دیا، کہ لزوم کا ثبوت بیان کرنے سے وقوع کا تحقق نہیں ہوتا، بلکہ زمانِ استقبال میں اس کے وقوع کا اثبات ہوتا ہے، ایسے ہی ثابت ہوا، کہ حافظ صاحب نے فرمایا خداوند کو موت نہیں حیات ابدی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے موت ہے۔ یعنی عنقریب آئینوالی ہے، جیسا کہ آنے والے نے کہا آیا جی یعنی میں عنقریب آئینوالا ہوں، اس کے تو خادم صاحب حیات مسیح ثابت ہو گیا، یہ ہے خادم صاحب کی پنجابی دانی، (خادم صاحب کھڑاں دوج برتنیاں کجھ نہیں بندا، کوئی تا کم دی گل کرو)۔

(۱۳)۔ "مرزائی"۔ ابن جریر میں ہے، کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں، "محمد عمر"۔ خادم صاحب کتابی چور مشہور ہیں، چنانچہ اس مقام پر بھی ابن جریر کی چوری کی اور اپنا عقیدہ ظاہر فرما دیا۔

ابن جریر ۲ | میں مذکور ہے، عن محمد بن جعفر بن النبی بید الحی الذی لا یموت
وَقَدْ مَاتَ عِيسَى وَصَلِبَ فِي قَوْلِهِمْ يَعْنِي فِي قَوْلِ الْأَحْبَارِ الَّذِينَ
خَلَجُوا اسْمَ سَوَّلَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَصَارَى أَهْلِ نَجَّى اَنَّ۔

محمد بن جعفر سے روایت ہے، کہ خداجی ہے، جس کو موت نہیں، حالانکہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام اُن کے کہنے کے مطابق مر گئے ہیں، اور صلیب دئے گئے ہیں یعنی عیسائیوں کے عالموں کے

قول سے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا نجران کے نصاریٰ سے تھے، کیوں جناب خان صاحب! عیسیٰ علیہ السلام کا مرنا اور صلیب دیا جانا، اس حدیث کے مطابق ابن جریر نے نجرانی نصاریٰ کا عقیدہ بیان کیا ہے، یا اپنا مسلمانوں کا۔ لیکن تشابہت قلوبم فرمان الہی سے تم مرزائیوں نے اپنی کا عقیدہ وفات مسیح اور صلیب پر لٹکایا جانا اور مریم عیسوی کا عقیدہ گھڑنا اپنا عقیدہ بنا لیا ہے۔ محمد بن جعفر نے تو اس مقام پر عیسائیوں کا عقیدہ بتایا ہے نہ مسلمانوں کا،

اب دوسری حدیث اسی صفحہ پر ہے، کہ ان نجرانی نصاریٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، کہ اِنَّ مَا جِئَا حَقًّا لَا يَمُوتُ وَاِنَّ عِيسٰى يٰٓاْتِيْ عَلَيْهِ الْفَنَاءُ۔ بے شک ہمارا رب حق ہے، جو مرنے نہیں اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی، اب یہ کتنی حدیث اور ماقبل کا قول راوی کہ نجرانی عیسائیوں کا عقیدہ ہے، چونکہ القلب یہودی الی القلب کا قانون سچا ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کو مرزائی نے پس پشت ڈال دیا، اور عیسائیوں کے عقیدہ کو پسند فرمایا، اور کہہ دیا کہ ابن جریر میں لکھا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، وہاں تو عیسائیوں کا عقیدہ لکھا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ یہ ہے جو بعد میں اسی کتاب کے اسی صفحہ سے فقیر نے عرض کر دیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت آئیگی، اب بھی آئی نہیں، بھائی ہمیں تو فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قبول ہے، ہمیں یہ مبارک ہو اور تمہیں عیسائیوں کا عقیدہ وفات مسیح قبول ہے تو تمہیں وہ مبارک ہو، ہمیں رب العزۃ اس دھڑے سے قیامت کو اٹھائیکا اور تمہیں اس دھڑے سے، یہ جوابات پاکٹ بک صفحہ ۳۲ کے استدلال مرزائی سے دئے جا رہے ہیں، استدلال نمبر ۱۳ ختم ہوا۔ اب سوال نمبر ۱۴ چونکہ ہمارے مذہب کی کتاب نہیں اس واسطے اس کو چھوڑا جاتا ہے۔ اب استدلال مرزائیہ نمبر ۱۵ شروع ہوتا ہے۔

(۱۵) "مرزائی" تاریخ طبری میں ہے کہ مسیح کی قبر پر کتبہ لکھا ہے، کہ یہ قبر عیسیٰ رسول اللہ کی ہے۔

"محمد عمر" خادم صاحب بیچائے تاریخ سے بھی بہرہ ہیں، اور جوابات لیتے ہیں کچی پہلا جواب تو یہ ہے، کہ پتھر کا کتبہ دیکھنے والی ایک عورت ہے، جس کا کوئی پتہ نہیں، کہ وہ کون کھنی؟ کہاں کے رہنے والی تھی، جب قول کے قائل کا ہی علم نہیں تو ایسی افواہ عتلا کے نزدیک غیر معتبر سمجھی جاتی ہے، دوسرا جواب۔ تمام کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کے شبیہ کو صلیب پر لٹکایا، جس کے متعلق رب العزت نے فرمایا وَهَافَتُ لَوْهٖ وَمَا صَلْبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ

ہم، پھر انہوں نے اس مشیل مقتول کو دفنایا بھی تو حضرت عیسیٰ کا یقین کر کے جس کا رد اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یہ قبر مشیل کی بنائے پھرتے ہیں، بَلْ سَاءَ فَعَلَ اللَّهُ بِالَّذِي، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف چڑھا لیا ہے، اور پھر تمام کتب تواریخ میں لکھا ہے، جو تمہارے اسی پیش کردہ صفحہ پر بھی ابن جریر لکھتے ہیں، کہ حضرت مریم علیہا السلام اور وہ عورت جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علاج کیا تھا، ہفتہ کے بعد مصلوب کی قبر پر گئیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کی طرف سے اجازت لیکر ان کو جنگل میں ملے، کہ یہ قبر میرے مشیل مقتول کی ہے، ان کو دھوکا لگا ہوا ہے، تو ان کی تسلی ہو گئی، تو جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشیل کی قبر کو قبر عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے تھے، تو ضرور انہوں نے پتھر کا کتبہ بھی لگایا ہوگا، تو یہودیوں کا کتبہ لکھ کر مشیل کی قبر پر رکھنے سے اور کسی عورت کے کہہ دینے پر کون مسلمان یقین کرتا ہے، جب خداوند کریم فرماتے ہیں، کہ یہودیوں نے جس کو صلیب پر لٹکا کر دفن کیا ہے، یہ مشیل عیسیٰ علیہ السلام تھا، جو صلیب پر لٹکایا گیا، اور اسی کی قبر ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا ہے، چنانچہ مرزائی بیچارے بھی ان یہودیوں کی اقتداء میں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تلاش کرنے لگ گئے ہیں، کہ یہودیوں نے دفنایا تو تھا، خبر نہیں کہاں دفنایا، کبھی تو کہتے ہیں کشمیر میں ہے، کبھی کہتے ہیں کہ طبری نے لکھا ہے کہ حجاز میں ایک عورت نے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کا کتبہ کئی مسافروں سے پڑھوایا وہی قبر ہوگی، کھلا ان کئی باتوں سے کون اعتبار کرتا ہے، یک طرفہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو میں نے اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا، اور ان کے مرنے سے پہلے جب وہ آسمان سے اترینگے تو تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لا دیں گے، چنانچہ فرمایا، ذَرَانِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيَوْمَ مَنَنْ يَسْهَبُ نَسْلٍ مَوْحِيَةٍ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خداوند کریم کے کلام پاک کی ہی تائید فرمائی، آخر ان کے مدفن کا بھی ذکر فرمادیا، کہ میرے روضہ میں میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جاویں گے،

بھئی مسلمانوں کو تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر یقین آگیا، کوئی سیدھا ہوا کوئی الٹا ہو، مسلمان تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کہیں بدل نہیں سکتا، اب دقت پڑی ہے مرزائی بیچاروں کو، کہ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے، اب مرزائیوں کو ایک عورت کا حوالہ یہودیہ والا مل گیا، کہ حجاز میں ہے

مرزائی بیچارے حیران ہیں، کہ کس کی بات کو تسلیم کریں،

ہمیں تو بھائی نہ مرزاجی کے کلام پر اعتبار، نہ یہودیوں کے منہ پر کتبے پر، ہم نے تو بفرمان الہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کر لیا، جو قرب قیامت تشریف لاویں گے، اور بفرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قبر روضۂ اطہر میں ہوگی،

آؤ مرزائی دوستو! کیوں در بدر بھٹکتے پھرتے ہو، اور مصیبت کے منہ میں آئے ہوئے ہو، کہ کس کی بات سچی مانیں، ایک اللہ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سچی مان لو، اور حیات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے قائل ہو جاؤ، تمہیں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مصائب سے نجات دیدینگے،

(۱۶)۔ "مرزائی"۔ طبقات کبیر میں لکھا ہے، کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت ہونے کی یہی رات ہے، اور اسی رات حضرت عیسیٰ کی روح آسمان پر اٹھائی گئی تھی، یعنی ۲۷ رمضان کو۔

"محمد عمر"۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روایت کنندہ اس میں بیان نہیں ہے، تو یہ کلام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس کا راوی کوئی نہیں، ایسی جعلی باتوں کو اپنا مذہبی اصل سمجھنا یہ مرزائی کو ہی گوارہ ہے، اس سے مرزائی تو ضرور خوش ہوگا، لیکن مسلمان ایسی باتوں کو مضحکہ سمجھتا ہے، کیونکہ یہ سب بناوٹ اور مرزائیات سے ہے، اس سے بہتر فقیر آپ کو عرض کرتا ہے، ملاحظہ ہو۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ

۲
۹۵

وَبِهِ دِي عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي عِيسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ رَفَعَ جَلِيلَةَ الثَّانِي وَالْعِشْرِينَ مِنْ
رَمَضَانَ - وَقَدْ مَادَى الضَّحَاكُ هُنَا ابْنُ عَبَّاسٍ

أَنَّ عِيسَى لَمَّا رَفَعَ إِلَى السَّمَاءِ جَاءَتْهُ مَحَابَّةٌ -

اور حضرت علی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رمضان کی بائیسویں تاریخ کو آسمان پر چڑھائے گئے، اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پکی روایت بیان کی ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان کی طرف چڑھائے گئے آپ کو لینے کے لئے ایک بادل آیا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! بات تو ہوئی، کہ لکھنے والا بھی ابن کثیر جو کچی بات کو فوراً

ٹھکرانے اور جن کا بیان وہ بھی کئے، گو اس کے روات بیان نہیں فرمائے، لیکن ہر صورت تمہاری پیش کردہ جھوٹے جھوٹے چوتھا سو سے تو اولیٰ ہے۔

ایسی مرزائیات کو پیش کر کے جن کا کہیں نام و نشان نہ ہو، خادم صاحب نے اپنی پاکٹ بک کو مزین بالکذب بنا دیا ہے۔

(۱۱۷)۔ "مرزائی" حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں تمام انبیاء علیہم السلام کو میں نے دیکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا، تو جب دوسروں کی روحوں کو دیکھا تو ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو بھی دیکھا ہوگا۔

"محمد عمر"۔ اس کا جواب گو پہلے گزر چکا ہے، لیکن پھر عرض نئے دیتا ہوں، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر مرزائی مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے، اور ایک پتھر اپنی طرف سے لگا دی کہ شب معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو بھی دیکھا ہوگا، بھلا خادم صاحب کو فی صاحب انصاف دریافت کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے روح کو بھی دیکھا ہوگا، یہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کونسی عبارت کا تم نے ترجمہ کیا ہے۔

دوسرا جواب۔ جب تمہارا معراج جسمانی پر ایمان ہی نہیں، تو تمہیں تو یہ اعتراض ہی کرنا نازیبا ہے، یہ اعتراض کرتے وقت تمہیں خود شرم چاہیے، کہ ہمیں مجیب شرمندہ کر گیا، کہ کیا تم مرزائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی پر ایمان لے آئے ہو، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمع اظہران میں موجود ہیں، اس میں تمام مرزائیوں کی عقلیں دنگ ہیں اور حیران ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعجم اظہر کے تشریف لے گئے اور یہ انکا محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کی بنا پر ہے، ورنہ مرزائی کبھی انکار نہ کرتا، اور استدلال کتنا بودا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام کے ارواح کو دیکھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی روح ہی ہوگا، اُلٹا بلع چلایا دماغ کو سیدھا کر کے ایمان نہ لے آئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ہمیں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھاے گئے ہیں اور قرب قیامت دمشق کے شرقی میدان کے پاس اُتر بیٹھے، اور جب آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں بھی باقی ارواح انبیاء علیہم السلام میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ قرب قیامت آسمان سے اُترینگے بھی، تو اس سے تو مسلمانوں کا یقین بچتا ہے، کہ یہاں بیٹھے عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی خبر دی اور آسمان پر جا کر ملاحظہ فرما کر علم الیقین کو حق الیقین

کے مرتبہ تک پہنچا دیا، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ یہاں کوئی افسر کہے کہ وزیر اعظم امریکہ گیا ہوا ہے، اور پھر وہی افسر جب امریکہ جاوے، اور واپس آکر کہے کہ میں نے امریکہ میں فلاں انگریز کو دیکھا، فلاں کو دیکھا، فلاں کو دیکھا، محمد علی کو دیکھا، تو سننے والا یقین کر لیگا، کہ جو اس نے پہلی بات کہی تھی اس نے سچ کہا تھا، لیکن مرزائی دماغ والا فوراً کہہ دیا کہ وہ وزیر اعظم امریکہ کا ہو گا محمد علی نہیں ہو گا، کیونکہ وہاں تمام امریکن انگریز ہی رہتے ہیں، ہمارے وزیر اعظم کی وہاں کیا رسائی، تو ذی شعور جواب دیا، کہ جیسے میرا وہاں پہنچنا ممکن ہوا، ویسے ہی اس کا پہنچنا بھی ممکن تھا حالانکہ قائل کی یہ بات سچی ہے،

لہذا خادم صاحب کا استدلال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے، سو اسے اس کے اور کچھ نہیں، ورنہ اگر ہمت ہے تو ثابت کر دو کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، تم ہرگز ثابت نہیں کر سکتے، حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو عقیدہ پہلے فقہ اکبر میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا گنہ چکا ہے۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام پر تھا، اور تمام احناف کا ہے، تمہاری اس دلیل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور فرمان خراوندی کی تائید ہو گئی، کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باقی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہی دیکھا، اس کی مفصل بحث پیچھے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸) "مرزائی"۔ علامہ اصفہانی کے قول کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، کہ آپ نے فرمایا، کہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فوت ہو کر زمرہ اموات میں شامل ہو چکے تھے، ثابت ہوا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں۔

محمد عمر۔ خادم صاحب کانٹوں میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، کہ کہیں ہاتھ پاؤں اٹکے، لیکن مرتے کو تشکے کا سہارا بھی نہیں مل سکتا، کیونکہ اس کی اجل پوری ہو چکی ہوتی ہے، ایسے ہی جب کسی کو دلیل ایمانی نہ میسر ہو سکے، تو بیچارہ غیر معقول باتوں میں اپنی تخریب کے نمبرزوں کو پُر کر کے متبعین کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اب اس مقام میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اصفہانی کے قول کو نقل کیا،

پہلا جواب تو یہ ہے، کہ یہ قول بھی تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتا، کیونکہ اصفہانی نے کہہ دیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام بوقت بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمرہ اموات میں شامل ہو چکے تھے

تو مرزا ائیت کا اصولی مسئلہ ٹوکٹ گیا، تم اجرائے نبوت کے قائل اور اصغہانی صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ہی سب انبیاء علیہم السلام کو مردہ ثابت کر رہے ہیں، کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا، تو تمہارے لئے یہ قول اصغہانی بھی حجت نہ رہا،

دوسرا جواب اصغہانی صاحب نے کہا ہے کہ یہاں دَاٰذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الْبَنِيۤنَ سے انبیاء مراد نہیں ہو سکتے بلکہ اُن کی اُمتیں یہاں مراد ہیں، حالانکہ یہ خلاف قرآن کریم ہے۔ پھر اس کا جواب دینے کے لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو پیش کر کے آگے قول حضرت فقال رحمۃ اللہ سے اس کا رد کر دیا ہے۔ تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو خلاف قرآن سمجھ کر دوسرے کے قول سے رد فرمایا ہے، لیکن مرزائی صاحب اس قول مردودہ کو اپنے لئے حجت بناتا ہے، سبحان اللہ! یہ مرتبہ مرزائی کو نصیب رہا ہے۔

(۱۹) مرزائی۔ "فصل الخطاب میں خواجہ محمد یار سا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام آپ کو پاتے تو وہ آپ کی شریعت میں داخل ہوتے۔

"محمد عمر۔ ٹھیک ہے، لو آؤں گا چاہے، کہ اگر وہ دونوں آپ کا زمانہ پاتے، تو ضرور آپ کی شریعت میں داخل ہوتے زمانہ ماضی میں، آئندہ جو پائے گا سو ایمان لائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بموت زمانہ نہیں پایا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانی ربائش کی وجہ سے نہیں پاسکے، جب اُنہیں تکے تب زمانہ مصطفائی پائیں گے تو ضرور آپ کی شریعت میں داخل ہونگے، آپ دلی اللہ تھے، آپ کو علم تھا، کہ مرزائی اعتراض کریں گے، اسی واسطے لو آؤں گا، ایسا جملہ ارشاد فرمایا، جو زندہ، مردہ دونوں کو شامل ہو، ورنہ آپ کو کانِ موسیٰ و عیسیٰ حیاء والے جعلی قول کو کیوں نہ پیش کر دیتے، جب نہیں فرمایا، اور ایسا جملہ بیان فرمادیا جس میں زندہ اور مردہ دونوں شامل ہیں، تو ثابت ہوا، کہ آپ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے، یونہی حنفی ہیں۔

آپ حیات مسیح علیہ السلام حوالہ حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور احناف کا مسلمہ عقیدہ شرح عقائد نسفی وغیرہ میں لکھا ہے، حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اس کے خلاف نہیں چل سکتے۔

تمہارا ایسی بنائی باتوں سے انشاء اللہ تقابلی حنفی کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا، حضرت خواجہ محمد یار سا رحمۃ اللہ علیہ کا تو عقیدہ فقیر تمہارے سامنے عرض کرتا، لیکن بوجہ طوالت ختم کرتا ہوں، یہ ہے تمہارا (۱۹) نمبروں کا مفصل جواب جو پاکٹ بک ص ۳۲۵ تا ص ۳۲۸ ہیں، چونکہ استدلال بزرگان کے

ساتھ ان کا تعلق تھا، اس لئے اُس مقام پر ہی جواب دینا مناسب تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیر محمد مرزائی قصوری کے سوالات

جوابات

شیر محمد مرزائی کا پہلا سوال | قرآن کریم پر سوالات جو شیر محمد صاحب مرزائی نے کئے اُن کے سوالات مفصل دئے گئے۔ اب

جو عقلی سوال اُس نے کئے ہیں، اُن کے مفصل جوابات بیان کئے جاتے ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لاوینگے، تو جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے، انجیل تو منسوخ ہو چکی ہے، کیا وہ قرآن کریم پر عمل کریں گے؟

”محمد عمر“ | جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لاوینگے، تو اُن کا معمول قرآن کریم ہوگا، کیونکہ خداوند کریم نے قرآن کریم ایسی کتاب نازل فرمائی ہے کہ اگر تمام انبیاء علیہم السلام بھی دوبارہ تشریف لے آویں، تو اس قرآن مجید کے ہی عامل ہوں گے۔ کیونکہ یہ قرآن کریم ایک فرقے یا ایک علاقے یا ایک قوم کے متعلق نازل نہیں ہوا، بلکہ تمام عالمین کے لئے نازل ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

نہیں ہے وہ مگر تمام جہانوں کے لئے نصیحت

سُورَةُ ص ۵

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

نہیں وہ مگر تمام جہانوں کے لئے نصیحت۔

سُورَةُ قُلُم ۲

إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝

نہیں وہ مگر تمام جہانوں کیلئے نصیحت تم سے جس کا ارادہ ہو استقامت کا،

سُورَةُ تَكْوِيْم ۱

ان آیات کریمہ ذرقانیہ سے ثابت ہو، کہ تمام جہانوں کے واسطے اب ایک ہی کتاب قرآن کریم کافی ہے، جیسا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھنے سے اُس حقیقی خالق کے کے سوا اور کسی رب کی طرف مومن کا خیال منتقل نہیں ہو سکتا، ایسے ہی لَیْکُمْ دِیْنٌ لِّلْعَالَمِیْنَ نَزَّلَ مِیْرًا یُّرِیْہُ کَرِیْمِی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نذیر کے پیدا ہونے کی اُس ہی نہیں رہ جاتی، چنانچہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ (سورۃ النعام ۶۱) پڑھ کر قرآن کریم کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہ رہ گئی، اور نہ انشاء اللہ ہوگی، سوائے فرقہ مرزائیہ کے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب آسمان سے زمین پر تشریف لا دینگے تو وہ بھی اسی راہِ مقررہ خدائی قانون قرآن کریم کے ہی عامل ہونگے، کیونکہ قانونِ خداوندی مقرر عالمین کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔

سُورَةُ طه - ۱۶
مَدُّ اَتْبَیْنَاکَ مِنْ لَدُنَّا ذِکْرًا ۚ اَمْ مِنْ اٰخَرِ مَنْ عِنْدَہٗ نَادَہُ
یَجْمِلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ اَہِ

ضرور ہم نے آپ کو اپنی طرف سے نصیحت نامہ دیا، جس شخص نے اس نصیحت نامے (قرآن کریم) سے اعراض کیا تو بے شک وہ قیامت کے دن (نافرمانی کا) بوجھ اٹھاوگا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بایں قانونِ خداوندی عامل بالقرآن ہی ہونگے، اور وہ اپنی منزلہ کتاب انجیل کے عمل کو ترک کر کے قرآنی عامل بننے میں نازاں ہونگے، کیونکہ قرآن کریم کی افضلیت، اعلیٰ اور سالمیت اور انجیل کی اقصیت اور تحریفیت کا نقص اُن کے سامنے عیاں ہوگا اور وہ مرزائیوں کی طرح توازن سے بعید نہ ہونگے، جو خداوند کریم کی مکمل کتاب کو ترک کر کے مصنوعہ اور مخرنہ کتاب کو اپنا مہول بنائیں گے۔

شیر محمد مرزائی کا دوسرا سوال | کیا وہ قرآن کریم کسی دوسرے انسان سے

سبقاً سبقاً پڑھینگے یا ان پر خدا تعالیٰ بذریعہ وحی نازل فرما دیگا، اگر کسی استاد سے پڑھینگے تو یہ بھی تمہارے عقیدے کے خلاف اور اگر وحی سے نازل ہوگا تو قرآن محمدی رہے گا یا عیسوی یا دونوں کا اور کیا یہ عقیدہ شرعی درست ہے؟ جواب قرآنی ہو۔

"محمد عمر" - مرزائی صاحب تم بڑے ہوشیار ہو، سوال عقلی اور جواب قرآنی، اگر

سوال قرآنی ہے تو جواب بھی قرآنی کی ہوس میں رہو، اور اگر سوال عقلی ہے تو جواب بھی عقلی کا ہی یقین رکھو۔ لیکن فقیر کی یہ فراخ دلی ہے کہ تمہارے تمام سوالات کے جوابات قرآن کریم اور احادیث شریف اور عقل سے بھی مکمل کر رہا ہے، فکر نہ کرو، ایمان لانا یا نہ! پہلا جواب۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کسی سے سبقاً نہ پڑھینگے کیونکہ نبوت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہے۔ اور قرآن کریم سے معاذ اللہ بے خبر بھی نہ ہونگے، کیونکہ نبی جاہل نہیں ہو سکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ان کو بلا باب اپنی قدرت کاملہ سے انسان کامل بنایا اور اپنے مقررہ قانون خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ سے مبرا من اسباب انسانی پیدا فرمایا، ایسے ہی اپنی قدرت کاملہ سے بلا اقسام وحی رسالت انکرواقت قرآن خوانی کی عطا کر کے بھیجیں گے، جیسا کہ ایک شخص پاس شدہ استاد سے الجرا وغیرہ پڑھ چکا ہوتا ہے، تو اس کے سامنے اگر کوئی پیچیدہ سے پیچیدہ سوال پیش کیا جاوے تو فوراً حل کر دیتا ہے، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وحی الہی کی سابقہ تعلیم سے پہلے واقف ہیں، اس واسطے ان کو قرآن کریم پڑھنے میں نہ استاد کی ضرورت ہوگی اور نہ وحی کی۔

دوسرا جواب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو ریت و انجیل و زبور صحائف مابقی کے عالم تھے یا نہ؟ اگر تھے تو بذریعہ وحی یا سبقاً کسی سے پڑھے، سبقاً آپ کا پڑھنا محال، کیونکہ آپ کی شان میں فرمانِ خداوندی ہے وَ عَلَّمَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے قانون سے معلم کل بن کر تشریف لائے اور اگر بذریعہ وحی تسلیم کرو، تو تمہارا ہی اعتراض تم پر وارد ہوگا، کہ وہ صحیفے ان انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہونگے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَمَوْجُو ابی۔

تیسرا جواب۔ یہ مذکورہ بالا تو ہے حقیقت، اب میں تمہاری بنا دھڑ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کہ تمہارے مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں ایسی کئی قرآنی آیات جو بموجب عبارت قرآنیہ غلط و سچ کی ہیں اور اپنی الہامی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، تو کیا تم نے کبھی اپنی عقل سے کام لیا، کیا قدیمی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غلط آیتیں نازل فرمائی ہیں، یا مرزا صاحب کا دعویٰ ان کے متعین الہام ہونے کا افسر اعلیٰ اللہ ہے، قرآن کریم میں غلطی ہونا تو محال، کیونکہ خدائی دعویٰ موجود ہے،

حکم سجدہ

۲۲

۵

وَأَنَّهُ لَكُمْ تَابٌ حَزْبُ لَاتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ -

اور بے شک یہ کتاب اپنی وقعت والی ہے، جس کے آگے سے

نیچے سے باطل کی ملاوٹ نہیں آ سکتی،

کیونکہ دلیل خداوندی ہے

إِنَّا نَحْنُ مُزِلُّنَا الذِّكْرَ وَآيَاتُهَا لَمَّا فُظُّونَ -

حجی ۱۲

۱

بے شک ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی نگہبانی کے ذمہ دار

ہیں، تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم میں غلطی محال، تو مرزا صاحب کا قرآن کریم کی انہوں پر کر کے الہامی دعویٰ افتراء علی اللہ ثابت ہوا، لیکن تم نے کبھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھا؟ یا اعتراض کیا، کہ یہ محمدی قرآن ہے یا مرزائی قرآن عیسیٰ علیہ السلام پر جھٹ اعتراض یاد آگیا، لیکن مرزا صاحب پر بھی کبھی یہ اعتراض یاد آیا؟ اگر اس اعتراض کی طرف بھی کبھی توجہ کرو گے، تو یاد رکھو، پہلے مرزاہیت کو دور باد کہنا پڑے گا، پھر بات کر سکو گے،

چوتھا جواب - آئیے فقیر تمہیں سمجھا دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند کے ارشاد

جَوِیومِ مِثْقَالِ حَبِّ خَلْبٍ، ثُمَّ جَاءَ كُتُوبُ رُسُلٍ مَصَدِّقٌ لَنَا مَعَكُمْ لَتَوْمَعَنَّ بِهِ
وَلَتَنْتَضِي حَتَّى رَجَعْتُمْ شَرِيفٌ لَا دِينَكَ تَمَّارَ سَے پاس ایک رسول، جو کچھ تمہارے پاس ہو گا -

اس کے مصدق ہونگے تو تم اس کے ساتھ ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور امداد کرنا، تشریف لا دینگے، تو کس سے مخاطب تمام انبیائے کرام ہیں، اور جہاں کے قائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں، جس کی وضاحت رسول کی وحدت نے کی ہے، اور کس کے خطاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو بھی شامل فرمایا، مصدق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مآ معکم نے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو بھی گھیر لیا، اور دنیا میں دوبارہ تشریف لا کر آپ کے ساتھ ایمان لا کر لَتَوْمَعَنَّ بِهِ کے

عادل ہونگے اور وَلَتَنْتَضِي حَتَّى رَجَعْتُمْ شَرِيفٌ پر عمل کر کے بے ایمانوں کی تباہی کرینگے، تو تمہارے سوال کا

جواب نقل و عقل سے واضح کیا گیا، اب تمہارے ایمان پر ڈالتا ہوں، جو قرآن کریم کی آیات

فریحہ کو پس پشت ڈال کر اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور اجماع امت مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم سے علاوہ کر کے تمہیں وفات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لیجا رہا ہے اور طرح طرح

کے بناوٹی بہانے سکھاتا ہے، حالانکہ اسلام ایسا ٹیڑھا نہیں۔ جنت تم مردِ ترورِ کر مرزائیت کے سلپے میں ڈھالتا چاہتے ہو، تمہارا یہ سبق اسلامی نہیں، بلکہ مرزائی گورکھ دھند ہے جس نے تمہیں اشکال میں ڈال رکھا ہے۔

پانچواں جواب۔ اَنَا اَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ نَبِيَّهَا هُدًى وَ تَوْفِيقًا لِّلَّذِينَ اسْلَمُوا۔
ماعد کا ۶

ہم نے تورات کو نازل فرمایا، اس میں ہدایت اور نور ہے بیچارے کرتے تھے اس کے ساتھ کئی انبیاء علیہم السلام جو اسلام لائے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ ایک کتاب خداوندی کے کئی انبیاء کرام علیہم السلام عامل رہے، اور ان کی نبوت میں بھی فرق نہ آیا، کیونکہ ان کی نبوت جعلی نہ تھی جعلی نبوت کا مدعی متبع کتاب خداوندی نہیں کہلا سکتا، بلکہ وہ اس کتاب کا مذب ہوتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ ایک کتاب خداوندی کے بلا تلمیذ انسانی کئی انبیاء کرام عامل رہے اور وہ کتاب جس پر نازل ہوتی، اسی کے نام کی طرف ہی منسوب رہتی، یہ ہے تمہارے سوال کا جواب قرآن کریم سے۔ اب تمہارے ایمان جلی پر نظر ڈالتا ہوں، کہ اس کو بلا چشمہ مرزائیت ملاحظہ فرمادے، اور انصاف کرو، کہ تمہارے سوال عقلی کا جواب عقلاً و قرآناً تسلی بخش ہوگا ہے یا نہیں، وَمَا عَلَيْنَا الْاِسْلَاحَ الْمُبِينُ ۝

نشر محمد مرزائی کا تیسرا سوال | اب اگر بقول آپ کے کوئی نبی نہیں آسکتا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے ختم نبوت میں فرق نہ لازم آئے گا، اور سلسلہ دجی تو وہ سوال سے جب بند ہے، تو جبرئیل علیہ السلام بیکار رہی بیٹھے ہیں۔ اور زندگی عید گزار رہے ہیں، ورنہ تمہیں عقائد احمدیہ کی تائید کر کے دجی کی آند کہ کھانا پلٹا پڑے گا۔

محمد عمر | دوست خداوند کی طرف سے نبوت کا دروازہ بند ہے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، نہ کہ معاذ اللہ پہلے انبیاء کرام نبوت سے خالی ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، کہ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ حَقُّ كُوْغَالِبٍ کرتا ہے اور باطل کو نابود کرنا ہے، اور کسی کو دلائل سے نابود کرتا ہے، جو اُدلی الالبصار ہوں ان کے لئے دلائل ہی کافی ہوتے ہیں۔

تو ان کی بطالت صاف ہو جاتی ہے، اور کئی دلائل حقہ سمجھنے کا دماغ ہی نہیں رکھتے، بلکہ غیر کی مزدوری کر کے ان کے دماغ پر قوت متحیلہ غالب ہوتی ہے، تو وہ اپنے خیالات میں ہی حیران ہوتے ہیں، اور کَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّس سے بیچارے معذور ہوتے ہیں، ان کے لئے مجتہد عنصر کی ضرورت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کو چونکہ علم تھا، کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اہل حق کے سایہ میں حق میں ہونگے، لیکن بعض کمزور دماغ جو حق و باطل کی تمیز نہ رکھیں گے، اصل و نقل میں فرق نہ سمجھیں گے، جھوٹ اور سچ کو بھی نہ پرکھ سکیں گے، سفید نام لیکن سیاہ قلب ہونگے، ہاتھ میں قرآنی شمع، لیکن بوجہ عدم بصیرت غیبت الجوب میں گرے ہونگے، اور ایسے لوگ چونکہ قرب قیامت ہی ظاہر ہونے والے تھے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ایسے کوتاہ اندیشوں کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اپنی ڈیوٹی کو ختم کر چکے تھے، بحکمہ چند سال کے لئے پرائیویٹ ملازمت پر متعین ہونگے، جو اپنے خطاب نبوت کی بحالی میں اولیاء محمدیہ میں شمولیت اختیار کر کے حکمرانی چرائیں گے اور دَرَانْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْجِئِهِ سے اپنے دھمال سے قبل ہی قرب قیامت تمام اہل کتاب کے مدعیوں کو کفر و شرک فی التوحید والی مسالۃ سے توبہ کر کر دین مصطفائی میں داخل فرما دیں گے، تو اس وقت سوائے دین محمدی کے مرزائیت، نیچریت، چکرا الویت سب بے نشان ہو جائیں گے۔

اس اسلامی عقیدہ سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں فرق نہیں آسکتا، کیونکہ وہ دنیا میں تشریف لا کر اپنی نبوت کا اعلان نہ فرما دیں گے، مفصل بحث ملاحظہ فرمانے کا شوق ہو، تو حصہ ختم نبوت کو ملاحظہ فرمائیں، آج تک سوائے مرزائی کے ملائکہ کو کسی نے بیکار نہیں کہا، بھلا یہ تو بتلائیے کہ قبل از مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ساٹھ تیرہ سو سال معاذ اللہ جبریل علیہ السلام بیکار ہی رہے، اب مرزا جی تشریف لائے ہیں، تو جبریل علیہ السلام کی بیکاری کا آپ کو فکر لاحق ہوا، مرزائی صاحب یہ تو فرمائیے کہ انسان لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا تھا تو اس وقت ملائکہ کی بیکاری کا آپ کو کوئی خیال نہ دوڑا، کیا اسرافیل علیہ السلام نے ابھی قرآن پھونکا نہیں، ابھی پھونکنا ہے تو ابتداء سے فریش سے قیامت تک بیکار ہی رہیں گے نہیں مرزائی صاحب قرآن کریم سے سن لو، دَرَانْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُنَبِّئُ بِحَمْدِهِ مَبْدُوءًا، کوئی شے ایسی نہیں، جو اپنے رب کی تسبیح نہ بیان کرے، يُنَبِّئُ بِحَمْدِهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اس آیت

کریمہ میں رب کریم نے تسبیح ملائکہ کو مقدم فرمایا، تاکہ ارضیوں سے سمادیلوں کی پیدائش اور تسبیح کا تقدم ثابت ہو، اس میں لامکانی کا ذکر نہیں فرمایا، کیونکہ ان کا ذکر تمام سے وراء تھا، تم مرزائی بیچارے سمجھتے ہو، کہ مرزا صاحب ہمیں تسبیح و صلوة سے بیکار کر گئے ہیں، تو شاید جبریل علیہ السلام بھی بلا انزال وحی بیکار ہی رہتے ہیں، نہیں نہیں، بلکہ وہ بوقت انزال وحی بھی تسبیح الہی سے بیکار نہیں رہ سکتے، اور اس کار سے اعلیٰ اور کوئی کار ہے ہی نہیں، جو اہل اللہ جانتے ہیں اور غیر اللہ بے خبر و بے کار ہیں۔

پھر ایک اور گزارش ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء اگر نہیں ختم نبوت میں فرق لازم آنے سے مجبور کرتا ہے، تو تم نے مرزا صاحب کو نبی تسلیم کیوں کیا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پاس خاطر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرزا صاحب کو چھوڑ دو، اور اگر نہیں چھوڑتے تو اس سے تمہارا اصل پول کھل جاتا ہے، کہ تم ختم نبوت میں فرق لازم آنے کی خاطر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے منکر نہیں، بلکہ مرزا صاحب کو جعلی عیسیٰ تسلیم کرنے کے لئے اور مرزا صاحب کے نقلی عیسیٰ کے دعویٰ کو سچا کرنے کی خاطر عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے نزول من السماء کا انکار کر کے قرآن و حدیث و اصل اسلام کو ترک کر رہے ہو، اور تشکیک فی الاسلام کا تم نے شیوہ اختیار کر رکھا ہے، باقی رہا نزول مسیح کو من السماء ہمارا تسلیم کرنا تو یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے، اور ایمانی قوت ہے، کہ ہمیں رب العزت نے فرمادیا، کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، آپ خاتم النبیین اور تمام کے لئے کافی ہیں، تو ہم مسلمانوں نے بلا دلائل حکم الہی کے سامنے سر کو خم کر دیا، اور اس نے فرمادیا کہ اخیر زمانہ میں قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر چڑھ چکے ہیں، دوبارہ بلا تبلیغ نبوت تشریف لادینگے، تو ہم نے بلا عذر تسلیم کر لیا، کہ یا اللہ تو نے سچ فرمایا ہے، ہم مسلمانوں کو نہ پہلے حکم خداوندی میں دلائل کی ضرورت ہوئی اور نہ حکم ثانی میں عذر خواہاں ہوئے۔ بلکہ جیسا کسی سے ہو سکا اپنے عقل و دلائل کو ان دونوں حکموں پر منطبق کرنے کی کوشش کی، غیر نے تسلیم کیا یا نہ، اگر ہندو اپنے بت کے سامنے بلا دلائل و حکم سر جھکا سکتا ہے، تو ہم مسلمان اپنے حقیقی خالق و حاکم کے حکم کے سامنے اپنے تضاد عقلی کو عذرا پیش نہیں کر سکتے، بلکہ عذر خواہ کی عقل غلط اور حکم الہی کو صحیح کہینگے، کسی کے پھسلانے سے مسلمان حکم خداوندی کو نہیں چھوڑ سکتا، خواہ کوئی کتنی ہی ہیرا پھیری سے کام لے۔

شیر محمد مرزائی کا چوتھا سوال | جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو گئے اور امت محمدیہ کی اصلاح میں مصروف ہو گئے، تو اس وقت کہ سُولَ اِلٰی بَنی رَاسِی اِیْیَل آیت قرآنی کی کیا تشریح ہوگی۔

محمد عمر | مرزائی صاحب تم بڑے سادہ لوح ثابت ہوئے ہو، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے تشریف لائے تھے، تو اس وقت کے واقعہ کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ کیا، وَ سَی سُولَ اِلٰی بَنی رَاسِی اِیْیَل، لیکن جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے خطاب خداوندی وَمَا اَمْ سَلٰتُکَ اِلَّا کَاثَۃً لِّلنَّاسِ بَشٰیْرًا وَّ نَذِیْرًا نے بنی اسرائیل ہوں یا کوئی اور تمام کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و احکام محمدیہ کے ماتحت ہونیکا اعلان فرمادیا، اب ان کے دوبارہ تشریف لانے سے خداوند کریم کا یہ حکم وَمَا اَمْ سَلٰتُکَ اِلَّا کَاثَۃً لِّلنَّاسِ کو توڑ کر وَ سَی سُولَ اِلٰی بَنی رَاسِی اِیْیَل کو پھر از سر نو قائم کیسے فرما دینگے، بلکہ کَاثَۃً لِّلنَّاسِ میں ہی داخل رہیں گے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان وَ سَی سُولَ اِلٰی بَنی رَاسِی اِیْیَل سے اپنی رسالت کو محض اس وقت کے بنی اسرائیل سے مخصوص کرنا مقصود ہے۔ بعد ازاں رفع الی السماء سے ان کا حکم رسولی منسوخ نہ ہوا، اب ان کی تشریف آوری کے بعد ان کے سابقہ خطاب رسالت میں بھی فرق لازم نہ آئیگا، جیسا کہ ریٹائرڈ گورنر کو اگر بوقت ضرورت بادشاہ وزیر اعظم لگا دے، تو اس کی سابقہ گورنری میں بھی فرق لازم نہ آئیگا، اور نہ ان کی سابقہ گورنری کی حکمرانی کو کالعدم سمجھا جائیگا، اور اس کے وزیر اعظم مقرر کرنے سے نہ ہی اس کے اعلیٰ افسر سابقہ گورنری کے خطاب میں ہی فرق لازم آئیگا، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے نہ تشریف لائینگے، یہ تمہیں دھوکا دیا جاتا ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور حاکم امت محمدیہ کی طرف سے دشمنان امت محمدیہ کو تہلو اور سر کرنے کے لئے تشریف لائینگے، اور جھوٹے مسیحیوں کو اپنی مجسمہ موجود فی الخارج دلیل دکھا کر منکرین کو امت محمدیہ میں داخل فرما دینگے، تو سَی سُولَ اِلٰی بَنی رَاسِی اِیْیَل کے گذشتہ قول عیسوی کو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے جس کا حکم وَمَا اَمْ سَلٰتُکَ اِلَّا کَاثَۃً لِّلنَّاسِ بَشٰیْرًا وَّ نَذِیْرًا لِّکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سبا ۲۲) سے ختم ہو چکا، اور اگر تم یہ کہو، کہ مرزا صاحب نے اسی کام کو سرانجام دیا ہے، تو یہ غلط ہے ایک تو وہ عیسیٰ بن مریم نہیں، اور نہ ان کے علامات ان میں موجود، نہ ان کا مقام اور نہ ہی نزول من السماء بلکہ قادیان میں پیدائش، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے سمجھنا یہ کسی نے خلاف

قرآن و حدیث تہارے ذہن میں بٹھایا ہے، ان کی اصلاح امت محمدیہ کے لئے نہ ہوگی، بلکہ امت محمدیہ کی خدمت اور غیر کی اصلاح ہوگی، اور دوسرا سُوْلَا اِلٰی بَنِي اِسْرٰیْل کی تخصیص رسالت کو بھی یاد رکھنا، پھر کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو امت محمدیہ کے لئے کارگر سمجھ کر کسی کے دھوکے میں نہ آنا، رسالت کی تخصیص بوقت شیعہ اور خدمت کی تخصیص بوقت مہبط، اب بھی اگر تم ختم نبوت کے مسئلہ اور دوسرا سُوْلَا اِلٰی بَنِي اِسْرٰیْل کو نہ سمجھو، تو تمہیں خدا ہدایت دے۔

اب تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نفع اِلٰی السَّمَاء اور ان کے نزول من السَّماء کو سمجھنے کے واسطے نہیں باتیں گھڑتے، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ان کے واقعہ کو چسپاں کرنا چاہتے ہو، کبھی آیا فرقانیکہ معافی کو الٹاتے ہو، کبھی ترتیب کو، لیکن مرزا صاحب بنائے سے عیسیٰ بن مریم کیسے بنجائیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفر و شرک کو مٹائیں گے، اور مرزا غلام احمد صاحب نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کفار و مشرکین و خنازیر اور حرامزادوں کے خطاب سے نوازا، اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا فرقہ ڈال دیا، اور ایسا اختلاف کیا کہ نہ ان کے جنازے میں شمولیت نہ اس کے ساتھ رشتہ داری، بلکہ امت محمدیہ کی ایک عورت جو ان کی منکوحہ تھی، ان کی محبوبہ محمدی بیگم کے نہ حصول پر اس کو طلاق دیکر علیحدہ کر دیا، اور باقی رشتے مرزا ٹیپوں سے ہی حاصل کئے، بعد ازاں امت محمدیہ سے ایک بیوی بھی نہ مل سکی، حالانکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ سے ہی بیوی کریں گے، اور اس سے ہی اولاد ہوگی اور یہاں اس کے خلاف بعد از دعویٰ نبوت امت محمدیہ سے ایک ہی عورت محمدی بیگم کو لینے کی کوشش کی، چونکہ جعلی عیسیٰ تھے، اس لئے خداوند کریم نے کامیاب نہ ہونے دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعویٰ نبوت لیکر نہ تشریف لائیں گے، مرزا صاحب نے بتدریج دعویٰ نبوت کیا، اس کے متعلق زیادہ تفصیل انشاء اللہ عنقریب مذکور ہوگی۔

جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں اور قرآن کریم بھی اس پر شاہد ہے، کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا فرمائی ہے، لیکن برخلاف اس کے آپ ان کو قرآن کریم سے منسوب کرتے ہیں، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہرگز نہیں،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اپنی نبوت کے انشاء کے لئے نہ تشریف لائیں گے، اور نہ اپنی انجیل کے انشاء کے لئے، بلکہ منکرین کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف دعوت دیں گے، اس لئے وہ دوبارہ تشریف لا کر انجیل کی طرف دعوت نہ دیں گے اور قرآن کریم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکا ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔
سُورَةُ مُحَمَّدٍ ۲۶
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا
 نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور ایمان لائے اس پر جو محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے اور وہی حق ہے اُن کے رب کی طرف سے۔
 ہم تو بھائی قرآن کریم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل مانتے ہیں، اور یہی ہمارا عقیدہ
 ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی قرآن کو منسوب کرتے ہیں، ایماندار خواہ نبی ہو یا
 ولی کے قرآن کریم پر عمل کرنے سے یا انشا سے اس کی طرف اس کو منسوب نہیں کر سکتے، جیسا کہ پہلے
 گذر چکا ہے، اسی واسطے رب العزۃ نے قرآنی احکام و آیات کو نجماً نجماً نازل فرمایا، اور اپنے
 ابن کریم کو بارہ سال میں جمع فرمایا، اب اگر کوئی بیک وقت پڑھے یا خداوند کسی کو ایک
 دفعہ ہی پڑھنے کی طاقت دیدے تو قرآن کریم بغیر تحدید وہی ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 نازل ہوا، تو کسی اور کی طرف قرآن کے نزول کو ہم منسوب نہیں کر سکتے، اور یہ قرآن کریم عالمین
 کے لئے ہدایت ہے، عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا کوئی اور، اور جو اپنے آپ کو عالمین میں شمار
 نہ کرے اس کے لئے قرآن کی ضرورت بھی نہیں،

دوسرا جواب :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت کئی انبیاء کرام تشریف لائے،
 جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام آپ کے بھائی آپ کے زمانہ میں، حضرت الیاس علیہ السلام
 اور ان کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام، ان کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی تجدید
 کرتے رہے، انہوں نے توراۃ کو نہ کسی سے سبقاً پڑھا، نہ خداوند کریم نے دوبارہ وحی فرمائی،
 بلکہ خداوند کریم نے ان کو قوت علمی ایسی عطا فرمائی، جو وہ اس کتاب الہی توراۃ کو خود بخود اس
 عطائی علم سے پڑھ لیتے، اور توریت موسیٰ علیہ السلام کی ہی کہلاتی رہی، کیونکہ ان کی طرف نازل
 ہوئی تھی، اور دوسرے کسی طرف منسوب نہ ہوئی، تم محض انشا سے عیسیٰ کی طرف قرآن کریم کو کیسے منسوب کر سکو گے،
 کیا وہ جنت سے نکل کر دنیا میں تشریف لائینگے، جو
شیر محمد مرزائی کا چھٹا سوال
 تعلیم قرآنی کے خلاف ہے، یا اب تک جنت میں ہی

داخل نہیں ہوئے، اگر نہیں تو دلیل قرآنی ہو، اگر ہیں تو کوئی بشر عارضہ، رہائش جنت میں رکھ رکھا ہی
 اگر ایسا ہے تو حضرت الیاس کے متعلق تمہارا عقیدہ کیوں نہیں، اور اگر جنت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے دنیا میں آنا ہے، تو ہُمْ فَنُخَلِّدُ دُنَ کے کیا معنی؟

محمد عمر | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان الہی دَسَّ اَفْوَكَ اِلَیَّ وَبَلَ سَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیَّ
آسمان پر زندہ اٹھایا جانا ثابت ہے، کہا ماضی بیان نہ اور بموجب حدیث

صحاح آسمان پر تشریف فرما ہیں، جیسا کہ شب معراج میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم کو آسمان ثانی پر جاتی دفعہ بجدہ ملائی ہوئے۔ یہ صورت میں بمطابق قرآن و احادیث صحیحہ آسمان میں
بجدہ قیام پذیر ہیں، اس کی تفصیل سماوی چونکہ خداوند کریم نے زیادہ ظاہر نہیں فرمائی، اس لئے فقیر
زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا، البتہ ان کو خوراک جو ملتی ہے، نہ وہ جنت کی ہے، نہ دنیا کی، مادہ کی طرح
قدرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ دنیا میں ہیں، نہ جنت میں، آسمان ثانی
میں قیام پذیر ہیں۔ جہاں تک ہماری عقلوں کی رسائی ہے۔

مرزائی | ہاں جنت و دوزخ و دنیا کے علاوہ بھی کوئی مقام ہے، یا ان کے علاوہ بھی نہیں
کھانا پیتا ہوتا ہے۔

محمد عمر | ہاں جنت و دوزخ و دنیا کے علاوہ بھی مقام ہے، سموات میں ایسے مقامات ہیں،
جو دنیا و جنت و دوزخ کے ماسوائے ہیں، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیام پذیر
ہیں، اور کھانے کے متعلق عرض کر دوں، جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مادہ طلب
کیا، تو آپ نے رب العزّة سے دعا فرمائی، تو کھانا آسمان سے نازل ہوا، شیخ شمعون نے
مہناری طرح دریافت کیا، کہ حضور ایسے اعلیٰ کھانے کہاں سے آرہے ہیں، چالیس دن ہو گئے
ہیں اور پانچ سات ہزار آدمی روزانہ کھانا کھاتے ہیں، یہ اتنا اعلیٰ کھانا کہاں سے آرہا ہے۔
تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ملاحظہ ہو۔

فَقَالَ سَمْعُونُ يَا رُوحَ اللّٰهِ اَمِنْ طَعَامِ
الدُّنْيَا اَمْ مِنْ طَعَامِ الْجَنَّةِ فَقَالَ الْمَسِيحُ
لَا مِنْ طَعَامِ الدُّنْيَا وَلَا مِنْ طَعَامِ الْآخِرَةِ

تاریخ کامل لابن اثیر

۱۰۹

اِنَّ مَا هُوَ شَيْءٌ خَلَقَهُ اللّٰهُ بِقُدْرَتِهِ

تو کہا شمعون نے اے روح اللہ (یہ مادہ) کیا دنیا کے کھانے سے ہے یا جنت
کے طعام سے، تو مسیح علیہ السلام نے فرمایا، نہ دنیا کے کھانے سے نہ آخرت کے کھانے سے
سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ ایسی شے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا

فرمایا، اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے، کہ ماعدہ من السماء کی خواہش بھی جنت کھانے کی نہ تھی، تاکہ منکرین کو بھی معلوم ہو جائے، کہ قدرتی کھانا بھی بغیر دنیا و جنت و دوزخ سے مہیا ہو سکتا ہے۔

کوں جناب مرزائی صاحب! ثابت ہو، کہ مائدہ جو آسمانوں سے اتارا گیا وہ کھانا نہ دنیاوی ہے نہ جنتی، بلکہ قدرتی ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جیسے ماعدہ قدرتی زمین پر بھیجا گیا، ایسے ہی آسمان ثانی پر بھی قدرتی کھانا ملتا ہے، جس کا باور چنانہ نہ ارضی ہے، نہ اس کا خزانہ جنت ہے، بلکہ قدرت الہی سے مل رہا ہے، کیونکہ زمین سے بھی قدرت خداوندی سے ہی آسمان پر تشریف لے گئے اور قدرت خداوندی سے ہی انہیں کھانا ملتا ہے، اب تو تمہارے سوال کا جواب تسلی بخش ہو گیا یا نہ، باقی رہا تمہارا کہنا کہ کسی بشر کی عارضی رہائش جنت میں ہوئی، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ قدرت خداوندی سے آسمان پر قیام پذیر ہیں، جب دنیا پر پھر تشریف لائینگے، پھر کھاج کرینگے، اولاد ہوگی، بے ایمانوں کا مقابلہ کر کے مسلمان کرینگے، بعد ازاں وصال ہوگا، پھر انشاء اللہ تعالیٰ مریاض الجنۃ میں قیام پذیر ہونگے، اس سے تمہارا تمام اعتراض حل ہو گیا لیکن باوجود اس کے پھر بھی فقیر تمہارے شک کو فک کر رہی دیتا ہے، شیعہ جنت میں جتنے جنتی ہیں تمام عارضی ہیں، بلکہ موجودہ جنت بھی عارضی ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے، کُلُّ شَيْءٍ حَالٍ لَّا إِلَهَ إِلَّا وَجْهٌ، ہر شے فنا ہو رہی ہے، سوائے زوال جلال کے، معلوم ہو، کہ یہ جنت و دوزخ و مافیہا سب فنا ہونے والے ہیں، بعد از حشر پھر دوبارہ قیام جنت و دوزخ ہوگا، اس میں خلود ہوگا، یہ ہے طالب خلدین فیہا کا اور جو کتاب جواب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لَبِئْسَ الْقَدْسُ كَوَارِجَ جَنَّةٍ سے دنیا کی طرف باذن اللہ آتے ہیں، جیسا کہ ارشاد الہی ہے، نَزَّلَ الْمَلَائِكَةُ الرُّوحَ فَيُخَايَرُونَ بَيْنَهُمْ، شب قدر میں باذن الہی روح اور ملائکہ زمین پر نازل ہوتے ہیں، جب ان کے اس نزول نے خلدین فیہا میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا، تو یہاں کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت بڑا لڑی اللہ تعالیٰ عنہ عارضی قیام بموجہ جنت میں فرماتے تھے، ملاحظہ ہو۔

عن جناب ابن عبد اللہ انہی سوال علی اللہ علیہ
وسلم قال اری بیت الجنۃ فی بیت امۃ ابی طلحۃ

مسلم شریف ۲
۲۹۲

شَرَّ مَبْعُوثٍ حَشَشَةً أَمَامِي فَإِذَا بَدَلًا.

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں جنت دکھایا گیا، تو میں نے ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا، پھر میں نے اپنے آگے جوتے کی آہٹ مٹی، تو حضرت بلالؓ تھے،

کیوں جناب مرزائی صاحب! حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عارضی قیام حنت میں ثابت ہو گیا، اب تو مزائیت سے نائب ہو جاؤ، یا حدیث صحیحہ کس پشت ڈال دو، جو تمہارا پُرانا وطیرہ ہے۔ پہلے آریہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سماوی زندگی کے منکر تھے، اب ٹھیکہ تمہنے اختیار کیا ہے،

”ساواں سوال“ کیا ان سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی؟

”محمد عمر“ نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ آپ کی مصدقہ مہر ان کی نبوت پر لگ چکی ہے، ٹوٹے تب جب نئے سرے سے ان کی نبوت پر مہر چسپاں کرنی پڑے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت تشریف لانے سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی، کیونکہ ان کا ڈیوٹی نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکی ہے، اور وہ مابین امت میں تشریف نہ لادینگے، بلکہ آخر میں تشریف لادینگے، جو قرب قیامت ہر کام خلاف ہی ہوگا، ان کی نبوت سابقہ ہے، لیکن آمد آخیر میں ہے، بعد جعلی نبیوں و ماغلہا کی حجت بنکر تشریف لائیں گے تاکہ تمام کاذبین کا کذب احمر میں نشو و نما جائے کہ تو نے نبوت کو ختم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ واپس کیوں نازل فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا أَذْ لَهَا دَعِيٌّ ابْنُ مَرْيَمَ أَخْذَهَا۔
کیسے ہلاک کی جائے گی ایسی امت، جس کے اول میں میں اور اس کے اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں،

کنز العمال
۲۰۲
ابن ماجہ

کیوں جناب اب فرمائیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، کہ میری امت کے اخیر میں حضرت عیسیٰ بن مریم تشریف لادینگے، عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کو ابن مریم سے خصوصیت دی، تاکہ منکرین کے لئے وضاحت تامہ ہو جائے، کہ عیسیٰ علیہ السلام وہی گذشتہ ابن مریم ہی آخر امت میں ہیں، جن کی نسبت مادری ہی ہے پدری نہیں، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف عنوانات و طرق و طرز معاش دنیاوی کو بیان فرمانا یہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی

حتمی ثابت کر رہی ہے، مرزا صاحب دما خلفہ کا ہر پہلو سے انکار کرنا یہ سوائے تکذیب صریحہ کے اور کچھ نہیں،

نقض

کیا تم مرزائی حیات مسیح کا اس واسطے انکار کرنے ہو، کہ ختم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق لازم آتا ہے؟ تو یہ غلط ہے، کیونکہ تم نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کو بنی تسلیم کیا ہوا ہے، اور اس اعتراض سے محض تمہاری دھوکا دہی ہے، لہذا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء سے انکار کرنا محض مرزا غلام احمد صاحب کو بنی بنانا مقصود ہے، اذ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول من السماء پر ہمارا عقیدہ محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہے، اور یہ بناوٹ نہیں، بلکہ حقیقت ہے، خواب نہیں، تحریری ثبوت قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہیں، اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت ٹوٹتی نہیں، بلکہ پہلے اُن کی نبوت پر آپ کی مہر لگ چکی ہے، اب نئے سرے سے دوبارہ مہر کی ضرورت نہیں، نبوت وہ مشکوک ہے، جو آپ سے سابق نہیں، اور آپ کی مہر اس کی نبوت پر چسپاں نہیں ہوئی، کیونکہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کنندہ مہر کو داخل دفتر فرما چکے ہیں، اب نہ وہ دفتر کھل سکتا ہے اور نہ وہ مہر نکل سکتی ہے، اور نہ ہی کسی مدعی نبوت کی تصدیق ہو سکتی ہے، سوائے اس کے کہ کا زمین کی صف میں کھڑا رہے،

”اٹھ کھواں سوال“ کیا اُن کی کتاب قرآن ہوگا، یا انجیل، یا بھیل تو منسوخ ہو چکی اور اگر قرآن ہوگا تو بیکل قیوم ہمارے خلاف لازم آتا ہے اور اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک بھی لازم آتی ہے، اب نیابیان جو ہمارے نزدیک ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیا قرآن کریم میں کوئی نص ہے، اگر ہے تو بیان فرما دیں۔

”محمدؐ“ تم نے سمجھ رکھا ہے، کہ مرزا صاحب کی کتابیں تذکرہ اور حقیقۃ الوحی وغیرہ ہیں، تو شاید انبیائے صادقین کی بھی کتب ایسے ہی ہوں، عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے انجیل نازل ہوئی، اور قرآن اُن پر نازل نہیں ہوا، پھر وہ قرآن کریم کے نازل ہونے سے منسوخ ہو گئی، کتاب قرآن کریم جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمل بعد از نزول من السماء قرآن کریم کے مطابق ہوگا، کیونکہ یہ قرآن ذکرٌ للعالمین ہے اور

عالمین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں، انجیل محدود وقت محدود فی کے لئے مقرر تھی، قرآن کریم کے لئے نہ حد زمانی، نہ قومی، ہر زمان اور ہر قوم کے لئے، قرآن کریم نے تمام کو ایک قوم اور تمام زمانوں کا ایک زمانہ قیامت تک کر دیا، اور جناب نے **وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ** کو فوراً پڑھ دیا۔ لیکن میرے دوست سے آیت کا ماقبل سہواً رہ گیا، کاش اگر ماقبل یاد آ جاتا، تو کبھی لغزش نہ کرتے ملاحظہ ہو۔

مِیْ عُد ۱۱

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اور کوئی بات نہیں، آپ ہی واحد ڈرانے والے ہیں، اور آپ ہی ہر قوم کے ہادی ہیں، اس سے ایسا مسئلہ ثابت ہوا، کہ اس نے مرزائی نبوت کی جڑ سرے سے ہی کاٹ کر پھینک دی، جس کا نام نشان نہ ملا، کہ ہر قوم کے ہادی آپ ہیں اور کوئی ہادی پیدا ہو ہی نہیں سکتا، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے، تو وہ **لِنَبْلِغَ مَا اَدْحٰی اِلَيْهِ** کے لئے نہ تشریف لائینگے، بلکہ **لِنَبْلِغَ مَا اَدْحٰی اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** تشریف لائینگے، تو ثابت ہوا، کہ ان کا عمل بھی واحد مندر اور واحد ہادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت ہو گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء تو ذررت ایزدی کا انکشاف خاص ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بلا نسبت پدری تسلیم کرتا ہے، اس کے لئے تو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قرآن قیامت نزول من السماء بھی کوئی بڑی بات نہیں، اشکال تو تمہارے لئے ہے، کہ تمہارے مرزا صاحب عیسیٰ بن مریم بن بیٹھے ہیں، حالانکہ زمانہ جانتا ہے، اپنا پرایا جانتا ہے، کہ مرزا صاحب غلام احمد بن چراغ بنی بی ہیں، اب کسی تحصیلدار کے پاس کسی جاہلاد کا ورثہ کا غذات درجسٹریٹ کراری میں عیسیٰ بن مریم کے نام لکھا ہو، تو وہ صاحب انصاف و ایماندار تحصیلدار اس تحریرات کے مطابق عیسیٰ بن مریم حقیقی کے نام ہی درج کر لگا، لیکن اگر کوئی غیر یعنی غلام احمد بن چراغ بنی بی تحصیلدار کی عدالت میں پیش ہو جائے، اور اپنا نام عیسیٰ بن مریم خود بنالے اور کہے کہ میں ہی عیسیٰ بن مریم ہوں، اور جو اس کے پڑوسی اس کو پہچانتے ہوں، وہ شہادت دیں، کہ جناب یہ غلط کہنا ہے، یہ تو ہمارے سامنے قادیان میں پیدا ہوئے ان کے والد صاحب نے ان کا نام غلام احمد رکھا اور ان کے بچنے والی والدہ کا نام چراغ بنی بی ہے، ہمارے سامنے ان کی پرورش ہوئی، عدالت برطانیہ میں یہ کئی مقدمات لڑے، وہاں بھی یہ غلام احمد بن غلام مصطفیٰ لکھاتے رہے۔ اور مردم شماری میں اتنا عرصہ یہ غلام احمد بن غلام مصطفیٰ لکھاتے رہے ہیں، اپنے والد صاحب

غلام مصطفیٰ صاحب کی جائداد کے وارث بنے تو حصہ نہ ملا، جب غلام احمد بن غلام مصطفیٰ ہونے کے مدعی بنے، اور حقیقت بھی یہی ہے، اگر یہ بوقت وصول جائیداد تحصیلدار صاحب کو فرما دیتے کہ غلام مصطفیٰ کی جائیداد عیسیٰ بن مریم کے نام درج کر دو، تو جدی ورثہ سے محروم رہ جاتے، اس طرف تو غلام احمد بن غلام مرتضیٰ ہونے کی حیثیت سے غلام مصطفیٰ کی جائیداد لے چکے ہیں، اب اپنی طرف سے اپنے نسب و نام کو بدل کر جعلی عیسیٰ بن مریم بننے کی کوشش کر رہے ہیں، تو تحصیلدار حقیقت کے سمجھنے والا عیسیٰ بن مریم کی جائیداد کو مرزا غلام احمد صاحب کے نام بھی درج نہ کر لگا، لیکن مرزا صاحب اس حقیقت کو بدلنے والے مسلمانوں کو خنزیر اور گتے اور حرام زادے اور کبچہ خایوں کی اولاد کہہ کر خطاب فرما دیں، کہ تم بکو اس بکتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، مجھے جائیداد کیوں نہیں لینے دیتے، اس دعوے کی وہی شخص ہی داد اور صفائی دینگا، جو یا تو مرزا صاحب کی طرف سے وہ بی دار ہونے کی خواب دیکھ رہا ہے، یا عقل و فکر کو استغفہ دے چکا ہے، تو اس طرفین کے جھگڑے کو سن کر فیصلہ حقہ کرنے کے واسطے تحصیلدار صاحب غلام احمد بن غلام مرتضیٰ یا غلام احمد بن چراغ بی بی کی پیدائش والی کتاب علیحدہ ان کے علاقہ سے منگا لینگا اور عیسیٰ بن مریم کی جائے پیدائش کے اور ان کی نسب کے علیحدہ دفاتر تلاش کر لگا، جب دونوں کو عکس نقیض پائیگا تو مرزا صاحب کو دفعہ ۴۲۰ میں رکھ کر مستوجب سزا قرار دینگا، اب مسئلہ تو تمہارا سے لئے ہے، کہ اگر عیسیٰ بن مریم خدا نخواستہ فوت ہو چکے ہوتے، تو تمہارا سے مرزا صاحب کو کونسی مصیبت پڑی کہ اپنے آپ کو پہلے عیسیٰ بن مریم بنانے کی کوشش کی، پھر مدعی نبوت بنے اس مرزائی سازش سے بھی صاف پر ذی عقل پر واضح ہو رہا ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام واقعی بفرمان الہی زندہ آسمان پر ہیں، اور قریب قیامت تشریف لائیں گے، جس کی وجہ سے مرزا غلام احمد بن چراغ بی بی بھی مسلمانوں کو دھوکا دیکر خود اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم جعلی قرار دے کر نبوت کے خواب دیکھ رہے ہیں، اور سیدھے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان کوئی سادگی میں کوئی کسی لالچ میں دام کا شکار ہو رہے ہیں، خداوند ہر ایک کو راہ حق کی توفیق عنایت فرما دیں، یہ پیش کردہ آیت احسبا انت مشذی ذر لکل قور حاد۔ تو مرزائیوں کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما دے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کے آپ ہادی ہیں، لیکن مرزائی اس آیت کریمہ کی تکذیب کرتے ہوئے مرزا صاحب کو اپنا ہادی

سمجھتے ہیں۔ تو ان کو ان کے ہی سب کچھ سمجھا دیتے ہیں، لیکن پھر بھی مرزا صاحب کو عیسیٰ بن مریم نبی بنائے سے ملنے نہیں، اور پھر متبع قرآن و حدیث کے بھی مدعی ہیں، کسی کی عورت اگر امت جل پی کر بھی میر ہو جائے اور بچے بھی اس طرف لاکھوں کی تعداد دے چکے پھر بھی کہے، کہ میں تو مسلمہ ہوں، اس کا واقف تو بھائی اس کے جوڑے بندھے بچے فوراً پیش کر کے تھا لانا راز فاش کر دیگا، دَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِیْنُ

تواں سوال - مرزائی - آمد ثانی کے متعلق رجوع کا لفظ کیوں نہیں آیا، حالانکہ کتب عرب اور قرآن کریم کی رو سے رجوع کے الفاظ ہونے چاہئیں۔ اگر قرآن کریم میں لفظ رجوع ہے، تو تحریر فرمادیں۔

محمد عمر | رفع لی السماء کے متعلق قرآن مجید میں صریحی نص موجود ہے، وَمَا قَتَلُوهُ يَقِیْنًا بَلْ صَدَّقَهُ اللَّهُ بِالْمِیْهِ جس کی شرح پہلے گزر چکی ہے، اور اس کے علاوہ آیات صریحہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء پر دالہ ہیں، ایماندار کے واسطے کافی ہیں۔
ملاحظہ فرمادیں، اور اپنے اعتقاد وضعی کو بالائے طاق رکھ کر محض خداوند کریم کو عزیمت و استقامت یقین کر کے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نذیر سمجھ کر آیات مذکورہ کو بغور ملاحظہ فرمادیں تو تمہاری انشاء اللہ تعالیٰ تسلی ہو جائے گی، باقی رہا تمہارا کہنا کہ لفظ رجوع خداوند نے اس مقام پر کیوں نہیں استعمال فرمایا ہے، اگر تمہیں نظر نہ آوے تو کسی کا تصور نہیں، ملاحظہ ہو۔
طہ ۱۴ | مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰی اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی (زمین) میں ہم تمہارا رجوع کرینگے

اور اسی (زمین) سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ ہم تمام کو شامل حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے ماتحت ہیں۔ اور فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ کو یہ اعادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، اور اگر ان کا رجوع نہ تسلیم کیا جاوے، تو فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ کی معاذ اللہ تلبس لازم آئیگی، اور اعادہ یہاں مکانی ہے، نہ زمانی ہے، نہ کیفی نہ کمی، تو جب تک زمین کے علاوہ دوسرا مکان تسلیم نہ کیا جاوے، اور اس مکان ثانی سے زمین کی طرف اعادہ درست نہ ہوگا، اور وہ زمین کے مقابلہ میں آسمان ہے، جس کے مکیں ہم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا معراج وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکیں ہونا سو اس کے بھی تم منکر ہو تو فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ کو تلبس ہی درست ہو سکتا ہے کہ آسمان کے مکیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں رجوع فرمادیں، عیسیٰ علیہ السلام

مے نَزُولِ مِنَ السَّمَاءِ كُوْثَابِت كَرْنِ كِے واسطے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اسْتِغْثَالَ فرمایا، وَرَنْ
كُلُّ مَنْ حَلِيْكَهَا نَانَ كَا حَكْمِ هِي كَانِي تَحَا۔

یاد رکھو، اگر عیسیٰ علیہ السلام کا اعادہ آسمان سے زمین کی طرف نہ تسلیم کرو گے، تو وَفِيْهَا
نُعِيْدُكُمْ كِے مَلَذَبِ بِنِجَاؤْ كِے۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب تم نے فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ كِے معنی غلط كِے ہیں، دیکھو قرآن
کریم میں ہے۔ سَنُعِيْدُكُمْ هَا سِيْرَتَهَا الْاَوَّلٰى، دوسری جگہ ہے، كَمَا بَدَا اَنَا اَدَّلْ خَلْقِ
نُعِيْدُكُمْ كِے کیا اس سے نزولِ سماوی مراد ہے۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب خداوند کریم تمہیں ہدایت دے، اور صحیح سمجھنے کی توفیق عطا
فرما دے، نفیر نے پہلے ہی عرض کیا تھا، کہ یہاں اعادہ مکانی ہے، اور مکان کی تخصیص رب
العزّة نے زمین سے فرمائی، اور زمین کے مقابلہ میں تغیر مکانی آسمانوں کے سوا کوئی اور نہیں
سکتا، اور تمہاری پیش کردہ مثالوں میں پہلی مثال میں اعادہ کیفی ہے جس کی تخصیص سِيْرَتَهَا
الْاَوَّلٰى نے واضح کر دی اور دوسری مثال میں بھی اعادہ کیفی ہے، یعنی کُا کی ضمیر کا مرجع خلق
اَوَّلْ ثابت کر رہا ہے، تو ان دونوں مثالوں میں مکانیت کا ذکر ہی نہیں، کوئی ایسی مثال قرآن
مجید سے پیش کرو، جس میں اعادہ مکانی ہو، اور پھر خصوصیت ارضی ہو، تو اس کے مقابلہ میں آسمان
ہی آئیگا اور کچھ نہیں، تو ثابت ہوا، کہ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ كُا کی تصدیق كِے لئے رب العزّة نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا ہے، اور قرب قیامت ان کو آسمان سے زمین پر اتار کر
اعادہ ثابت فرما کر اپنے قانون کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے قدرت کاملہ کا اظہار فرمادینے
منکر بن كِے لئے حجت کاملہ مسلمہ ہوگی، لہذا تمہاری مرضی كِے مطابق سورج و من السَّمَاءِ قرآن
کریم سے ثابت ہو گیا ہے جس کی تصدیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لا کر
فرمادینگے۔

”مرزائی“۔ کیا قرآن کریم میں نئے اور پُرانے نبی کا کوئی امتیاز ہے۔
”سوال“ اگر ہے تو کونسی آیت اس پر شاہد ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو،
کہ نبیانی تو آ نہیں سکتا، البتہ پُرانا نبی آ سکتا ہے، مفصل تشریح فرمادیں، (خاکسار میاں شیر محمد)
جی ہاں۔ رب العزّت نے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم كِے تمام کو پُرانا ثابت
”محمد عمر“ فرمایا ہے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم كِے کوئی نبی نہیں، سب پُرانے ہو گئے۔

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے نبی ہونے کے متعلق ارشاد الہی ہے، **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ**۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس خطاب نے آپ کے لئے تازہ نبوت کا ثبوت دیا، اور فرمان الہی۔

طہ ۱۶ كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا تَدَّ مَبَقَىٰ۔

ایسے آپ پر ہم نے پُرانے نبیوں کی بعض خبروں کا واقعہ بیان کیا۔

اس آیتہ کریمہ سے ثابت ہوا، کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پُرانے ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے متعلق اطلاع یا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان نہیں فرمایا اور نہ اس کا ذکر ہی ہے اور نہ احادیث میں ہی اس کا ذکر ہے، اگر ہے تو پُرانے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا جو عہدہ گورنری پر فائز ہو کر تشریف لادینگے۔ کیونکہ بادشاہت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گورنری حکومت تو ہو سکتی ہے، لیکن بادشاہت یعنی نبوت امت محمدیہ میں محال ہے کیا کسی بادشاہ کا بادشاہی کرنے کے لئے آنا، یعنی باشاعت خودیہ بھی محال ہے؟ اور پُرانے نبی یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی آمد والی آیات صریحہ قرآنیہ بیان ہو چکیں، جو ذی شعور و ایمان والے کے واسطے کافی ہیں، دقت تو بیچارے مرزائی کو ہے، جسکے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں، جس نے ظلی و بروز نبی ہونے کا دعویٰ کیا، جس کا ذکر کسی آیت یا حدیث میں نہیں، مماثلت مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، وہ بھی صلیب دیا جا چکا، اور کسی مثیل کا ذکر ہی نہیں، اب مرزائی بیچارہ مسلمانوں سے مختلف سوالات کر کے اُلجھن میں ڈالنا چاہتا ہے۔ لیکن بے چارہ اپنے دعویٰ سمجھنے سے قاصر ہے۔

شیر محمد صاحب مرزائی! تمہارے سوال صرف دو تھے، اور میر پھیر کر کے تم نے دس بنادے۔ لیکن فقیر نے تمہارے مقرر کردہ دس سوالوں کا ہی بالترتیب جواب دیا، اور تمہاری منشاء کے مطابق، تم نے بھی خداوند کریم کے دربار میں پیش ہونا ہے، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے کسی کی اتباع کا تم سے سوال نہ ہوگا اور سوائے قرآن کریم کے کسی کتاب کی پرسمش نہ ہوگی، تو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ہے، تو محض فرمان خداوندی اور اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت یقین کرنا، جو چاہیں منوائیں، ان کو لائق ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جیسے وہ فرمادیں، تمہیں یقین سے بلا تردد ایمان لے آنا چاہیے، اگر فرمان خداوندی اور حضرت

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول سماوی کا حکم جاری فرما رہے ہیں، تو تم ان کو بقول مرزا صاحب تاویلات باطلہ سے ٹھکرا رہے ہو، لیکن اگر اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب ہوں، غلام احمد بن چراغ بی بی بی اس حقیقت کا نہیں بھی یقین ہو چکا ہے اور مدعی ہیں عیسیٰ بن مریم بننے کا جو تم سے مخفی نہیں، تو تم اس کو اپنا ایمان تصور کر لو، تو اس فیصلہ کو تم اپنے ضمیر سے ہی دریافت کرو، کہ کیسا ہے، سیدھا ہے یا ٹیڑھا، صحیح ہے یا غلط، ہدایت ہے یا گمراہی، اور توازن میں دونوں سے کون معتبر ہو سکتا ہے اور کس کے کلام اور اتباع کو فوقیت لازمی ہے، فَتَدَبَّرْ وَاسْأَلْ هَذَا اللَّهَ سَوَاءَ الصِّرَاطِ وَلَا تَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ تُولَّهِ مَا تُولَىٰ وَتُصَلِّيهِ جَهَنَّمَ وَنَاعَتْ مَصِيدًا - خَلِيفَ الْبَلَاغِ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ - خداوند کریم آپ کو ہدایت دے۔

خیالات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی در مسئلہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

مرزا صاحب بھی حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے قائل تھے
ملاحظہ ہو،

اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاؤں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جاوے گا، (دین اسلام نہ کہ مرزائیت)۔

برائین احمدیہ
۲۹۸

”مرزائی“۔ اس کا جواب خادم صاحب نے اپنی مکمل پابند بک ص ۳۹۱ میں دیا ہے، کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ بیان کیا تھا، انہوں نے اپنے عقیدہ کا اظہار نہیں فرمایا۔ چنانچہ کشتی نوح میں مرزا صاحب کی عبارت نقل کی ہے، کہ میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ برائین احمدیہ میں لکھ دیا، لہذا تم نے برائین احمدیہ کی عبارت کو سمجھا نہیں۔

محمد عمر۔ مرزائی صاحب اپنی طرف سے اگر فقیر کوئی بات پیش کرے تو شاید آپ کو کوئی مانع درپیش ہو، لیکن اگر مرزا صاحب ہی خود اقرار فرمائیں کہ میں نے براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا اقرار کیا ہے، اور اس وقت میرا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر تھا، تو پھر تمہارا کیا خیال ہوگا۔

مرزائی۔ اگر یہ تحریر مرزا صاحب کی ثابت ہو جائے تو پھر خادم صاحب کا بھی اور مرزا صاحب کے دوسرے اقوال کو بھی سوائے ٹھوٹ کے کچھ نہ سمجھا جاویگا۔

محمد عمر۔ سبحان اللہ! ایمان بھی ایسا ہی ہونا چاہیے، کہ کسی بڑے سے بڑے کی بات میں بھی اگر کذب ثابت ہو جائے، اور پھر وہ تاویلات سے اس کو بحال کرنا چاہتا ہے، تو واقعی ایسے سے کوئی دوسرا صادق المصدق چنا بہتر ہوتا ہے، اور ایسے کو ترک کرنا بہتر ہوتا ہے، شیخ اب مرزا صاحب کے فرمان سے جگر تھام کر تسلی فرمائیے۔

اعجاز احمدی
بادجو دیکھ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود کٹھڑیا گیا تھا، مگر میں نے بوجہ اس زھول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا، حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا، پس میری کمال سادگی اور زھول پر یہ دلیل ہے۔

سبحان اللہ! خادم صاحب آپ کے مرزا صاحب کا حیات مسیح کے عقیدے سے پلٹنا تو اہل علم کے نزدیک کیا ہی سادگی کا نمونہ ہوگا، البتہ مرزا صاحب کا یہ کلام اعجاز احمدی والا تو ان کے متبعین کی کمال سادگی کو ظاہر کر رہا ہے جو مرزا صاحب کی مذکورہ عبارت سے "میں نے بوجہ اس زھول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا"۔ کو نہ سمجھ سکے کہ مرزا صاحب کے اس فرمان کی زد کس پر پڑ رہی ہے، اس عبارت سے صرف مرزا صاحب کا تبدیل کلام ہی ثابت نہیں ہو رہا، بلکہ مرزا صاحب نے اپنی کلام سے یہ بھی ثابت کر دیا، کہ میرا ملہم مجھے تعلیم زھولی سے مشرف فرماتا ہے، جو ان کا قول زھول میرے دل پر ڈالا گیا ہے، صاف اقرار ہے۔ اور پھر اپنے زھول کا بعد میں انرا کہ مجھ سے بھی حیات مسیح کے متعلق زھول ہوا، کہ میں اپنے ملہم کے غلط الہام کی تصحیح نہ کر سکا، تو مرزا صاحب نے اپنی امت کو صاف سنا دیا، کہ میرا ملہم زھولی غلطی کنندہ ہے، جس نے میرے دل پر بھی حیات مسیح کے متعلق غلط القا کیا۔

اے مرزائی دوستو! تمہیں تمہاری مرزائیت کی قسم ذرا انصاف سے فرمانا کہ پہلے گزشتہ انبیاء علیہم السلام نے بھی کبھی کہا کہ میرے ملہم نے میرے دل پر غلط القا کیا، یہ میرا تصور نہیں، یہ تصور میرے ملہم کا ہے، میرا "ذصول صرف یہی ہے کہ میں نے اس کی اتباع کر لی، اس غلطی کو نہ سمجھ سکا، آؤ! اگر سچے مرزائیت کے دعویٰ پر ہی ڈٹنا دھار لیا ہے، تو قرآن کریم کی ایک آیت تو دکھاؤ کہ جس میں یہ صاف واضح الفاظ موجود ہوں، کہ اے بنی میرا فلاں واقعہ کا الہام یا القا میرے دل پر غلطی سے یا ذصول سے ہو گیا، واقعہ حقیقتہً یوں تھا، لیکن ذصول سے اس کے خلاف القا کیا گیا، اگر نہیں تو یہ اس کی سادگی نہیں، بلکہ تمہاری از حد سادگی ظاہر ہو رہی ہے، جو مرزا صاحب کے اس کلام کو بقول مقرر سادگی سے تعبیر کر رہے ہو، اتنا بھی نہ سمجھا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں اپنا عقیدہ لکھا اور کسی کے کہے سے سادہ لوح نہیں بنے، بلکہ خود ہی اپنے متعلق فتویٰ صادر فرما دیا، کہ یہ میری کمال سادگی تھی اور ان کی امت نے آمنا کہا، سبحان اللہ کیا خوب! خود ہی مدعی اپنے متعلق اور خود ہی مفتی، پر تھوڑا سا پردہ اندازی سے بھی کام لیا، فرمایا نہ ہوں ہو گیا، کیوں جناب اپنا ذہول ہو جائے تو بھی سجدہ سہو سے بریت ہو جائے، اور جہاں سرے سے ملہم ذہولی ہو تو وہ اصل ہی غلط ثابت ہوا۔ یہ ذہول نہ تھا۔ اگر ذہول ہوتا تو محض ایک ہی طرح پر اکتفا کیا جاتا، جب طرحیں دو ڈال دیں کہ اگر دو اڈ نہ چلا، تو سید عارض دکھا دیا جادیکا، جس میں صاف صاف اقرار ہے اور اگر ذرا ساناخن بھی اڑ گیا، کسی نے بھی ہاں میں ہاں ملا دی، تو اٹنے رخ والی طرح پیش کر دی جائیگی، اگر محض ذہول ہوتا تو رخ ایک بیان کیا جاتا، دوسرے رخ کی طرح کا اشارہ نہ دیا جاتا، اب اشارات چونکہ دو معنیوں تھے، کوئی مسلمان صاف فتویٰ اس پر نہیں لگا سکتا تھا جب تک دعویٰ صاف نہ ہو، پھر بعد از ان کوئی صاحب یہ نتیجہ اپنے متبعین کو سنائے کہ جی میرا پہلے بھی عقیدہ موجودہ رخ والا ہے، تو صاحب ایمان اس کی طرح کو فوراً سمجھ جائیگا کہ یہ قول تمہارا اس وقت واضح طور پر نہ تھا، اس واسطے فتویٰ بھی واضح نہ تھا، جب تم واضح ہوئے فتویٰ بھی واضح ہو گیا پھر یہ کہنا کہ ہمارے مرزا صاحب نے بھی عوام کا عقیدہ بیان کیا ہے، اپنا نہیں، تو میں یہی سمجھو لگا، کہ یہ مرزا صاحب کی تحریر کو جھٹلایا جا رہا ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنا عقیدہ تسلیم کر چکے ہیں، گو مرزا صاحب بھی بعد میں انکار کر دیں، تو بھی ان کے انکار سے ان کے پہلے قول کی تکذیب لازم آئیگی، جو ذی شعور سے مخفی نہیں، کیونکہ پہلے حیات و نزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا صاحب کا عقیدہ بارہ سال تک مضبوط

رہا، ایک دو دن بھی نہیں، مہینہ دو مہینے نہیں بلکہ بارہ سال عقیدہ پر رہے، ملاحظہ ہو۔

کشف الغطاء ۲۸
بارہ سال تک برابر اس پہلی رائے کے برخلاف کوئی رائے ظاہر نہ کی، مرزا صاحب کی تائید ان کے لڑکے خلیفہ مرزا صاحب نے بھی فرمادی

کلمۃ الفصل ۲۷
حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ مسیح ناصری آسمان پر موجود ہے اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوگا اور آپ قریباً بارہ برس

اسی عقیدہ پر قائم رہے۔

خادم صاحب اب تم بھی مسلمانوں کو یہ نہ کہنا کہ حیات مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں نصاریٰ سے آیا ہے ورنہ بارہ سال مرزا صاحب کو تمہیں نصاریٰ میں شمار کرنا پڑیگا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اب تو ان کے لڑکے کی بھی تائید ہو گئی، اب بھی تم کہو، کہ مرزا صاحب نے عوام کا عقیدہ لکھا ہے، تو دروغ بر روئے خود گفتن سے زیادہ کیا کہا جائے، جب مسلمانوں نے مرزا صاحب کو زیادہ باز پرس کی کہ آپ کا پہلا عقیدہ جس پر آپ نے بارہ برس تبلیغ فرمائی وہ یہ ہے یا بعد کا تو مرزا صاحب نے آخر کچھ پہلو پلٹا اور فرمایا۔

اعجاز احمدی ۷
پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! کونسی کل کو سیدھی سمجھا جائے، یہ بھی مرزا صاحب کا فرمان الہی صاف ہے کہ میرے ملہم کا ذہول ہے کیونکہ میرے دل پر ذہول ڈالا گیا، اور یہ بھی مرزا صاحب ہی کا کلام ہے کہ میں بارہ برس تک اس سے بے خبر رہا کچھ بے خبری کا اقرار، کچھ ملہم کا غلط انشاء، اب تم اس مرزائی گو کو دھندلے کو بجائے اس کے کہ انصاف سے کام لیتے اٹا بیڑھا کر کے مرزا صاحب کے قول کو ہی سیدھا کرنا چاہتے ہو، لیکن اتنا نہیں سمجھتے کہ لکڑی اگر جدت میں گانٹھل اور بنجل ہو وہ گھڑائی سے درست نہیں ہو سکتی، خواہ کوئی کیسا ہی کاریگر کیوں نہ ہو، جب اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام و نزولہ من السماء مرزا صاحب کا بھی رہا جسکی تائید ان کے لڑکے مرزائیوں کے خلیفہ نے بھی کر دی، اب تم رندے سے صفائی کرنا چاہتے ہو، تو الٹی خرابی لازم آئیگی اور چہرے میں اکھڑیگی، مرزاجی نے جب اپنے خلاف مسلمانوں کا احتجاج صحیح سمجھا تو تسلیم کیا، پھر انکار کیسا؟

آئینہ کمالات مطبوعہ لاہوری ۲۳۸
میر یقین تھا کہ مسلمانوں کا اعتقاد نزول مسیح کے متعلق سچا ہے اس میں کوئی شک نہ

شبِ نہیں

مرزا جی کی اس عبارت سے صاف ثابت ہوا کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ نزولِ مسیح میں سچا ہے بلا شک و شبہ، لیکن پھر مرزا جی نے مسلمانوں کی جماعت کو ترک کر کے اپنی شدتِ نیت کیوں پسند فرمائی، جو خود اقرار کیا کہ مجھے میرے سابقہ ذہولی ملہم نے اتنا مجبور کر دیا کہ مسلمانوں کے اس عقیدہ کو ترک کر کے اور وفاتِ مسیح کا اعلان کر کے خود مسیح بننے کا دعویٰ کر دیا، چنانچہ فرمایا آئینہ کمالات کے اسی صفحہ پر ان الہامی اخبارِ دلائلِ تبلیس و لا تغلیط، مجھے میرے الہام نے جبرِ ستم سے کاغذ رکھی نہیں، مگر بھی نہیں، اور اس الہام میں قرآنی ملاوٹ بھی نہیں، محض اسی ذہولی ملہم کا کوہِ الہام ہے، تو پھر مرزا جی نے فرمایا کہ مجھے اپنے الہامِ قرآن و حدیث کے مطابق والے جو مسلمانوں کا عقیدہ تھا، اس کے درمیان اور میرے الہامِ ثانی میں مجھے تطبیق دینی مشکل ہو گئی، کہ کونسی شے کو پسند کروں، تو فرمایا فَحَسَّ عَلَيَّ تَطْبِيقُهَا ذَكْنْتُ مِنَ الْمُتَحَسِّرِينَ ان دونوں کی تطبیق مجھ پر تنگ ہو گئی اور میں حیران ہو کر کالذی استعرتہ میں شامل ہو گیا، گئے فرمایا لَمَّا قَنَعْتُ بِالْغُصُونِ فَقَطَّتُ فَوَيْسَ صَرْفِ قُرْآنِ آیات پر اکتفا نہ کیا کیونکہ اس میں کوئی گنجائش نہ تھی، مثلاً حیاتِ مسیح علیہ السلام واضح تھا، پھر فرمایا لَا اَنِي وَجَدْتُ فِي الْاَحَادِثِ اِلَّا اَلْعَصَّةَ تَلِيلَةً بِسُورَةٍ مِنْ دُخْنِ الدُّخْلَانِ بِظَاهِرِ الشَّغْلِ اس لئے محض قرآنی آیات پر اکتفا کیا کیونکہ حدیثوں میں میں نے کھوڑا سا اختلاف کا دھواں ظاہر نظر میں دیکھا، یعنی بعض ضعیف اور غیر مستند اقوالِ حیاتِ مسیح کے خلاف بھی سمجھے، تو مرزا جی نے اتنے مصائب کا سامنا کر کے وفاتِ مسیح کا دعویٰ کیا جب مسلمانوں کو مرزا جی کے اس الہام سے بھی تسلی نہ ہوئی، اور کب ہو سکتی تھی کون مسلمان اس بات کو گوارا کر سکتا ہے، کہ آیاتِ فرقانیہ صریحہ اور احادیثِ صحیحہ متواترہ کو ترک کر کے مرزا جی کے الہام کو کون منے، تو مرزا جی پھر کچھ ڈھیلے ہوئے فرمایا، کہ حیات و وفات کا مسئلہ فروعی اختلاف ہے، تم اس معمولی اختلاف سے ہمیں کیوں اسلامی دشمن سمجھتے ہو، یہ کوئی بڑی ضروری بات نہیں، چنانچہ اپنا یہ حوالہ پیش کر دیا، کہ اس مسئلہ کی مرزائیت میں کیا وقعت سمجھتا ہوں، سنیئے۔

اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزدیک کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صد ہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام

کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشینگوئی بیان نہیں کی گئی تھی، اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقض نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔

ازالہ اوہام مطبوعہ
لاہوری ۱۳۱

جب مرزاجی کو مسلمانوں نے دلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ مصطفویہ سے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر یکس طرح ڈگری دینے کے لئے مجبور کر دیا کہ کوئی امرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاتِ مسیح کا قائل نہیں ہوگا، سوائے تمہارے، تو تم یا تو صاف وفاتِ مسیح کا اپنا عقیدہ کھوس ظاہر کرو، اور امرتِ مسیح سے علیحدہ ہو جاؤ یا حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ صحیح کر کے امرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو جاؤ، تو مرزا صاحب نے پھر آیتوں اور حدیثوں کی تاویلیں کر کے اپنے اصلی مقصد کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔

ازالۃ الالوہام | ایک بڑے کام کے لئے اس دمشق میں اس عاجز کو اُتار ابطرف شرقی عند المنار
۱۲۹ البیضاء من المسجد الذی من دخلہ کان اماناً فبارک الذی انزلنی
فی ہذا المقام۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دمشق کی مسجد کے سفید میزار کے پاس حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اترینگے، تو مرزا صاحب نے اس حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سمجھتے ہوئے دانستہ باطل بناوٹیں اختیار کیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دمشق فرمایا، مرزا صاحب نے خود مسیح بننے کے لئے قادیان کو ہی دمشق کہ دیا، اور سینے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر صلیب کا دنیا سے نام و نشان مٹا دینگے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں،

لجۃ النور | ذَا نَزَلَ مَسِیحُہُ الْمَوْعُودُ لَیْکُمْ الصَّلِیبُ دِیْسُ خُودِہُ اِذَا آسَمَانُ بَرَزَ مِنْ فَوْقِہُ
۱۳ تاصلیب دشمنان را بشکند، اور خدا نے اپنے مسیح کو آسمان سے زمین پر اُتارنا کہ دشمنوں کی صلیب کو توڑ دے۔

اب مرزا صاحب نے صاف اقرار کیا کہ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر اترنا جس سے جھوٹ نہیں، اور ان کا زمین پر آکر صلیب کو توڑنا بھی برحق ہے، ان دونوں امروں کو تسلیم کر کے پھر بناوٹ سے کام لیا کہ خدا نے مجھے آسمان سے اُتارا، حالانکہ آسمان سے اُترے نہیں، تم مرزائیوں کو بھی یقین ہے کہ یہ شخص بناوٹ ہے، پھر بناوٹ سے کام لیا کہ میں نے صلیب کو توڑا، حالانکہ صلیب کو نیست و نابود نہ کر سکے، پھر اور بناوٹ سنئے۔

مسیح ہندوستان میں | تادہ شہر جو پچائی کا طالب ہے، اب اُٹھے اور تلاش کرے مسیح کا جسم کے
۸۵ ساتھ آسمان پر جانا گویا ایک غلطی تھی، تب بھی اس میں ایک راز تھا۔
اور وہ یہ کہ جو مسیح سوانح کی حقیقت کم ہو گئی تھی، جیسا کہ قبر ایک جسم کو کھا لیتی ہے وہ حقیقت آسمان پر

ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسم انسان کی طرح آسمان میں موجود تھی، اور ضرور تھا، کہ آخری زمانہ میں وہ پھر نازل ہو، سو وہ حقیقت مسیحیہ ایک مجسم انسان کی طرح اب نازل ہوئی۔ انسان نہیں۔
اب اے فرقہ مرزائیہ تمہارے انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھو گے، یا مرزا صاحب کو، اجتماع نقیضین تو محال ہے، ان کے علاوہ مرزا صاحب کی بے شمار بناوٹیں کذب مرزا صاحب میں موجود ہیں، جن کو بوجہ طوالت بیان نہیں کیا جاتا، چنانچہ ان مذکورہ عبارات سے تم کو بھی ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب یہاں تک نہ تو احادیث صحیحہ کو ہی غلط کہہ سکے اور نہ ہی ان کو تسلیم کرنے کی طرف لوٹے، بلکہ ان حدیثوں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں ان کو تاویلات باطلہ سے اپنے پر چسپاں کر لیا جب امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا صاحب کی ان تاویلات باطلہ کو لوگوں کے سامنے طشت از بام کیا اور مرزا صاحب کی نفسانی خواہش مرزا صاحب کی زبانی واضح ہو گئی، تو مرزا صاحب نے اپنی ہرٹ دھرمی کو نہ چھوڑتے ہوئے اپنی بناوٹ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم الہیہ عطا شدہ پر برتر ہو نیکاد دعویٰ کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ بے سمجھ ثابت کیا، ملاحظہ ہو۔

ازالۃ الادہام حصہ دوم

بہر حال ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے۔
کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں..... اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں، کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ معلوم ہوئے کسی نمونہ کے موجب منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یا جوج ماجوج کی عمیق نہ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی کے ممکن ہے، اہمالی طور پر سمجھایا گیا ہو، تو کچھ تعجب کی بات نہیں،

اے مرزائیو! تم سوچو کہ ہم مرزاجی کے اس کلام سے مرزاجی کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم الہیہ کے اعلم تسلیم کر کے مرزاجی کو چھوٹا سمجھیں، جو حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا انکار کرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اس معاملہ میں بے علم سمجھتے ہوئے خود بناوٹی مسیح اور بناوٹی عیسیٰ بن مریم بنکر سازے لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسا لیا،
دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

جب مرزا صاحب کا گورکھ دھندا اور بنادب نہاے سامنے اظہر من الشمس ہو گئی تو تمہاری تسلی انجیل میں سے بھی کر دیتے ہیں،

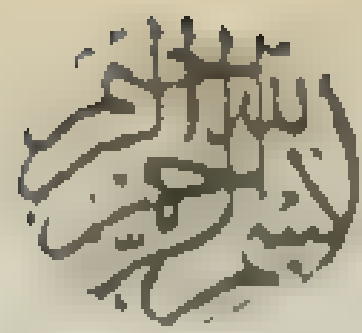
”مرزائی“ مولوی صاحب معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا اردو انکی نفسانی غرض پر مبنی تھا، ورنہ آخر تک انکی کلام سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب تبار کے بموجب قرآن اور حدیث کے ضرور تشریف لادینگے اور فرمائیے کہ کیا انجیل برنباس بھی معتبر کتاب ہے؟ ”محمد عمر“ تمہارے مرزا صاحب کی اسکے متعلق شہادت پیش کر دیتا ہوں تاکہ تمہاری تسلی ہو جائے، کشف الغطاء ۲۶ | اور انجیل سے ظاہر ہے کہ برنباس بھی ایک بزرگ حواری تھا اور ان کو جتایا اعجاز احمدی ۲۱ | گیا کہ حضرت مسیح آسمان پر گئے۔

حیات مسیح علیہ السلام از روئے اناجیل

انجیل برنباس | پس اے برنباس تو معلوم کر کہ اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا واجب ہے، اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس مسکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالے گا، اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جاوے گا (۱۵)۔ اس لئے کہ اُمّ محمد کو زمین سے اوپر اٹھا لیا گیا اور بے وفا کی صورت بدل دینا، یہاں تک کہ اسکو ہر ایک یہی خیال کر لیا کہ میں ہوں، مگر جب مقدس محمد آئینکا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو دور کر لیا۔ انجیل برنباس | پس جبکہ اللہ نے اپنے بندہ کو خطرہ میں دیکھا، اپنے سفیروں جبرائیل اور میکائیل انجیل فصل ۲۱ | اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیوں، تب فرشتے آئے اور یسوع کو دکن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا، پس وہ اس کو اٹھالے گئے۔

انجیل برنباس | یہود اذور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوئے، جس میں سے یسوع اٹھا وں ۲۱ | لیا گیا تھا۔

بائبل مٹی باب ۱ | اگر تم سے کوئی کہے یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے بنی اٹھ کھڑے ہونگے۔



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْكُمْ وَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝



المجلد الثاني
من كتاب

مِفْتَاحُ النَّبِيِّينَ

فِي ثَبُوتِ

انْفِطَاحِ النَّبِيِّينَ



الف
محمد سرچشمه لاهور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ ختم نبوت

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا نَظِيرَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَلَا مِثْلَ لَهُ وَسَلَّمَ عَلَى آلِهِ وَهَلِي مِنْ صَحْبِهِ۔

بعض مسلمانوں سے قلیل افراد انگریزی تہذیب اور انگریخت پر ایسے نازاں ہوئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے تیرہ سو سال بعد ایک مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا بیٹھے، جس بنا پر انہیں اُس بے نیاز عذ وجل نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا دُور ڈال دیا کہ قادیانی امت مسلمانوں کی اقتداء میں نماز گزار نے سے محروم ہو گئی، یعنی خداوند کریم کے دربار میں بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش کھڑے ہو کر عبودیت کا منہ نہیں دکھا سکتے اور مسلمانان دنیا میں شامل ہو کر اُن کے کسی رشتے میں نامزد نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص امت قادیانی سے مرجائے تو کوئی مسلمان دربار خداوندی میں اُن کے لئے دست دعا نہیں اٹھاتا، کیونکہ یہ سزا ہے جو اُن کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ترک کرنے پر ملی۔ اور مرزا ٹیوں نے بیعت اللہ کے بدلے قادیان کو پسند کر لیا اور مجدد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مسجد غلام احمدی کو برگزیدہ سمجھا اور مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا کا اعلان بھی سنا با۔ لیکن وہ اُن کے لئے ہی دباں جان بن گئے اور قبر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان سے نا آشنا ہونے کے سبب لا آدسی نئی کہنے والوں کے دھڑے میں شامل ہو گئے، میدان حشر میں یَا وَیْلَتِی لَیْتَنِی لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیلًا پکارتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اٹھیں گے اور کلمی والے کے دامن کو ترستے ہوئے مرزا صاحب سے بیزاری کا اظہار کریں گے،

آؤ مرزائی دوستو! اب بھی وقت ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو
 کافی سمجھو اور جس کا سکہ رائج ہے اسی کی سلطنت تسلیم کر لو، ورنہ دہارِ خداوندی میں بغاوت کی
 سزا کے مستوجب ہو گئے، کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر
 ہی یومِ ميثاق سے سب الحق نے نبوت کو ختم کر دیا ہے لہذا آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ ظلی
 نہ بروری نہ اصلی پیدا نہیں ہو سکتا، نبوت کا خطاب خداوندی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی ذاتِ پاک پر ہی ختم ہو چکا ہے، آپ کے بعد نبی کی پیدائش بند ہے، چنانچہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ رحیمی حقیقی کے بعد اگر کوئی بیڑی یا نعلانی بجائے تو اس کا علاج تلوا
 عیسوی سے ہی ہو گا جو خداوند تعالیٰ نے فرما دیا ہے، دوسرے بنادٹی نبی کی ضرورت نہیں،
 کیونکہ آپ بقانونِ خداوند کریم لِلْعَالَمِينَ نَبِيٍّ مُبْدِئاً تمام جہانوں کے نذیر ہیں۔ اس
 کی مثال یوں سمجھئے، جیسا کہ مریضوں کی کثرت بد پر میزی کی وجہ سے اگر مریض شفا یاب نہ
 ہوں تو ڈاکٹر کا قصور نہیں بلکہ مریضوں کو پر مہر لازم ہو گا اور جو لا علاج ہو جائے اور مرض
 متعدی ہو، تو اسے سول سرجن زہر کی پٹیا دیکر راہِ عدم کی طرف روانہ کر دیتا ہے، جس سے
 باقی ماندوں کو نجات مل جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں داخل ہو کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اقرار کر اٹھیں گے
 تو اس کو تندرستی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیں گے اور جس کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 آخری نبی ہونے میں شک ہو گا اس کا علاج بھی قریب قیامت تلوا و عیسوی سے ہو گا۔ ان کی
 سابقہ نبوت کی ڈیوٹی چونکہ پوری ہو چکی اور اللہ تعالیٰ ان کو صغیر انبیاء علیہم السلام میں شمار کر
 چکے، وہ سابقہ انبیاء علیہم السلام سے ہونگے، پھر بھی وہ قریب قیامت اپنی نبوت چلانے یعنی اپنی
 مَا اَوْحِيَ إِلَيْهِمْ کی تبلیغ کے لئے نہ تشریف لا دیں گے، جیسا کہ پہلی جلد میں اس کی بحث مفصل گذر
 چکی ہے اور نہ وہ ختم نبوت کی مہر توڑنے آئیں گے، جیسا کہ مرزا صاحب اور مرزائی گوشاں ہیں۔
 بلکہ منکرین ختم نبوت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے اور منکرین الوہیت
 واحد کی تعلیم کے لئے آویں گے اور توحید و رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 لوگوں کے اعتقاد کو درست کرنے کے لئے ہی تشریف لا دیں گے، کیونکہ پہلے صرف الوہیت
 واحد کا اور اجرائے نبوت کا اعلان تھا، تو لوگ الہی کے مدعی بنے، کیونکہ
 ذاتِ الہی ایک اس سے شریک، الہ انیک اور چونکہ رسالت کا سلسلہ شہرِ بشار، علاقہ بلاقہ

عام تھا۔ اس لئے کسی سچے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اتنے سچے سودے عام کو چھوڑ کر چھوٹ کو کون قبول کرتا، لہذا کسی کو جرأت جعلی نبوت کی نہ ہوتی، جب نبوت واحد کا اعلان فرمایا اور آپ پر دروازہ نبوت بند ہی کر دیا گیا تو بعد ازاں سچی نبوت کے مقابلہ میں بھی شریک نبوت بننے کا کئی غیروں نے اعلان کر دیا، اہل قرآن کریم و اسلام کی اتباع کرنے والا اس کو کب گوارہ کر سکتا ہے، ہاں یَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ اِذَا رَاكَ فَجَلَّ، یعنی خداوند اگر عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کا ذکر قرآن کریم میں بیان فرما کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں قرب قیامت نازل کرنے کا دعویٰ کرے تو مرزائی اس کو تاویلوں سے ٹھکرا دے اور مرزا غلام احمد جس کا قرآن کریم اور حدیث شریف میں نام و نشان نہیں ایسے شخص غیر نبی کو نبی تسلیم کر لیں اور اپنے اُلٹے دماغوں کو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں سیدھا سمجھیں۔ تو یہ اُن کا سبب العنت ہے، نہ کہ حق حق دہی ہے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے اور بس۔

اور یہ ہمیشہ کا اصول ہے، کہ جس شے کا گورنمنٹ کنٹرول کر لے اور اپنی طرف سے اس شے کا ڈیپو مقرر کر دے تو اس شے کی بلیک شروع ہو جاتی ہے، جب وہ شے عام ہو، تو چونکہ بلیک کے بغیر عام دستیاب ہو سکتی ہے، پہلے خدا کی طرف سے نبوت و رسالت عام تھی یعنی نبوت کا دروازہ کھلا تھا تو کوئی جھوٹا نبوت کا مدعی نہ تھا، پھر عام سونے کو چھوڑ کر تیل کا زبرد کون خریدتا ہے، نبوت کے واحد ڈیپو مقرر ہونے سے پہلے لوگ خدائی دعویٰ کرتے رہے، جب نبوت کا کنٹرول ہو گیا، تو بعد از محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی بلیک شروع ہو گئی، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مسئلہ ہوم میٹان کے سبب العنت نے حل کر دیا ہے تاکہ دنیا میں یہ مسئلہ ختم نبوت یا مسئلہ نہ کہلا دے۔ بلکہ قانون میٹاتی ہونے کے باعث اجرائے نبوت کا قائل خداوند کا بھی اور ایک لاکھ تو ہیں ہزار انبیاء و رسل اور رسول الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مکذب ثابت ہو جائے، ملاحظہ ہو،

یوم میثاق سے ہی اللہ جلّ شلتہ نے

محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر نبوت کا

سلسلہ بند کر دیا

اللہ رب العزت نے تمام ارواح سے جب اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تو تمام مخلوقات سے ارواح انبیاء و رسل علیہم السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم یعنی بس کرنے کا ہر ایک سے اقرار کرایا، چنانچہ اس واقعہ کو اللہ جلّ شانہ نے قرآن کریم میں بھی بیان فرمایا ہے، تاکہ میثاقی اعلان سے ہر شخص باخبر ہو جائے۔

(۱)۔ آل عمران ۳۱

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَشَرِ لَهَا أَنِّي مَعَكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا

مَعَكُمْ لَقُوتُوا مِنْ رَبِّهِ وَلْتَعْلَمُوا أَنَّمَا كُنْتُمْ تَحْذَرُونَ

ذَٰلِكُمْ إِصْحٰی قَالُوا أَكُفِّرُ بِنَا وَأَنْتُمْ كُفِّرُ بِنَا وَأَخَذْتُمْ عَلٰی

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لیا، جو میں تم کو کتاب اور دانائی عنایت کروں گا، پھر آپ کا تمہاری طرف ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مصدق ہونگے اس شے کے جو شے (میری انعام کردن) تمہارے پاس ہوگی۔ اس رسول کے ساتھ تم ضرور ایمان لائیو اور ضرور اس کی ہی مدد کرنا، فرمایا رب العزت نے کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر تم نے میرا پکا وعدہ قبول کیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے عرض کیا کہ ہم تمام نے اقرار کیا، خداوند کریم نے فرمایا تم تمام انبیاء بھی گواہی دو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں، تو جس نبی نے اس کے بعد اعراض کیا تو یہی وہ ناسق ہونگے۔ اس آیت کریمہ سے یوم میثاق کے کئی امور ثابت ہوئے:-

(۱) - تمام انبیاء علیہم السلام کو خدائی مکتوب کا دنیا میں پہنچانا ۔

(۲) - مکتوب کا پڑھنے سمجھنے والا خود نبی اللہ ہوگا، جو نبی الہام کو نہ سمجھ پڑھ سکے۔ بلکہ سمجھنے پڑھنے

کے لئے اپنے امتی کا محتاج ہو۔ وہ الہام، الہام، الہی نہ ہوگا۔ بلکہ شیطانی ہوگا اور اس کا تدبیر ناسخ و نسخ ہوگا بلکہ کاذب کہلائیگا، جیسا کہ مرزا صاحب کو الہام انگریزی ہو تو اس کے سمجھنے پڑھنے میں اپنی امت کے دربرائے کو دھکے کھانے پڑھتے تھے وہ خود سمجھنے پڑھنے سے قاصر تھے، تو اللہ تعالیٰ نے

ایسے مدعیوں کے واسطے یوم میثاق سے ہی فیصلہ بنا دیا کہ جو شخص کہے کہ مجھے خدائی الہام ہوا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا مطلب تم سمجھاؤ اور مدعی نبوت ہو تو سمجھو کہ ایسا شخص اپنے دعویٰ نبوت میں کاذب ہے، کیونکہ میں متبار سے سچے نبیوں کے ساتھ آج ہی فیصلہ کرتا ہوں۔

کہ اگر میری طرف سے تمہیں میرا کوئی الہام یا مکتوب پہنچے تو میں تمہیں اس کے سمجھنے پڑھنے کی سمجھ بھی دے دوں گا، جو من کتاب کے ساتھ وحی کی ذیادہ ہمارا واضح کر دیا۔ اور دوسرے مقام پر اس کی وضاحت فرمائی، کہ

محل ۱۹ | اِنَّكَ لَتَلْقٰى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنِّكَ بِكَيْدٍ عَرَبِيٍّ

کہ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکیم و عظیم کی طرف سے قرآن اتنا کثرت سے نہیں، کسی کے پڑھانے یا سمجھانے کے محتاج نہیں، معلوم ہوا کہ آپ کو خداوند کریم کی طرف سے آیات قرآنیہ کا پہلے اتنا ہوتا، پھر جبریل علیہ السلام آیت لیکر نازل ہوتے، یہ نہیں کہ جبریل علیہ السلام آیت لا کر پڑھاتے یا بعد جبریل علیہ السلام کے جانے کے لوگوں سے آیت کا مطلب دریافت کرتے پھرتے۔ جبریل علیہ السلام محض آپ سے مسئلہ کے یا حکمی آیت کے سائل بنکر امت کو متنبہ از حکم کرنے کے لئے تشریف لاتے۔ کیونکہ حاکم کا خود بخود حکم سنانا اتنا زیب نہیں دیتا، جتنا کہ سائل کے سوال کرنے سے۔ تو ثابت ہوا، کہ نبی اللہ اپنے الہام کو خود سمجھتا ہے، اور مدعی میں غیر کا محتاج نہیں ہوتا۔ آگے فرمایا۔

(۳) - شَرَّ حَبَاءَ كُمْ رَسُولٌ - پھر تمہارے پاس تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ایک رسول اللہ

آئیگا کے حملے سے رب العزۃ نے مسئلہ ختم نبوت کا وعدہ تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا کہ تم تمام انبیاء علیہم السلام کے اخیر میں صرف ایک رسول آئیگا، یہ وعدہ الہی تمام انبیاء علیہم السلام کو یوم میثاق ختم نبوت کا سبق سکھایا ہے کہ جب تم تمام انبیاء کرام اپنی اپنی ڈیوٹی اپنے اپنے مقررہ وقت میں نبٹا لو گے، تو تمہاری ڈیوٹی نبوت و رسالت کے اختتام پر صرف ایک رسول مبعوث ہوگا، جو تمہارا مصلحت ہوگا،

اور اس رسول اللہ کی آمد کا خطاب تمام رسولوں کو بھی کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارا بھی رسول ہو گا، تو اس کی شان رسول الرسل کی ہو گی، کیونکہ رسولوں کی طرف رسول بھیجنے کی خوشخبری دی جا رہی ہے، تو رسولوں کا رسول، رسول الرسل مقرر ہو گیا اور رسول الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا کا خطاب آپ کو ہی خدا کی طرف سے ملا ہے۔

”مرزا علی“۔ مولوی صاحب تمام انبیاء کے اختتام پر ایک رسول آئیگا، یہ اختتام کس لفظ کا ترجمہ ہے۔
”محمد“۔ شہ ثابت کر رہا ہے، ملاحظہ ہو۔

مفرداتِ راغب
۸۹
شَمْ حَرْفٌ عَطْفٌ يُقْتَضِي تَأْخِرَ مَا بَعْدَهُ
عَمَّا قَبْلَهُ۔
شَمْ حرف عطف ہے، جو ما بعد کے تاخر کو چاہتا ہے اپنے
ما قبل سے۔

شَمْ جَاءَ كُمْ سَوْلاً حکم الہی نے واضح کر دیا کہ تمام انبیاء کے بعد ایک رسول جو تمام انبیاء علیہم السلام سے خصوصیت رکھنے والے ہیں، جن کے متعلق سب کے بعد تشریف لانے کی تاکید خصوصی اسی یوم میثاق والے دن اپنی الوہیت اَنْتَ بِذِكْرِكَ کے بعد ہو رہی ہے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ باقی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی نبوت کا اقرار عوام سے نہیں لیا گیا، صرف ایسی ہستی جسکے آخری نبی ہونے کے متعلق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل سے تائید و وعدہ لیا جا رہا ہے۔

تو اس آخری نبی کو مَا قَوْكَ الانبياء، بنی الانبياء کا رتبہ عنایت فرما کر سب انبیاء و رسل علیہم السلام سے ان کے آخری نبی ہونے کا فیصلہ اُسی وقت کر لینا یہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اس علام الغیوب کو علم تھا کہ اس آخری نبی کے بعد بھی کئی جھوٹی نبوت کے مدعی پیدا ہونگے اور ان کے بعد ہزارے نبوت کے قائل ہونگے، لہذا اس کے آخری نبی ہونے کا فیصلہ بھی آج ہی یوم میثاق کر لینا چاہیے، چنانچہ رب العزۃ نے اسی دن تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو آخری نبی کا اعلان سنا دیا کہ شَمْ جَاءَ كُمْ سَوْلاً، پھر تم تمام انبیاء و رسل کے بعد ایک رسول آئیگا، تو غور طلب یہ امر تھا کہ وہ کون تھے؟۔ جسکے آخری نبی ہونے کا اعلان یوم میثاق ہوا۔ تو تمام مفسرین نے لکھا

ہے کہ شَرَحَاءُ کُمُ سَيِّئُونَ سے مراد الہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں،
ملاحظہ ہو۔

تفسیر ابن کثیر

۳۷۸

ثَالِثُ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَابْنُ
عَمِّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، بَعَثَ اللَّهُ
نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْإِثْمَانُ لَمَّا بَعَثَ
اللَّهُ مُحَمَّدًا وَهُوَ حَيٌّ لَيُّوْمٍ مِّنْ بَيْتِهِ وَلَيَنْصُرُنَّكَ وَآسَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ
الْمِيثَاقَ عَلَيَّ أُمْتِي لَمَّا بَعَثَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ أَحْيَاءُ لَيُّوْمٍ مِّنْ بَيْتِهِ وَلَيَنْصُرُنَّكَ
فرمایا علی ابن ابی طالب اور ان کے چچا زاد بھائی ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے کسی نبی کو نہیں مبعوث فرمایا، مگر اس سے زبردست وعدہ لیا
کہ اگر اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے اور وہ زندہ ہوں تو تم ضرور اس کے ساتھ ایمان
لانا اور ضرور اس کی امداد کرنا اور یہ بھی حکم جاری فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت سے لگا وعدہ لے کہ اگر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں اور وہ امتیں زندہ موجود ہوں تو وہ امتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ضرور ایمان لائیں اور ان کی ضرور امداد کریں۔

تفسیر کبیر

۳۷۹

شَرَحَاءُ کُمُ سَيِّئُونَ مَصْدَقٌ لِّمَا مَعَكُمْ وَهُوَ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پھر آئینہ تمہارے پاس رسول جو مصدق ہے
جو تمہارے پاس ہوگا اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

ان عبارات سے بھی ثابت ہوا کہ سب کے بعد جو رسول آئینا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جیسا کہ حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم
نے ایسے ہی اس آیت کا ترجمہ سمجھا، سیاق کلام بھی اسی بات کا متقاضی ہے، کہ اس سے محمد
مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں، کیونکہ

(۱)۔ انبیاء کرام و تمام رسل علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لینا جو لفظ میثاق سے واضح ہے۔ کیونکہ
میثاق کے لغوی معنی حلفیہ بیان کے ہیں۔ چنانچہ تفسیر خازن میں مذکور ہے۔

وَأَصْلُ الْمِيثَاقِ فِي اللُّغَةِ عَقْدٌ يُّوَكَّدُ بِهِ مَبْنِي

اور اصل میثاق لغت میں ایسے عقد کو کہا جاتا ہے، جو قسم کے

ساتھ مضبوط کئے ہیں،

۳۸۰

(۲) - باقی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو محض کتاب و حکمت یعنی صحف اور کلمہ کا وعدہ دینا اور شَرَحَاء کُھڑے سَوَال جو سب کے بعد رسول آئے : اَلَا کُھَا اُس کو تمام کا مُصَدِّق تَمَامَعُکُمْ سے نواز کر تاکید ثانوی سے تمام کے سامنے پیش کرنا کہ وہ رسول اس خصوصیت کا مالک ہوگا، کہ جو شے مثلاً نبوت یا رسالت صحف یا دانائی یا معجزات تمہیں میری طرف سے عطا شدہ ہوگی وہ آخری نبی ان تمام کا مُصَدِّق ہوگا، یعنی اس کو درجہ مصدق الانبیاء کا حاصل ہوگا، تو نبی الانبیاء کا درجہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے، جس کا قرآن کریم شاید ہے۔ مَکذِب الانبیاء مُصَدِّق الانبیاء نہیں کہلا سکتا،

(۳) - شَرَحَاء کُھڑے سَوَال کی تیسری تاکید لَتُوْمِنْنَّ یہ ہے، کیونکہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے بعد از بعثت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اقرار اور ایمان ظاہر فرمایا، تو فرمان الہی لَتُوْمِنْنَّ یہ کہ اے انبیاء و رسل تم تمام اس آخری نبی رسول الرسل ہونے اور آخری نبی ہونے اور تم پر اس کے مُصَدِّق ہونیکا حلفیہ بیان دو، کہ ضرور بالضرہ و ایمان لاؤ گے، چنانچہ تمام انبیاء کرام بھی اپنے اس حلفیہ بیان کے مطابق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی رسول الرسل اور آخری نبی ہونے کی اور آپ پر ایمان لانے کی تاکید اپنے اُمّتیوں کو کرتے رہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ شَرَحَاء کُھڑے سَوَال کی تاکید بمع ان کے اوصاف مُصَدِّق ہونے کے اور مطاع الرسل ومع معہم کے مصداق بذاتہ زمانہ آدم علیہ السلام سے چل کر آج تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تسلیم شدہ ہیں، جیسا کہ فرمان الہی وَ کَانُوا مِنْ قَبْلُ یُسْتَفْحِقُونَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّا لَمَّا جَاءَهُمْ مَا هَیْ فُوْا کَفَرُوْا بِہِ ظَہِر کر رہا ہے، نہ جیسا کہ آج بعد از ہزار ہا سال مرزائیوں نے اس مسلم خداوندی و رسل و انبیاء علیہم السلام بمع ان کی انتوں کے اور مسلم جن و انس و وحوش و طیور و ملائکہ وغیرہم کو ترک کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی بنا بیٹھے ہیں، اور دوسرے حکم خداوندی وَلَا تَوَلَّوْا عِندُوْا اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ کے مد مقابل ہو گئے ہیں، حالانکہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے لَتُوْمِنْنَّ یہ فرمان خداوندی پر عمل کرتے ہوئے کلمہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی پڑھا، اس لئے یقیناً یہ شان مطاع رسل و انبیاء ہونے کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے، نہ کسی اور کی۔

جو کھتی تاکید اکید اور حلفیہ وعدہ انبیاء و رسل علیہم السلام سے خداوند ذوالجلال نے و تَنْصُرُوْا سے لیا، کہ اس رسول الرسل آخری نبی اور مُصَدِّق و مطاع کی امداد بھی ضرور بالضرہ و تَنْصُرُوْا سے

یعنی ایسا نہ ہو کہ اس آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد بھی عہدِ نبوتوں کی اشاعت ہو، بلکہ ہر نبی و رسول یا ان کی امت کے زمانہ میں وہ تشریف لے آویں، ان کے ہی معاون ہوں، ان کی ذات والا صفات کے، ان کے دین کے، ان کی کتاب کے، ان کی امت کے، ان کے کعبہ کے، ان کی مساجد کے، دامے، درمے، قدمے، کلامے ہر طرح براہِ راست ان کی ہی امداد ہو، کسی اصلی کو چھوڑ کر کسی ظاہر کو نہ مقرر کیا جاوے۔ اور یہی وعدہ رب العزت نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لیا، تاکہ آپ حلفیہ بیان سے اس عہدِ ختمِ نبوت کو نبھالیں اور رسولِ المرسل ہونے کا اقتدار کریں۔

احزاب ۲۱

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ مِنْكَ وَ مِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ
وَمُوسَىٰ وَهَبْنَاهُ الْكِتَابَ وَبَيَّنَّا لِلنَّاسِ آيَاتِهِ إِنَّهُمْ كَأَنَّ عَيْنَهُمْ

اور جب ہم نے تمام انبیاء کرام سے حلفیہ وعدہ لیا اور آپ سے اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اور ہم نے اُن سے سخت حلفیہ بیان لیا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ رب العزت نے اکابرین انبیاء علیہم السلام سے جنکے اسمائے گرامی قابل ذکر تھے، ان کے حلفیہ بیان کا ذکر خیر فرمایا، چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء کرام سے حلفیہ بیان لیا گیا تو آپ سے بھی حلفیہ وعدہ لیا گیا، کہ کیا آپ اس عہدہ رسول المرسل و خاتم النبیین ہونے اور تمام انبیاء و رسل کے مصدق ہونے اور عالمین کی نبوت اور رسالت کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں، تو آپ نے بھی اقرار فرمایا۔ کہ ہاں، یا اللہ میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس تمام بوجھ کو اٹھاؤنگا، اور باقی انبیاء و رسل جن سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار کروایا، اُن سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے اعلان پر ہی اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ اسی یوم میثاق میں اُن سے اس حلفیہ بیان کا اقرار بھی کرایا، فرمایا قَالَ ءَا تَشَہِدُنِیْ اَنْ اَقْرَارَ کیا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مکمل حلفیہ بیان کا ابھی میرے روبرو اقرار کرو، یعنی ابھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رسول المرسل منظور ہیں، (اقرار کرو کہ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول المرسل منظور ہیں، دوسرا اقرار)، کیونکہ بادشاہ جب کسی حاکم اعلیٰ کو مطیعین پر فائز کر کے بھیجتا ہے، تو اس اعلیٰ افسر کے ان پر حاکمان ہونیکا پہلے اس کے ماتحتوں کو

ہوں، کہ نہ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کے اعلان کو تسلیم کرنا اور نبوت کے محسن کو جھوٹا سمجھنا، خواہ کسی قسم کی نبوت کا مدعی ہو، اور جیسا کہ تم نے حلف اٹھا کر وعدہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری بنی یونس نے کیا ہے، میں بھی تمہارے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول الرسل اور آخری بنی یونس نے کا اور تمام رسولوں کے تصدیق کنندہ ہونے کا اور ان کے مطاع ہونے کا اور تمہارا منصور ہونے کا گواہ ہو رہا ہوں، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رسول الرسل ہونگے، ان کے لئے کوئی رسول یا بنی نہ ہوگا، اور نہ ان کے بعد کسی قسم کے بنی کو پیدا کر دوں گا، سب نبیوں اور رسولوں کے اخیر ہی مبعوث کر دوں گا، وہ سب کے مصدق ہونگے، ان کو مصدق کی ضرورت نہ ہوگی، وہ خود میرے مصدق بنی ہوں گے، ان کو مطاع ہی پیدا کر دوں گا، وہ کسی کے مطیع نہ ہونگے، ہر ایک ان کا خادم ہوگا، وہ کسی کے خادم نہ ہونگے، بعد ازاں تمام انبیاء و رسل کو حکم سنایا کہ تَوَلَّی بَعْدَ ذَٰلِكَ نَاؤُلَافَ هُمُ الْفَاسِقُونَ تو جس شخص نے اعراض کیا رسول الرسل پر نبوت ختم ہونے سے اس حلفیہ وعدہ کے بعد جاکر تو یہی وہ فاسق ہیں۔

تو اللہ رب العزۃ نے یوم میثاق انبیاء کرام و رسل علیہم السلام کے اس حلفیہ بیان ختم نبوت کو بیان فرما کر بعد میں اعلان عام کر دیا کہ جو شخص اس حلفیہ بیان یوم میثاق کے بعد بعد جو شخص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو نبوت کے ختم ہونے کا یقین نہ رکھے گا، وہ مومن یا مسلم تو کجا فاسق کہا جائے گا، یعنی مولائے ذوالجلال کے دربار میں جس صف میں زانی، چور، جواریے بد معاش ہونگے، اسی جماعت میں اس کو شمار کیا جائے گا کیونکہ تمام امتوں کے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے حلفیہ وعدہ لیا گیا اور اس نے اپنے اس پیشوا حقیقی کے وعدہ خلاف کیا، جو اس نے خداوندی دربار میں کیا تھا، لہذا وہ فاسق ہے۔ ختم نبوت کا منکر اجر اسے نبوت کا قائل، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغبروں کے وعدہ میثاقی کو توڑنے والا خداوندی سے متجاوز ہے، اور جو مَنْ یَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولَٰئِکَ حُمِلَ الْاَثْلُ الْکَثِیْرُ کے فتوے کا مصداق ہے، اور اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص اپنی نبوت کا دعویٰ کرے، تو وہ جھوٹا ہے، کیونکہ یوم میثاق وہ انبیاء کرام و رسل علیہم السلام کی جماعت

میں خداوند نے اس کو نبوت کا خطاب نہیں دیا، تو آج وہ کیسے بنی کہلا سکتا ہے، کیونکہ جس جس کو نبوت خداوندی عطا ہوئی تھی، اس کو تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہی مل چکی۔ اب آپ کے بعد نبوت کا درجہ کسی کے لئے ہے ہی نہیں، تو مدعی جھوٹا سمجھا جائیگا، اس آیت کریمہ کی رو سے جب مرزا غلام احمد کو انبیاء و رسل کی جماعت میں خطاب نہیں کیا گیا، تو جو آج بعد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا مدعی بنے تو مسلمان کب تسلیم کر سکتا ہے، کیونکہ شہداء جماعہ کثر سے سوائے جن کو پہلے نبوت عطا ہو چکی تھی، ان کو خداوند نے مخاطب کر کے حلفیہ وعدہ لیا ہے اور انہوں نے ہی آشرف ثنائی کا اقرار بھی کیا، مرزا صاحب بعد کے مدعی ہیں، قبل کے نہیں، تو رسول اور نبی بھی نہیں، بلکہ خداوند کریم کی آخری سزا کے مستوجب قرار دے جائیں گے۔

”مرزائی“ مولوی صاحب ختم نبوت کا منکر کون ہے؟ ذرا سوچیں تو! جو شخص یہ عقیدہ رکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک تشریفی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آنے کا قائل ہو، اور پھر بھی اس کے عقیدے کے مطابق ختم نبوت بدستور رہے، یعنی منکر نہ کہلائے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بالیقین ظلی نبوت کا قائل ہو، تو اس کو ختم نبوت کا منکر کہا جاوے، تو کتنی ظلم کی بات ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً نبوت ختم ہے، تو نئے اور پیرانے نبی کی تفریق کرنا ایمان کے خلاف ہے۔

”محمد عمر“ دوسرے یہ اعتراض تمہارا در بدر کچھ رہا ہے،، در اس کو تم اپنے مذہب میں مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑا زور دار سمجھتے ہو، حالانکہ تمہارا یہ سوال محض مرزا غلام احمد ثنائی کی نبوت منوانے کے لئے ہے، نہ کہ قرآنی سوال ہے اور نہ یہ خاقانیت محمدیہ کی خاطر ہے، یہ محض تمہارا میر کھیر کلامی ہے، جو مقلدین مرزاہیت کو دھوکا دے رہا ہے،، در یہ ہمارا عقیدہ بنایا ہوا نہیں، بلکہ حکم خداوندی ہے، حالانکہ ختم نبوت کا مسئلہ یوم میثاق میں خداوند کریم نے حل فرمادیا، جبکہ انبیاء کرام و رسل علیہم السلام کو شہداء جماعہ کثر سے سوائے جن کو تمام کی نبوت و رسالت کی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد ایک رسول آئیگا، تو اسی دن ختم نبوت کا فیصلہ خداوندی ہو چکا، کیونکہ جس کو نبوت اور رسالت تقسیم ہوئی تھی اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تقسیم کر کے بعد ازاں تو نبوت و رسالت کا اجراء ختم ہو چکا، آپ کے بعد اور کسی کو نہ ظلی نہ بروزی نہ تبعی نہ تنوعی کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی، نہ کہ پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام کی نبوت و رسالت معاذ اللہ چھن گئی

جو تم دھوکا دے رہے ہو، جنکو نبوت اور رسالت کا مصداق بنا کر نبی و رسول بنانا تھا۔ وہیں چلے، ان کی نبوت و رسالت کی ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے، یعنی ان کی نبوت و رسالت بعد از بعثت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چل نہیں سکتی، نہ کہ اُن کا گذشتہ خطاب بھی اُن سے چھن گیا ہے، اب کوئی سابقہ نبی آ بھی جائے، تو وہ تشرعی نہیں کہلا سکتا، کیونکہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے، سابقہ نبی کا نبوت سے خلا بھی نہیں اور اجراء بھی نہیں جیسا کہ اگر ایک آیت دوسری آیت کے حکم کو منسوخ کر دے تو آیت سابقہ بحیثیت کلام الہی ہونے کے کلام خداوندی ہی کہلائیگی، اور اس کی تلاوت بھی مومنین کرتے ہیں، لیکن بموجب آیت ثانیہ نسخہ اس کا حکم منسوخ ہو چکا، اس سابقہ آیت کا حکم جاری نہیں ہو سکتا، تو تمہارا کہنا کہ تشرعی نبی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تسلیم کر رہے ہو، یہ غلط ہے، کیونکہ جب اُن کی شریعت قرآن کریم نے منسوخ کر دی تو اب اُن کی نبوت کا عنوان باقی ہے، نہ اُن کی شریعت یا اُن کا صاحب شریعت کہلانا باقی ہے، پہلے وہ صاحب شریعت تھے اب نہیں، جب اُن کی شریعت کا ہی بقا نہیں، تو صاحب شریعت کیسے؟ مثلاً ایک مثال مشہور ہے کہ کسی نے کسی سے سوال کیا کہ تم کون ہو، تو مجیب نے جواب دیا کہ میں زمیندار ہوں، سائل نے کہا کتنی زمین کے مالک ہو، تو مجیب بولا کہ زمین تو دے چکا ہوں، اب تو محض وارہی دار ہوں، پھر تمہارا کہنا کہ بنی اسرائیل کے نبی کے آنے کے تم قائل اور امت محمدیہ سے بنی پیدا ہونے کے قائل کیوں نہیں، تو بھائی ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کے قائل نہیں، کیونکہ شجر جلاء کھڑا سوئل میثاقی وعدہ مانع ہے، اور آپ سے سابقہ انبیاء و رسل کا ہم انکار نہیں کر سکتے، مگر کوئی بعد میں پیدا ہو کر سابقین کا ظل بنے تو نہ ہم ایسے کے قائل ہیں، کیونکہ امت محمدیہ میں نبی پیدا ہو سکتا ہی نہیں، یہاں تو جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت و نذارت لازوال مل چکی ہے، تو زوالی بشارت و نذارت امت محمدیہ میں باقی ذلت ہے، تمہارے سوال کے جواب میں فقیر ایک مثال پیش کرتا ہے، مثلاً الف و نون وین وغیرہم بادشاہ ہوں تو تم نے آکر تمام کے ممالک کو فتح کر دیا تو پھر ان نون و الف و عین سے ایک عین م کی سلطنت میں بلا اسلحہ پھر رہا ہے، بلکہ میم کی سلطنت کے باغیوں کی اصلاح کرے اور میم کی سلطنت میں ہی ایک غین اپنے رضا کار بھرتی کر کے اپنے اصول کے ماتحت ان کو اپنے مصنوعہ اسلحہ سے مسلح کر کے مجاہدین تیار کرے اور مدعی اس امر کا ہو کہ میں مجاہدین

بمقتال کا حامی نہیں، بلکہ جہاد بالقلم کا حامی ہوں، تو میم غین کے متعلق حکم صادر فرمادے کہ یا تو اپنے اس کاروبار کو چھوڑ دے ورنہ تو باغی سلطنت قرار دیا جائیگا، تو وہ کہے کہ تم بڑے ظالم ہو، کہ سابقہ بادشاہ عین کو جس دایمی کا حکم صادر نہیں فرماتے اور میں جس نے آج تک کسی ملک پر حکمرانی کی ہی نہیں، تو میرے عمل کو تو بغاوت پر محمول کرتا ہے، تو میم غین کو ضرور جواب دیگا، کہ تو شاطرانہ چال میرے ساتھ کھیلتا ہے، عین کو سابقہ شاہ رہا ہے، لیکن اب وہ میری سلطنت میں باغیوں کو درست کرنے کا کام کر رہا ہے، اور سلطنت باخدا سلطانی کا خواہشمند نہیں، اور تم میری سلطنت کے ایک فرد ہو کر میرا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے ہو، اور محض اپنی چال سے حکمرانی اور سلطانی کے خواہشمند ہو، اور کبھی جانشین کے مدعی بھی بن جاتے ہو، یہ بغاوت نہیں تو اور کیا ہے، تو میم غین کے اس عذریا بہانے سے غین کو چھوڑ کر عین کو کبھی گرفتار نہ کریگا، اور نہ ہی غین کے اپنے اعمال سے باز آنے پر اس کو بحالہ رہنے دیگا، بلکہ اس کو بمعیت فاسقین جیل خانے میں جس دایمی کی سزا دیگا، بعینہ یہی حال آپ کے مرزا غلام احمد صاحب کا ہے کہ غلامی کے دھوکے میں نبوت کے ہمدہ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے رہے، بلکہ دعوی نبوت کا اظہار بھی کرتے رہے، اجرائے نبوت کا علی الاعلان دروازہ کھول دیا، جیسا کہ ان کے متبعین کا یہی حال ہے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب العزت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکے مجسمہ دلیل نازل فرما دیئے، جو یہ قرب قیامت زمانے کو دلیل دینگے، کہ میں باوجودیکہ سابقہ سچا نبی ہوں، لیکن زمانہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی وجہ سے میں سابقہ نبی اپنی نبوت کا ملحق نہیں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کو فخر سمجھتا ہوں۔ یہی میری صداقت کی دلیل ہے۔ اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت بنا۔ وہ جھوٹا جعلی نبی تھا، اور اس کے متبعین بھی جھوٹے، جنکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا خیال نہیں، اور وہ آپ کی ختم نبوت کو توڑنا چاہتے ہیں، اور دَمَنُ يَتَّعَدُ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ کے مرتکب ہیں اور لَا لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ کی سزا کے مستوجب ہیں۔

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ رب العزت نے یوم میثاق میں ہی نبوت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور فیصلہ کلی فرما دیا، اور ختم نبوت کا اقرار بھی تمام انبیاء و رسل علیہم

السلام سے کرایا، چنانچہ اسی کے مطابق ہی دنیا میں عمل شروع ہوا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اطہر میں رب العزۃ نے قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء درسل مبعوثین کا ارشاد فرمایا، آپکے بعد سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سابقہ بنی کے نزول من السماء کے کسی اور نبی اور رسول کے پیدا ہونے کی اطلاع نہیں فرمائی، آپکے مابعد کسی قسم کے نبی پیدا ہونے کی قرآن کریم میں اطلاع نہیں دی گئی، سابقہ انبیاء درسل علیہم السلام کی اطلاع قرآن کریم میں اکثر مقامات پر مذکور ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونیکا بین ثبوت ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے، ملاحظہ ہو۔

(۲) طہ ۱۶ | کَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ
اسی طرح بیان کیں ہم نے ماسبق کی خبروں سے :-

اگر آپ کے بعد نبوت کا اجراء ہوتا تو بعد کے مبعوث ہونے والے انبیاء درسل کی خبریں بھی ضرور قرآن کریم میں ہوتیں، صرف ایک سابقہ نبی علیہ السلام نے بعد میں بلا اعلان نبوت نازل ہونا تھا، مرزائی اس کا تو منکر ہو بیٹھا اور اس کی جگہ ایک اپنی طرف سے بنی بنا کر خداوند کا مد مقابل بن بیٹھا کہ اگر خداوند سابقہ نبی کو آپ کے بعد بھیج سکتا ہے، تو ہم مرزائی ایک خود بھی تیار کر سکتے ہیں، اور خاتم النبیین کا بھی ہمیں انکار نہیں، خداوند کریم تسلیم کر بیانا کریں، اس دھڑکے کا نہیں تو دوسرے دھڑکے کا تو انکار ہی نہیں، اور منیئے، تم مرزائیوں نے تو ایسے آدمی کو نبی بنالیا ہے، جو نصف مرد اور نصف عورت ہونے کا مدعی ہے، حالانکہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ پہلے جتنے انبیاء کرام تشریف لائے وہ تمام مرد ہی تھے۔ ملاحظہ ہو۔

(۳) نحل ۱۶ | وَمَا آتَيْنَا مِنْ تَبْلُكَ إِلَّا هِيَ جَالًا تُرْجَى إِلَيْهِمْ

(۴) یوسف (آخر) | وَمَا آتَيْنَا مِنْ تَبْلُكَ إِلَّا هِيَ جَالًا تُرْجَى إِلَيْهِمْ

(۵) انبیاء ۱۷ | وَمَا آتَيْنَا مِنْ تَبْلُكَ إِلَّا هِيَ جَالًا تُرْجَى إِلَيْهِمْ فَمَا مَسَّكُمْ مِنْهُمُ أَهْلُ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کے پہلے مگر مردوں کو جنکی طرف ہم وحی کرتے تھے، تو تم اہل ذکر سے دریافت کر لیا کرو اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو،

پہلے رسل کا ذکر فرما کر رب العزۃ نے آگے ارشاد فرمایا کہ اب بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو، تو اَحْسِلْ الذَّكْرَ یعنی ادلیا اللہ سے دریافت کر لیا کرو، اگر بعد از محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت جاری ہوتی، تو رب العزۃ مسلمانوں کو ادلیا اللہ کے سپرد نہ فرماتے، بلکہ فرمادیتے آپ کے بعد جو رسل آنیوالے ہیں، اُن سے دریافت کر لیا کرو، جب ادلیا اللہ سے سوال کے حل کرنے کا ارشاد فرمایا، تو ثابت ہوا، کہ نبوت پہلے جاری تھی، جس کا ذکر کیا گیا، لیکن آپ کے بعد نبوت و رسالت بند ہے کسی کو نبوت و رسالت کے مدعی ہونے کا حق نہیں رہا، اور ملاحظہ ہو۔

(۲) فرقان ۲۴/۵

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْتُمْ لِيَأْتِيَهُمُ الْفُتُورُ

اور ہمیں بھیجا ہم نے آپ کے پہلے رسولوں کو مگر وہ کھانا کھاتے تھے،

(۳) نجم سجدہ ۲۲/۵

مَا يُعْتَلُ لَكَ إِلَّا مَا تَدْرِي بِئْسَ لِلْمُشْرِكِ حَسِيبٌ

آپ کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی کچھ کہا گیا، جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا۔

(۸) - زمر ۲۲/۷

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِ الْفِرْعَوْنَ أَنْ يُاسِئُوا إِلَىٰ رَسُولِهِمْ

اور ضرور ہم نے آپ کی طرف (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کی اور ان لوگوں

یعنی (بنیوں) کی طرف جو آپ کے پہلے تھے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نبوت و رسالت فرمائی، آپ سے پہلے بھی ایسے ہی کی، لیکن آپ کے بعد دروازہ وحی و نبوت و رسالت قطعا بند ہے، اسی لئے دَرِ الْاِلٰہِ الَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِکَ لَا یُخَلِّفُ لَکَ مِنْکَ شَیْءٌ فرمایا، آپ کے بعد نبوت کا نیا دروازہ کھولنے والا مجرم خداوندی ہے، منکر قرآن کریم ہے، مکتب آیات قرآنی ہے۔

(۹) روم ۲۱/۵

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا بِالْبَيِّنَاتِ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے بہت رسولوں کو اُن کی قوم کی طرف۔

(۱۰) مدثر ۱۳/۱۴

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

اور ضرور بالضرور ہم نے آپ کے پہلے کئی رسول بھیجے۔

اس آیت کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسل تو بہت مبعوث فرمائے، لیکن آپ کے بعد میں رسل کا سلسلہ بند ہے، اسی لئے آپ کے بعد کسی رسول کے مبعوث ہونے کا ذکر نہیں فرمایا۔

(۱۱) شوریٰ ۲۵/۱

كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ

اسی طرح آپ کی طرف وحی کی گئی اور ان رسولوں کی طرف جو آپ کے پہلے تھے،
اس آیت کریمہ سے آپ کے ماقبل رُسل کی وحی رسالت و نبوت کا ذکر فرمایا، مابعد کا سلسلہ
بند ثابت ہوا۔

(۱۲) سجدہ ۲۱
لَتُنذِرَنَّهُ كَوَٰمًا مَّا أَتٰهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ نَّبِيِّكَ لَعَلَّهُمْ يُهْتَدُونَ
تاکہ ڈرائیں آپ ایسی قوم کو جنکے پاس آپ کے پہلے نذیر آئے، تاکہ وہ ہدایت
پائیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ آپ اُن قوم کے نذیر ہیں، جو آپ کے پہلے سابقہ نذیروں
پر ایمان لائیوالے ہیں، جو بعد کے نذیر مقرر کرنیوالے یا مدعی ہیں، ان کے لئے محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نذیر نہیں، یعنی منکرین نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی آپ کی نبوت و رسالت
کا وہ شخص قائل ہے، جو آپ پر اور آپ سے سابقہ نبیوں پر ایمان رکھے، اور تسلیم کرے، جو بعد کے
مدعی رسالت کے قائل ہیں، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا مکذب ہے۔

(۱۳) زخرف ۲۵
وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْأَدْوَارِ
اور پہلوں میں ہم نے کئی رُسل بھیجے۔

خداوند کریم نے کیوں نہ فرما دیا، کہ بعد کے لوگوں میں بھی ہم رُسل کو بھیجیں گے۔
”ہرزانی“ کیا اب عیسیٰ علیہ السلام بھی نہ آئیں گے؟

”محمد عمر“۔ پھر وہی بات؛ جب فقر نے پہلے فیصلہ کر دیا کہ پہلوں کے رسول رہے ہمارے
لئے بحیثیت رسول نہیں تشریف لادینگے، پھر ان کی رسالت میں تہلیل میں داخل ہے، نہ کہ میں
تَعْدِلُ، جھگڑا تو ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو رسالت مل سکتی ہے؟ -
نہیں ہرگز نہیں! ممکن ہی نہیں!

(۱۴) نحل ۱۲
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا
اور ضرور ہر قوم میں ہم نے (زمانہ ماضی میں) رسول بھیجا۔

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا، کہ خداوند کریم کا ماضی کے لئے قانون تھا کہ ہر امت کے لئے
ایک رسول آتا، لیکن اب قانون ختم نبوت کا جاری ہے، چنانچہ فرمایا۔

(۱۵) رد

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَذِكْرٌ لِّكُلِّ هَادٍ

اور کوئی بات نہیں، اب آپ ہی (تمام مخلوق میں) اکیلے ڈرائیوالے ہیں،
نذیر ہیں، اور آپ ہی ہر قوم کے لئے ہادی۔

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا، کہ آپ ہی اب ہر قوم کے ہادی ہیں، آپ کے بعد کوئی دوسرا
نذیر یا ہادی نہیں، یعنی کسی قوم کا بنی پیدا نہیں ہو سکتا، اور نہ بن سکتا ہے،
”مرزائی“۔ جب پہلی امتوں میں رسل آتے رہے تو اب کیوں بند کئے گئے، کیا یہ امت

ناقص ہے؟

”محمد عمر“۔ بھائی امت ناقص ہوتی، تو انبیاء کے مبعوث ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی،
دوسرا جواب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوال کا جواب دیدیا ہے، فرمایا۔

تَهَلُّ يَنْظُرُونَ رَأَى سَنَةِ الْوَدَّ لَيْنَ

(۱۶) فاطر ۲۲ آخر

پھر وہ منتظر نہیں، مگر پہلوں کی سنت کے (مطابق چاہتے ہیں)۔

یعنی یہ لوگ چاہتے ہیں، کہ پہلے لوگوں کی طرح ہم میں بھی رسول آئیں، تو یہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ
اب نبوت آخری ہے، تو قانون بھی آخری، اب اس امت میں کسی نبی یا رسول کے پیدا کرنے کی
ضرورت نہیں، کیونکہ فرمایا حجر ۱۰۔ وَتَذَكَّرُ سَنَةُ الْوَدَّ لَيْنَ ۝ ادر تحقیق پہلوں کی سنت
گذر چکی، اب تو گزشتہ تمام سنتیں گزر چکیں۔ اب تمہیں

أَذَلُّ يَكْفِيهِمْ أَنَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُثَلِّ عَلَيْكُمْ

(۱۷) عنکبوت

۲۱

کہا اور نہیں کفایت کیا، اس بات نے کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری
جو ان پر پڑھی جاتی ہے، یعنی (قرآن کریم کافی نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ کیا یہ لوگ پہلے لوگوں کی سنت چاہتے ہیں، یعنی نبوت کے متمنی ہیں،
کیا ان کو ذرا آن کافی نہیں، اگر نبوت کے متمنی ہیں، تو کتاب (قرآن کریم) کے علاوہ کسی الہامی کتاب
کے بھی خواہشمند ہیں، حقیقۃ الوحی ہو یا مکاشفات وغیرہ ہو۔ حالانکہ انبیاء و رسل بھی پہلے لوگوں میں تھے
الہامی کتابیں بھی آپ کے پہلے لوگوں کو ملیں، بعد کے لوگوں کو نہیں، آپ کے بعد میں نہ کسی کو
نبوت مل سکتی ہے اور نہ کسی پر کوئی صحیفہ یا الہامی کتاب نازل ہو سکتے ہیں، فرمایا

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

(۱۸) بقرہ ۱

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ هُمْ يُؤْمِنُونَ ۝

متقی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اُس شے کے ساتھ جو آپ کی طرف اتاری گئی، اور جو آپ کے پہلے اور آخرت کے ساتھ وہ یقین رکھتے ہیں،

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ متقی وہی لوگ ہیں، جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم نے نازل فرمایا اور جو آپ سے پہلوں پر نازل فرمایا، بعد کے کسی بہ کسی شے کے اتارنے کا ارشاد نہیں فرمایا بلکہ آپ کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا، کہ وہ قیامت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں، معلوم ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہ ہوگا، جس پر کوئی وحی نبوت یا رسالت نازل ہے، آپ پر یا آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہو چکی، آپ کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت بند ہے، اس واسطے سلسلہ وحی نبوت و رسالت بھی بند۔

(۱۹) نساء ۵
وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
اور مومن وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں، اُس چیز کے ساتھ جو اتاری گئی آپ کی طرف،

اور جو شے اتاری گئی آپ کے پہلے، اور جو کوئی آپ کے بعد کے کہ محمد پر یہ آیت اتاری گئی تو مومن وہ ہے جو اُس کا انکار کرے، کیونکہ ایماندار کا عمل قرآن کریم پر ہے، اور قرآن کریم نے مومن کی تخصیص فرمائی کہ مومن قرآن کریم پر ایمان لائے، اور سابقہ کتب وحی پر ایمان لاوے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی وحی نبوت و رسالت کا انکار کرے تو مومن ہے ورنہ نہیں،

(۲۰) نساء ۱۹
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أُنْزِلَ
عَلَيْكُمْ سُوْرُهُ وَالْكِتَابِ الَّذِي أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۚ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کتاب (قرآن) کے ساتھ جو آپ پر اتاری گئی ہے اور اس کتاب کے ساتھ جو پہلے اتاری گئی، اور جو بعد کے اُترنے کا دعویٰ کرے حقیقتہً الٰہی ہویا تذکرہ، ان تمام کے ساتھ انکار کرو۔

(۲۱) مائدہ ۴
مَنْ شَقِمَّ مِنْ مَّا لَدَّ أَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ذَاكَ
أَكْثَرَ كُفْرًا سَقُونَ ۚ

نہیں بدلہ لیتے تم ہم سے، مگر یہ کہ ایمان لائے ہم اللہ کے ساتھ اور جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ہمارے پہلے اتارا گیا، اور بے شک بہت تمہارے الٰہ بدکاروں میں کیا تم ہم سے اس بات کا بدلہ لیتے ہو، کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ اور قرآن کے ساتھ اور جو شے

پہلے نبیوں پر اتاری گئی ہے، اور آپ کے بعد کی جعلی وحی مثلاً حقیقتہ الوحی اور تذکرہ وغیرہما جس وحی کا ذکر قرآن کریم میں نہیں، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابعد سلسلہ وحی کا ذکر ہی نہیں، تو ہم اُن پر ایمان لانے سے مطعون ہیں، حالانکہ اُن کو جو شخص الہام الہی پہنچے سمجھے، تو خداوند کریم نے اس کو فُتاق سے شمار کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں، اور آپ کے بعد کی الہامی آیت الہی سہی نہیں سکتی، اسی ہی سبق ہمیں رب العزت نے سکھایا ہے، شیخ۔

قُلْ أَمَّا يَأْتِيهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
وَأِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ
وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّكَ لَأُفَرِّقَ بَيْنَ آخَرِهِمْ مِنْهُمْ وَتُعْزِزَ
لَهُمُ الْمُسْلِمُونَ ۝

(۲۲) آل عمران
۳

فرمادیں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا اور جو
شے اتاری گئی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق و یعقوب علیہما السلام پر اور
اُن کی اولاد پر اور جو موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام دے گئے اور باقی تمام انبیاء کرام جو اپنے رب کی
طرف سے دے گئے، ہم کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور ہم اُس کے لئے ایمان لانے والے
ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بھی رب العزت نے پہلے نبیوں کے چند نام لیکر ایمان لانے کی تاکید
فرمائی، بعد کے ایک دو نبیوں کے نام تک نہیں لئے، معلوم ہوا کہ بعد میں خدا کی طرف سے کوئی
نبی اللہ بن سکتا ہی نہیں، اگر بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت جاری ہوتی، تو رب العزت
آپ سے سابقہ انبیاء و رسل کی طرح آپ کے بعد کے نبیوں یا رسولوں کے ضرور اسماء گنوائے۔ آپ کے
اسلاف انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنا اور خلف کے مدھیوں کو محض زیرو کا نمبر دینا مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو ثابت کر رہا ہے، اور اس آیت میں اللہ انہی نے
ایک اور عقدہ بھی حل فرمادیا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقین انبیاء
میں شمار فرمالیا، تاکہ اگر اب قرب قیامت آپ دوبارہ تشریف لادیں، تو اُن کو کوئی
جہالت سے دوبارہ نہ شمار کر لے، بلکہ وہ پہلوں کی گنتی میں ہی شمار ہونگے جیسا کہ ایک شخص
جب کسی سے ایک دفعہ اپنا حصہ حاصل کر لے تو کوئی جاہل اس کو دوبارہ حصہ گیروں میں دیکھ
کر تاسم کے گلے پیٹنے جائے کہ مجھ کو بھی ان کا کچھ حصہ دیا جائے جو ان کو دیا ہے کیونکہ پہلے اپنا

حصہ وصول کر چکا ہے، اب پھر دوبارہ کیوں یہاں پھر رہا ہے، تو قاسم غین کو جواب دینا کہ کچھ عقل سے کام لو، اگر میں اس کو دوبارہ حصہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھاؤں، یا وہ حصہ لینے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھائے تو تم بھی کہہ سکتے ہو، کہ مجھے بھی کچھ مل جائے، جب میں نے جو کچھ خواص پر تقسیم کرنا تھا، وہ تقسیم کر چکا ہوں، اب میں تم کو کہاں سے دوں، تو غ کہہ کہ تم نہ دو گے تو میں آخری حصہ گیر سے کچھ لے لوں گا، تو قاسم م کو کہہ دے جس کو اس نے آخری حصہ دیا ہے، تم پہلے حصہ گیروں سے کلام کرنا، اس سے کلام ہی نہ کرنا، ایسے ہی رب العزت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ان سے بعد کے نبوت کا دعویٰ کرنا لے ہیں، اُن سے کلام ہی نہیں کرنے دیتا، تو وہ اُن سے حصہ دار اور نائب و تابع نبی کیسے کہلا سکتے ہیں، سنیے، اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَأَسْأَلُ مَنْ آتَى سُلْطَانًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ شَيْءٍ سُلْطَانًا أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ
الشَّيْءِ حُمْنًا (الحق يعبدون)

(۲۳) زخرف

۲۵

اور دریافت فرمائیے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آپ سے پہلے رسول ہیں، کہ کیا ہم نے رحمن کے سوا کوئی معبود بنایا ہے، جو پوچھا کئے جائیں وہ۔

اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی الوہیت کے متعلق پہلے انبیاء و رسل سے مخاطب ہونیکے لئے فرمایا جس سے صاف دو مطلب ظاہر ہو رہے ہیں،
(۱)۔ اگر کوئی بعد کا مدعی رسالت من اللہ ہوتا تو خداوند اس کے متعلق بھی آپ کو ہم کلام ہونے کا فرما دیتے، معلوم ہوا کہ کوئی مدعی نبوت بعد میں ہے ہی نہیں۔

(۲)۔ اور خداوند کریم کو یہ علم تھا، کہ بعد میں نبوت کے مدعی جھوٹے ہیں، اس لئے ایسوں کو کسی شمار میں ہی نہیں لیا اور یہ گوارہ نہیں کیا کہ میرا نبی آخر الزمان ایسے جھوٹے مدعیوں سے مخاطب ہوں ورنہ ضرور ارشاد ہوتا۔

”مرزا علی“۔ اس سے تو وفات مسیح ثابت ہوئی۔

”محمد عمر“۔ تمہارا دماغ معطل ہے، فقیر پہلے عرض کر آیا ہے کہ وہ پہلے نبیوں میں شمار ہو چکے

ہیں، اب انکی آمد ثانی مدعی رسالت کی نہ ہوگی، تاکہ یہ اعتراض لازم آئے، وہ سابقہ انبیاء و رسل سے ہیں، اسلئے رب العزت نے مَنْ قَبْلِكَ مِنْ شَيْءٍ سُلْطَانًا فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم بھی شامل ہیں، آپ سے بعد والے جھوٹے مدعی نبیوں میں شامل نہیں، سابقہ نبیوں میں شامل

اور پچھلے دلیوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رسول الرسل کے خدمتگار کہلائیے مدعی رسالت نہ کہلائیے، اور اب نہ اُن کا یہ مقصد ہوگا، کیونکہ اب خاتم النبیین تشریف لے آئے ہیں رسول الرسل کا زمانہ آگیا ہے، جنہوں نے آکر ہر ایک کو جس سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا اور جن کے سامنے کوئی مدعی رسالت و نبوت نہیں بن سکتا، کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یوم میثاق والے ختم نبوت کے وعدے کو یاد دلا کر اعلان فرمادیا ہے۔

ثَلَايَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا إِنَّ دِي
لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

(۲۴) اعراف

۳

فرمادیجئے، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے لوگو بلا شک میں تم

تمام کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں، جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کا ملک ہے اس آیت کے اعلان مصطفوی نے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب العزت نے کرایا، علوی سفلی آپکی شاہی نبوت ظاہر فرمائی، تاکہ ثابت ہو جائے، کہ تمام آسمانوں اور تمام روئے زمین میں اب صرف آپکی ہی رسالت ہے، اس کے بعد جو مدعی رسالت وہ اس حکم کی رو سے اللہ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کرایا اور آپ نے اعلان فرمایا تو بعد ازیں مدعی رسالت آپ کے مقابلہ میں ظنی بروزی اپنی رسالت کا مدعی مکذب قرآن قرار دیا جائیگا، کیونکہ تمام علوی سفلی کے رسول اور رسول الرسل تشریف لے چکے ہیں، چنانچہ کوئی مجسٹریٹ کسی بزرگ کی خدمت کرے اور اپنی مجسٹریٹ کسی کو نہ جائے تو اس کی ہتک نہ سمجھی جائیگی، اور اگر ایک نااہل اپنے بزرگ کے مجسٹریٹ کی خدمت کرنے دیکھ کر وہ جعلی مجسٹریٹ بن بیٹھے کہ مجسٹریٹ میرے باپ کے خدمتگار ہیں، تو میں کیوں نہ مجسٹریٹ کا مدعی بنوں تو مستوجب سزا ہوگا اور باپ کی یہ ہتک ہوگی، اور باپ لڑکے سے ناراض ہو کر کہیگا کہ ایسا نالائق لڑکا پیدا ہوا، کہ اس نے میری عزت کا پاس نک نہ کرتے ہوئے جعلی مجسٹریٹ کا مدعی بن کر سزاوار ہو گیا، خدا ایسے نالائق لڑکے کسی کو نہ عطا کرے، اس سے تو دوسرے کا لڑکا اچھا ہے جس نے جب سے میری غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے، اپنی حقیقی مجسٹریٹ کا کبھی نام تک نہیں لیا، بروقت میری غلامی میں ہے مصروف ہو تو کیوں نہ وہ مجسٹریٹ خدمتگار فیض یاب ہوگا اور اس کا لڑکا کیوں نہ باپ کا عاق شمار کر کے جائداد و ورثہ سے بھی یعنی ایمان سے بھی محروم کیا جائیگا، خاتم النبیین

یہ اعلان قرآنی تو خداوند کریم نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا کہ آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرمادیجئے کہ میں تمام ارضی و سماوی کے لئے رسول بنکر خدا کی طرف سے آیا ہوں، اب میرے بعد کوئی ریاستی، کوئی قومی، کوئی ظلمی نہ بروزی رسالت و نبوت کا مالک نہیں کہہ سکتا، اب خداوند کا اپنی طرف سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اکمل بنا کر آپ پر ہی نبوت ختم کر کے اعلان کر دیا۔ سن لیجئے:-

(۲۵) سَبَا ۲۲

ذَٰمًا أَمْ سَلَمَاتٍ لَّا كَافَّةٌ لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر کافی مام و گوں کیواسطے، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

اس اعلان الہی نے ثابت کر دیا کہ تمام لوگوں کے لئے نذیر بھی اور بشیر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہیں اب یا تو مرزائی ناس میں شامل نہیں جنکو آپ کی بشارت و نذارت کافی نہیں، نئے بشیر و نذیر کا تقرر کر لیا ہے، یا اس حکم الہی سے منحرف ہے، اور سنیئے۔

تَبَارَكَ الَّذِي مَزَّجَ الْفَرْقَانَ عَلَى عَصَاٍ لِّیَكُونَ لِلْعَلَمِیْنَ نَذِيرًا۔ (۲۶) فرقان ۱۸

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا، تاکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے نذیر ہو جائیں۔

فیصلہ ہو گیا، کہ آپ قرآن کے ساتھ تمام عالمین کے نذیر ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے رب العالمین، اگر کوئی شخص رب العالمین کا اقرار کرے تو ثابت ہو گا، کہ تمام جہانوں کے ایک رب ہونے کا اقرار کر رہا ہے، کیونکہ ایک خدا ہی رب العالمین ہے اور قرآن پاک خداوند کریم کی کلام پاک ہے، جسکی شان یہ ہے کہ اِنَّ هُوَ الَّذِیْ ذِکَّرَیْ لِلْعَلَمِیْنَ ۝ نہیں ہے وہ قرآن مگر تمام جہانوں کے واسطے نصیحت جو اس آیت پاک کا معتقد ہے، اس کے لئے سوائے قرآن کریم کے اور تمام جہانوں میں کوئی نصیحت اکتفا نہیں کر سکتی،

خانہ کعبہ کی شان ہے، اِنَّ اَدْنٰی بَیْتٍ دَضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِیْ بِبَکَّةٍ مُّبَارَکًا وَهُدًیً لِّلْعَلَمِیْنَ ۝

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے مکہ میں بنایا گیا برکت کا مقام ہے، اور ہدایت ہے تمام جہانوں کے لئے۔ ۱

ثابت ہوا کہ بیت اللہ تمام جہانوں کے لئے کعبہ ہے، اور ہدایت ہے، اس کے علاوہ بیت اللہ مقرر کرنا گرامی ہے،

ایسے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی، وَلِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا، آپ تمام جہانوں کے لئے نذیر ہیں، آپ کے بعد کسی کو صفات نبوت سے نذیر مقرر کرنا یہ صاف قرآن کریم کا انکار ہے، کیونکہ عالمین کے لئے ایک، قرآن کریم عالمین کے لئے ایک کعبہ، عالمین کے لئے ایک بنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے بشیر و نذیر ایک مقرر ہو گئے۔ اب دوسرا مقرر کرنا یہو الا سب کا منکر ثابت ہو گا، جیسا کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے نذیر ہیں، اسی طرح آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بھی ہیں، اور آپ کی رحمت تمام جہانوں کو محیط ہے، اب آپ کی رحمت کے بعد کسی رحمت کی ضرورت نہیں، چنانچہ فرمایا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

(انبیاء ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے فرمایا، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو محض تمام جہانوں کیواسطے رسول ہی بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ تمام جہانوں کی رحمت بھی آپ ہی ہیں، یعنی تمام جہانوں میں جس شے کو کوئی رحمت درپیش ہو، تو اس کو آپ ہی کی رحمت بجا سکتی ہے، حتیٰ کہ عذاب الہی سے بھی، اگر نجات کی کسی کو ضرورت ہو، تو آپ کا دامن رحمت ہی اس کا ناجی ہو سکتا ہے، تو ایسا تمام جہانوں کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو مخلوق کی ہر حوائج کو پورا فرمادے۔ تمام جہانوں کے رسول سے اگر کوئی شفا یاب نہ ہو سکے، اور نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملاں خطرہ ایمان کا مستلاشی ہو، تو وہ لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو کا مریض ہو چکا، ایسے مریض کے لئے فی الدنیا لی الدنیا من الناس ہی کی ہڈیاں کافی ہو سکتی ہیں، کیونکہ خداوند کریم نے جس ذات کو تمام جہانوں کا معالج اور رحمت بنا کر بھیجا، لیکن مریض کا اسپر اعتقاد ہی نہیں کھیرتا، تو ایسے شخص کو خداوند تعالیٰ نے اللہ فرمادیا ہے، کہ جس کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کفایت نہ کرے۔ تو نَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ مِنْ دَمْنٍ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ، جس کا دل چاہے ایمان لے آئے، جس کا جی چاہے انکار کر دے، ہمیں ایسے شخص کی کوئی ہدواہ نہیں، کیونکہ جو آپ کی رحمت سے مرحوم ہو گا، وہ آپ کا کہلائیگا اور جس کو آپ کی رحمت سے تسلی نہ ہو، بلکہ کسی اور کا محتاج ہونا چاہیے تو جلتے، تو وہ غیر

کا ہی کہلائیگا، اس کو حَبُّہُ جَعَلْتُمْ ہی کفایت کرے گا۔

مرزا علی "تم بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ہو، لہذا تم بھی محمدی نہ رہے عیسائی بن گئے۔"
محمد عمر - یہ اپنی بات میں نہ تھے ہو، اور ہم پر چسپاں کرتے ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمدی بننے کے لئے تشریف لائینگے اور عیسائیوں کو محمدی بنانے کے لئے، نہ کہ محمدیوں کو مسیحی کہلانے کے لئے نہ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا اور تم مرزا علی مسیحی بن رہے ہو، ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کی اسلئے انتظار نہیں ہے، کہ وہ تشریف لائیں، تو ان کی رسالت سے ہم استفادہ کریں، بلکہ انتظار اس لئے ہے، کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے، کہ وہ تشریف لائینگے تو مسیحیوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت میں داخل کرینگے۔ امت محمدیہ کی ترقی ہوگی، جعلی پیغمبروں کا خاتمہ ہوگا، تمام محمدی امت ہی نظر آئیں گے، کیونکہ امتی خدام ہونے سے آپ کی توہین نہیں، بلکہ عزت ہے، کہ برائے اپنے کہلائیں، انہوں نے ان پر یہ جواب اپنے پرائے کہلائیں،

مرزا علی - ہم بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے قائل ہیں،
محمد عمر - سبحان اللہ مرزا صاحب! یہاں دھوکہ، اگر تم قادیانی خاتم النبیین کے قائل ہو، تو مرزا صاحب کی خلافتیں دو کیوں بن گئیں، لاہوری اور قادیانی جماعت، یعنی مرزا ائیت دو حصوں میں کیوں منقسم ہو گئی قادیانی مرزائی مرزا غلام احمد صاحب کو نبی ثابت کرتے ہیں، دیکھو حقیقتہ النبوة، اور لاہوری مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد مانتے ہیں، نبی نہیں مانتے۔ ملاحظہ ہو، النبوة فی الاسلام، یہ ہے مرزا جی کی نبوت کہ ان کی امت ہی کو مرزا صاحب کی نبوت پر شک ہے، اگر سمجھتے ہوتے تو ان کی امت کو ان کے نبی ہونے میں شک نہ ہوتا، معلوم ہوا، کہ مرزا جی کا دعویٰ نبوت بنیاد پر مبنی تھا۔ یہ داؤ ہمارے ساتھ لھیتے ہو، اگر تم مرزا غلام احمد صاحب کو نبی علیحدہ تسلیم نہیں کرتے تو تم احمدی کیوں کہلاتے ہو، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو غیر احمدی کیوں کہتے ہو، یعنی مرزا صاحب کو تم اصل سمجھتے ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ذریعہ سمجھتے ہو، ورنہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو غیر احمدی نہ کہو اور خود احمدی نہ کہلاؤ، دَمَكُ دَا دَمَكَا اللہُ وَاللہُ خَیْرٌ اَلْمَا کَسِیْن ۝

آؤ مرزا ایوا اب بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو کافی سمجھو، اور غلام احمدیت کو ترک کر کے امت محمدیہ میں شامل ہو جاؤ، تاکہ آپ کی رحمت ہی تمہارے اعمال سے کوا اعمال صالحہ سے بدل دے، یہ طاقت اور کسی کو نہ ہوئی اور نہ انشاء اللہ ہو سکتی ہے، یہ طاقت صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی بننے سے خدا کی طرف سے انعام ہوتی ہے۔

ہمیں تو بھائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی کافی ہے، آپ کے بعد اور کسی نبی کی نبوت کی اتباع کی ضرورت نہیں، یہی سبق ہم کو خداوند کریم نے سکھایا ہے۔

(۲۸) نساء ۵
وَأَمْرُ سُلَيْمَانَ لِلنَّاسِ مِ سُوْلَا دَكَفِي يَادُلَّهُ شَهِيدًا مِّنْ يُّطِيعُ الرَّسُوْلَ
فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَمْرُ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِمْ حَصِيْطًا ۝

اور ہم نے آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے واسطے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ گواہ کافی ہے، جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر گیا، پس وہ اللہ کا مطیع ہے، اور جس شخص نے روگردانی کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) تو ہم نے آپ کو ان پر محافظ نہیں بھیجا۔

اس آیت پاک کے حکم نے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کر دیا۔ اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی ثبت فرمائی ہے، اسی واسطے فرمایا کہ جس شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری پر اکتفا کیا، تو بس اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو گیا، اب اور کسی نبی کی نبوت کی ضرورت نہیں، اور جس شخص نے اطاعت نبوة محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا نہ کیا اور آپ کی رسالت پر اکتفا نہ کیا، بلکہ کسی اور رسول کی رسالت کا مطیع ہو گیا تو فرمایا، وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَمْرُ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِمْ حَصِيْطًا اور جس شخص نے آپ کی رسالت سے اعراض کیا اور منکر ختم نبوت ہوا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت سے وہ نکل گیا، اور تمام جہانوں میں اب واحد نبوت صرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تھی، جو آپ کو مل چکی، جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

(۲۹) نساء ۵
فَلَا دَسَ بَدَلٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوْكَ
پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ بے ایمان ہی رہیں گے، حتیٰ کہ آپ کو واحد حاکم نہ تسلیم کر لیں۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا، کہ تمام جہانوں میں جو شخص آپ کی نبوت حکمہ کو واحد تسلیم نہ کرے بلکہ کسی اور کو نبی مقرر کرے، وہ بے ایمان ہی رہیگا، ثابت ہوا، کہ تمام جہانوں میں آپ کی بعثت کے بعد محض آپ کی ہی نبوت حکمراں ہے، اگر غلامی پر ہی اکتفا کیا جائے تو محبوب خدا ہو جائیگا، اور اگر نبوت کو یا تمہ ڈالے تو مَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَمْرُ سُلَيْمَانَ میں داخل ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔

(۳۰) آل عمران ۳
فَلَا تَنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ
فرمادیکے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم محبوب خدا بننا چاہتے ہو، تو میری غلامی

کرد، تو تمہیں اللہ درست بنا لیگا۔

اس آیت سے ثابت ہوا، کہ مطاع بس اب تمام جہانوں میں ایک ہی ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، باقی سب مطیع ہیں، تو ارشاد الہی ہوا، کہ آپ فرمادیں کہ بس اب میری ہی غلامی میں آدمی محب اللہ بنجاتا ہے اگر میری کا مدعی ہو تو عَن دَلَلِہ ہے۔

اسے مرزائی دوستو! نبوت تو ختم ہو چکی، اب اگر محبت اللہ بننے کا ارادہ رکھتے ہو، تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر ہی اکتفا کرو۔ تاکہ محبت اللہ بن جاؤ، اگر دوسرا رسول مقرر کر بیٹھے، تو یاد رکھو، عدو اللہ بن جاؤ گے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

(۳۱) آل عمران

۴

تم بہتر امت لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔

اس آیت کریمہ میں امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ کہ تم اے امت محمدیہ سب امتوں سے بہتر ہو، اگر اس امت محمدیہ کا کوئی بی ہوتا تو اللہ جل شانہ فرماتے، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ دَلَّيْنَاكُمْ كَذَلِكَ خَيْرٌ مِنَ الَّذِينَ سَالَفْتُمْ۔ جب محض امت ہی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا تو معلوم ہوا، کہ امت محمدیہ سے کوئی بنی نہیں، اگر ہوتا تو خطاب خداوندی ضرور ہوتا، جب نہیں تو نہیں، نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اذیم امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی سبق دیا ہے۔ کہ جیسے تم امتی ہو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے، اگر ایسے ہی کوئی دوسرا تمہاری طرح امتی ہونے کا مدعی ہو اور غلامی کے دائرے میں ہی ہے تو تمہارا ساتھی، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ كَامَصْدَاقٍ، تو فرمایا۔

ثَنَانُ الْمُتَوَاضِعِينَ مَا اَمْتَمْتُمْ بِهِ فَقَدْ اِهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ۔

(۳۲) بقرہ ۱۶

پس اگر وہ ایمان لائیں، جیسا کہ تم اس کے ساتھ لائے، پھر تحقیق وہ ہدایت یافتہ ہیں، اور اگر انہوں نے اعراض کیا تو اللہ کوئی بات نہیں وہ اختلاف میں ہیں ربے ہدایت میں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ اگر کوئی اسلام کا مدعی ہو، تو اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح محض امتی ہی رہے، اس حد سے تجاوز نہ کرے تو ہدایت پر ہے اور مسلمان ہے، ورنہ بے ہدایت اور امت محمدیہ سے خارج ہے۔

”مرزائی“۔ اگر امت محمدیہ میں ہی لوگ گمراہی کی طرف راغب ہوں، تو پھر کبھی کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

”محمد عمر“۔ یہ ڈیوٹی اب بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کی نہیں، کیونکہ امت محمدیہ کی اصلاح کے واسطے اگر کوئی نبی مقرر کیا جائے، تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے، کہ آپ کی نبوت و رسالت امت کو کافی نہ رہی، اس لئے خداوند کریم نے امت محمدیہ سے امتیوں کی یہ ڈیوٹی رگادی ہے، جو نبی نہیں کہلا سکتے، سنیے۔

(۳۳) آل عمران

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
اور چاہیئے کہ تم سے ایک ایسا گروہ ہو (مبلغین) جو نیکی کی طرف

بکلائیں، اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں اور یہی لوگ ہیں خلاصی پانے والے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واسطے آپ کی امت سے ایک گروہ پر جو اہل علم ہوں فرض ہے اور وہ صرف امتی ہی کہلا سکیں گے، نبی یا رسل نہیں کہلا سکتے، لہذا آپ کے بعد بھی اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا، تو رب العزۃ امتی نبیوں کے خطاب سے بیان فرماتے، امتیوں کو مخاطب کر کے یہ کام امتیوں کے ذمے نہ لگاتے، ثابت ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت خداوند کریم کے ہاں بند ہے، اور جب خداوند کریم کی اصطلاح ان امورات کے عاملین کو کسی قسم کے لفظ نبی سے نہیں نوازتی، تو مرزائی بچارے کی کون نسنے اور ملاحظہ ہو۔

(۳۴) نساء

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور جو تم سے ادلی الامر ہوں اور اگر کسی شے میں تمہارا جھگڑا ہو جائے، تو اس کو اللہ کے سپرد کرو (قرآن دیکھو) اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد کرو (حدیث

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو) اگر تمہارا ایمان اللہ اور قیامت کے ساتھ درست ہے، (کسی اللہ کو خود بخود نبی نہ بنا لے)۔

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے پہلے اپنی اطاعت کا حکم فرمایا، بعد ازاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بعد ازاں مومنین سے اولی الامر اہل اللہ کی یعنی اولیاء اللہ کی (اطاعت کا ارشاد فرمایا)۔

اس آیت سے بھی ختم نبوت کا مسئلہ حل ہو گیا، کیونکہ اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی آپ کی امت سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ بعد از محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی الامر اولیاء اللہ کی اطاعت کا ارشاد نہ فرماتے، بلکہ امتی نبیوں کا ارشاد فرماتے، اور پھر فرمایا کہ اگر تم مسلمانوں میں کوئی جھگڑا ہو جائے، تو اللہ اور اس کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کرو، یعنی ان کا ہی فیصلہ کافی سمجھو، اولی الامر بھی کوئی فیصلہ کریں تو رب العزت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی جعلی امتی نبی یا رسول کے فیصلے کی طرف نہ جھانکنا اگر تمہارا ایمان خداوند اور قیامت پر صحیح ہے، اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم کسی نبوت کے اجراء کے قائل رہے، تو یاد رکھو۔ تو منکر خداوند اور منکر قیامت ثابت ہو جائیگا اور پھر فرمایا کہ جس شخص نے اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجاوز کیا، تو تمہارے اچھے اعمال بھی ضبط یعنی ضائع ہو جائیں گے، نیپے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ ذَا طِيعُوا اللَّهَ سَوْلاً وَلَا تَطِيعُوا
(۳۵) محمد ﷺ
أَعْمَاءَ كَلِمَةٍ۔

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

اس آیت نے بھی مسئلہ ختم نبوت کو حل کر دیا، کہ اللہ کی اطاعت کرو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اگر کوئی آپ کی امت میں سچا رسول مبعوث ہوتا، تو اللہ تعالیٰ اس کی اطاعت کا ارشاد بھی فرما دیتے، بلکہ فرمایا، یاد رکھو۔ اگر تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کی خواہش رکھی، تو تمہارے تمام اعمال ضائع کئے جائیں، اس سے ثابت ہوگا، کہ مرزا ایٹوں نے چونکہ ذَا طِيعُوا اللَّهَ سَوْلاً سے تجاوز کر کے مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مقرر کر لیا ہے، لہذا ان کے تمام اعمال اکارت ہیں اور نیپے۔

۲۴) حجرات

۲۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِرُوا بِدِي اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے ایمان داروں کو خطاب کر کے فرمایا، کہ اے ایماندار! اگر تم ایمان رکھتے ہو، تو میرے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے مت بڑھو۔ یعنی جب میں نے اس کو خاتم النبیین بنا دیا ہے، تو پھر تم رسالت کے آگے کیوں بڑھتے ہو اور اگر تم نے آپ کی رسالت کے آگے قدم رسالت یا نبوت بڑھایا تو یاد رکھو وہ خدا کے آگے بڑھنا چاہتا ہے، اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے بہانوں کو سن رہا ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قدم رسالت نبوت آگے نہ بڑھاؤ، اور نہ بڑھتے، خداوند کریم تمہاری اس مراد کو جاننے والا ہے بے خبر نہیں، اگر بڑھاؤ گے، تو یاد رکھو۔ ان کے دعویٰ سے یا تمہارے بنی یا رسول بنانے سے بن تو سکیں گے نہیں، البتہ تمہارے تمام اعمال زندگی ضائع ہو جائیں گے، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم نے رسالت و نبوت کو جاری رکھ کر غلط قدم آگے بڑھایا ہے، جو چودہ سو سال سے کوئی نہ بڑھا سکا، اور نہ قیامت تک کوئی بڑھا سکتا ہے، نیچے۔

۲۵) سبا ۲۲

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لِّكُم مِّمَّنْ بَدِئَ عَذَابٌ مُّشِيدٌ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی رسول نہیں، وہ مگر تمہارے لئے قیامت تک نذیر ہیں، آپ کے بعد اور کوئی نذیر نہیں ہو سکتا اور جو کہے کہ اُمت محمدیہ میں نذیر آ سکتا ہے، وہ مکذب قرآن کریم ہے۔

کیوں جناب مرزا فی صاحب! ایسی آیات قرآنی منکر، پڑھ کر، دیکھ کر کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نذیر نہیں آ سکتا، پھر بھی تم منکر قرآن بنکر مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو نبی تسلیم کر کے اجرائے نبوت کے قائل رہو، تو منکر قرآن کی جو سزا ہے دن تم خود سوچ لو ورنہ تُوْبُوْا قَائِمٌ جَحُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اور نیچے۔

خداوند کریم نبوت و رسالت کی کلام پوری کر چکے ہیں، اب کسی انسان سے رب العزت نبوت رسالت کا ایک کلمہ بھی نہیں فرما سکتے، ملاحظہ ہو، ارشاد الہی۔

(۳۸) العام ۱/۱۳۷

وَكَمِنتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اور آپ کے رب کا سچا اور عدل والا کلام پورا ہو چکا۔ اس کی بات بدلنے والی نہیں، اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

خداوند کریم نے فرمادیا کہ آپ کے رب کا سچا کلام اور عدل والا کلام پورا ہو چکا، وہ انبیاء و رسل سے کیا کرتا تھا، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام سے بھی فرمایا اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝ پھر کئی انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا وَجَعَلْنَا لَكُمُ لِسَانَ صِدِّيقٍ عَلِيَّاهُ پھر فرمایا وَاذْلُمْنِي فِي الْكِتَابِ اِسْمُ عَلِيٍّ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَی سُوْلًا نَبِيًّا۔ اور خداوند کریم اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام سے کلام فرماتے ہیں، جن کی تین قسمیں فرمائیں، مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُحْكِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ ذُرِّيِّهِ اَوْ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَی سُوْلًا فَيُؤْتِي بِاِذْنِهِ اب کسی شخص سے ایسے کلام نہیں کرتے، کیونکہ دین مکمل ہو چکا، رسالت بند ہو چکی، چنانچہ فرمایا، الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَارَضْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(۳۹) ماثرہ

۶

آج ہی تمہارا دین مکمل ہو گیا اور تم پر میری نعمت رسالت و نبوت (پوری ہو چکی اور تمہارے لئے دین اسلام میں نے پسند کر لیا اور تمہارے مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا ہے۔

آئینہ کمالات

لاہوری مطبع ۲۷۵

انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔

تو رب العزت نے فیصلہ فرمادیا اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کہ آج سے تمہارے دین کو میں نے مکمل کر دیا، جب دین مکمل ہو چکا ہے بفرمان الہی، تو بقول مرزا صاحب بھی نبی کی ضرورت نہ رہی اور پھر رب العزت نے فرمایا کہ وَارَضْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ تمہارے لئے میں نے دین اسلام پسند کر لیا۔

جب ہمارے مسلمانوں کے واسطے اللہ جل شانہ نے دین اسلام پسند کر لیا اور پھر دین اسلام کو مکمل بھی فرمادیا، تو ثابت ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، جب دین آپ کے

زمانے میں مکمل ہو گیا، تو خدائی نبوت بھی ختم، کیونکہ اور نئے دین کی ضرورت ہی نہیں رہی، اب خدا کے پسندیدہ دین کو چھوڑ کر کون بیوقوف ہے جو مرزائیت کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہے؟ خدا کے دین برگزیدہ کو کبھی چھوڑا۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گیا، کہ ان چھوڑ کر تذکرہ یا حقیقۃ الوحی کو ماننا پڑے، مسلمانوں کی جماعت سے نکل کر اسلام چھوڑا، یا پخواں حصہ یا گیارہواں حصہ مال بھی مرزائیت کو سونپا، پھر بھی جہنم ہی ٹھکانا پڑا، ایسا پہلو کوئی برطانیہ کا غلام تو گوارہ کر سکے، مسلمان دین گوارہ نہیں کر سکتا، کیونکہ دین بھی مکمل ہو چکا ہے، پھر آگے ارشاد الہی ہے، **وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** کہ میں نے تم پر اپنی نعمت یعنی نبوت بھی پوری کر دی، اب نبوت کا بھی کچھ بقایا نہ رہا، یہ اس لئے فرمایا کہ شاید کوئی اھل نفاق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ **وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** میں نے تم پر اپنی نعمت بھی پوری کر دی، اب نبوت دانی نعمت کی حرص نہ رکھنا کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے میں اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا کر چکا ہوں۔ کیونکہ نبی دین بدلانے کے لئے آتا ہے، اور یہ دین اب بدل نہیں سکتا اور **وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** دین بدلانے سے ہے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے، اب جو کوئی نیا دین مثلاً مرزائی، افادیانی یا لاہوری بنا بیٹھا، تو خدا کے غیر پسندیدہ دین کو ماننے والا اور خدا کے بغیر نبی کا متبع کیا بیٹھا، تو جب خداوند کریم نے دین مکمل کر دیا، نبوت کا اتمام ہو چکا، اب کوئی ان کو چھوڑ کر دوسری طرف جائے نو جائے، نبی اللہ کا متبع نہیں کیا سکتا، کیونکہ نبوت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری ہو چکی۔ اور ختم ہو گئی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ جَزَاءُ خَلْقٍ مِنْ قَبْلِهِ الْمُرْسَلِ۔
اور میں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول، جتنی گزر چکے پہلے آپ کے تمام رسول۔

(۴۰) آل عمران

۲۵

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور باقی تمام رسول آپ سے پہلے گزر چکے، اب بعد کوئی نبی یا رسول پیدا ہونے والا نہیں، اس آیت کریمہ نے مسئلہ نبوت کو کیسے واضح کر دیا، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی نبوت و رسالت میں کوئی شک نہیں، آپ سے پہلے جتنے رسول تھے، وہ گزر چکے، اب بعد میں کوئی سلسلہ نبوت جاری نہیں، کیسی آسمان عبارت سے رب العزۃ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا مسئلہ حل کر دیا، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اب بھی اگر کوئی مرزائی کہے کہ نبوت جاری ہو

تو کذب قرآن ہے، اگر آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا ہو سکتا یا اگر کوئی اُمت محمدیہ سے ہی ہونا ہوتا تو اس کا ذکر ضرور قرآن کریم میں ہوتا، جیسا کہ ہود علیہ السلام کے بعد انبیاء کرام پیدا ہونے تھے، تورب العزۃ نے فرمایا

وَإِذْ كُنَّا آخِصًا بِمَا أَذْهَبْنَا قَوْمَكَ بِالْأَحْقَابِ وَقَدْ خَلَّتِ
النُّجُومُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ ۔

(۴۱) اخلاف

۲۶
۳

اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہود علیہ السلام کو یاد فرمائیے، جب اس نے اپنی قوم کو ریگستان میں ڈال دیا اور ضرور گزر چکے تھے اس کے پہلے کئی نذیبہ اور اس کے پیچھے بھی۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا، کہ جن انبیاء عظیم السلام کے پہلے اور بعد میں رسول پیدا ہونے تھے ان کے ماقبل اور ان کے مابعد کا ذکر بھی ہوا، اور یہ بھی معلوم ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے رسل اور انبیاء عظیم السلام تھے جن کا ذکر مولا کریم نے فرمادیا، بعد کا ذکر نہ فرمانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی دلیل ہے،

إِنَّا آدَحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا آدَحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالْيَسِينَ مِنْ بَعْدِهِ ۔

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تمام نبیوں کو کی،

(۴۲) نساء

نوح علیہ السلام کے بعد جو نیک انبیاء کرام پیدا ہونے والے تھے، اس لئے نوح علیہ السلام کے بعد مِنْ بَعْدِهِ کا ذکر کیا گیا، اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی کو نبوت ملنی ہوتی یا نبوت جاری ہوتی تو جہاں تمام قرآن کریم میں من قبل کے انبیاء کا ذکر ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے اجراء کا ذکر تمام قرآن کریم میں کسی مقام پر ہی ہوتا، لہذا آپ کے بعد کا نبی بنا لینا یہ قرآن کریم پریشندی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رَّبِّ جَالِكُمْ وَلَكِنِّ تَرَسُوْلَ اللَّهِ وَخَاتَمُ
النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

(۴۳) احزاب

۲۷
۵

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے آدمیوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ہر شئی کو جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک لفظ لیکن ہے اور لیکن عربی زبان میں دو متغایرین جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے اور استدراک کے لئے مشتمل ہوتا ہے، یعنی منظم کو اگر خیال ہو، کہ شاید سامع کے ذہن میں میرے منہم کے خلاف دہم نہ ہو، تو اس کو دور کرنے کے لئے بعد از لیکن پہلے جملے کے مغایر ایسا جملہ استعمال کرتا ہے

جو بطور لمّ منکّم کے مفہوم کو واضح کر دیتا ہے چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی لکھن کے جملہ آدمی کا ایک حصہ نفی
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ كَانَ اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ معمولی نہیں ہیں، اس کو بطور لیسر لکھن کے بعد کے مغائر جملے
کا حصہ اول اشیائی صورت میں ربّ العزت نے بیان فرمایا، وَ مَا يَنْشَأُ مِنْ سُؤْلِ اللَّهِ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَسُوْلُ
میں، ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمولی انسان نہیں، اسی اخفا کو لکھن رسول اللہ نے پہلے
کے مغائر جملے نے بطور لیسر واضح کر دیا ہے، کیونکہ وہ اتنی شان والے ہیں، کہ رسول اللہ ہیں، اور سراسر اللہ
پہلے جملے کا بصورت نفی آبا اَحْسَدٌ مِّنْ رَّحْمَةِ رَبِّكَ يُنْهَارُ عَنْ كُفْرٍ اَدْمٰی کے باپ نہیں، اس میں
اخفا تھا، کہ کیوں نہیں اور پھر کیا میں تو اس اخفا کو حَفَّ حَمْدُ الْبَنِيْنَ لکھن کے بعد کے مغائر جملے کے دوسرے
حصے نے بطور لمّ واضح کر دیا، کہ آپ اس لئے کسی بالغ جوان بیٹے کے باپ نہیں، آپ خاتم النبیین ہیں، اور
اگر لکھن کے ماقبل و مابعد کے سالم جملوں کو اکٹھا حل کر دگے تو بھی بتغائر مطلب صاف ہے، پہلے جملے کا
مفہوم کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جوان لڑکا نہیں، اس کے اخفا کو بطور لیسر تو واضح کیا، لیکن اللہ
کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے میں یعنی آپ خود بھی رسول اور بحیثیت رسول ہونے کے تمام انبیاء
علیہم السلام کو ختم کر چکے ہیں، یہ دلیل ملتی ہے، اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور ایسی
آیتیں جن میں لکھن کا استعمال ہوا ہو اور اس کے بعد پہلے جملے کے مغائر اس کے مفہوم کو واضح کرنے
کے واسطے بطور لمّ جملہ دوسرا استعمال ہوا، ملاحظہ ہو، طوالت نہ ہونے کے سبب چند آیات عرض کر دیتا
ہوں، ملاحظہ ہو۔

(۱۱) - بقرہ ۲۷
وَلَوْ لَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضُهمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝

اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے نہ رد کے تو خدا کی زمین اُجڑ جاتی،
اور لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر فضل والا ہے۔

اس کا مطلب واضح ہو گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض کو نہ رد کے تو خدا کی زمین
اُجڑ جاتی، تو اس میں اخفا تھا، کہ کیوں اور کیسے رد کا، تو لکھن کے بعد پہلے جملے کے مغائر جملے نے بطور لمّ
اخفاء کو دور کر دیا، لیکن اللہ بڑے فضل والا ہے، اس لئے تمام جہانوں پر فضل کیا، اور بعض کو بعض کے ذریعے
رد کا، تو زمین بچ گئی، ایسے ہی پہلے جملے کا حل ہے، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوان لڑکا نہیں، لیکن اللہ
کے رسول نبیوں کے ختم کرنے والے میں، اس لئے آپ کے ہاں کوئی لڑکا آدمی لڑکا نہیں۔

(۱۲) - بقرہ ۲۸
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِیْ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَلَٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ

بِمَا كَسَبَتْ فُلُوكُمْ

نہیں لے لیا کہ تم کو خداوند تعالیٰ تمہاری لغو قسموں میں اور لیکن لے لیا کہ تم کو جو تمہارے دلوں نے عمل کیا، اس آیت کریمہ میں بھی لیکن کے سابقہ جملے میں اخفا تھا، کہ لغو قسموں میں خداوند کریم کی گرفت کرنے میں نفس الامری حقیقت کیا ہے۔ حقیقت کی تصدیق کے لئے لیکن کے بعد جملہ بول لیا کہ خداوند حقیقت گرفت کر لیا، جو تمہارے دلوں نے عمل کیا ہے، اس آخری جملے نے بھی لیکن کے بعد جملے کی رقم کو بیان کر کے واضح کر دیا۔

(۳) آل عمران

۳

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا
ابراہیم علیہ السلام یہود و نصاریٰ نہ تھے، اس میں اخفا تھا، کہ کیوں نہ تھے، حقیقت الامر میں کیا تھے، اس اخفا کو دور کرنے کے لئے لیکن کے بعد جملہ حنیفًا مسلمانا لیا گیا، کہ لیکن وہ راہِ راست پر چلنے والے مسلمان تھے، جو حقیقت اور مسلمان ہو، وہ نہ یہودی نہ نصرانی کہلا سکتا ہے، ایسے ہی ماکان محمد بنی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ اور غیور کے ختم گرنیوالے ہیں، اس لئے ان کے زریعہ آدمی روکا نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہوتا تو بعد از بلوغت بنی کہلاتا، تو حقیقت الامر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین میں فرق لازم آتا۔ کیونکہ آپ ایسے رسول ہیں جو خاتم النبیین بھی ہیں۔

(۴) آل عمران

۴

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ
يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّكُمْ
کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے
پھر وہ لوگوں کو کہے کہ اللہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ، اور لیکن تم ہو جاؤ رب والے ہو گیا،
اس آیت کریمہ میں بھی لیکن کے پہلے جملے میں اخفا تھا، کہ حقیقت الامر انبیاء کے کہنے کی کیا ہے، اسکی وضاحت
اور تصدیق کیواسطے لیکن کے بعد کونوا اسبابین فرما دیا، کہ عبادا لی من دون اللہ نہ کہنے کی حقیقت یہ ہے
کہ وہ لوگوں کو رب والے بناتے ہیں، اور چونکہ وہ رب والے بناتے ہیں اسلئے وہ کونوا عبادا لی من
دون اللہ نہیں کہلا سکتے۔

كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّكُمْ
الشفقة۔

(۵) توبہ

۵

اگر سامان معمولی ہوتا اور سفر میا نہ ہوتا تو منافق ضرور آپ کی اتباع کرتے۔ اور لیکن

ان پر سفر کی دوری مشقت معلوم ہوئی،

تو اس آیت کریمہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کو منافقین کے نہ جانے میں اخفا تھا، تو ان کے جانے کی بے لکھن کے بعد بیان کی گئی، کہ حقیقت الامر یہ ہے، کہ ان کو چونکہ بعد سفر کی مشقت نظر آنے لگی، اس لئے وہ آپ کے ساتھ سفر میں نہ گئے، تو ثابت ہوا، کہ لکھن کے بعد پہلے چلے کی لہجہ بیان کر کے اس کے اخفا کو دور کیا جاتا ہے۔ اور جملہ ثانی لکھن کے بعد والا پہلے کے معایر بھی ہوتا ہے، چنانچہ آیت نوازہ میں آپ کے کسی آدمی کے باپ نہ ہونے کی لہجہ یہ ہے، کہ آپ ایسے رسول اللہ میں، کہ خاتم النبیین میں، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ بالغ ہوتا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہو سکتے، کیونکہ اگر مرد کا جو ان پوتا تو اس کی تین صورتیں تھیں، پوت یا سپوت یا کپوت، اگر کپوت ہوتا، یعنی مرتبہ نبوت پر نازل نہ ہوتا، تو معاذ اللہ یہ بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک تھی، کہ باپ رحمۃ العالمین اور لڑکا خلف من بعدہم خلف کا مصداق تو یہ بھی آپ کی ذات، ہر وہ حصہ لازم آتا، لہذا کپوت کا بعد زندگی بسر کرنا یہ بھی ناممکن اور اگر سپوت ہوتا، تو پھر آپ سے زیادہ مرتبہ پر فائز ہوتا تو سپوت کہلاتا، پھر اس کی تین صورتیں تھیں۔

(۱)۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذات مع صفات اقرب الی اللہ ہوتا، تو یہ بھی ناممکن، کیونکہ او اذ نے سے زیادہ قرب ذاتی یا صفاتی محال۔

(ب)۔ مخلوق کے استفادہ میں زیادہ مفید ہوتا تو یہ بھی ناممکن مخلوق آپ سے پہلے بہت تلخ تجربے سن چکے تھے، اور وہ ما انا سئلناک الا رحمۃ للعالمین کا رتبہ آپ کی ذات مقدسہ کو ہی زیبا ہوا۔ نہ کسی اور کو ملا۔ اور نہ مل سکتا تھا۔

(ج)۔ نذارت کا کام ہی مخلوق کے لئے سرور کیا جاتا، لیکن یہ بھی محال، کیونکہ رب العزۃ نے عالمین کی نذارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکون للعالمین من مبرا کا خطاب دیکر عطا فرمادی عالمین سے چونکہ کوئی شے باہر نہ تھی جس کا نذیر مقرر کیا جاتا، لہذا نذارت کی صورت بھی ختم۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان تینوں وجوہات سے سپوت کا ہونا بھی محال ہوا۔ باقی رہا کہ پوت ہی رہ جاتا، سجادہ نشین نائب رہ جاتا، تو یہ بھی محال، کیونکہ پوت وہی کہلا سکتا ہے، جو باپ کے اوصاف سے مساوی ہو، یعنی جس عہدہ پر وہ پ فائز اسی عہدہ پر بیٹھا ہو جائے، تو یہ بھی ناممکن، کیونکہ آپ کے مساوی ہوتا تو آپ کی رحمت اس کے شامل حال نہ ہوتی، تو فرمان الہی و ما انا سئلناک الا رحمۃ للعالمین کا خطاب معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا اور نہ مساوی پوت کہلانے کا حقدار نہ ہوتا، ایسے ہی

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا میں بھی، تو فرماں الہی کا غلط ہونا محال، لہذا آپ کے لئے نبوت آدمی کا ہونا بھی محال، تو ان تمام وجوہات مروجہ مذکورہ بالا کی بنا پر رب العزت نے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ دُونِ جَدِّ لَكُمُ فَرَاكُمْ بِآپ کی ذات پاک کو سہیلی بیٹے سے مبرا رکھا، تاکہ آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق نہ آئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول ہی مقرر ہیں جو نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

مرزائی۔ مولوی صاحب خاتم النبیین کی آیت میں جو جملہ خاتم النبیین کا موجود ہے، اس کی صحیح تفسیر عرض کرتا ہوں۔

ہم ہوئے خیر ائمہ تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

خاتم النبیین تا کی زبر سے ہے، لفظ خاتم کا عربی زبان میں بند کرنے کے معنوں میں کبھی استعمال نہیں ہوا، اس کے معنی صرف مہر اور انگوٹھی کے ہیں، اور آپ کو نبیوں کا خاتم مندرجہ ذیل متابعتوں کی وجہ سے قرار دیا گیا ہے۔

(۱)۔ زینت جیسے انگوٹھی جو پہننے والے کے لئے باعث زینت ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی زینت ہیں، انبیاء کا مقدس گروہ آپ کے وجود مسعود کو اپنے لئے باعث فخر و زینت سمجھتا ہے، اور یہ معنی تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔

(۲)۔ احاطہ۔ جس طرح انگوٹھی انگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، اسی طرح آپ تمام نبیوں پر محیط ہیں، یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے گئے، وہ سب آپ کی ذات والا صفات میں بدرجہ اتم موجود ہیں، اور آپ جامع کمالات انبیاء ہیں۔ اور علی الاطلاق سب انبیاء سے افضل و برتر ہیں، اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں عربی زبان میں بکثرت استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ غوث الاعظم رحمہ نے دُخْتَمَرُ الْوَلَايَةِ فرمایا ہے۔

(۳)۔ تصدیق۔ خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں، دوسری قرأت خاتم ہے، جس کے معنی مہر لگانا ہونے کے ہیں، اور مہر تصدیق کے لئے لگائی جاتی ہے، اس صورت میں آپ سب نبیوں کے مصدق ہو گئے اور کسی نبی کی نبوت جب تک آپ کی مہر نہ لگے، مکمل نہیں، چنانچہ مرزا صاحب نے بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں آپ کی امت سے نہ ہوتا، تو کبھی نبی نہ کہلا سکتا۔ کیونکہ اب یحییٰ محمدی نبوت کے سب انبوتیں بند ہیں، شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا، اور بغیر شریعت

کے نبی ہو سکتا ہے، مگر وہی جو پہلے امتی ہو، لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مہر کے بغیر نبوت نہیں
ہل سکتی۔

”محمد عمر“ مرزائی دھوکہ مشہور ہے، زہر جلوے میں ملا کر فروخت کرتا ہے، تاکہ سمیت کا ظہار تب
ہی ہو، جب کعبہ بنو الے کا خاتمہ ہی ہو جائے، اور بعد از اختتام اپنے خاتمے کو کون درست کر
سکتا ہے، جو شخص قرآن کریم کو ختم کر کے بھی ختم کے معنی نہ سمجھے، تو اس کو خدا ہی ختم کرے۔

ختم رسل تم ہو، تو ہم خیر اُمم آگے ہو قدم جن کا، ناطع ہے خدا اسکا
تو ختم رسل کر دی و ما خیر اُمم کشیم قدم آنکہ ہند پیشیت، مقہور شود نار

رُسُلًا خَتَمْتَ يَا خَاتَمَ الْقُسُوفِ

خَتَمًا قَطَعْتَ إِذَا بَعَثَ سَفَاكَ

(محمد عمر)

خاتم کی تحقیق لغات سے

(۱) قاموس

خَتَمٌ: يَخْتُمُ خَتْمًا وَخَتَمًا مَّا طَبَعَهُ وَحَلَّى قَلْبِهِ جَعَلَهُ لَا
يُفْعَمُ شَيْئًا وَلَا يُخْدَعُ مِنْهُ شَيْءٌ إِذَا شَيْءٌ خَتَمَ بَعْدَ آخِرَةٍ -

خَتَمٌ خَتْمًا وَخَتَمًا اُس نے اسکو مہر لگائی اور اس کے دل پر مہر لگائی اسکو ایسا بنا دیا، کہ کچھ نہیں بھٹتا
اور نہ اس سے کچھ نکلتا ہے۔ اور شی ختم ہو گئی اخیر کو پہنچی گئی،

وَحَتَمْتُ الْقُرْآنَ أَنْ حَفِظْتُ آخِرَهُ -

اور میں نے ختم قرآن کیا یعنی آخر تک حفظ کیا۔

(۲) مصباح المیزان ۲۵۳

لغت احادیث

أَذْنَيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَخَوَّاتِمَهُ أَيِ الْقُرْآنِ خَتَمْتُ بِهِ
الْكِتَابَ السَّادِسَةَ -

(۳) مجمع بحار الانوار ۱۲۹

میں جوامع الکلمات دیا گیا ہوں اور اس کا خاتم قرآن جگے ساتھ تمام کتب مساویہ ختم کی گئیں۔

مجمع بحار الانوار
(۳۳۰)

وَالْخَاتَمُ الْخَاتَمُ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ش بالفتح اسم ای آخر ہمد بالکس اسم ناعل خاتم و خاتم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ سے ہے، اور خاتم کے معنی ان کا آخر اور خاتم اسم ناعل ہے،
ختم کرنے والا۔

لغت قرآنی

(۴) مفردات
امام راغب
۱۴۲

وَالْخَاتَمُ الْخَاتَمُ لَا تَنْتَهِي النَّبِيُّ لَا تَنْتَهِي بِمَجِبٍ
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اس لئے ہیں، کہ اپنے نبوت کو ختم کر دیا
ہے یعنی آپ کے تشریف لانے سے نبوت پوری ہو چکی۔

وَقِيلَ مَا يَخْتَمُ بِهِ أَيْ يُطْبَعُ وَاسْتَمَاعًا مُنْقَطِعًا
اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس کے ساتھ مہر لگائی جائے اور کوئی بات نہیں، اس کے معنی میں، کہ اس کے
منقطع کر دیا ہے۔

کیوں جناب مرزا ثی صاحب! یہ ہے تحقیق، مسلمانوں میں قرآن کریم کی مشہور کتاب لغت جسے
خاتم النبیین تا کی زیر کے معنی کئے کہ اپنے نبوت کو پورا کر دیا ہے۔ اب نبوت باقی نہیں ہے، یہ میں
خاتم کے معنی تحقیقی لغت قرآنی سے تم بھی کسی قرآنی لغت کی کتاب سے ہی خاتم کے معنی اجز
کے نکال کر دکھاؤ۔

پھر مہر کا محاورہ بھی قبیل سے بیان فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جس کے ساتھ مہر لگائی جائے اسے
کوئی بات نہیں اس کے معنی بھی نبوت کے انقطاع کر دیا ہے کہ میں،
کیوں جی! تم تو کہتے تھے بند کرنے کے معنی میں خاتم استعمال ہوتا ہی نہیں، اب تو تمام کتب لغات
سے خاتم کے معنی بند کرنے کے ثابت ہو گئے، (اب تم ایسا جملہ قرآن کریم سے دکھاؤ جس سے تم صرف تشریح نبوت
کو ختم کرتے ہو اور ظلی کو جاری کرتے ہو، عیسائی لغت کا حوالہ بھی سوس لیجئے۔

عیسائی لغت سے خاتم کی تحقیق

(۵) المنجد ۱۶۴ | الْخَاتَمُ الْخَاتَمُ مَا يَخْتَمُرُ بِهِ عَائِدَةٌ كَالْبَشِي


خاتم اور خاتمہ وہ شے ہے جس کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے۔ اور ہر شے کے آخر کو بھی ختم کہتے ہیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! تم تو کہتے تھے، کہ خاتم کے معنی بند کرنے کے ہوتے ہی نہیں، صرف تمہارا اور انگوٹھی کے ہیں، بتمہارے تینوں معانی کے متعلق وضاحت کرتا ہوں، تمہارے پہلے معنی زینت کے یہ بناوٹی ہیں، لفظ خاتم کے معنی زینت کے کسی عربی لغت میں مذکور نہیں، اگر کوئی مرزائی کسی لغت عربی کی کتاب سے دکھا دے تو

پانچ آنے انعام حاصل کر لے

تمہارے بیان کردہ دوسرے معنی انگوٹھی کے تو مرزائی صاحب اس کی تشریح فرماتے ہیں، کہ جیسے انگوٹھی انگلی کو گھیرے ہوئے ہے، اسی طرح آپ نبیوں پر محیط ہیں، یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے گئے وہ سب کے سب آپ کی ذات والا صفات میں بدرجہ اتم موجود ہیں، لفظ یعنی سے انگوٹھی کے احاطہ کی شرح مرزائی صاحب نے خوب فرمائی، اگر کوئی ذی شعور اس شرح کو ملاحظہ فرمائے تو مرزائی کی عقل کا مانع کرے کہ انگوٹھی کا احاطہ انگلی پر ہے، لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبیاء پر محیط ہیں، یعنی تمام انبیاء کی خوبیاں آپ کی ذات میں ہیں، تو مرزائی کا مطلب یہ ہوا، کہ انگلی کے وجود میں جتنے اوصاف ہیں، وہ تمام انگوٹھی میں موجود ہیں، کیونکہ وہ انگوٹھی انگلی کو محیط ہے، مرزائی صاحب کے مطیعوں بھی سبحان اللہ کہنے والے خود بھی نہرے معاذ اللہ ہی ہوتے ہیں، صحیح ہے، کہ خداوند کریم جس کا دین چھین لیتے ہیں، تو عقل بھی ساتھ ہی استعفیٰ دیجاتی ہے، کیوں نہیں صاف ہی اقرار کر لیتے، جیسا کہ انگوٹھی انگلی کو محیط ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کو محیط ہیں، محاط محیط کے اندر داخل ہوتا ہے، نہ خارج، تو جن انبیاء علیہم السلام کو آپ سے پہلے نبوت مل چکی، ان کی نبوت کو تو آپ کی نبوت محیط ہو گئی اور جو احاطہ کرنے کے بعد داخل ہونا چاہے تو بھلا اس کو محیط یا صاحب محیط لب داخل ہونے دیتا ہے، اور اگر باصول تقلید میں بھی محیط کے خارج سے محاط میں کوئی داخل تسلیم کیا جاوے تو محیط، محیط ہی نہ رہ جائیگا، بلکہ انقطاع سے خط منحنی باقی رہ جائیگا، اور محاط، محاط نہ کہلائیگا، ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کو محیط ہیں جو مِنْ تَبْلِهِ الرَّسُلُ تھے، اُن کے لئے تو آپ محیط، یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام محاط ہیں، اور اگر کوئی مرزا صاحب کی طرح محیط یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے داخل ہونا چاہے

تو محیط کا انقطاع لازم آئیگا، تو اس کا بعد سے یعنی خارج سے محیط میں محیط کو عبور کر کے داخل ہو کر والا محیط کے احاطہ کا منکر ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر قرآن کریم کا مذتب ہے۔ لہذا اس صورت میں تہا دعویٰ کرنا اور ٹریکٹ شائع کرنے اور بار بار پکارنا کہ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں، یہ محض بے علم لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ انگوٹھی کا کمال جو تم محض زینت مناسے ہو۔ یہ حقیقتہً مقصد آپ کے مطابق نہیں، بلکہ انگوٹھی کا کمال یہ ہونا ہے کہ انگوٹھی کو جب پہننے والا پہنتا ہے تو انگوٹھی انکلی کے شروع سے چلتی ہے، اور جڑ تک پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے، اور جڑ کو ایسا مضبوط احاطہ کر دیتی ہے کہ جب تک لوہے اسکو خود نہ ہلائے، ہلنے نہیں پاتی۔ اور انکلی سر سے جڑ تک انگوٹھی پہننے کے وقت جس جسمیت میں ہوتی ہے ویسی ہی رہتی ہے، اس میں کچھ کم و بیش نہیں ہوتا، اگر زائد جسمیت ہو جٹے، تو صاحب نگشت اس کو ٹوٹا دیتا ہے، ویسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ رب العزت نے جب مبعوث فرمایا اور خاتم النبیین کا خطاب عطا فرمایا (یعنی اب انگوٹھی کو انکلی پر پہنایا گیا)۔ تو آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام جہاں سے تمام انبیاء علیہم السلام کی ابتداء ہوئی وہاں سے سیکر اخیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یعنی جڑ تک پہنچ گئے اور ایسا احاطہ فرمایا کہ اب انکلی کے وجود میں نہ کچھ بڑھ سکتا ہے، نہ کم ہو سکتا ہے، باقی تمام انبیاء علیہم السلام بمنزلہ انکلی ثابت ہوئے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ انگشتی، اب مرزا صاحب تمام انبیاء علیہم السلام کو بمنزلہ انکلی تسلیم کر چکے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ انگشتی بھی تسلیم کر چکے اور انکو انکلی صحیح ہو، تب ہی صاحب انکلی انگشتی کا خواہشمند ہوتا ہے، اگر کئی ہوئی ہو یا انکلی ہی نہ ہو، تو اسے انگوٹھی کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انکلی بھی مکمل درصانع نے انگشتی تیار کی تو وہ بھی انکلی کے حجم کے مطابق، اگر صانع اس امید پر انگوٹھی کھوکھلی بنا دے کہ شاید انکلی کا حجم کہیں بعد میں بڑھ نہ جاوے، نہ انکلی بنا دوں تو مشتری اس کو خریدنے کے لئے تیار ہی نہیں، کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ میری انکلی کے قابل ہی نہیں، یہ گر جائے گی، انکلی میں ٹھہر سکتی ہی نہیں، ورنہ اگر تک بناوے تب صانع فروخت ہی نہیں کر سکتا، کیونکہ انکلی پر انگوٹھی چڑھتی ہی نہیں، تو جب تک صانع انگوٹھی کو انکلی کے مطابق پوری پوری نہ بنا دیگا تب تک وہ انگوٹھی اس انکلی کی پہن سکتی ہی نہیں، لہذا انکلی کا قبل از انگوٹھی مکمل صحیح پورا ہونا ضروری، پھر انگوٹھی کا اسی انکلی کے نئے جس کے لئے تیار کی گئی ہے، پورا ہونا ضروری، تو خداوند تعالیٰ نے صانع کمال ہے، اس لئے اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا جس میں کوئی شک نہیں، یعنی وجود انبیاء علیہم السلام مکمل پورے

ہو چکے، اور صانع نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے خاتم بھی پورا پورا صحیح تمام انبیاء گذشتہ کے مطابق تیار کر دیا، اب مرزائی کہتے ہیں، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کے بعد بھی آپ کے بالطلع نبی بن سکتا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے، کہ یہ بالطلع نبی کس جنس سے ہے، انگشتری کی جنس سے یا انگلی کی جنس سے، انگلی کے تابع یا انگشتری کے تابع، تو اگر کہا جائے، کہ انگشتری کے بالطلع، تو بھائی انگشتری پہنی ہی تب جاتی ہے، جب مکمل تیار ہو جائے، ورنہ صانع کی ذات میں نقص ثابت ہو گا، اور یہ ناممکن ہے، کیونکہ انگشتری انگلی میں جب پہن لی جائے، تو صانع کہے کہ ٹھہر جاؤ، انگوٹھی میں ایک کمی رہ گئی ہے، میں اس کو انگلی میں ہی درست کر دیتا ہوں، تو کون ذی شعور ایسے صانع کی بات تسلیم کرے گا، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم تشریف لا چکے اب اس میں کمی بیشی ہر طرح سے محال اور اگر کہا جائے کہ انگلی کی جنس سے یعنی، سابق انبیاء علیہم السلام کی جنس سے تو یہ بھی محال، کیونکہ انگوٹھی کے نیچے  زائد انگلی کا نطناسی محال، انگوٹھی ایسے زائد جسم کو اپنے نیچے پیدا ہونے ہی نہیں دیتی، تو مرزائی صاحب کے مسلمہ ترجمہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کے بعد آپ کے بالطلع کو نبی بن سکتا ہے، یہ محال ہے اور اگر کوئی تسلیم کرے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو خاتم النبیین ہی نہیں مانتا، بلکہ ارشاد خداوندی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کا کذب ہے، اور قرآنی کذب کی سزا تم خود سمجھ لو، یہ ہے تمہاری تسلیم شدہ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ کی تعبیر جس کے تم منکر ہو، فقیر نے وضاحت کر دی، تم چاہے ایمان لاؤ یا نہ، اَمِنُوا اَوْ لَا تُوْمِنُوا۔

پھر تم خاتم کے معنی کمال لیتے ہو، جو کسی اہل لغت سے ثابت نہیں، ان معنی پر بھی تمہارا ایمان نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی ہونگے، کہ تمام نبیوں کی نبوت کے مکمل کر نیوالے آپ ہیں، جب آپ تمام انبیاء علیہم السلام کو مکمل کر چکے تو بعد میں کسی کو نبی تسلیم کرنا یہ مکمل ہو نیکا انکار ہے، یا تو آپ کو تمام کا کمال تسلیم نہ کر دو اگر آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کا کمال تسلیم کرتے ہو، تو اس کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا آپ کے کمال میں نقص لازم آتا ہے، لہذا تم مرزائی خاتم النبیین کو کمال النبیین بھی تسلیم نہیں کرتے، اس کے بھی منکر ہو۔ سچ ہے جن کی نبوت محض زبانی ابرکا ایمان بالقرآن بھی محض زبانی، خود ہی ترجمہ کریں اور پھر اس پر ایمان بھی صحیح نہ لادیں، تو ایسے لوگوں کو خداوند کریم تو فیق ہدایت عنایت فرمادیں۔

پھر تمہارے تیسرے معنی تصدیق کے کہ خاتم کے معنی تصدیق کے ہیں، اس پر بھی تم مرزائیوں کا ایمان نہیں، کیونکہ جب خاتم النبیین کے معنی تم نے مصدق النبیین تسلیم کر لئے تو جب تمام انبیاء علیہم

السلام کے صرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مصدق تسلیم کرتے ہو، تو جن انبیاء علیہم السلام کی آپ نے تصدیق فرمادی وہ انبیاء اللہ ثابت ہو گئے اور جو مصدق کی تصدیق کرنے کے بعد آجائے تو مجاہدیت کے تشریف لیجانے کے بعد اگر کوئی تصدیق کے لئے کافرات لئے پھرے تو کون پوچھتا ہے، لہذا تصدیق کنندہ کا وقت مقررہ نکل چکا،

ثُمَّ تَكَلَّمَ رَبُّكَ صِدْقًا وَهَدًى

اب بعد ازاں غیر مصدقہ نبی کو کون تسلیم کرتا ہے سوائے مرزائی جماعت کے، تو ہمارا مرزائیوں کا دعویٰ کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی مصدق النبیین تسلیم کرتے ہیں، یہ بھی سادے مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔

پھر تم کہتے ہو، کہ ہم خاتم کو بمعنی مہر تسلیم کرتے ہیں، تو یہ بھی محض تمہارا کذب ہے، کیونکہ جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تمام نبیوں کی مہر ہیں، تو جب تمام انبیاء علیہم السلام پر مہر ثبت ہو چکی، تو بعد میں خط نبوت لئے پھرنا کس کام؟ کیونکہ جب مہر کنندہ مہر کو اپنے مقام سے باہر نکالتا ہے، تو مہر لگانے کے لئے نکالتا ہے، جب اس نے مہر نکالی تو جو جو نبی اللہ تھے ان پر مہر کنندہ نے مہر ثبت کر دی، اور جب وہ مہر کو ثبت کر کے مہر کو اپنے مقام پر رکھ دے تو بعد ازاں کوئی خط لئے پھرے تو فضول ہے، اور اگر کہو کہ آپ کی ذات مہر ہے، اب آپ کے بعد جو کوئی نبوت کا دعویٰ ہوگا، اس پر آپ کی مہر چسپاں ہوگی، تو یہ بھی غلط۔ کیونکہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا معاذ اللہ ارکار لازم آتا ہے، لہذا تسلیم کرنا پڑیگا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مہر ہے، جتنے انبیاء اللہ تھے ان پر مہر ثبت ہو گئی اور وہ سچے انبیاء اللہ۔ جو بعد میں بنے وہ بے مہرے غیر مصدقہ جس کا کوئی اعتبار ہی نہیں، تو ثابت ہوگا کہ تم خاتم بمعنی مہر بھی تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اس سے معنی اڑٹ کرتے ہو کہ مہر لگانے سے شے کا اجراء ہوتا ہے، اب مہر کی اصلاح قرآن کریم سے ہی تلاش کر لیتے ہیں، کہ مہر لگنے سے شے بند ہو جاتی ہے، یا اس کا اجراء ہوتا ہے، کیونکہ قرآن کریم کی آیت کا ترجمان ایماندار کے لئے خود قرآن کافی ہے۔

قرآن کریم سے ختمِ مہر کے معنی سے بند کرنا

خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ -

(۱) بقرة

مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں بہ اور اُن کئے کانوں پر۔

کفار کے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود جب وہ ایمان نہ لادیں، اور حکم خداوندی کو ٹھکرا دیں، تو اللہ رب العزت ان کے دلوں پر مہر کفر ثبت فرما دیتے ہیں اور ان کے کانوں پر بھی مہر لگا دیتے ہیں، تو خداوند کریم کے اس مہر لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ سَوَاعِدُ عَلَیْہُمْ ؕ اَسْنَدُ رُتَمَ اَمَلِنَاہُمْ تَسْنَدُ رُتَمَ لَدُوْہُمْ مِّنْہُمْ ؕ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں اُن پر یکساں ہے، کیونکہ وہ بے ایمان ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے ایمانی کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مہر چسپاں کر دی ہے تو ثابت ہوا، کہ جن کے دلوں پر رب العزت مہر لگا دیں، بعد ازاں اُن کو ایمان نصیب نہیں ہوتا، تو جس شیء پر جس غرض کے لئے مہر لگا دیں، تو اس کا بالکل ختم ہو جاتا ہے، اجراء کی گنجائش باقی نہیں رہتی، جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، کہ اللہ تعالیٰ نے جن کفار کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی، مثل ابو جہل وغیرہ تو نہ اُن کے کانوں نے حکم مصطفائی کو قبول کیا اور نہ اُن کے دل ایمان کی طرف راجع ہوئے، ایسے ہی دوسرے مقام پر ارشاد الہی ہے ۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ مِمَّا كُنتُمْ تَصَارِفُونَ
عَلَى قُلُوبِكُمْ مِنَ الرِّيحِ يَأْتِيكُمْ بِهِ .

(۲) انعام
 $\frac{۷}{۵}$

فرمادیکجے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے

جمع اور نصارت کو لیے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دئے، اللہ کے سوا کون مجبور ہے، جو اس کو
واپس لوٹا دے۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہو گیا کہ جن کے دلوں پر رب العزت مہر لگا دیں، پھر خداوند نے تو ان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے ایمان سے خالی کر دیا، تو رب العزت فرماتے ہیں، کہ میں نے تو اس مہر شدہ دل کو ایسا ناکارہ کر دیا، پھر تمہارا کوئی دوسرا معبود ہے؟ جو پھر اس کو لائق بنا سکے، تو خداوند نے ثابت کر دیا جیسا کہ دوسرا معبود محال ایسے ہی خدا کے مہر شدہ دلوں کا درست ہونا محال، اب مرزا ٹی کہے کہ نہیں جس پر مہر لگ جائے وہ زیادہ اچھی کارآمد بن جاتی ہے، مرزا ٹی صاحب یہ رواج محاورہ انگریزی ہے کہ جو شے مہر شدہ ہو جائے

تو وہ شے زیادہ کارآمد بنجاتی ہے، چونکہ نبوت انگریزی ہے، اسلئے انگریزی محاورے سے تحریف قرآنی کے درپے میں، لیکن مرزا ثانی صاحب رحمٰن مبارک انگریزی اور دلتے قادیانی سے مزین ہیں، اسلئے محاورہ انگریزی کو بھی پورا نہیں سمجھ سکتے، لیکن میں دلیل صاحب کو یہ لفظ کہنے کا مجاز نہیں رکھتا، البتہ اس کو تجاہلِ عارفانہ سے ہی تعبیر کر دینگا، کیونکہ محاورہ انگریزی میں بھی مہر شدہ ترجمہ سینچ ایک ایسا لفظ کہ جس کو گورنمنٹ مہر شدہ کر دے یعنی سیل کر دے، تو اس سیل کو توڑنے والا سرکاری مجرم کہلاتا ہے، اور قابلِ سزا بنجاتا ہے، اسی طرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب العزت نے عہدہ نبوت کو سیل کر دیا، اس سیل کو توڑ کر نبوت کا مدعی مجرم خداوند کریم ثابت ہوگا جو مستوجبِ سزا ہوگا، اور ملاحظہ ہو۔

(۲) جاثیہ ۲۵
اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْفَهْرَاءَ وَاصْلَهُ اللَّهُ عَلَىٰ
عِلْبِهِ خَتْمَ عَلٰی سَمْعِهِ وَفُلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهِ
غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِي مِنَ بَعْدِ اللَّهِ اَمَّا تَدْعُوْنَ ۝

کیا آپ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پس ملاحظہ فرمایا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا اور باوجود علم کے اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں پر اور دل پر اس نے مہر لگا دی اور اس کی بینائی پر اس نے پردہ کر دیا، تو اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا پھر بھی تم نصیحت نہ نہیں پکڑتے۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ رب العزت جس کے کانوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے مہر لگانے کے بعد کون طاقت رکھتا ہے جو اس کو ہدایت دے سکے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا اب بھی تم نصیحت نہیں آتی۔

(۳) یس ۲۳
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ اَفْوَاهِهِمْ وَتُغْمَقُ اَسْبَابُكُمْ
اَسْمُكُمْ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُوْنَ ۝

آج ہم ان کے منہوں پر مہر لگا دیں گے اور کفار کے ہاتھ ہم سے کھام کر دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ عمل کرتے رہے ہیں،

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوا کہ رب العزت کفار کے منہوں پر مہر لگا دیں گے تو زبان کی قوت گویا معدوم ہو جائیگی، بس ہو جائیگی، پھر ان کے ہاتھ ان کے اعمالِ کبیہ کے پل ظاہر کر دیں گے، اگر مرزا ثانی معنی لئے جائیں تو چاہیے تھا کہ قوتِ گویائی زیادہ ہو جائے، اور جب اللہ کے مہر لگانے سے قوتِ گویائی زبان کی بس ہو گئی، تو معلوم ہوا کہ رب العزت نے جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا، تو نبوت بھی

نہیں ہو گئی۔

اسے اترت مرزاۃ آیت خاتم النبیین کلام الہی ہے، لہذا اگر تمہیں دعویٰ اجرائے نبوت کا ہوتا ہے تو قرآن کی اصطلاح سے دکھاؤ، ہم کسی اور کی کتاب سے تسلیم نہ کریں گے، قرآن بعض کی بعض تغیر خود کر دیتا، ختم کے معنی اجراء یا فضیلت کے یا مبالغہ کے قرآن کریم کی کسی دوسری آیت سے نکال کر دکھا دو، تو تمہیں ایک مرزائی انعام بھی لکھ دو پیسہ داکیا جا دیگا، ورنہ توبہ کرو، اور قرآنی آیت کے مقابلہ انسانوں کی مبالغہ آمیز کلام پیش کر کے گمراہ نہ کرو، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

اربع شہادات باللہ

آیت شریف کے اخیر میں ارشاد الہی ہے: كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اشد ہر شے کو خوب جاننے والا ہے، اس نے نبوت اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دی ہے اور آپ کو اس نے خاتم النبیین بنا دیا ہے تو وہ ہر شے کو خوب جانتا ہے، اس کو یہ بھی علم تھا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر نبوت کو ختم کر دوں گا تو منکرین کا امتحان ہو جائیگا جو جعلی نبوت کا مدعی ہو گا وہ خود شرمندہ ہو گا،

ان تمام آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، آپ کے بعد خدا کی طرف سے کسی شخص کو نبوت نہیں مل سکتی، یہ میں معنی خاتم النبیین کے، جس میں مرزائی مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے، لیکن ایسا رکب دھوکہ کھا سکتا ہے، آیت علی سے ثابت ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے ختم ہونیکا فیصلہ رب العزت نے یوم میثاق کو ہی کر دیا تھا، اور اس مسئلہ کی بار بار تاکید کید سے حل فرمایا، پھر دنیا میں قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونیکا مسئلہ حل کر دیا، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قوم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ کسی شخص کو کسی قوم کی نبوت مل سکتی ہے۔

یہی قبر میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہی حساب منکر نکیر ختم ہوتا ہے، اگر آپ کے بعد کوئی کسی شخص کو نبوت خدا کی طرف سے ہوتی، تو آپ پر حساب نکیرین ختم نہ ہوتا، بلکہ آپ کے بعد کے نبی پر ختم ہوتا، اگر نہیں یعنی محض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہی حساب ختم ہوتا ہے تو ثابت ہوا، کہ حساب قبر بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہونے کی دلیل پیش کر رہا ہے۔

عن انس بن مالک انہ حدّثتم أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال إنّ العبد إذا وضع فی قبره وتولى عنه أصحابه وإنّ شاء سمع قرعاً یقال لهم أنا ما مَلَكَكَ

۱۱ بخاری شریف

۱۷۸ - ۱۸۳

يَقُولُ اِنَّهُ يَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لَهُ حَمْدٌ نَاعًا لِمُؤْمِنٍ
يَقُولُ اَشْهَدُ اَنْهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ -

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس سے اس کے دوست منہ پھرے ہیں، بے شک ضرور ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، تو صاحب قبر کو بٹھا دیتے ہیں، تو وہ اُسے کہتے ہیں، اس آدمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کہا کہتا تھا تو مؤمن پھر کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(۲) ترمذی شریف

۱۲۴

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا شہد المیت فقال احسبکم اناکم ملکاً اسودان ارسن تان یقال لاحد ہما المنکر والاخر المنکر یقولان ما کنت تقول فی ہذا الرجل یقول ما کان یقول ہو عبد اللہ ورسولہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلهَ اِلاَّ اللہ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ یَقُولَانِ مَا کُنَّا نَعْلَمُ اَنْتَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ یُفْصَحُ لَهُ فِی تَبْرِہِ سَبْعُونَ ذِی اَعْلَی سَبْعِیْنِ ثُمَّ یَقُولُ لَہُ فِیْہِ ثُمَّ یَقَالُ لَہُ اَنْتُمْ یَقُولُ اِنِّیْ جِئْتُ اِلَیْ اَهْلِیْ فَاَجْبُرْهُمْ فِیْقُولَانِ ثُمَّ کُنْتُمْ مَعِ الْخَوَافِیْنِ،

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو کہا تمہارے ایک نے کہ اس کے پاس دو فرشتے سیاہ ڈرائی آنکھوں والے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ دونوں کہتے ہیں، اس آدمی کے متعلق تو کیا کہتا تھا، تو ہیگا جو وہ کہا کرتا تھا، کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اُس کے بندے اور رسول ہیں، تو وہ دونوں کہتے ہیں، کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہ ہی ہیگا پھر اس کی قبر شریع گز فرخ کر دی جاتی ہے، پھر اس کے لئے اس میں روشنی کی جاتی ہے پھر اس کو کہا جاتا ہے سو جا، پھر وہ کہتا ہے، میں اپنے اہل کی طرف واپس جا کر ان کو بتاؤں، تو وہ دونوں اس کو کہتے ہیں، دہن کی نیند سو جا۔

تو ان حدیثوں سے ثابت ہوا، کہ قبر میں بھی اسخیر نورت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی بات شتم ہوگی، اگر آپ کے بعد کا بھی کوئی نبی ہوتا، تو آپ کے بعد کے نبی کا بھی سوال کیا جاتا، معلوم ہوا کہ قبر میں بھی توحید

توحید کے بعد آپ کی ختم نبوت پر سوال یکبرین ختم، تم مرزائی آگے نبوت کو جاری کرو، تو تمہارا کھنکھس بہتان ہے اور مسلمانوں کو ختم نبوت کا منکر بنا کر یہ بیان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم کر کے تبر کو اندھیری بنانا مقصود ہے۔

آؤ مرزائیو! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ رکھ لو، اور تبر کو روشن بنا لو۔ ورنہ وہاں مرزاجی کا نام نہ لینگے، ایسے ہی قیامت کو بھی آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہوگی، آپ کے ہر کلمے کا کوئی نہ نام لینگا۔ چنانچہ رب العزت بھی قیامت کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت ختم ہونیکا اعلان فرما دیجئے، ملاحظہ ہو۔

هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمْعُكُمْ وَالْآدِلِينَ

(۴۳)

یہ ہے فیصلہ کا دن اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں بھی اکٹھا کریں گے

اور ہم سے پہلوں کو بھی۔

اس آیت کریمہ سے فیصلہ ہوا کہ قیامت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہوگی، اور پہلے انبیاء اور ان کی امتیں ہونگی، آپسے بعد دوسرے مدعی نبوت کو کوئی بوجھنے والا نہ ہوگا، اسے اسے پھرتے ہوئے، یوم میثاق رب العزت کا فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کرنے کا فیصلہ دیں گے۔ دنیا میں بھی رب العزت آپ پر ہی نبوت ختم کرنے کا کئی بار حکم جاری کر چکے ہیں، تبر پر بھی آپ پر نبوت ختم، قیامت کو بھی اللہ جل شانہ آپ سے اور آپ کے پہلوں انبیاء علیہم السلام سے ہمکلام ہوگا۔ آپ کے بعد والوں سے متوجہ ہوگا، تب بھی آپ پر نبوت ختم ہوئی خدا کے تمام جہانوں میں تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت ختم ہونیکا اعلان ہوا، اور اقرار ہوا، لیکن مرزائی حضرات اللہ اعلم کس جہان کے باشندے ہیں، جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ نبوت کے اجراء پر یقین رکھ کر معلوم نہیں کس خدا کو مانستے ہیں، جو ان کو اجر لے نبوت پر مجبور کر رہا ہے، لیکن یاد رکھو، اے امت مرزائیہ! خداوند کون و مکان کے نہ بدو جانا ہے وہاں کیا منہ دکھاؤ گے، اور خداوند مل بزل کو کیا منہ دکھانے کے قابل ہو گے؟ آؤ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو تسلیم کر لو، تمام جہانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو چھو کر تمام جہانوں کے خداوند ایم کو ناراض نہ کرو، کیونکہ اس کی نافرمانی اس کی سخت پکڑ کے سزا دار بنا دیتی ہے، مَا لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِن دَرَجَةٍ وَلَا نَصِيبٍ مِّنْ مَّوَدَّتِهِ وَلَا مِثْقَلٍ مِّنْ وَزْنِهَا وَلَا مِثْقَلٍ مِّنْ وَزْنِهَا وَلَا مِثْقَلٍ مِّنْ وَزْنِهَا۔ اب بھی دقت ہے تو بہ کرو۔

اولہ مرزائہ کے اجرائے نبوت کے جوابات

”مرزائی“ تم نے تو کہہ دیا کہ نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی، حالانکہ قرآن کہتا ہے، کہ نبوت جاری ہے، سنئے قرآنی آیت۔

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَنْ سَلَا وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اللَّهُ جَعَلَهُ ابْنِ آدَمَ مِنْ فَسْطَاطِ الْمَلَائِكَةِ
میں سے رسول اور انسانوں میں سے، اس آیت میں یَصْطَفِي مَضَارِع کا صیغہ ہے، جو حال اور استقبال دونوں مانوں کے لئے آتا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اللہ بعد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبیاء جتنا رہے گا۔ ربارٹ بک ص ۳۹،

”محمد عمر“ فقیر نے جتنی آیتیں پیش کی ہیں، وہ بھی تو قرآن کی ہیں، کیا ان پر تمہارا ایمان نہیں، جسے منکر ہو، جو ختم نبوت کی آیات صریحہ ہیں، ان کو تو تم نے اپنی مرزائیت کے تعصب سے ٹھکرا دیا۔ اب قرآنی آیات مرزائی سمجھنے کی لیاقت سے محروم ہے، سمجھے یا نہ سمجھے مقابلہ میں اپنے مطلب کے لئے بڑھ دیتا ہے۔ مطلب مطابق دعویٰ ہو یا نہ ہو۔ مرزائی صاحب تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عربی اصطلاح کے مطابق فاعل فعل کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ کیونکہ بِفَعْلٍ فاعِلٌ فاعِلٌ بہر فعل کے لئے فاعل ہوتا ہے، فعل سے فاعل کا علم ہوتا ہے، کم از کم فاعل کی تشریف ہی دیکھ لیتے اَلْفَاعِلُ كُلُّ اسْمٍ قَبْلَهُ فَعْلٌ نَوْ قَامَ نَمِيدٌ۔ فاعل پر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کے پہلے فعل ہو، جیسا کہ قَامَ دَبٌّ۔ کھڑا

ہوا زید، اور ملاحظہ ہو۔

شرح جامی

۶۷

وَقَدْ كَانَ أَيْ الْفَعْلُ أَوْ شَبَّهَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى ذَاتِ الْفَعْلِ أَوْ شَبَّهَ فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے، ثابت ہوا، کہ تالون عربی نحو کے مطابق فعل فاعل سے مقدم ہوتا ہے، اب مذکورہ بالا مندرجہ آیت میں فاعل مقدم ہے۔ تو

فاعل کو فعل پر محض خصوصیت کی وجہ سے مقدم کیا جاتا ہے، تو اس آیت کریمہ میں بھی محض خصوصیت خداوندی مقصود ہے، جس کی بنا پر فاعل مقدم ہے، ایسے ہی کئی مقامات پر رب عزت نے محض اپنی خصوصیت بیان فرمانے کے لئے فاعل کو مقدم فرمایا ہے، سنئے۔

(۱) شوری ۲۵ | اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ۔ اللہ ہی اپنی طرف برگزیدہ فرماتا ہے۔

جس کو چاہتا ہے۔

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ۔

(۲) نحل ۱۲۷

اور اللہ ہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تمہیں نکال دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ۔

(۳) رعد ۱۳

اور اللہ ہی ایسا حکم کرتا ہے جس کے پچھاڑنے والا کوئی نہیں۔

اِنَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ۔

(۴) رعد ۱۳

اللہ ہی رزق کو فراخ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس

کے لئے چاہتا ہے۔

اِنَّهُ يَنْجِيكُمْ مِنْهَا ذٰلِكُمْ كُلٌّ لِّمَنْ كَرِهَ۔

(۵) انعام ۸

اللہ ہی بچاتا ہے تم کو ان سے اور ہر سخی ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعْبِدُكُمْ الْفَقْرُ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۤءِ۔

(۶) بقرہ ۲۳۷

شیطان ہی تمہیں محتاجی کا وعدہ کرتا ہے اور بے حیائیوں کا حکم کرتا ہے

وَاللّٰهُ يَعْبُدُكُمْ مَّغْفِرًا ذٰلِكَ مِنْهُ وَفَضْلًا۔

(۷) بقرہ ۲۳۷

اور اللہ ہی اپنی طرف سے تمہیں بخشش کا وعدہ کرتا ہے اور فضل کا۔

اِنَّهُ يَهْدِي لِّلْحَقِّ۔

(۸) یونس ۱۱

اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُضِعُّ لِمَنْ يَّشَاءُ۔

(۹) بقرہ ۲۳۷

اور اللہ ہی دگنا بڑھا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں فاعل کی خصوصیت کی بنا پر فاعل کو مقدم کیا گیا، جس میں محض خصوصیت ہی بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، ایسے ہی رب العزّة نے آیت مذکورہ متنازعہ کو خصوصیت محضہ بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا،

اِنَّهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَنۡ سَلٰوًا مِّنَ النَّاسِ۔

(۱۰)

اللہ ہی ملائکہ سے رسولوں کو برگزیدہ فرماتے ہیں اور اللہ ہی لوگوں سے رسولوں

کو برگزیدہ فرماتے ہیں۔

دوسری خصوصیت خداوند کریم کو چونکہ علم تھا کہ بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کئی لوگ ایسے بھی پیدا ہونگے، جو

نبوت و رسالت کسی کے قائل ہونگے، کہ انسان اپنے اعمال صالحہ کی بنا پر یعنی اطاعت سے درجہ رسالت کو پہنچ سکتا ہے، لہذا رب العزت نے اس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے فرمادیا کہ تمہارا کہنا، کہ اطاعت و اعمال سے مومن رسول کہلا سکتا ہے، یہ غلط ہے، کیونکہ رسالت و نبوت انسانی شے نہیں، کہ تم اپنے اعمال و طاعت سے درجہ رسالت و نبوت حاصل کر سکو گے، بلکہ نبوت و رسالت وہی شے ہے، فرمایا **اللّٰهُ يَصْطَفِيّٰ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا مِّنْ النَّاسِ**۔ یہ اللہ ہی کو لائق ہے، کہ فرشتوں سے جسے چاہے رسول چن لے اور انسانوں سے جسے چاہے رسول چن لے، یہ مرتبہ رسالت کسی نہیں ہے، وہب من اللہ ہے، ہاں اگر اس خصوصیت کو رب العزت کا عام کرنا مقصود ہوتا تو استثنا سے دوسرے کے لئے حکم خصوصی فرمادیتے ہیں، مثلاً جیسا کہ فرمایا۔

رعد ۱۳ **اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزِدُّوْا**
 اللہ ہی جانتا ہے جو مؤنث حاملہ ہوتی ہے، اور جو ارحام کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے ثابت کر دیا، کہ **مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى** اور **وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ** کا علم اللہ کو ہی ہے، پھر دوسرے مقامات پر اس اپنے علم خصوصی کو انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی مستثنیٰ فرمادیا، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا،

جن ۲۹ **عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يُّظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهٖ اِلَّا مَنۡ اِزْنٰی**
 مِّنْ رَّسُوْلٍ۔

اللہ ہی عالم الغیب ہے، اپنے خصوصی غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر رسولوں سے جس کو پسند فرمائے۔

اب خداوند نے چونکہ اپنے علم خصوصی سے جس کو حصہ عطا فرمانا تھا، تو انکو دوسری آیت کریمہ سے خاص کر دیا، ایسے ہی **اللّٰهُ يَصْطَفِيّٰ** میں بھی رسولوں کو برگزیدہ کرنا اور اپنی خصوصیت سے برگزیدہ فرمانا مقصود تھا، فاعل کو مقدم کر کے اپنی خصوصیت محضہ کو ہی بیان فرمادیا، اس کے مقابلہ میں چونکہ مخلوق میں کوئی اہلیت عطا نہیں رکھتا تھا، اگر کوئی بنا لے تو جعلی کہلاوے، اس لئے اس منصب رسالت و نبوت کے عطا کرنے کو اپنی ذات تک ہی محدود و مخصوص فرمایا، ذات باری تعالیٰ کے سوا اگر کسی اور کو رسول چننے یا خود بننے کا حق

ہوتا، تو اللہ رب العزت اس کی خصوصیت کو بھی مستثنیٰ فرما دیتے، جیسا کہ اولیاء اللہ کے مقابلہ میں اولیاء الشیطان تھے، اس کا بیان فرما دیا، جو شخص بغیر نبی اللہ ہونے کے وحی رسالت کا مدعی ہو، تو اس کو ان الشَّیْطَانِ لَیْسَ حُورٌ رَّالِیْ اَوْ لِبَیْءٌ هُوَ۔ کہ شیاطین اپنے اولیاءوں کی طرف شیطانی وحی کر دیتے ہیں، تو وحی الہی کے علاوہ وحی شیطانی کے ملہم کو رسول الشیاطین سے خطاب کرنا چاہیے تھا، حالانکہ رسول الشیاطین کی جگہ اولیاء الشیاطین فرمایا کیونکہ خداوند نے شیطانی ملہم کو شیطانی رسول کے خطاب سے نامزد کرنا بھی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ میں، اور سچے رسولوں کے خطاب کو تجھوٹے یا جعلی یا ظلی رسولوں کے دعویٰ رسالت کو کالعدم ثابت کر کے رسالت الہی کو محصومیت سے مزین شدہ قرار دے کر جعلی اور کبھی رسولوں کو اولیاء الشیطان کا خطاب دے دیا، اور رسالت کو انسانی ہو یا نبی اللہ یَصْطَلِقُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ سُلٰلاً دَ مِنْ اَتَا بِسَ سے لفظ اللہ ناعل تقدم کر کے اپنی خصوصیت کو بیان فرما دیا، رب العزّة نے اپنی خصوصیت رسل کے چناؤ کے لئے ناعل کو مقدم بیان کر کے رسالت ظلی جعلی کسی کا رد فرما دیا، اور سب نبوہ کے لئے معنی اُلٹ بیان کر کے اجراء نبوت کا مقصد نکالنا ہے، افسوس ہے مرزائی صاحب آپ کی اس تحریف قرآنی پر، پھر دوسرا دھوکہ ایک اور پیش کرتے ہیں، کہ جی منہاج ہوئے حال و استقلال دونوں کے معنی دیتا ہے اس سے اس کے معنی ہو گئے کہ اللہ جتنا ہے اور جتنا ہے گا رسولوں کو، مرزائی صاحب خبر نہیں، عربی کس ہندو سے پڑھتے رہے ہیں، یا سکھ سے، جو زبان غیر ہونے کی بنا پر یا مذہب غیر ہونے کی وجہ سے صحیح تعلیم نہیں دے سکا، مرزائی صاحب تم اگر کچھ کھوڑی سی عقل رکھتے تو سمجھ لیتے میں ایک تمہارے سامنے مثال پیش کرتا ہوں، کہ مثلاً ایک عورت ہے، اگر کوئی شخص اس کے ماں ہونے کا مدعی ہے تو وہ اس کو بیوی نہ کہہ سکے گا، اگر بیوی کہے گا، تو ایمان سے خالی ہو جائے گا، ایسے ہی جو دوسرا شخص اسی عورت کے متعلق بیوی کا تعلق رکھتا ہے تو اس حالت میں اس عورت کو ماں نہیں کہہ سکتا، اگر کہے گا تو شرعی سزا کا حقدار ہوگا، تو ثابت ہوا، ایک عورت سے ایک ہی وقت میں ایک آدمی ماں اور بیوی دونوں تعلق قائم کرے تو یہ محال، اس عورت میں مجاز دونوں موجود ہیں، لیکن اگر ایک کے لئے بیوی ہے، تو اسی وقت میں اس شخص کے لئے ماں کا تعلق نہیں ہو سکتا، یا البتہ دوسرے شخص کے لئے وہی عورت ماں کہلا سکتی ہے۔

عورت ایک ہی ہے، اس کے اوصاف کئی ہیں، پھر موصوف ایک کسی کی ماں ہے تو دوسرے کی بیوی، تیسرے کی بہن، غلیٰ بذالقیاس، اس کے اوصاف مختلف کے لئے موصوف مختلف ہونے سے مختلف اوصاف موجود مراد لئے جاسکتے ہیں، ورنہ نہیں،
"مرزائی"۔ اگر ایک ماں کے کئی بچے ہوں، تو کیا وہ مختلف آدمیوں کی ایک ماں نہ کہلا سکے گی۔

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب کچھ سوچ کر تو بات کیا کرو، تمہاری ہر بات ہی بے سوچے نکلتی ہے قرآن بے سوچے نکل رہا ہے، بھلا دنیاوی مثال کو کیسے سمجھ سکو، مرزائی صاحب تمام کے لئے عورت کی صفت ماں تو ایک ہی ہے، یہی تو اختلاف ہے، جب اسی وقت صفت دوسری تسلیم کر دگے تو موصوف غیر کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ مضارع حال کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور استقبال کے لئے بھی، اب تم کہو کہ مضارع کی دونوں صفات حال اور استقبال کے لئے ایک ہی وقت استعمال کیا جائے، تو یہ غلط ہے، یا حال کے لئے استعمال ہو گیا یا استقبال کے لئے، ایک ہی وقت میں دونوں زمانوں کا استعمال محال ہے۔ سنیے۔

مثلاً لفظ باکمیٰ معنی سے مستعمل ہوتا ہے، الحاق کے معنی میں بھی، استعانت کے معنی میں بھی، تعلیل کے لئے بھی، مصاحبت کے لئے بھی، تحدید کے لئے بھی، مقابلہ کے لئے بھی، قسم کے معنی میں بھی، ظرفیت کے معنی سے بھی۔
 زائد بھی کہی آجاتی ہے۔

اب لفظ باء کے ان تمام اوصاف کو پڑھ کر کوئی مرزائی کہہ دے کہ ایک ہی وقت میں با ایک ہی جملہ میں لفظ باء سے یہ تمام معانی مراد لئے جاویں گے، تو مسلمان یا ہندو بھی اگر کچھ عربی سے تعلق رکھتا ہوگا، تو وہ مرزائی صاحب کو علم سے کیا، عقل سے بھی کورا سمجھے گا، کہ اسے کورے عقل کے گو لفظ باء کئی معانی سے مستعمل ہوتا ہے، لیکن مختلف المقام پر ایک ہی جملہ میں ایک ہی وقت تمام معانی کو استعمال کرنا محال ہے، ایسے ہی مثلاً مصدر بھی اپنے فعل کا عمل کرتا ہے، کبھی فعل میں ہوتا ہے، کبھی مضاف ہوتا ہے، تو مصدر کے تمام عملوں کو ایک ہی وقت ایک ہی جملہ میں استعمال کرنا محال ہے، ورنہ ہی ہو سکتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا، کہ کلمہ عربی زبان میں جو کئی اوصاف یا معانی استعمال ہوتا ہو تو وہ ایک ہی جملہ میں ایک ہی وصف سے استعمال ہوگا۔ وہ ایک ہی جملہ میں ایک ہی وقت مختلف احوال میں ہو سکتا ہے اگر اللہ یضبطہ اللہ ہی جانتا ہے، کہا جائیگا، تو اسی وقت زمانہ استقبال میں استعمال کرنا یہ

خرائی اصطلاح نہیں، لسان عربی کی اصطلاح نہیں، بلکہ زرائعی صاحب کے خود ساختہ معانی میں، جو لوگوں کو مثالیں دیکر دھوکہ دینا چاہتا ہے، لہذا اس نے صحیح معنی حال کے بیونگے، کہ اللہ ہی چنتا ہیں ملائکہ سے رسولوں کو اور لوگوں سے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے چناؤ کا ذکر فرمایا ہے، رسالت کا چناؤ صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے، اس میں انسانی اکتساب کا کوئی فعل باقی نہیں رہا، اور باقی رہا، کہ کب چنتا ہے، تو یہ امر باقی صالحہ آیتوں سے ثابت ہو چکا ہے، نہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چناؤ لڑنا رہا ہے، بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا چناؤ نہ ملائکہ سے براہے رسل انسانی اور نہ رسول ربی انسانی کا چناؤ ہو سلیگا، یہ بالکل ناممکن ہے، کیونکہ وعادہ الہی حتمی کئی آیتوں سے ہو چکا ہے، جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عالمین کا تدبیر اور بشیر مقرر کر دیا گیا ہے، اور نبوت کو آپ کی ذات مقدسہ مطہرہ پر ہی ختم کر دیا گیا ہے، اب آپ کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی محال، کیونکہ سلسلہ نبوت ہی بند ہو چکا ہے۔

”مرزائی“ سنت اللہ تو تبدیل نہیں ہو سکتی، جب پہلے رسل بھیجا رہا ہے، تو اب کیوں دروازہ بند کر دیا، سنت اللہ کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی، جب سنت قدیمہ یہی ہے کہ وہ تبلیغ کے لئے رسول بھیجا کرتا ہے تو پھر اب بھی نبوت جاری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لَنْ تَجِدَ اَنْتَ دَیْنًا مِّثْلَ دَیْنِ مُحَمَّدٍ (حزب ۸، رقم ۵) کہ اللہ کی سنت بھی بدلا نہیں کرتی، اندر میں حالات تہذیب و تمدن کا گناہ کرنا یہود رہے، رہے، ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ مرزائی صاحب نے ختم نبوت کو توڑنے کے واسطے ایک اور قسم کی ڈاکہ زنی فرمائی، کہ سنت قدیمہ رسال رسال کہ ہے، تو پھر اب کیوں نبوت جاری نہیں، یہ سنت اللہ تبدیل نہیں ہو سکتی، بلکہ آتے ہی رہیں گے، یہ مرزائی صاحب کا مسئلہ نوں پر ڈاکہ طمانناحی ہے، کیونکہ نہ آن کریمؐ ہو پس پشت ڈال کر یہ جہنم بنایا جا رہا ہے، آئے مرزائی صاحب جو ذہب اللہ باسمہ محمد و آبدھار محمد کا معنوی بیو، اس کے سامنے ہو چکے آجائے کہ بتایا ہے، کیونکہ وہ پس و پیش کو دیکھ نہیں سکتا، مرزائی صاحب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل رسال رسال کی سنت اس لئے کھتی، کہ یہ قوم یا جبرائیل کے نبی محمدؐ علیہ السلام ہو نا تھی، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

(۱) وَرَسُولًا مِّنْ بَنِي إِسْرَءِیْلَ لَکُم مِّنْ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

ہی رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرمایا کہ

(۲) شعراء ۱۹ | اَنْ اَسِيْلُ مَعْنَا بَنِي اِسْرَئِيْلُ
کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیے

چنانچہ رب العزت نے آپ کے ذمہ بنی اسرائیل کو فرمایا، اور ساتھ ہی تخصیص فرمادی کہ رَاٰذُ هَبْ رَاٰی خُرُ حَوْنِ رَاٰتْ طَخِ، کہ فرعون کی طرف جا، کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون و قومہ کی تخصیص فرمائی گئی۔ ایسے ہی تمام انبیاء و کرام اپنی اپنی قوم کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔

وَأَسْأَلُ عَلَيْهِمْ ذَنْبًا إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِأَيُّكُمْ
دَقُّوْهُ مِنْهُ مَا تَعْبُدُونَ

آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر ابراہیم علیہ السلام کی خبر پڑھی۔ جب انہوں نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو کہا، کہ تم کیا عبادت کرتے ہو۔

(۴) شعر اع ۱۹/۶
كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ نَارُوحِ الْمُرْسَلِينَ ۚ رَاذِقًا لَّهُمَّ أَخُوهُمْ
نُوحٌ أَلَّا تَتَّقُونَ رَايَ لِّلْمُرْسَلِ سُولٍ أَمِينٍ -

تکذیب کی قوم نوح علیہ السلام نے رسولوں کی، جب اُن کے بھائی نوح علیہ السلام نے اُن کو کہا، کیا تم ڈرتے نہیں، بے شک میں صرف تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

(۵) شعر ۱۹
كَلَّ بَيْتٌ عَادَنِي الْمُرْسَلِينَ رَأَيْتُكُمْ آخُوتَهُمْ هُتُورًا
تَتَقُونَ هَاجِرِي لَكُم مَسْئُولٌ أَمِينٌ -

قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی، جب اُن کے بھائی ہود علیہ السلام نے اُن کو کہا کیا تم ڈرتے نہیں، کہ میں صرف تمہارے لئے رسول امین بھیجا گیا ہوں۔

(٦) - شِعْرُ ١٩ | كَذَّابٌ تَشْمُو وَالْمُسْلِمِينَ رَاذِلٌ لَمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ إِلَّا
يَنْتَقُونَ ۚ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۚ

قومِ مشرود نے رُسل کی تکذیب کی، جب اُن کے بھائی صالح علیہ السلام نے اُن کو کہا کیا تم ڈرتے نہیں، کہ میں صرف تمہارے لئے رسول امین بھیجا گیا ہوں۔

(۷) کُنْزُ الثَّوَمِ لَوْ طِبَّ الْمُسْدُسَلِينِ اِذْ قَالَ لَمْ اَخُوهُمْ لَوْ طِبَّ السَّقُونِ

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝

قوم لوط علیہ السلام نے رسولوں کی تکذیب کی، جب ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے ان کو کہا، کیا تم ڈرتے نہیں، کہ میں صرف تمہارے لئے ہی امین بھیجا گیا ہوں۔

(۸) **شعر ۱۹** | كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمُ
شُعَيْبٌ أَتَتَشَقُّونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝

جائزگیوں نے رسولوں کی تکذیب کی، جب ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا، کیا تم ڈرتے نہیں کہ بے شک میں صرف تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

شَ مَا نِيَّةٌ حُجْ

ان تمام آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوا، کہ اللہ رب العزّة کا رسل و انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کی سنت ماقبل از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محض اپنی اپنی قوم یا علاقہ کے لئے مخصوص تھی، مابقی سنت اللہ ہی تھی، پہلے نہ کسی کو للعالمین مَن مَن سے تمام جہانوں کا نذر بنایا، اور نہ مَا آسُرْ سَلْنَاكَ إِلَّا حُصَّةً لِّلْعَالَمِينَ سے تمام جہانوں کی رحمت کسی کو مقرر کیا گیا، تاکہ سنت اللہ میں فرق لازم آتا، سنت اللہ تب تبدیل ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا، جب پہلے بھی کسی نبی کو تمام جہانوں کے لئے وَمَا آسُرْ سَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا رَبِّ الْعِزَّة مقرر فرماتے، اور بعد ازاں رسل بھیجتے رہتے، تو تمہارا کہنا درست ہو سکتا تھا، کہ سنت اللہ بدلتی رہتی ہے، جب پہلے تمام رسل قومی تھے، اور اب عالمی مقرر ہو گئے، تو سنت اللہ میں کیسے تبدیلی واقع ہوئی، یہ تو مرزائی کی نظر میں شاید ہو، اور وہ بھی نظر کے غلطے کھانے کا عذر ہو سکتا ہے، ورنہ وکیل صاحب سے یہ توقع نہیں، دوسرا جواب رب العزّت نے خود ارشاد فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔

انفال ۱۰ | قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا مَضَىٰ وَإِنْ يَئُودُوا فَعُدُّوا نَسْتَهُ مَضَىٰ ذَٰلِكَ لَئِنْ رَجَعُوا لَعَنَّا حَتَّىٰ لَا يَكُونُوا لِنِسْتَهُ دِينَ ۝

فریاد بھیجیے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہ بخشے جائیں گے، اور اگر وہ عود کریں، تو پہلوں کا طریقہ سنت گذر چکا ہے، لہذا فراتوں کو عذاب الہی کا آلام

تم ان سے جنگ کرو جتنی کہ فساد نہ رہ جائے، اور تمام کا تمام اللہ کے واسطے دین ہو جائے۔
اس آیت کریمہ میں رب العزۃ نے ثابت کر دیا کہ پہلے لوگوں کے لئے جو سنت اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان کی اور گزر چکی، پہلے نافرمانانِ نبیاء علیہم السلام کے لئے عذاب الہی نازل ہوتا تھا، یعنی ان سے خدا بڑھتا تھا۔ اب اس سنت اللہ کو رب العزت نے بدل دیا، اب مسلمانوں کو حکم ہوا کہ تم نہ بدلو، اب ان پر عذاب الہی نہ ہوگا، بلکہ تم ان سے جہاد کر کے ان کو درست کرو، ایسے ہی رب العزت نے دوسرے مقام پر فرمایا۔

حجۃ ۱۷

ذَیْئُوْ مُّسُوْنٍۭ بِہٖ وَفَدَّ خَلَّتْ سُنَّةُ الْاَوَّلَیْنَ ہ س کے ساتھ وہ ایمان نہیں لاتے، حالانکہ تحقیق پہلوں کی سنت گزر چکی،

تم کہتے ہو، ایک سنت اللہ رہا تو قرآن کریم ثابت کرتا ہے، کہ پہلوؤں کے لئے خداوندیم کی کئی سنتیں گزر چکیں، ملاحظہ ہو۔

فَدَّ خَلَّتْ مِنْ قَبْلُکُمْ سُنَنَ۔

آل عمران ۱۶

تمہارے پہلے کئی سنتیں گزر چکیں۔

کیوں جناب! تم تو کہتے تھے، کہ سنت اللہ بدلتی ہی نہیں اور رب العزت فرماتے ہیں، کہ کئی سنتیں گزر گئیں بدل گئیں، تم بیچارے کیا سمجھو، قرآن کریم کو، آئیے فقر تمہیں وَلَکِنْ تَجِدُ سُنَّةَ اللّٰہِ تَبْدِلُہٗ کے معنی سمجھا دے، حقیقت یہ ہے، کہ رب العزت نے ہر امت کے لئے اُن کے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ شریعت اور سنت مقرر فرمائی، اور وہ اس امت کے لئے بدلتی ہیں، ملاحظہ ہو، بِکُلِّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شُرْعَةً وَ مِّنْعَاجًا ۚ بِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مِّنْکُمْ اُمَّةً ۚ

حجۃ ۱۸

اور تم سے ہر ایک کے لئے ہم نے راستہ اور سنت بنادی۔

معلوم ہوا کہ ہر ایک امت کے لئے رب العزت نے علیحدہ علیحدہ راستہ اور سنت مقرر فرمادی اور جس کیسے سنت مقرر فرمائی، درجیں میں مقرر فرمائی تب تک وہ سنت اللہ بدل نہیں سکتی، چنانچہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کی رسالت عطا فرمائی، اب سنت بھی پہلے سے ان کے مع ان مقرر فرمائی، اب یہ سنت اللہ بدل نہیں سکتی، تمام جہانوں کا نبی بشیر و نذیر مقرر فرما دیا، اب گتہ شتہ سنت اجرائے نبوت کا خواہشمند خدا کے پاؤں رسوا ہوگا، ملاحظہ ہو۔

مومن ۱۶۱ | سُنَّةَ اللّٰہِ اَتَتْ قَدْ خُسَّ حَذَرَکَ الْکَافِرُ ذُوْہِ اَمْسَکْ سُنَّتَہُ فَرَرٌ کَذِبٌ جَعَلِ اِدَّاسَ جَدِّ اَمْسَکْ سُنَّتَہُ فَرَرٌ کَذِبٌ جَعَلِ اِدَّاسَ جَدِّ

کیوں جناب مرزا صاحب! گذشتہ سنتِ اللہ کے بدلنے کا حکم ابتداء و ندی ہو گیا، اب خداوند کریم کے ہاں سنتِ اللہ یہی مقرر ہوئی ہے کہ اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، اب قیامت تک یہی سنتِ اللہ مقرر ہو گئی، اس کے بدلنے والی اور جو نبوت کے اجراء کا مسئلہ نکالے وہ وہن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا کا مکتب ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے، یہ عذابِ الہی کے جواب میں ہے کہ اب عذابِ الہی کا نزول منکرین کے لئے نہیں، اسے مسلمانوں میں ان منافقوں کو جہاں پاؤ، قتل کر ڈالو، یہ غلط انوا میں مدینے میں پھیلاتے ہیں، یہ سنتِ اللہ ان سے پہلے لوگوں کے درست کرنے کے لئے تھی، بمنزلہ عذابِ الہی، اب یہ بھی اسی سزا کے مستوجب ہیں، اللہ کی سنت بدل نہیں سکتی، بے شک ان کو قتل کر ڈالو، مرزا صاحب یہ تو دو مقامات پر منافقوں کی سزا کے لئے سنتِ اللہ کا ذکر ہے، نہ نبوت کے متعلق، تم نے اپنی طرف سے آیت کا ٹکڑا جو منافقوں کے عذاب کے متعلق تھا، نبوت پر چسپاں کر لیا ہے، حکم کا عموم ان دو مقامات پر ہی نہیں، بلکہ دو مقامات پر قرآن کریم میں سنتِ اللہ کا ذکر ہے، اور دو مقامات میں ہی منافقین کے عذاب کے متعلق ہے، نہ نبوت کے متعلق، یہ بھی تم مرزا بیوں کی سنت ہے، قرآن کریم کی آیات کو توڑ کر خلافتِ مابین اپنے مطلب پر لگا لینا۔ نبوت کو جاری رکھنا یہ سنتِ اللہ ہے نہیں، اب تو سنتِ اللہ نبوت کے خاتمے پر ہے۔ جو ختم نبوت کا منکر ہے وہ سنتِ اللہ کا مخالف ہے۔

چوتھا جواب یہ کہ اس آیت میں جو تم نے شرعی نبی اور غیر شرعی نبی کی تخصیص کی ہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہو رہا ہے، کہ معنی تمہارا ہے اختراعی ہیں، چونکہ شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہے، اور اس سے بڑھ کر مرزا صاحب کی کیا جرأت کہ دم مار سکیں اب شریعتِ معبرہ کے مقابلہ کی تو تاب نہ لاسکے، کہہ دیا، کہ شرعی نبی نہیں آسکتا، غیر شرعی آسکتا ہے، کوئی صاحبِ شعور ان میں ایسا نہیں، جو یہ سوال کرے کہ اس آیت کریمہ سے تم نے شرعی غیر شرعی نبی کی تخصیص کس تلب سے لگائی، اگر ازلے نبوت کا دعویٰ رکھتے ہو، تو شرعی غیر شرعی کی تفریق ہوں سے نکال رہے ہو، یہ تمام تمہاری مرزائیوں کی چالیں ہیں، جو تم کلامِ خداوندی پر کھیل کر دنیا کو دھوکہ دے رہے ہو اور قرآن کریم کو تم نے اشنہا بنایا ہوا ہے،

”مرزا علی“ مولوی صاحبِ شریعت چونکہ مکمل ہے، اس واسطے شرعی نبی کی ضرورت نہیں، اور نہ اس میں تحریف ہے۔ پارت یک ص ۱۱۱ تا ۱۱۲

”محمدؐ“ سبحان اللہ! درست تم نے تو ایسا جملہ بیل دیا، جس نے تمہاری اختراعی نبوت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ جب شریعت ہی مکمل ہو چکی، تو نبی کی کیا ضرورت، کیونکہ نبی کی تعریف ہی یہ ہے کہ

النبیُّ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ رَاٰی الْخَلْقَ لِتُبْلِغَ مَا اَوْحٰی اِلَيْهِ۔

شرح عقائد جلالی ۸

نبی ایسا انسان ہے، جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف مبعوث فرماتے ہیں، تاکہ جو اس کی طرف وحی ہو، اس کی تبلیغ کرے، اس سے ثابت ہوا کہ نبی اُسے ہی کہا جاتا ہے کہ جو اس کی طرف وحی کی جائے، اس کی تبلیغ کرے۔

تمہارے مرزا جی بھی اس تعریف سے نبیوں کے دائرے سے خارج ہو گئے۔ اور تمہارا اجراء نبوت کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا، کہ جب تم شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہو اور تسلیم کرتے ہو، کہ آپ کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں آ سکتا، تو کوئی نبی بطریق مادی نہیں بن سکتا، کیونکہ نبی اُسے ہی کہا جاسکتا ہے، جو مَا اَوْحٰی اِلَيْهِ کی تبلیغ کرے۔ اور بقانون اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وَجِدَ الْمَشْرُوطُ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ۔ مَا اَوْحٰی اِلَيْهِ کی تبلیغ والا آ نہیں سکتا، تو اور نبی کا بننا محال، کیونکہ نبی کی تعریف ہی یہی ہے، لتُبْلِغَ مَا اَوْحٰی اِلَيْهِ یعنی جو اس کی طرف وحی ہو، اس کی تبلیغ کے لئے آتا ہے۔

”مرزائی“ تم نے تو غضب کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آتی تھی، اور حضرت ہارون علیہ السلام اس کے تابع نبی تھے، اُن پر کوئی وحی نازل نہ ہوتی تھی، یعنی ان کو کوئی صحیفہ نہیں ملا، تو تمہارے اس خیال سے تو حضرت ہارون کی نبوت کا انکار لازم آتا ہے، معاذ اللہ، ”محمدؐ“ دکیل صاحب! تم بھی تو نرے میاں مسٹھے ہی ہو، کم از کم قرآن کریم کی طرف نظر تو دوڑا لیا کرو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰی وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ۔

انبیاء ۱۱

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کتاب دی، جو حق و باطل کی تفریق کرنے والی تھی۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! دونوں کو کتاب ملی۔ یا ایک کو؟

”مرزائی“ یہ نبی کی تعریف تھا اے عقیدے والوں کی ہے، اس لئے قابل قبول نہیں،
”محمد عمر“ مسلمانوں کے عقائد کی کتابوں میں تو نبی کی تعریف یہی ہے، فقیر اب تم کو اسی کے
مطابق قرآن کریم سے دکھا دیتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) عنکبوت ۲۱
اُتْلُ مَا أُذِیَ اِلَیْکَ مِنْ سِتْرٍ

پڑھیں آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کی طرف آپ کے
رب کی طرف سے وحی کی گئی۔

(۲) احقاف ۲۶
اِنَّ اَتَّبِعُ الرَّاٰیَ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ
نہیں اتباع کرتا میں مگر جو میری طرف وحی کی گئی۔

(۳) یونس ۱۱
وَاَتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ
اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اتباع کریں، جو آپ کی طرف وحی
کی گئی۔

(۴) مائدہ ۶
یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ سِتْرٍ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ فرمائیے جو آپ کے رب کی طرف سے
اتارا گیا۔ ہو دطیہ السلام نے فرمایا۔

(۵) ۱۲
فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِہِ اِلَیْکُمْ
پس تحقیق میں تمہیں تبلیغ کرتا ہوں، جس کے ساتھ میں تمہاری طرف
بھیجا گیا ہوں۔

ان آیات مذکورہ بالا سے نبوت کی تعریف واضح ہو گئی، کہ نبی اسے کہا جاتا ہے
جو اس کی طرف وحی کی گئی ہو، اب تم اپنے مرزا صاحب کا فیصلہ ہی سن لیجئے۔

آئینہ کمالات
انبیاء اس لئے آئے ہیں، کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل
کریں، اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کر دیں، اور بعض احکام کو منسوخ
لاہوری ۲۷۵ کریں، اور بعض نئے احکام لا دیں۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اب تم ہی نبوت کی تعریف سے مرزا صاحب کو پرکھو
اور سوچو، کہ آیا نبوت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں۔

جب شریعت کو کاملہ یقین کرتے ہو اور اس کے بعد کسی شریعت کی ضرورت نہیں،

تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت مکمل ہونے سے تمہیں کوئی چیز مانع ہے، چنانچہ عالمین میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، ارے جس کی شریعت کاملہ اس کی نبوت بھی کاملہ جو آپ کی شریعت کو کیسے مکمل سمجھتا ہے، جو نبوت کو مکمل نہیں سمجھتا، یہ محض مرزائی گو کہ دھندلے ہے، جو ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے، شریعت غیر محرف تو نبوت بھی غیر محرف۔

لہذا ثابت ہوا، کہ شرعی اور غیر شرعی نبوت کی تقسیم کر کے اس آیت میں ایک رخ نہ نکالنا، یہ محض مرزاجی کی ہوشیاری ہے، ورنہ نبی کی تعریف کے مطابق نہ مرزاجی بنی بن سکتے ہیں، اور نہ کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اللہ یصطفیٰ من الملائکہ نے ایک اور حکم صاف کر دیا، کہ خداوند ہی ملائکہ سے قاصدا اپنا چنتے ہیں، جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے جبریل علیہ السلام رب العزت کی طرف سے مقرر تھے، نہ کہ مرزا صاحب کی طرح خود ہی شرعی اور نبی وغیرہ کو تلاش کرتا پھرے۔

”مرزائی“۔ اللہ یصطفیٰ استمرار بخدای ہے، یعنی اللہ ہمیشہ جنتا ہے گا، استمرار میں نبیوں زمانے شامل ہوتے ہیں، جیسا کہ اذ کلما ذکر دت عکاظ قبیلہ یبعثوا الی عسریفم یتولعوا اور سیادی میں بھی زیر آیت اُحیٰ حایٰ یلف و ذی یتھا کے ماتحت لکھا ہے، اُحیٰ حایٰ فی کل شی مان مستقیل۔ (پاکٹ بک ص ۱۱۱)

”مفسر“۔ سبحان اللہ! مرزائی صاحب، علم عربی کو تو اپنے کھلونا بنا رکھا ہے۔ جدھر چاہا، قانون گھڑ لیا، عبارت عربی کا کچھ مطلب ہو، لیکن مرزائی اپنے مطلب کی طرف مڑ لیتا ہے، بنے یا نہ۔ پہلے تو کہہ دیا کہ مضارع استمرار کے لئے مستعمل ہوتا ہے، حالانکہ مضارع کے ساتھ جب تک کان نہ شامل ہو، تب تک مضارع استمرار کا فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور اس مقام پر کان نہ کو نہیں، لہذا تمہارا استمرار کا دعویٰ غلط۔ پھر مثال میں ایک شعر پڑھ دیا، جس کے دوسرے مصرعہ میں استدلال غلط لیا گیا ہے، یبعثوا الی عسریفم یتولعوا یعنی جب عکاظ میں کوئی قبیلہ قیام پذیر رہتا۔ تو وہ اپنے بزرگ کو میری طرف بھیجتے ہیں، تو میرے پاس آ کر گھومیں جتنا ہے، مرزائی صاحب! کچھ تو ناک رکھ لو۔ اتنا ناک کٹاؤ، کہ سینہ، سکہ، عیسائی بھی تمہاری عربی زانی شکر مضحکہ اڑائیں، اس مصرعہ میں یتولعوا جو ہے، جو جہ اپنے ماقبل سے حال ہے۔ یعنی جب قبیلہ میری طرف اپنے سردار کو اپنا دنا ثابت کرنے کے لئے بھیجتا ہے، تو وہ ان کے ہاں کا انتہائی مرتبہ والا میرے ہاں وہ گھاس لانے کے

کے قابل ہوتا ہے، یعنی اس شعر میں شاعر نے تمام قبائل کے مقابلہ میں اپنی رفعت بیان کی ہے، اور اگر تمہارے مطلب کو مد نظر رکھا جائے کہ ہمیشہ وہ میرا گھوسی ہی بنا رہتا ہے۔ تو قبائل کی بجائے رفعت ہتک ثابت ہوگی، یہ بلا شرط ہے غصہ نہیں، ورنہ معافی طلب ہو جائے گی، کہ اس کے پاس بھی عمر گزاری، تو گھوسی کا گھوسی ہی رہا، کوئی ترقی نہ کر سکا، تو ثابت ہوگا، کہ یہ تمہارا مطلب غلط ہے۔ شاعر کی مراد یہی ہے، کہ جب قوم اپنے سردار کو سرداری کی حالت میں بھیجتی ہے، تو اس حال میں وہ میرا گھوسی ہوتا ہے۔ اس میں استمرار نہیں، اگر استمرار لیا جاوے، تو معافی طلب ہو جائیں گے،

دوسرا تمہارا حوالہ کہ بیضاوی میں رانی اَعِيذُ هَا يَدُ وَ دُرِي يَتَّهَ كَ مَا تَحْتَ اَعِيذُهَا يَدُ فِي كُلِّ شَيْءٍ مَا يَنْتَقِبِلُ لکھا ہے، یہ حوالہ غلط ہے، بیضاوی میں اس مقام پر یہ عبارت نہیں ہے۔ لہذا مرزا ثبات میں شمار کر دے گا۔ اور تمہارا اس عبارت سے بھی استدلال نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ مضارع کے ساتھ دُرِي يَتَّهَ مضارع کو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کرنے والا قریبہ موجود ہے۔ اور پھر مضارع کو ایک زمانہ استقبال کے ساتھ ہی خاص کیا ہے۔ تم دونوں کو اکٹھا مراد لیتے ہو، تمہارا کہنا یہ بھی غلط ثابت ہوگا، اور محض مضارع کو استمرار سے خاص کرنا یہ بھی مرزائی اصطلاح ہے، عربی زبان کی اصطلاح نہیں ہے، اور نہ کوئی ذی فہم بچہ بھی اس غلطی کو تسلیم کر سکتا ہے۔

”مرزائی“۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رِئْسِهِ مَنْ يَشَاءُ وَنُفِذُوا بِاللَّهِ وَرِئْسَ الَّذِينَ يُضِلُّونَ أَنْفُسَهُمْ فَمَا تَوَلَّوْا وَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ وَلَهُ يُجِيبُ الَّذِينَ يَدْعُونَهُ وَهُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا، جس پر اے مومنوں اس حالت میں ہو، یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے گا۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دے گا (غلاں پاک ہے اور فلاں ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہے گا بھیجے گا۔ (اور ان کے ذریعے سے پاک اور ناپاک میں تمیز ہوگی)۔ پس اے مسلمانو، اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو، تو تم کو بہت بڑا اجر ملے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی، جبکہ پاک اور ناپاک میں الجھل وغیرہ میں کافی تمیز ہو چکی تھی، مگر خدا تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں میں پھر ایک دفعہ تمیز کر لے گا۔ مومن کے ذریعے نہیں، بلکہ رسول بھیجے گا یعنی ہم پھر ایک دفعہ تمیز کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک دفعہ یہ تمیز ہو گئی، اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور تمیز کر لے گا، پس اس سلسلہ سے نبوت ثابت ہے۔ (پاکٹ بک ص ۱۱۷ تا ۱۱۸)

”محکم دلائل“۔ مرزائی صاحب خدا کے روبرو ہونے کا تمہیں کیا ڈر؟ جب قرآن والے کو یہ ترک کر دیا، تو قرآن سے تمہارا کیا تعلق۔ جتنا تم سے ہو سکتا ہے، بیشک دل کھول کر قرآن کو بدلو۔ معافی بگاڑو۔ خدا کے فضل سے تمہارے جیسے کئی گزر گئے، اندکئی گزرے ہیں، اور کئی گزرینگے، اور اس قرآن کریم کے بگاڑنے کی کوشش بھی سر توڑ ہوئی اور ہوتی رہے گی، لیکن اس قرآن میں ایک لفظ نہ بدلا اور نہ بلفظ بدل سکتا ہے، یہ جو تم نے معنی کئے ہیں، ایسے خلاف عبارت معنی تو آریہ بھی نہ کر لے گا، تم نے ہر طرح قرآن میں زیادتی کی، اشارہ، کنایہ، صراحت، دلالت، معنی، لفظاً۔ لیکن پھر بھی تمہاری مطلب برآری نہ ہو سکی، اب اس آیت میں تم نے کہہ دیا ہے، کہ کفار میں اور مومن میں تمیز کافی ہو چکی تھی، لیکن وکیل صاحب بات گویا مول بنا گئے، یہ بتایا نہیں، کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اور کس وقت نازل ہوئی، وکیل صاحب اگر آپ کو قرآن کی چوری کی عادت ہے، توفیق کا عمل ایسے چوروں کی چوری لکنا ہے، غزوہ احد کے وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جب منافقین نے باتیں بنا لی کہ یہ بنی آسمان کی خبریں دیتا ہے لیکن ہم دشمن ان کے مریدوں میں ملے ہوئے ہیں، ہماری خبریں نہیں رکھتا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور ابھی اس وقت منافقوں کو مومنین سے نکالنا گیا تھا۔ جو اس آیت کریمہ کا مقابل بھی ثابت کر رہا ہے۔ اور یہ تمام ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین اور منافقین کا ہی ہے۔ جو تم نے بعد کا کہا ہے، کہ آپ کے بعد یہ تمیز کر لے گا، یہ غلط ہے، کیونکہ اس مذکورہ آیت کے مقابل تمام غزوہ احد کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو۔ وَلَا يَجْزِيكَ الدِّينُ بَسًا رَحُونَ فِي الْكَفْرِ اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کفار غم میں نہ ڈالیں، جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، پھر آگے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار کو

رب العزت نے ڈانٹا، کہ وَذَلِيلَ بَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَآلِمْ شَمْلِي لَمْ خَيْرٌ لَا تُفْسِدُ
اور کفار نہ گمان کریں جو ہم اُن کو بہت دیتے ہیں، اُن کے نفوس کے لئے بہتر ہے، اس آیت
کریمہ سے صاف واضح ہو رہا ہے، کہ خداوند کریم نے کفار کو بھی، بھی بہت دی ہوئی تھی، کہ منافقین
مومنین کا بھید لے بھی جاتے تھے، تو بھی ان کو علیحدہ نہ کیا تھا، یہ تفریق غزوہ اہل میں ہوئی، جب
منافقین نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ہی انکار کر دیا، کہ انہیں ہمارے نفاق کا علم
نہیں، تو اس آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ سَاءَ مَا كَانُوا عَمِلِينَ سے اُن کی تفریق ہوئی، قرآن کریم میں
تمہارے معنی کو ایک جملہ علی مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ کہ رب العزت کو یہ گوارہ نہیں کہ مومنین
کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم اب ہو، تمہارے معنی کو غلط ثابت کر رہا ہے۔
کیونکہ رب العزت نے صحابہ کرام کو جس حالت پر وہ اس وقت تھے، یعنی اختلاطی صورت
میں کہ منافقین پر سختی کر کے ابھی ان کو نکالنا نہ کیا تھا، اللہ جل شانہ نے مومنین کو اس حالت
اختلاطی میں چھوڑنا گوارہ نہ فرمایا، اس آیت کریمہ سے منافقین کو علیحدہ کیا گیا اور یَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ سے کفار کی شمولیت میں مومنین
کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا، اور تمہارے معنی غلط ہونے کی چوتھی دلیل قرآنی اسی آیت کے اخیر میں جو
ہے، وَإِنْ تَوَلَّوْا فَسَوْفَ يَكُونُ لِغَوَّاسٍ مِمَّنْ كَفَرُوا فَتَقَوَّى كَيْفَ يَكُونُ لِمَنْ كَفَرَ وَاللَّهُ يَكْفِيهِمْ
ضیغ پر ایمان لائے، کہ آپ کو منافقین کا علم ہے، اسی بنا پر منافقین سے علیحدگی کا حکم جاری فرما
دیا، اور ان کے نام نہیں گناہے، تاکہ منافقین کو ثابت ہو جائے، کہ رب اعزہ نے علم مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف رکھا ہے، کہ جس کو آپ منافق فرما دیں وہ منافق ہے اور جس کو
آپ مومن ثابت رکھیں وہ مومن ہے۔ تو یہ چاروں دلائل قرآنی صیحتہ النص سے
تمہارے معنی کو غلط ثابت کر رہے ہیں، کہ یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مومنین و
منافقین کی تفریق کرنا مراد سے پانچویں دلیل تمہارے معنی غلط ہونے کی یہ ہے، کہ خداوند
کریم فرماتے ہیں، وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ سَاءَ مَا كَانُوا عَمِلِينَ اور اللہ
تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہے، تاکہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم اب ہو، حالت
مومنین اس وقت منافقین سے مخلوط اور رب العزت کو گوارہ اس وقت نہ ہو، لیکن تفریق
کر کے سارے تیرہ سو سال بعد، تو بعد از مگ دو ابھی بجا یہ مرزا ایت کے دماغ کا ہی اختراع ہو گا
الو اس مرزائی عقل کے معنی کو دیوانگی چل کیا جاوے گا، حالانکہ رب العزت نے اس وقت وَمَا كَانَ اللَّهُ

لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ سَے منافقین کو مومنین سے الگ کر دیا۔ بعد میں پھر خلفاء اربعہ اور یزید کے زمانہ میں پھر منافقین مل گئے، اگر بعد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہوتا، تو اس وقت منافقین سے میل جول کا قانون نہ بنتا، اب فقیر اسی عبارت کی کئی آیتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہے، جس کے معنی استقبال کے نہیں لے سکتے۔

قرآن کا ترجمہ قرآن سے

(۱) توبہ ۱۱۱
وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ
اور اللہ تعالیٰ کو گواہ نہیں ہے، کہ گمراہ کرے اس قوم کو جب اُس نے اُسے ہدایت دی ہو۔

(۲) فاطر ۲۲
وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ
اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ اُسے آسمان میں کوئی شے عاجز کر دے اور نہ زمین میں۔

(۳) توبہ ۱۱۵
وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً
اور مومنین کو یہ لائق نہیں، کہ تمام نکل پڑیں۔ (جہاد کے لئے)

(۴) انفال ۹
وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ
اور اللہ تعالیٰ کے یہ لائق نہیں، کہ اُس کو عذاب کرے۔ اس حالت میں کہ آپ اُن میں ہوں۔

اسی طرح شہادۃ باللہ

یہ اسی متنازعہ فیہا آیت کریمہ کے مضمون کی آیتیں موجود ہیں، لیکن اس میں استقبال کے معنی نہیں، جو صاحب علم سے مخفی نہیں، لام مضارع پر داخل ہے، نفی کی تاکید کے لئے جو اقتران کو ظاہر کر رہا ہے، نہ کہ استقبال کو، تو ثابت ہوا، کہ یہ فیصلہ زمانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکا ہے لہذا تمہارے معنی اذروئے محاورہ قرآن کریم غلط ثابت ہوئے، ان اشلہ مذکورہ بالا سے جو بعینہ تمام ترکیب نحوی میں متنازعہ فیہا آیت کی مثل ہیں، جن سے اقتران زمانی فوری ہے، نہ استقبالی

جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو۔ لہذا استقبال کے معنی کرنا یہ قرآن کریم کی اصطلاح و محاورہ عرب میں بے ایمانی پر اب مفسرین اسلام سے فیصلہ کر لیتے ہیں، کہ آیا جو تم مرزائی معنی غلط گھڑتے ہو، کہ اللہ تعالیٰ جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پھر کسی نبی سے فیصلہ کرے گا مراد ہے، یا یہ فیصلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو چکا۔

اولہ نفسا سیر

تَحْتَ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ .

(۱) تفسیر کبیر ۲ | اے علم ان حد الاية من بقیۃ الكلام فی تصد الاحل تو سمجھ لے کہ آیت واقع غزوہ احد کے بقیہ کلام سے ہے۔

فَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا ثَبَتَ عَلَىٰ رَأْيِهِ مَا فِيهِ وَهُوَ عَلَىٰ تَصْدِيقِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مُنَافِقًا ظَهَرَ نِفَاتُهُ وَكَفَرُهُ .

اگر جو شخص مومن تھا اس کے ایمان پر مہر لگ گئی اور تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور جو شخص منافق تھا اس کا نفاق اور کفر ظاہر ہو گیا۔

(۲) تفسیر ابن کثیر | وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ . قَالَ مُجَاهِدٌ مَيِّزٌ بَيْنَهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ .

ایسا نہیں اللہ تعالیٰ تاکہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم اب ہو جتنی کہ علیحدہ کیے خبیث (منافق) کو طیب (مومن) سے۔ کہا مجاہد نے اللہ نے تمیز کر دی علیحدگی کر دی اُحد کے دن۔

(۳) تفسیر سبھاوی | وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ . الْخُطَابُ لِعَامَّةِ الْمُخْلِصِينَ وَالْمُسَافِقِينَ فِي حَصْبِي .

اس آیت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلصوں اور منافقوں کو خطاب ہے آپ کے زمانے میں،

(۴) تفسیر حلالین

۵۳

حَتَّى يُمِيزَ الْخَيْثَ . الْمَنَافِقَ مِنَ الطَّيِّبِ . الْمُؤْمِنِ
بِالتَّكْلِيفِ الشَّاقَّةِ الْمُبِينَةِ لِذَلِكَ فَعَلَ ذَلِكَ
يَوْمَ أُحُدٍ .

حتی کہ علیحدہ کرے اللہ تعالیٰ خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے ظاہر
نحت تکلیفوں سے، اس لئے تو یہ (علو گئی) اللہ نے کر دی اُحد کے دن ۔

(۵) ابن جریر

۱۱۹

حدثنا محمد بن عيسى وقال حدثني ابو حاتم
عن عيسى بن ابى نجيع عن مجاهد في قول الله مَا كَانَ
اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى
يُمِيزَ الْخَيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ قَالَ مَيَّزَ بَيْنَهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ الْمُنَافِقَ
مِنَ الْمُؤْمِنِ .

کہا مجاہد نے اُحد کے دن اللہ نے منافق کو مومن سے علیحدہ کر دیا ۔

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَثُرَ الْمُفْسِرُونَ أَنْ يُخَاطَبَ الْكُفَّارُ
وَالْمُنَافِقِينَ فَمَيَّزَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ
الْمُنَافِقِينَ يَوْمَ أُحُدٍ .

تو کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور اکثر مفسرین نے یہ خطاب کفار اور منافقین
کو ہے پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اُحد کے دن منافقین سے علیحدہ کر دیا ۔

تو ان تفسیر کے تمام حوالہ جات سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس آیت میں مرزائی معنی غلط
ہیں، اور قرآن کریم میں زیادتی ہے، خداوند کریم تم کو ہدایت دے، فقیر اب اللہ یجتبیٰ
کے معنی عرض کر دیتا ہے ۔

(۶) تفسیر مدارک

۱۵۳

وَلَكِنْ اللَّهُ يُجْتَبَى مِنْهُ سَلْبُهُ مِنْ لِسَانِ (ای ولكن الله يربى
الرسول نبوحي اليه وليخبر بان في الغيب كذا وان فلانا في
قلبه النفاق وقلانا في قلبه الاخلاص فيعلم ذلك
من جهة اخبار الله لا من جهة نفسه والادوية حجة على الباطنية
فانهم يدعون ذلك العلم لا ما مهم فان لم يثبتوا النبوة له صاروا
مخالفين للنص حيث اشتهر العلم الغيب لغير الرسول وان اشتهر النبوة

لہ صای واہ خالفین لنص اخر وهو قوله وخاتم النبیین -

اور لیکن اللہ نے بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آپ کی طرف وحی کرتا ہے، اور اس کو خبر دیتا ہے، کہ غیب میں ایسے ہے، اور بے شک فلاں کے دل میں نفاق ہے، اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے اخبار سے ہوتا ہے، من جہتہ نفس نہیں، اور یہ آیت بنی کو باطنی علم ہونے پر دلیل ہے، پس بے شک وہ اس علم کا اپنے امام کے لئے دعویٰ کرتے تھے، تو اگر وہ امام کے لئے نبوت ثابت نہ کریں، تو وہ اس منصر کے مخالف ہو جائے، کہ انہوں نے غیر رسول کے لئے علم غیب ثابت کر دیا، اور اگر وہ اپنے امام کے لئے نبوت ثابت کر دیں، تو دوسری نص کے مخالف ہو جائے ہیں، اور وہ اللہ کا فرمان ہے، وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

کیوں جناب مرزا صاحب! علامہ نسفی نے تو مرزا اثیت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

(۸) معالٰم التنزیل | وَلٰكِنْ اللّٰهُ يَجْتَبِيْ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ اٰلِ سُلَيْمٍ قَالِ السُّعْدِيُّ مَعْنَا
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَجْتَبَاہُ۔

اب فیہ اس آیت کا ملکہ کو لکھتا ہے، اور اس کے معنی لغتی عرض کرتا ہے جس میں مرزائی نے بدویا نئی سے کام لیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُذَيِّقَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمِيزَ الْغَيْثَ
مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ
سُلٰلَةٍ مِّنْ اٰلِ سُلَيْمٍ قَالِ السُّعْدِيُّ وَابَا اللّٰهِ دِي سُلَيْمٍ وَابَا اللّٰهِ دِي سُلَيْمٍ وَابَا اللّٰهِ دِي سُلَيْمٍ
اَحَبُّ حَظِيْمٍ۔

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے، کہ مومنوں کو اس حالت پر چھوڑ دے، جس پر تم ہو، حتیٰ کہ علیحدہ کر دے خبیث کو (منافق کو) طیب سے (مومن سے) اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ تم تمام کو علم غیب پر اطلاع دے، اور لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں (ما سبق) سے چنتا ہے۔ جس (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو چاہتا ہے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں کے غیب پر اور اگر تم ایمان لے آئے، (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اور آپ کے تفویض کرنے مومنوں اور منافقوں پر) اور اگر تم منافقوں کی بے ایمانی سے، تو تمہارا

لے اجر عظیم ہے۔ اور باقی رسل سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چناؤ خاتم نبوت کا ہی ہے،
تو ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوہ احد کے واقعہ
پر مومنین اور منافقین کی رب العزت نے تفریق فرمادی اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
اور آپ پر ایمان لانے والوں کو طیب کا خطاب فرمایا، اور ان کے علاوہ کو خبیث کا خطاب
دیا، اور رسالت کا چناؤ باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا، اور
آپ کو ہی رب العزت نے مصطفیٰ اور محبتی کا خطاب عنایت فرمایا، اور غیوریت باطنیہ کے
علوم سے بھی سرفراز فرمادیا، اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو جاری کرنے یعنی
چناؤ الہی کے بعد نبی بننے والا یا بنانے والا خدائی رسول نہیں ہے، بلکہ جعلی ہے، اور مومن
منافق کی تمیز از روئے قرآن ہی ہو سکتی تھی۔ اب نبوت کے سلسلے کو جاری کرنا، اور تفریق
مصطفیٰ کو پس پشت ڈالنا یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو معاذ اللہ عدم اعتماد
کا دوط دینا ہے، خدا تعالیٰ اس عقیدہ سے محفوظ رکھے۔

”مرزائی“۔ یہ تو ثابت ہو گیا، کہ ان دونوں آیتوں میں واقعی ہمارے وکیل صاحب نے زیادتی
سے کام لیا ہے، آج تک کسی مفسر نے یہ معنی نہیں کئے، اور ان دونوں آیتوں میں واقعی قرآن کے
معانی تبدیل ہو گئے ہیں، لیکن ایک آیت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، جس سے صاف اجراء
نبوت ثابت ہوتی ہے، سنئے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
وَالصَّالِحِينَ وَالشُّعَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (نساء ۹۷)
جو اطاعت کریں گے اللہ کی اور اس کے اس رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی
پس وہ اُن میں شامل ہو جائیں گے، جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح۔
اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہوں گے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں طریق حصول
نعمت اور تحصیل نعمت کو بیان فرمایا ہے، آیت میں بتایا گیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے
دوسری جگہ انبیاء سابقین کی اتباع کا ذکر کیا ہے، وہاں اس کے نتیجہ میں انعام نبوت نہیں دیا گیا
جیسا کہ فرمایا الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَآمَنُوا بِرُسُلِنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّالِحُونَ وَالشُّعَدَاءِ
(الحکیم ۲۷) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور باقی تمام انبیاء پر وہ تمام صدیق

وہی ہیں، کیونکہ اگر اطاعت سے مرتبہ نبوت حاصل ہو سکتا، تو جو اطاعت شرط میں مقدم اس کا جزا میں یعنی نبوت میں بھی مقدم ہونا لازمی، تو ناچاہیئے، جب صحابہ کرام سے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جیسے اولوا العزم صحابہ کرام جن کی اطاعت بلا واسطہ بالمشافہ کی شہادت قرآن پاک نے بیان فرما کر یقیناً ثابت کی ہو، تو منصورہ مطیعوں کو اگر درجہ نبوت حاصل نہیں ہوا، تو دوسرا سارا سہ تیرہ سو سال کے بعد اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کا مدعی جھوٹا ہو گا۔

بالمشافہ اطاعت صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین از قرآن

(۱) آل عمران ۳۱ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ حَقِيقَةً أَحْسَنَ فَرَمَايَا اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنْهُمْ بِرَجَبِ انْ مِّنْ رَّسُولٍ يَّجِئُ اَنْ سَيِّئًا

اس آیت سے صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ نے تین احسانات جملے ہیں، ان کے مومن ہونے کی تصدیق، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا، ان سے مبعوث فرمانا۔

(۲) - توبہ ۱۳ ذَاتَ الْبَقَرَةِ الْاَوَّلَىٰ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاعَدَ اللّٰهُ جَنَّتِ الْجَنَّةِ

تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور سبقت کرنے والے ادلوں میں مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے اتباع کی نیکی کے ساتھ، خداوند ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے، اور ان کے لئے اللہ نے باغات تیار رکھے ہیں، جن میں نہریں پانی چلتا ہے، اس میں ہمیشہ رہینگے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

از روئے نص سبقت لے جائیں مہاجرین اور انصار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے، لیکن نبوت ملے مرزا جی کو، سبحان اللہ مرزا جی صاحب! اگر اطاعت میں نبوت مل سکتی، تو جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سابقین تھے، پہلے خدا قرآنی قانون سے وہ تھے، جب وہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔

ثابت ہوا، کہ نبوت بند ہے، تم مطلب غلط بیان کر رہے ہو اور یہاں محض معیت مراد ہے۔ جو ظاہر نص ثابت کر رہی ہے، کیونکہ جنکی ذات بابرکات پر اذلیل ہوا اللہ اللہ دنہ سے ان کے رشد کی توثیق و تصدیق رب العزت نے فرمادی ہو، وہ تو اطاعت میں نبوت کے تقدار نہیں، اور مرزا جی کے لئے نبوت کا دروازہ اب کھل گیا، کچھ تو سوچ کر بات کرو۔

نور

۱۸

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ -

اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا، جو تم سے ایماندار ہیں، اور جنہوں نے عمل نیک کیا، کہ ضرور اُن کو خلیفہ بناؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ ایمانی بیان فرما کر خلافت کا وعدہ فرمایا، اگر اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حصولِ نبوت ہوتا تو بجائے خلافت اُن سے وہ نبوت کا کیا جاتا، کیونکہ وہ زیادہ حقدار تھے۔

آل عمران ۱۴۱
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ -

تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے فائدے کے لئے نکالی گئی ہے، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! تمہارے مرزا صاحب کا دعویٰ بھی تو اُمتی نبی ہونے کا ہے، اگر امیر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہی ہے، خداوند کریم کی طرف سے کوئی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نبی ہو سکتا تو خیر امت کا خطاب نص قرآنی تو ملے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور جنکے لئے امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عاملین ہونے کی تصدیق بھی اب العزت فرمادیں، اُن کو تو خطابِ نبوت سے نہ نوازا جائے، اور مرزا غلام احمد صاحب جن کی اطاعت کے متعلق قرآن کریم کا ایک شعر بھی میسر نہیں، تو وہ اسلام میں نبی اللہ ہونے کا دعویٰ بنا بیٹھیں اور اجرائے نبوت کے قائل ہوں تو یہ مرزائی ایمان کو ہی گوارا ہے، انصافِ خداوندی سے بعید ہے، معلوم ہوا کہ طاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت محال، اگر ممکن ہوتی تو جنکو تَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے ہوا، اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا، اگر خیر امت کو نبوت میسر نہ ہوتی تو اشرار امت مرزائیوں کے لئے خداوند کریم کیسے دروازہ نبوتِ طاعت میں کھول دیتا، جبکہ طاعت کی تصدیق رب العزت فرمادیں، ان کو نبوت نہ مل سکی، تو سارے تیرہ سو سال اجدادوں کو کیسے طاعت میں نبوت مل سکتی ہے، تمہاری پیش کردہ دوسری آیت کریمہ نے تو پہلی آیت کو بھی واضح کر دیا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُنُوا إِذْ يَبْعَثُ الرَّسُلَ طَائِفًا مِّنْهُمْ لِيَقُولُوا نَبَاكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ -

محل سے کہتے ہیں اُمۃ کا خطاب ہوا

عِنْدَ رَبِّهِمْ لَمْ أَحْبِدْهُمْ وَنُوسُ هُمْ اور جو لوگ اللہ کے ساتھ ایمان لائے
اور اس کے رسولوں کے ساتھ تو یہی وہ صدیق اور شہداء ہیں اپنے رب کے نزدیک ان کو انکی
ثواب ملیگا، اور ان کا نور۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا، جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے
تو اس کو درجہ صدیق اور شہید کا ملتا ہے، معلوم ہوا، کہ نبوت کا نہیں، ایسے ہی اگر مطیعون کو
اس ممتاز صفت میں بھی درجہ نبوت حاصل ہو سکتا، تو وہاں بھی اس آیت کی طرح بجائے
مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ کے ہُمْ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ہوتا جب
رب العزت نے مَعَ الَّذِينَ سے تخصیص فرمائی ہے، تو مرزائی اگر مِّنَ الَّذِينَ کے تو بجائے
کلام خداوندی کلام مرزائیہ کو کون مٹے۔ تو ثابت ہوا کہ جس مرتبے کا حصول ہو سکتا تھا، تو
صَافَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشَّهَدَاءُ فرمادیا، باقی رہا کہ اس آیت
میں وَالَّذِينَ آمَنُوا ہے، اور اس آیت میں مَنِ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ تو ایمان شریعت
ہے، جب ایمان باللہ وبالرسول سے نبوت نہیں مل سکتی تو محض طاعت سے یہ
مل سکتی ہے۔

پھر تمہارا کہنا کہ دوسری آیت میں آمَنُوا صیغہ ماضی ہے، جو زمانہ گذشتہ سے متعلق
ہے، لہذا انبیاء گذشتہ کا ذکر ہی مراد ہوگا، یہ بھی تمہارا کہنا غلط ہے، کیونکہ اسم موصول کے
لئے وصلہ کا ہونا ضروری ہے، اور دوسرے جملہ کا وجود جملہ اول کی جزاء ہوتا ہے، جو افادہ شرط
کا دیتا ہے، جملہ فعلیہ اگر مستقل ہوتا تو الَّذِينَ کے ماتحت نہ ہوتا اور صیغہ ماضی محض مذکور ہوتا، تو
تمہارا مطلب منشا جب جملہ فعلیہ بالذات مراد ہی نہیں، اور نہ ایک جملہ فعلیہ الَّذِينَ کے ماتحت
کلام کو تمام ہی کرتا ہے۔ جب تک کہ اس کے ساتھ دوسرا جملہ اس کی جزاء واقع نہ ہو۔ جیسا کہ اس
آیت میں آمَنُوا جملہ فعلیہ الَّذِينَ اسم موصول کے ساتھ شرط واقع ہے، جس کا تعلق کسی زمانے
سے نہیں، کیونکہ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ الخ کا تحقیق پہلے جملے آمَنُوا پر موقوف
ہے، تو محض آمَنُوا کے صیغہ ماضی کو ذکر کے اپنے ایمان کو پس پشت ڈالتے ہو، الَّذِينَ اس
جملہ فعلیہ کے موصول کو جیسا کہ یہ فعل جزو صیغہ واقع ہے، بفہم کر جانا اور اپنی مطلب برآری کے
لئے محض ماضی کہہ کر زمانہ گذشتہ مراد لینا قرآن کریم سے بے انصافی کا برتاؤ کرنا یہ مرزا
کو ہی زیبا ہے، جس کو اہل حق گوارہ نہیں کر سکتے، اور اسی راڈ بیچ سے تم نے اپنے اعتماد

کو بی ضائع کر: یا ہے جس سے کسی کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے۔ تو اللہ نے کے ماتحت جہاں کا وجود تب ہو گا جب دوسرا جہاں تحقق ہو گا، چنانچہ اس آیت کریمہ میں چونکہ بصیغہ مانع جہاں فعلیہ مذکور ہے جو فائدہ عموم شرط کا دیتا ہے، جس سے دوسرے جہاں کا وجود متحقق ہوا ہے۔ اس کی مثلاً قرآن کریم سے اور پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو۔

(۱) بقرہ ۱۰۱ | دَبِّشِرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَنُحْيِيَنَّكُمْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ.

(۲) نَأْمُرُ الَّذِينَ آمَنُوا أَفْبَعِلُونِ أَمَّا الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ.

(۳) بقرہ ۱۰۲ | وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ.

(۴) بقرہ ۱۰۳ | وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ.

(۵) بقرہ ۱۰۴ | أَشَدُّ دَلِيلُ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ.

(۶) بقرہ ۱۰۵ | إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ.

(۷) مائدہ ۱۰۶ | وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَبُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ مِنَ الْكَافِرِينَ هُمْ أَعْوَنَ.

(۸) حج ۱۰۷ | وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَفْضَلِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ.

(۹) | وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ.

(۱۰) روم ۱۰۸ | فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ هُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ.

تِلْكَ عَشْرُ آيَاتٍ كَامِلَةٍ

ان مذکورہ بالا آیات میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کو ہی حروف ماضی ذکر کر کے زمانہ گزشتہ مراد لینا یہ عوام کو دھوکا دیا ہے، لہذا اَمِنُوْا کو ہی حروف ماضی ذکر کر کے زمانہ گزشتہ مراد لینا یہ بھی مرزا ثبیت پر مبنی ہے، نہ کہ اصطلاح فرقانی ہے، لہذا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ وَ الشّٰهَدَةُ اِجْمَاعًا کے معانی وہی ہونگے جو از ابتداء نزول قرآن تا الان ہو رہے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کے ساتھ ایمان لائے تو ان کو یہی درجہ حاصل ہو سکتے ہیں کہ یہ ہی وہ صدیق ہونگے اور شہداء ہونگے، نبوت درجہ حصولی نہیں بلکہ عطاء من اللہ ہے جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتا، باقی رہا تمہارا کہنا کہ مطیعون مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبیت سے درجہ نبوت پہنچ سکتا ہے یہ بھی سراسر غلط اور بہتان عظیم ہے، کیونکہ اگر بقول تمہارے مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الشّٰهَدَةِ الصّٰلِحِیْنَ کے قانون سے صاحبیت کے مرتبے سے نبوت کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے، تو یہ بھی محال ہے، کیونکہ صاحبیت کے مرتبے سے تو شہادت کے درجہ کو حاصل کر سکتا ہے، اور جب شہید ہوگا تو درجہ شہادت ملیگا اور جب شہید ہو چکا، تو اوپر ترقی کرنے کے لئے اس کے اعمال ہی منقطع ہو چکے، اب تو وہ مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہو چکا، ترقی کا سلسلہ ہی منقطع ہو چکا، درجہ صدیقیت کو بھی حاصل نہ کر سکا، چہ جائیکہ نبوت تک پہنچ سکے، تو معلوم ہوا کہ تمہارا کہنا کہ صاحبیت سے ترقی کر کے انسان درجہ نبوت تک درجہ بدرجہ فائز ہو سکتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیعین کو انبیاء مابقی اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام جنکا سلسلہ اجرائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم کر چکے اور شہداء اور صالحین جنکی شہادت و صاحبیت بالنص ثابت ہو چکی ہے، کیونکہ بعد کے عاملین کے منازل ظنی ہونگے، جن کے مراتب کو ہم یقینی نہیں کہہ سکتے، کہ وہ کس کس درجہ پر خداوند کی طرف سے فائز ہیں، سوا اس کے کہ محض صالحین کے خطاب سے ہی ان کو نوازا جائے، کیونکہ ان کے لئے نص قرآن موجود نہیں، یا کوئی صاحب نظر سمجھ سکتا ہے کہ فلاں صدیقوں میں جا ملا ہے فلاں شہداء میں ہماری اسد عا بھی دربار خداوندی میں یہی ہے کہ مَرَبَّنَا غُفِّرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ کَفِّرْ عَنْ سَیِّئَاتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْدَاۓ۔ یا اللہ

ہمائے گناہ بخشدے اور ہماری بُرائیاں مٹادے اور ہمیں ابراہیم سابقین مقبولین منصوبہ کے ساتھ شامل کر دے تو رب العزت بندگان مومنین کی اس دعا کو منظور فرماتے ہوئے سائل کو منعم من اللہ انبیاء کرام سابقہ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کا ساتھ اور ان کی صحبت نصیب فرماتے ہیں اور یہ ان کی معیت بعد از وصال ہے، کیونکہ منصوبین مراتب مذکورہ کا وصال ہو چکا ہے۔

”مرزائی“ اس آیت میں مع بمعنی من ہے، یعنی اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم درجہ نبوت کو اور صدیقیت اور صالحیت کو پہنچا دیتی ہے اور اگر تمہارے معنی مع کے معیت ہی لئے جائیں تو بڑی خرابی لازماً آئیگی، کہ حضرات خلفائے اربعہ حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صالحیت کے درجے کو بھی حاصل نہ کر سکے۔ حالانکہ ارشاد الہی ہے، **وَالَّذِينَ تَابُوا وَاصْلَحُوا** **وَاَعْتَصِمُوا بِاللَّهِ** **وَاخْلَصُوا** **وَدِينَهُمُ لِلَّهِ** **فَاُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ** **وَسَوْفَ يُؤْتِي اللّٰهُ** **الْمُؤْمِنِينَ** **اَجْرًا عَظِيمًا** مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کیا، پس وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اور خداوند تعالیٰ مومنوں کو عنقریب بڑا اجر دے گا،

کیا یہ صفات رکھنے والے مومن نہیں، صرف مومنوں کے ساتھ ہیں اور کیا ان کو اجر عظیم عطا نہیں ہوگا، اور تفسیر بیضاوی میں بھی **فَاُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ** کا ترجمہ من عند ادھم فی الدّٰسین لکھا ہے، پس جو لوگ مومنوں کی گنتی میں شامل ہیں، تو مع الذّٰین انعم اللّٰہ علیہم من النّبیّین کا ترجمہ بھی یہی ہوگا کہ مطیعین دونوں جہانوں میں انبیاء کی گنتی میں شمار ہونگے، اور نبیئے۔ **وَنَوْنَنَا** مع الاسبءار تو وہ صالح بنا کر نہیں مائے جاتے اور ایک جگہ شیطان کے متعلق آتا ہے **لَمْ يَكُنْ مَعَ السَّاحِبِ** **دِينٍ**، ایسے ہی اگر متنازعہ فیہا آیت میں بھی مع بمعنی من نہ کہے جاویں، تو نعوذ باللہ امت محمدیہ شر امت قرار پاتی ہے، جو بالبداهت باطل ہے، مکمل پاکٹ بک مرزا بیہ ص ۴۰۶۔

”محمد عمر“ **فَاُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ** والی آیت میں بڑی جلدی ہمیں تفسیر بیضاوی یاد آئی، لیکن یہ تو بتاؤ کہ **فَاُولَٰئِكَ مَعَ الذّٰین انعم اللّٰہ علیہم** میں بھی کسی

مفسر نے مع معنی من لکھتے ہیں جھگڑا تو اس آیت میں ہے، اُس متن زعم فیہا آیت کے ماتحت دکھاتے کہ فلاں مفسر نے مع معنی من لکھے ہیں، جب اُس میں تم ثابت نہیں کر سکتے، اور قرآن کے معنی بگاڑ رہے ہو، تو دوسری آیتوں کے ماتحت تمہارا تفسیر پیش کرنا فضول ہے، باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ خلفائے اربعہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تو انہی کا نقشہ تو اللہ تعالیٰ نے کھینچا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا الذین استبوا ہُمْ بِالْحَسَنِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کہ جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابو بکر صدیق اور حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی المرتضیٰ و حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جتنی اطاعت کی نیکی کے ساتھ تو ان سے اللہ راضی ہو گا اور ان کا نقشہ کھینچا فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصَّٰدِقِیْنَ وَ الشَّہِدَآءِ سب سے پہلے مَنَعَمْ مِنَ اللہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنکو من الذین سے نوازا گیا، بعد ازاں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنکو الصديقین کے عنوان سے یاد فرمایا گیا، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الشہداء سے خطاب ہوا، بعد ازاں علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جنکو الصالحین سے خطاب ہوا، اور اگر محض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خطاب من النبیین کا ہو تو بھی درست ہے، یعنی تمام آیت میں خلفائے اربعہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے، پھر ہر ایک کو صدیقین اور شہداء اور صالحین کا جمع سے کھول کر ذکر فرمایا، اس لئے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی اصلیت حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اور جامع صفات کل میں، اس لئے النبیین سے خطاب ہوا، اور بعد ازاں انبیاء علیہم السلام چونکہ تمام صدیقیوں کا مرکز جامع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس لئے ان کو صدیقین کا خطاب ہوا، اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی صدیقین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں ہونگے، علیٰ ہذا القیاس تمام اوصاف کے برابر چونکہ خلفائے اربعہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اس لئے ان کا نقشہ بیان کیا گیا، اور ان کی ہی اتباع کا ذکر اس آیت میں ہی مذکور ہے، اور ساتھ ہی دوسری آیت موجود ہے، فَاُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُیْنَ وَ الشَّہِدَآءُ ان کی حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے، یعنی اس حقیقت بیان کرنے کے بعد پھر اخفا یہ تھا، کہ بعد والے صدیقین اور شہداء ان کے ساتھ شامل ہیں یا علیحدہ تو فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنعَمَ اللہُ

عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَيْتَيْنِ وَالصِّدِّيقَيْنِ وَالشُّهَدَاءِ نے بیان کر دیا، کہ یہ صدیق پہلے صدیقین کے ہمراہ ہونگے، یہ شہداء پہلے شہداء کے ساتھ ہی ہونگے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ ذلّا خِزْرَةً خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاَوَّلَىٰ آپ کے لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت اول سے بہتر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نسائی شریف ۱/۲۷۹ | اَنَا اَوَّلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْفَسِيحِ

میں تمام مومنوں کی جانوں سے بہتر ہوں اور قریب ہوں، تو معلوم ہوا، کہ ہر مومن نبی ہو یا ولی، اس کو آپ کی معیت ہوگی، نہ کہ کسی کو آپ کا درجہ ملیگا،

اور جو تم نے اس آیت کریمہ سے نبوت کے اجراء کا مسئلہ استنباط کیا ہے، یہ غلط ہے، اور چوتھا جواب یہ ہے، کہ کیا مَنْ يَطِيعُ اللَّهَ وَالرَّسُولَ کے لئے نَا وَلِيكَ مَعَ الَّذِينَ اتَّعَمَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ کے مراتب حاصل کرنے کے بعد دنیا میں جو زندہ رہیں اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں، ان میں ان کے مراتب پر فائز ہو کر شامل ہونگے، یا جو سابقین ہیں ان میں شمولیت ہوگی، تو اگر زندہ میں شمولیت مراد لی جائے زندہ رہے تو پہلے موجود نہیں، تو پھر بھی تمہارے معنی غلط ثابت ہوئے، اور اگر نبوت کے درجے کو حاصل کر کے سابقین کے ساتھ منعم من اللہ میں شمولیت مراد لی جائے تو وہ بھی محال کیونکہ عالم برزخ میں عالم دنیا کے باشندوں کو شامل کر کے مراتب کی دعوت دیجائے تو یہ بھی ناممکن، کیونکہ نبوت زندگی میں ملتی ہے، نہ بعد از وصال، کیونکہ ہدایت زندوں کی مقصود ہوتی ہے، اگر نبی کو عالم برزخ میں نبوت ملی تو دعویٰ بھی عالم برزخ میں ہی ہو سکتا ہے، یہ بھی مفید نہیں، لہذا تمہارے معنی اگر قرآن کریم کی اس آیت میں کئے جاویں، تو قرآن کریم میں نقص لازم آئیگا، اور نقص محال ہے، لہذا تمہارے معنی ہر صورت غلط ثابت ہوئے، تو اس آیت کریمہ کے یہی معنی ہونگے، جو تمام امت نے اجماعی معنی کئے ہیں، کہ مطہین کو انبیاء علیہم السلام کی معیت میں صدیقیت اور شہادت کا درجہ حاصل ہوگا جس کا اعمال سے حاصل ہونا ممکن ہے، اور صالحیت کو لَسَدُ خَلَسَتْهُمْ فِي الصَّالِحِينَ نے ثابت کر دیا، کہ درجہ صالحیت بھی ملتا ہے، اور سابقین صالحین کے ساتھ شمولیت ہو جاتی ہے۔

پانچواں جواب دَحْسُنْ اُدْلِعْكَ مَ فَنِيْعًا۔ اور یہی رفاقت اچھی ہے۔ تو یہ جملہ قرآن یہ مع کے معنی رفاقت کے معنی کی تخصیص ثابت کر رہا ہے، قرآنی آیت کی تفسیر جب قرآن کریم خود ہی کر رہا ہے، تو قرآنی تفسیر کو چھوڑ کر مرزائی تفسیر کو کون تسلیم کرے، اب مع بمعنی رفاقت کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرمادیں۔

قرآن کریم میں مع رفاقت کے معنی میں

(۱) بقرہ ۲ | اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

کیا خدا کو صابر کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے؟ نہیں، بلکہ خداوند کریم کی رفاقت صابرین کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۲) آل عمران ۱۵ | وَكَآيٰتٍ مِّنْ نَّبِيِّّۦۨ يٰۤاٰمِلٍ مَّعَهُۥ رٰبِتُوْنَ كَثِيْرٌ ۚ

اور کئی نبیوں کی رفاقت میں بہت رب والوں نے جنگ کئے،

کیا نبیوں کی معیت میں وہ نبی ہو گئے؟

(۳) ساءہ ۵ | وَلَتَقُوْا ظٰلِفًا مِّنْهُمْ مَّعَكَ ۚ

اور چاہیئے کہ کھڑا ہے اُن سے ایک گروہ آپ کے ساتھ۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کھڑے ہونے والے آپ کی معیت میں تمام نبی بن گئے۔

(۴) توبہ ۱۱ | وَجٰہِدْ دَا مَعَ رَسُوْلٍ ۝

اور جنگ کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں۔

کیا آپ کی رفاقت میں جنگ کرنے والے تمام کو انبیاء کہو گئے؟

(۵) ہود ۱۲ | لَوْ لَا اَنْزِلْ عَلٰیكَ كِتٰبٌ اَوْ جِءَ مَعَهُۥ مَلٰٓئِكٌ ۚ

کیوں نہیں اتارا گیا آپ پر خزانہ یا آپ کی رفاقت میں کوئی فرشتہ ہو۔

(۶) یوسف ۱۲ | وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتٰنِيْنَ ۚ

اور یوسف علیہ السلام کی رفاقت میں دو جوان قید ہو گئے کیا وہ دونوں بھی

(۷) یوسف ۱۲/۸

فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانَا۔

بھیج تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو۔

(۸) یوسف ۱۲/۸

قَالَ لَنْ أُرْسِلَ مَعَكُمْ۔

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا،

وَقَالَ اللَّهُ رَافِي مَعَكُمْ، کیا تمام مومنین الہ بن گئے؟

(۹) مائدہ ۴/۳۴

اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔

(۱۰) النعم ۸۱/۸

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ، ای مع الظَّالِمِينَ

تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

کیا معاذ اللہ! ظالموں کے پاس بیٹھنے سے ظالم ہو جائیگا، کچھ تو سوچ کر بات کرو۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

انبیاء علیہم السلام کی معیت میں نبی نہیں ہو سکتا

بلکہ اُمّی رہتے ہیں

(۱۱) اعراف ۷/۸ | فَأَنْجِيْنَهُ الَّذِيْنَ مَعِيَ فِي الْقَلْبِ۔

(۱۲) اعراف ۷/۱۳ | فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيَّ اسْرٰیئِیْلَ۔

(۱۳) ہود ۱۱/۵ | فَلَمَّا جَاءَ اٰمُرُنَا نَجَّيْنَا هٰوْدًا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا۔

(۱۴) ہود ۱۱/۶ | فَلَمَّا جَاءَ اٰمُرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا۔

(۵) ہود $\frac{۱۲}{۸}$ | دَلَّمَا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالدِّينَ أَمْرًا
مَعْدِي بِرَحْمَةٍ مِنَّا۔

(۶) اعراف $\frac{۹}{۱۴}$ | وَإِنْ تَصْبِرْهُمْ سَاعَةً يَطَّيِّرُوا بِمُوسَىٰ
مَنْ مَعَهُ۔

(۷) " " | لَنْ كُشِفَتْ عَنْ الرِّجْزِ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ
لَنْرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ۔

(۸) شعراء $\frac{۱۹}{۴}$ | وَآتَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ۔

(۹) تحريم $\frac{۲۸}{۶}$ | يَوْمَ لَا يَخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ۔

(۱۰) فتح $\frac{۲۶}{۴}$ | مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے، لیکن نبی نہ بن سکے،
اہم ہی رہے۔

تو ثابت ہوا، کہ انبیاء علیہم السلام کی معیت میں نبوت کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، بلکہ غلامی میں
شمولیت مراد ہوتی ہے، نہ کہ نبوت میں شمولیت، جیسا کہ تم نے غلط سمجھا ہے، ایسے ہی خداوند
کی معیت عبودیت الہیہ کی مخصوص ہوتی ہے، نہ کہ درجۃ الوہیت مل جاتا ہے،

إِنَّ مَعِيَ كَرِيمٌ سَيَهْدِيَنَّ ه $\frac{۱۹}{۴}$ شعراء

بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے جلدی ہدایت دیگا۔

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔
جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے، کہ کچھ غم نہ کر، اللہ ہمارے

توبہ $\frac{۱۰}{۶}$

ساتھ ہے۔
ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا، کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

معیت غلامی اور اطاعت کو مضبوط کرتی ہے، نہ کہ درجۃ الوہیت یا رسالت تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے، کیونکہ ان کی ہر قسم کی مماثلت غیر سے محال ہے، باقی ان کے علاوہ چونکہ مماثلت ممکن ہے، اس واسطے محض شراکت فعلی اُن کی معیت میں ہو سکتی ہے۔ اور علاوہ الوہیت نبوت باقی مراتب چونکہ کسی اور اختیار میں ہیں، حاصل کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے،

۱۔ کُوْنُوا مَعَ الصَّادِقِینَ ۝

۲۔ نَادِیْكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

۳۔ دَاوُّدُکَیْ مَعَ الرِّسَالِیْنَ ۝

۴۔ وَ قَبِیْلَ اٰثَعَدَ مَعَ الْقَاعِدِیْنَ ۝

۵۔ دَاوُّدُکَیْ مَعَ الرِّسَالِیْنَ ۝

”مرزا جی“۔ نبوت واقعی وہی ہے، لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی موبہبت نازل نہیں ہوتی، جب تک کہ انسان کی طرف سے بعض اعمال ایسے سرزد نہ ہوئے ہوں، جو اس موبہبت کے لئے جاذب بن جائیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یَحَبُّ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَّا نَآثِرُ وَ یَحَبُّ لِمَنْ یَّشَاءُ الَّذِیْ کُوْنُی۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کو لڑکیاں موبہبت کرتا ہے، اور جن کو چاہتا ہے لڑکے موبہبت کرتا ہے۔ دوسری جگہ وَ ذَہَبْنَا لَیْ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب موبہبت کئے، ان آیات سے معلوم ہوتا ہے، اولاد موبہبت ہے، لیکن کیا اولاد کے حصول کے لئے کسی انسانی عمل کی ضرورت نہیں، بیشک نبوت کے لئے اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و اعمال صالحہ شرط ہیں، اور اعمال صالحہ کا صدور بھی خدا تعالیٰ کی توفیق پر موقوف ہے، دیکھو

بک ص ۱۰۰

”محمد عمر“۔ دیکھل صاحب بیچائے عقل سے ایسے کورے ہوتے ہیں، کہ وہی اور کسی کی تفریق بھی نہیں کر سکتے، فرماتے ہیں کہ نبوت کسی بھی ہے اور دہمی بھی ہے، حالانکہ دونوں میں بون بعید ہے، کسب میں اعمال شرط ہیں، اور موبہبت میں محض عطاء الہی ہے، اس کا سبب اعمال نہیں، بلکہ اعمال صالحہ حتیٰ معصومیت کے لئے نبوت شرط ہے، کیونکہ تمام جن انس میں نبی علیہ السلام کی ذات ہی گناہ سے معصوم ہو سکتی ہے، جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں،

بنی اسرائیل ۱۵/۸

ذَوُلَاہِ اَنْ تَبْتَئَا لَقَدْ کَذَّبْتَ شَرَّکُنْ اِلَیْہِمْ شِیْئًا فَلِیْلَاہِ

اور اگر ہم آپ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ رکھتے، تو خود

قریب تھا، کہ آپ ان کی طرف ذرا سا مائل ہو جاتے، تو معلوم ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جز الذی لایتجزی لغزش سے بھی متبرا ہیں، خداوند کریم نے آپ کو ایسا ثابت رکھا، کہ شئی قلیل کی مقدار بھی آپ کو صراطِ مستقیم سے اور کسی طرف مائل نہیں ہونے دیا، تو انبیاء علیہم السلام کی معصومیت نص قرآنی سے ثابت ہوئی، کیونکہ ان کی نبوت و رسالت خداوند کی طرف سے ہوئی ہے، اور اَلِیْسَ اللّٰهُ بِکَاذِبٍ حَبِیْدًا۔ نبی کے وعدہ کو پورا فرماتے ہوئے ہر صوم اور لغزش و جرم سے محفوظ رکھتا ہے، بناوٹی خطاب نہیں، کہ خود ہی اپنے متعلق اَلِیْسَ اللّٰهُ بِکَاذِبٍ حَبِیْدًا کہ کر خود ہی گناہ شروع کر دے اور پھر فتویٰ دے، کہ نبی گناہ سے معاف اللہ معصوم نہیں ہوتا، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْاِحْتِقَادِ۔

اور اگر اعمال کو بشرط نبوت مقرر کر دے، تو کئی ہندو اور سکھ ایسے ثابت ہو گئے، جو تہاہ مرزا جی سے اعمال میں اچھے ہوں، تم نے ان کو نبی نہیں مانا، مرزا جی کو ہی نبی مقرر کر لیا ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے نبی بن سکتے ہیں، اور اگر اعمال سے نبوت مل سکتی، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بطریق اولیٰ انبیاء تسلیم کرنا چاہیئے، حالانکہ تم ان کو تسلیم نہیں کرتے، پھر اعمال کو شرط مقرر کر کے یَحَبِّ لِمَنْ یَّشَاءُ اَنَّا نَاثِرٌ مِّنْ اَعْمَالٍ کو شرط بناؤ گے تو چاہیئے تھا، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یحییٰ علیہ السلام کے سوا کسی کی اولاد نہ ہوتی، یا محض ملائکہ کی ہی اولاد ہوتی، دوسرے اولاد سے محروم رہتے، اور اگر عمل سے مراد دنیاوی لطف ہی مراد ہے، تو مرزا بیٹوں کے سوا باقی سب بے اولاد ہوئے چاہئیں، حالانکہ ابن سعود نجدی زیادہ اولاد رکھتا ہے، حکیم نور دین صاحب جو مرزا جی کے خلیفہ اول تھے، اُن کے ہاں اولاد زیادہ ہونی چاہیئے تھی، حالانکہ محمود صاحب کے ہاں حکیم صاحب سے زیادہ اولاد ہے، تو معلوم ہوا، کہ مومنت الہی کسی عمل پر موقوف نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے حضرت آدم علیہ السلام بلا عمل غیر پیدا ہوئے، اسی طرح حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام عطاء الہی ہیں، یعنی ماں باپ لائق اولاد نہ تھے، یعنی نبوت اولاد ہی مفقود تھی، تو یہ بھی مومنت الہیہ سے پیدا ہوئے، اور بڑی بات یہ ہے کہ عمل پر موقوف ہو، تو نو ماہ کی میعاد خداوندی سے پیدا نہ ہو، بلکہ علی اعمال صالحہ کرنے والے کو ۹ ماہ سے جلدی اولاد ہونی چاہیئے، اور برے

اعمال کرنے والے کو دو برس یا تین برس کی میعاد کے بعد اولاد ہونی چاہیے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ الیٰ شَدٰی مَعْلُومٌ فَتَدْرُسْنَا فَنَعْمَ الْقَادِرُ عَلٰی مَا نَشَاءُ سے مبعاد خداوندی پر ہی موقوف ہے، اگر یہ کم کرنا چاہے تو کر بھی سکتا ہے، تو کیوں نہ کہا جائے ذیل قَوْلِ مَعِیْذُ لِّلْمُكَلِّبِیْنَ اور پھر زہد نبوت کسی تسلیم کی جائے تو نبی عملی کہلاتا، نبی اللہ کا خطاب نہ ہوتا، اور نبوت کی عطا کو اولاد ہی موہبت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ بعض اولاد کے متعلق تو یہ بھی ارشاد الہی ہے۔

تغابن ۲۸ اِنَّ مِنْ اَشْرَاحِكُمْ ذَاوِلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ نَاخِدُوهُمْ
ضرورت پھاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے لئے دشمن ہیں، تو تم ان

سے بچو۔

اِنَّمَا اُمُّوَاللُّمُّو ذَاوِلَادِكُمْ نَفْسَةٌ۔

تغابن

اور کوئی بات نہیں، تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں،

اب تم نہیں قرآن کریم سے یہ بھی نکال کر دکھاؤ، کہ خداوند کریم نے نبوت کو بھی کبھی امت کے لئے دشمن فرمایا ہو، یا نبوت کو فتنہ کا لفظ استعمال فرمایا ہو، حالانکہ تمہارے نزدیک دونوں موہبت الہی ہیں، اور حالانکہ اولاد و طرح کی ہوتی ہے، هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ مِّنْكُمْ مُّؤْمِنٌ۔ وہ ایسی ذات ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا تو بعض تم سے کافر ہے اور بعض مومن، تو یہ موہبت دو قسموں سے ثابت ہے، کیا نبوت الہی بھی معاذ اللہ دو قسموں سے منقسم ہے، مومن اور کافر تم نے دوسری قسم شیطانی دجی والے کا نام نبی مقرر کیا ہے، خدا کی طرف سے شیطانی الہام والا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اولاد ہی عطا کو وہی نبوت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، اور نبوت کو اعمال کا ثمرہ مقرر کرنا یہ قرآنی قانون کے خلاف ہے، اعمال کا ثمرہ ایمان ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ہے، قَالَتْ اَلَا عَرَبٌ اٰمَنَاتٌ لَّمْ يَؤْمِنُوْا لٰكِنْ تَوَلَّوْا اَسْلَمْنَا مَلٰٓئِكَۃً خَلٰلَ الْاٰیْمَانِ نِيْ تَلُوْۤا بِكُمْ اِنْ يٰطِيعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِدْكُمْ مِّنْ اٰحْمٰا لَّكُمْ شِدْعًا۔ اور رسالت عطاء الہی ہے، اعمال و اطاعت کا ثمرہ نہیں، جیسا کہ ارشاد الہی مذکور ہو چکا، اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ، اللہ ہی چناؤ کرتا ہے ملائکہ سے رسولوں کو اور لوگوں سے۔ یہ کسی رتبہ نہیں،

اور نہ ہی خداوند کریم نے کہیں فرمایا کہ فلاں نے عمل کیا تو میں نے اس کو نبوت دے دی، اور فلاں نے اچھے عمل کئے تو میں نے اس کو نبوت عطا کر دی، تو ثابت ہوا کہ نبوت عطا الہی ہے وہی رتبہ ہے نہ کہ کسی جیسا کہ تم نے سمجھا ہے، اور نہ نبوت کے کسی ہونے کی دلیل قرآن کریم میں موجود ہے، حالانکہ نبوت کے وہی ہونے کی سینکڑوں صراحتیں آیات موجود ہیں، کہ نبی پیدا ایسی نبی ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہونے ہی فرمایا، وَجَعَلَنِي نَبِيًّا جَعَلَنِي اللَّهُ تَعَالَى نے نبی پیدا کیا ہے، تو نبوت پیدا ایسی قرآن کریم سے ثابت، لیکن نبوت کسی کسی آیت سے ثابت نہیں، جس کو تم اپنی تمام پاکٹ بک میں بھی نہ درج کر سکے، اور مرزا جی کا کہنا کہ یہ نعمت میری کوشش سے نہیں، بلکہ شکم مادر ہی سے مجھے عطا کی گئی، (حقیقۃ الوحی ص ۶۷)۔ بقانون مہارائے کذب مھن ثابت ہوا، اگر یہ بات سچی تھی تو متنازعہ فیہا آیت کے معنی کہ اطاعت سے نبوت تک ترقی ہو جاتی ہے، قرآنی معنی تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہوا، کہ مہارائے اس آیت کے معنی بگاڑنا کہ اطاعت سے نبوت ملتی ہے، غلط ثابت ہوا، اور مرزا جی کا فرمان بھی غلط ثابت ہوا، کیونکہ اگر ماں کے پیٹ سے نبی ہوتے تو درجہ بدرجہ دعویٰ نہ کرتے، فلاح

دستِ بد - عورتیں نبی کیوں نہیں بنتیں؟

تم نے مَنْ کو عام تو مراد لے لیا، لیکن مَنْ میں عورتیں بھی تو شامل ہیں، کیونکہ مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَالرَّسُولَ سے عورتیں بھی اطاعت کرتی ہیں، ان کو بھی نبوت ملنی چاہیے۔ حالانکہ آج تک کبھی کوئی عورت نبیہ نہیں ہوئی، اور اس کے خلاف دوسری آیت بھی ملتی ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّرَحْمَةٍ لَّيْسَ إِلَّا تَوْحِيْدٌ إِلَيْهِمْ۔ اور نہیں رسول بھیجا ہم نے آپ کے پہلے مگر مردوں کی طرف وحی کی، تو جب رسالت و نبوت میں رجحانیت شرط ثابت ہوئی اور متنازعہ فیہا آیت میں تم نبوت کا درجہ ہر عورت و مرد کے واسطے یکساں ظاہر کر رہے ہو، تو معلوم ہوا، کہ تم قرآن کریم کے معانی قرآنی محاورہ کے خلاف اور غلط کر رہے ہو۔ اور اگر یہ کہو، کہ رَحْمَةً لِّرَحْمَةٍ إِلَيْهِمْ والی

آیت متنازعہ نبیہا میں من کی مخصوص ہے، تو مع الذین انعم الله علیہم من
انبیائیں کی تخصیص آشتممت علیکم نعمتی سے اور من یطیع الرسول فقد
اطاع الله کہ جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی تو اللہ کا مطیع
ہو گیا ہے۔ یعنی مطیع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا مطیع اور آپ کی اطاعت
سے نجا و زکر کے مطاع بننے والا خداوند کریم کا نافرمان ہے۔

”مرزائی“ جب پہلی امتوں میں عورتیں نبیات نہیں بنیں، تو اس امت میں کیسے
بن سکتی ہیں، پہلی امتوں میں عورتیں چونکہ درجہ صدیقیت تک ہی پہنچی ہیں، تو اس میں
بھی نبوت تک نہیں پہنچ سکتیں، صدیقیت تک ہی رہیں گی۔ مکمل پاکٹ بک ص ۲۰۵۔

”محمد عمر“ سچ ہے، دروغ گور حافظہ نباشد، پہلے تم خود اپنی مکمل پاکٹ بک ص ۲۰۵
میں تسلیم کر چکے ہو، کہ پہلے انبیاء کی اطاعت زیادہ سے زیادہ کسی انسان کو صدیقیت
کے مقام تک پہنچا سکتی تھی، تو اب بھی وہی قانون جاری رہیگا، کیونکہ تمہارا مسئلہ قانون کی
ص ۲۰۵ سطر ۵ پر، کہ اللہ کی سنت کبھی بدلا نہیں کرتی، اب تم نے دوبارہ تائید کر دی،
کہ اللہ کی سنت ہے کہ پہلی امتوں میں عورتوں کو نبوت نہ ملتی تھی، لہذا اس امت میں
بھی پہلی قانون یہ ہے گا، اور اس امت کا یہ قانون تم نے قرآن کریم سے پڑھا نہیں، اور بغیر
قرآنی قانون کے تم نے من یطیع اللہ و الرسول میں مردوں کو عورتوں سے خاص کر دیا
لیکن تمہارے مقابلہ میں خداوند کریم فرمادے کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
وَأُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَادَةُ، جو لوگ اللہ اور اس کے
رسولوں کے ساتھ ایمان لائیں گے تو وہی صدیق اور شہید بن سکتے ہیں، وَالَّذِينَ آمَنُوا
کا خطاب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو رہا ہے، اگر تم کہو کہ ہم رسل کے درجے کو
پہنچ جائیں، تو محال ہے، البتہ جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسل کے ساتھ ایمان لائیں
تو وہ محض صدیقین اور شہداء کے درجے کو ہی حاصل کر سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں اور
صاحبین کا خطاب دوسری جگہ دیا گیا، بلکہ صاحبین سے بھی بڑھ کر خیر امت کا خطاب
دیدیا گیا، تو ثابت ہوا کہ صدیقیت اور شہادت اور صاحبیت کا خطاب کا درجہ جاری
ہے اور نبوت کے درجے کا خطاب بند ہے اور اگر من کو عام رکھو تو عورت بھی شامل
ہوتی ہے، مطیع سے مطاع بننے کی خرابی لازم آتی ہے، درجے پر پہنچا کجا خود درجہ دینے

والا بننے کی خرابی لازم آئیگی، قرآنی معنی کو تبدیل کرنے سے جو خرابیاں لازم آتی ہیں، فقر نے معرض کر دیں، قرآنی آیت کے معنی صاف ظاہر ہیں، کہ اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والا انبیاء علیہم السلام کی وفات میں صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کے منازل طے کر کے متقدمین کی شمولیت حاصل کریگا۔

"مرزائی" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صِ اَطِ الذِّیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ اَسْمٰی صِغۃ ماضی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے خراج جو انعامات تو پہلی امتوں کے افراد پر نازل کرتا رہا ہے وہ ہم پر بھی نازل کر۔ حالانکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے بھی اطاعت کی، اُن کو بھی نبوت ملنی چاہیے تھی، تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیدیا اِنَّہٗ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ سِی سَالَتُہٗ اور خداوند کریم نے فرمایا وَ حَسَدَ الذِّیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ ۚ جَب صَحَابہ کرام کو خلافت مل گئی اور اُن میں ایک نبی بھی آگیا، کیونکہ ہر قوم میں نبی ایک ہی آتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا، یَقُوْمُ اِذْ کُنتُمْ اَنْعَمْتَ اِلَیْہِمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ تَوْصٰی اَطِ الذِّیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ اور وَ مَنْ یُّطِیعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ والی آیات میں یہ نہیں وعدہ دیا گیا کہ آنحضرت کے بعد سب کو نبی بنے، بلکہ یہ نعمت کسی فرد پر نازل ہوگی۔ یا کٹ یک ص۔

"محمد عمر" دلیل صاحب تم نے قرآن کریم کو گھر کی کتاب بنا رکھا ہے، آیت الہی کو جس طرح چاہا اپنی مرضی کے مطابق موڑ لیا، کون پوچھنے والا ہے، اچھا خداوند کے دربار میں لوگ حقوق العباد میں گرفتار ہونگے، لیکن تمہارے گھر میں خداوندی زنجیر ہوگا، اور اس تحریف قرآنی کا حساب پورا لیا جاویگا، پہلے تم نے اَنْ یُّطِیعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ میں من کو عام رکھا، جب کہا گیا کہ اس میں عورت بھی شامل ہے، کیا عورت کو نبوت مل سکتی ہے کیونکہ من عام ہے، تم اس کا کوئی جواب نہ دیکھو، ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگ گئے، پھر جب یُّطِیعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ سے اطاعت کو تم نے شرط نبوت بنایا، تو صحابہ کرام کی اطاعت کو مقدم اور بالنقص قطعی ثابت کیا گیا، تو تم نے ایک اور بہانہ تراشا، کہ اُن میں ایک نبی آچکا تھا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک نبی آیا، ایسے ہی صحابہ کرام میں ایک نبی آگیا، بعد میں وہ خلافت کا وعدہ دے گئے، وہ نبوت کے حقدار تھے، لیکن دلیل صاحب

نے یہ نہ سوچا کہ ہم نے پہلے مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَالرَّسُولَ سے نبوت کا معیار اور شرط اطا عت
 اللہ اور محمد رسول اللہ مقرر کی ہے، تو معلوم ہوگا، کہ تمہارا یہ استدلال اس آیت سے
 غلط ہے اگر صحیح ہوتا تو ضرور اطاعت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبوت ملتی،
 کیونکہ اطاعت شرط ہے، یا کہو کہ ہم نے جو شرط اطاعت میں مطاع بننے کی بنائی، غلط
 ہے، جب مطیع کے لئے مطاع بننے کا ایک قانون تم نے مقرر کر دیا، پھر تم کہو، کہ جی
 ہر اطاعت کرنے والا نبی نہیں بن سکتا ہے، گو آیت عام ہی ہے، تو معلوم ہوگا، کہ تمہارا
 مقرر کردہ معنی بھی جعلی، کیونکہ باوجود حکم کے عام ہونے کے تم مرزائی جس کو چاہو، بنالو،
 تودہ مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَالرَّسُولَ میں داخل ہو سکتا ہے، خداوند کریم نص قطعی سے جو
 مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَالرَّسُولَ کا فیصلہ حتمی فرمائے وہ تمہیں منظور نہیں ہے، وجہ رب
 العزت نے اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَاحِدَةً سے فرما دیا، کہ قیامت
 تک تمہاری ہی ایک اُمت ہے، نہ کوئی بنی پیدا ہوگا، اور نہ کوئی اُمت، اُمت سمجھی جاوے گی
 تو قیامت تک اس اُمت میں بھی اُمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی ہوگی، اور
 کوئی بنی نہ پیدا ہوگا، چنانچہ ہمیں بھی یہی سبق دیا گیا، کہ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
 اب تم اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
 کا رستہ خدا سے مانگو اور ان کے ساتھ عالم برزخ اور عالم عقبی میں شمولیت کی درخواست
 محمد سے کرو نہ کہ رسالت کے درجہ پر فائز ہو جاؤ، یا صحابی بننے کی تلاش کرو، تمہیں تو رسالت
 کی سوجھتی ہے، تم تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے تابعین اور تبع تابعین
 کی خاک پاکی بھی ہمسری نہیں کر سکتے،

لہذا ثابت ہوا کہ تمہارا اطاعت اللہ و رسول سے اجرائے نبوت ثابت کرنا تمہارے
 کلام نے ہی غلط ثابت کر دیا، کہ اطاعت میں جب صحابہ کرام مقدم ہیں تو اگر رسالت میر
 ہو سکتی تو خدا رسالت وہ تھے، ان کو ملتی، جو پانچوں وقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
 میں آپ کے فرمان اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ
 عَلَيْهِمْ فرمانے کے بعد مل کر آئین کہتے رہے، پھر بھی اگر وہ بالمشافہ اطاعت
 میں درجہ رسالت تک نہ پہنچ سکیں، بلکہ صدیق اور شہید اور صالح کے درجے کو پہنچ سکیں، تو
 آج تمہارا قرآن کے معنی کو بدلنا اظہار من الشمس ہے، کیونکہ تمہارے کلام سے صاف ظاہر ہوا

۱۔ پہلے فرمایا مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ مِنْكُمْ۔ جو شخص تم سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، تو آگے فرمایا أَلْحَقْنَا اللَّهُ بِأَنْتُمْ تَشَدُّ مِنْهُمْ مِمَّنْ أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لَاتِحْ كَرَسَ كَانِ كَوَاللَّهِ لَعَنَ شَامِلَ رِيكَ (یعنی منکم کو) ان لوگوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، مِمَّنْ أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ سے یعنی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پہلے گزر چکے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت، موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت، ابراہیم علیہ السلام اور ان کی امت وغیرہم، تَوَالَّذِينَ تَشَدُّ مِنْهُمْ مِمَّنْ أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ نے تمہارے جعلی معنی کا رد کر دیا، فرمایا مَا سَبَقَ مِمَّنْ أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ کے ساتھ ان کو معیت حاصل ہوگی۔

۲۔ پھر آگے رافضی نے الحاق کی تفصیل کر دی، کہ مِمَّنْ أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ میں انکی شمولیت کیسے ہوگی، اس کے متعلق بیان فرمایا کہ أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ صِدْقٌ وَاحِدٌ فرمایا کہ نبی نبی کے ساتھ قیامت کو شامل ہوگا، یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم جنس نبی کے ساتھ ہونگے، جس کی تشریح مَا كُنْتُ بِدُخَانٍ مِنَ الْمُسْمُومِ لَمْ يَكُنْ لِي نَبَاتٌ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء علیہم السلام کی معیت میں ہونگے، فرمایا کہ نبی نبی کی صف میں ہوگا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی امتوں کے شہیدوں کی صف میں کھڑے ہونگے، حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہدائے سابقین کی صف میں کھڑے ہونگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے صاحبین کی معیت میں ہونگے، یہ ثابت کرنا مقصود ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ بناؤں رسول نہیں ہیں، کہ ماسبق انبیاء علیہم السلام سے علیحدگی ہو، ایسے ہی باقی بھی صدیق شہید اور صالح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی جعلی خطابات ان کو حاصل نہیں جو انہوں نے خود اپنے متعلق مرزا صاحب کی طرح تجویز کئے ہوں، ایسے نہیں۔ بدر خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ملے ہیں اصل قطعہ سے، اس لئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی صف میں میدان حشر میں شامل ہونگے، اور ابوبکر صدیق ماسبق صدیقین کے ساتھ ہونگے، اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے شہدائے کی معیت میں شامل ہونگے، اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے صاحبین میں تھے جس طرح شامل ہونگے۔

ان میں کوئی شک نہیں۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب ان آیات قرآنیہ کے حل سے تو ثابت ہو گیا کہ نبوت کا رجحان کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا، اور نہ مذکورہ آیت کی رو سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبع رسول بن سکتا ہے، اور میری سمجھ میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی ہے، کہ اگر کوئی کھلی کا ملازم کو کھٹی کی ملکیت کا مدعی ہو تو جھوٹا سمجھا جاویگا، ملازم مالک نہیں اور اگر مالک ہے تو ملازم نہیں، یہ محال ہے کہ کوکھٹی کا مالک بھی ہو اور کوکھٹی کی ملازمت کا بھی مدعی بنے، لیکن ایک آیت قرآنی پیش کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت ثابت ہے، اس کے متعلق بھی مجھے امید واثق ہے کہ آپ ضرور تسلی بخش جواب دینگے، نیچے۔

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ رَاٰ سَابَاتَيْنِ كُمُ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْصُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ
فَمَنْ اتَّقٰ ذَا صُلْحٍ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَّلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اعراف
س کو ع ۲)۔ اے بنی آدم (انسانو) البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس رسول تم میں سے
جو بیان کریں گے تمہارے سامنے میری آیتیں پس جو لوگ پرہیزگاری اختیار کریں گے، اور
اپنی اصلاح کریں گے، ان کو کوئی غم از در نہ ہوگا، اَمْثَلُ يٰۤاَيُّهَا تَيْنِ کا ترجمہ ہے، البتہ ضرور
آویں گے، کیونکہ یا تین مضارع ہو گا کہ یہ نون ثقیلہ ہے، جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت
زمانہ مستقبل کرتا ہے، جیسا کہ لَيَفْعَلُنَّ کے معنی ہیں، البتہ ضرور کریگا، ایسے ہی بیضاوی
بھی اہاماتدھبن کے ماتحت لکھا ہے، واما مزبذہ موكدة بمنزلة
لام القسم في استجلاب النون الموكدة۔ پس اس کے معنی ہوئے البتہ ضرور آویں گے
رسل، پاکٹ بک ص ۱۲۱۔

"محمد عمر"۔ زبان عربی دکیل صاحب کو دیکھ کر ردی ہے کہ مجھے آج تک ہندو نے پڑھا،
عیسائی نے پڑھا، یہودی نے پڑھا، لیکن جتنا مجھے مرزائی نے لگاڑا ہے تمام کافر بھی
مرزائی کے سامنے گھٹنے ٹیک گئے، جس شخص کو امّا حرف شرط کا بھی علم نہ ہو، تو یہ دکیل مرزائی
ہی کو زیبا ہے، دکیل صاحب کسی درس عربی میں تشریف لے جا کر بچوں میں بیٹھ کر پہلے
صرف نحو پڑھیے، پھر انہیں عربی زبان کا علم ہوگا، تو تمہیں خود بخود سمجھ جائیگی، کہ آیا
مرزائی مذہب سے محض مسلمانوں کو دھوکا دینا ہی مقصد ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں۔
امّا اصل میں اِنْ مَا سے مرکب ہے، اور یہ حرف شرط ہے، اِنْ حرف شرط اور ما ملغا یعنی زائد

ہے۔ اس کے معنی اگر کے ہوتے ہیں، مرزائی صاحب نے ^{حلو} لَفْعًا لَمْ تَكِيدْ بِأَنُونٍ تَأْكِيدِ ثَقِيلَةٍ کی مثال پیش کی جس سے فاعل کے فعل کی تاکید مقصود ہوتی ہے، لیکن جب انون ثقیلہ حرف شرط امّا کے تحت واقع ہو، تو معنی مضارع کے نہیں رہ جاتے۔ مَدِّ میں مَا تَنْفَعُ شَرْطِ کی تاکید کے لئے ہوتا ہے، یعنی مؤکد بشرط ہے نہ فعل کا مؤکد۔ اور یہی مطلب بیضاوی و کتاب القراءت میں لکھا ہے۔

”ہٹ دھرمی کو خدا پر باد کرے، ہٹ دھرمی سب سے بُری بلا ہے، جو کتاب الصراف اردو کی کتاب کو بھی سمجھنے نہیں دیتی، لام مفتوح کو انون ثقیلہ کے ساتھ تو تاکید کے واسطے بیان کر دیا۔ لیکن انون ثقیلہ جب امّا کے تحت واقع ہو۔ تو اس کا عمل بیان ہی نہیں کیا، کتنا دھوکہ ہے۔ دراسی کو تفسیر بیضاوی والے نے نقل کیا ہے۔ ترجمہ چھوڑ گئے۔ اور انہی بات کو نقل کر کے غلط بیانی سے کام لیا۔ اور وہ بھی اس آیت کے ماتحت نہیں، اَمَّا تَنْذِرُ صَبْرَ کے ماتحت لکھا ہے۔ اَمَّا تَنْفِصُنَا لَفْ یعنی اَمَّا، یعنی اِنْ حَرَبٌ شَرْطِ کے معنی کئے ہیں، لیکن مرزائی تفسیر بیضاوی کو پیش کر کے جھوٹ سے کام لیتے ہوئے معنی ضرور کرتا ہے۔ حالانکہ پیش کردہ عبارت کا مطلب واضح ہے، اَمَّا تَنْذِرُ صَبْرَ کے معنی ہیں، اگر ہم آپ کو لے جائیں اور آگے بیضاوی نے جو عبارت لکھی ہے اس کے معنی سامت مرزائی کے خلاف ہیں۔ اَمَّا میں مَا زَائِدٌ ہے اور جیسا کہ لام قسم جب داخل ہو انون ثقیلہ پر فاعل کی تاکید کرتا ہے۔ ایسے ہی مَا زَائِدٌ ہے۔ اس کے کوئی معنی مراد نہیں، اور نہ مَا کوئی عمل ہی کرتا ہے۔ بلکہ لام قسم کے قائم مقام ہو ہے۔ اور شرط کا مؤکد ہونا شرط کو باطل نہیں ہونے دیتا، اَمَّا میں شرط کی تاکید کے لئے لایا جائے اور مضارع کے معنی کو نہ رہنے دے۔ لیکن مرزائی شرط کو ڈکاسے سے ہی فہم کر جائے اور اَلْثَّغْلُ کو نوکر سمجھے تو اس کو خدا ہی ہدایت ہے اب فقیر تذاوہ نہا آیت اَمَّا يَا تَنْفِصُ لَمْ کے ماتحت مسلمانوں کی تفسیر سے حوالہ دیتا ہے، کہ امّا کے معنی اگر حرف شرط مراد ہیں، یا تاکید فعلی معنی ضرور ہیں۔

حلو (نوٹ ۱)۔ خاتم صاحب حیات صحیح کے متعلق جب رب العزت نے فرمایا اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِكْثَرَ لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ تَبٰی اَمَّا تَكِيدُ تَوْكِيْدًا ثَقِيْلًا مِّمَّا رَعٰ بِهٖ دَاخِلٌ ہوا تو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، اس وقت کیوں اس قانون کو بھول گئے، اس وقت جو مکہ حیات حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت ہوتی تھی، اس مقام پر مرزائی صاحب نے، بنا پاؤں لکھتے ہی نہیں دیا، اور یہاں جو ماتحت حرف شرط ہے اس جگہ یہ قانون بھول دیا اور یہ یاد کیا۔ ناہم۔

امّا کی تحقیق از تفاسیر

يَبْنِيْ اَدَمَ اَمَّا فِيْهِ اَوْحَامٌ نُّوْنٍ اِنْ شَرُّ طَيْبَةٍ فِى مَا زَانِدَةٌ
اس میں نون مدغم ہے، اِنْ شرطیہ ہے، مَا زَانِدٌ ہے۔

(۱) - تفسیر حلالین
۱۰۲

اَمَّا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اَمَّا حُرْتُ الشَّيْطَانِ وَمَا مَزِيْدَةٌ
لِشَاكِلِيْدٍ مَّعْنَى الشَّيْطَانِ ط۔

(۲) تفسیر جامع البیان
۱۳۶

اَمَّا حُرْتُ شَرْطٌ هے۔ مَا زَانِدٌ ہے، شرط کے معنی کی تاکید کیواسطے،
يَبْنِيْ اَدَمَ اَمَّا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ هے اِنْ الشَّيْطَانِ طَيْبَةٍ ضَمَّتْ اِلَيْهَا
مَا مَوْكِدَةٌ لَمَعْنَى الشَّيْطَانِ ط۔

(۳) تفسیر مدارک
۱۶۰

اِنْ شرطیہ ہے، مَا مَوْكِدَةٌ مشروط کے معنی کے لئے اس کے ساتھ ملا یا گیا ہے
يَبْنِيْ اَدَمَ اَمَّا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ هے اِنْ الشَّيْطَانِ طَيْبَةٍ ضَمَّتْ
اِلَيْهَا مَا مَوْكِدَةٌ لَمَعْنَى الشَّيْطَانِ ط وَحَزَاءُ هَذَا
الشَّيْطَانِ ط هُوَ الْفَاءُ۔

(۴) تفسیر خازن
۱۸۶

اَمَّا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِی اِنْ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

(۵) تفسیر
معالم التنزیل
۱۸۶

وَقَوْلُهُ اَمَّا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ هے اِنْ الشَّيْطَانِ طَيْبَةٍ ضَمَّتْ اِلَيْهَا مَا
مَوْكِدَةٌ بِمَعْنَى الشَّيْطَانِ ط وَلِذَا لَمْ تَنْصَرِفْ فَعَلِيهَا النُّونُ
الثَّقِيلَةُ وَحَزَاءُ هَذَا الشَّيْطَانِ ط هُوَ الْفَاءُ وَمَا بَعْدَهُ
مِنْ الشَّيْطَانِ ط وَالْحَزَاءُ هُوَ قَوْلُهُ فَمَنْ اتَّقَى وَاصْلَحَ۔

(۶) تفسیر کبیر
۲۹۹

سابقین مسلمانوں کی تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اَمَّا کے معنی صرف شرط کے ہیں۔ اَمَّا
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اگر آئیں تمہارے پاس رسل معنی صحیح ہیں، اور جو معنی وکیل صاحب نے کئے ہیں۔

وہ بلحاظ قانون نحو عربی صراحتہ غلط ہیں، کیونکہ یہ معنی لیفعلن کے ہیں، نہ امّا یا بنین کے۔
اب قرآن کریم سے امّا کی مثال دیکھ لیں، جو مضارع موکد بانون ثقیلہ پر داخل ہو، تو معنی ٹرٹ
کے ہوتے ہیں۔

امّا کی تحقیق قرآن کریم سے

(۱) بقرہ ۱۲۲ | اِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اگر آدے تمہیں میری طرف سے ہدایت تو جس شخص نے میری ہدایت کی تا بعداری کی تو ان پر کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

(۲) النعام ۶ | وَاِمَّا يَنْزِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ اِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝

(۳) انفال ۱۰ | فَاِمَّا شَقَقْنَاهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرٌّ دُيُومُنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُوْنَ ۝

(۴) یونس ۱۱ | وَاِمَّا تُدْرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ تُنْشِئْ قِيَمَتَكَ فَاَلَيْسَا مَرْجِعُهُمْ ۝

(۵) بنی اسرائیل ۱۵ | اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقْلُ لَّهُمَا اُتًى وَلَا تَنْصَرُهُمَا ۝

(۶) مریم ۱۶ | فَاِمَّا تَشْرِينَ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقَوْلِي اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا ۝

(۷) مومنون ۱۸ | اِمَّا تَشْرِينِ مَا يُوعَدُكَ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الْمَضِلِّينَ ۝

(۸) تم سجدہ ۲۷ | وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۝

(۹) زخرف ۲۵ | فَاِمَّا تَنْذَرُ هَبْ بَلَّغْنَا مِنْهُمْ مُّثَقَّمُونَ ۝

(۱۰)

۲۴
۸

فَإِمَّا نُرَبِّتَكُ بَعْضَ الَّذِي نَعْنُدُ هُمْ

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

ان تمام آیات میں اِمَّا مضارع مؤکد نون ثقیلہ پر داخل ہے۔ اور معنی حرف شرط کے۔ اگر ہیں، ثابت ہوا، کہ مرزائی معنی ضرور آئیں گے، یہ نحو عربی و اصطلاح قرآنی کے لحاظ سے غلط اور خود ساختہ ہیں، اور اِمَّا یاتین کے معنی اگر آئیں تمہارے پاس رسل معنی صحیح ہیں، اور یہ خطاب یٰبَنیٰ اٰدَم سے اولاد آدم علیہ السلام کو ہے، یعنی اس خطاب کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے، نہ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ظاہر نص سے ثابت ہے۔

مرزائی۔ مولوی صاحب غلط کہہ رہے ہیں، یہ آیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ لہذا اس میں تمام انسانوں کو خطاب کیا گیا ہے، یہ نہیں لکھا، کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں یہ کہا تھا، نیز اس آیت سے پہلے کئی مرتبہ یٰبَنیٰ اٰدَم آیا ہے، اور اس میں سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں، جیسا کہ یٰبَنیٰ اٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہے، چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں، فَإِنَّهُ خُطِّبَ لِأَهْلِ ذَلِكَ الْمَآءِ وَ يُقَالُ مَنْ بَعْدَ هُمْ۔ اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ یہ خطاب عام ہے، فخر الدین رازی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں، وَإِنَّمَا قِيلَ لَهَا سَلِّ وَانْكَانَ خُطْبًا بِاللَّهِ سَوَّلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأَمَّا قَوْلُهُ يَقْصُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَتَقِيلُ تِلْكَ الْآيَاتُ مِنَ الْقُرْآنِ شَرْحُ قَوْلِهِ تَقِيلُ تِلْكَ الْآيَاتُ فَقَالَ فَمَنْ اتَّقَى وَاصْلَحَ، پاکٹ بک ص ۱۵۔ اس نوٹ کا جواب ملاحظہ ہو۔

محمد عمر۔ مرزائی صاحب قدنی عقل بھی خدا کسی کو نہ عنایت فرمائے، خداوند تعالیٰ خطاب فرمادیں یٰبَنیٰ اٰدَم سے، اے آدم علیہ السلام کی اولاد، جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو رب العزت نے حضرت آدم

علیہ السلام اور خوا علیہا السلام کو خطاب فرمایا، اِنَّمَا يَنْبَغُكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ د پھر اگر تمہیں میری طرف سے ہدایت آئے، تو جس شخص نے میری ہدایت کی اتباع کی تو ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے، اس واقعہ کو بھی اِنَّمَا يَنْبَغُكُمْ سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قرآن کریم میں بیان فرمایا، لیکن کسی مسلمان نے آج تک یہ نہیں کہا اور نہ کوئی کر سکتا ہے، کہ یہ خطاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، بلکہ فرمان الہی مِّنْ اَنْبَاءِ مَا تَدْرُسُونَ سے متعلق ہے چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد زمین پر پیدا ہوئی شروع ہوئی، تو رب العزت نے ان کے ماں باپ کی طرف ان کو بھی خطاب فرمایا، يٰٓاٰدَمُ اِنَّمَا يَنْبَغُكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اِنَّمَا يَنْبَغُكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ہ اس آدم علیہ السلام کی اولاد، رہتا ہے باپ چونکہ نبی اللہ تھے، ان کو براہ راست اِنَّمَا يَنْبَغُكُمْ مِّنِّي هُدًى سے خطاب کر کے نصیحت کی تھی، ایسے ہی تمہیں بھی اپنا ایک حکم جاری کرتا ہوں، کہ ہر ایک تو رسول بن نہیں سکتا، ہاں، اگر تمہارے پاس تم سے ہی بعض رسول آئیں اور میری کہتیں تم پر بیان کریں، تو جو شخص ڈر گیا اور نہ سناج بن گیا، تو ان پر کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

تو اب اس خطاب الہی یٰٓاٰدَمُ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے خطاب شروع کرنا کوئی ایماندار اور صاحب انصاف نہیں کہہ سکتا اور پھر خداوند کریم نے بھی اِنَّمَا يَنْبَغُكُمْ حرف شرط سے خطاب فرمایا، کہ اگر تمہارے پاس آئیں بعض تم سے رسول تو اس ایماندار شرط نے ثابت کر دیا، اے اولاد آدم علیہ السلام وہ وقت بھی تم پر آئے گا کہ نبوت کا دروازہ بند بھی ہو جائیگا، ورنہ رب العزت صبیحہ استمراری استعمال فرماتے، کَانَ يٰٓاٰدَمُ کہ تمہارے پاس رسل ہمیشہ آتے رہیں گے جب رب العزت نے ان کے لئے حرف شرط سے حرف شک استعمال فرمایا، کہ اگر آئیں تمہارے پاس رسل تو صاف ظاہر ہے کہ فرمان الہی اگر نہ آئیں تو تم اپنی طرف سے نبوت کو جاری کر کے جعلی نبی نہ مقرر کر لینا، بلکہ میری نبوت کے اختتام کو تم ختم پر ہی یقین رکھنا، یہ ہے مطلب خداوندی جس کو دلیل صاحب نے ہیر پھیری سے کام لیا،

چنانچہ رب العزت نے سورہ اعراف کے دوسرے رکوع سے حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے واقع کو شروع فرمایا، وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ شُمَّ صَوْرًا كَمْ شُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّاۤ اِبٰلِیْسَ۔ پھر شیطان کا اعلان اولاد آدم علیہ السلام کو بمقابلہ اخراج قال فَبِمَا اَخُو یُنٰی لَا تَعُوْدَنَّ لَمْ یَصِرْ اَطْلَقَ الْمُتَقِیْمَ شُمَّ لَا تَبِیْئُهُمْ مِنْ بَیْنِ اَیِّیْنِهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِبْ اَکْثَرَهُمْ شَالِرِیْنِ بیان کیا گیا، لہذا رب العزت نے شیطان کے اس اعلان گمراہی کی رد کے لئے انبیاء کرام مقرر فرمائے اور اولاد آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا، یٰۤیْنَیْ اٰدَمُ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَا اَخْدَحَ اٰبَؤُکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ۔ چنانچہ اسی ہدایت کے اجراء کے واسطے جملہ معترضہ کے طور پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطانی بے حیائی سے روکنے کا ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں پھر اولاد آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ میں نے تمہاری خاطر اس شیطانی رد کے لئے رسل کو مقرر کر دیا ہے، اور اے اولاد آدم علیہ السلام شیطان کے اس اعلان کی حمایت نہ کرنا، بلکہ اَمَّا یٰۤاَبِیَّتِیْکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقْصُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ مِنْ اَللّٰهِ وَ اَمْلَحَ فَلَآخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ کا حکم صادر فرمایا، تو خداوند کریم نے یہ اعلان شیطان کے مقابلہ کے لئے اولاد آدم علیہ السلام کو اس کے اس اعلان لَاَعُوْذُ بِہُمْ کے جواب میں سنایا، مرزائی اس واقعہ خداوندی کو دو ٹوک سے کر کے مطلب خداوندی کو فوت کرنا چاہتا ہے، کہ جی درمیان میں خداوند نے جملہ معترضہ کے طور پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیوں کر دیا، حالانکہ یہ قانون الہی ہے، کہ کلام نقل فرما دے، موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور ماسبق کی تو ضمناً ضرور بطور نصیحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمادیتے ہیں، تو اس ضمنی عبارت سے جو بطور جملہ معترضہ بیان ہو، تو مرزائی مابعد کی کلام کو ماقبل سے علیحدہ سمجھے، تو یہ مرزائی ایمان کا تقاضا ہے۔ اسلام قرآنی کلام کو بدلنے کے سخت خلاف ہے، پھر خُذْ وَاٰیٰتِیْکُمْ کے ماتحت علامہ سیوطی کے قول کو پیش کیا جاتا ہے،

پہلا جواب تو یہ ہے کہ اگر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان واثق ہے تو اس نے اَمَّا کو حرف شرط لکھا ہے، تم نے اُس کے خلاف کیوں اپنے معنی ضرور کے کئے، کیا اس پر تمہارا

ایمان ہے؟ اگر نہیں تو یہ بھی تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتا، اور اگر امّا کے معنی پر ایمان ہے، تو تمہارے معنی غلط ثابت ہو گئے۔ اور ہمارا مطلب صاف ظاہر ہے۔

دوسرا جواب متنازعہ فیہا آیت یٰبَنِی آدَمَ اِمَّا بَايْتَكُمْ رُسُلًا مِّنْكُمْ کے ماتحت دیکھاؤ، کہ علامہ سیوطی نے لکھا ہو کہ مَارِسَةُ خِطَابٍ لَا هِلَ ذَالِكَ الْمَنْ مَانٍ کہ اس آیت میں اس زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے، جب متنازعہ فیہا آیت کے متعلق یہ تخصیص موجود نہیں، تو اس کے علاوہ دوسری آیتوں میں اگر کوئی تخصیص کرے تو کرے ہمیں اس سے غرض نہیں، ہماری غرض تو یٰبَنِی آدَمَ اِمَّا بَايْتَكُمْ سے ہے، اور اس کے متعلق انہوں نے یہ جملہ فرمایا نہیں، تو تم مرزائی مطلب کسی آیت کا ہو اور چسپاں کسی اور پر کرو۔ تو یہ مرزائی سہلنڈا ہے، جس کو ہر مسلمان سمجھتا ہے،

تیسرا جواب یہ ہے کہ یٰبَنِی آدَمَ اِمَّا بَايْتَكُمْ متنازعہ فیہا آیت میں بنی آدم کو خطاب کر کے اِمَّا حرف شرط سے مشروط کیا ہے، کہ اگر رسل کو بھیجتا رہوں۔ تو ایمان اُسی پر لاتے رہنا، جب رسالت و نبوت کو بند کر دوں، تو تم بھی رُک جانا، کسی غیر نبی کو اپنی طرف سے نبی نہ بنا بیٹھنا۔ چنانچہ رب العزت نے یَا يٰعَسَا النَّاسُ اِنِّي رُسُولُ اللّٰهِ اَنۡبِیْکُمْ جَمِیْعًا۔ وَ اِنَّمَا اَنْتَ مُنۡذِرٌ وَّ لٰکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ۔ اور دیگر کئی آیتوں سے اس شک کو دور کر کے شرط کو ختم کر دیا، کہ اب تم تمام کی طرف ایک ہی رسول کافی ہے، اب ان کے بعد اور کوئی رسول پیدا نہیں ہو گا، لیکن اسی واقعہ کی دوسری آیتوں میں بجائے حرف شرط کے ہیں خبر پیش فرمائی، مَثَلًا یٰبَنِی آدَمَ قَسَدًا اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاۗتِکُمْ وَ رِیْشًا۔ اور کہیں نبی کا حکم صادر فرمایا یٰبَنِی آدَمَ لَا یُفۡتِنَکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اٰبَوَیْکُم مِّنَ الْجَنَّةِ۔ اور کہیں امر سے حکم جاری فرمایا، جیسا کہ اَقِیْمُوْا وَّ حٰجُوْهُنَّ۔ وَ یٰبَنِی آدَمَ خُذُوْا زِبۡنَکُمۡ عِندَ کُلِّ مَسۡجِدٍ۔ امر اور شرط کی تفریق کا بھی علم اگر مرزائی کو نہ ہو، تو یہ مرزا جی کا تصور ہے۔ لطف شب تھا، کہ اس مقام پر بنی آدم کا خطاب فرما کر رب العزت حرف شرط سے جملہ شرطیہ فرماتے۔ اور پھر اس کا حکم قیامت تک جاری ہوتا، اور جملہ شرطیہ کے تنازعہ کو خیر یا نہی یا امر پر تیسرا کرنا یہ تمہاری کم علمی پر دال ہو گا، جس پر تمہیں معذور سمجھا جاوے گا، خداوند کلیم

تمہیں ہدایت کی توفیق بخشے، اور عبارت قرآنیہ سمجھنے کی توفیق دے، اور قرآن کریم کو بگاڑنے سے خدا ہر شخص کو محفوظ رکھے، تو ثابت ہوا، کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسری آیت کو سمجھنا حقیقت ہے، کیونکہ امر بہ شرط نہیں، تمہارا شرط کو امر پر قیاس کرنا غلط ثابت ہوا۔

باقی رہا تمہارا بیان کرنا تفسیر کبیر کی عبارت کو چھانٹ کر، تو یہ تمہاری مرزائیات سے سمجھو لگا یا کٹ بک میں تو کانٹ چھانٹ کر عبارت کو پیش کر دیا، لیکن کتاب سے تو تم نکالتے نہیں سکتے، تفسیر کبیر کا مطلب بھی عرض کرتا ہوں، علامہ رازی نے پہلے بیان فرمایا، اِمَّا يَاقِيَنَّا - هِيَ اِنَّ الشَّيْطَانَةَ اس کو چھوڑ گئے کیونکہ مرزائی معنی کی جڑا کٹی تھی، اور پھر جو علامہ رازی کی عبارت پیش کی، اس کا مطلب بھی الٹ بیان کیا، حالانکہ تمہاری پیش کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے، کہ یہ فرمان الہی رُسُلُ اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حالانکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کر نیوالے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہم ماضیہ کی سنت کے مطابق کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا، کہ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے تشریف لائے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ایسے رسول کا آنا محال تھا، اُن کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے رد فرمادیا، اور علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا يَقْضُونَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ سے مراد قرآن کریم ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے تشریف لا کر تم پر میری آیتیں یعنی قرآن پڑھتے ہیں، ”پڑھتے نہیں“ جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے، تو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فرمایا، کہ جو شخص متقی اور صالح ہو گیا تو قیامت میں اُسے کوئی ڈر نہیں، تو حقیقت یہ ہوئی کہ رسل جمع سے علامہ رازی نے واحد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے اور يَقْضُونَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ سے فعل واحد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علامہ رازی نے مراد لیا، تو تمام آیت کا مطلب یہ ہوا، کہ اگر تمہارے پاس میرا رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور میرا قرآن تلاوت فرمائے تو جو اس قرآن کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو گیا، اور نیک ہو گیا تو قیامت کا اُسے کوئی خوف نہیں، اور نہ اُسے عذاب الہی کا ڈر ہے، اور اگر نبوت کا اجراء ہوتا اور اطاعت میں نبوت ممکن ہوتی، تو ناجز ایہ کے ماتحت نتیجہ یہ بیان ہوتا، کہ اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر میرے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو بجائے فَمَنْ اتَّقٰ وَاصْلَحَ جو شخص متقی بنا اور نیک ہو گیا تو اسے خوف و

خطر نہیں جانتے تھا اور جبکہ نبوت کا دروازہ بند ہے، اتقا اور صالحیت کا دروازہ کھلا ہے۔ تو علامہ رازی کی عبارت نے بھی وکیل صاحب کا ساتھ نہ دیا، جس کو وکیل صاحب نے اُلٹ بیان فرمایا، یہ ہے وکیل صاحب کے نوٹ کا اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب، جس کو وکیل صاحب نے غلط بیان کر کے افترا کا ثبوت دیا، باقی رہا خُذُوا زِينَتَكُمْ حِند کُلِّ مَسْجِدٍ، وکیل صاحب نے بڑے شد و مد سے مسجد کے عموم کو توڑنے کی کوشش فرمائی، لیکن یہ نہیں سوچا کہ جب لَنْتَخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا میں خداوند کریم نے لفظ مسجد کو عام مراد لیا ہے، کیونکہ اصحاب کہف کی کہف پر جب یہود نے مسجد بنوائی تو اللہ تعالیٰ نے بھی مسجد کا لفظ استعمال فرمایا، تو اس اصطلاح قرآنی کے مقابلہ میں کسی کا قول مسموع نہ ہو گا، اور مسجد کا عموم ہی مراد لیا جا دے گا، تفسیر کبیر کے مطلب کو تفسیر پہلے بیان کر چکا ہے اس لئے پاکرٹ بک ص ۱۹ کی عبارت کا جواب دوبارہ درج کرنیکی ضرورت نہیں،

”مرزائی“ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اِیْتَانِ الرَّسُلَ اَمْرًا جَائِزًا وَرَافِضًا رَسُلَ کا آنا جائز ہے واجب نہیں۔

ثابت ہوا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول کا آنا جائز ہے، اگرچہ ضروری نہیں، کہ رسول ضروری آئیں، بہر حال امکان نبوت کو تسلیم کر لیا گیا، پاکرٹ بک ص ۱۹، ”محمد عمر“ مرزائی صاحب کا کتابوں کی عبارت کو کانٹ چھانٹ کر بیان کرنا بائیں ہاتھ کا کام ہے، اب تفسیر بیضاوی کی عبارت کو پیش کر کے اس کا مطلب عرض کرتا ہوں۔

سَرُّ طَ ذَكْرُكَ بِحَدِّبِ الشَّلَقِ لِلتَّيْبِدِ عَلٰی اَنْ اِیْتَانِ الرَّسُلَ اَمْرًا جَائِزًا غَيْرَ وَاجِبٍ كَمَا ظَنَنَّا اَهْلَ التَّعْلِيمِ۔ یعنی رسل کا آنا امر جائز ہے واجب نہیں، جیسا کہ اسے گمان کیا ہے روافض نے، یعنی جو رافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول مانتے ہیں، وہ اہل التعلیم کہلاتے ہیں، تو اہل تعلیم روافض کا عقیدہ ہے، کہ رسل کا آنا امر جائز ہے واجب نہیں، یہ ہے علامہ بیضاوی جس نے رافضیوں کے ایک فرقے کا عقیدہ اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کا اور نہ ہی اپنا عقیدہ لکھا ہے، جو مرزائی بن جائے خدا کا خوف تو اس کے دل سے اُٹھ جاتا ہوگا

جو دل چاہے لکھے اور جو دل چاہے کہے کون پوچھنے والا ہے۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب اس آیت کے متعلق تو ثابت ہو چکا کہ قرآنی اصطلاح کے مطابق یٰبْنِیْ اٰدَمَ سے اولاد آدم علیہ السلام کو اپنی کے واقعہ میں حرف شرط سے بیان کیا گیا ہے، اور حرف شرط حرف شک آئے آئے نہ آئے نہ آئے، تو اس حرف شک سے ثابت ہو گیا، کہ خداوند کریم نے چونکہ نبوت بند کرنی تھی، اس لئے اٹھا حرف شرط سے مشروط فرمایا، باقی ایک اور آیت پیش کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے، ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہ اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا، راستہ ان لوگوں کا کہ جن پر تو نے اپنی نعمت نازل کی، گویا ہم کو بھی وہ ہی نعمتیں عطا فرما، جو پہلے لوگوں کو تو نے عطا فرمائیں، اب سوال ہوتا ہے کہ وہ نعمتیں کیا تھیں، قرآن مجید میں ہے۔ يَقُوْمُ اٰذْكُرْ دَاۤءِمًا اللّٰهَ عَلٰیكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَ لَكُمْ مَلٰٓئِكًا (مائدہ رکوع ۴)۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، اے قوم تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو، جب اس نے تم میں سے بنی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا، تو ثابت ہوا، کہ نبوت اور بادشاہت دو نعمتیں ہیں، جو خدا تعالیٰ کسی قوم کو دیا کرتا ہے، اور اپنی دونوں نعمتوں کے طلب کرنے کا خدا نے سورۃ فاتحہ میں اعلان کیا، لہذا امت محمدیہ میں نبوت ثابت ہوئی۔

”محمد عمر“ فقیر اس آیت سے تمہارے استدلال کو حل کر چکا ہے، تمہارے دوبارہ سوال کرنے کی وجہ سے پھر حل کر دیتا ہوں،

پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے، آیت حکمی نہیں، لہذا دعا میں جو قابل قبول ہوتی ہے قبول کی جاتی ہو ورنہ نہیں، لہذا اس جملہ دعائیہ میں تم ہمارے سامنے یہ استدلال پیش نہیں کر سکتے، بلکہ خداوند کریم کو یہ حجت پیش کر سکتے ہو، کہ یا اللہ! تیری پڑھائی ہوئی دعا سے ہم ملتے ہیں، کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے، اُن میں تو نے نبوت کو بھی شامل کیا ہے، تو تو ہمیں منعمین سے پہلا درجہ بھی عطا کر، تو وہ نہیں اس کا جواب دے رہا ہے، کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تعلیم بھی میں ہی پڑھا نیوالا ہوں، اور پہلے درجہ نبوت کی ٹکٹ بھی تو میں نے ہی بند کر دی ہے، صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کا ٹکٹ مل سکتا ہے، نبوت کا ٹکٹ جس کو

دل چکا، بلچکا۔ اب بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا ٹکٹ ملنا میری طرف سے محال اور ناممکن ہے، وداوٹ کو گرفتار کیا جاویگا،

دوسرا جواب اس جملہ دعائیہ کے سب سے زیادہ واجب القبول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ پانچوں وقت دن میں تمام عمر دعا فرماتے رہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضیٰ وغیرہم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے امتداد میں آمین بھی کہتے رہے ہیں، جب ان کو مستجاب الدعوات کی طرف سے صدیقیت، شہادت اور صاحبیت کا ہی درجہ ملا تو تم کیسے درجہ نبوت کو حاصل کر سکتے ہو۔ معلوم ہوگا کہ نبوت کسی شخصے نہیں۔ یا کہو کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ ان کے لئے دل سے کھوٹے تھے کہ خود تو نبوت لے لی اور جب ان کو دلوانے کا وقت آیا تو ان کو صدیقیت، شہادت اور صاحبیت میں اُلجھا دیا تو یہ بھی محال امر ہے، کیونکہ آپ کے اس امر کی صفائی رب العزت نے کر دی ہے، مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُغْلَبَ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے کھوٹ لائق ہی نہیں، اور یہ عقیدہ کفار کا تھا، کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر سے کھوٹے تھے جس کے جواب میں رب العزت نے یہ صفائی پیش کی، یا یہ ہو، کہ آپ دعا تو تمام صحابہ کرام کے لئے فرماتے رہے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے لئے بجاں دل اِٰھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کا وظیفہ دن رات پڑھتے رہے، لیکن خداوند کریم نے منظور نہیں کیا، محض مرزاجی کا ہی کیا، تو یہ بھی محال، کیونکہ جن پر سات دفعہ اس کا نزول ہوا ہو، انکو تو رب العزت ٹھکرا دے اور ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد جس سے کوئی بات حیت ہی نہیں اس کو دیدے یہ خلاف اصول قرآن ہے، اس کا وعدہ وَ يَسْجُدُ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَخُذَا کسی مومن کی دعا کو ٹھکراتا نہیں، موجود و مقرر ہے، بلکہ جن کو سَخِيَّ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ سَخُوْا عَنْهُ کی سند عطا کر دے، اور پھر ان سے اچھے رُتے کو باوجود طلب کرنے کے بھی عطا نہ کرے تو معاذ اللہ، معاذ اللہ خداوند کریم کا ذب ثابت ہوگا اور کذب باری محال، لہذا خداوند کریم سچا، اس کی کلام سچی، اس کا وعدہ سچا، اس کی آیت اِٰھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے نبوت کا استنباط کرنا اِنْ شَاءَ اللہ ہے۔

لہذا ثابت ہوا، کہ جملہ دعائیہ اِٰھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے حصول نبوت کی ہوس غلط ہے، خلاف حکم خداوندی ہے، خدا ہی سے تجاوز کرنا ہے۔

تیسرا جواب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ جملہ دعائیہ عام ہے، جس میں عورتیں بھی شامل ہیں، خداوند کریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کسی عورت کو یہی نبوت عطا فرمادیتے لیکن جب عورتوں کے لئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے علاوہ ایک حکم برجائے لا تُخْجِی الْیَمَمُ تخصیص موجود ہے، تو اس جملہ دعائیہ کے لئے منعمین من اللہ سے نبوت ختم ہونے کی کئی آیتیں مخصوصہ موجود ہیں، جنکے انکار سے قرآن کریم کی تفسیر لازم آتی ہے۔

دکیل صاحب نے ایک اور ہوشیار کی فرمان موسوی یَقُومُ اِذْ کَرُمَا نَعَمْتَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَاءً وَ جَعَلَ فِیْکُمْ مَّسَلُوْکًا، اس آیت کی رو سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو انعام خداوندی بتایا، لیکن دکیل صاحب نے بنی اسرائیلی انعام کو امت محمدیہ پر چسپاں کر دیا، حالانکہ اُن کے احکام اور اس امت کے احکام جداگانہ ہیں، اور نطف تب تھا، کہ دکیل صاحب کسی آیت سے امت محمدیہ کے حق میں ایسی آیت دکھاتے، جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہوتا، کہ اے میری قوم، یا اے میری امت خداوند کے انعام کو بھلانا نہیں تم میں وہ انبیاء پیدا کریگا، جب ایسی کوئی آیت موجود نہیں، تو کلام موسیٰ سے اسرائیلی قوم کے واسطے ان کے انعامات کو جتاننا پھر امت محمدیہ پر ان کو چسپاں کر کے مخلوق خدا کو دھوکا دینا یہ محض کا دیانی کید ہے، جس کو مسلمان سمجھ چکے ہیں، اور نہ ہی خداوند کریم کا سر مصطفویہ میں باڑہ موسوی ڈال سکتا ہے، پھر انعام الہی کو محض نبوت اور بادشاہت میں مقید کرنا یہ خاصہ دکیل صاحب کا ہی ہے، انعامات خداوندی مسلمانوں پر بے شمار ہیں، کہ لَا تَعْدُوْا وَلَا تَحْصُوْا، جیسا کہ ارشاد الہی . . . وَ اِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تَحْصُوْہَا سے ظاہر ہے، پھر اگر بفرض محال اس آیت سے چشم پوشی کر دگے، تو صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کے انعامات الہیہ کا انکار لازم آئیگا، دکیل صاحب کو حازظ سے معذور سمجھو لگا۔

تو نتیجہ صاف ظاہر ہے، کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے دربار خداوندی میں بندہ ملحق ہے کہ خداوند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنے منعمین، صدیقین اور شہداء اور صالحین کی جماعت میں شامل کر دینا، یا اللہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شمولیت کا خواہش رکاز ہوں

تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ان کے عہد نبوت کو دست اندازی کرنیوالوں سے نہیں ہوں، اور یہی مطلب جس آیت میں آتھم علیہم کا ہے۔

زانی۔ مولوی صاحب اس آیت کا مطلب خوب سمجھ لیا، اور وکیل صاحب کے درجہ کو بھی سمجھ گیا، کہ وہ بھی حکم کو انہوں نے مرت محمد یہ پر سچا کر دیا، حالانکہ ان کے زمانہ میں نبوت کا دروازہ بند نہ تھا، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اب ایک اور آیت پیش کرتا ہوں جس سے اجرائے نبوت ثابت ہے، یا ایہا الرسل کلوا من ثمراتہن ما عملوا صلاباً (مومن رکوع ۳)۔ اے رسولو، پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو، یہ جملہ نداء ہے، جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے، اور لفظ رسل بصیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایلے رسول تھے، آپ کے زمانہ میں کبھی کوئی اور رسول نہ تھا۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آئیں گے، ورنہ کیا خداوند ذات یافتہ رسولوں کو یہ حکم نہ رہا ہے، اراکھو اور پاک کھانے کھاؤ، اور نیک کام کرو۔ پاکرٹ بک صفحہ ۱۷۱۔

محمد عمر۔ وکیل صاحب کلام الہی کے سیاق و سباق دیکھنے سے عاری ہیں، مرزا صاحب نے جسے بہکا دیا، امتنا و ننتنا کہہ دیا۔ وکیل صاحب یہ کلام خداوندی ہے، اس نے حساب لینا ہے، مرزا صاحب حساب لینے والے نہیں ہیں، مرزائیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کلام خداوندی کی اس آیت پیش کر دے گا ماقبل ملاحظہ فرماؤ، کہ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یا تمام انبیائے مابین کا، اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو رہا ہے تو کلام خداوندی کے مطابق انبیائے مابین کے ذکر میں انبیائے مابین کے خطاب کو نقل فرما کر بیان فرمایا، کہ رسل کا کھانا حلال طیب ہوتا تھا، غیر کی ناجائز بھائی دبا لے لینے کے لئے اپنے لڑکے کو متبنی بنا کر زوی القروض کو محروم رکھنا یہ رسل کی شان نہیں تھی اس لئے تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے رزق کی صفت طیبات سے بیان فرمائی، ماقبل ملاحظہ ہو، شَرَّارُ سَلْنَا دَسَلْنَا تَرَاہ پھر ہم نے بے درپے اپنے رسول بھیجے، آگے فرمایا، شَرَّارُ سَلْنَا مَوْسٰی وَ آخَاہَارُونَ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھیجا، پھر ابن مریم علیہ السلام

کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ **يَا أَيُّهَا الرَّسُلُ كُلُّوْا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا**۔ اس مقام پر رب العزت نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرماتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام تک ذکر فرمایا، نبی علیہ السلام کا اس مقام پر ہی نہیں، اور رب العزت نے اسی مصاحت کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس خطاب سے ما قبل ذکر نہیں فرمایا، تاکہ کوئی کج طبع یہ نہ سمجھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، اور آپ کو خطاب ہو رہا ہے، اور اصیغۂ جمع ہے، ہذا رسالت کو کوئی جاری سمجھ بیٹھے، وکیل صاحب اگر آپ کو مرزا اثیت انصاف سے مانع ہو، تو کسی ہندو، سکھ یا عیسائی کے سامنے ہی قرآن رکھ کر تسلی کر لو، کہ اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے، اس جگہ تمام مذکورہ آیات میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا ہی نہیں گیا اور نہ کوئی اس مقام پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صادر ہوا ہے، انبیائے مابین کا ہی ذکر ہے، اور انہی کے لئے ہی اس خطاب کا ذکر حکایت ہو رہا ہے، **يَا أَيُّهَا الرَّسُلُ كُلُّوْا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا** کہ اے مابین من الانبیاء طیب کھانا کھاؤ اور عمل صالح کرو، یہ خطاب مابین من الانبیاء کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جا رہا ہے، جو ان کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا، باقی رہا تھا کہنا کہ یہ جملہ ندائے خداوند کے آئے والوں کو خطاب ہے، جو حال اندہ استقبال پر دال ہے یہ غلط ہے، کیونکہ خداوند کریم سے کوئی شے ہی بعید نہیں، تو ندائے خداوندی کو ندائے انسانی پر قیاس کرنا یہ مرزائی قانون ہی ہے، تو بہر صورت فیصلہ اس امر پر ہو گا، کہ اس مقام پر ذکر کس کا مذکور ہے، جو مذکور ہو وہی مخاطب ہو گا، جب اس مقام پر قبل از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے، تو اس عبارت خطاب کا تعلق بھی انہیں سے ہو گا، نہ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اگر عقل انسانی کو بھی خدا پر قیاس کرو، تو بھی تمہارا استدلال غلط ہے، کیونکہ ندائی خطاب للعمل حال سے ہی متعلق ہوتا ہے، تو زمانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نبی یا رسول تھا ہی نہیں، اور جمع کا اطلاق کم از کم نہیں ہوتا، تو معاذ اللہ خطاب خداوند تعالیٰ غلط ثابت ہو گا، اور جو خطاب حال کے لئے غلط ہے، وہ استقبال کے لئے بطریق اولیٰ غلط ثابت ہو گا، تو کلام خداوندی کو غلط تصور کرنے

والا یا عتیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج اور منکر قرآن سمجھا جاتا ہے، لہذا ماننا پڑیگا، کہ اس آیت کریمہ سے اجرائے نبوت کا استنباط مرزائیہ غلط اور آیت قرآنیہ کو بے ربط کرنا ہے، اور اس یا آیتھا المرسل جمع کے مصداق وہی انبیا اور رسل علیہ السلام ہی ہیں، جو اس مقام پر مذکور ہیں، اور قبل از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور چونکہ وہی ایک زمانہ میں کئی کئی رسل علیہم السلام تشریف فرما ہے، اور انہی کو ہی موافق سیاق و سباق خداوندی خطاب ہے، باقی رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طیبات کا حکم خداوندی تو وہ دوسرے مقام پر بھی مذکور ہے،

(۱) لقمر ۲۰ | يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ .

(۲) لقمر ۲۱ | يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ .

(۳) مائدہ ۸۷ | فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا .

بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے اختیار کئی بخشا ہے، جسے آپ چاہیں حلال طیب فرمادیں، اور جسکو چاہیں حرام فرمادیں، جیسا کہ ارشاد الہی ہے جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں بطور تعریف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان ہوا،

اعراف ۱۵ | وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے طیبات کو حلال فرمادینگے اور

خبیثات اشیاء کو ان کے لئے حرام کرینگے،

اور اسی لئے تمہاری پیش کردہ حدیث مسلم شریف میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقال یا آیتھا المرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ کو بیان فرما کر اپنے حکم کو بعد میں دوبارہ ذکر فرمایا، وقال اللہ تعالیٰ یا آیتھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم درہ و ان اللہ امر المؤمنین بما امرہ المرسلین کے ساتھ آیت کو چپا کر کے کلام کو نام کیا جاتا، لیکن جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انبیا علیہم السلام کے حکم طیبات کے کھانے کا بیان فرما کر اپنے

حکم کو علیحدہ بیان فرمایا، تو ثابت ہوا کہ یہ خطاب اس مقام پر پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام کا ہو رہا ہے، نہ کہ زمانہ استقبال پر دال ہے، جیسا کہ تم نے قرآنی عبارت کے ربط کلامی کو ترک کر کے ایک جملے کو علیحدہ کر کے غلط مطلب بیان کرتے ہوئے مرزا نے کافشہ کھینچ دیا۔

یا ایہا الرسل کی تحقیق از تفسیر

حدیثی المثنیٰ قال ثنا اسحق قال ثنا شام
ابو عبد اللہ قال ثنا مباح قال ثنا عبد الرحمن
بن زیاد عن ابی سیار السلی قال ان اللہ جعل

ابن جریر

۱۱۳

اَدَمَ وَ ذُرِّيَّتَهُ فِي كَفِّهِ فَقَالَ يَبْنِي اَدَمَ اِمَّا يَاتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنْ اتَّقَى وَ اصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُونَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَى الرِّسْلِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا الرِّسْلُ
كُلُّوْا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَ اَعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

ابو سیار سلمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو اپنے دست قدرت میں کیا، پھر فرمایا کہ اے اولاد آدم علیہ السلام اگر تمہارے پاس تم سے رسل تشریف لادیں، تم پر میری آیتیں بیان کریں، تو جو شخص متقی ہو گیا اور نیک ہو گیا تو ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ غم کھائیں گے، پھر رب العزت نے تمام رسولوں کی طرف نظر فرمائی، تو فرمایا، اے رسولو، پاک اشیاء کھاؤ، اور عمل نیک کرو، جو کچھ تم عمل کرنے والے ہو میں جاننے والا ہوں،

اس عبارت سے دو آیتوں کا مطلب واضح ہو گیا، اِمَّا يَاتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ کہ یہ خطاب بھی یوم میثاق ہی تمام رسل کو اللہ نے مخاطب ہو کر فرمایا تھا، یہ بھی اب کا واقعہ اور خطاب نہیں، جیسا کہ مرزا نے بیان کرتے ہیں، اور پھر یوم میثاق ہی تمام رسل کو مخاطب ہو کر فرمایا یا ایہا الرسل، کُلُّوْا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَ اَعْمَلُوا صَالِحًا۔ یہ دونوں خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں، بلکہ یوم میثاق رب العزت نے فرمائے، اور تمہاری پیش کردہ ترمذی شریف کی حدیث میں بھی مرزا نے مطلب کا رد ہے اور مسلمانوں کے رب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا

ہے، جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ رَاٰلِہٖمُ وَاٰلَہٗمُ سَلَامٌ** دیکھا اَمْرٌ بِہِ الْکَرِہِیْنِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو **یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ** سے حکم دیا ہے جیسا کہ زمانہ گذشتہ میں آپ نے رسولوں کو **یَا اَیُّہَا الرَّسُلُ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ** سے حکم فرمایا، کیونکہ اَمْرٌ صِغْرٌ ماننی ہے، جو زمانہ گذشتہ پر دال ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ خطاب مابین انبیاء و رسل علیہم السلام کو ہے جو ظاہر نفس سے ثابت ہے اور تمہارا اجرائے نبوت کا اس آیت میں اشارہ یا کنایہ بھی موجود نہیں یہ تمہارا محض مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے، اور اس آیت کے متصل ہی چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، اس لئے تفسیر حسینی نے لکھا ہے: **یَا اَیُّہَا الرَّسُلُ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ** اسلام است، بر سبیل تعظیم می فرماید۔

”مرزائی“ تفسیر القان میں ہے، کہ **یَا اَیُّہَا الرَّسُلُ** میں خطاب محض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ملاحظہ ہو خطاب الواحد **یَا اَیُّہَا الرَّسُلُ** **کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ** **بِکَیۡفَیۡہِ**۔

”محمد عمر“ استغفر اللہ بھائی وکیل صاحب، آپ تو وکیل ہیں، تمہیں خبر ہونی چاہیے کہ جو پہلی دفعہ چوری کرے اس کو گورنمنٹ کی طرف سے تھوڑی سزا دی جاتی ہے، کہ شاید بچاؤ ہو کر بیٹھا ہو تو تھوڑی سزا سے ہی درست ہو جائے، لیکن جب بار بار چوری سے پکڑا جائے اور چوری کا عادی ہو جائے تو اس کو نمبر ڈس میں پولیس درج کر لیتی ہے، اور جب بھی اس علاقہ میں کوئی چوری ہو تو اس کو پہلے بلا کر پٹیا جاتا ہے، کہ چور تم ہو، یا مال دید و یاد لوادو، تمہیں مال مسروقہ کی خبر ضرور ہے، ایسے ہی جب کسی حوالہ کی قطع و برید پر نظر پڑے تو فوراً مرزائیوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، کہ یہ کام مرزائیہ کا ہی ہے، یا ان کے مشورہ سے ہوا ہے، جن میں شرعی نمبر ڈس کے مجرم خاص وکیل صاحب ہیں، کہ جو حوالہ دیکھو اُس میں عبارت مکرر ضرور ہوتی ہے، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی وکیل صاحب چراگئے، آئیے تفسیر پوری عبارت نقل کرتا ہے،

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر مخاطبات الہیہ کے اقسام کو ذکر فرمایا ہے چنانچہ تیرہویں تمہید میں فرمائی، کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں لفظ واحد استعمال فرماتے ہیں اور مراد جمع ہوتی ہے، جیسا کہ **یَا اَیُّہَا النَّاسُ مَا خَرَقَ بِرَبِّکُمُ الْکَرِہِیْمَ** ملاحظہ ہو،

تفسیر القرآن مصری

۲۵

الثَّالِثَ عَشَرَ خُطَابُ الْجَمْعِ بِلَفْظِ الْوَاحِدِ نَحْوُ يَا
 أَيُّهَا النَّاسُ مَا خُذْتُ بِذِيكَ الْكَرْبُيْهَةِ

اور آگے چودھویں قسم بیان فرمائی کہ خداوند کریم قرآن کریم میں ایسے
 بھی خطاب فرماتے ہیں کہ خطاب ایک کو ہو اور لفظ جمع مستعمل ہوتا ہے، جیسا کہ يَا أَيُّهَا
 الرَّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ میں، تو اس آیت میں خطاب صرف اکیلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کو ہے، اور لفظ رُسُل جمع کا ہے، کیونکہ آپ کے زمانے میں بھی اور آپ کے بعد بھی کوئی
 نبی پیدا نہیں ہوگا، اب عبارت عرض کرتا ہوں، صفحہ مذکورہ بالا پر یہی مذکور ہے،

الرَّابِعَ عَشَرَ خُطَابُ الْوَاحِدِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ نَحْوُ يَا أَيُّهَا الرَّسُلُ
 كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ إِلَى قَوْلِهِ نَذَرُهُمْ فِي غَمَرٍ رَبِّمْ فَهُوَ خُطَابٌ لَهُ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدًا إِذْ لَا نَبِيَّ مَعَهُ وَلَا بَعْدَ ۝

چودھویں قسم ہے کہ مخاطب صرف ایک ہی ہے (اور ایک کو ہی مخاطب کیا گیا ہے)
 لفظ جمع کے ساتھ، جیسا کہ يَا أَيُّهَا الرَّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ الخ، تو وہ خطاب نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کو ہی ہے اس میں کوئی اور شامل نہیں، کیونکہ آپ کے زمانہ میں یا
 آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

تو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو جناب وکیل صاحب ختم نبوت کو ثابت کر دیا، کہ
 رُسُل جمع ہے، لیکن مراد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی ہیں، کیونکہ آپ کے زمانہ میں یا
 بعد کوئی نبی ہی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے،

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر خطاب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا،
 تو رسل کا مصداق بھی تو آپ کو ہی ثابت کیا ہے۔ باقی کسی نبی کو اس میں شامل بھی نہیں
 کیا، اگر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو پڑھ کر جس میں انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر نبوت کو ختم ہونا ثابت فرمایا ہے۔ اور مرزائی عقیدہ کی اس عبارت نے جڑ کاٹ
 دی ہے، اب بھی مرزائی اس ختم نبوت کی دلیل سے اجرائے نبوت سمجھیں، تو اس سے
 صاف ظاہر ہے کہ یہ خاصہ شب پرہ کا ہی نہیں، بلکہ دنیا میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے
 جو دن کو رات سمجھتا ہے، جیسا کہ وکیل صاحب قرآن کریم سے ختم نبوت کو صحیح سمجھ کر کھرا جرائے
 نبوت پر ہی اٹسے ہوئے ہیں، تو اگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد صحیحہ کو جس سے ختم

نبوت صراحۃً ثابت ہے، اُلٹ سمجھیں تو کونسی بڑی بات ہے،
 "مرزائی"۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رُسل سے مراد نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم ہیں، اور ان کے ساتھ صحابہ کرام کو شامل کر کے رُسل فرمادیا ہے، تو یہ محض خوش فہمی
 ہے، ایک کو سوال لاکھ کہنے کے مترادف ہے، جیسا کہ شیعوں کوگ امنوسے مراد حضرت علی
 کو مخاطب سمجھتے ہیں، قرآن کریم چونکہ قیامت تک ہے، اس لئے رُسل جمع آئندہ ابناء پر
 بھی مستعمل ہوگا۔

"محمد عمر"۔ وکیل صاحب اپنی تائید میں حوالہ پیش کرتے ہیں، جب مصنف کو اپنے خلاف
 پاتے ہیں، تو اس حوالہ کو اپنے خلاف ہونے کی بنا پر رد فرما دیتے ہیں، جیسا کہ امام راغب
 کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی کوشش فرمائی، لیکن امام راغب کی عبارت میں صاف
 واضح ہے، کہ لفظ رُسل جمع ہے، لیکن مراد صرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، اور
 آپ کے صحابہ کرام کی شمولیت کے باعث لفظ جمع کہا گیا، آگے فرمایا جیسا کہ مہلب و
 اولاد المہلب یعنی اولاد مہلب کو مہالبہ کہا جاتا ہے، یہ تو مرزائی مطلب کے
 واضح طور پر خلاف ہے، کیونکہ تم مرزائی تو استقبال کے لئے لیتے ہو، کہ آنے والے رُسل
 کو خطاب ہے، امام راغب کی عبارت سے یہ دکھاؤ کہ آنے والے رُسل مراد ہیں، جو
 تمہارا عقیدہ ہے، جس کی تم دلیل پیش کر رہے ہو، وکیل صاحب کو مشکل یہ ہے، کہ جس کتاب
 کو چھوٹے میں، وہی ان کے خلاف ہوتی ہے، مرزائی صاحب اگر تم ان حوالہ جات کو غلط سمجھتے
 ہو، کیونکہ یہ ختم نبوت کے مؤید ہیں، تو تم ان کو پیش ہی نہ کرو، پھر ان کو پیش کر کے ان کا جواب
 بھی نہیں دیکھتے، بلکہ وہ ہماری دلیل ہو کر تمہارے خلاف بھگنتی ہے، تو سیدھی سادھی بات
 صرف قرآن کریم پر ہی کیوں نہیں ایمان لے آتے، کہ قرآن کریم میں رب العزت نے پہلے تمام
 انبیاء و رسل کا پے درپے ذکر فرماتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بیان کر کے
 اپنی کے خطاب یا اَیُّہَا الرَّسُلُ کو نقل فرمایا ہے، یہ خطاب اپنی مابقی رُسل کا ہے
 جن کا ذکر ہو رہا ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ یہاں ذکر ہے، اور نہ آپ اس خطاب
 سے مراد ہی ہیں، لیکن وکیل صاحب اگر قرآنی مطلب کا صاف اقرار کر لیں تو مرزائی مطلب
 نہیں بنتا، وکیل صاحب خدا سے ڈرو اور آیات الہیہ کا اُلٹ نہ بیان کرو، تمہارے مرزا
 صاحب کی عبارتیں موجود ہیں، جس طرح چاہو اُلٹ پلٹ کر لو، لیکن قرآن اور حدیث

معصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں کوئی انشاء اللہ پلٹنے نہ دیگا، تو ثابت ہوا، کہ اس آیت میں مخاطبین رسل سابقہ ہی مراد ہیں، جن کا ذکر ہے، مرزائی صاحب نے محض قرآنی تلمذ یہ پر ہی کہ پابندی ہوئی ہے، آپ کے پیسے رسولوں کا ذکر قرآن میں مذکور ہے، آپ کے بعد نہ کوئی رسول پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اس کی پیدائش کا ذکر ہے، وَمَا عَلَيْنَا الْإِسْلَامَ

”مرزائی“۔ مولوی صاحب ان حوالہ جات سے تو ثابت ہوا کہ واقعی وکیل صاحب نے دیانت داری سے کام نہیں لیا، لیکن ایک اور آیت عرض کرتا ہوں جس سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے، سنئے:-

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُبَدِّلُوا دِينَكُمْ وَلَا أَنْ تَتْلُوا آيَاتِ اللَّهِ وَتَزِيدُوا فِيهَا مِنْ بَعْدِهَا (احزاب رکوع ۷)۔ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دو اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے شادی کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی رسول تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے، آپ کی بیویوں کے ساتھ کسی نے شادی نہ کی تھی، صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور کی ازواج مطہرات بھی فوت ہو گئیں، اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہو گیا ہے، تو نہ کوئی نبی باقی اور نہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں زندہ رہیں گی، اور نہ ان کے زکھج کا سوال ہی زیر بحث آئیگا، تو یہ حکم قیامت تک جاری ہے، اور ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے، اور قیامت تک کے انبیاء کی ازواج مطہرات ان کی وفات کے بعد بیوگی کی حالت میں ہی رہیں گی، رپاکٹ بک ص ۲۲۳)

”محمد عمر“۔ چوراوے۔ چوراوے۔ چوراوے۔

”مرزائی“۔ بولنا کیا ہوا؟ کون ہے؟ کون ہے؟

”محمد عمر“۔ اچھا وکیل صاحب آپ ہیں،

”مرزائی“۔ جی ہاں!

”محمد عمر“۔ خیر۔ خیر۔ کوئی بات نہیں، میں نے سمجھا کوئی اور ہے، بھائی ہر وقت تم نے ہمیشہ ہی چوری کا اختیار کر لیا ہے، دن دباڑے خدائی کلام کی چوری سے باز نہیں آتے، دیکھئے

آیت کہاں سے شروع ہوئی، تم نے تمام آیت چھوڑ کر آخری جملہ لے لیا، مطلب کلمے نہ کلمے۔
 آیت کا مطلب کچھ ہو لیکن تم ویسے ہی جھوٹا موٹ اپنی چلا دیتے ہو، اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ
 بات کس کی ہے، سابقہ آیت سابقین انبیاء علیہم السلام کے حق میں تھی، تم نے نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کے لئے خاص کر دی، حالانکہ اس مقام پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تک نہ
 تھا، اب اس آیت میں ذکر ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا، لیکن تم اس کو عام کر کے اپنے
 مرزاجی کی نبوت نکالنا چاہتے ہو، بھلا ایسے جھوٹا موٹ سے نبوتیں ثابت ہوں، تو بس
 خیر ہو جائے۔ پوری آیت ملاحظہ ہو۔

احزاب ۲۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا
 أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَافِلٍ مِنْ بَيْنِ
 إِذَا دَخِلْتُمْ بُيُوتًا فَادْعُوا بِأَصْوَعِمْ فَنُشِشُوا ذَا ذَا لَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ
 إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى لِنَبِيِّ فَيَسْتَجِی مِنْكُمْ ذَا ذَا لَا يُسْتَجِی مِنْ الْحَقِّ ذَا ذَا سَأَلْتُمُوهُ
 هُنَّ مَتَاعَاتٌ سَأَلْتُمُوهُنَّ مِنْ دَرٍّ أَعِجَابٍ ذَا ذَا لَكُمْ أَطْهَرُ لِقَوْلِكُمْ
 وَتَسْلُوبُهُنَّ ذَا ذَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا
 أَرْذَا حَبْلَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَا ذَا كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا
 إِنْ تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخَضُّعًا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ حَلِيمًا

اے ایمان والو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بلا اجازت نہ داخل ہوؤ، مگر کھانے کے لئے
 اذن دیا جائے (تو جاؤ۔ پھر بھی یہ خیال رکھنا) کھانا پکے کے منتظر نہ رہنا، اور لیکن جب تم
 بلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ، پھر جب کھا لو تو رہ بیٹھے نہ رہیں بلکہ اٹھ کر چلے جاؤ اور کسی بات
 سے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو، بے شک تمہارا یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے،
 تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سچی بات کا لحاظ نہیں کرتا، اور
 جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات سے کچھ مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے
 سوال کرو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاک رکھنے والا ہے
 اور تمہارے لئے لائق نہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دو۔ اور نہ ہی تمہیں
 ہرگز لائق ہے، کہ آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کے بعد بھی نکاح کرو، بلا شک یہ اللہ
 کے نزدیک بڑا گناہ ہے، اگر تم نے اس کے متعلق کسی امر کو بھی ظاہر کیا، یا اس کو پوشیدہ

ہی خیال کیا، تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے کو (ظاہر باطن کو) خوب جاننے والا ہے۔
 وکیل صاحب یہ ہے آیت پوری، اب غور طلب امر یہ ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا
 لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ، کہ اسے ایمان والو نبی صلی اللہ کے گھروں میں بلا اجازت
 نہ داخل ہو، یہاں البتہ سے کون سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اگر یہاں عام ہے، تو
 اَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ رَسُولِ اللَّهِ میں بھی عام، کیونکہ یہ جملہ بھی آیت کی جزو ہے، جب البتہ میں
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، تو مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ اللَّهِ میں
 بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، کیونکہ آپ کے بیوت کے دخول سے ہی رد کا جا
 رہا ہے، اور اسی کو تکلیف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جا رہا ہے، اور پھر لفظ رسول کو
 واحد استعمال کیا جا رہا ہے، دُخُل جمع کا لفظ متعمل نہیں ہوا، اور یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم پر نبوت ختم ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے، کہ اللہ تعالیٰ باقی انبیاء علیہم السلام کو پیغمبری
 یا عِيسٰی یا اِبْرٰهٰیْمَ اسمائے گرامی سے یاد فرما دیں، کیونکہ اُن کے بعد انبیاء کرام
 ہونے تھے، لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا مُحَمَّدٌ اسم گرامی سے مخاطب نہیں فرمایا،
 بلکہ یا ایہا الرسول یا یا ایہا النبیؐ سے خطاب فرمایا، کیونکہ یہ خطاب محض نبوت یا
 رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے، کہ اور کوئی رسول نہ آپ کے زمانہ میں موجود
 اور نہ آپ کے بعد کوئی مخاطبت کے لائق ہے، ورنہ خطرہ التباس تھا، اسی واسطے یا ایہا
 الرسول یا ایہا النبیؐ سے خطاب فرمایا، کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد
 کوئی لائق مخاطبت ہے ہی نہیں، جس سے التباس لازم آئے، لہذا اسی بنا پر کہ محض نبی
 یا رسول لفظ واحد کے خطاب کی اصطلاح و محاورہ قرآنی محض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے لئے ہی خاص ہے جو بُيُوتِ النَّبِيِّ میں پہلے معلوم ہو چکا، اسی وجہ سے کہ ذہن ان کی
 ذات کے سوا کسی اور کی طرف منتقل ہوتا ہی نہیں، کیونکہ ما قبل اسی آیت میں مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ذکر ہے، اور آپ کے بیوت کا ہی ذکر ہے، تو اللہ رب العزۃ
 نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ امر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دہ ہے، آپ تو
 اپنے متعلق سچی بات کہنے سے خاموش ہیں، لیکن خداوند کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تکلیف کو گوارہ نہیں فرماتے، خدا فی حکم جاری ہو رہا ہے کہ ایسا مت کرو۔ مَا كَانَ
 لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ اللَّهِ کہ نہیں یہ لائق نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

تکلیف دو۔ لہذا ایسی آیات سے جس میں محض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ذکر ہو، اور تم بلا تعلق ہی اجر لائے نبوت کا شہ نکال لو، تو یہ اہل ایم و عقل کے نزدیک تمہاری تخریف قرآنی کو واضح کر رہی ہے۔

”مرزائی“۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص نہیں، بلکہ عام ہے، کیونکہ اس میں اللہ سؤل یا الہیٰ کا لفظ نہیں، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں بلکہ یہاں سؤل اللہ کا لفظ ہے، بغیر ال کے، اس واسطے اس کو عام سمجھا جائیگا، (پاکٹ بک ص ۲۲۲۔ نوٹ)۔

”محمد عمر“۔ سبحان اللہ وکیل صاحب کا نوٹ بھی کھوٹ ہی ہے، پہلا جواب تو یہ ہے، کہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص نہیں، حالانکہ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے، کہ یہ جس کو تم آیت بنا رہے ہو، یہ آیت نہیں، بلکہ آیت کا جزو ہے، تو جس کا ذکر خاص آیت کی پہلی جزو میں ہے دوسری جزو میں بھی وہی مراد ہو سکتے ہیں جب تم خود تسلیم کر چکے ہو، کہ الہیٰ یا اللہ سؤل سے مراد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں، تو اس آیت کی پہلی جزو میں الہیٰ دو مقام پر موجود ہے، اب پہلے دو جگہ ایک ہی آیت میں تم خطاب الہیٰ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تسلیم کرو۔ اور اسی ایک ہی آیت کے آخری جزو میں رسول اللہ سے مراد عموم مراد ہو تو کون ذی شعور اس کو تسلیم کریگا، سوائے مرزا یوں کے، کہ بس مرزا جی کہیں بات صحیح ہو یا غلط جس جگہ دیا، دوسرا جواب قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ بغیر ال کے رسول کے مصداق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، زیادہ تو طوالت کی وجہ سے عرض نہیں کرتا، صرف اس سورت میں ہی نہیں دکھا دیتا ہوں، ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ احزاب ۲۱
وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي دُلُوبِهِمْ هَبْشُ مَا
وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ، الْآخِرُ دُرَاه

(۲) ۲۱
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(۳) ۴
لَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْآخِرَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

(۴) احزاب ۲۱/۲۲ وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(۵) ۲۲/۲۳ وَمَنْ يُحِبَّ مَنْكُنَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

(۶) " " وَاَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(۷) ۲۲/۲۴ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ اِذَا تَقَضَّى اللَّهُ وَرَسُولُهُ
اَمْرًا اَنْ يَكُوْنُ لَمْ الْخَيْرَةِ مِنْ اَمْرِ هُوَ مِنْ

تَقِصُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ نَقَدُ حَتَّى صَلَا لَا مُبَيَّنَّاه

بلکہ رب العزت نے بغیر آل کے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کو آپ کے لئے ہی مخصوص فرمادیا، ملاحظہ ہو۔

(۸) احزاب ۲۲/۲۵ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ
رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ

(۹) ۲۲/۲۶ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

(۱۰) " " اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَّمَ اللَّهُ

(۱۱) ۲۳/۲۷ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

کے آیت اُحد عشر کو کب

کیوں جناب وکیل صاحب! اس ایک سورت میں متنازعہ فیہا آیت کے علاوہ گیارہ مقامات پر بغیر آل کے رسول اللہ ورسولہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں، تو آپ بارہویں مقام پر کیسے عام مراد لے سکتے ہیں۔

اصلاح قرآنی ہے، کہ جب کسی نبی کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کا خطاب ہو، تو مراد مذکورہ رسول ہوگا، اور اگر مطلقاً بلا اظہار اسم رسول اللہ در رسول، یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول مستعمل ہوگا تو اس سے مراد محض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہونگے، فقط۔ تم بیچارے مرزائی اصلاح قرآنی کو کیا سمجھو، مرزائی بیچارے بھی کیسے سادہ لوح ہیں، کہ وکیل صاحب کے استدلال مزانیہ کو کبھی حجت بنالیں، سبحان اللہ، وکیل صاحب نے کیا عجیب دلیل فرمائی، کہ اور مرزائیو! نبوت جاری ہے، کیونکہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مومنین کو بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت نہیں، مرزائی بول اُٹھے، واہ واہ واہ واہ۔ وکیل صاحب نے سچ فرمایا، بیچارے اتنا بھی فہم نہیں رکھتے کہ نبوت کا اجراء کہاں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مومنین کو بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت کچا؟ پھر وکیل صاحب ایسے بھولے میاں، فرماتے ہیں، کہ نبوت جاری نہ ہوتی، تو ازواج مطہرات کو بھی ساتھ فوت ہو جانا چاہیے تھا، وکیل صاحب ازواج مطہرات کا بقا ہے، تب ہی تو باقی مومنین کو روکا گیا، کہ تم امتی ہو، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ کو تم نکاح نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ ام المؤمنین ہے، اگر نبوت جاری ہوتی، تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ امتی آپ کی زوجہ مطہرہ کو عقد نکاح میں نہیں لاسکتا، البتہ کوئی نبی ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے، جب باقی تمام کے لئے آپ کے ازواج مطہرات کو دَا جُہْمُ اُمتھائم سے ماں کا خطاب دے دیا، تو ثابت ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے۔ باقی قیامت تک سب امتی ہی پیدا ہونگے، نبی پیدا ہی نہیں ہو سکتا،

”مرزائی“۔ یہ تو سمجھ آگئی، کہ واقعی اس آیت کو اجراء نبوت سے دور کا بھی تعلق نہیں لیکن ایک آیت پیش کرتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے نبوت بند کرنے والوں کو ڈانٹا ہے وَلَمَّا جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلِ يَا الْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلُوبُكُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِتٌ مُّسْرِتٌ تَابَ الذِّمِّنَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَمُّ۔ (مومن رکوع ۴)۔

کہ اس سے قبل تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کھلے نشان لے کر آئے۔ مگر تم ان کی تعظیم میں شک کرتے رہے، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے، تو تم کہنے لگ گئے،

کہ اب خدا تعالیٰ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا، اسی طرح سے خدا تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے، اُن لوگوں کو جو حد سے بڑھ جاتے ہیں، اور (خدا کی آیات میں) شک کرتے ہیں، وہ لوگ آیات الہی میں جھگڑا کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو کوئی دلیل عطا ہوئی ہو،

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام ادران کی جماعتوں کے واقعات محض قصے کہانی کے طور پر بیان نہیں ہوتے، بلکہ عبرت کے لئے آتے ہیں، خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی امت کا جو یہ عقیدہ بیان کیا ہے، تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہے؟ -
نیز یُفَصِّلُ اور یَجَادِلُونَ مضارع کے صیغے ہیں، جو مستقبل پر حاوی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لَكَ سُبْحَانَكَ رَبِّكَ رَبِّ عَزَّ وَجَلَّ (۵)۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جیسا کہ بتایا جا چکا ہے نَنْبِئُكَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ مَ سُوْلًا کہا گیا، وہی حکم اب بھی موجود ہے۔ (پاکٹ بک ص ۲۲۲)۔

"محمد ص" خداوند کریم نے اس آیت کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے گمراہوں کی بات نقل فرمائی، کہ حَتَّىٰ اِذَا هَلَكَ نَسِئْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ دَسُوْلًا۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال ہو گیا، تم نے کہا ہرگز نہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے بعد کسی رسول کو، یہ ٹھیک ہے کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد نبی آنے کا منکر ہو وہ گمراہ ہے، کیونکہ اُن کے بعد کئی رسول آئے، یہ آیت تو تم ہمیں تب سناؤ کہ جب ہم یوسف علیہ السلام کے بعد نبی کے آنے کے منکریوں، بلکہ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَآطُ کے قانون سے انبیاء کرام پے در پے آتے رہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کے آنے کا منکر گمراہ ہوا ایسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا جاری رکھنے والا گمراہ ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اس لئے جاری مانتے ہو، کہ یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت جاری تھی، کیل صاحب پھر اس سے استدلال لیتے ہیں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجراء نبوت کو نہ ماننے والے گمراہ ہیں، اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد اجراء نبوت کے نہ ماننے والے گمراہ ٹھہرائے گئے، سبحان اللہ! ہمیں عقل و دانش بسا ید گریست

وکیل صاحب خداوند تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے بعد متواتر انبیاء علیہم السلام
مبعوث فرماتا رہا ہمارا اسپر بھی ایمان ہے، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انبیاء
کرام محض کسی قوم یا کسی علاقہ یا کسی زمانہ کے لئے مقرر ہوتے تھے، اس لئے یکے بعد دیگرے
انبیاء کرام کی ضرورت تھی، تو رب العزت بھی ارسال کرتے رہے، ہمارا ایمان ہے۔
کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں، لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو للعالمین نذیراً
مقرر فرمادیا، اب کوئی رسول پیدا نہیں ہو سکتا، اگر اہل سنت و جماعت کی کسی کتاب کے
دکھا دو، کہ تمہارا یہ عقیدہ ہے، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت کو بند مانتے
ہو، تو بھی ہم اہل سنت و جماعت کہنے والے کو گمراہ کہتے ہیں، کسے باشد، کیونکہ خدا
وند کریم نے اس وقت نبوت بند نہیں فرمائی تھی، اور نبوت بند ہوتی، تو موسیٰ علیہ السلام،
عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم کی نبوت کا اقرار کیسے صحیح ہو سکتا تھا، حالانکہ یہ تمام سچے انبیاء علیہ
السلام ہیں، خصوصاً ہم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں، جو حضرت یوسف علیہ
السلام کے بعد تشریف لائے، یوسف علیہ السلام پر نبوت کو ختم کہنے والا مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کا منکر ہو گا، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر صاف بلا عذر کا فر ہے۔ علی
ہذا القیاس۔ بحکم الہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، اجرائے نبوت کا قائل
بھی حکم الہی کا منکر ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاتمہ پر ایمان نہ لانے والا
بھی کافر ہے، ہاتھی رہا تمہارا کہنا مَا يَفْعَالُ لَكَ رَاكَا مَا تَدُ قَبِيلَ لِلْمَسْئَلِ
مِنْ قَبْلِكَ تو یہ بھی ردِ مرزا میہ میں کافی ہے، یعنی جیسا کہ آپ کے پہلے انبیاء علیہم
السلام پر وحی نازل ہوئی، ایسے ہی آپ پر نازل ہے، تمہارا استدلال تب بن سکتا،
جب آیت میں مذکور ہوتا اور مِنْ قَبْلِكَ کی بجائے مِنْ بَعْدِكَ ہوتا کہ آپ کو حیا
ہی کہا گیا ہے، ایسے ہی بعد میں انبیاء کو بھی کہا جا دیگا، جب آپ کی وحی اور آپ سے
پہلوں کی وحی کا ذکر ہوگا، تو بعد کی کسی قسم کی وحی کا ذکر ہی نہیں، تو نبوت جاری کیسے رہی معلوم
ہوگا کہ نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہے، اور سابقہ قانون بھی بدل چکا ہے۔
کیونکہ فرمان الہی مَسَّةَ اللّٰہِ الَّتِیْ نُنْزِلُ فِيْ حَبَادِمٍ وَخِیْنَ عَنَّا لَكَ الْكَافِرُ نَنْدَ اللّٰہِ کی سنت ضرور اس کے
بندوں میں گذر چکی، مگر بن رختہ نبوت یہاں گھاٹے میں ہو، افسانہ مرزا کی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ قانون کے
پابند ہو، تو ہمیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے کیا تعلق؟ لہذا مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ماقبل نبوت کا دروازہ کھلا تھا، انبیاء و رسل علیہم السلام پیدا ہوتے تھے، لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی اور وہاں اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا قانون الہی مقرر ہو گیا، آپ کے سوا اور کسی کی نبوت نہیں چل سکتی اور مدعی نبوت کا ذب و منفردی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

”مرزائی“۔ مولوی صاحب! ایک اور روایت عرض کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے، وَ اَنْتُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا۔

(جن ح ۱)۔ بعض جن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سُن کر اپنی قوم کے پاس گئے تو جا کر کہنے لگے، تمہاری طرح انسانوں کا بھی یہی خیال تھا، کہ اب خدا تعالیٰ کسی نبی کو نہیں بھیجے گا، مگر (ایک اور نبی آگیا)۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے، تو آپ سے قبل پہلے نبیوں کی اُمتیں یہی عقیدہ رکھتی تھیں، کہ نبوت کا دروازہ ہمارے نبی پر بند ہو چکا ہے، مَا يَقَالُ لَكَ کے مطابق ضرور تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی کہا جاتا، چنانچہ لکھا ہے، اَجْمَاعُ الْيَهُودِ اَنْ لَا يَنْبِيَ بَعْدَهُ وُحْدَى (مسلم النبوت) اور رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ یہود و نصاریٰ کہتے تھے، کہ توریت و انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں شریعتیں کبھی منسوخ نہ ہوں گی، اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، لہذا تمہارا عقیدہ بھی یہود و نصاریٰ والا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

دیکارٹ بک از ص ۲۲۵ تا ص ۲۲۶)۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے کسی طرح بھی اجرائے نبوت کی دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ اس آیت میں فعل بعث کو رب العزت نے استعمال فرمایا ہے، جو قرآن کریم میں دو معنی سے استعمال ہوا ہے، ایک معنی قیامت کو اٹھانے کے ہیں، کفار و البعث بَعْدَ الْمَوْت کے تمہارے مرزائیوں کی طرح منکر ہیں، اس کے رد میں ارشاد ہوا، کہ وَ اَنْتُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا۔ اور یہ کہ گمان کیا انہوں نے جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ ہرگز نہ اٹھائیگا اللہ کسی کو بھی، تو ثابت ہوا، کہ اس آیت کریمہ میں منکرین قیامت کے عقیدہ کو واضح کیا گیا ہے، دوسرے معنی ارسال رسل کے تو کفار چہ نکہ بعثت انبیاء علیہم السلام کو ہرگز تسلیم ہی نہ کرتے تھے، تو اس آیت کریمہ میں رب العزت نے اُن کے اس عقیدہ کا اظہار فرمایا، کہ وَ اَنْتُمْ ظَنُّوْا

کَمَا ظَنَنْتُمْ أَنَّ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا۔ اور یہ گمان کیا ماسبق کفار نے جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو نہ بھیجے گا۔ تو اس آیت سے ان کفار کا عقیدہ بیان کیا گیا جو سرے سے ارسالِ رسول کے ہی منکر تھے، اسی بنا پر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا، تو رب العزۃ نے فرمایا، کہ تمہارے ماسبق کفار کا بھی یہی عقیدہ تھا، کہ خداوند کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا، اور اگر خدا نخواستہ تمہارے معنی کو ہی خلافِ عادت کوئی غیر مسلم تسلیم کر لے تو بھی تمہارے استدلال کے خلاف ہے، کیونکہ اہم ماضیہ میں نبوت صادقہ کا دروازہ کھلا تھا، تو جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مطہرہ کا کفار نے انکار کیا، تو رب العزت نے جواب دیا، کہ تمہارے ماضیہ میں بھی ایسے ہی نبوت صادقہ کے منکر تھے، جیسا کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے اجراء کا تو اس میں کسی طرح بھی مسئلہ نہیں نکلتا۔ جس کو مرزائی کی عقل قدنی اجراءِ نبوت کا استدلال بنا رہی ہے، اور جیسا کہ اس آیت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا ذکر تک ہی نہیں، لیکن مرزائی مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول ڈال رہا ہے، ایسے ہی اس آیت کے ماتحت دو حوالے پیش کر کے اس آیت کو تقویت دی ہے، جو دونوں حوالوں کو اس آیت سے دور کا تعلق بھی نہیں، اس آیت میں کفار کے عقیدے کا ذکر ہے اور دو حوالے یہود و نصاریٰ کے بے تکیے ہی جڑ دے۔ حالانکہ یہاں یہود و نصاریٰ کا ذکر تک ہی نہیں، انبیا و ہود بے تکی اور بے ربط بات ہونے کے فقیر پھر بھی اس کا جواب عرض کر دیتا ہے، کہ یہود و نصاریٰ کا عقیدہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ انہوں نے تب کہا جب ان کے سامنے آخر البینین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پیش ہوئی، جیسا کہ تمہارے سامنے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت خاتمہ بارشادِ الہی پیش کی جاوے تو تم مرزائی اجراءِ نبوت کا ڈھکوسلہ اپنی طرف سے گھڑتے ہو اور افتراء علی اللہ کر کے نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو، ایسے ہی یہود بھی بلا دلیل و بلا ارشادِ توریت افتراء علی اللہ سے کام لیتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام پر ہی ہمارے نام الکفار کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے جس کے متعلق ارشادِ الہی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۚ تَوَالَّفَ تَعَالَىٰ فِي أَنْ كَارِدَ آيَاتِ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ

کہ اُن کا یہ عقیدہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، یہ اُن کا کہنا اللہ پر بہتان ہے، یہ اُن کی من گھڑت بات ہے، میں نے نہیں کہا، ذکر اس آیت کے متعلق ہو لیکن مرزائی صاحب نے اس آیت کے حکم کو خداوند پر بہتان لگایا، کہ اس آیت کے مصداق و آنھم ظنوا جو کفار کا عقیدہ ہے اس کے ساتھ بلا ربط متعلق کر دیا اور یہ نہ سمجھا کہ اگر کسی ذی شعور نے سوال کر دیا کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ڈانٹ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اللہ کے نہ آنے کو پھر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں، تو یہ افتراء علی اللہ ہے۔ اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایسے ہی نبوت جاری ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے ہی ارشاد فرمادیتے، کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو بند سمجھتا ہے، وہ بھی اللہ پر بہتان و افتراء سے کام لیتا ہے، جب ایسے نہیں فرمایا، بلکہ وَمَا آتٰ سُدُكْ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ يَشِيْرُوْا وَتَنْذِيْرًا فرمایا، کہ اب تمام لوگوں کے لئے قیامت تک بشیر و نذیر رسول یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی ہیں، لہذا تمہارے پیش کردہ استدلال نے تو تمہارے خلاف کام کیا، کہ پہلے یہود نے خداوند کے فرمان کے مخالف ہو کر بشارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہوئے نبوت کو بند سمجھ کر منکر تو ریت بن گئے جیسا کہ مرزائی ختم رسالت و نبوت کے احکام الہیہ کو دیکھ کر، پڑھ کر سمجھ کر پھر نبوت جعلیہ مرزائیہ کو ثابت کرنے کے واسطے اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتے ہوئے منکر قرآن بن گئے ہیں، جن کے متعلق صاف آیت قرآنیہ واضح ہے، جس آیت کے ماتحت امام رازی نے بیان فرمایا، اور خداوند کریم نے تمہارے اس اجرائے نبوت کے عقیدہ کی کھوک کر تردید فرمائی اور تمہارے اس افتراء کو افتراء یہود سے مشابہت تامہ ہے، جس کو رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے، اور افتراء کرنے والوں پر ظلم کا فتوا ہی دیا ہے، وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِآيٰتِہٖ اِنَّہٗ لَافْتَرٰی الظَّالِمُوْنَ اور بفرمان شمایہود ان دو شریعتوں کے نسخ و تغیر کے قائل نہ تھے، تم بھی تو یہی عقیدہ رکھتے ہو، اگر واقعی یہی عقیدہ ہے، تو تم بھی اپنے استدلال سے یہودی ثابت ہوئے اور اگر ان کے خلاف اس شریعت محمدیہ کے نسخ اور تغیر کے قائل ہو تو تم مرزائی پکے ثابت ہو گئے، اسلام کا شہد بھی نصیب نہ ہوا، یہ بے تمہارے استدلال ۹ ص ۲۲۶ کا جواب جو تم نے بہتان سے کام لیا۔

اے اُمت مرزائیہ ایسی آیتیں پیش کر کے کہ جن کو اجرائے نبوت بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دور کا واسطہ بھی نہیں۔۔۔۔۔ مسلمانوں کو دھوکا دینا یہ اپنی مرزائیہ میں دنیاوی دیرزخی و آخر دی حالت کو بر باد و خوار دیکھنا چاہتے ہو، خدا را خدا و ندی آیتوں پر افتراء کر کے دھوکا دینا اس کا بدلہ تمہیں دینا پڑے گا، اور خداوند کریم انشاء اللہ العزیز تمہیں کبھی بھی نہ چھوڑے گا، تَوَلُّوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا۔

”مرزائی“۔ ایک آیت اجرائے نبوت کی اور عرض کرتا ہوں، جس سے ثابت ہو کہ پہلی امتیں اجرائے نبوت کو نہ تسلیم کر کے گمراہ ہو گئیں، جیسا کہ ارشاد ہے، وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَدْوِلَيْنِ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّسْنِدِ رِّينَ (صفت ع) کہ پہلی امتوں کی جب اکثریت گمراہ ہو گئی، تو ہم نے اُن کی طرف نبی بھیجے، گویا جب کسی اُمت کا اکثر حصہ ہدایت کو چھوڑ دے تو خدا تعالیٰ کے انبیاء ان کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، تاکہ اُن کو پھر صراطِ مستقیم پر چلائیں، چنانچہ دوسری جگہ مذکور ہے، قَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (بقرہ ح ۲۶)۔ ثابت ہوا کہ اختلاف و تفرقہ کا وجود ضرورتِ نبی کو ثابت کرتا ہے، تیسری جگہ ارشاد الہی ہے، وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔۔۔۔۔ اور آپ کی آمد سے قبل یہ لوگ نہ سچا گمراہی میں تھے، گویا جب گمراہی پھیل جائے، تو خدا تعالیٰ نبی بھیجتا ہے، چوتھی آیت سے ارشاد ہے، كَذَظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (روم ح ۵)۔ کہ خشکی تری میں فساد پھیل گیا یعنی عوام اور علماء یا غیر اہل کتاب میں یا اہل کتاب کی حالت خراب ہو گئی، تو نبی بھیجا گیا۔ تو ان چار آیتوں سے ثابت ہوا کہ جب دنیا میں گمراہی و تفرقہ ہو جاتے ہیں، تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نبی اور رسول کو مبعوث فرماتا ہے، جیسا کہ اس تفرقے کا ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا، کہ میری اُمت میں تہتر فرقے ہوں گے، سب جہنمی ہوں گے، سوائے ایک کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلام کا محض نام ہی رہ جائیگا اور قرآن کی محض تخریر باقی رہ جائیگی، علماء شریر ہوں گے، اپنی سے فتنے اُٹھیں گے، اور اپنی میں واپس لوٹیں گے، اب ان دو حدیثوں نے بھی تائید کر دی کہ اُمتِ محمدیہ کا ۱/۲۷ فی صدی جہنمی ہوں گے، لہذا یہ سب علامات ظاہر ہو گئیں، جو بعثتِ رسول کو مستلزم ہیں پس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ثابت ہے، پاکٹ بک از ص ۲۶ تا ص ۲۹۔

”محمد عمر۔ مرزائی بیچارہ عقل سے اتنا کوسوں دور افتادہ ہے، کہ جس کو مسلمانوں کے لڑتے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا لیکن اب تک یہ نہ سمجھ سکا کہ متنازعہ فیہا امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا ہے، لیکن دکیل صاحب کو چونکہ کوئی ایسی آیت قرآنی نہیں ملتی، جو بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کو جاری رکھنے کو ثابت کرے۔ اب اہم ماضیہ کے احکام کی آیتیں پڑھنی شروع کر دیں، جیسا کہ اس آیت میں بھی آپ سے اولین کا ذکر ہے، متنازعہ بعد کا ہے، فقیر پہلے بیان کر چکا ہے، کہ پہلے طریقے گزر چکے ہیں، جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

فتح ۳۱ | سُبْحَانَ اللَّهِ الَّذِي كَذَلَتْ وَلَمْ يَجْعَلْ لِنَفْسِهِ لِلَّهِ تَبْدِيلًا ۚ اللَّهُ سُبْحَانَهُ ۚ اور
اب موجودہ) اللہ کی سنت نہیں بدل سکتی۔

اور کفار ایمان سے بے نصیب اسی عقیدہ سے ہے ہیں، جو تم مرزائیوں کا ہے

ملاحظہ ہو۔

کہف - ۵ | وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ ۖ وَ
يَسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ أَلَا وَلَيْنَ أَدْيَارُهُمْ
الْعَذَابُ قَبْلَهُ ۚ

اور نہیں روکا لوگوں کو یہ کہ ایمان لائیں وہ جب ان کو ہدایت آئی اور وہ اپنے رب سے بخشش مانگے، مگر اس بات نے کہ ان کے پاس پہلوں کی سنت آوے یا ان کے سامنے عذاب آوے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا جو رب العزۃ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے پاس جب ہدایت آئی، تو ان کو ایمان لانے اور اپنے رب سے بخشش مانگنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوئی، مگر ایک امر کہ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوں کی سنت کے ہم قائل ہیں۔ وہی سنت یعنی اجرائے نبوت ہو، یا ان کے سامنے عذاب قائم ہو تب ایمان لائیں یا اپنے رب سے بخشش مانگیں، ورنہ نہیں تو صاف صراحتہ ثابت ہو گیا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی لوگ اسی وجہ سے بے ایمان ہو گئے، کہ پہلوں کے

طریقہ کے طلبگار تھے، یعنی جیسا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام آتے رہے، اب بھی نبوت جاری ہے، اور ہم سے رُسل آئیں تو ہم تم پر ایمان لائیں گے، ورنہ انہیں تو رب العزت کی طرف سے صاف جواب ملا، مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کا باپ نہیں بتا گیا، کہ آپ رسولوں اور نبیوں کے ختم کر نیوالے ہیں، اگر رسالت و نبوت جاری ہوتی، تو آپ کو جو ان لڑکانہ دیا جاتا، نبوت اب کسی کو نہیں مل سکتی، اَمِنُوا اَوْ لَا تَوَعَّدُوْا، ایمان لاؤ یا نہ؟ تو وہ لوگ اسی اجرائے نبوت کی اس پر بے ایمان ہو گئے، لیکن انہوں نے اپنا عقیدہ نہ بدلا، تو اللہ تعالیٰ نے اجرائے نبوت کی اس پر ایسے آدمیوں کو ایمان نہیں عنایت فرمایا، بے ایمان ہی رہنے دیا، ایسے ہی اگر تم مرزائی بھی پہلے لوگوں کی سنت کو بد نظر رکھتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کے مکتب ہی بنو گے، تو خدا تعالیٰ تمہیں بھی ایمان نہ نصیب فرما دینگے، اور تمہارا دوسری آیت کو پیش کرنا بھی کج بحثی ہے، جس کو اجرائے نبوت فی رسالت محمدیہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں، کیونکہ اس میں بھی فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو تو اس میں بعث فعل ماضی ہے، جو زمانہ ماضی کے اصول کو ثابت کر رہا ہے، نہ کہ استقبال کا، تو رب العزت زمانہ ماضی کی بات فرما دیں۔۔۔ اور مرزائی نہانہ استقبال میں اس پر عامل ہو، تو زمانہ ماضی کے عذاب کا طلبگار ہے، جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اصول اجرائے نبوت کی دلیل آپ کے ماقبل زمانہ کے قانون کو استدلال ٹھیراتا ہے یہ مرزائی کی سراسر تحریف قرآنی ہے۔

اور تمہارا تیسری آیت کے ٹکڑے کو پیش کر کے مطلب الٹنا یہ بھی مرزائی کو ہی عیب لگا جائے گا، اِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ مرزائی کے سراسر خلاف ہے اسو اسطے اس آیت کے ماقبل کو دلیل صاحب چھوڑ گئے ہیں، هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمَمِ رُسُلًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَانْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ، اللہ رب العزت فرماتے ہیں، کہ اللہ نے ان پر رُھوں میں ایسا رسول بھیج دیا، جو ان پر قرآن پڑھتے ہیں اور ان کو پاکیزہ بناتے ہیں، کتب اور دانائی سکھاتے ہیں، خواہ پہلے وہ ظالم گمراہی میں ہی ہوں۔ تمام

گمراہوں کو بفرمانِ الہی فلا سفری اور معلمی کی تعلیم تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکمل ہو جاتی ہے، اور لوگ اسی واسطے پاکیزہ ہو کر نکلتے ہیں، تو اس کے بعد اب کسی اور نبی کی آمد اس آیت سے کیسے ثابت ہوئی، ہاں البتہ گمراہی کفر وغیرہ کے بالمقابل مرزاہیت ایک لاعلاج مرض ہے، اس کے لئے صاحبِ سیف کی ضرورت ہے، جو اُمتِ محمدیہ میں تو محال ہے، البتہ عیسیٰ بن مریم ہی اپنی نقل کو توڑینگے، تو اس آیت سے اجر لے نبوت کا استدلال عقل مرزائی کو ہی سمجھ آتی ہوگی، ورنہ مومن کے لئے تو اس سے شانِ مصطفویٰ ہی ثابت ہو رہی ہے، جو گمراہ سے گمراہ ترین کو بھی ہدایت پر لاتی ہے، اس واسطے مرزائی نے بھی تمام آیت کو چھوڑ کر آخری جملہ پڑھ دیا، باقی رہی یہ تمہاری پیش کردہ آیت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مَرَزَائِی کی عجیب عقل ہے۔ کہ زریاؤں، جنگلوں میں فساد اُس وقت ظاہر ہوا، لیکن نبوت کی اب ضرورت ہی، کسی عقل مند کو یہ مرزائی کی بات سنائی جائے، تو غیر مذہب بھی مرزائی صاحب کی اس بات پر مذاق اڑائیگا، کہ فساد اس وقت ظاہر ہوا، اور علاج کی اب ضرورت ہے، وکیل صاحب اس وقت فساد ظاہر ہوا، تو دَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ سے ہر شے کی اصلاح فرمادی گئی، اور پھر اس امر کی ضرورت نہیں، کہ جب آپ کے بعد بھی فساد رونما ہو، تو نبی کی ہی ضرورت پڑے، بلکہ آپ کے بعد کے لئے فساد کے روک تھام کے لئے وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ہ پھر فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ تُوْمِنُونَ بِاللّٰهِ كَافِي ہے، اس اُمت کا ایک گروہ اُمتی ہی کافی ہے، اس امر کا اب ضرورت نہیں، کہ جب فساد ہو تب ہی نئے نبی کی ضرورت پڑے، کیونکہ تَدْتَّبِعَنَ الرَّسُوْلَ مِمَّا تَدْعُیْ تَقِيْمَتُكَ وَافِعٌ ہو چکا، انبیاء علیہم السلام اسی وضاحت کے لئے ہی آئے ہیں، اور جب یہ وضاحت ہو چکی تو اب آپ کے بعد فساد کا فساد آپ کی اُمت کا ایک گروہ ہی کر سکتا ہے، کسی اور نبی کی ضرورت قطعاً نہیں رہی، اور یہ گمراہی گمراہی نہیں، جس کو تم لوگوں کے سامنے بیان کر کے دھوکا دیتے ہو، یہ بغاوت ہے، اور بغاوت کا علاج محض عذاب ہی ہے اور خداوند کریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت

سے وَلَا تَسْتَعْجِلْ اَمْرًا سے آپ کے نافرمانوں کو، عایت مصطفائی ملی ہے کہ قیامت تک پہلے ہی گئی، کسی وقت کو کسی کو سمجھ آجائے، یہ گمراہی نہیں کہلاتی، مگر ابھی اُسے کہا جاتا ہے کہ لوگوں سے رشد مفقود ہو جائے، اب رشد موجود ہے، اور قیامت تک ہر مکی جیسا کہ تم نے خود ہی عہد ۱۲۸ پر حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نو بیان کر دیا ہے، تَفَرَّقَ اُمِّيٌّ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كَلِمَةٌ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً کہ میری اُمت کے بہتر فرقے ہونگے، تمام ناری ہونگے، مگر ایک فرقہ میری اُمت کا جنتی ہوگا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام سے ثابت ہوا کہ ایک فرقہ قیامت تک حتیٰ پر قائم رہے گا، اور وہ وہی ہے جس کو رب العزت نے واضح فرمایا ہے، وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَا مَرْدُونَ بِالْمَعْرُوفِ تَوْبَعُوا مَصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم خواہ کتنا بھی فرقہ بازی ہو جائے، خواہ کتنے ہی تنخواہ دار مولوی مرزائی بنجائیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر قیامت تک رشد مفقود نہ ہوگی، جو بفرمان الہی آیت مذکورہ قائم رہے گی، جسکی وضاحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مقام پر بھی فرمادی، ملاحظہ ہو۔

ابن ماجہ | قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مُنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ جَفَلَ أَمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ.

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت سے ایک نصرت شدہ فرقہ ہمیشہ قائم رہے گا، نہ نقصان پہنچا دیگا، اُن کو جو ان کو ذلیل کرے قیامت تک،

ابن ماجہ | عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَوَّامَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ.

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت میں ایک فرقہ ہمیشہ رہے گا، جو قائم رہے گا اللہ تعالیٰ کے حکم پر، نہ نقصان پہنچا سکیگا اُن کو مخالفین کا،

اور تم خود بھی تسلیم کر چکے ہو، کہ ایک حصہ اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسٹہ پر قائم رہے گا، تو جب بفرمان الہی اور بفرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک حتیٰ پر

چلنے والوں کا گروہ اور ہدایت دینے والوں کا گروہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حامل بھی ہونگے، تو گمراہی کیسے رہی، **وَتَذَرِيْنَ الْمَرْءَ شَدُّ مِنْ الْغَىِّ** کا قیام بفضلہ تعالیٰ قیامت تک رہا، تو انبیاء کی کیا ضرورت پیش آئی، جیسا کہ اب فرقہ مرزائیہ کو ہدایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نہیں، کتاب خدا و ذریٰ اور احادیث صحیحہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزائی بے خبر ہے، نہیں نہیں! مرزائی خوب اچھی طرح جانتا ہے، کہ اُمرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گروہ تمام گمراہ فرقوں کو جس میں، مرزائی بھی شامل ہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا معلن ہے، لیکن مرزائی داخواہم اگر تسلیم نہ کریں، **تَوَلَّوْا كُنُوسًا** یعنی الدین کا قانون انبیاء علیہم السلام اور اس طائفہ راشدہ محمدیہ کے لئے بھی یکساں ہے، تو تمہارا اُلٹ پلٹ کر کے آیتوں کو پیش کرنا کہ ہدایت مفقود ہے، فساد و گمراہی چھا چکی ہے، یہ غلط ہے، کیونکہ ہمیں بشارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا ہے اور جن حدیثوں کو تم اپنے استدلال کے لئے غلط پیش کر چکے ہو، وہ تمہارے ہی خلاف ہو گئیں، ان سے ظاہر ہو گیا کہ اُمرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طائفہ جس کی شان رب العزت نے **تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** سے بیان فرمادی، تو یہ ایک طائفہ قیامت تک دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے بجا لاتا ہے گا، جس کی وجہ سے کسی نبی کی ضرورت نہیں، بھلا یہ تو فرمائیے کہ بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی گمراہی رونما ہوئی، اگر نبی کی ضرورت ہوتی، تو رب العزت اس وقت آپ کے فوراً بعد نبی مبعوث فرما دیتا، لیکن اس وقت باوجود باطل کے سخت مقابلہ کے رب العزت نے نبی نہیں بھیجا، کیونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی، اور حکم الہی ایسا گروہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمرت میں موجود تھا جس نے باطل کو مٹا کر دنیا میں اسلام کا جھنڈا کھڑا دینا تھا، اور ایسے فرقے کا قیام بفرمان الہی و بفرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہے گا، تو ایسے فرقے کی موجودگی میں ہدایت کو مفقود نہیں کہہ سکتے، کیونکہ راشدین موجود ہیں، گمراہی کو غالب نہیں کہہ سکتے کیونکہ **كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ**، ہر حال میں غلبہ اسلام کا ہی ہے گا، باطل مقابلہ میں آکر ہر وقت بغلیں جھانکتا ہی نظر آتا ہے، کیا مرزائی اس جماعت سے ناواقف ہے، جو کئی مرتبہ ان کے مقابلہ میں آیا اور دلائل باہرہ کی تاب نہ لاتے ہوئے پسپا ہوا، عیسائی

یہودی اپنی اکثریت پر نازاں ہے، لیکن جب ان جماعت راشدین کے مقابلہ میں اپنی حقانیت پیش کرنے کے لئے مد مقابل ہوا، تو سوا شکست کے اور غلبہ اسلام کے امن نے کچھ نہ دیکھا، اسوقت بھی گئے گزرے زمانہ میں قوت میدانی میں مسلمان خداوند کریم کے فضل و کرم سے پیش پیش ہے، نہ کہ مرزائی و اخوانیہ، اس آمرین بالمعروف و نہی عن المنکر کی جماعت کا قیام قیامت تک کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کتاب خداوندی جو ہر نقص سے بہرہ ور ہے، ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہے، ان کے ہاتھ میں ہے اور اس کے سمجھنے کے واسطے ان کا تعلق بالواسطہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور وہ تعلق قیامت تک قائم رہے گا، جو نہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ اس جماعت حقہ اسلامیہ کو خلا ہو سکتا ہے، اور نہ اس کو دنیا کی طاقتیں مفقود کر سکتی ہیں،

آل عمران ۱۶۰ لَنْ يَضُرَّكُمْ وَلَا أَذَىٰ دَارِ الْيَقِينِ وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ حُكْمٌ ۝۱۶۰

یہ بھگانے والی کونسی جماعت ہے، یہ وہی جماعت حقہ ہے جس کا قیامت تک خلا محال ہے، کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ حکم الہی موجود ہے، اب اس جماعت کی موجودگی میں رشد کا عدم خلا، عدم بعثت انبیاء کو مستلزم ہے ماب اسوقت خداوند کریم کے فضل و کرم سے اولیاء و اقطاب و اخیات امت محمدیہ کے دربار میں معزز ہیں، شب و روز ذکرین ذکر خداوندی میں سرشار ہیں، حاسد چونکہ خود گمراہ ہے اس لئے اس کو چار سو گمراہی ہی گمراہی نظر آتی ہے، مفاسدات و مرکبات شفات حسنیہ کا خود حامل ہر اور و یَحْيَوْنَ اَنْتُمْ مَّهْتَدُونَ کا مصداق ہے، جو امت محمدیہ حقہ مبلغ آمرین بالمعروف و نہی عن المنکر کو محاذ امت گمراہ سمجھتا ہے، جیسا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا، وَاَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ حالانکہ گمراہ خود، تو جس امت کو راشدانہ رویہ سے سند ہدایت رب العزت عطا فرمادے اور اُس پر دستخط مصطفویہ ثبت ہوں اس کو ایسا کردہ کہ جکے بانی و من موعہ کو گمراہی کی سند خداوند کریم کی طرف سے وصول ہو چکی ہو گمراہ سمجھے تو روز روشن کو شب پرہ کا رات کہنے کا مصداق ہے، تو اب اس جو اب مفصلہ سے تمہاری پیش کردہ آیت جو مابین حکم کی حاملہ ہے واضح کیا گیا،

اور تمہاری پیش کردہ حدیثوں کا بھی مفصل جواب دیا گیا کہ ایک گروہ امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق پر قائم اور دائم رہے گا، اور باطل کو مٹا کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں شمولیت رکھے گا، اور جو ختم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غیر کو شریک ہونے کا مانع رہے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ پر نبوت کو ختم سمجھنا یہ محض ہمارے اس طائفہ پر ہی اکتفا نہیں ہوگا، بلکہ رب العزت نے آپ کے بعد کسی نبی اللہ کو کسی ملک یا کسی قوم سے پیدا ہی نہیں فرمایا، جس کو دنیا جانتی ہے۔ اگر کوئی جھوٹا مدعی بن بھی جاوے تو اس آئینہ نبوتِ حقہ کو ملا حظہ فرما کر غیر مسلم بھی اس کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں، یہ بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کی معجزانہ دلیل ہے، حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی شان اور خصوصاً مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اکابرین غیر مسلم بھی بغیر رشوت شہادت دے چکے ہیں، جو اولین و آخرین سے

مخفی نہیں، ”مرزائی“۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ گذشتہ آیتیں واقعی ماسبقیت امتوں کا حکم بیان فرماتی ہیں، بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نہیں بن سکتیں، لیکن میں ایک بعد کی ایسی آیت پیش کرتا ہوں جس سے اجرائے نبوت ثابت ہے،

وَأَنَّ مِنْ تَرْبِيَةِ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مَعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا
(نبی اسرائیل)۔

کہ قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر ایک بستی کو عذابِ شدید میں مبتلا کریں گے اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے، دوسری جگہ فرمایا:-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا

کہ جب تک ہم نبی نہ بھیج لیں اس وقت تک عذاب نازل نہیں کیا کرتے (یعنی نبی بھیج کر تمام حجت کر کے پھر سزا دیتے ہیں،

پھر فرمایا:-

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ

آیتنا الخ (سورۃ قصص ۶۷)، کہ خدا تعالیٰ بسینوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان میں کسی رسول کو مبعوث نہ فرما دے، تاکہ (عذاب سے قبل) وہ ان کو خدا تعالیٰ کی آیات بڑھ سنا لے، اور ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ چنانچہ ایک اور مقام پر فرمایا وَلَوْ اَنَّا اَخْلَكْنَا مِمَّنْ بَعْدَ اِيَّايَ مِنْ نَبِيٍّ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ رَبَّنَا رَسُولًا فَبُتِّعَ آيَاتُكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَخْذَىٰ (طہ ع ۸)۔ کہ اگر ہم نبی کے ذریعے نشان دکھانے سے قبل ہی ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیتے تو ضرور وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہ بھیجا، تاکہ ہم اس رسول کی یوں دلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی پیروی کر لیتے، ان سب آیتوں کو ملائے سے یہ نتیجہ نکلا، کہ خدا تعالیٰ اپنے انبیاء بھیجتا ہے گا، چونکہ عذاب سے قبل نبی آتا ہے اور عذاب آئیگا تو نبی بھی آئیگا، پارٹ بک ص ۲۵ تا ص ۲۳۔

”محمد عمر“ سبحان اللہ! مرزائی صاحب کی قرآن دانی کی بھی دنیا میں ایک ایسی مثال ہے کہ شاید اس طرح تو قرآن کریم کو ہندوسکھ نے بھی نہ بدلا ہو گا، مرزائی صاحب کے اس استدلال نے ثابت کر دیا کہ عذاب کا باعث نبی ہوتا ہے، حالانکہ نبی باعث رحمت ہوتا ہے یہ کہیں باعث لعنت نہیں مگر تم نے تو اپنے مرزا صاحب پر تمام انبیاء علیہم السلام کو قیاس کر لیا، کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا تو قادیان میں طاعون پھوٹی، تم نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ عذاب کا سبب نبیوں کی آمد ہوتی ہے، تم نے غلط سمجھا ہے، اب تمہارے استدلال کا مفصل جواب عرض کرتا ہوں،

اصول الہی تھا، کہ جب کسی قوم میں کوئی صاحب ہدایت نہ رہ جاتا تو ان کی ہدایت کے لئے نبی یا رسول بھیجا جاتا اور اس کی ميعاد مقرر کی جاتی، کہ تم نے اتنا عرصہ رسالت و نبوت سے تبلیغ کرنی ہے، جب وہ قوم اس ميعاد کے اندر ایمان نہ لاتی بلکہ اس رسول یا نبی کی مخالفت کرتے تو ميعاد مقررہ گزرنے کے بعد ان کی نافرمانی اور مخالفت کے سبب ان کو چیلنج دیا جاتا کہ نبی یا رسول نے اپنی ڈیوٹی پوری کر دی، اب تمہیں توبہ کی ميعاد دی جاتی ہے، اگر اتنے عرصہ میں توبہ کر لو، تو نبی اور نہ تم عذاب الہی میں گرفتار ہو جاؤ گے جب پھر بھی وہ اس ميعاد میں تائب نہ ہوتے تو ان کو عذاب الہی برباد و فنا کر دیتا، چنانچہ کسی کو تنویری ميعاد ملتی کسی کو زیادہ، تمام انبیاء کرام سے نبوت و رسالت چونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و

مسلم کی زیادہ عرصہ تھی، اس واسطے اُن کو معیار بھی اتنی لمبی عطا ہوئی، کہ اتنی مہلت اور کسی کو نہ ملی، چنانچہ وَمَا كُنَّا مَعَدِّ بَيْنَ حَتَّىٰ تَبْعَثَ رَسُولًا خداوند کریم فرماتے ہیں، کہ ہم اپنے منکرین کفار کو بلا عذر عذاب میں گرفتار نہیں کرتے، ہم اُن کی طرف اپنے رسل بھیجتے ہیں، جب وہ کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کرتے تو بعد از عدم قبول اُن کو ہلاک کیا جاتا ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی مبعود قیامت تک مقرر کی گئی، اور جو لوگ قیامت تک بھی نبوت و رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا نہ کریں گے اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہ کریں گے تو قرب قیامت اُن کو ہلاک کیا جا دیگا، جس کے متعلق ارشاد الہی ہے، وَرَأَىٰ مَن قَرَّبَهُ إِلَّا نُحْنُ مَهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَدْمَعْدَ بُوْهَا عَذَابًا شَدِيدًا وَكَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا۔

یعنی قرب قیامت قبل قیامت تمام کفر ہی کفر ہی ہو جائیگا، تو اس وقت ہم رسول بھیجنے کے قانون کو استعمال نہ کریں گے، کیونکہ قیامت قریب ہوگی، بلکہ اُن کفار کی بستیوں کو جمع کفار تباہ و برباد کریں گے، یہی اور نبی کی مخالفت کے سبب سے قرب قیامت عذاب الہی نازل ہوگا، یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا باعث ہوگا، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی موجودگی میں تو عذاب محال، جب قرب قیامت کفر ہی کفر ہی ہوگا تو نُحْنُ مَهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ پر عمل کیا جا دیگا، اور اسی قرب قیامت ہلاکت کا سبب نافرمانی اور مخالفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی، جیسا کہ ارشاد الہی ہے، وَمَا كَانَ كَقَوْلِكَ مُهْلِكُ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمَةٍ رَسُولًا، اور (یہ قرب قیامت بستیوں کی ہلاکت تب ہوگی) حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمَةٍ رَسُولًا کہ جب ام القرای میں ایک رسول مبعوث ہوئے، اس جملہ کی تشریح مرزائی چھوڑ گیا، کیونکہ اس آیت سے بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی تھی، تو مرزائی کی اس پیش کردہ آیت نے ثابت کر دیا، کہ وہ قرب قیامت عذاب الہی کے نزول کا سبب ام القرئی کے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبعوثیت ہے۔ اور ام القرئی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور نبوت کا مقام مقرر کیا گیا ہے، جس کا شاہد بُنْدِ دَجِہِ امَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا جملہ قرآنی ہے، اور اسی انذار کی مخالفت کرنے والوں کے متعلق ہی فرمایا، کہ وَرَأَىٰ مَن قَرَّبَهُ إِلَّا نُحْنُ مَهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، کہ ہم قبل

قیامت کفر مصطفویٰ کی وجہ سے کوئی بستی عذاب سے پیچھے نہ چھوڑینگے، کیونکہ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ مِّمَّا رَسُوْلًا هَٰٓہُم اِیْسے بلا جرم ان
بستیوں کو ہلاک نہ کریں گے، بلکہ اُم القریٰ میں ایک ایسا رسول مبعوث کیا، جو ان پر قرآن پڑھنا
رہا، لیکن وہ ایمان نہ لائے، اور اُم القریٰ کے ایسے قرآن پڑھنے والے بنی کو چھوڑ کر غیروں
کو قبول کر لیجئے، اور یہ کیوں؟ کہ میرا قانون ہے وَمَا كُنَّا مُهْلِكَ الْقُرَىٰ اِلَّا ذَا
اَهْلُهَا ظَالِمُوْنَ ہ ہم کسی بستی کو نہیں ہلاک کریں گے مگر اُس کے رہنے والے ظالم
ہوں گے، تو ظلم نا فرمانی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تو اس ہلاکت کا باعث
نبی کی رسالت نہ ہوگی، بلکہ ذَا اَهْلُهَا ظَالِمُوْنَ فرمایا کہ اس کے رہنے والے ظالم
ہوں گے، اور ظلم اُم القریٰ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوگی، تو تمہارا کہنا
کہ نبی قریب قیامت کے عذاب کا سبب ہوگا، غلط ثابت ہوا، کیونکہ اس کو
تمہاری پیش کردہ آیت کے دوسرے جملے نے رد کر دیا، کہ وَمَا كُنَّا مُهْلِكَ الْقُرَىٰ
اِلَّا ذَا اَهْلُهَا ظَالِمُوْنَ کہ اس قریب قیامت عذاب الہی کا سبب ان کا ظلم
ہوگا، اور اسوقت منکرین و تارک رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے
طاقت دی، جو کہتے ہیں کہ اس وقت عذاب کیوں ہوگا، اگر ہم تارک رسالت مصطفویٰ چھوڑ
رہیں تو ابھی عذاب کیوں نہیں نازل ہو جاتا، تو ان کو جواب خداوندی ملا، کہ وَلَوْ اَنَّا
اَهْلُكُنَا هُمْ لَعَذَابٌ مِّنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا
فَتَتَّبِعْ اٰیٰتِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّزِلَ ذٰلِكَ نَخْذِرُ۔ اس قریب قیامت کے
عذاب سے پہلے اگر ہم ان کو ہلاک کر دیں تو ہم کر سکتے ہیں، ہمیں کوئی مانع نہیں، مگر
یہ لوگ قیامت کو عذر خواہاں ہوں گے، کہ لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا، یا اللہ تو نے
ہماری طرف قبل ازیں خواری کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، تو ان کے اس عذر کو توڑنے کے
لئے اور حجت تام کرنے کے لئے وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَاٰثِرَةً لِّلنَّاسِ بِبَشٰیْرًا ذٰ
نَذِیْرًا، سب سے اعلیٰ رسول جو لوگوں کو اکیلا ہی کفایت کرے بھیج دیا، اکثر رسول
کی تکلیف ہی برداشت نہ کرنی پڑے، اور مہلت قیامت تک رکھ دی، اور حکم جاری
فرما دیا کہ اب اس كَاٰثِرَةً لِّلنَّاسِ اور سَاحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ رسول کو بھی اگر تم نے
اتنے دراز عرصہ قیامت تک بھی تم نے قبول نہ کیا تو یاد رکھو نَحْنُ مُعَذِّبُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

کی زد میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

یہی مطلب آیات فرقانیہ کا جس کو تم نے بگاڑ کر لوگوں کے سامنے اپنی پاکٹ بک ص ۲۳ میں پیش کیا، اور قطع و برید اور پس و پیش کر کے اور عبارت قرآنیہ کو چھپا بگاڑ کر خدائی کلام کے خلاف زور لگایا، جس کو فقیر نے پوری آیات سامنے رکھ کر مسلمانوں کو قرآن کریم کا مطلب پیش کیا، خداوند مجھے اس کا ثواب جمیل عطا فرمائے اور تم مرزائیوں کو توفیق ہدایت عنایت فرمائے اور قرآن کریم کے رد و بدل کرنے سے توبہ کی توفیق دے۔

ایسی آیت واضح جس سے ختم نبوت کا مسئلہ ثابت ہو، تم اس کو بھی اجرائے نبوت پر اٹھا دیتے ہو، مطلب بنے یا نہ، خدا سے ڈرو، اس آیت کریمہ سے بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے، کہ قرب قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو عذاب الہی سے ہلاک کیا جا دیگا اور منکرین کو نبوت کی تبلیغ کے آخری وقت میں عدم اقرار سے سزا میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے بعد اور قبل از قیامت کوئی کسی اور نبوت کا اظہار و افشا ہوتا تو آپ کے منکرین کو قبل از نبوت ثانوی سزا دیکر فارغ لیا جاتا، جب نہیں اور قرب قیامت مصطفوی منکر گرفت میں آئیگا، تو ثابت ہوا، کہ اَنَا ذَا السَّاعَةِ كَهَائِلُنَّ کے مطابق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے مابین کسی نبی یا رسول کا پیدا ہونا محال ہے، تو ختم نبوت کی ایسی واضح آیت کو پس پشت ڈال کر اس کو پس و پیش کر کے قطع و برید سے کام لے کر مسلمانوں کو دھوکا دینا یہ بھی کذب عین ہے، وَمَا هَلِكُنَا إِلَّا الْفَسَادُ الْمُبِينُ۔

”مرزائی“۔ اس تو مجھے یقین ہو گیا، کہ واقعی دلیل صاحب نے آیت نمبر الف) کا تعلق جو نمبر (ج) سے کھا، واضح نہیں کیا، اور چشم پوشی سے کام لیا، نمبر (ج) کے معنی بھی صحیح نہیں بیان کئے، اگر ان دونوں آیتوں کو متعلق کیا جائے تو واقعی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے مابین کسی رسول پیدا ہونے کی گنجائش نہیں رہ جاتی، لیکن ایک اور آیت عرض کرتا ہوں، جس سے اجرائے نبوت اشارۃً نکلتی ہے، شیخ:-

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آج کے دن تمہارا دین کامل کر دیا گیا ہے، گویا قرآن شریف کو مکمل شریعت قرار دیا ہے، شریعت کا کام دنیا میں انسان کا خدا کے ساتھ تعلق قائم

کر دینا ہوتا ہے۔

جس قدر شریعت ناقص ہوگی اُسی قدر انسان کا خدا کے ساتھ ناقص تعلق قائم کرانگی اور جتنی وہ کامل ہوگی اتنا ہی وہ تعلق بھی جو انسان کا خدا کے ساتھ قائم کرانگی۔ کامل ہوگا اب قرآن مجید مکمل شریعت ہے، اس لئے ثابت ہوا کہ یہ خدا کے ساتھ ہمارا تعلق بھی کامل پیدا کرتی ہے، اور سب سے کامل تعلق جو ایک انسان کا خدا کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ نبوت ہے، اگر کہو کہ قرآن کسی انسان کو نبوت کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا، تو دوسرے لفظوں میں یہ ماننا پڑیگا کہ قرآن مجید کامل نہیں ہے، بلکہ ناقص شریعت ہے، اور یہ باطل ہے، اور جو مستلزم باطل ہو، وہ بھی باطل ہے، لہذا تمہارا خیال باطل ہے کہ قرآن نبوت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتا۔ پاکرٹ بک از ص ۲۳ تا ص ۲۴۔

”محمد عمر“ ایک مثال مشہور ہے کہ جو کسی سے دھوکا کرے تو اس کو کہا جاتا ہے، کہ اس نے چار سو بیس (۴۲۰) کی ہے، لیکن مرزائی صاحب آٹھ سو چالیس (۸۴۰) ہی کرتے ہیں، وہ کھڑتے ہی نہیں، قرآن کریم کی آیت ختم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھ کر قادیانی نے ایسا داؤ کھیلایا کہ قرآن کامل شریعت ہے، اگر درجہ نبوت پر نہ پہنچا دے، تو معاذ اللہ قرآن ناقص ثابت ہوگا، لیکن یہ نہ سوچا، کہ قرآن کریم خود بخود نازل ہوا ہے اور جو ہم تک پہنچا ہے بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ سب مخلوق شاہد ہے کہ قرآن مجید محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، جب قرآن کریم کو تم کامل تسلیم کر چکے ہو، کہ قرآن کریم کامل ہے تو جس پر قرآن نازل ہوا، اُس کے کمال کا کیوں انکار؟ کمال کا حقدار بھی کامل ہوتا ہے اب تمہاری عبارت کا پورا جواب عرض کرتا ہوں،

دکیل صاحب نے آیت کا ایک جملہ فرمادیا، اور دوسرا در تفسیر اجملہ چھوڑ گئے، خیر دکیل صاحب تھے، یہ ہوا ایسا ہو گیا ہے، عمداً نہیں، کیونکہ دانا آدمی سے ایسی توقع مشکل ہے، لیکن مطلب براری بھی بڑی بلا ہے، میں تو دکیل صاحب سے اس کے متعلق بدظنی نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کسی کے ایمان سے لغزش کھا گئے ہوں، ایسا ہو ہی جاتا ہے، کوئی بات نہیں، آجے دکیل صاحب فقیر آپ کی توجہ پوری آیت کی طرف مبذول کراتا ہے۔ اگر آپ پوری آیت سمجھ لیں گے تو انشاء اللہ آپ کا مطلب بھی پورا ہو جائیگا، کیونکہ جب کسی کی ضروریات پوری حاصل ہو جائیں تو وہ بھی پورا ہوتا

ہے، کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہتا، اپنے الیوم اکملت لکم دینکم میں تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا تو پڑھ دیا، لیکن ساتھ ہی اس کی دلیل جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی، کہ دین کیوں مکمل ہے؟ اَشْمَعْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي میں نے تم پر اپنی نعمت (نبوت) پھری کر دی ہے، اسلئے ثابت ہوا کہ دین مکمل کیوں ہے؟ چونکہ نبوت کاملہ ہے، تو جب قرآن کے بعد کسی کتاب اللہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ قرآن مکمل کتاب ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، کیونکہ نبوت تامہ ہے، یہ تو کہہ دیا، کہ شریعت جس قدر ناقص ہوگی تو اسی قدر وہ خدا کے ساتھ انسان کا ناقص تعلق قائم کرے گی، لیکن یہ نہیں سوچا کہ شارع کامل ہوگا تو اس پر شریعت کاملہ نازل ہوگی، اگر شارع ناقص ہوگا تو شریعت کا بھی کچھ حصہ نازل کیا جاتا، اور کچھ حصہ دوسروں کے لئے محفوظ کیا جاتا، جب شریعت کو مکمل نازل کر دیا گیا، تو ثابت ہوا کہ اب شارع بھی اللہ کوئی نہیں پیدا ہو سکتا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن کریم نازل ہوا ہے نہ کہ قرآن کریم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئے ہیں، تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ قرآن صفت نبوت ہے، نبوت قرآن کی صفت نہیں، جب صفت کاملہ ہے، قرآن کریم تو ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت بطریق اولیٰ اکمل ثابت ہوئی، اللہ خداوند کریم سے تعلق کامل لگانے والی نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، کیونکہ خالق اور مخلوق کے مابین واسطہ نبوت ہوتی ہے، یعنی مخلوق کا تعلق خالق سے نبی علیہ السلام کا کام ہے، اگر نبوت کاملہ ہے تو تعلق بالالہی کامل ہوگا، اگر تعلق ناقص ہے، تو نبوت کے ناقص ہونے پر دال ہے اور اس تعلق کو ناقص یا کامل کی تفریق کے لئے قرآن کریم نازل ہوا، تاکہ کامل کتاب خدا تک پہنچنے والوں کے کمال کو ثابت کر کے نبوت کے تامہ ہونے کا ثبوت دے، اور اگر واسطہ کامل کسی اور کو واسطہ بنا دے تو واسطہ کامل بھی ناقص ثابت ہوگا، کیونکہ جس کو کامل نے اپنے کمال سے واسطہ تیار کیا ہے وہ ناقص ہے یا کامل، اگر ناقص ہے تو پھر بھی صانع کے کمال میں نقص لازم آیا۔ کمال کمال نہ رہا، اگر کمال تیار کیا ہے واسطہ واسطہ نہ رہا، یعنی نبوت عطاء الہی نہ رہی بلکہ ذاتی ثابت ہوئی اور یہ خلاف اسلام ہے، لہذا ثابت ہوا، کہ رب العزت نے نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تامہ بنا کر اس کی شہادت قرآن مجید کلام تامہ سے مکمل ثابت کر دی

اب اگر تم قرآن کریم کو تو کامل تسلیم کرو۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ازہنی کے خواہشمند ہو کر نبوت کو جاری سمجھو، تو تم مرزائی الیوم اکتملت لکم دینکم کے منکر ثابت ہوئے، کیونکہ ذاتمت علیکم نعمتی کا تم نے انکار کر دیا، جب تو سے محرم رہے تو وصی صیت لکم الاسلام دینا کے العام سے بھی ناکام ثابت ہوئے، لہذا ثابت ہوا، کہ اگر اجرائے نبوت کو بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح سمجھو گے تو بموجب اس آیت قرآن کریم کے بھی منکر ہو گے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے رد گردائی کر کے اسلام سے بھی خارج ہو جاؤ گے، کیونکہ اجرائے نبوت سے تم نے قرآن و شامع و اسلام تینوں کا انکار کر دیا۔

"مرزائی" میرے شکوک بفضلہ رفع ہو گئے ہیں، اور یہ بھی سمجھ لیا، کہ واقعی اگر نبوت کو جاری سمجھا جاوے، تو شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق لازم آتا ہے، اور اس میں ایمان جاتا ہے، لہذا ایمان اسی میں صحیح رہ سکتا ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت کو ختم سمجھا جاوے، لیکن ایک عرض باقی ہے وہ شک رفع ہو جائے بس میرا ایمان تو درست ہو جائے، نیچے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَءِيلَ مَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ لَدُنَّا بِحِكْمَةٍ شَرَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (آل عمران ۹۷)۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دے کر بھیجا جائے، پھر تمہارے پاس ہمارا رسول آوے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا، حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء پر واجب ہے، کہ وہ ہر رسول پر ایمان لائیں، جو ان کی اپنی نبوت کا مصدق ہو، اب سوال یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد لیا گیا یا نہیں، قرآن مجید میں ہے، وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُوحٍ وَإِسْرَءِيلَ وَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (احزاب ۷۱)۔ کہ ہم نے جب نبیوں سے عہد لیا تو آپ سے بھی عہد لیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نوح دابراہیم علیہم السلام سے بھی یہی عہد لیا، اگر آپ کے بعد نبوت بند تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد نہیں لینا چاہیے تھا، مگر آپ سے بھی اس عہد کا لینا امکان نبوت کی

دلیل ہے، پاکٹ بک از ص ۲۳۱ تا ص ۲۳۲۔

”محمد عمر“۔ اس آیت کے متعلق فقیر پہلے پوری تحقیق کر چکا ہے کہ رب العزت نے یوم میثاق ثمر حواء کثر رسول مصدق لہما معکم کے مطابق یہ وعدہ تمام انبیاء علیہم السلام سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا، کیونکہ آپ ہی سب کے بعد آنوالے ہیں اور مصدق ہی سب کے آخر میں ہوتا ہے، اور جو مصدق کے بعد آئے وہ مصدقہ نہیں کہلائیگا، بلکہ غیر مصدقہ غیر معتبر سمجھا جائیگا۔ باقی رہا امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ ہر نبی سے اس کی اپنی ذات کے متعلق کبھی عہد لیا گیا، صحیح ہے، یعنی ہر نبی کو جو کچھ دیا گیا اس کے متعلق اس کی ذات سے بھی وعدہ لیا گیا کہ تمہیں جو کچھ عنایت ہوا تم اس کی تصدیق کرو۔ کہ مجھے یہ انعام منظور ہے، کیونکہ اُن کو جو کچھ ملا، وہ بطریق لئو منن ہے، یعنی ایسا ہر رسالت نامہ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا، تو ان سے اُن کی ذات کے اس انعام کا بھی حلفیہ بیان لیا گیا، کہ تمہیں کبھی یہ منظور ہے یا نہیں، تو سب نے منظور کر کے دستخط ثبت کر دیئے، جن کا ذکر منک و من نوح سے کیا۔ جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے مصدق بننے کا اقرار لیا گیا۔ جیسا کہ تمام وزراء سے وزیر اعظم کی وفاداری کا حلفیہ بیان لیا جاتا ہے، ایسے ہی وزیر اعظم سے بھی حلف وفاداری لیا جاتا ہے۔ کہ تم بھی گورنمنٹ کے وفادار رہنا، اسی کا ذکر اس آیت مذکورہ بالا میں ہے، وَاِذْ اخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ يَعْنِي جَب لئو منن ہے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام انبیاء علیہم السلام سے حلف وفاداری لیا گیا، تو بعد میں آپ سے بھی آپ کے وفادار رہنے کا اقرار لیا گیا، آپ تو سب سے بالا تھے، اس لئے آپ کے متعلق سب انبیاء علیہم السلام سے حلف وفاداری لیا گیا، اب اگر بقول تمہارے آپ سے حلف وفاداری کسی اور نبی کے لئے لیا گیا، تو جس کے متعلق حلف وفاداری لیا گیا اُس کا اُن سے اول ہونا ضرور ہے، اگر اول نہیں تو تمہارا حلف لینے کا اصول غلط، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے اُن کے بہتر کے متعلق حلف لیا گیا، اور اس آیت میں یہ بھی ذکر نہیں ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا گیا، یہ تمہاری اختراع ہے، نہ کہ آیت میں سے نکلتا ہے، امام رازی کا یہ فرمان ہے بلکہ محض مرزائیات سے ہے، اس لئے جن کے متعلق پہلے وعدہ

لیا گیا، اُن کا ذکر منکّ سے پہلے کیا گیا، کہ آپ اپنے بوجھ وزارت اعلیٰ کو اٹھانے کا حلفیہ بیان پہلے دیں، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ کی افضلیت اور بنی الانبیاء ہونے کا پہلے وعدہ لیا گیا ہے، جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی اپنی ذات کا حلفیہ بیان بنا بر افضلیت مقدّم لیا گیا تو بعد ازاں پھر باقی انبیاء علیہم السلام سے بھی مِنْ تَوْحِ وَابْرَاهِيمَ وَحِیْسَى بْنِ مَرْیَمَ سے اُن کے اپنے عہدے کا حلفِ وفاداری لیا گیا، ورنہ جیسا کہ تم نے میرا پھیری سے کام لیا ہے، ایسے ہی معنے کئے جاویں، تو اس کے مطلب میں یہ خرابی لازم آئیگی کہ حضرت لوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ کے بعد پیدا ہوئے ہیں، حالانکہ یہ صراحۃً غلط ہے، تو جو مطلب فقیر نے عرض کیا ہے وہ عین مطابق آیت قرآنی اور ترجمہ لفظی ہے جس میں کوئی میرا پھیری نہیں، اور نہ ہی خدا کے فضل و کرم سے قطع و برید ہے جیسا کہ تم نے کیا ہے، تو یہ وعدہ میثاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات پاک کا اُن سے ہی لیا گیا، اور بعد ازاں باقی انبیاء علیہم السلام کی اپنی ذات کے متعلق اُن سے وعدہ لیا گیا، یہ وعدہ اس مابین وعدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہر واقعے بھی دو ہیں اور علیحدہ علیحدہ ہیں، تم نے دونوں کو ایک کر کے دھوکا دیا ہے، وَمَا صَلَّيْنَا إِلَّا الْبَلَاغَ الْمُبِينُ ۝

بحث امکان نبوت از روئے احادیث کے جوابات

”مرزائی“ حق بات یہ ہے کہ قرآنی تحقیق سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہی ثابت ہو گئی ہے، لیکن ایک حدیث ابن ماجہ کی ہے، جس سے امکان نبوت ثابت ہوتا ہے، کہ وَلَوْ حَاشَ لَكَ أَنْ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔ کہ گربہ دمیرالہ کا ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا، وفات ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۰۰ میں ہوئی، اور آیت خاتم النبیین ۱۱۰۰ میں نازل ہوئی، گویا آیت خاتم النبیین کے نزول کے چار سال بعد، حضور فرماتے ہیں اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، گویا حضور کے

نزدیک اس کا بنی نہ بننا اس کی وجہ موت ہے، نہ انقطاع نبوت کے باعث، اگر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کا مطلب یہ سمجھتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، تو آپ فرماتے لَوْعَاشَ اَسْبَدَ اَهِيمَ لَمَّا كَانَ نَبِيًّا لَا نَبِيَّ بَعْدِي خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، اس حدیث کا مطلب ہے کہ نبوت تو مل سکتی ہے مگر ابراہیم چونکہ فوت ہو گیا ہے، اس لئے انہیں نبوت نہیں مل سکی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بی، اے کی ڈگری تو مل سکتی ہے لیکن اس کی موت اس کے حصول میں مانع ہوئی، ایسے ہی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبوت تو مل سکتی ہے مگر ابراہیم چونکہ فوت ہو گیا ہے، اس لئے انہیں نہیں مل سکی، پاکٹ بک ص ۲۳۲ تا ص ۲۳۸۔

”محمد عمر“۔ یہ حدیث جس سے غلط استدلال کرتے ہو، اس حدیث کے راوی ہی جھوٹے ہیں، لہذا حدیث بھی موضوع ثابت ہوئی، کیوں نہ ہو، جیسا کہ حدیث بھی تمام کتب احادیث سے وہ چنی جو جھوٹی، پنجابی مثال مشہور ہے رکالروالے پرالیوں رہا پدے نے (تادیبی مذہب کے جھوٹے ہونے کی اس سے اور زیادہ کیا دلیل ہوگی، کہ جب بھی استدلال تلاش کریں گے چن کر جھوٹا، کیونکہ صحیح استدلال اس مذہب میں کسی مسئلہ شرعیہ پر یہی نہیں، محض کذب پر ہی اس مذہب کی بنیاد ہے، جیسا کہ مشتبہ از خروار، اس حدیث کو بھی ملاحظہ کر لو، پھر اس کو توڑ موڑ کر بہتیرا سیدھا کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن جس حدیث کو اجماع محدثین نے جھوٹی کہہ دیا ہو، کیونکہ اس کے راوی جھوٹے ہیں، تو اس کو آج مرفوع صحیح کون ثابت کر سکتا ہے، پہلے اس کی سند ملاحظہ ہو۔

حدثنا عبد القدوس بن محمد حدثنا داؤد بن شبيب حدثنا ابراهيم بن عثمان حدثنا الحكم بن عتيبة عن مقيمو۔

ابن ماجہ

۱۱۰

اس حدیث میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہے، جس کو محدثین نے عجیب عجیب خطابات دیے ہیں، کذاب۔ منکر الحدیث۔ متروک الحدیث وغیرہ۔ ملاحظہ ہو،

ابراہیم بن عثمان

میزان الاعتدال | کَذِبَهُ شُعْبَةُ - اس کو شعبہ نے جھوٹا کہا ہے۔

تہذیب التہذیب

۱
۱۲۴

وَقَالَ أَحْمَدُ ضَعِيفٌ - وَقَالَ بَخَارِيُّ سَكَنَ رَاهَنَهُ - وَقَالَ
مُسْلِمٌ مَتْرُوكٌ الْحَدِيثُ وَمِنْ مَنَاقِبِهِ ابْنُ شَيْبَةَ -
قَالَ أَحْمَدُ وَيَحْيَىٰ وَابْنُ دَاوُدَ وَضَعِيفٌ وَقَالَ يَمُّ
الْيَضَالِيسُ بِثِقَةٍ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ سَكَنَ رَاهَنَهُ وَقَالَ
الْتِّرْمِذِيُّ مَنَكَرٌ الْحَدِيثُ وَقَالَ النَّسَائِيُّ وَالْدُّوَالِيُّ
مَتْرُوكٌ الْحَدِيثُ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ ضَعِيفٌ الْحَدِيثُ
سَكَنَ رَاهَنَهُ وَتَرَكَ أَحَدُ بَنِيهِ وَقَالَ الْجَوْزْجَانِيُّ
سَاقِطٌ وَقَالَ صَالِحُ حِزْرَةَ ضَعِيفٌ لَا يَكْتَبُ حَدِيثُهُ
وَقَالَ الْبُوعَثِيُّ النِّسَابِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيَّ وَقَالَ الْأَحْوَصُ
الْغُلَابِيُّ وَمَنْ رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ مِنَ الضُّعَفَاءِ الْوَشِيبَةُ
وَقَالَ مَعَاذُ ابْنِ مَعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ كُنْتُ إِلَى شُعْبَةَ وَهُوَ
بِغَدَادَ إِذَا سَأَلْتَهُ عَنْ ابْنِ شَيْبَةَ الْفَاضِلِ رَوَى عَنْهُ فُكْتُ
إِلَى لَا تَرَوْهُ فَانْهَ رَجُلٌ مَذْمُومٌ - وَكَذَلِكَ شُعْبَةُ
فِي قِصَّةٍ - وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ضَعِيفًا فِي الْحَدِيثِ وَقَالَ
الدَّارِقُطِيُّ ضَعِيفٌ وَقَالَ ابْنُ مَبَارَكٍ أَرَامٌ بِهِ وَقَالَ الْبُ
طَالِبُ عَنْ أَحْمَدَ مَنَكَرٌ الْحَدِيثُ -

وجہ تضعیف

روای عن الحكم احادیث مناکیر۔

حکم سے اس نے بہت منکر حدیثیں بیان کی ہیں،

وکیل صاحب خدرا انصاف فرمائیے کہ جس کو سترہ محدثین نے جھوٹا اور متردک
الحدیث لکھا ہے، اور محدثین لکھیں کہ حکم سے یہ بہت منکر حدیثیں بیان کرتا ہے، اور
یہ روایت بھی حکم سے ہی ہے، لہذا یہ حدیث بھی منکر ثابت ہوئی، لیکن تم ایسی بات کو
ادائیے راوی کو ہی کیوں نہ پسند کرو،

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

حکم بن عتبہ جو ہنہاری روایت کے راوی ہیں، ملاحظہ ہو۔

حکم بن عتبہ

حکم بن عتبہ بن نعاس کو فی ذکر ابن ابی
حاتم و بیض له مجهول وقال ابن الجوزی
انما قال ابو حاتم هو مجهول۔

میزان الاعدال
۲۷۰

وجہ تضعیف

لَا نَحْنُ لَيْسَ بِرَوِي الْحَدِيثِ

تضعیف
التضعیف
حکم بن عتبہ کان فیہ تشیع قال ابن
حبان کان یس لیس۔ قال ابو حاتم مجهول
لانہ لا یروی الحدیث۔

۲۳۴

ثابت ہوا کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور اگر نبوت جاری تھی اور
بقول تمہارے آپ کے صاحبزادے کو نبوت ملنی تھی، تو آپ کے لاڈلے نواسے موجود
تھے، جو آپ کے شانہ مبارک پر سواری کرتے، اور اگر نماز فرض میں کندھوں پر آ بیٹھتے
تو آپ کو سر نہ اٹھانے کا ارشاد الہی ہو جاتا، لہذا ان کو ہی نبوت مل جاتی، ان کو بھی
اسی بنا پر نہ ملی، کہ نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم تھی، تو آپ کے صاحبزادے کی
فوتیدگی بھی ختم نبوت کی بنا پر ہی یقیناً ثابت ہوئی،

”مرزائی“۔ موضوعات کبیر میں ملا علی قاری نے اس روایت کو لکھا ہے، کہ
اس کی تیس سندیں ہیں، بعض بعض کو قوی کرتی ہیں، پاکٹ بک ص ۲۳۳۔

”محکم“۔ موضوعات کبیر ص ۵۸ میں لکھا ہے، قَالَ التَّوَيْتِيُّ فِي تَهْذِيبِهِ
هَذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ۔ نووی نے کہا ہے اپنی تہذیب میں کہ یہ حدیث
سب سے باطل ہی ہے۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! اس کو کیسے مٹاؤ گے اور علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی
موضوعات میں دسح کرنا بھی تمہارے لئے صحت حدیث پر دال ہو، ختم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

دولم کا مستخرج اسلام میں شان عظیم رکھتا ہے۔ ماقبل ملاحظہ ہو منہ پر مرزائی نے تسلیم کر لیا ہے کہ اگر آپ اپنی خاتم النبیین فرما دیتے تو نبوت ختم ہی مراد ہوتی، معلوم ہوا کہ مرزائی خاتم النبیین کے معنی سمجھ کر ایمان نہیں لاتا، پاکستان بک ص ۲۳۳۔

”مرزائی“۔ اور پھر علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ یہ خاتم النبیین کے قول کے منہ ناقض نہیں، فلا یناقض قولہ خاتم النبیین اذ المعنی اُمّتہ لا یأتی نبی بعدہ فینبیح ملتہ و لہم ینکون من اُمّتہ۔

”محمد عمر“۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو آخر میں دو جملے بیان فرمادے ہیں، اُس نے مرزائیت کے بچے اُدھیر دے دیے، اُن نے، لا یأتی نبی بعدہ فینبیح ملتہ، کہ آپ کے بور کوئی نبی نہیں آسکتا، کیونکہ نبی کے آنے سے (دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو جاتا ہے، اور آپ کی اُمت سے بنی نہیں ہو سکتا۔

کہوں جناب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ آپ کی اُمت سے بنی آپ نہیں سکتا، اور تم کہتے ہو کہ آسکتا ہے، ہذا بَوْنٌ بَعِیدٌ، یعنی بنی اسرائیل کا پُرانا بچی آجائے تو آجائے وہ پہلے کا ہے، لیکن ساتھ ہی تمہاری مرزائیت کا بھی رد کر دیا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے نہیں آسکتا، یعنی اگر کوئی بجز عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نبوت کا مدعی بنے، تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے خارج ہو جائیگا، لہذا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مرزائیوں کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہی خارج کر دیا، دکیل صاحب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کر کے خود اپنا طوطا اپنے ہی منہ پر مار بیٹھے، تمہارے مرزا صاحب نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی نقل بننے کی تو جلدی فرمائی، لیکن بقول علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بھول گئے کہ دعویٰ پہلے یہودیت کا کرتے پھر عیسیٰ مسیح بننے کا دعویٰ کرتے، کیونکہ موضوعات کبیر کی عبارت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت و لہم ینکون من اُمّتہ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونگے اس اصل کو چھوڑ کر صفت کی نقل سوچیں۔

”مرزائی“۔ وَبَيَّنَّ الْحَافِظُ السُّيُوطِيُّ أَنَّهُ صَحَّحَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ قَالِ لَا أَدْرِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدْقًا نَبِيًّا۔ رواه ابن حبان عن جابر (فتویٰ حدیثیہ)۔

تم نے کہا ہے کہ ابن ماجہ کی روایت جھوٹی ہے، لہذا اب تمہارے سامنے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعہ پیش کرتا ہوں، جسکو حافظ سیوطی نے بھی تسلیم کر لیا، کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے تو سچے بنی ہوتے، پاکٹ بک ص ۲۳۷ تا ص ۲۳۵۔

”محمد عمر“۔ یہ حدیث تینوں طرق سے مروی ہے، موضوع بھی ہے اور منکر بھی ہے۔ جیسا کہ فقیر تحقیق روات سے ثابت کر چکا ہے، باقی رہا تمہارا اس حدیث بے سند کی فتاویٰ حدیثیہ سے پیش کرنا تو اس کے رجال روات سے مانوق حضرت انس رضی اللہ عنہ خود لا اذنی سے روایت میں شک سے عدم حفظ کا اقرار فرما رہے ہیں، اب تم گریبان میں منہ ڈالو کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ اور قرآن کریم کی آیات صریحہ ختم نبوت کے مقابلہ میں ایسی شکی حدیث پیش کرنا کیا حجت ہو سکتی ہے، اور پھر فتاویٰ حدیثیہ کے ص ۱۲۵ پر جہاں یہ عبا مذکور ہے آگے اس جملہ کو وکیل صاحب مطلب بر آری کیواسطے سہواً لکھنا بھول گئے ہیں، وَقَالَ فَبِهَ مَنْ لَيْسَ بِالْقَوِيٍّ اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی قوی نہیں، کیوں جناب؟ مرزا علی صاحب کجی دلیل کو قرآن کریم و احادیث صحیحہ معتبرہ کے مقابلہ میں اپنی کجی دلیل موضوعہ مردودہ کو بہتیری ادھر ادھر سے پوج کر پیش کرتے ہو، لیکن انہوں نے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیتے ہو وہی اس کو ضعیف کہہ دیتا ہے، اس عبارت کو چھپاتے بھی ہیں، لیکن عبارت کو کتاب سے کیسے چاٹ لیا جائے، تینوں طرق کی سندوں کا علم تو مرزائیوں کو بھی نہیں، کسی کی بات نقل کی، جس کی نقل کی اُس نے ان تینوں کو ضعیف کہہ دیا،

”مرزائی“۔ اس روایت میں کوئی کاذب بھی ہیں، لیکن اخیر راوی تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، جنکے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا معتزلی انکار کرتا ہے، پاکٹ بک ص ۲۳۸۔

”محمد عمر“۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک روایت پہنچے تو ہی اُن کی روایت کہلائیگی، جب ان کی طرف روایت کو منسوب کرنے والے ہی جھوٹے ہیں، تو وہ انکی روایت کیسے کہلا سکتی ہے، اور پھر انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، جسکو تم نے بھی اپنی پاکٹ ص ۲۳۸ پر بیان کیا ہے، کہ قَالَ لَوْ لَقِيَ اَبْرَاهِيْمُ بْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَانَ نَبِيًّا وَلَكِنْ لَمْ يَلْقَ لَآنَ نَبِيِّكُمَا خِرَالَا بَيِّنًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیم باقی رہتا تو نبی ہوتا، لیکن نہیں باقی رہا، کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں علیہم السلام کے آخری نبی ہیں،

کیوں جناب مرزائی صاحب! اب تو تمہاری منہ مانگی مراد مل گئی، جس طرح کی عبارت تم چاہتے تھے، وَلَٰكِنْ لَّحَدِيثٍ لَا تَنْبِيْكُمْ اٰخِرًا اَلْبَنِيَّاءِ۔ اور لیکن نہیں باقی رہے، کیونکہ تمہارے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے آخری نبی ہیں، اب تو تمہی اس روایت کے بیان کنندہ ہو، اور روایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے، اگر اس سے روگردانی کرو، تو محال نہیں،، کیونکہ آپ کو مرزائیت مجبور کر رہی ہے، لَيْسَ عَلٰی الْاَعْمٰی حَرْجٌ سے موزر سمجھو لگا، فقیر تو یہی کہیگا کہ مرزائیو! خداوند تعالیٰ تمہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اکتفا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، پنجابی مثال مشہور ہے۔

(خاوند اپنے توجیلجہ پرانے توڑ نہیں نبھدے)

”مرزائی“۔ تاریخ ابن عساکر نے ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھی ہے۔ اور ایک جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع لکھی ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ)۔ پاکٹ بک ص ۲۳۹ تا ص ۲۴۰۔

”محمد عمر“۔ فقیر اس کا جواب پہلے عرض کر چکا ہے، کہ فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۲۵ پر یہ دونوں حدیثیں بیان کر کے علامہ ابن حجر عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ ابن عساکر نے کہا ہے، کہ اس حدیث کے رواۃ قوی نہیں، صرف نمبر پورے کرتے ہوئے جب ایک دفعہ تم نے ذکر کیا، فقیر نے جواب دیدیا، پھر دوبارہ اس کا ذکر کرنا محض تم اپنے مرزائیہ کو مبرگنوا تے ہو۔ اور لَوْ عَاشَ اِبْرٰهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا سے بھی کسی طرح اجرائے نبوت ثابت نہیں، بلکہ ختم نبوت ظاہر ہے، اس کے معنی ہیں، کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اس کے معنی تم مرزائی کرتے ہو، کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، نہ وہ زندہ رہا نہ نبی بنا، اس سے اجرائے نبوت حاصل کرتے ہو، حالانکہ یہ معنی نطوًا غلط ہیں، قابل غور یہ امر ہے، کہ یہ کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کب ارشاد فرمائی، اس بات کو تم مرزائی بھی تسلیم کرتے ہو، کہ جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے

ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا، یعنی ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت ہونے کی وجہ خاص بیان فرمائی، نہ کہ نبوت کے مسئلہ کا اختلاف تھا، تب یہ ارشاد فرمایا، جیسا کہ تم نے دھوکا دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم صا جزائے کی فوتیدگی کی علت ہے کہ ابراہیم کو خداوند کریم نے اسلئے فوت کیا، کہ اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا، تو ابراہیم کی زندگی نبوت کو چاہتی تھی، اور اس کی موت نبوت کو ختم ہونا ثابت کر رہی ہے، اور مرزائی بے چارہ تو عربی تو انہن سے اتنا بے بہرہ ہے کہ بہائم بھی مرزائی کی عربی کلام پر مضحکہ کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

لَوْ كَانَ فِيهَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا - فَإِنَّ لَوْ هُمْ شَدُّوا عَلَىٰ لَزُومِ الْفَسَادِ لَتَعَدَّدُوا كَالِیَوْمِ حَتَّىٰ أَنَّ الْفِسَادَ مُنْتَفٍ فَيَعْلَمُ مِنْ ذَا لِفَو

شرح جامی

۳۷۶

انتفاء التعدد۔ پس تحقیق لو اس جگہ معبودوں کے متعدد ہونے کی صورت میں فساد کے لزوم پر دلالت کرتا ہے اور ضرور فساد منتفی ہونے کی وجہ معبودوں کا متعدد ہونا منتفی ہے۔ ایسے ہی لو عاش ابداہیکم زکائن نبیائیں لو ثابت کر رہا ہے کہ ابراہیم کے زندہ رہنے سے نبوت جاری رہتی، کیونکہ وہ نبی ہوتے، تو نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے یعنی بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے انتفاء کے سبب انتفاء ابراہیم ہے، یعنی وفات ابراہیم کا تحقق ہے، تم مرزائی عربی عبارت کو خواہ کیسے بھی الٹ پلٹ کرو، عربی قانون تمہیں جھوٹا کر دیتا ہے، جیسا کہ یہاں قانون لو نے تمہاری تمام کوشش باطل کر دی، ایسے ہی اس کی مثال اور ملاحظہ ہو،

ترمذی شریف

۲۰۹

مشند رک

۸۵

تاریخ الخلفاء

۸۴

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ حُمَيْرُ بْنُ خَطَّابٍ -

اگر میرے بعد نبی ہو سکتا تو عمر ابن خطاب ہوتا،

وَآخِرُ حَبَّةِ ابْنِ عَسَاكٍ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَمْرِو

اس سے بھی ثابت ہوا کہ عمر ابن خطابؓ کا نبی نہ ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کو بند ثابت کرتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت بند ہے، اس لئے عمر رضی اللہ عنہ نبی نہیں، اگر نبوت جاری ہوتی اور میرے بعد نبوت ممکن ہوتی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے۔

لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ حُسْرًا

اگر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم ہلاکت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے۔

ثابت ہوا کہ لَوْ حَاشَ اِبْرَاهِيْمُ دَكَانَ نَبِيًّا۔ بھی بقانون عربی و محاورہ عربی از روئے قرآن و احادیث انتفاء ثانی اقل کو مستغنی کر رہا ہے۔ یعنی چونکہ نبوت بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بند ہے۔ اس واسطے ہی آپ کا صاحبزادہ ابراہیم زندہ نہیں رہا۔

تو اس جھوٹے راویوں والی حدیث موضوع سے بھی تمہارا مطلب نہیں بن سکتا، اگر تم عربی قوانین کو سمجھو، اور محض لَدَا کا کوئی علاج نہیں، لا علاج مرض ہے، جس سے مرزا بیت منصف ہے۔ اور قانون معافی کی رو سے بھی تمہارے معافی غلط ہیں، کیونکہ قانون علم معافی ہے، اِنَّ التَّغْلِيْقَ يَا اَلْمُحَالِ يَسْتَلْزِمُ اَلْمُحَالِ اور اس کی مثال قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔

۱۔ لَوْ كَانَ هَلُوًّا لَدَا اِلَهِيٍّ مَا دَرَدُرُهَا۔

۲۔ لَوْ كَانَ فِيْهَا اِلَهِيٌّ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ نبوت بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محال ہے۔ لہذا حضرت ابراہیم کا زندہ رہنا بھی محال ہے۔ یہ ہے تمہاری پاکٹ تک ص ۱۲ کی عبارت کا جواب۔

اور فتویٰ حدیثیہ کا جواب اور عرض کرتا ہوں، کہ ابن حجر مہیشی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ حدیثیہ کے ص ۱ پر حیات و نزول مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دلائل پیش کئے ہیں، اور امام مہدی علیہ السلام کو علیحدہ ثابت کیا ہے، جو تمہارے عقیدہ کے

بالکل خلاف ہے۔ لہذا انہارے لئے یہ کبھی حجت نہیں ہو سکتا۔

”مرزائی“۔ ایک اور حدیث ہے مسلم شریف کی **فَيَرْغَبُ فِي اللَّهِ عِيسَى وَاصْحَابُهُ**۔ آنے والے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے، پہلا مسیح فوت ہو چکا، جو آنیوالے مسیح کے جیلے سے مختلف ہے، لہذا یہ آنیوالا بخاری کی حدیث **إِنَّمَا مَكُم مِّنْكُمْ** اس اُمت سے نبی ہونا تھا، پاکرٹ بک صفحہ ۴۷۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب کی آنکھوں میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حیات نزول عیسیٰ علیہ السلام کی حدیث ہے تو سہی، لیکن مرزائیت ایمان لانے سے مانع ہے دکن صاحب نے اب جس حدیث کا ٹکڑا پڑھ دیا ہے، **فَيَرْغَبُ**، پس رغبت کریگا۔ کب؟ قرب قیامت بعد از نزول من السماء، **يَرْغَبُ صَيْغُ مضارع**، جو استقبال پر دال ہے،

دکیل صاحب! پہلے یہ تو فرمائیے کہ **يَرْغَبُ فِي اللَّهِ** میں **يَرْغَبُ** کے فاعل پر نظر مرزائیت تو جالگی، لیکن **يَرْغَبُ** کو کیوں چھوڑ گئی، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول من السماء ثابت ہونا تھا؟ اس لئے اور اس حدیث کے ماقبل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَنْزِلُ حِينَئِذٍ الْمَنَارَةَ الْبَيْضَاءَ مَشْرُقٍ دَمِشْقَ**، ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد ۱۔

کیوں جی مرزائی صاحب! اب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو حیات و نزول من السماء مان گئے ہو؟۔ **يَرْغَبُ** خود تم اپنے اقرار کئے پر قائم تو نہ رہو گے اور نہ ہی ایمان لاؤ گے **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ**۔ مگر فقیر اس کے فاعل کا تمہیں جواب عرض کر دیتا ہے، جیسا کہ گورنر صاحب ریٹائر ہو جاتا ہے، تو اس کو گورنر صاحب ہی کہا جاتا ہے، ایسا ہی اگر کوئی کپتان ریٹائر ہو جائے تو اس کو کپتان صاحب کے ہی نام سے ادباً پکارا جاتا ہے، اگر اسی کپتان یا گورنر کو عارضی کسی چھوٹی ڈیوٹی پر سرکار مقرر کر دے تو بھی اس کو باقی لوگ کپتان صاحب یا گورنر صاحب کے نام سے ہی ادباً پکارینگے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اپنی نبوت کا زمانہ پورا کر چکے ہیں، اب اپنے اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عارضی ڈیوٹی کے لئے دوبارہ تشریف لانا ہے جو اپنے اپنی اُمت کے کارندے کو اسی سابقہ نبی اللہ کے

نام سے ہی ادباً پکارا، یہ آپ نے اپنی امت کو رب سکھایا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری خدمت کے لئے ہی تشریف لائیں گے، لیکن تمہارا حق ہے کہ تم اُن کا ادب کرو، گو وہ اپنی نبوت کی اشاعت کے لئے تشریف نہ لائیں گے، یہ ہے جواب تمہارے اس اعتراض کا جو تم نے اپنے خلاف حیات و نزول عیسیٰ بن مریم کی حدیث کو جس کے تم منکر ہو، استہزاء پیش کی، نہ کہ ایمان لانے کے لئے، اور نہ تمہارا اس پر ایمان ہی ہے، اور فقیر نے پھر بھی اس کا جواب تمہیں عرض کر دیا، کیونکہ تمہارا اس حدیث پر ایمان ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سابقہ بنی اللہ ہو گئے، لیکن وہ اپنی نبوت کی اشاعت کے لئے یا نبوت خود کے اقرار کے لئے نہ تشریف لائیں گے، بلکہ اپنے جھوٹے مدعیوں کو زور تلوار درست کر لے کے لئے تشریف لائیں گے، جیسا کہ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اَلْوَبْكُورُ خَيْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ كِنِيًّا۔ ابوبکر سب انسانوں سے بہتر ہیں، ہاں اگر کوئی بنی انسانوں میں سے ہو، تو اس سے بہتر نہیں، اگر کوئی انسانوں میں سے بنی نہ ہوتا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استثناء فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ كِنِيًّا کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی کی آمد کا امکان ہے۔

نوٹ:- یاد رکھنا چاہیے کہ ”کنی“ حدیث مذکور بالا میں کمانِ سِکُون کی خبر واقع نہیں، کہ یہ خیال کیا جاسکے کہ حضرت ابوبکر رضی کی نبوت کی نفی مقصود ہے، اگر کمان کی خبر ہوتا، تو بنی کی بجائے بنیٰ ہونا چاہیے تھا، پارٹ بک ضمیمہ ۱۲ تا ۱۴

”محمد عمر“ سبحان اللہ! مرزائی صاحب دیا ننداری بھی اسی کا نام ہے، کہ بھولے مسلمانوں کی آنکھوں میں خوب دھول ڈالتے ہو، جب پہلے از روئے قرآنی آیات و احادیث صحیحہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء قرب قیامت ثابت ہو چکا، کہ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجا لائیں گے، اپنے دین کی اشاعت سے وہ پہلے فارغ ہو چکے ہیں، جیسا کہ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر عرض کر دیتا ہوں،

کُنْزُ الْعَمَالِ ۱۹۹ | ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا هُمَّ بِحَمْدِ عَلِيٍّ
مِلَّتِهِ، إِمَامًا مَّعْدُودًا وَحَكَمًا عَدَلًا يَقْتُلُ الدُّجَالَ
(طبرانی عن عبد اللہ بن مغفل)۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاؤینگے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہونگے، اور آپ کے دین پر ہونگے، اور آپ کے دین کے سند یافتہ امام ہونگے، حاکم ہونگے، عادل ہونگے، پھر دجال کو قتل کریں گے، (طبرانی کا جواب طبرانی سے ہی دیا گیا) تو بفرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت امام و حاکم قرب قیامت آسمان سے نازل فرما دیں گے، لیکن سابق انبیاء میں سے ہی تو ہونگے جس کا انکار نہیں، جس کو تم بھی پہلے اپنی پاکرٹ بک کے اسی صفحہ ۲۲۰ پر تسلیم کر چکے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ قَبِيْخَبٌ نَّبِيُّ اللهِ عِيسَى وَاصْحَابُهُ۔ تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس اُمت کا امام تسلیم کرتے ہوئے اُن کی نبوت کا بھی انکار نہیں فرمایا، بلکہ ان کی نبوت کو بھی اپنی نظروں میں حضر نہیں سمجھا، اور یہی سبق اپنی اُمت کو دیا، کہ دیکھو ایسا نہ ہو، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے یعنی میری اُمت کے لوگوں سے جو قیامت تک محض میری اُمت ہی اُمت ہے اس میں کوئی نبی نہیں، سب سے بہتر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، لیکن جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لاؤینگے اور وہ بھی میرے دین کے ہی عامل ہونگے، اُن سے بہتر نہیں ہونگے۔

یہی مطلب ہے، لَا اَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اُمت کے لوگوں سے بہتر تو ہونگے، مگر عیسیٰ علیہ السلام اُن سے بہتر ہوں گے۔
جواب ۷۔ اس حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ دنیا سے بہتر ہونگے، یہ قیامت کا واقعہ بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ لفظ الناس سب سابقین و آخرین کو شامل ہے، کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے دن قیامت کے بہتر ہونگے، مگر جو نبی ہوگا، اس سے کم درجہ رکھیں گے، کیونکہ خیریت اور افضلیت کا ثبوت ہر کہہ دہ کے لئے قیامت کے دن تو اظہر من الشمس ہوگا۔

تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ بروز قیامت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابتداء سے انتہا تک سب لوگوں سے بہتر ہونگے، اَلَا اَنْیَیْ مِکُوْنُ نَبِیُّ۔ مگر یہ کہ جو نبی ہو یعنی تمام انبیاء سے نیچے اور باقی سب لوگوں سے بہتر ہونگے۔

”مرزائی“۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ..... ثم تکون خلافة علی منہاج النبوة ما شاء اللہ..... ثم تکون ملکا علینا فتکون ما شاء اللہ..... ثم تکون خلافة علی منہاج نبوة۔ (رواہ احمد، بیہقی، مشکوٰۃ)۔

تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کے بعد بادشاہت شروع ہوگی، اور وہ بھی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اس کے بعد خلافت ہوگی منہاج نبوت پر۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں دوبارہ منہاج نبوت پر خلافت ہوگی، جس طرح ابتداء اسلام میں منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوئی تھی، ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر خلافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ہوئی تھی، تو لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مندرجہ بالا حدیث مشکوٰۃ میں بین السطور میں لکھا ہے۔

الظّٰہر ان المراد بـہ زمن عیسیٰ علیہ السلام والمہدیٰ ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہونے کا زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہوگا۔ یا کٹ بک ص ۱۱۱۔

”محمد عمر“۔ مرزائی بیچ تو مشہور ہے۔ لیکن دیکھنے سے حقیقت کھل کر صدف کذب کا اندازہ صحیح لگایا جاسکتا ہے، دلیل صاحب تو اتنے حواس باختہ ہو گئے ہیں، کہ کہ حدیث پاک کے معانی بھی پس پیش کر دئے ہیں، خیر۔ مرزائی صاحب سے توقع یہ تھی، کہ شاید تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ سے اجرائے نبوت ہی مراد لیتا، لیکن چونکہ اس کی شرح میں دوسری حدیثیں موجود ہیں، اس لئے اس کا دائیہاں نہ چلا، تسلیم کر لیا گیا کہ اس میں چونکہ خطاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو ہے، تو ان میں نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہو سکتی ہے، اور کوئی نئی نبوت نہیں، لیکن جب اس کا جواب آیا، تو مرزائی حدیث کے اس جملے کو

چھوڑ گیا، جہاں نکتے لگائے گئے ہیں، وہاں لکھا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ شَرِّبْنَا اللہُ تَعَالٰی پھر اللہ نبوت کو ہی اٹھا لیگا تو اس جملے نے مرزائی عقیدہ کے اجرائے نبوت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے دوستو میں جب تک تم میں موجود ہوں، نبوت اللہ کی مشیت سے موجود ہے، میرے بعد اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھالے گا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟۔ اس جملے کو حدیث سے مفہم کر گئے تھے۔ پاکٹ بک میں تو چھپا گئے لیکن کتاب مشکوٰۃ شریف سے کیسے چاٹ لو گے، سبحان اللہ! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا جملہ ارشاد فرما دیا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نبوت کو ہی اٹھا لیگا، پھر فرمایا کہ میرے بعد خلافت نبوت کے اصولوں پر قائم رہے گی، بمشیت الہی۔ پھر فرمایا کہ شَرِّبْنَا اللہُ تَعَالٰی پھر اللہ تعالیٰ خلافت نبوت کے اصولوں والی کو بھی اٹھا لیگا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ اگر نبوت جاری ہی رہتی جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے تو آپ نے کیوں فرمایا، کہ میرے بعد اللہ نبوت کو اٹھالے گا، پھر زمانہ خلافت راشدہ کا بمشیت الہی شروع ہو گا، اس کو بھی اللہ تعالیٰ اٹھا لیگا، تو نبوت کا اجرا کیسے رہا؟ خیر تم آخر میں یہاں اس امر کو تسلیم کر گئے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ممکن نہیں ہے۔ تب ہی حدیث کو بیان فرمایا اور اس پر اعتراض بھی نہیں ہوئے، تسلیم کر کے آخر میں پھر ایک گندھی چھینٹ ڈال دی، فرماتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنے زمانہ میں نبوت کو بند کر دیا لیکن آخر زمانے میں لازم ہے کہ نبی ہو، جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو اور پھر تسلیم بھی کر لیا، کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کا زمانہ ہے۔ پہلے تو مرزائی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور امام مہدی کو ایک تسلیم کرتا تھا، لیکن یہاں غلطی سے وجود تسلیم کر گیا، تعجب کی بات ہے کہ چونکہ نبی اور کو بلا فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر چکے ہیں، اس واسطے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بات بھی اور نئی گڑھ لیتے ہیں، بھلا یہ تو فرماؤ کہ تم کہتے ہو کہ لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو، یہ کس عبارت حدیث سے نکالا ہے؟

ہاں مرزائیات سے ہی سہی، اور یہ نہ سوچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمادیا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھا لیگا، اور میرے خلفاء کی خلافت راشدہ کے بعد خلافت بھی اٹھا لیگا، اور پھر فرمایا کہ قرب قیامت پھر خلافت نبوت مصطفویٰ کے اصولوں پر قائم ہوگی، اگر اس وقت قرب قیامت ضرورت نبوت ہوتی، تو آپ نے جیسے فرمایا کہ خلافت نبوت کے اصولوں پر قائم ہوگی، آپ فرمانہ دیتے، کہ پھر نبوت بھی نئے نبی کے پیدا ہونے سے اشاعت پکڑائی، لیکن شکر خداوندی ہے کہ دلیل صاحب بین السطور کے حاشیہ کو ہی تسلیم کر گئے، کہ وہ قرب قیامت زمانہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کا ہوگا، کوئی نیا نبی نہ ہوگا، تو ثابت ہوگا، کہ وکیل صاحب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں کسی نئے نبی کے قائل نہیں، لیکن مرزائیت انکی زبان سے زبردستی نکلوا رہی ہے۔

یہ مذکورہ دلائل محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور اپنی امت مرزائے کو خوش کرنے کے لئے ایک ڈھکونج تھا، جس کو آخر میں آکر تسلیم کر گئے ہو کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے بعد نبوت کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا ہے البتہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بطور بادشاہ عادل آسمان سے تشریف لاویں گے اور امام مہدی علیہ السلام کا بھی وہ زمانہ ہوگا، شکر ہے

کفر ٹوٹا خدا کر کے

وکیل صاحب! خدا تعالیٰ آپ کو اس تمہاری پیش کردہ آخری حدیث کے مضمون کے مطابق کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو اٹھا لیا ہے پر ایمان صحیح رکھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور قرب قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم ناصری علیہ السلام کے آسمان سے تشریف لانے کی بھی علمیت ہے اور امام مہدی علیہ السلام جو مدینہ طیبہ سے نکل کر مکہ شریف کو روانہ ہونگے، اور عرب کے بادشاہ ہونگے، اُن پر بھی ایمان لانے کی عقیدت مندی عطا فرمائے۔ دَمَا عَلَيْنَا اِلَّا السَّلَامُ

وکیل صاحب تم نے تو یار ادھر ادھر کی باتیں گھڑ کر اجرائے نبوت کے مضمون کو ٹالا ہے، جو تمہاری پاکٹ بک کے ص ۲۳۲ سے ص ۲۴۱ پر واضح ہے۔

اب فقیر تمہیں بفضلہ تعالیٰ تمام کتب احادیث سے بلا مبالغہ دلاتا ہوں و بغیر

رد و بدل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہونے کی احادیث صحیحہ پیش کرتا ہے
امید واثق رکھتا ہوں کہ آپ ان کو بلا اعتصاف مرزائیت گوش گزار فرماؤ گے، و علی
اللہ توکلْتُ وَاَلْبِیُّ اَنِیْبُ۔

محمد عمر

اولہ ختم نبوت بر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از احادیث

(۱) بخاری شریف

۱/۲۹۱

حد ثنا محمد بن بشار قال حد ثنا محمد بن جعفر
قال حد ثنا شعبۃ عن فرات القزازی قال
سمعتُ ابا جزم قال قال قاعدُ ت ابا هريرة عن
سین سمعته یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسهم الا نبياء کلها هلك مني
خلفاء نبي و انت لا نبي بعدي و سيكون خلفاء۔

فرات القزازی نے کہا کہ میں نے ابو جزم سے سنا، کہا اُس نے کہ میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں پانچ سال بیٹھا، تو میں نے اس سے سنا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے
پاس پنے درپے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، جب بھی نبی ہلاک ہوا، اس کا
جانشین اور نبی ہو گیا، اور شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفے ہونگے،
کیوں جناب مرزائی صاحب! بخاری شریف کی حدیث اور فرمان مصطفوی صلی
اللہ علیہ وسلم اتنا واضح ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، کہ بنو اسرائیل میں یکے بعد دیگرے متواتر
انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خلفاء کے
متعلق ارشاد فرمایا کہ خلیفے ہونگے اور یہ حدیث اگر کسی عیسائی کے سامنے بھی بیان کیجاو
تو وہ کسی اس کے معانی صحیح سمجھ لیگا لیکن تمہیں مرزائیت اتنی مانع بنی ہوئی ہے کہ عمل تو
بجائے خود مطلب کبھی صحیح نہیں سمجھنے دیتی، اسے کہا جاتا ہے کہ مطابق موضوع بات

پیش کرنی! تم بھی پیش کرتے ہو، کبھی کسی طرح اسٹ پلٹ کرتے ہو، کبھی کسی طرح ہیرا پیری کر کے کہتے ہو کیوں جی ختم نبوت ثابت ہوئی یا نہ؟ واضح حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہونے پر ایمان لادے، کہ آپ کے بعد اور کوئی قطعاً نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

”مرزائی“۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي خُلَفَاءُ بِوصاف بتا رہے ہیں، کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب کا زمانہ مراد لیا ہے یعنی میرے بعد خلفاء ہونگے، اور معاہدہ کوئی نبی نہ ہوگا، پاکٹ بک ص ۵۰۳۔
”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب کا دماغ مرزائیت منہ کر چکی ہے، بس اپنے مرزائیوں کو خوش کرنا جانتے ہیں کہ مرزائی کہیں کہ واہ وا واہ حدیث شریف کو خوب اڑایا، لیکن کسی تبدیل عربی خواندہ کے سامنے بیان کرو، تو میزان ”صرف پڑھنے والا بھی وکیل صاحب کی بات پر ہنسے گا“

وکیل صاحب! ”س“ داخل ہوا یَكُونُ پر جس کا وقوع ہے فِي أُمَّتِي خُلَفَاءُ پر، خلیفہ تو ٹھیک منقریب ہی ہونگے، لیکن وَرِاثَةُ لَا يَتِي بَعْدِي كَوْنِ“ سے کیا تعلق، س مزارع پر یا ماضی پر داخل ہوتا ہے تو معنی قریب کے دیتا ہے، لیکن اِنَّهٗ لَا يَتِي بَعْدِي پر س کو کیسے داخل کر دے گے اور تہیب کے معنی کیسے لوگے اور دوسری علمیت وکیل صاحب کی یہ کہ س داخل ہو آخر قیلے پر اور شامل کر لیں ماقبل کو بھی، ہاں بھائی قادیان جو جاتا ہے اٹا ہو کر ہی آتا ہے مٹا ہے اختیار نہیں، گاڑی کا انجن جاتا سیدھا تھا اور جب واپس آتا تو اٹا ہوتا، بھلا وکیل صاحب اُلٹے علمت کیوں نہ ڈالیں، خواہ تعلق ہو یا نہ ہو، وکیل صاحب کچھ تو سوچتے، کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

پائے کج را موزہ مے با سیرت کج

”مرزائی“۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ قاعدہ تھا، کہ ان میں ہر نبی بادشاہ ہوتا تھا، جب کوئی نبی ہوتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ بنی ہوتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوگی، چنانچہ دیکھ لو ابوبکر، عمر، عثمان، علی بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے مگر نبی نہ بنے۔

اور جو نبی ہو (یعنی مسیح و عود) وہ بادشاہ نہ ہو، پاکرٹ بک حصہ ۲۰۳۔

"محمد عمر" - وکیل صاحب! یہ حایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی، آپ کے دماغ میں مرزا صاحب کی بات ہی جلدی آسکتی ہے، کیونکہ آپ کو قادیانی مٹی لگ چکی ہے، مدینے والے کی کلام کو سمجھنے کے لئے ایمان کی ضرورت ہے، مرزا کو بالائے طاق رکھ کر اگر آپ سمجھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سمجھ آئیگی، جب تک تین صاف نہ ہو، اُس میں طیب چیز کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔

"مرزائی" - نہیں آپ بیان فرمائیے، شاید خداوند تعالیٰ سمجھ عطا کرے، کوئی بڑی بات نہیں۔

"محمد عمر" - اچھا تم جو مرزا صاحب کی نبوت کو سچا کرنے کے لئے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلتے ہو، تمہارے سمجھنے کی مرضی کب ہو سکتی ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے صاف اور واضح الفاظ ہیں، کَانَتْ بَنُو رَاسِلٍ اَسْبَلُ تَسْوِمُ الْاَنْبِيَاءُ کہ بنو اسرئیل کی طرف انبیاء کرام متواتر آتے تھے، ان میں ان کی بادشاہت کا ذکر نہیں ہے ہی نہیں، پھر آگے فرمایا کہ کَلَّمَآ هَلَفَ نَبِيٌّ خَلْفَهُ نَبِيٌّ ذَرَانَّهُ لَدَيْهِ لَعْدِي جب ایک نبی ہلاک ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا، اور میرے بعد میری امت میں یہ اصول ختم ہے (بلکہ میری امت کی شان یہ ہے کہ میرے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں، یہاں یہ عبارت کہاں موجود ہے کہ بادشاہت اور نبوت اکٹھے نہیں ہو سکتے، یہ اپنی طرف سے عبارتیں مٹھونس کر مخلوق خدا کو دھوکہ دیتے ہو۔ اور مرزاجی کی رضا کے طالب ہو، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبارت کو بڑھا کر اور اُلٹ بیان کرنے والو! یاد رکھو میدان حشر میں اور قبر میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسی بٹھا کر گلے میں ہوگی اور تم مجرمانہ حیثیت سے اس مقدمہ میں پیش کئے جاؤ گے تو تمہیں اس حدیث کی سمجھ آئے گی، کہ ہائے میں نے فلاں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا بیان کر کے کیوں جھٹلایا تو اس وقت کا بچھٹانا کام نہ آئیگا۔

"مرزائی" - واقعی یہ تو وکیل صاحب نے حدیث میں زیادتی سے کام لیا ہے۔ لیکن ایک اور عرض کرتا ہوں، کہ اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پور کوئی نبی نہ ہوگا، قطعاً غلط ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئینہ

مسیح موعود کو مسلم کی حدیث میں نبی اللہ کر کے پکارا ہے، اور چونکہ یہ بات یہ ہے، کہ یہ حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیانی زمانے کے لئے ہی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ لَبَّسَ عِیْسَى رَبِّیْنَهُ نَبِیَّ دَاوُدَ نَازِلًا۔

موجود ہے، بخاری کے الفاظ بھی یہی ہیں، پاکٹ بک ص ۵۰ تا ص ۵۱۔

”محمد عمر“ حدیث صحیح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے کے لئے کتنے جیلے گھڑتے ہو، سیدھا ہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم اس حدیث کے قائل نہیں، پہلے نبی نے کیا مطلب تم نے کہہ دیا، کہ اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں یہ غلط ہے، یہ ہم نکال رہے ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلا تاویل فرما رہے ہیں۔

اے مسلمانو! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلانے والوں میں لو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کیسا صاف ہے، کہ بنو اسرائیل میں انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں، لیکن میری امت میں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، مرزائی سے جب کوئی تاویل نہ چل سکی تو صاف کہہ دیا کہ یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا یہ غلط ہے اور کہنے والا کون ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور غلط بھی آپ کے فرمان کو ہی کہہ دیا، مرزا صاحب کی اطاعت میں مرزائی نے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف الفاظ میں ٹھکرا دیا، اس سے زیادہ واضح اور کیا انکار ہو سکتا ہے پھر جب تنگ آ گئے تو ایک حدیث حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے متعلق پڑھ دی، جس کو مرزائی بھی صحیح سمجھتا ہے، لیکن اسپر مرزائی ایمان نہیں لانا، اس کا بھی منکر ہے، ایک حدیث کا انکاری اور اس کے ساتھ ایک اور حدیث پیش کر دی، کہ میں صرف اس کا ہی منکر نہیں، بلکہ اس دوسری حدیث کا بھی منکر ہوں، یک نہ شد دوشد۔

بھلا مرزائی صاحب! تم نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لَبَّسَ عِیْسَى دَاوُدَ نَازِلًا پڑھ دی، کیا اسپر تمہارا ایمان ہے، کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام آسمان سے اتر نیوالے ہیں، اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں، اس فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمہارے اجر لئے نبوت و تمہارا

مرزا جی کی نبوت کی جڑ کاٹ دی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اترنیوالے ہیں، تم و اللہ نازل کے بھی منکر اور آپ کا فرمان کہ لیس بیٹی و بیٹا نبی کے بھی منکر، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کے پہلے ہی اپنی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کو جعلی نبی بنا بیٹھے ہو، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس حدیث شریف مذکور بالا میں صاف فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، تم نے صاف انکار کر دیا کہ یہ غلط ہے، دیکھو ہمارا غلام احمد مرزا نبی جعلی آگیا ہے، دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ایسے نیری حدیثوں کو ٹھکرانے والوں کو درست کرنے کے لئے آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے، تم نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے، تم نے کس حدیث کا اقرار کیا، تم مرزائی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک حدیث پیش نہیں کر سکتے، جس پر تمہارا ایمان ہو، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح اور سچا ثابت ہوا، جو آپ نے مذکورہ بالا حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، جیسا کہ پہلے بنو اسرائیل میں آتے رہے ہیں، کیونکہ میرے بعد کسی نبی کا مقام خالی نہیں، تمام مقامات انبیاء علیہم السلام پورے ہو چکے ہیں، اب ان کا میرے بعد آسمان سے اترنا میری ختم نبوت میں فرق نہیں لاسکتا، کیونکہ وہ اپنی نبوت کی ڈیوٹی ختم کر چکے ہیں، اب ان کا میری اُمرت میں داخل ہونا ان کے اجر سابقہ کو ضائع نہیں کر سکتا، اور میرے اُمتی بننے سے میری نبوت کے ختم ہونے میں مداخل نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ یہاں اپنی نبوت کو لے کر نہ آئیں گے، وہ محض ختم نبوت کو توڑنے والے اور جھوٹے مسیحوں کو درست کرنے کے لئے تشریف لاؤں گے، جس سے اُمرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دہلا ہوگی، اور دشمن ذلیل ہوگا، اس نبوت کے تکمیل شدہ مکان کو توڑنے والو اس مکان کو تو تم توڑ نہیں سکو گے، یہ مکان مکمل ہو چکا اور مکمل ہی رہے گا، جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حد ثنا محمد بن سنان حد ثنا سلیم بن حیان حد ثنا
سعید بن میناء عن جابر بن عبد اللہ قال قال
النبي صلی اللہ علیہ وسلم مثلی و مثل الانبیاء

۱۲۰ بخاری شریف

۱
۵۰۱

کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَاحْتَنَاهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسَ يَدُ خُلُوتَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ يَقُولُونَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبَنَةِ -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور انبیاء کی مثال ایسے ہے، جیسا کہ کسی زکھر تعمیر کیا تو اس کو مکمل کر دیا اور سجا بھی دیا اور ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی، لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں، اور متعجب ہو کر کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں نہیں پُر کی گئی۔
(یعنی خالی جگہ کیوں چھوڑی گئی؟)۔

(۲) بخاری شریف

۵۰۱

مسلم شریف

۲

۲۴۸

بیہقی شریف

۹

۵

حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا اسمعيل بن جعفر عن عبد الله بن دينار عن أبي صالح عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن مثلي ومثلي من الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون فيه ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال أنا اللبنة وأنا خاتم النبيين -

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک شخص نے مکان تعمیر کیا تو بہت اچھا اور خوبصورت بنایا، کوئے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، تو لوگ اس میں آتے جاتے ہیں، اور اس کے لئے تعجب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، اس اینٹ کی جگہ کیوں نہیں تیار کی گئی، (خالی کیوں چھوڑی گئی)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میں (وہی) ایک اینٹ ہوں، اور میں ہی تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

”مرزائی“۔ خاتم النبیین کو تم نے پڑھا ہے خاتم النبیین جس کے معنی ہیں کہ میں تمام نبیوں کو مہر لگانے والا ہوں۔

"محمد عمر"۔ اس حدیث میں تمہارا خاتم النبیین پڑھنا غلط ہے، کیونکہ اگر خاتم النبیین ہوتا تو بنی یثرب نہ فرماتے، کیونکہ اینٹوں پر مہر لگائی جاتی ہے تو اینٹیں تیار ہونے سے قبل ہوتی ہے، اور اگر کہو کہ مکان پر مہر تو ختم نبوت کا مطلب حل ہو گیا، کہ انبیاء علیہم السلام سے مکان تیار ہو چکا اب کہتے دانی اینٹ کی جگہ خالی تھی اور وہ اینٹ ہمیشہ تعمیر کنندہ ہی آخر وقت پر چپا کر تا ہے، جب مکان تیار ہو جاتا ہے، اور جب وہ اینٹ بھی تیار ہو جائے تو اب مکان میں کسی اینٹ یا کسی باقی تیاری کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے، شاید مکان کے باہر کسی صاحب مکان کے لئے ٹیٹی کی ضرورت ہو، تو اس کی ضرورت کے لئے کسی اینٹ کو لگانے کے لئے آپ کو کسی نے فرمادیا ہو، تو اسلام اس سے بے خبر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مکان کی ایسی مثال ارشاد فرمادی، کہ جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم نہ تسلیم کیا جائے تو ایمان جاتا ہو، اَنَا اللَّبَنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں، جس سے مکان انبیاء علیہم السلام پورا ہو چکا اور میں ہی تمام نبیوں کے ختم کرنیوالا ہوں۔

"مرزائی"۔ مولوی صاحب! تم نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادتی سے کام لیا ہے، یہ الفاظ حدیث شریف میں کہاں ہیں، کہ مکان انبیاء کو میں نے پورا کر دیا، یہ بات تم نے اپنی طرف سے لگا دی ہے، جو شرعاً کفر ہے۔

"محمد عمر"۔ سبحان اللہ معلوم ہوا، کہ مرزائی صاحب بھی اس حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتا ہے، لیکن عمداً منہ چھپائے پھرتا ہے، ہَلَّا وَضَعْتَ هَذِهِ اللَّبَنَةَ کا کیا مطلب ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے ایک مکان تعمیر ہو چکا ہے۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے اور میں وہی اینٹ ہوں، تو اس ایک اینٹ کے جڑنے سے یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے وہ مکان مکمل ہوا یا نہ؟ جب حضور تشریف لائے تو مکان مکمل ہونیکے بعد آپ نے فرمایا کہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ میں خاتم النبیین ہوں میں ہوں تمام نبیوں کا ختم کرنیوالا، کیونکہ مکان تعمیر ہو چکا، جو ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی وہ جگہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر کر دی، اب اس مکان انبیاء علیہم السلام میں اور جگہ خالی ہی نہیں، تو تم عمارت نبوت کو کیسے کہہ سکتے ہو کہ عمارت ابھی نا مکمل ہے؟ اس لئے نبوت جاری ہے یہ غلط ہے کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک اینٹ

کے مقام کو پُر فرما دیا، اب دوسرے کسی نبی کے لئے کوئی جگہ خالی نہیں، پہلے ہی پُر ہو چکی ہے، اسی بنا پر آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ثابت ہوئے اور یہی مطلب فرمان الہی و لکن رسول الله و خاتم النبیین کا ہے۔ جسکی تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی، ”مرزائی“۔ مولوی صاحب! میں تو تب سرخم کر دینگا، جب یہ الفاظ کسی حدیث سے دکھا دو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس عمارت کو یا اس اینٹ کی جگہ کو پورا کر دیا، ہو سکتا ہے کہ ایک اینٹ کے بجانے میں کوئی پچر کی جگہ خالی رہ گئی ہو، ”محمد عمر“۔ دوسرے! جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا، کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، اور میں وہی ایک اینٹ ہوں، تو پچر کی جگہ کونسی خالی رہی، اچھا اگر زیادہ اسی امر کا اصرار کرتے ہو، تو تمہیں ایسے الفاظ ہی دکھا دیتا ہوں،

”مرزائی“۔ کسی حدیث کے الفاظ ہوں، شاسح وغیرہ کے الفاظ میں تسلیم نہ کر دینگا۔ ”محمد عمر“۔ بھائی جب تم نے تاویل کرنی ہو، تو تم جھوٹ موٹ ہی کہہ دیتے ہو کہ فلاں کتاب کے بین السطور میں لکھا ہے، وہ بھی تمہارے لئے حجت ہو اور اگر میں کسی محدث کی شرح پیش کروں تو تم کہتے ہو کہ میں تسلیم نہیں کر دینگا۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب اگر میں ایسی چیز پیش کرتا ہوں، تب ہی تو تم آج مجھے ذلیل کر رہے ہو، اور اسلام کے علمبردار بھی تو تم ہی بنے ہوئے ہو، آج کسی حدیث سے نکال کر دکھاؤ، ورنہ میں کہو گنگا، کہ تم نے جھوٹ بولا تھا، ورنہ دکھاؤ، کہ مکان پورا ہو گیا، یہ دکھاؤ جو تم نے زیادتی لگائی ہے۔

”محمد عمر“۔ آؤ بھائی اگر تم اسی پر مصر ہو تو دکھا دیتا ہوں، ایمان لانا یا نہ؟

حد ثنا عبد الله حد ثنی ابی ثنا ابو معاویہ
ثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی سعید
الخد ری قال قال رسول الله صلی الله علیه

(۴)۔ مسند امام احمد حنبل

وسلم مثلی و مثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنی داراً فآتمھا رالاً
لبنة واحدة فجئت انا و آتممت تلك البينة۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری مثال اور میرے پہلے تمام نبیوں کی مثال ایسے آدمی کی ہے، جس نے مکان تیار کیا تو سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے تمام مکان مکمل کر لیا

تو میں آیا اور اس اینٹ کی جگہ کو میں نے پورا کر دیا،

کیوں جناب! اب تو تمہاری مرضی کے مطابق اتممت تلک اللبنة فرماں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکھا دیا ہے، امید ہے کہ اب تمہیں کسی پچر کی گنجائش نظر نہ آئیگی۔

”مرزائی“۔ اگر تم ہی پچر کی گنجائش سمجھو تو؟

”محمد عمر“۔ تم نے اس اینٹ کی جگہ پُر کر نیکا مطالبہ کیا وہ تمہاری مرضی کے مطابق پورا

ہو آیا نہ؟

”مرزائی“۔ یہ تو مطالبہ پورا ہو گیا من دھن، لیکن تم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پچر لگاتے ہو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا وہ گمراہی نہیں، اگر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمارت انبیاء میں نئی پچر لگا کر اسلام سے خارج ہوتے ہیں تو تم بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پُرانی پچر لگا کر اسلام سے خارج ہو۔

”محمد عمر“۔ نہیں ہرگز نہیں، عمارت انبیاء علیہم السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مکمل کر دیا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ علم تھا کہ میرے بعد جھوٹے نبی پیدا ہونگے، جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا، اس لئے اپنے پہلے فرما دیا، حدیث شریف مذکورہ بالا ملاحظہ ہو، مَثَلُ النَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِي مَثَالُ امثال اور میرے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال، تو اپنے اپنے بعد کے کسی نبی کا ذکر نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ بعد میں کوئی نبی ہے ہی نہیں، باقی رہا تمہارا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق، وہ تو مِنْ قَبْلِي میں شامل ہو گئے، ان کی اینٹ تو مکانِ انبیاء علیہم السلام میں لگ چکی، اب اُن کا تشریف لانا نہ نبوت کی اشاعت کے لئے ہے، اور نہ ہی وہ بعد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، بلکہ آپ پہلے کے پیدا شدہ، پہلے کے نبی، اُن کی کوئی نئی نبوت نہیں، کہ تمہارا اعتراض لازم آئے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نَطْثَةٍ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نطفہ کے پیدا کر دیا، تو مرزائی اعتراض کرے کہ غلط ہے، تو ایمان سے خارج ہے کیونکہ امتحان کے لئے اور ایمانوں کی پڑتال کے لئے خداوند کریم ایسے کر ہی دیتے ہیں، تاکہ مومن اور کافر میں تمیز ہو جائے، لَيُمَيِّزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ، کب تک احادیث صحیحہ معترہ کا انکار کرو گے اور مرزا صاحب کی بات کو قرآن و حدیث اور رسالت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم سے بالا سمجھو گے، وقت قریب آئی والا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائیگا،
توفیق نے اذروئے احادیث تمہاری ہر طرح کی تسلی کر دی۔ اور ختم نبوت پر مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی احادیث صریح پیش کر دیں۔ اور ملاحظہ ہو۔

(۶) بخاری شریف

۲
۱۰۳۵

حدَّثَنَا ابُو اِيْمَانَ قَالَ اخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ
حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنْ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبَوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ تَالُوْا اِنَّ مَا الْمُبَشِّرَاتُ تَالُ الْمَرْءُ دِيَا
الصَّالِحَةُ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے کہ نبوت ختم ہو گئی، سوائے مبشرات کے
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کہ مبشرات کیا ہیں، فرمایا اچھی خوابیں
اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا، کہ نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم
ہو گئی، اب نبوت کا مدعی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے، آپ نے فرمایا۔
اچھی خوابیں آسکتی ہیں۔

(۷) مسلم شریف

۲
۲۲۷

حَدَّثَنَا ابُو بَكْرٍ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ ثَعْلَبَانِ قَالَ ثنا
سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِيْنَةَ عَنْ جَابِرِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ
كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّمَهَا وَآكَمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ نَجَعَلَ النَّاسَ يَدُ
حُلُوْنَهَا وَيَتَعَبُّوْنَهَا مِنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبْنَةِ جِئْتُ وَخَتَمْتُ
الْأَنْبِيَاءَ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
آپنے فرمایا میری اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسے ہے، جیسے کہ کسی نے مکان تیار
کیا، تو سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے اُس نے اس کو پورا اور مکمل کر دیا، تو لوگ اس میں
داخل ہوتے ہیں، اور اس خالی جگہ کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں، کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں
نہیں پوری کی گئی، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس اینٹ کی جگہ میں آیا ہوں،

اور تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔۔۔۔۔ وہ اینٹ کی خالی جگہ پُر ہو گئی،

”مرزائی“۔ ان حدیثوں میں زہیر بن محمد ضعیف ہے اور دوسری سند میں عبد اللہ بن دینار اور ابوصالح خوزی ضعیف ہیں، یاکٹ بک ص ۵۰۷ تا ۵۰۸۔

”محمد عمر“ فقیر کی پیش کردہ حدیثوں سے کسی حدیث میں بھی زہیر نہیں ہے، لہذا صحیح ثابت ہوئیں، اور تمہارا کہنا غلط ثابت ہوا، اور حدیث ۲ میں بھی تمہاری پیش کردہ راویوں میں سے کوئی بھی نہیں، لہذا صحیح ثابت ہوئیں، اور تم منکر حدیث ثابت ہوئے، باقی رہا تمہارا کہنا کہ عبد اللہ بن دینار العدوی مولیٰ ابن عمر مخدوش ہے، یہ تم نے جھوٹ سے کام لیا ہے، آئیے رجال حدیث کی تحقیق کریں، تم بیچاڑے اپنے مرزاجی کی روایت جس کو گڈا سنگہ اور شرین پت اور ملا دامل روایت کریں، معتبر سمجھو۔ لیکن اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا قدر جانو، ہمارے بزرگوں کی شان ہم سے سینے پر۔

عبد اللہ بن دینار العدوی ابو عبد الرحمن المدنی مولیٰ ابن عمر

(عبد اللہ بن دینار کے اساتذہ جن سے روایت بیان کرتے ہیں)۔

- (۱)۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) سلیمان بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)۔ نافع القرشی مولیٰ ابن عمر (۵)۔ ابی صالح السمان وغیرہم۔

تہذیب التہذیب

۲۰۱

عبد اللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردان رض

- (۱)۔ ابنہ عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳)۔ سلیمان بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)۔ شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵)۔ صفوان بن سلیم (۶)۔ عبد العزیز بن الماجشون (۷)۔ عبد العزیز بن مسلم القسملی (۸)۔ عبید اللہ بن عمر (۹)۔ محمد بن سوقة (۱۰)۔ ابن عجلان (۱۱)۔ موسیٰ بن عقبہ (۱۲)۔ ورقان بن عمر (۱۳)۔ یحییٰ بن سعید (۱۴)۔ یزید بن عبد اللہ بن الہاد (۱۵)۔ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن (۱۶)۔ الولید بن الولید المدنی (۱۷)۔ یحییٰ بن جعفر (۱۸)۔ عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس (۱۹)۔ یحییٰ بن ابی صالح (۲۰)۔ و (۲۱)۔

سفیان بن جماعت، ۲۱ شاگردوں کے علاوہ اور بھی اس کے شاگرد ہیں، اس کی تائید کرنے والے حضرات نیچے۔

عبد اللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صفائی کے گواہان

- (۱)۔ قال صالح بن احمد عن ابيه ثقة مستقيم الحديث۔
- (۲)۔ قال ابن معين وابوزرعة والبخاري ومحمد بن سعد والنسائي ثقة زاد ابن سعيد كثير الحديث۔ (۳) قال العجلي ثقة (۴) قال بالبيت عن ربيع بن حداثي عبد الله بن دينار وكان من صالح التابعين صدقاً ديناً (۵)۔ ذكره ابن حبان في الثقات۔

کیوں جناب؟ یہ ہے عبد اللہ بن دینار اور وہی ہے کتاب تہذیب التہذیب جس نے تمہارے پردے فاش کر دیے، اور عبد اللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تمہیں جھوٹا ثابت کر دیا اور ان کی شان بیان کر دی، اب ابوصالح خوزی کے متعلق سن لیجئے۔ تمہارا بھی یہ مسئلہ قانون ہے کہ جس کی وجہ جرح ثابت نہ ہو اس کی جرح ناقابل قبول ہے، اور اس کے متعلق ابوزرہ لکھتے ہیں، قال ابوزرعة لا بأس به، اس کی حدیث میں کوئی ڈر نہیں، اور یہ بھی تم نے غلط لکھا ہے کہ ابن معین نے اس کو ضعیف لکھا ہے بلکہ تہذیب التہذیب میں ۱۳۱ میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قال ابن الدورقي عن ابن معين ضعيف، ابن ذورقي نے کہا ہے کہ ابوصالح کی روایت ابن معین سے بیان کرے تو ضعیف ہے، در نہ نہیں۔ اور ان دونوں حدیثوں میں ابوصالح روایت کرتے ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، لہذا تمہاری جرح غلط ثابت ہوئی، اور حدیثیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مسند من کل جرح علی رغم انفعد وثابت ہوئی اور مرزائی علی الاعلان منکر احادیث صحیحہ ثابت ہوا، اب اور حدیثیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

”مرزائی“۔ مولوی صاحب اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جاوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے، کہ آپ نے ایک اینٹ کی جگہ پُر کر دی، حالانکہ لولاک لما خلقت الافلاک آپ کی شان ہے، اور اس سے جو مفہوم مولوی بیان کرتے ہیں وہ غلط ہے، بلکہ اس سے شریعت

کا محل مراد ہے۔ پہلے انبیاء ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے، اور اس محل کا سامان جمع ہوتا رہا، چونکہ پہلی شریعتیں ناقص تھیں یہ مکان مکمل نہ ہو سکا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی شریعت نے مکان کو مکمل کر دیا، جو سامان پہلے جمع شدہ تھا یعنی پہلی کتابیں بھی اس میں شامل ہیں، ذیہا کتب قیمۃ، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کی اینٹ سے تعبیر کیا، پاکٹ بک ص ۵۸ تا ص ۵۹۔

”محمد عمر“ دکیل صاحب امرزائیوں کو نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی دشمنی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر خیر آیا اور تمہیں گولی لگی، فوراً کلام مصطفیٰ کو اُلٹنے کی کوشش میں لگ جاتے ہو، اب اس حدیث میں صاف واضح الفاظ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَثَلِيَّ وَ مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِثْرِي وَمِثْلُ الْأَنْبِيَاءِ مِثْلِي اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مثال، لیکن مرزائی اس سے علی الاعلان دن دھاڑے رد گردانی کر رہا ہے۔

کہ یہاں انبیاء سے مراد اُن کی شریعتیں ہیں، کچھ تو شرم چاہیے، تخریف کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، خیر مسلمان کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو چھوڑ کر تمہاری تخریف کی طرف نہیں جاسکتا، اور تمہارا یہ مطلب بیان کرنا سراسر جھوٹ ہے، جو عبارت سے نہ اشارتاً نہ کنایتاً نکلتا ہی نہیں، باقی رہا تمہاری عقل مکان انبیاء علیہم السلام کی، اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی اینٹ بنایا جائے، تو یہ آپ ہتک ہو یہ بھی مرزائی عقل میں معافی پھرنا ہتک نہیں اور یہ ہتک ہے، حالانکہ مکان میں ایک اینٹ کی کسر رہ جائے، جہاں نام نذرہ ہوتا ہے، جب تک کہ وہ موسومہ کتبہ والی اینٹ نہ لگے، تمام مکان ہی ناقص رہتا ہے، اور اس میں آبادی ہی نہیں شمار کی جاتی، اور نہ ہی ردشنی ہوتی ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹ کتبہ والی لگی تو انبیاء علیہم السلام کے انبیاء ہونے کی تصدیق ہوئی، جیسا کہ جب تک کتبہ نہ لگے، مالک مکان کی تصدیق ملکیت مشکل ہوتی ہے، شہادتوں کی ضرورت پڑتی ہے، جب کتبہ لگ جائے تو بلا شہادت مالک مکان کی ملکیت اس کتبہ کے سبب ثابت ہوتی ہے، ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کی نبوت دنیا کے سامنے دلائل کی محتاج رہی، آپ کے تشریف لانے پر ایک کتبہ والی اینٹ لگ گئی، اب دلائل کی احتیاجی دور ہو گئی، جب مکان مکمل اور مصدقہ ہو چکا، اب اس مکان کی ایک اینٹ کا دخیل چور سمجھا جائیگا، اور گرفتار ہو کر لائیٹ سزا ہوگا، اور یہاں زمین و آسمان کا

ذکر ہی کہاں ہے، مثلی و مثل الانبیاء کا ذکر ہے، لیکن مرزائی کو اس طرف تو مرزا جی حائل ہیں، چلے گئے لولاک لداخلت الافلاک کی طرف۔

جس کا اصل ہی صحیح نہیں اور جو نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونے کی واضح دلیل ہے، کو ٹھکرا کر حدیث صریحہ کا منکر کہلا دے، بلکہ خداوند ہر مومن کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل فرمان پر ایمان لانے کی توفیق دے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ علم تھا، کہ مجھ پر نبوت ختم ہونے کی حدیثوں کو کئی ٹھکرا دیں گے، آپ نے مکان کی مثال دیکر نبوت ختم ہونے کو سمجھا دیا، تاکہ ختم نبوت کی حقیقت ہر مومن پر واضح ہو جائے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم باني آخر
الانبياء وان مسجدي آخر المساجد۔

(۸) - مسلم شریف

۴۴۶

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک میں تمام نبیوں کا آخر ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی آخری ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں سب نبیوں کے آخر ہوں اور میری مسجد بھی آخری ہے، اس کے بعد میری کوئی مسجد نہ بنے گی، کیونکہ مجھے کوئی موقع نہ ملیگا۔

”مرزائی“ - مسجدي آخر المساجد ثابت کرتی ہے، کہ آخر الانبياء کے معنی بھی محض یہی ہونگے، کہ کوئی شریعت دالانی نہ ہوگا، اور کیا آپ کی مسجد کے بعد کوئی مسجد تعمیر نہ ہوگی، پاکٹ بک ص ۵۱۲۔

”محمد عمر“ - بھئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ انا آخر الانبياء میں سب نبیوں کے آخر ہوں، ہمیں تو آپ کی کلام پر یقین ہے، مرزائی کو یقین آئے یا نہ؟ اتنے واضح الفاظ جس کو مرزائی کی تاویل بھی پھیر نہیں سکتی، باقی رہا مسجدي آخر المساجد، تو یہ بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح ہے، آپ نے اس کے بعد کوئی مسجد تعمیر نہیں فرمائی، مساجد انبیاء علیہم السلام سے آپ کی مسجد آخری ہی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ میری مسجد آخر مساجد انبیاء علیہم السلام ہے، کیونکہ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسجد نبوی اور کیسے بن سکتی ہے؟ اب اس میں تشریحی نبی یا غیر تشریحی کی تشریح تو نہ کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تخصیص موجود ہے، اور نہ ہم ایسی تخصیص کر کے ایمان

کو ضائع کرنے کے قائل ہیں، لہذا اس حدیث مسلم شریف سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام نبیوں کا آخری ہونا ثابت ہوا، اور نبوت کو جاری سمجھنے والے منکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو گئے، اس کے علاوہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی اور صحیح حدیث ملاحظہ ہو، جس کے رجال بھی صحیح وثقہ ہیں،

(۹) بخاری شریف

حد ثنا ابو الیمان قال أخبرنا شعيب عن الزهري

قال أخبرني محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول

إِنِّي أَسْمَاءُ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ
وَأَنَا الْحَاشِي الَّذِي يُحْشِرُ النَّاسَ عَلَيَّ شَدْحِي وَأَنَا الْعَاقِبُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے کئی نام ہیں، میں تعریف شدہ

ہوں، اور میں بہت تعریف کرنے والا ہوں، اور میں ایسا مٹانے والا ہوں، کہ میرے بعد کفر مٹے گا اور میں حاشی ہوں، میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جاویں گے اور میں پیچھے آئیواں ہوں۔

اب اس حدیث بخاری شریف نے ثابت کر دیا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ میں عاقب ہوں، یعنی سب نبیوں سے پیچھے آئیواں ہوں،

”مرزائی“۔ عاقب کے معنی محض پیچھے آئیوالے کے ہیں، سب نبیوں کے پیچھے آنے والے تم نے کہاں سے لگا لئے؟

”محمد عمر“۔ حدیث بخاری شریف سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاقب ہونا تو ثابت ہو گیا، اب اس کی شرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہی انشاء کر دینگا۔

(۱۰) مسلم شریف

حدثني عبد الملك بن شعيب بن الليث قال

حدثني ابي عن جدي قال حدثني عقيل قال

وثنا عبد بن حميد قال انا شعيب كاهن عن الزهري

بعث الاسناد في حديث محمد قال قلت للنبي صلى الله عليه وسلم قال قال

ليس بعدك نبي

(۱۱) مسلم شریف

۲۶۱

حدیثی خرملة بن یحییٰ قال انا ابن وھب قال
اخبونی یونس عن ابن شھاب عن محمد بن جبر
بن مطعم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال انا العاقب الذی لیس بعسدة احد

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں عاقب ہوں، جسکے بعد کوئی نبی نہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا، کہ عاقب اسی کو کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد
کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

لہذا بخاری و مسلم کی ان تینوں حدیثوں سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاقب ہونا ثابت
ہوا اور عاقب کلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تابعین اور تبع تابعین تک یہی
ثابت ہوا، کہ عاقب وہ ہے کہ جسکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

لغت عاقب

وَفِي السَّمَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَاقِبُ
وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ۔

مجمع بحار الانوار

۲۶۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں عاقب ہو

اور عاقب تمام نبیوں کے آخری نبی کو کہتے ہیں۔

(۱۲) مسلم شریف

۲۶۳

حدیثنا اسحق بن ابراہیم الحنطلی قال انجریر
عن الاحمش عن حماد بن مرثد عن ابی عبیدہ
عن ابی موسیٰ الاشعری قال کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یسمی لنا لنفسہ اسماء فقال انا محمد : احمد
والمقفی۔

آپ نے فرمایا میں تعریف کیا ہوں اور بہت تعریف کر دیا ہوں اور آخر آنے
والا ہوں، قال النوری و هو بمعنی عاقب۔

”مرزائی“ علامہ ابن الابرار نے اس کے معنی متبع للنبین کہے ہیں، پاکرٹ
بک ص ۱۲۵۔

"محمد عمر" انباری نووی سے معتبر نہیں ہے، علامہ نووی محدثین کا مسئلہ شارح ہے۔
 اخباری محدث نہیں ہے، لہذا علامہ نووی کے مقابلہ میں غیر معتبر ہے۔

(۱۳) ترمذی شریف

حدیثنا سعید بن عبد الرحمن المخزومی
 ناسفیان عن النہی عن محمد بن جبیر بن مطعم
 عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ هَذَا أَحَدُ يَثَ حَسَنٌ صَبِيحٌ
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں آخر آئی والا ہوں، ایسا کہ میرے بعد کوئی
 نبی نہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۴) استیعاب

قال النبی یوحنا حدیثی عنی مصعب بن عبد الله قال حدیثی
 ابی عبد الله بن مصعب قال رویت عن ہشام بن عروہ
 الصفیہ بنت عبد المطلب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

عليه وسلم انا محمد انا احمد انا الخاتم الذي ختم الله نبي
 النبوة وانا العاقب وليس بعدى النبي وانا المقفى بعد الانبياء كلهم
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں برگزیدہ ہوں، میں سب سے زیادہ تعریف کرنے
 والا ہوں، میں ختم کر نیوالا ہوں، میرے ساتھ نبوت ختم کی گئی، اور میں سب سے پیچھے آنے والا
 ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد کا پچھلا ہوں۔

(۱۵) کنز العمال

إِنَّ الرِّسَّ سَأَلَهُ النَّبِيُّ وَدَّ النَّبِيُّ أَنْ يَقْطَعَ نَبَا رَسُولٍ بَعْدِي
 وَلَا نَبِيَّ

بے شک نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی ہے،

(صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ یہی تھا)

(۱۶) کنز العمال

عن عبد الله بن عتبة بن مسعود قال سمعتُ عُمَرَ
 بْنَ خَطَّابٍ يَقُولُ إِنَّا نَأْسَا كَأَنَّا يَا حُلْدُنَ يَا لَوْحِي قِيَّ عَمْدِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ
 انْقَطَعَ

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہا اس نے میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، کہا اُس نے میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ وحی سے ہر بات اخذ کرتے تھے، اور اس کے بعد بے شک وحی ضرور منقطع ہو چکی،

کیوں بہت مرزائی صاحب اثابت ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان بھی اسی پر تھا، کہ بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وحی منقطع ہو گئی، تم مرزائیوں نے اجرائے نبوت کا مسئلہ کہاں سے نکال لیا، تو یہ کرلو، وقت ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم سمجھو، اور یہی کافی ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور فرمان سن لیجئے، اٰمِنُوْا اَدْلَا لَوْحُنَا

حد ثنا عبد الواحد بن زیاد ثنا المختار بن نفل
عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدْ اُقْطِعَتْ
فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔

(۱۷) مستدرک

۳۹۱

حد ثنا الحسن بن محمد بن عفرانی ناعفان
بن مسلم ثنا عبد الواحد نا المختار بن الفضل
نا انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اِنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدْ اُقْطِعَتْ فَلَا رَسُوْلَ

(۱۸) ترمذی شریف

کنز العمال

بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک رسالت اور نبوت ضرور بند ہو گئی ہے، تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی ہے۔

”مرزائی“۔ تمہاری پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں، لہذا حجت نہیں ہو سکتیں، پاکٹ بک ص ۵۱۵۔

”محمد عمر“۔ بہت اچھا وکیل صاحب رواۃ کی تحقیق کتب اسماء رجال سے کر لیتے ہیں، جو وہ فیصلہ کریں، ہمیں تو منظور ہے، تم کو بات خواہ بُری ہی محسوس ہو، چنانچہ ترمذی شریف کی سند کے تمام راویوں کی تحقیق عرض کر دیتا ہوں، اس میں مستدرک کے راویوں کا ذکر بھی

آجائے گا، ملاحظہ ہو۔

حسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی

تقریب التهذیب

الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی
ابو علی بغدادی صاحب الشافعی وقد
شاركه في الطبقة الثانية من شيوخه

۹۰

ثقة من العاشرة -

تهذیب التهذیب

الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی ابو
علی البغدادی -

۳۱۸

حسن بن محمد کے اساتذہ حدیث

ردی عن ابن عیینہ و ابی معاویہ و عبید بن حمید و
ابن ابی عدی و مسروان ابن معاویہ و دکیع و عبد
الوہاب الخفاف و یزید بن ہارون و عبد الوہاب الثقفی
و سعید بن سلیمان الواسطی و ابن علیہ و شبابہ و الشافعی و
محمد بن عبد اللہ الانصاری اور بہت سی جماعت سے بھی روایت لیتے ہیں

حسن بن محمد کے صفائی کے گواہ

وقال النبی ثقة قال الشافعی انت سید هذه القرية -
و ذکر ابن حبان فی الثقات و قال کان رادیا للشافعی و قال ابن المنادی

کان احد الثقات کذا قال ابن منجد و قال ابن حاتم کتبت
عنه مع ابی دھر ثقة و سئل عن ابی نقال صدوق و قال
ابو عمر الصدوق فی سالت العقیل عنه فقال ثقة من الثقات
المشہور لم یتعلم فیہ احد بشیء قال و سالت عنه ابی صالح بن عبد اللہ

اطرا بلسی نقال ثقہ۔ وقال ابن عبد البر یقال انه لم یکن فی وقته
انصح منه ولا المبصر باللغة..... وثقته للشانعی دکان نبیلا ثقة
مامونا۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہیں حسن بن محمد جن کو تم نے معاذ اللہ ضعیف کہہ دیا،
حالانکہ بڑے اماموں نے ثقہ تسلیم کر لیا ہے۔

”مرزائی“۔ میزان الاعتدال میں اس کو ضعیف لکھا ہے۔

”محمد عمر“۔ میزان الاعتدال ص ۲۲۲ دیکھو، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
اس کی روایتیں مرفوع ہوتی ہیں، اور آگے لکھا ہے، قَالَ الْخَطِيبُ ذَكَرْتُهُ لِلْبَرْقَلِيِّ
قَوِّثَهُ۔

خطیب نے کہا ہے کہ میں نے برقانی سے اس کا ذکر کیا، تو اس نے اس کو ثقہ کہا
ہے، اور تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے، کہ جس کی وجہ ضعیف نہ ہو، وہ ضعیف نہیں کہلا سکتا،
ورنہ اس کی وجہ ضعف بیان کرو، اب عفان بن مسلم کے متعلق شیخ۔

عفان بن مسلم بن عبد اللہ الصغار

تہذیب التہذیب

۲۳۰

عفان بن مسلم بن عبد اللہ الصغار البعثان
بصری۔

عفان بن مسلم کے اسانڈہ حدیث

روى عن داود بن ابی الفرات وعبد الله بن بكر المذنی وصحی بن
جويریه وشعبة ووهیب بن خالد وھبام بن یحییٰ وسلم بن
حبان وایان العطار والاسود بن شیبان والحماد بن ابی عوانہ و
عبد الوارث بن سعید وعبد الواحد بن زیاد وغیرہم۔

عفان بن مسلم کے شاگرد و حدیث

روای عنہ البخاری و روی هو و الباقون عنہ بواسطہ اسحق بن منصور
 و ابی قتادہ سیحی و محمد بن عبد الرحیم البزار و حجاج
 بن الشاعر و ابو خثیمہ و الحسن بن علی الحلل و ابوبکر بن ابی شیبہ
 و عبد اللہ الدارمی و عمر و النافق و الفضل بن سهل و عمر
 بن علی و محمد بن اسحق الصنعائی و ابوبکر بن ابی عتاب الایمن و
 محمد بن حاتم بن میمون و ابو موسیٰ ہارون الجمال و احمد بن حنبل
 و الحسن بن محمد زعفرانی و عثمان بن ابی شیبہ و یزید بن خالد الری
 و عبد بن حمید و بشار و ابراہیم الجوزجانی و احمد بن
 سلیمان الرہادی و اسحق بن راہویہ و اسحق بن یعقوب البغد
 و الحسن بن اسحق المرزبی و الحسن بن حبیب البسطامی و ابو داؤد الحرامی و
 عبد الرحمن بن محمد بن سلام الطرسوسی و عثمان حرزاد و عمر بن
 منصور و الفضل بن العباس الحلبي و ہلال بن المعلى و عبد الرحمن
 بن عبد اللہ الحبزری و محمد بن یحییٰ الذہلی و من روی عنہ
 ایضاً احمد بن صالح المصری و علی بن المدینی و قتیبہ بن سعید
 و محمد بن عبد اللہ بن نمیر و محمد بن سعد و ابوبکر یب و
 ابراہیم بن زبزیل و ابو مسعود و جعفر الطیالسی و جعفر الصالح
 و الحسن بن سلام السواق و حنبل بن اسحق و ابو زرعة و ابو حاتم
 و ابو زرعة الدمشقی و علی بن عبد العزیز البغوی و الحارث بن
 ابی اسامة و ابراہیم الحری و اسحق بن الحسن الحری و آخرون۔

عفان بن مسلم کی صفائی کے گواہان

و قال العجلی عفان بصری ثقة ثبت صاحب سنة و قال یحییٰ بن
 سعید ثکان عفان اضبط القوم للحدیث و قال الاجری عن ابی داؤد

عفان اثبت من حبان وقال الاحـ روى قلت لابی داود بلغك عن عفان انه
انه يكذب ذهب بن جبري ونقال حدثني عباس العنبري سمعت
علياً يقول ابو نعيم وعفان صدوقا.... وقال يعقوب بن شيبة سمعت يحيى
بن معين يقول اصح البصير يث خمسة مالك وابن جبري والثوري و
شعبة وعفان وقال الدوري سمعت ابن معين يقول كان عفان اثبت من
زيد بن الحباب.... قال خلف بن سالم ما ريت احداً يحن الحديث
الارجلين بهز وعفان.... وقال ابو حاتم ثقة امام متقن.... وقال
ابن عدي عفان اشهر راصدق وادق من ان يقال فيه شيء وقال
ابن سعد كان ثقة كثير الحديث يحتاجه وقال ابن خراش
ثقة من خيار المسلمين وقال ابن قانع ثقة مامون وذكره ابن حبان
في الثقات -

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ جن کو ایسے جلیل القدر امہ کرام ثقہ جانیں، اگر تم نہ
جانو تو میلے میں چکی راہوں کو کون پوچھتا ہے،
”مرزائی“۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ قابل قبول نہیں ہے، پاکٹ بک

ص ۵۱۵

”محمد عمر“ آئیے نہیں میزان الاعتدال کی سیر کر دیتے ہیں،

عفان بن مسلم الصغار الحافظ الثبت الذي
يقول فيه يحيى القطان وما أدراك ما يحيى
القطان اذا وافقني عفان لا ابالي من خالفني.

میزان الاعتدال
۲۰۲

عفان کے متعلق علامہ ذہبی کا خیال

قلت عفان اجل واحفظ من سليمان وهو نظير وكلام النظر
والاقران.... قلت هذا يدل على ان عفان كان مثباً مع بطاءة
سير وهو من مشايخ الاسلام والائمة الاعلام قال فيه العجل
ثبت صاحب سنة.... وقال ابو حاتم عفان ثقة متقن متين.

کیوں جناب مرزائی صاحب! دیکھا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو اجل اور
احفظ من سلیمان بیان کیا ہے اور اس کو مشائخ الاسلام اور ائمہ اعظام سے شمار کیا ہے،
”مرزائی“۔ علامہ ذہبی نے اس کو لکھا ہے کہ ابو خثیمہ نے کہا ہے کہ انکرونا عن
پاکٹ بک ص ۵۱۵۔

”محمد عمر“۔ یہ مرزائیات سے ہے، آئیے اس کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں، شد
قال ابو خثیمہ انکرونا عن نبل موتہ بايام قلت هذا التغير هو
تغير مرض الموت وماضی لا منه ما حدث فيه يخطأ۔
کیوں جناب! سینت مرزائیات شما آنچه پوشیده می دارید۔
اب تیسرے راوی عبد الواحد بن زیاد کے متعلق سن لیجئے۔

عبد الواحد بن زیاد کے اساتذہ

روای عن ابی اسحق الشیبانی ^۲ وعاصم الاحول ^۳ والاعمش ^۴ والی مالک ^۵
الاشجعی ^۶ ویزید بن ابی بردہ ^۷ وایوب بن عائذ ^۸ واسمعیل بن
سمیع ^۹ والحسن بن عبید اللہ ^{۱۰} وجبیب بن ابی حمزہ ^{۱۱} والحبریری ^{۱۲} و
صالح بن صالح بن جی ^{۱۳} وطلحہ بن یحییٰ بن طلحہ ^{۱۴} وعبد اللہ بن عبد اللہ ^{۱۵}
بن الاصم ^{۱۶} وابی العیس ^{۱۷} وعثمان بن حکیم ^{۱۸} الانصاری ^{۱۹} وعمارہ بن القعقاع ^{۲۰}
وعمر بن میمون ^{۲۱} ابن مہران ^{۲۲} والعلانی ^{۲۳} المسیب ^{۲۴} وکلب بن وائل ^{۲۵} و
محمد بن ابی اسمعیل ^{۲۶} وابی نضرہ ^{۲۷} مسلم بن سالم ^{۲۸} الجہنی ^{۲۹} ویزید بن
کیسان ^{۳۰} ومعمری ^{۳۱} وجماعتہ اور بہت سی جماعت سے اس نے روایت کی ہے۔

عبد الواحد کے شاگردان

وعنه ابن مہدی ^۱ وعفان ^۲ و حارم ^۳ و معلى ابن اسد ^۴ و یونس ^۵
بن محمد ^۶ و موسیٰ بن اسماعیل ^۷ و قیس بن حفص ^۸ و حری بن حفص ^۹ و
داؤد بن ابی الاسود ^{۱۰} و یحییٰ بن یحییٰ ^{۱۱} النساپوری ^{۱۲} والحسن بن الی بیع ^{۱۳} البزازی
والبوکائی ^{۱۴} فضیل بن حنین ^{۱۵} الجہدري ^{۱۶} و قتیبہ بن سعید ^{۱۷} وابن ابی شوارب ^{۱۸}

واسحق بن سراجی اس سبیل و اخبر دن از اس کے علاوہ اور بھی ہیں
جس راوی کے ایسے بڑے بڑے ائمہ حدیث شاگرد ہوں، تو مرزائی کی نظر اس کو
ضعیف نہ دیکھے تو اور کون ضعیف کہے،

عبدالواحد کی صفائی کے گواہان

قال عثمان الدارمی ابو عوانہ و عبد الواحد ثقة و قال صالح
بن احمد عن علي بن المديني سمعت يحيى بن سعيد يقول ما
رئيت عبد الواحد بن زياد يطلب حديثا قط بالبصرة
ولا بالكوفة..... و قال ابو زرعة و ابو حاتم ثقة و قال
النسائي ليس به بأس..... قال ابو داود ثقة..... و قال الحافظ
ثقة حسن الحديث و قال دارقطني ثقة مأمون و ذكره ابن حبان
في الثقات و قال ابن عبد البر اجمعوا لا خلاف بينهم ان عبد
الواحد بن زياد ثقة ثبت و قال ابن قطان الفاسي ثقة
لم يعثر عليه قارح.

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ جس شخص کے ایسے بڑے بڑے اساتذہ اور
اتنے سرکردہ شاگرد ہوں اور جماعت محدثین کی زبردست جماعت جس کے صفائی
کے گواہ ہوں، اس کو کون ضعیف کہہ سکتا ہے۔

”مرزائی“۔ میزان الاعتدال میں یحییٰ بن سعیر نے اس کو کہا ہے
لیس بشئ۔ پاکٹ بک ص ۵۱۵۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! آگے کیوں نہیں پڑھتے و قال احمد وغیرہ
ثقة..... و ردی عثمان ایضا عن يحيى ثقة و قال ليس به بأس۔
اب چوتھے راوی مختار بن ثفل کے متعلق ملاحظہ ہو۔

مختار بن ثفل

قہذیب التہذیب ۱/۶۸ | المختار بن ثفل المعن دمی مولیٰ عمر بن حریث۔

التشریح لکھا ہے۔

”محمد عمر“۔ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم کسی اُمتی کی زیادتی کو جو حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متضاد ہو قبول نہیں کر سکتے، اور محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ اقوال بزرگان کے جواب میں مذکور ہو گا، ملاحظہ فرمائیں، یہاں حدیث واضحہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فیکر کسی کے قول کو محترم نہیں سمجھتا، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اور فلا رسول بعدی ولا نبی بھی ان دونوں حدیثوں کی رو سے نبوت اور رسالت بعد از مصطفیٰ منقطع ثابت ہوئی،

رو۱۱۹ مسند امام احمد حنبل

۳۲۸

حد ثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا
شاذان اسود بن عامر ثنا شریک بن
عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن جابر

بن عبد اللہ قال لما أراد رسول الله صلى الله عليه وسلم أن
يخلف علياً رضي الله تعالى عنه قال قال له علي رضي الله تعالى عنه ما
يقول الناس في إذا خلفتني قال فقال أما ترضى أن تكون مني
بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس بعدی نبی اولاً يكون
بعدی نبی۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے جب ارادہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنی جگہ پر چھوڑ جائیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ لوگ میرے متعلق کیا کہیں گے، جب آپ مجھے چھوڑ جاویں گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تو میری طرف سے قائم مقام ہا دون موسیٰ علیہ السلام کے ہو جائے مگر نشان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، یا نہیں ہے میرے بعد کوئی نبی، کیوں جناب؟ کتنی واضح دلیل ہے، جس نے تمہارے عقیدے اجر لے نبوت کی جڑ کاٹ دی،

ذہبت النبوة و لقیبت المبشرات

رو۲۰ کنز العمال

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت گئی اور خواہیں رہیں

(۲۱) کنز العمال

۳۴

ذَهَبَتِ النَّبُوءَةُ فَلَا نَبُوءَةَ بَعْدِي۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نبوت گئی تو میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

(۲۲) کنز العمال

۳۴

لَا يَتَّقِي بَعْدِي مِنَ النَّبُوءَةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ الرُّدْيَا الصَّالِحَةِ۔

سوائے اچھی خواتین کے میرے بعد نبوت ذرہ بھرباتی نہیں رہی۔

(۲۳) دلائل النبوة

مشکوٰۃ ۵۱۳

حدثنا ابو حمز محمد بن احمد بن حمدان ثنا الحسن ابن سفيان ثنا حرملة بن يحيى ثنا عبد الله بن رهب حدثني معاذ بن صالح عن سعيد بن سويد عن عبد الاعلى بن

هلال السلمي عن العري باض بن سارية قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ لِحَاثِمِ الْبَنِيِّنَ وَ اِنَّ اَدَمَ لَمُنْجِدٌ لِّي فِي طِينَةٍ۔

عرباض بن ساریہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، کہ میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا گیا ہوں، حالانکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں زندہ رہے تھے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوگا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از ابتداء آفرینش تمام نبیوں کے ختم کر دیے گئے۔ اور یوم میثاق بھی فیصلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کرنے کا ہوا، جیسا کہ ما قبل شرح جاء کم رسول مصدق لما معکم آیت قرآنیہ سے واضح ہو چکا، اور اب حدیث مذکورہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہوگا، اور دنیا میں بھی آپ کی تشریف آوری کے بعد نبوت بند ہو چکی، جیسا کہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوءَةَ قَدْ اُلْقِطَتْ سے واضح ہو چکا، اور تیامت تک اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا، کسی کو نبوت نہیں مل سکتی ہے، اسی کا اعلان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۲۴۲ بخاری شریف

۲۰۳۵

حد ثنا علی بن عبد اللہ قال حد ثنا محمد بن حازم قال حد ثنا الاعمش عن حمی و بن حمزة عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صعد

النبي صلى الله عليه وسلم الصفا ذات يوم فقال يا صباحاه منا جفعت اليه شريش قال او مالک قال اريتم لو اخبرتكم ان العبد ليصبح حركم اذ يمسيكم ما كنتم تصدقون قالوا بلى قال فاني نذير لكم بين يدي عذاب شديد فقال ابو لهب تبأ لك آلهذا جمعنا فاذل الله ثبت يداي لهيب و تب.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پر چڑھے تو آپ نے فرمایا، یا صباحاہ تو تمام قریش اکٹھے ہو گئے انہوں نے کہا کیا بات ہے، آپ نے فرمایا، تم بتاؤ، کہ اگر میں تمہیں اطلاع دوں، کہ دشمن تم پر صبح کو حملہ کر رہا ہے، یا شام کو، کیا تم میری تصدیق نہ کرو گے، تمام نے عرض کیا، ہاں، آپ نے فرمایا، تو بے شک صرف میں ہی تمہارے لئے قیامت تک نذیر ہوں، تو ابو لہب نے کہا تبأ لك. کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ثبت يداي لهيب و تب اس کے حق میں نازل فرمائی،

تو اس حدیث شریف سے ثابت ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر تمام قریش کو اکٹھا کر کے قیامت تک اپنی نبوت کا اعلان فرمادیا، تو اس ختم نبوت کے اعلان کو سن کر ابو لہب نے تبأ لك کہا، تو رب العزت نے ثبت يداي لهيب و تب سے جواب دیا، معلوم ہوا، کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کے لئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے تب ابو لہبی یعنی ہلاکت تیار ہے، کیونکہ قیامت تک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور قیامت کو بھی یہی نتیجہ ثابت ہوگا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میدان حشر میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک باری باری مجرمین شفاعت کے لئے حاضر ہو گئے

۲۵) ترمذی شریف

۲۶

تو آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اذْهَبُوا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرما دیں گے۔
 نبیائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، نَبِیُّوْا لَوْ نَیَامُ مُحَمَّدٍ اَنْتَ رَسُوْلُ اللہِ وَخَاتَمُ
 الْاَنْبِیَاءِ تو عرض کرینگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام انبیاء
 علیہم السلام کو ختم کر نیوالے یعنی دنیا میں آپ نے پیغمبروں کو ختم کر دیا، اور آج ہم سرکردہ تمام
 سابقین انبیاء کے دروازوں سے خالی ہاتھ آئے ہیں، اب آپ آخری نبی ہیں،
 آخر آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے ہیں، تو آپ کی بدولت رب العزت آپ
 کی ختم نبوت پر عقیدہ رکھنے والوں اور اس کا اقرار کرنے والوں کو فوراً غُفَی لَکَ
 مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ کا حکم جاری فرما دیں گے، تو جو دنیا میں مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم نہیں سمجھتے، بلکہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں، اُن کی
 زبان سے قیامت تک کے دن بھی ختم نبوت کے اقرار نہ کرنے کی وجہ سے عذاب
 الہی میں گرفتار ہونگے، دنیا میں جو لوگ ختم نبوت کا انکار کر کے خالی از ایمان مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم گئے، اور قیامت کو بھی اسی ختم نبوت کی انکار کی وجہ سے شفاعت
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہیں گے، اور اجرائے نبوت کے قائلین کو مرزا صاحب
 سنبھال سکیں گے اور اس طرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُسدن سر بسجود ہو کر فرما دیں گے،
 یَا رَبِّ اُمِّتِیْ یَا رَبِّ اُمِّتِیْ تو آپ کی دعا شفاعت اپنی اُمت کے لئے ہوگی،
 اگر آپ کی اُمت میں کوئی نبی ہوتا، تو قیامت کے دن آپ فرماتے یَا رَبِّ اُمِّتِیْ وَ
 یٰنَبِیِّ اے رب میری اُمت کو بخش اور میری اُمت کے نبی کو بھی، کیونکہ مرزائیوں کے
 نزدیک نبی بھی حرم کر سکتا ہے، تو اس کو بھی شفاعت کی ضرورت ہوئی، تو ایسا شخص
 جس نے آپ کی اُمت میں دعویٰ نبوت کا کیا ہوگا، وہ یَا رَبِّ اُمِّتِیْ فرمان مصطفوی
 سے خارج ہوگا، اور شفاعت سے محروم رہیگا، جنکا نبی مارا مارا پھرتا ہوگا اُس کی اُمت
 کا کیا حال ہوگا، اب بھی وقت ہے۔

اے اُمت مرزائیہ! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھام لو، ورنہ تمہیں
 کوئی پوچھنے والا دستگیر نہ ہوگا، اجرائے نبوت کا مسئلہ نکال کر مرزاجی کی ابتدا میں
 کیوں اپنی زندگی برباد کرتے ہو، :- باز آو بار آہر آنچہ ہستی باز آ۔

(۲۷) ترمذی شریف

۱۸۸

حدثنا علي بن حجر ثنا اسمعيل بن جعفر عن العلاء
بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة ان
النبي صلى الله عليه وسلم قال اُرْسِلْتُ اِلَى

الْخَلْقِ كَانَّةً وَخَتَمَ فِي النَّبِيِّينَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا، میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام
ختم کئے گئے ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کیوں جناب دکیل صاحب! اس حدیث شریف میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے کتنے واضح الفاظ ہیں، کہ میں تمام مخلوق کی طرف اکھلا ہی رسول ہوں، اور فرمایا، کہ
تمام انبیاء علیہم السلام میرے ساتھ ختم کئے گئے ہیں۔

(۲۸) مشکوٰۃ شریف

۵۱۲

عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اَنَا
قَابِلُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا تَخْشَوْا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَ
لَا تَخْشَوْا دَاةَ الدَّارِ .

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میں تمام رسولوں کا قائل ہوں، اور خزا نہیں کرتا، اور میں تمام پیغمبروں کو ختم کرنے والا ہوں
اور خزا نہیں کرتا۔

اخبرنا ابو الحسن علي بن محمد المقرئ ابنا الحسن بن محمد

بن اسحق ثنا يوسف بن يعقوب ثنا ابو الربيع ثنا اسمعيل بن

جعفر ثنا العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَانَّةً وَ
خَتَمَ فِي النَّبِيِّينَ .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمام خلق کی طرف رسول بھیجا گیا ہوں اور میرے
ساتھ تمام انبیاء ختم کئے گئے ہیں،

(۲۹) ابن ماجہ

ریز بن مال ثنا ابو بکر بن عیاش ثنا حصین عن ابی صالح

عن ابي عبد الله عن ابي عبد الله عن ابي عبد الله عن ابي عبد الله

عن ابي عبد الله عن ابي عبد الله عن ابي عبد الله عن ابي عبد الله

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لُبِیْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ ،
کَهَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ رَاضِيَةٍ .

(ب) - حد ثنا ابو داؤد قال حد ثنا شعبۃ عن قتادۃ والی التیاح سمعا
انساً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لُبِیْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَيْنِ .
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مبعوث کیا گیا ہوں میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح اور آپ نے دونوں انگلیوں
کو اکٹھا کیا۔

ثابت ہو ا، کہ جیسا دو انگلیوں کے درمیان تیسری چیز کوئی دخیل نہیں، اور اگر کوئی چھانگی
زاید پھوٹ پڑے، تو اس کو اپریشن سے برابر کیا جاتا ہے، ایسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں،

دوسری روایت بھی یہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے،

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا خدا کی فیصلہ

حد ثنا محمد بن عبد اللہ ثنا حماد عن الجعد
قال سمعت السائب بن یزید قال ذہبت بی خالئ
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ

(۳۰) بخاری شریف
۱/۵۰۱ (الف)

اَنَا ابْنُ أُخْتٍ وَجُعَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَخَلَنِي بِالْبِرْكَ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ
ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَتَنَظَّرْتُ اِلَى خَاتَمِ بَيْنِ كَتِفَيْهِ مِثْلُ زَرِّ الْحَبْلَةِ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اللّٰهُ الْحَبْلَةُ مِنْ حَبْلِ الْفَرَسِ الَّذِي بَيْنَ حَيْنِيهِ .

حد ثنا قتیبۃ بن سعید و محمد بن عباد قالانا

مسلم شریف ۲
۲۵۹ (ب)

حاتم و هو ابن اسد معیل عن الجعد بن عبد

للحُجْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ سَائِبَ بْنَ يَزِيدَ مِثْلَهُ

ترمذی شریف ۲
۲۰۵

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ کے ساتھ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو خالہ نے عرض کیا کہ حضور میرے

کھینچے کو تکلیف درد ہے، تو اپنے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی، اور اپنے دھنو فرمایا، تو میں نے آپ کے رشتہ کا جھوٹا یا نی پیا، تو میں آپ کی پشت مبارکہ کی طرف کھڑا ہو گیا، تو میں نے دیکھا آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر کھنچا۔ ثابت ہوا کہ یہ مہر خداوندی جو آپ کو باقی انبیاء علیہم السلام سے ممتاز عطا ہوئی، ختم نبوت کی مہر تھی،

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت و حال ہے۔

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب بن
قال اخبرنا ابو الزناد عن عبد الرحمن
عن ابی هريرة -

حدثنا عبد الله بن محمد انا عبد الرزاق
انا معمر عن همام عن ابی هريرة عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

(۱۲) (د) بخاری شریف

$\frac{2}{1057}$

(ب) بخاری شریف

$\frac{1}{509}$

لا تقوم الساعة حتى يبعث رجلاً من كذبون قريبان ثلاثين كذاباً
يؤمنون به رسول الله -

حدثني زهير بن حرب واسحق
بن منصور قال اسحق انا و قال زهيرنا
عبد الرحمن بن همام عن ابی هريرة عن

(ج) مسلم شریف

$\frac{2}{394}$

مالك بن ابو الزناد عن الاعرج بن ابی هريرة عن النبى
صلى الله عليه وسلم قال امثلة -

حدثنا سليمان بن حرب ومحمد بن عيسى
قال حدثنا حماد بن زيد عن ابی هريرة
عن ابی هريرة عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
حدثنا قتيبة بن حماد بن زيد عن ابی هريرة

(۳۲) (الف) ابوداؤد

$\frac{2}{233}$

(ب) ترمذی شریف

$\frac{2}{275}$

عن ابی قلابۃ عن ابی اسماعیل عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... سَیْکُونُ فِیْ أُمَّتِیْ ثَلَاثُونَ کَذَّابُونَ کَلَّمَ بَعْضُهُمْ آتَهُ نَبِیٌّ ذَا نَاحِیَاتٍ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَهَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔
 "مرزائی" بخاری کی حدیث قابل اسناد نہیں کیونکہ اس میں ابولیمان نے بطریق شعیب والوالزناد نقل کیا ہے، ابوالزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے، کہ لیس بشفقہ ولا رقیہ لہذا یہ روایت قابل اسناد نہ رہی، پاکٹ بک ص ۵۔
 "محمد عمر" تم بیچارے مرزائی رجال احادیث کی تدر کیا جانو، آئیے تمہیں اس کی توثیق متقدمین نقاد رجال سے کرا دیں۔

ابوالزناد

عبد اللہ بن زکوان قرشی ابو عبد الرحمن
 الممدنی المعروف بابی الزناد
 ثَقَّةٌ فَحَّیْہُ۔

تقریب التہذیب

۱۹۸

عبد اللہ بن زکوان القرشی کے اساتذہ جن سے
 یہ روایت کرتے ہیں

ردی عن انس و عائشہ بنت سعد و ابی
 امامہ ابن سہل بن حلیف و سعید بن
 المسیب و ابی سلمہ بن عبد الرحمن

تہذیب التہذیب

۲۰۳

وابان بن عثمان ابن عفان و خارجہ بن زید بن ثابت و عبید بن حنین
 و عمرو بن النضر و علی بن حسین و عمر بن عثمان و الاعرج
 و عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ و محمد بن حمزہ بن عمرو
 الاسلمی و خیرہم و ردی عن ابن عمر و عمر و ابی سلمہ ابن
 عبد الاسد۔

کیوں جناب؟ یہ ہیں ابو الزناد کے سولہ اساتذہ، جن سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں، اب بھی تم کہو کہ یہ ضعیف ہے، تو تمہارا دماغ اور ایمان ضعیف ہے۔

ابو الزناد کے شاگرد

تہذیب التہذیب

۲۰۴

ادعنه ابنہ عبد الرحمن و ابی القاسم و صالح بن کيسان و ابن ابی ملیکہ و ہما اکبر منہ و الاعمش

و عبید اللہ بن عمر و بن عجلان و ہشام بن عروہ و شعیب بن ابی ہشام و ابن اسحق و موسیٰ بن عقبہ و سعید ابن ابی ہلال و زائدہ بن قن امہ و ثور بن یزید الدیلی و مالک و محمد بن عبد اللہ ابن حسن بن حسن و ورقان بن عمرو و السفیانان و غیرہم۔

کیوں جی مرزائی صاحب؟ اٹھارہ جلیل القدر جن کے شاگردان حدیث ہوں تم ان کی روایت کو غیر مستند سمجھتے ہو، تو تم سے خدا بچے،

ابو الزناد کے صفائی کے گواہان

تہذیب التہذیب

۲۰۴

قال عبد اللہ ابن احمد بن ابیہ ثقہ و قال حرب بن احمد کان سفیان یسمیہ امیر المومنین و

قال ابی مریم بن ابن معین ثقہ حجة و قال ابن المکدینی لم یکن بالمسندینۃ بعد کبار الثابعین اعلم منہ و من ابن شہاب و یحییٰ ابن سعید و بکیر بن الاشج و قال العیسیٰ مدنی تابعی ثقہ سمع عن انس و قال ابو حاتم ثقہ فقیہ صالح الحدیث صاحب السنۃ و هو ممن تقوم بہ الحجۃ اذ اردی من الثقات و قال البخاری اصح اسانید ابی ہریرۃ ابو الزناد و عن الاعرج عن ابی

ہریرہ ^۸ وقال الليث عن عبد ربه بن سعيد وثبت ابى الزناد ،
 دخل مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ومعه من الاتباع مثل
 مامح السلطان وقال ابو يوسف ^۹ عن ابى حنيفة تدرمت المدينة
 فانبت ابى الزناد رأيت ربيعہ نازا الناس على ربيعہ وابو الزناد افقه
 الرجلين فقلت له انت افقه وكذا قال ابن سعد كان ثقة و
 كثير الحديث نصيحاً بصيراً بالحريية عالماً قلائد.....
 قلت وقال النسائي ^{۱۲} والعجلي ^{۱۳} والساجي ^{۱۴} ابو جعفر الطبري كان ثقة
 وقال ابن حبان ^{۱۵} في الثقات كان فقيهاً صاحب كتاب وقال ابن عدي ^{۱۶}
 احاديثه مستقيمة كلها.

کیوں جناب! جس کو امیر المؤمنین کے نقب سے پکارا جائے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ
 علیہ نے فرمایا کہ ابو الزناد کی حدیث، جب ابو زناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ ہو، تو تمام اسناد
 سے یہ سند اصح شمار ہوگی اور مسلم شریف کے صفحہ مذکور پر ایسے ہی ہے تو یہ حدیث اصح الاسانید
 ثابت ہوئی، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو جاری سمجھنے والا منکر ختم نبوت حدیث
 اصح الاسانید عند البخاری کا منکر ہے، اور ابن عدی فرمادیں کہ ابو الزناد کی تمام
 حدیثیں صحیح ہیں، جس کا مرزائی منکر ہے، اس کے علاوہ ان اسانید میں ایسی سند بھی ہے، جو
 مرزائی کی جرح سے خالی ہے، لہذا بفرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اجزائے نبوت کا عقیدہ رکھنے
 والا منکر ختم نبوت اور دجال ہے، کذاب الشریعہ ہے۔

ابو الزناد الامام الثبت قال ابن معين وغیرہ ثقة
 حجة..... قال کان سفیان یسمی ابی الزناد امیر المؤمنین
 فی الحدیث..... وقال البخاری اصح احادیث البرہرہ

میزان الاعتدال

۳۶

ابو الزناد عن الاعرج عنه (اور یہ حدیث بھی ابو الزناد عن الاعرج عن
 ابی ہریرہ ہے) قال یحییٰ ثقة حجة۔

”مرزائی“۔ اس روایت کو ابو الیمان نے شعیب سے روایت کیا ہے، حالانکہ ابوالیمان
 نے شعیب سے ایک روایت بھی نہیں لی، پاکرٹ بک ص ۵۰۔
 ”محمد عمر“۔ مرزائیات سے ہے۔ فقط۔

”مرزائی“۔ ترمذی شریف کی حدیث میں اس کے رداۃ سے ابو قلابہ راوی ہے وہ مدلس ہے، لہذا یہ حدیث قابل اعتبار نہ رہی، پاکرٹ بک ص ۵۰۴۔

”محمد عمر“۔ تم مرزائی بیچارے رُداۃ حدیث کو کیا سمجھو؟ آئیے فقیر وضاحت کرتا ہے،

عبد اللہ بن زید ابو قلابہ الجرمی
امام شعیب بن مسلمہ التابعین
میزان الاعتدال
۲۹

تہذیب التہذیب

۵
۲۲۵

الجرمی البصری احد الاہلام۔

ابو قلابہ کے اساتذہ

ردی عن ثابت بن الضحاک الانصاری وسمیۃ بن جندب والی
زید بن عقیل بن اخطب وسمی وکین سلمہ الجرمی و مالک بن حویر
وزینب بنت ام سلمہ و انس بن مالک الانصاری و انس بن مالک
الکعبی،

ابو قلابہ کے تابعین و اساتذہ

تہذیب التہذیب

۵
۲۲۵

ابو المہلب الجرمی زہود و
معاذۃ العن وید و زہد م بن مضر
الجرمی و عبد اللہ بن یزید رصیع

حائشہ و عمر بن بجدان و ابی اسماء الرحبی و ابی الملیح ابن اسامہ
و خیرہم۔

ابو قلابہ کے شاگردان

تہذیب التہذیب

۵
۲۲۵

وعنه ایوب و خالد الحذاء

والجواب عن سلمان مولى ابى قتلابه ^۱ ی بن ابی کثیر و اشعث بن
عبد الرحمن الجری ^۲ دعاهم الاحول و غمیلان ابن جریر

ابو قتلابہ کی صفائی کے گواہان

تہذیب التہذیب

۲۲۵

ذکر ابن سعد فی الطبقة الثانية
من اهل البصرة وقال كان ثقة كثير الحديث
كان ديوانه بالشام وقال مسلم ايضا لو كان

ابو قتلابہ من العجم لكان مؤبذاً ان يعنى قاضى القضاة وقال ابن
سيرين ذلك اخى حقا وقال ابن عون ابو قتلابہ انشاء الله ثقة
رجل صالح وقال ايوب كان والله من لفقاء ذوى الالباب ما ذكرت
بهذا المص رجلاً كان اعلم بالقضاء من ابى قتلابہ
وقال العجلي بصري تابعي ثقة وقال ابن خراش ثقة -

کیوں جناب مرزا فی صاحب ایوب تو فرماتے ہیں کہ ذوی الالباب فقہائے ہیں
ایسا آدمی لائق میں نے قضا میں دیکھا ہی نہیں، باقی رہا تمہارا کہنا کہ مدلس ہے۔
تو اس کا جواب علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آگے ص ۲۲۶ پر دیا ہے، وَلَا يُعْرَفُ
لَهُ تَدْلِيلٌ کہ اس کی تدلیس معلوم ہی نہیں،

ثابت ہوا، کہ یہ ابو قتلابہ روایت کو صحیح اور مرفوع ہی بیان کرتے ہیں، تدلیس ان
کی ثابت نہیں،

لہذا یہ تمہارا کہنا کہ ابو قتلابہ مدلس ہے اس کی تدلیس ثابت نہ ہونے کی وجہ
سے روایت متنازعہ فیہا صحیح اور حجت ثابت ہوئی، اب فقیر تمہارے اس شک کو بھی
رفع کر دیتا ہے، سنئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ ثوبانٍ کہ ابو قتلابہ نے
ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم سے سنا نہیں اور ترمذی شریف کی اس روایت
میں بھی ابو قتلابہ کا یہ دعویٰ نہیں، کہ میں نے ثوبان سے سنا ہے، اگر یہ فرما دیتے، تو اس
روایت کو تدلیس کی بناء پر تم حجت نہ بنا سکتے تھے، کیونکہ وہ تو ان کے زمانہ میں ہی نہ
تھے، اور جب انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا، بلکہ روایت کی سند یوں بیان کی ہے کہ

عن ابی تلابہ عن ابی اسماء عن ثوبان ثوابہ روايت اسماء سے کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے زمانہ میں موجود تھے، فقیر نے ماقبل ابو تلابہ کے تابعین اساتذہ میں اس کو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تہذیب التہذیب سے ثابت کیا ہے۔ جو ان کے عک میں موجود ہے، کہ ابی اسماء الرجبی ابو تلابہ کے اساتذہ سے ہے ثوابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ روایت بلا واسطہ ابو اسماء کے نہیں بیان فرمائی، بلکہ وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے اپنے اُستاد ابو اسماء سے یہ روایت سُنی ہے اور میرے اُستاد ابو اسماء نے ثوبان سے لی ہے،

لہذا ثابت ہوگا کہ اس روایت میں تو تدلیس نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وکیل صاحب کو راوی کی تدلیس کا علم ہی نہیں، اگر علم ہوتا تو اس حدیث میں ان کو تدلیس کہتے اور پھر ایسے بڑے امام فقیہ تاضی القضاۃ کی مرفوع روایت کو بلا تحقیق تدلیس کا بہتان لگا کر ٹھکرا دینا یہ شیوہ مرزائیت ہی ہے، اور تہذیب التہذیب ۲ پر ملاحظہ فرمائیں کہ لکھا ہے، وعنہ ابو اسماء الرجبی ثوبان سے روایت کرتے ہیں، صحیح ہے، ”مرزائی“۔ اس ترمذی کی روایت میں ثوبان راوی ناقابل اعتبار ہے، پاکبک ص ۵۰۴۔

”محمّد عمر“۔ مرزائی صاحب! غلط کہہ رہے ہو، ثوبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے، تمہارے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب کے اصحابی شرن پت، ملا وامل ثقا سے ہیں، ان کی روایت قابل حجت ہے، لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین اصحابی جو آپ کے ساتھ ہر وقت رہیں، وہ مرزائی کے نزدیک حجت نہیں بن سکتے، نیچے،

ثوبان - ابو عبد الرحمن الهاشمی
مولیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مشتراک النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تہذیب التہذیب

۲
۱۳

فاعتقہ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثوبان کو فرمایا فَاَنْتَ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ تو ہمارے اہل بیت سے ہے، فثبتَ دَلْمَیْنُ مَعَهُ فِیْ سَفَرِیْ وَ حَضَرِیْ۔
روای عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعنہ ابو اسماء الرجبی۔

کیوں جناب مرزائی صاحب! یہ ہیں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابی، آزاد شدہ

غلام جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں رہے، اور آپ سے روایات بھی کرتے ہیں، لیکن مرزائی کے نزدیک ایسے اصحابی بھی قابل حجت نہیں ہیں، مرزائی کو خدا ہدایت دے، اور ابوالسماء الرحبی نے بھی اس سے روایتیں بیان کی ہیں، جو مشہور ہیں۔
”مرزائی“۔ ترمذی شریف کے دوسرے طریقے میں عبد الرزاق بن ہمام اور معمر راشدی دورادی ضعیف ہیں، اور دونوں شیعہ تھے، پاکٹ بک صفحہ ۵۰۔

”معمر“۔ بھی مرزائی صاحب! خداوند کریم تم کو ہدایت دے، تاکہ تم مخلوق خدا کو دھوکہ دینے سے باز رہو، فقیر ان دونوں کے متعلق کتب اسماء رجال سے عرض کرتا ہے۔

عبد الرزاق ابن ہمام

عبد الرزاق بن ہمام احد
 الاعلام الثقات صنعت
 الجامع الكبير هو خزنة العلم

میزان الإحتدال
 ۱۲۶

..... قال ابو زرعه الدمشقي قلت لاحمد بن حنبل كان يحفظ حديث معمر قال نعم قيل له فمن اثبت في ابن جريح عبد الرزاق ادلبرساني قال عبد الرزاق وقال البخاري ما حدث عنه عبد الرزاق من كتابه فهو صحيح.
 باقی رہا تمہارا کہنا کہ یہ شیعہ تھا، اس بات کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے غلط ثابت کیا ہے، ملاحظہ ہو، آگے فرماتے ہیں،

قال عبد الله بن احمد سنن
 ابی عبد الرزاق یقرطانی التشیع قال أما
 أنا فلم أسمع منه في هذا شيئاً.

میزان الإحتدال
 ۲۲۷

عبد اللہ ابن احمد نے اپنے باپ احمد سے عبد الرزاق کے متعلق سوال کیا، کہ کیا وہ شیعہ ہیں بڑھا ہوا ہے، تو عبد اللہ کے باپ احمد نے جواب دیا، کہ میں نے اس کی شیعیت کے متعلق کچھ نہیں سنا،

کیوں جی مرزائی صاحب؟ بیٹا زیادہ معتبر ہے یا باپ؟ اور پھر ان کی صفائی دی

گئے ہے، ابو بکر بن زنجویہ سمعت عبد الرزاق یقول الرأی
کافی۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ جو شخص انہی کو کافر سمجھے، پھر وہ شیخ کیسے ہو سکتا
ہے۔

تہذیب التہذیب

۶
۱۱

قال ابو زرعة الدمشقي عبد الرزاق

احد من ثبت حدیثہ..... قال

عباس الدوري عن ابن معين كان عبد

الرزاق اثبت في حديث معمر..... وقال ابو حاتم يكتب

حديثه ويحتج به وذكر ابن حبان في الثقات.. وقال

الاحمدی..... عبد الرزاق ثقة.

اب معمر کے متعلق شیخ۔

معمر بن راشد

معمر بن راشد ابو عمرو الاحمدی

الاعلام الثقات۔

میزان الاعتدال

۳
۸۸

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ معمر بن راشد مشہور ثقات

سے ہیں، وقال عبد الرزاق کتبت عن معمر عشرة آلاف اور معمر ثابت

سے روایت کرے تو روایت ضعیف ہوگی، اور یہ ثابت سے نہیں، لہذا ضعیف نہ ہوگا۔

صحیح ثابت ہوئی اور ابن حجر نے تمام بن منبہ کو اس کے اساتذہ سے صحیح شمار کیا ہے، ملاحظہ

ہو۔

اساتذہ حدیث معمر

وروي عن ثابت البناني وقتادة والزهری

وعاصم الاحول والیوب والجمع والی عثمان

وزید ابن اسم وصالح بن کيسان وعبد اللہ

تہذیب التہذیب

۱۰
۳۶۳

الحمدانی واسماہیل ابن اُمیہ و شمامہ بن عبد اللہ بن انس و
بہیزا بن حکیم و سماک ابن الفضل و عبد اللہ بن عثمان بن خثیم
و عبد اللہ بن عمر العمری و یحییٰ بن ابی کثیر و ہمام ابن منبہ و
ہشام بن عروہ و محمد بن المنکدر و عمر بن دینار و عطیہ خراسانی
و عبد الکریم الحزری و آخرین۔

معمر کے شاگردان احادیث

یحییٰ بن کثیر ابو اسحق السبیعی ^۱ و ایوب ^۲ و عمر بن دینار و ہمام
من شیوخہ و سعید بن ابی عروہ ^۳ و ایان العطار و ابن جریج ^۴
و عمر ان القطان ^۵ و ہشام الاستوائی ^۶ و سلام بن ابی مطیع ^۷ و شعبہ ^۸
و الثوری ^۹ و ہمام من اقراہ ^{۱۰} و ابن عیینہ ^{۱۱} و ابن مبارک ^{۱۲} و عبد
الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ^{۱۳} و عیسیٰ بن یوسف ^{۱۴} و محمد بن سلیمان ^{۱۵} و
یزید بن زریع ^{۱۶} و عبد المجید بن ابی رواد ^{۱۷} و عبد الواحد بن زبیر ^{۱۸}
و ابن علیہ ^{۱۹} و ابوسفیان معمری ^{۲۰} و محمد بن جعفر ^{۲۱} و عبد الرحمن
و ہشام بن یوسف ^{۲۲} و محمد بن ثور ^{۲۳} و عبد اللہ بن معاذ ^{۲۴} و محمد بن
کثیر الصنعانیون و آخرون۔

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ معمر بن کا شیخ حدیث ہے اگر اس کو شیعہ کہو گے تو یہ
تمام جماعت ائمہ کو شیعہ کہنا پڑے گا، اور ان کو شیعہ کہنے والا خود مرزائی!

معمر کے صفائی کے گواہان

قال یعقوب بن شیبہ معمر ثقة و صالح ثبت عن الزہری و
قال النسائی ثقة مامون و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال کان فقیہاً حائظاً
منتقناً ورعاً۔

”مرزائی“۔ ابوداؤد کی روایت میں بھی ابوثلابہ اور ثوبان ہیں، ان کے متعلق تو تہلکی
ہو گئی، باقی اس میں دو راوی سلیمان بن حرب اور معمر بن عیسیٰ ضعیف ہیں، پاکرٹ بک ۵۷

”محکم عمر“۔ فقیر اس کے متعلق بھی تحقیق عرض کر دیتا ہے۔

سلیمان بن حرب

سلیمان بن حرب الازدی الواسطی
البصری القاضی بمكة نفقة امام
حافظ۔

تقریب التہذیب

۱۵۶

تہذیب التہذیب

۲
۱۵۵

سلیمان بن حرب..... سکن مکہ مکان تاجیبا

اساتذہ احادیث سلیمان

روى عن شعبه^۱ و محمد بن طلحة بن مصرف^۲ و وهيب بن
خالد و حوشب بن عقيل^۳ و الحماد بن^۴ و یزید بن ابراہیم
و یزید بن ابراہیم التمری و جریر بن حازم^۵ و سلام
بن ابی مطیع و بسطام بن حریث و مبارک بن فضالہ و غیرہ۔

شاگردان حدیث سلیمان

و عنه البخاری و ابوداؤد و روی لہ الباقون بواسطۃ ابی
بکر بن ابی شیبہ و ابی داؤد و سلیمان بن معبد السنی و احمد
بن سعید الدارمی و اسحق بن راہویہ و الحسن بن علی الخلال
و علی بن نصر الجعفی و عمر و بن علی الفلاس و احمد بن
ابراہیم الدورقی و ہارون بن عبد اللہ الحمال و ابی اہل
جوزجانی و الجراح بن مخلد و حجاج الشاعر و الحسین بن
محمد البلخی و الدارمی و عبدہ و عمر بن منصور النسائی و
یعقوب بن السفیان و یحییٰ بن موسیٰ خت و محمد بن یحییٰ

الذہلی وحدث عنه یحیی القطان وعثمان بن ابی شیبہ و
احمد بن محمد بن حنبل و ابو زرعة و ابو حاتم و القاضی
اسمعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید و اخوه
حماد بن اسحاق و ابن عمه القاضی یوسف بن یعقوب بن
اسمعیل و محمد بن ایوب بن الضریس و الحارث بن ابی
اسامہ و ابو مسلم البکی و جماعة اخرهم۔

سلیمان بن حرب کی صفائی کے گواہان

قال ابو حاتم امام من الاثمة كان لا يدلس ويتكلم في
الرجال وفي الفقه وقد ظهر من حديثه نحو من
عشرة آلاف حديث و ما رأيت في يده كتابا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ سلیمان بن حرب کے متعلق

وَقُلْتُ هُوَ ثِقَةٌ حَافِظٌ لِأَحَدِيَّةٍ عَائِلٍ فِي نَهَائِيَةِ السَّيْرِ
وَالصِّيَابَةِ۔

وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ كَانَ ثِقَةً
بِشَأْنِ صَاحِبِ حِفْظٍ وَقَالَ النَّاسُ ثِقَةً مَأْمُونٌ وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ كَانَ
ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ وَقَالَ
ابْنُ قَانِعٍ ثِقَةً مَأْمُونٌ وَقَالَ صَاحِبُ الزُّهَرِيِّ رَوَى عَنْهُ ابْنُ حَرْبٍ
مِائَةً وَسَبْعَةً عَشْرِينَ حَدِيثًا۔

اب محمد بن عیسیٰ بغدادی کے متعلق سنیے۔

محمد بن عسائی

اساتذہ محمد بن عسائی بغدادی

تہذیب التہذیب

۹۲۲

روی عن مالک وحماد بن زید
وابن ابی ذئب وعبد الوارث بن
سعید وعبد السلام بن حرب

و عبید اللہ بن جعفر المخزومی و عتاب بن بشیر و عبید اگر حمن
بن ابی الموالم و عتبہ بن عبد الواحد و ابی عوانہ و ہیشم و
معمر بن سلیمان و یزید بن زریح و ابی عسان محمد بن مطرف
و ملارم بن عمر و مردان بن معاویہ و یوسف بن یعقوب المما
جشتون و حسان بن ابراہیم الکرمانی و اسمعیل بن عیاش و اسمعیل
بن علیہ و ابن المبارک و عبد المؤمن بن عبد السدوسی و عباد بن
ہبار و عباد بن العوام و غیر ہم۔

محمد بن عسائی کے شاگردان حدیث

روی عنہ البخاری تعلیقاً و ابوداؤد و ردی الترمذی فی الشامی
و النسائی و ابن ماجہ لہ بواسطۃ عبد اللہ بن عبد الرحمن
الدارمی و محمد بن یحیی الذہلی و سہل بن صالح الانطانی
و ابی الاثر احمد بن الازہر و ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی
و محمد بن عبد الرحمن بن الاشعث و محمد بن ہمام
الانطانی و عمر بن منصور النسائی و ابو حاتم و الحسن بن علی
الخللال و موسی بن سعید الدندی و موسی بن سہل الرملی
و عبد الکریم بن الہیشم الریری عاتقی و طالب بن قریب الاذنی

داہندہ جعفر بن محمد بن عیسیٰ و ابن اخیہ محمد بن یوسف
بن عیسیٰ بن الطباع و احمد بن خلیل الحلبی و احمد بن
عبد الوہاب بن نجہ الطوطی و اخرون۔

محمد بن عیسیٰ کی صفائی کے گواہان

قال ابو داؤد و محمد بن عیسیٰ کان
یتفقہ و کان یحفظ نحواً من اربعین
الف حدیث۔

تھذیب التھذیب

۹
۳۹۵

وقال النسائي ثقة وذكره ابن حبان في الثقات۔

باقی رہا ابو داؤد کا کہنا رُبَّمَا یُذَلِّلُ تو بسا اوقات روایت میں تدلیس کرتے
ہیں، تو تم اس روایت پر تب اعتراض کر سکتے ہو، جب ثابت کرو کہ اس روایت میں
محمد بن عیسیٰ حماد بن زید سے جو یہاں اس کے استاد سند میں مذکور ہیں، ملاقات نہیں
ہوئی، جب ان کے اساتذہ سے ۲ میں حماد بن زید مذکور ہیں، جس سے وہ اس روایت
کو ذکر فرما رہے ہیں، تو اس روایت میں تمہارا تدلیس کا ذکر کرنا علم حدیث و اصولہ و
رجال حدیث سے بے خبری کا اظہار کرنا ہے۔

رواۃ کی تحقیق کے بعد ثابت ہو چکا کہ یہ روایت باسناد مذکورہ بالا صحیح ہے اور بقانون
نبوی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی دجال ہے، کذاب ہے۔
"مرزائی" کمال الکمال میں لکھا ہے کہ تیس دجال آچکے ہیں جو تاریخ سے ثابت
ہے۔ لہذا اب مرزا صاحب کو ان کے نبوت کے دعویٰ پر دجال کذاب کہنا غلط
ہے، پاکٹ بک ص ۵۶۔

"محمد عمر" حدیث صحیحہ کے مقابلہ میں کسی تاریخ یا کسی عالم کی کلام کو ہم معتبر نہیں سمجھتے،
لہذا تمہارا یہ کہنا بالکل فضول ہے، اور لغو و بے سود ہے۔
مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کے متعلق کئی الفاظوں اور
اصطلاحوں میں بیان فرمایا، لیکن مرزائی کی سمجھ اس سے قاصر رہی، مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ
وسلم کے آخری نبی ہونے کو غلط سمجھ رہا ہے۔

مرزائی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت
ختم ہونیکے ارشاداتِ مصطفویٰ

غلط ہو گا۔

تَسُوُّهُمْ إِلَّا نَبِيَاءَ كُلَّمَا
هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ
وَأَمَّا لَدُنِّي لَعْدِي۔

(۱)۔ بخاری شریف

۴۱۵

جھوٹ ہو گا۔

أَنَا اللَّيْنَةُ أَنَا خَاتِمُ
النَّبِيِّينَ۔

(۲)۔ بخاری شریف

۵۰۱

ابھی تسلی نہیں ہوئی۔

فَإِنِّي الْخَيْرُ إِلَّا نَبِيَاءَ

(۳) مسلم شریف

۴۴۴

تم نے معنی غلط کئے ہونگے،

وَأَنَا الْعَاقِبُ

(۴) بخاری شریف

۲۶۷

شاید جھوٹ ہے۔

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ
مَتَدَانُ الْقَطْعَتِ
مِنَ الرِّسَالَةِ رَسُولَ لَعْدِي
وَلَا نَبِيَّ۔

(۵) ترمذی شریف

۳۱

مستدرک

۴۱

ابھی نبوت جاری ہے،

ذَهَبَتِ النَّبُوَّةُ
مِنَ النَّبُوَّةِ لَعْدِي

(۶) کنز العمال

۸۳۴

(۷) کمز العمال
۳۳

مَلَا يَبْقَى بَعْدِي
مِنَ النَّبَوَّةِ
شَيْءٌ

مجھے یقین نہیں، کیونکہ مرزا
صاحب کی نبوت کو چھوڑ
نہیں سکتا۔

(۸) دلائل النبوة
۱/۴ و مشکوٰۃ ۵/۱۳

إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَلَكُوتٌ
لِّخَاتَمِ
النَّبِيِّينَ

اس میں تاویل کی گنجائش
ہو سکتی
ہے

(۹) - ابو داؤد
۲/۳۴

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ
لَا نَبِيَّ
بَعْدِي

مرزا صاحب کے کلام کو
فوقیت
ہے

(۱۰)

أَنَا الْمُقَفَّى بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ ہمارے لئے حجت نہیں،

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریف پر نبوت ختم ہونے کا مسئلہ
مختلف اصلاحات استعمال فرما کر مومنین کو سمجھا دیا، لیکن مرزا کی نے آپ کے ہر ایک
جملہ کو جھٹلایا اور یقین و ایمان نہ لایا، اچھا قیامت کے دن پچھتاؤ گا اور فقیر بفضلہ
تعالیٰ راستہ ہدایت دکھانے کا درگاہ رب العالمین سے اُس کے محبوب
رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین کے طفیل اجر عظیم پاوے گا،

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

امام محمد بن کاظمی کا یہی عقیدہ تھا

مُصطفیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہے

امام مسلم کا عقیدہ

(۱) مسلم شریف

۲۴۸

پر باب مقرر فرما دیا، ذکر کو نہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور اس کے ماتحت حدیث فرما کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر فرمائیں کہ آپ نے فرمایا جِئْتُ وَخَلَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ، میں آیا اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا، اب کسی کی نبوت نہیں چلا سکتی، اور لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ عَاقِبُ کے معنی ثابت کر دئے۔

امام بخاری کا عقیدہ

(۲) بخاری شریف

۳۴۹

میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے مدعی کو دجال اور کذاب احادیث صحیحہ سے ثابت کر دیا ہے اور باب خاتم النبیین مقرر فرمایا۔

ابوداؤد کا عقیدہ

(۳) - ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ص ۲۴۳ پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے مدعی کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے،

امام ترمذی کا عقیدہ

(۴) - امام ترمذی نے ترمذی شریف میں ص ۱۵۰ پر باب ذہبت النبوة مقرر فرما کر ان الیہ سألہ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبی کی حدیث نقل فرما کر اجرائے نبوت کا رد کیا، جس سے ثابت ہوا، کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی تھا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ص ۲۵۰ پر بھی ازروئے احادیث صحیحہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

امام بیہقی کا عقیدہ

(۵) - امام بیہقی نے بھی ص ۱۸۱ پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے مدعی کو دجال اور کذاب ثابت کیا ہے۔

شیخ علاء الدین کا عقیدہ

(۶) - صاحب کنز العمال شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان الیہ سألہ والنبوۃ قد انقطعت کی حدیثیں نقل فرمائیں اور اجرائے نبوت کی ایک حدیث بیان فرمایا، جس سے ثابت ہوا، کہ ان کا عقیدہ بھی ختم نبوت پر

ابو نعیم کا عقیدہ

(۷)۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوت میں ص ۱۰۰ پر حدیث نقل فرمائی ہے، جس سے ثابت کیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے قبل ہی خاتم النبیین مقرر ہو چکے تھے۔

ابن عبد البر کا عقیدہ

(۸)۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب کے ص ۱۰۰ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے دلائل از روئے احادیث صحیحہ انا الخاتم الذی ختم فی النبوة و انا العاقب فلیس بعدی نبی و انا المظفی بعد الانبیاء بیان فرمائے اور اجر لئے نبوت کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہے، کہ ابن عبد البر کا مذہب بھی ختم نبوت پر ہی تھا۔

ابن حجر فتح الباری شارح بخاری کا عقیدہ

(۹)۔ فتح الباری

وَرَأَى اللَّهَ خَتَمَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ وَ اكْمَلَ بِهِ شَرَّ الرِّجَالِ دِينِ

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

تمام رسولوں کو ختم کر دیا اور آپ کے ساتھ ہی دین کو مکمل کر دیا۔

معلوم ہوا، کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی ختم نبوت پر ہی تھا،

امام قسطلانی شارح بخاری کا عقیدہ

(۱۰) قسطلانی

۶
۲۱

رَأَى الْعَاقِبُ إِذْ نَبَتْ جَاءَ عَقَبَ الْأَنْبِيَاءِ
فَلَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ -

علامہ قسطلانی^{رح} فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح فرماتے

ہوئے اَنَا الْعَاقِبُ کی تشریح فرماتے ہیں، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عاقب اس لئے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے پیچھے تشریف لاتے ہیں، تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور علامہ قسطلانی دوسرے مقام پر بیان فرماتے ہیں،

(۱۱) قسطلانی

۶
۲۱

(بَابُ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ) اِیْ الْاِخْرَهُمْ
الَّذِي خَتَمَهُمْ اَوْ خَتَمُوا بِهِ وَقِيلَ مَنْ
لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَلَا يَقْدَحُ فِيْهِ

نَزْدُلُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَهُ اِذْ نَبَتْ اِذَا نَزَلَ يَكُونُ
عَلَى رِيسِهِ مَعَ آتِ الْمُرَادِ اَنَّهٗ اِخْرَمَ مِنْ نَبِيٍّ -

امام قسطلانی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقرر کردہ باب خاتم النبیین کے تحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے معنی بیان فرمائے ہیں، یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کا آخری نبی جس نے تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا ہے، یا تمام انبیاء علیہم السلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی ختم ہو گئے، اور بعض نے خاتم النبیین معنی بیان کئے ہیں وہ شخص جس کے بعد نبی نہ ہو، ر ثابت ہوا کہ جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے اُس کو آپ کے بعد نبوت کو ختم تسلیم کرنا پڑے گا اور جو آپ پر نبوت کو ختم نہیں سمجھتا اور اجرائے نبوت کا قائل ہے وہ خاتم النبیین کا منکر ہے اور پھر علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانا مخالف نہیں کیونکہ جب اُنترینگے تو آپ کے دین پر ہی تشریف فرما ہونگے، اپنی نبوت کے مبلغ نہ ہونگے، باوجودیکہ مراد خاتم النبیین

سے یہی ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں،

علامہ زرقانیؒ کا بھی ختم نبوت پر عقیدہ تھا

(۱۲)۔ زرقانی ۲۹۲
 (وَمِنْهَا آتَتْهُ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ)
 كَمَا تَأْتِي النَّبِيَّاتُ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ
 النَّبِيِّينَ رَأَى الْخَيْرَ هُمُ الَّذِي خَتَمَهُمْ أَدْخَلُوا
 بِهِ عَلَى قِرَاءَةِ عَصِمٍ بِالْفَتْحِ وَرَدَى أَحْمَدُ
 وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ بِاسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ أَنَسٍ مَرُّوْعًا
 أَنَّ النَّبِيَّ سَأَلَهُ وَالنَّبِيُّوَّةُ فَتَنِي الْقَطْعُ مَثَلًا رَسُولَ بَعْدِي
 وَلَا نَبِيَّ قَبْلِي مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ يَكُونُ أَشْفَقُ عَلَى
 أُمَّتِهِ وَهُوَ كَوَالِدٍ لَوَلَدٍ لَيْسَ لَهُ عَيْدٌ وَلَا يَقْدَحُ نَذُولُ
 عَيْتِي عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَهُ لَا نَبِيَّ يَكُونُ عَلَى دِينِهِ
 مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ أَتَتْهُ خَاتَمُ مِنْ نَبِيٍّ -

ترجمہ پہلے گزر چکا ہے، صرف ایک جملہ علامہ زرقانیؒ نے فرمایا ہے، جو قابل غور
 ہے، وَهُوَ كَوَالِدٍ لَوَلَدٍ لَيْسَ لَهُ عَيْدٌ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 باپ کی طرح ہیں اپنے بیٹے کے لئے، جیسا کہ بیٹے کے لئے باپ ایک ہے، ایسے ہی
 آپ اب ایک ہی نبی ہیں، کیونکہ پہلے نبوت جاری تھی، اب ختم ہو چکی۔

تمام مفسرین اسلام کا عقیدہ ختم نبوت پر تھا

(۱)۔ تفسیر ابن جریر ۲۲
 لَكِنَّهُ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبُوَّةَ
 وَطَبَعَ عَلَيْهِمَا سَلَا تَفْتَحُ لِأَحَدٍ بَعْدَهُ أَلَيْ قِيَامِ
 الشَّاعَةِ.

اور لیکن محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا، اور تمام پر آپ نے مہر لگا دی، پھر کسی کے لئے قیامت تک نہیں کھل سکتی۔

(۲) تفسیر ابن جریر

۲۲

۱۱

حد ثنا بشر قال ثنا يزيد قال ثنا سعيد عن قتادة
..... وَلَٰكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَحَفَاتِمَ النَّبِيِّينَ
اخْرَجَهُمْ۔

اور نبین آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، یعنی تمام کے آخر ہیں

تفسیر ابن جریر

۲۲

۱۱

فَقَرَأَ ذَٰلِكَ قِرَاءَةً مِّنْ مَّصَارِفِ آلِ الْحُسَيْنِ وَآلِهِمْ
بِكُسْبِ النَّاسِ مِنْ حَفَاتِمِ النَّبِيِّينَ بِمَعْنَى أَنَّهُ خَتَمَ
النَّبِيِّينَ۔

اور ثناء کے کسرہ کے ساتھ ہے، سوائے حسن و عاصم کے تمام شہرہ کے ثناء نے
اس کو حفاتم النبیین پڑھا ہے، کہ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں،

(۳) تفسیر کبیر

۶

۲۸۶

(وَحَفَاتِمِ النَّبِيِّينَ) ذَٰلِكَ لِأَنَّ النَّبِيَّ الَّذِي بَكَرُ
بَعْدَهُ نَبِيٌّ رَّأَىٰ شَرَكًا شَيْئًا مِّنَ الصِّدْقَةِ
الْبَيِّنِ يُسْتَدْرِكُهُ مِنْ يَأْتِي بَعْدَهُ دَأْمًا مِّنْ لَا يَبُورُ

بَعْدَهُ يَكُونُ أَشْفَقُ عَلَىٰ أُمَّتِهِ وَأَحَدِي لَمْ دَأْمَدِي إِذْ هُوَ
كَوَالِدِي لَدِهِ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ مِنْ أَحَدٍ وَتَوَلَّىٰ لِّتَعَالَىٰ رَدَّكَ وَاللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) بِمَعْنَى عِلْمِهِ بِكُلِّ شَيْءٍ دَخَلَ نَبِيٌّ أَنْ لَا يَنْبَغِي بَعْدَهُ۔

(اور آپ تمام نبیوں کے خاتم ہیں) اور یہ اس لئے کہ ایسا نبی جس کے بعد اور کوئی نبی ہو
اگر پہلا نبی، نصیحت اور بیان سے کچھ چھوڑ جائے تو اس کے بعد کا نبی اس کو لے لیتا ہے
اور لیکن ایسا شخص جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو تو ایسا نبی اپنی اُمت پر زیادہ مہربان ہوتا ہے
اور ان کے لئے زیادہ بادی ہوتا ہے، اور زیادہ سخی ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ ایسے والد
کی مانند۔ جس کا بیٹا اس کے سوا اور کوئی نہ ہو، اور اللہ کا فرمانِ اللہ تعالیٰ ہر شے کو
جاننے ہے۔ یعنی اللہ کو ہر شے کا علم ہے، اس میں (یہ بھی) داخل ہو گیا کہ مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں،

(۴) تفسیر مدارک

۳

۲۳۵

(وَحَفَاتِمِ النَّبِيِّينَ) بِفَتْحِ اِتِّعَاعِ عَاصِمٍ بِمَعْنَى طَالِحٍ أَوْ

اِحْدَهُمْ يَحْيٰى لَا مَذْبَاۥٓ اَحَدٌ يُّعْبَدُ ذَا وَجْهٍ مِّثْلُ مَنْفٰى عَالِدٌ وَحٰٓبٍ يَدُلُّ
يُنْزِلُ غَاوِلًا مِّنْ بَعْدِهِ مَحْمَدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَابَعْتُمْ اَمَّا
(اور خاتم النبیین) نام کی فتح کے ساتھ غاصم کی قرأت بہت، بعض مہرگاہیوں کے جینی سرب کے
آخر یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، جیسی اس شخص سے ہے جو آپ کے پہلے نبی
ہو چکے۔ اور جب انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے عامل ہونگے، دیا کہ وہ آپ کے
امتی ہیں۔

تفسیر خازن
(۵)
۲۱۸

وَحَآتَمَ النَّبِيِّۦنَ خَتَمَ اللّٰهُ بِبَدِ النَّبُوۥٓةِ لَا تَلَا نَبُوۥٓةَ بَعْدَ
اٰتٰى وَلَا مَعَهُۥ تَالِ رَاۡبِعٌ عَبَّاسِ مَحْمَدٌ لَمْ يَخْتَمِ بِبَدِ
النَّبِيِّۦنَ لَجَعَلْتُ لَكَ رَاۡبِعًا مِّثْلُكَ بَعْدَ اَنْبِيَآءِ عَالِدِ
اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَكَمَ اَنْ لَا يَنْبٰى بَعْدَهُ لَمْ يَعْطِدْ ذٰلِكَ ذَكَرًا بِمُيَسِّرٍ وَحَبِلًا
كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيۡمًا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لَا يَنْبٰى بَعْدَهُ۔

(وَحَآتَمَ النَّبِيِّۦنَ) اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت کو ختم
کیا، تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور نہ کوئی آپ کے ساتھ ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
عندہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں، کہ اگر میں آپ کے ساتھ غیوروں کو ختم نہ کرتا تو
آپ کے لئے بیٹا بناتا، اور آپ کے بعد نبی ہوتا، اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت ہے، آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جب حکم لیا، کہ آپ کے بعد کوئی
نبی نہیں، (اس لئے) آپ کو لڑکا نہ کر عطا نہیں فرمایا، جو آدمی بالغ ہوتا (اور اللہ تعالیٰ ہر شے
کو جاننے والا ہے) یعنی اللہ کے علم میں (یہ بھی) داخل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور
اس کے بعد تمام حدیثیں ختم نبوت کی بیان فرمائیں، جس سے ثابت ہوا، کہ ان کا عقیدہ بھی
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر ہی تھا،

تفسیر کشاف
(۶)
۲۳۹

(وَ) كَانَ (وَحَآتَمَ النَّبِيِّۦنَ) (یعنی اِنَّهُ لَوْ كَانَ لَهُ ذَلَا بَالِغٌ
مَّبْلُغُ الرِّجَالِ لَكَانَ نَبِيًّا ذَلَا يَكُنْ هُوَ حَآتَمَ النَّبِيِّۦنَ
كَمَا يَرُدُّ اِنَّهُ تَالِ فِي اِسْبَاحِ يُمَحِّدِيْنَ تَالِ لَوْ عَاشَ
لَكَانَ نَبِيًّا۔۔۔۔۔ (فَاِنْ تَلَّتْ) كَيْفَ كَانَ اِحْدَ النَّبِيِّۦنَ وَحِثِي سَيُنْزِلُ فِي الْاٰخِرِ
الْمَرَّةِ مَا نِ تَلَّتْ مَعْنٰى كَوْنِهِ اِحْدَ النَّبِيِّۦنَ اِنَّهُ لَا يُنْبَاۥٓ اَحَدٌ بَعْدَهُ وَحِثِي

مَعْنَى نَبِيِّ قَبْلَهُ وَحِينَ يَنْزِلُ نَبِيٌّ لَا عَلَى شَرِيعَةٍ مُحَمَّدٍ مُصَلَّى
إِلَى تَبْلُغَتِهِ كَأَنَّهُ كَبُفُ امْتِنَةٍ .

یعنی آپ کا اگر کوئی لڑکا آدھیوں کی عمر کا بالغ ہوتا تو نبی ہوتا، اور ہوا نہیں، کیونکہ
آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے ابراہیم کی وفات
کے وقت فرمایا اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا، (چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا،
اس لئے زندہ نہیں رہا) پس اگر تو سوال کرے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء
کیسے ہوئے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں اترینگے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ
کے آخر الانبیاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور عیسیٰ علیہ السلام
ایسے شخص ہیں جو آپ کے پہلے نبی ہو چکے، اور جب اترینگے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت
پر عمل کرنے والے اترینگے اور آپ کے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے گویا کہ آپ کی امت
کے ایک فرد ہیں،

(۷) تفسیر معالم التنزیل

۲۱۸

وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (خَتَمَ اللَّهُ
بِهِ النَّبَوَّةَ وَفَرَّغَ أَبْنُ عَامِرٍ وَخَاتَمَ
بِفَتْحِ الشَّاعِ عَلَى الدُّسَمِائِيِّ اخْرَجَهُمْ وَقَرَأَ الْآخِرُ مِنْ

بِكُنَى الشَّاعِ عَلَى الْفَاعِلِ لِأَنَّهُ خَتَمَ بِهِ النَّبِيِّينَ فَهُوَ خَاتَمُهُمْ
لَوْ لَمْ يَخْتَمَرْ بِهِ النَّبِيُّ لَجُعِلَتْ لَهُ أُنْبَاءٌ يَكُونُونَ بَعْدَهُ نَبِيًّا .
وَرَوَى عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي عُبَّاسٍ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا حَكَمَ أَنَّ لَا
نَبِيَّ بَعْدَكَ لَمْ يُعْطِهِ دَلَالًا ذَكَرًا يَصِيرُ رَحْبَلًا .

اس کا ترجمہ بیان ہو چکا ہے۔

(وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ) خَتَمَ اللَّهُ بِهِ النَّبِيِّينَ
قَبْلَهُ وَلَا يَكُونُ نَبِيٌّ بَعْدَهُ .

(۸) تفسیر ابن عباس

۲۶۲

(وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ

نبیوں کو جو آپ کے پہلے تھے ختم کر دیا، تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ) وَفِي قِرَاءَةِ لِفَتْحِ الشَّاعِ

كَأَلَةِ الْخَتْمِ أَيْ بِهِ خَتَمُوا (وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

(۹) تفسیر حبشہ

۲۶۶

شَيْءٍ عَلَيْهِمْ) مِنْهُ بَأْنٌ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ -

(۱۰) - تفسیر ابن کثیر
۷۹۳

(وَجَاءَتْهُمْ النَّبِيُّنَ) فَهَذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي
أَمْنِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَأَذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا
رَسُولَ يَأْتِيهِ الْبُحْثُ الْأُولَى

تو یہ آیت نص ہے اس امر میں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، تو رسول بطریق اولیٰ نہ ہو سکیگا۔

پھر آگے علامہ ابن کثیر ^۳ ۷۹۳ میں رقم طراز ہیں:-

وَمَنْ أَخْبَرَ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشَّيْءِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ
لِيَعْلَمُوا أَنَّ كُلَّ مَنْ ادَّعَى هَذَا الْمَقَامَ بَعْدَهُ نَهْوٌ كَذَابٌ أَنَاكَ
دَجَالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَلَوْ تَحَرَّرَ وَشَعْبَدَ وَآخِي يَأْتِي تَوَاجِعَ السَّحَابِ
الطَّلَاسِمِ وَالنَّيِّرِ نَجِيَّاتٍ نَكَلُهَا مَحَالٌ وَصَلَالٌ عِنْدَ أُدْوَى الْأَلْبَابِ
كَمَا أَخْبَرَنِي اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَلَى سَبْرِ الْأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ بِأَلِيمِنَ
وَمَيْلَمَةِ الْكَذَّابِ بِالْإِيمَانَةِ مِنَ الْإِخْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَالْأَتْوَالِ الْبَارِئَةِ
مَا عَلِمَ كُلُّ ذِي لُبٍّ وَنَهْمٍ وَرَحْمَةٍ أَنَّهُمَا كَاذِبَانِ صَالَانِ لَعَنَهُمَا اللَّهُ وَ
كَذَّ إِلَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخْتَمُوا بِأَلَمِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ -

اور ضرور خبر دی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے احادیث متواترہ میں جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہر وہ شخص جو اس مقام (نبوت) کا آپ کے بعد دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے، بڑا بہتانی ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور گمراہ کن ہے، خواہ آگ جلا کر دکھائے اور شعبدہ بازی کرے اور مختلف اقسام کے جادو طلسم اور نیرنجیات دکھائے، پس یہ تمام مشکلات گمراہی ہے، عقلمندوں کے نزدیک، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی کے ہاتھوں یمن میں ظاہر فرمائے اور یامر میں میلہ کذاب کے ہاتھوں احوال فاسدہ و اتوال بارہ جاری فرمائے، جو ہر ایک عقل و فہم والا معلوم نہیں کر سکتا، اور میرے نزدیک دلیل یہ ہے کہ وہ دونوں جھوٹے ہیں،

گمراہ ہیں، دونوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، اور اسی طرح قیامت تک کے ہر مدعی نبوت پر خدا کی لعنت ہو، حتیٰ کہ (ایسے جھوٹے نبی) مسیح دجال کے زمانہ میں ختم کے مجاہدین کے، کیوں جناب مرزائی صاحب؟ یہ ہے معتبر مفسرین کا عقیدہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نبوت کے مدعی کو کذاب، اناک و جال کے خطابات سے نوازتے ہیں، اور ایسے لوگوں پر لعنت خدا تعالیٰ کا تحفہ ارسال فرما رہے ہیں، اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اور اجرائے نبوت کے قائلین اور عالمین خداوند کریم کی طرف سے سچے ہیں یا جھوٹے اور کلام خداوندی کا نتیجہ جو اکابرین مفسرین نے سمجھا اور لکھا ہے اور جن جن خطابات سے نوازے مرزا صاحب اور تم اس میں غمبولیت رکھتے ہو یا نہیں، اگر رکھتے ہو تو باز آ جاؤ اور اگر نہیں تو کیسے تم مرزائی اجرائے نبوت کا مسئلہ امت محمدیہ میں گڑھ رہے ہو یہ کس مفسر نے سمجھا ہے؟ تمام مفسرین ختم نبوت کے قائل ہیں تو تم مرزائیوں کو بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی اجماع امت کا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔

تِلْكَ حَشْرٌ كَامِلٌ

”مرزائی“۔ خاتم النبیین فرمان خداوندی کی تشریح پر تم نے بڑا زور دیا ہے، حالانکہ ختم بفتح تا کا ترجمہ ختم کرنا والا نہیں ہو سکتا، البتہ اسمنا عل بکسواء کے معنی ختم کرنا والے ہو سکتے ہیں، اور خاتم بفتح تا جس کے معنی ما یختم بہ ہونگے، یعنی جس سے ہر کائناتی جادے، عربی زبان میں خاتم بفتح تا واجب کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو، مثلاً خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء، خاتم الاکابر و خاتم المحدثین وغیرہ ہو تو اس کے معنی ہمیشہ بعد میں آئینوالے سے افضل کے ہوتے ہیں، ہمارا مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے کہ کسی عربی زبان کے محاورہ میں کسی جگہ خاتم باضافت جمع کے معنی بند کرنے کے ہوں، لسان العرب و تاج العروس کا حوالہ نہ ہو بلکہ ایک ص ۲۵۲

تاص ۲۵۲۔

انقطاع نبوت کی تردید مرزائی کے جوابات

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب تم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لسان العرب و تاج العروس سے حوالہ ختم النبیین کے معنی کا نہ دکھانا، باقی کسی عربی محاورہ یا لغت سے دکھاؤ،

آئیے مرزائی صاحب میں تمام دنیا کے مرزائیوں کو

چیلنج کرنا ہوں

کہ کوئی مرزائی اگر قرآن کریم کے محاورہ میں کسی مقام پر بلا تخصیص خاتم کے معنی انقل کے مستعمل ہوں دکھائے، تو اس مرزائی کو انشاء اللہ العزیز مبلغات

ایک ہزار روپیہ نقد الغم ¹⁰⁰⁰

پیش کر دینگا، کیونکہ آیت خداوندی کے محاورہ کا استدلال دوسری آیت سے ہی ہو سکتا ہے، بہت سے مقدم آیت استدلال میں پیش ہو سکتی ہے، جب آیت خداوندی میں ختم کا استعمال "بس" پر یعنی فقط کا کام دیتا ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پھر عرض کر دیتا ہوں، تو تم اجراء کے معنی کیسے لے سکتے ہو۔

(۱)۔ بقرہ ۱ | خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ

(۲)۔ انعام ۱۰۱ | قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ أَبْصَارَكُمْ
وَحَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مِنَ الْمَاءِ خَيْرٌ لَّهِ

(۳)۔ جاثیہ ۲۵ | وَحَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ

(۴)۔ یس | الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

ان آیات قرآنیہ سے ثابت ہو ا کہ جو شے ختم ہو جائے، اس پر ہی ختم کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے، اجراء کے معنی کسی آیت سے ثابت نہیں، اب خاتم بفتح تاء ختم کرنے والا متقدمین مفسرین سے ملا حفظ فرمائیے۔

خاتم بمعنی آخر از تفاسیر

(۵) تفسیر مدارک ۳۳۴
وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ (يَفْتَحُ الشَّاءَ حَاصِمٌ
بِمَعْنَى طَبْلُحِ أَيْ أَخْذُهُمْ

(۶) تفسیر ابن جریر ۲۲۱۲
وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ أَيْ أَخْذُهُمْ

وَقَدْ دَاوَنُ عَامِرٌ وَهَاصِمٌ
خَاتَمَ لِفَتْحِ الشَّاءِ عَلَى الْأَسْمِ
أَيْ أَخْذُهُمْ

(۷) تفسیر معالم التنزیل ۲۱۸

کیوں جناب مرزا فی صاحب؟ اب تو تمہاری منہ مانگی مراد مل گئی، حاتم بفتح
الشاء بمعنی اخذ کے مشہور مفسرین کی کتب سے ثابت ہو گئے، اب تم ایمان لاؤ،
یا نہ لاؤ، خداوند کریم تم کو انصاف کی نظر سے ایمان درست کرنے کی توفیق عنایت فرمائے

خاتم بمعنی آخری از لغات

وَالشَّيْءُ حَتْمًا بِلَا خِذْرَةٍ

اور شئی ختم ہو گئی، (یعنی) آخر کو پہنچ گئی۔

قاموس ۱۰۲

اور سوائے دد کے باقی تمام قراء کے نزدیک خاتم بکسر التاء ہے جو برناثیت کے لئے
خاتم ہے ایمان لاؤ یا نہ! باقی رہا تمہارا کہنا خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء تو یہ استعمال حقیقت میں
بلکہ مبالغہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، حقیقی معنی میں نہیں، اور تمام کلام خداوندی میں مبالغہ
کلام و نشان نہیں اور نہ ہاں معنی قرآن کریم میں مستعمل ہے جو تم نے گھڑنے میں باطل لکھ لیا ہے (بجائے العروص کے علاوہ ہو،
لہذا تمہارا مرزا ایوں کا انسانی مبالغے کی کام پر خداوندی کلام کو قیاس کر کے سادہ لوح
مسلمانوں کو دھوکا دیکر قرآن کریم کی صاف تکذیب کر رہا ہے۔ پھر اپنے مرزا ایوں کو خوش کرنے
کے لئے فرماتے ہیں کہ عربی محاورہ پیش کرو، فقیر ہزاروں محاورے عربی کے ایسے ہی جن میں خاتم
بمعنی ختم ہوا پیش کر سکتا ہے، لیکن قرآنی اصطلاح کی تائید پہلے قرآنی آیت سے لازمی ہے
جس سے مرزا فی کو گریز ہے، یہ کیوں نہیں کہتے کہ قرآن کریم کی فلاں آیت خاتم بمعنی انضالیت

موجود ہے۔ یا ہمیں قرآن سے ہی خاتم بمعنی ختم دکھا دو۔ مرزائی کو بھی یقین ہے کہ خاتم ختم کے معنی قرآن کریم میں ختم کرنے کے ہی آتے ہیں، دوسرے نہیں، چونکہ مرزا غلام احمد تادیبانی کی اتباع قرآن کریم کی اصطلاح سے اعراض کا سبق دیتی ہے اس لئے مرزائی اس کا طلبگار ہی نہیں۔ اس سبب وہ لوگوں میں غلط فہمی کی شورش سے مرزائی کا گریبان بھینچنے لگا ہے۔ آؤ مرزا اب قرآن کریم سے منہ نہ پھيرو، اور اجرائے نبوت کے پیدا کردہ مسئلہ کو چھوڑ کر ختم نبوت کے قرآنی قانون کے پابند ہو جاؤ۔

”مرزائی“ کنز العمال کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تو خاتم المہاجرین ہے جیسا کہ میں خاتم النبیین ہوں، کیا حضرت عباسؓ پر تہمت ختم ہو گئی، پارٹ بک از ص ۲۵۲ تا ۲۵۳۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! ایسی کچی بات قرآنی آیت کے مقابلہ میں، تمہارے اس استدلال سے ہی ثابت ہوا، کہ تمہارے پاس خاتم بمعنی افضلیت قرآنی دلیل موجود نہیں، ورنہ تم ضرور بیان کرتے، باقی رہا تمہارا قرآنی آیت خاتم النبیین بمعنی ختم اور آخری نبی کو ٹھکرانا اور اس کے مقابلہ میں تمہارے مقصد کے مطابق کوئی قرآنی آیت امدادی نہیں ہو سکتی، تمہاری تہمت کے لئے ضرب عربی ہے، آخر تنگ اگر ایک تابعی کے قول سے قرآنی آیت کو ٹھکرانے کی کوشش کی اور دھوکا دیا کہ یہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

مرزائی صاحب! مسلمان بیدار ہے۔ وہ تمہارے ان ہتھکنڈوں کو خوب جانتا ہے، بن دیکھے کبھی اعتبار نہیں کرتا، جو تم نے کنز العمال کی حدیث سے استدلال کیا ہے یہ اسلام میں قرآنی آیات صریحہ و احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تمہاری پیش کردہ کنز العمال کی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں، بلکہ تابعی آپ سے روایت کرتا ہے، اس روایت میں صحابی کا نام و نشان نہیں، دیکھو صاحب کنز العمال نے خود اقرار کیا ہے، جو تم نے چشم پوشی سے کام لیا ہے، اس کے اخیر میں لکھا ہے، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ مَوْلَى زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ یعنی یہ روایت ابن شہاب سے مروی ہے کسی صحابی نے یہ روایت بیان نہیں کی، جس حدیث کا علم صحابی کو نہیں اگر تابعی ہی صرف کہہ دے تو قابل قبول نہیں ہو سکتی، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عباسؓ مہاجرین مکہ میں سے سب سے آخر تشریف لائے اس لئے وہ خاتم المہاجرین ٹھہرے کیونکہ ان کے بعد کوئی مہاجر مکہ سے آیا ہی نہیں۔

پھر اگر تم مرزائی اس حدیث سے معنی خاتم کے افضل مراد لو گے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل المہاجرین ہیں اور مہاجرین میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، تو تمہارا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں، چہ جائیکہ آپ سے کئی افضل امت محمدیہ میں موجود ہیں، اس سے تمہارے معنی افضل مراد لینا غلط ثابت ہوئے، حدیث بھی غلط معنی بھی غلط۔

”مرزائی“۔ خاتم جمع کی طرف مضانت ہو، تو معنی افضلیت کے ہوتے ہیں، لہذا یہاں معنی افضلیت کے ہی ہو سکتے ہیں، پاکٹ بک ص ۴۵۳۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! جو بات کرتے ہو ٹیڑھی ہی کرتے ہو، بھلا یہ تو بتلاؤ، کہ یہ قالون کس نحوی کا ہے، یا کس عربی نے لکھا ہے، ایسی بات کہ جس کا سر پاؤں ہی نہ ہو، وہ مرزائیوں سے سن لو، جب نبوت انہونی ہے تو بات بھی تو انہونی کیوں نہ ہو، ایسی بے تکی اور بغیر حوالہ جات بات نخریر کرنی اپنے منہ پر خود نما پنچ مارنے کے مترادف ہے یہ ہے تمہاری نوٹ بک کے جواب کا جواب الجواب۔

”مرزائی“۔ حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دانی مکتوب عند اللہ خاتم النبیین وان آدم لمنجدل بین الساع والطنین جب آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے خاتم النبیین تھے، تو آپ کے بعد انبیاء علیہم السلام کا تشریف لانا محال ہوتا، حالانکہ ایک لاکھ سے زائد آپ کے بعد انبیاء تشریف لا چکے، جب آپ آدم علیہ السلام سے پہلے خاتم النبیین تھے تو آپ کے بعد انبیاء تشریف لاتے یہی آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق لازم نہ آیا، تو اب بھی اگر آجائیں تو خاتم النبیین کا انکار نہیں ہو سکتا، اور ثابت ہوا، کہ کہ خاتم بمعنی افضل ہیں، ختم کرنے کے ہیں، پاکٹ بک ص ۴۵۴۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! ہر بات میں دھوکے سے کام لیتے ہیں، یہ ان کے اختیار کی بات نہیں، یہ ان کی کم علمی کا سبب ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مرزائی صاحب کو مرزائیت بھی حائل ہے، جو صداقت کی راہ سے رد کرتی ہے، اور حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی، اور مرزائی صاحب کو اتنی ہوش بھی نہیں تھا کہ دلیل پیش کرتا ہوں

اجرائے نبوت کی اور اقرار کر رہا ہوں ختم نبوت کا، تمہاری اس تشریح سے ثابت ہوا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا فیصلہ قبل از ابتداء انسانیت ہی ہو چکا، جس سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ انسان کی انسانیت کا زار و مدار ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے پر ہے، جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہ کرے وہ انسانیت سے مستثنیٰ ہے، چہ جائیکہ اسلام کا داعی بنے، پھر مرزائی صاحب نے اعتراض کو تو خوب گھٹایا، لیکن عبارت حدیث کو نہ دیکھا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **إِنِّي مَكْتُوبٌ عِنْدَ اللَّهِ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ** میں قبل از آفرینش آدم علیہ السلام اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا گیا ہوں، یعنی خداوند کریم کے ہاں قبل از آفرینش حضرت آدم علیہ السلام میرے آخری نبی ہونیکا فیصلہ درج ہے، یہ نہیں فرمایا کہ میری نبوت کا اجر اس وقت سے ہے، کجا فیصلہ ختم کجا اس کا اجر؟ مرزائی صاحب کو عربی سمجھنے کی اتنی لیاقت بھی نہیں، کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم **إِنِّي مَكْتُوبٌ عِنْدَ اللَّهِ** کے مطلب کو کبھی سمجھ سکے۔ جو ایک میزان الصرف پڑھنے والا مبتدی بھی اس کا مطلب یہ نہیں بیان کر سکتا، جو مرزائی صاحب نے تحریف حدیث سے کام لیا ہے، تو تمہاری اس پیش کردہ حدیث شریف سے ہی خدائی فیصلہ ثابت ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا۔ ابتداءً آفرینش سے قبل ہی فیصلہ شدہ ہے، جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور خاتم الانبیاء علیہم السلام ہونے کے خلاف عقیدہ اجرائے نبوت رکھے تو وہ خداوند کریم کے ابتدائی فیصلہ خلق کے متعلق کا منکر ہے، جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ہی منکر ہے، وہ قرآن کریم کا مومن بنے تو کوئی ذیشعور کب تسلیم کر سکتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا، کہ مرزائی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہے، **وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ**، ”مرزائی“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ**، کیا آپ کے بعد ہجرت بند ہو گئی، اگر نہیں تو **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** میں مخصوص نہیں، ایک خاص نبوت مراد ہے، پاکٹ بک ص ۱۵۷۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! ہجرت کو نبوت پر قیاس کرتے ہیں، ہجرت کے کئی اقسام ہیں، ایک ہجرت ہے مخلوق سے خالق کی طرف، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

فرمایا رَافِئُ مَہَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ، دوسری قسم فالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف، یا ایک ملت سے دوسری ملت کی طرف، پھر اس ہجرت بلدی کی کہی گئی تسمیں ہیں جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

بخاری شریف

+

عَلَقَمَہُ بِنِ رِثَاصِ اللَّیْثِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلٰی الْمُنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلٰی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَ هِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْيَا یُصِیْبُہَا اَوْ اِلٰی اٰمَةٍ یُکِبُّہَا نَہِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْہِ ۔

علقہ بن رثاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ آپ منبر پر چڑھ کر فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اور کوئی بات نہیں عمل نیتوں کے ساتھ ہیں، اور کوئی بات نہیں آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی، تو جس شخص کی ہجرت طلب دنیا کے لئے ہے اس کو مل جاتی ہے یا عورت کے لئے ہجرت کرتا ہے تو اس کو نکاح کر لیتا ہے (پھر اس کی ہجرت جس لئے اس نے ہجرت کی۔

ثابت ہوگا کہ ہجرت کے کئی اقسام ہیں اور نبوت سوائے ایک کے اور کوئی قسم ہے ہی نہیں، تو جب لَا نَبِیَّ بَعْدِیٰ فرمایا گیا تو سوا نبوت خداوندی کے اور کسی طرف ذہن منتقل ہو سکتا ہی نہیں، کیونکہ نبوت ایک ہی ہے۔ باقی بروز دیگر وغیرہ اختراع مرزا سیت ہے، اور جب لَا هِجْرَةَ کہا گیا تو ذہن اس کی تیودات اقسامی کا منتظر ہوتا ہے کہ خبر نہیں کونسی ہجرت کی نفی مراد ہو، جب ساتھ ہی ارشاد ہوا بَعْدَ الْفَتْحِ، تو ثابت ہوگا کہ اس مقام پر فتح مکہ کی تئید سے مفید کرنا ہجرت کی نفی ہوئی ہے، کہ مکہ پہلے دارالکفر بتا رہا ہے۔ لیکن جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو اب کعبہ سے بدل کر بیت خانہ نہیں بن سکتا، اب یہاں کوئی یہودی یا نصرانی یا ہندو سکھ عیسائی مکہ پر قابض نہیں ہو سکتا، حتیٰ کہ دجال قرب تیار مت آئیگا تو اس کو بھی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ

میں داخل ہونے کی طاقت نہ ہوگی، تو مطلب یہ ہوا کہ فتح مکہ کے بعد اب مکہ سے ہجرت کرنا ختم ہو گیا،
 تو بعد الفتح ظرفیتہ خصوصی نے ہجرت کے عموم کو بدل کر مخصوص بنادیا، چنانچہ بعد الفتح
 کی قید نے بوقت لاہجرت بعد الفتح ارشاد فرماتے ہیں اس ہجرت کی نفی ہوئی
 کی جو ابراہیم علیہ السلام نے آتی صاحبزادی ربی فرمایا تھا، چہ جائیکہ آپ کے بعد
 کی ہی نفی ہو، تو لائے نفی جس سے ہجرت منظور کی اس جنس کی ہی نفی ہوئی، جس کی
 تخصیص میں شارح علیہ السلام نے بعد الفتح ظرف سے مخصوص فرمادی، یہی مطلب ہے
 تفسیر کبیر کا، اور لا نفی بعضی میں صفت نبوت مطلقہ نے جو آپ کی ذات
 یا برکات کو مستلزم ہوئی جس کا کوئی قرینہ مخصوص موجود نہیں تمام جنس نبوت کی نفی
 فرمادی جس کا اجراء پہلے موجود تھا، اور نبوت کے کئی اقسام نہیں بعد نبوت ایک
 ہی ہے، جس کی نفی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مطلقاً فرمادی ہے۔
 دوسرا جواب یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کو فتح کر کے ارشاد فرمایا
 کہ اب مکہ فتح ہو چکا، ہماری ہجرت جو ہوئی تھی ہو چکی، اب یہ ہماری آخری ہجرت تھی،
 اب اس کے بعد ہماری کوئی ہجرت نہیں، اور یہ آپ کا زمانہ سچا ہی رہا، پھر آپ کا
 غلبہ ہی رہا، باقی زندگی میں آپ کو دوبارہ ہجرت کا موقعہ نہیں پہنچا، لہذا آپ کا فرمان
 لَا هَجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ کہ فتح مکہ کے بعد (اب ہماری) ہجرت نہ ہوگی،
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری ان مہاجرین کو سنائی ہے، جن کی شان اللہ
 تعالیٰ نے اَلشَّاقِقُونَ اَلَا ذَٰلَکَ لَوْنٌ مِنَ الْمَنَاجِدِ سے بیان فرمائی، تو
 آپ نے اُن کو فرمایا، کہ بس تم ہجرت کر چکے، اب تمہاری ہجرت یہاں سے یعنی مکہ
 سے نہ ہو سکیگی،

تیسرا جواب یہ ہے، کہ یہ خبر احادیث میں اس مضمون کی اور کوئی روایت مؤیدہ
 نہیں، احادیث متواترہ و مؤیدہ بآیات قرآنی کے مقابلہ میں ایک خبر احادیث سے
 مجموعہ قرآنی آیات و احادیث صحیحہ متواترہ کا انکار کرنا قرآن و حدیث کی تکذیب
 لازم آتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے، کہ یہ روایت ہی ضعیف ہے، اس کی کوئی سند نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم تک ہے ہی نہیں، تو باسند متواترہ حدیثوں کے مقابلہ میں یہ قابل قبول

نہیں ہو سکتی۔

پانچواں جواب یہ ہے، کہ ہجرت کی نفی پر نبوت کی نفی کو قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ نبوت اصل ہے، ہجرت فرع ہے، اصل کے قیام کے مقابلہ میں فرع کا اختراع کرنا ہون بعید رکھتا ہے،

چھٹا جواب یہ ہے، کہ نبوت وہی ہے اور ہجرت کسی، نبی بننا اپنے ارادے سے نہیں، اور نہ نبوت اپنا ذاتی فعل ہے، اور ہجرت بندے کا اپنا ذاتی فعل ہے، مومن کے اپنے ارادے پر موقوف ہے، محتاج اجتہاد ہے، نبوت خداوندی نہ بندے کے اپنے ارادے پر موقوف نہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے، نہ خطاب ذاتی ہے، بلکہ ارادہ خداوندی پر موقوف ہے، تو رب العزہ کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب عنایت فرما کر غیر کے لئے اپنے ارادے اجرائے نبوت کو بند کر لینا یہ خداوند کا عالمین میں بندے سے خطاب نبوت کے لئے درست بردار ہونا ہے، اب ہجرت مخصوصہ کے حکم خاص پر نبوت کے حکم امتناعی کو توڑنا یہ خداوندی حکمرانی میں بغاوت ہے،

ساتواں جواب یہ ہے، کہ ہجرت کے اجراء پر مرزائیوں کا اجرائے نبوت کو قیاس کرنا یہ ثابت کرنا ہے۔ مرزائی امت محمدیہ سے خارج ہو چکا ہے، کیونکہ نقائص دینی کی وجہ سے جیسا مہاجر انتقال مکانی کرتا ہے، ایسے ہی مرزائی بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے نقائص دینی کی بنا پر خارج ہو کر نبوت مرزائیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ یعنی دین محمدی سے ہجرت کر کے دین مرزائیہ میں شامل ہے اور غیر مصدقہ دین کو قبول کر چکا ہے، لہذا مرزائی کے اس قیاس سے ثابت ہوا کہ مرزائی اسلام میں داخل نہیں،

مرزائی۔ کنوز الحقائق میں ایک حدیث منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَّا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتَ يَا عَلِيُّ حَاتَمُ الْاَوْصِيَاءِ۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد وحی ہو سکتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی بھی آ سکتا ہے، پاکٹ بک ص ۲۵۵۔

محمد عمر۔ مرزائی صاحب کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کی تاویل کی گنجائش تو نہیں رہی، اب آپ کے دوسرے فرمالوں سے پیرا پھیر کر کے قرآن اور حدیث کی تکذیب کرنا ہے، اور عوام کالانعام کو دھوکا دینا ہے،

مرزائی صاحب نبوت خدا کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور وصیت بندے کی

طرف سے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا، اَنَّا خَافَتُمُ الدُّنْيَاءُ لَوْ ثَابِتٌ هُوَ
 کہ خداوند کریم کا نبی آپ کے بعد نہیں ہو سکتا، آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کر بیٹے ہیں،
 کیونکہ نبوت مِنْ دُونِ اللّٰهِ نہیں ہو سکتی، اور جب آپ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ يَا عَلِيُّ
 حَاسِبُنَا لَا وَصِيَّاءَ ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا موصی لہ، علی المرتضیٰ کے بعد
 کوئی نہیں ہوگا، کیونکہ وصیت بندے کی طرف سے، اور اس عبارت میں سوائے مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا ذکر نہیں، جسکے موصی لہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہوتے
 تو ہر صورت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موصی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موصی لہ ہوئے۔
 تو واقعی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری موصی لہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں،
 حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی موصی لہ نہ ہوا۔
 اور یہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ثابت ہوئی۔ کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 نبیوں کے ختم کرنے والے ثابت ہوئے، اور مرزائی صاحب نے ایک اور عجیب اقرار
 کر لیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مکررناہ سے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے
 ختم کر بیٹے ہیں، تسلیم کر لیا، جیسا کہ آپ نے فرمادیا کہ خداوند کریم کی طرف سے تمام انبیاء
 کا ختم کر بیٹے ہوں، اور تو اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری طرف سے میری موصی لہم کو
 ختم کر بیٹے والا ہے، میرے بعد کوئی نبی اللہ نہ ہو سکے گا اور میرے بعد میرا موصی لہ کوئی نہ ہوگا،
 اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہونا ممکن ہوتا، تو
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ خاتم الاولیاء کا خطاب نہ فرماتے، بلکہ اُن
 کو اَنْتَ بَابُ الْاَنْبِيَاءِ اُمِّیُّ سے نوازتے، تاکہ آپ کی اُمت میں تمہارے عقیدہ کے
 مطابق اُمّی نبی ہونے کا دروازہ کھل جاتا، آپ کی اُمت میں چونکہ نبوت کا دروازہ بند
 تھا، اس لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خاتم الاولیاء کے لقب سے ملقب فرمایا،
 جیسا کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت ملنی ناممکن تھی، تو آپ نے اپنی ذات کے واسطے خاتم الانبیاء
 سے نبوت کو بند ثابت فرمایا، تو تمہاری پیش کردہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نبوت
 ختم ہونے کی دلیل ہے، نہ کہ اجرائے نبوت کی، جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔

”مرزائی“۔ نوحات مکیہ کے ٹائٹل پر بیچ پر محمد بن عبد بن عمری رحمۃ اللہ علیہ کو خاتم الاولیاء
 لکھا ہے اور دیوبندی مرتبے پر مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی خاتم الاولیاء لکھا ہے۔ لہذا

خاتم بمعنی افضل ثابت ہوا، پاکٹ بک ص ۴۵۔

”محمد عمر“۔ ایسی بے تکلی باتیں میرے سامنے نہ بنادو، ہمارے لئے یہ حجت نہیں، نہ قرآن پاک کی آیات ہیں اور نہ احادیث ہیں، نہ اس پر اجماع امت محمدیہ ہے، یہ مبالغہ کی باتیں ہیں۔ اگر اپنے استاد کو کوئی چادر کہہ دیگا، تو وہ چاند نہ بن جائیگا، بلکہ چاند اصلی چاند ہی رہے گا۔ جو ہر روز طلوع ہوتا ہے، ہم ان کے ذمہ دار نہیں ہیں، اور نہ یہ ہمارے ذمہ کی باتیں ہیں، یہ مبالغہ کی باتیں ہیں، جو انکا برین کے لئے لوگ کہا کرتے ہیں، خدائی کلام ایسے مبالغہ سے مبرا ہے،

”مرزائی“۔ پھر تو تمہارے نزدیک ہماری پاکٹ بک کی ایسی باتیں جو از ص ۴۵ تا ص ۴۵ ہیں، بے سود ثابت ہوئیں،

”محمد عمر“۔ ضرور، ایسی باتیں پیش ہی نہ کرو، یہ تو تم اپنے مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے پڑھ دیا کرو۔ ہمارے سامنے تو خداوند کریم یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا محدثین متقدمین کا عقیدہ پیش کرو، مولویوں کی باتیں تم نے بھلی پوچھیں، اگر ان کے متعلق بات کرنی ہو، تو یہ ثابت کرو، کہ جنکے تم حوالہ جات پیش کرتے ہو، ان کا عقیدہ کیا اجرائے نبوت تھا؟ جس کا عقیدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو نیکا ہے، وہ امت محمدیہ میں شامل ہے ورنہ نہیں، خواہ کوئی بھی ہو، دیوبندی ہو یا مرزائی ہو یا دہائی ہو، ٹائٹل بیچوں کی باتیں اور شاعروں کی باتیں مرزائیوں کو مبارک ہوں۔ سطحی باتیں سطحی مذاہب کے سطحی آدمیوں کے لئے حجت ہوتی ہیں، اسلام قرآن اور حدیث صحیحہ کے مقابلہ میں ان کو لغو سمجھتا ہے۔

”مرزائی“۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ عقل انسان چار خطوں کی خاتم پر اور خاتم کے لئے ضروری ہے کہ افضل ہو، جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ خاتم النبیین ہونے کے سب سے افضل ہیں، پاکٹ بک ص ۴۵۔

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب بیچا ہے رادھر؟ دھڑکتی رہے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ لیکن ان کا کوئی چارہ چلتا نہیں، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں لکھا ہے کہ خاتم بمعنی افضل ہیں، تھوٹ گھڑتے وقت سوچنا چاہیے، کہ اگر کوئی بیٹا دیکھ لیگا تو کیا کہے گا؟

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے، جس پر کسی شے کا خاتمہ ہو، تو اس شے کا افضل ہونا واجب ہے، چنانچہ انسان کی آخری محسل عقل ہے، اور آخری شے زیادہ افضل

ہوتی ہے، لہذا عقل انسان کی تمام خلطوں سے افضل ثابت ہوئی، جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی تمام نبیوں کے آخری ہیں، اور آپ اس حدیث سے تمام کے افضل بھی ہیں، لہذا عقل بھی بحیثیت آخری ہونے کے افضل ثابت ہوئی، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو آخری شے کو افضلیت لازم ثابت کیا ہے نہ کہ خاتم کے معنی ہی افضل کے ہیں، اگر خاتم الشی کے معنی اخصر الشی ہی نہ سمجھو گے تو خاتم الشی کی افضلیت ہی ہال ہو جائے گی، کیونکہ خاتم الشی افضل الشی ہے، اس لئے اس پر شے کا اختتام ہوا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ مرزائی صاحب نے علامہ رازی کی عبارت کو لکھ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے، بلکہ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کر دیا کہ خاتم الشی افضل الشی ہونے کو مستلزم ہے، نہ کہ خاتم کے معنی افضل ہیں، بلکہ ختم کرنے والے کے ہیں، کیونکہ اگر خاتم کے معنی ختم کرنے کے نہ لئے جا دیں گے تو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خاتم افضل ہی نہ رہے گا،

یہ ہے علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب، جیسا کہ اُن کی عبارت سے بھی صاف واضح ہے، وَالْأَحْسَنُ خَاتَمٌ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ أَفْضَلُ۔ خاتم کے لئے واجب ہے کہ افضل ہو، نہ یہ کہ خاتم کے معنی افضل ہیں، جو تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، تو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی خاتم بمعنی ختم کرنے کے ثابت ہوئے، نہ افضل کے، جس کو تم نے غلط بیان کیا ہے۔

”مرزائی“۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم کے معنی احسن الانبیاء لکھا ہے، رد ہاٹ بک ۱۹۲۹ء
”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب! علامہ زرقانی نے فیصلہ فرما دیا لَا مَنَّةَ مَعَنَا اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
جَمَالَ الْأَنْبِيَاءِ كَمَا الْخَاتَمُ الَّذِي يَتَجَمَّلُ بِهِ كَرَمُصْطَفَى صلی اللہ علیہ وسلم مثل نگینے کے ہیں، یعنی جیسا کہ نگینہ انگلی کو زیبا بنا دیتا ہے، ایسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تمام انبیاء علیہم السلام کو مزین فرما دیا ہے، اس عبارت زرقانی نے تو تمہاری اجرائے نبوت کا خاتمہ کر دیا، پھر تم اس کو پیش کرتے ہوئے شرا تے نہیں، قیمتی نگینہ ہیٹا پہلے کیا جاتا ہے، انگلی بعد میں تیار کی جاتی ہے، اور انگلی کھلی، انگلی کھلی تب کھلتی ہے، جب تار کے دو سرے کو ایک دوسرے سے مل کر ایک کیا جاتا ہے، قبل از ملانے کے اس کو انگلی کھلی نہیں کہا جاتا، بعد

کسی امد کے گھسنے کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی، اور انگوٹھی کا اتمام تھا ہوتا ہے اور خوبصورت
تھا ہوتی ہے، جب دونوں سروں کے جوڑ پر لگیں۔ لگایا جائے اور لگیں تب ہی لگایا جاتا ہے جب انگوٹھی
کا اتمام مقصود ہوتا ہے، ایسے ہی رب العزت نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت پہلے فرمائی، اور نبی
کرام کو جو بمنزلہ انگوٹھی کے ہیں، تیار فرمایا، جب انگوٹھی تیار ہو چکی یعنی تمام اندیاں تیار تھیں خَلَّتْ مِنْ ذَبَابِہِ
الْمَسْ مُل کے قانون سے گذر چکے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو بمنزلہ لکینے کے ہیں، آپ کو سرب
کے آخری لاکھ دیا، اب انگوٹھی مکمل ہو چکی، اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہ رہی، اس سیدھی امد
بین مثال کو بھی اگر تم مرزائی نہ سمجھ سکو، پھر تمہیں بھی کہو نہ سکا، کہ تمہیں خداوند کریم صبح سمجھنے کی توفیق عنایت
فرمادیں، یہ ہے مطلب زرقانی کا، اور تم نے بھی اقرار کیا، کہ علامہ زرقانی نے اہل بالکسہ بھی لکھا
ہے، جس کے معنی لکھے ہیں، فَمَعْنَاہُ اخْرُجْ اِلَّا بِنِیَّۃٍ تو اس کے معنی ہیں، سرب فیوں کے آخری جب
علامہ زرقانی پر تمہیں اعتبار ہے تو ان کے فرمان پر مرزائیوں کو اعتماد کیوں نہیں، یہ بھی تو علامہ زرقانی کا
ارشاد ہے، اور علامہ زرقانی کا عقیدہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے عرض کر دوں گا،

"مرزائی"۔ مولانا محمد قاسم صاحب دلیہ بندی اجرائے نبوت کے قائل تھے، رپاکٹ بک ۲۰

ص ۵۹ تا ص ۶۵

"محمد عمر"۔ باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں،
"مرزائی"۔ مولانا دوم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ختم بمعنی افضل لیا ہے، اس لئے اس کے معنی
ختم کرنے کے نہیں ہو سکتے، نیچے ۵

بہر این خاتم شد است اد کہ بجود

مثل ابنے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست

نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

پاکٹ بک ص ۶۵

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب بھی بیچارے سادہ لوح ہی ہیں، جیسے کسی مرزائی ملاں نے ورغلابا،

اُسی کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں، کیوں نہ ہو؟ مرغ بیچارہ دانے کی ہوس میں پھنس ہی جاتا
ہے، مولانا دوم رحمۃ اللہ علیہ نے تمہارے مذکورہ شروں سے دوسرے شعر میں پہلے شعر کے
مطلب کو واضح کر دیا ہے، تاکہ کوئی نہ طبع اٹل نہ سمجھ لے، خاتم البین کے معنی فرماتے ہیں،
کہ خاتم کے معنی تو یہ نہیں کر سکتا، کہ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی کاریگری ختم کر دی

بلکہ خاتم کے یہ معنی ہیں، کہ خداوند تعالیٰ بعد از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفت نبوت سے دست بردار ہو گئے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ جو صانع نبوت ہے، اب وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر نبوت کی صفت سے دست بردار ہو گیا ہے، اب کسی کو نبی نہیں بنایگا، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تو تمہارا اجرائے نبوت کے مسئلے کو ختم کر دیا، اگر ہوش و حواس درست ہوں، اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ پر ایمان ہو، تو اجرائے نبوت کا کبھی نام نہ لو، اور نہ ہی، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس کے آگے فرماتے ہیں۔

درکشاد و ختمہا تو خاتمی درجہاں روح بخش عالمی

ابتداء کو بھی آپ نے ختم کیا آپ سے پہلے کسی کی ابتدا نہیں، اور خاتموں کو بھی آپ نے ہی ختم فرمایا، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں،
”مرزائی“۔ تفسیر حسینی المعروف بہ تفسیر قادری میں لکھتے ہیں، عین الاجوبہ میں لکھا ہے، کہ ہر نوشتہ کی صحت مہر کے سبب سے ہے، اور حق تعالیٰ نے پیغمبر کو مہر کہا، تاکہ لوگ جان لیں، کہ محبت الہی کے دعویٰ کی تصحیح آپ کی متابعت ہی سے کر سکتے ہیں، لہذا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہو سکتے، دیکھو بک ص ۲۶۵،

”محمد عمر“۔ وکیل صاحب بیجا سے کو اتنا علم بھی نہیں، کہ تفسیر حسینی کونسی ہے اور تفسیر قادری کونسی ہے، وکیل صاحب تفسیر حسینی فارسی ہے، اُس کے ترجمے کا نام تفسیر قادری ہے، وکیل صاحب نے ایسے دھوکے سے کام لیا، کہ ابتدا تفسیر سے چشم پوشی فرمائی، اور کسی کے قول کو نقل کر دیا، یہ قول عین الاجوبہ سے نقل کیا ہے، نہ کہ اس کا قول ہے، جس میں مصنف نے آیت کا ترجمہ بیان نہیں کیا، بلکہ ایک احتمال بیان کیا ہے، اور قرآن میں انسانی احتمال استدلال کو باطل نہیں کر سکتا، اور جو قرآن کی آیت کے استدلال صریح کو کسی انسانی احتمال سے باطل سمجھے، وہ منکر قرآن ہے، آپ نے اب تفسیر حسینی کی اصل عبارت عرض کرتا ہوں، جس کو تم عمداً چھوڑ گئے ہو، اسی آیت کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں،

تفسیر حسینی ۷۷۷ | وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، دہر پیغمبراں یعنی بدو مہر کردہ شدہ نبوت و پیغمبری بدو ختم کردہ اند و خاتم بمعنی اخیر نیز ہست، یعنی درست آخر انبیاء و مہر و خاتمہ
اول ایساں بود بہ ظہور نور، و کائنات اللہ و ہست خداے تعالیٰ یکل مثنیٰ علیہ، بہر چیز سے مانا،

پس میدانہ کہ کیست منراوار آنکہ نبوت برو ختم شد۔ خاصاً انہی نبیین آپ تمام پیغمبروں کی مہر ہیں، اور نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مہر شدہ ہوئی اگر آپ تشریف نہ لاتے تو کسی گذشتہ نبی کی نبوت مہر شدہ نہ ہوتی، اور آپ کے ساتھ ہی پیغمبری ختم کی گئی، اور خاتم کے معنی آخر بھی ہیں، یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نمود تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں ظہور ہوا، یعنی آپ آخر الانبیاء ہیں، جیسا کہ آپ کے ظہور کا نور محض سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے روشن ہوا، اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے، تو یہ بھی جانتا ہے کہ کون اس لائق ہے، کہ اس پر نبوت ختم ہو،

کیوں جناب؟ یہ بے تفسیر حسینی، جس نے خاتم النبیین کے معنی کو موافق مقصد الہی بیان کر کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ثابت فرمایا، جس کا مرزائی منکر ہے، اور دائرہ بیچ کر کے غلط بیانی سے کام لیتا ہے،

”مرزائی“۔ مجمع بحار الانوار میں خاتم کے ماتحت لکھا ہے، قُولُوا آتَتْهُ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَہُ۔ اور ایسے ہی درمنثور میں بھی لکھا ہے، اور اس کے آگے لکھا ہے، کہ لا نبی بعدی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منافی نہیں، کیونکہ اس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ایسا نبی نہیں جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے، رپاکٹ پاک ص ۲۶۸،

”محمد عمر“۔ معلوم ہوتا ہے کہ وکیل صاحب عدالت کی جعلی ملتے وقت عین بارہ بجے پاکٹ بک احمدیہ بکچر فرماتے رہے ہیں، لغت کی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں، اور اتنا ہوش بھی نہیں کہ یہ حوالہ کس لفظ کے ماتحت ہے، وکیل صاحب یہ لفظ مزید کے ماتحت لکھا ہے، جو حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منقول من السماء کی ہے، اس میں ایک جملہ ہے، مِزِيدٌ فِي الْهَلَالِ، توشیح موطا ہر صاحب اپنی کتاب مجمع البحار میں مادہ مزید کے ماتحت لفظ مِزِيدٌ فِي الْهَلَالِ کی شرح فرماتے ہیں، کہ ای مِزِيدٌ فِي الْهَلَالِ نَفْسِہُ، عیسیٰ علیہ السلام جب قرب قیامت آسمان سے تشریف لائینگے تو اپنے نفس کے لئے حلال شے کو زیادہ فرما دیں گے، یعنی بعض حلال اشیاء کو جو اپنی ماضی زندگی میں استعمال نہیں فرمایا قرب قیامت بعد از نزول من السماء ایسی بعض حلال اشیاء کو آپ استعمال فرما دیں گے، آگے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل فرمایا، کہ يَشْرُوْنَهُمْ رُكَّاحَ كَرِيْنٍ وَيُوْلَدُوْنَ لَدُنْہُمْ اَوْلَادٌ بَنُوْا، پھر فرمایا وَكَانَ لَمْ يَشْرُوْا رُكَّاحَ تَبَلَّ رُكَّاحٌ اِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ بَعْدَ الْغُبُوْطِ

فِي الْحَلَالِ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیع الی السماء کے پہلے نکاح نہ کیا تھا، تو آسمان سے اُنہوں نے کے بعد حلال میں زیادتی فرمائیگی، یعنی نکاح کرینگے، مصدق رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کے بعد اُن کی زیادتی حلال کا ذکر فرماتے ہوئے اُن کے نکاح کرنے کا ثبوت دیا اور یہ بھی ثابت کیا، کہ ان کے رفیع الی السماء سے قبل انہوں نے نکاح نہ کیا تھا، حیات عیسیٰ ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت کر کے مرزائی عقیدہ و نجات مسیح کی بیخ کنی کر دی، جس کی تائید میں آگے ایک قول نقل کیا ہے، جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کیا ہے، کہ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کے ختم کر دو الا عقیدہ رکھو۔ اس میں شک کر دو گے تو مومن نہیں، اور باوجود اس کے یہ عقیدہ نہ رکھو، اور نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نازل بھی نہیں ہوگا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سابقہ نبی قرب قیامت تشریف لاوینگے، چونکہ اُن کی نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ ہے، اس لئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں بھی فرق لازم نہیں آسکتا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي کا ذکر نہیں فرمایا، بلکہ اپنے قول سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہونا بھی ثابت کیا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے عقیدہ کو بھی جزو اسلام قرار دیا ہے، ورنہ اگر تھا تو مرزائیوں کا مطلب ہی جو تم رسالوں، ٹریکٹوں اور کتابوں میں صرف لَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدِي قول کو بیان کر کے دھوکہ دیتے ہو، مراد لیا جاوے تو یہ قول بھی غلط ثابت ہوتا ہے، کیونکہ قائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی سب نبیوں کا آخری بھی تسلیم کرتا ہے، اور اس کے متضاد جملہ بعدہ بھی کہہ دیتا ہے، کہ یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، تو اس متضاد بات کو مرزائی ہی کہہ سکتا ہے، کہ کسی ذی شعور کی یہ شان نہیں، تو بیان کنندہ نے اس اپنے بیان کو مختصر بیان کیا ہے اور محض قُولُوا اِنَّهُ حَقٌّ لَا نَبِيَّ بَعْدِي کہہ کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو ثابت فرمایا اور لَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدِي کہہ کر وفات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ رکھنے سے مسلمانوں کو روکا، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم سمجھ کر یہ نہ سمجھ لینا کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو آپ سے پہلے نبوت مل چکی ہے، کے نزول من السماء کا بھی انکار نہ کر دو، یہ قول تو حیات عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ثابت کر رہا ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کو بھی ثابت کر رہا ہے، لیکن مرزائی اس محمل صحیح جملے کو نصف پڑھ کر اٹل بیان کر کے دھوکا دے رہا ہے، جیسا کہ وکیل صاحب

نے کیا، سمجھتے ہیں، کہ یہ حیاتِ سیح علیہ السلام کے لئے ہے، لیکن دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں، کہ خاتم کے تحت مذکور ہے، اسی لئے حکومت نے آدھ گھنٹہ گھڑیاں آگے کر دی ہیں، کہ بارہ بجے ہی کیسے بارہ نہ بجیں، یہ قول لَا فِیْ بَعْدِیْ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل نہیں کیا گیا، بلکہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی تائید کرتے ہوئے لَا فِیْ بَعْدِیْ پر لَا تَقُولُوا کو داخل کیا ہے، نہ کہ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لَا فِیْ بَعْدِیْ کا لَا تَقُولُوا کہہ کر انکار کیا ہے، جس سے مرزائی عوام کو دھوکہ دے رہا ہے، فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْحَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا فِیْ بَعْدِیْ میں لَا فِیْ بَعْدِیْ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مقدس پر نبوت ختم کرنے کے لئے فرمایا، اور صاحبِ مجمع البحار نے جس کا قول نقل کیا اس نے بحیثیت حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے لَا فِیْ بَعْدِیْ کو ذکر نہیں فرمایا، بلکہ قُولُوا احَا یٰنَحْنُ الْاَنْبیَاءُ یہ کر ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی بات کو ختم کر دیا، اور چونکہ مقصد بیان کنندہ کا حیاتِ سیح کا اثبات تھا، اس لئے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو لَا تَقُولُوا لَا فِیْ بَعْدِیْ سے ثابت کر دیا، اور اگر ناٹل حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے استدلال میں صرف لَا تَقُولُوا لَا فِیْ بَعْدِیْ پر ہی اتکا کرتا، تو اس سے صاف اجرائے نبوت ظاہر ہوتا، کوئی صاحبِ ایمان ہی اس کے مقصد کو صحیح سمجھتا، اس شک اجرائے نبوت کو دور کرنے کے لئے اس نے حیاتِ سیح کے ذکر میں لَا تَقُولُوا لَا فِیْ بَعْدِیْ کے ذکر کرنے سے پہلے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا اعلان قُولُوا اَنَّهُ حَاسِتُمْ لَا نَبِیَّاءُ سے کر دیا، کہ میرے لَا تَقُولُوا لَا فِیْ بَعْدِیْ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرنے اور وفاتِ عیسیٰ کے قائل کو روکنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ شخص اس جملے کا قائل اجرائے نبوت کا قائل ہے، بلکہ اس جملے کو کہنے سے پہلے ہی اپنا عقیدہ واضح کر دیتا ہوں، کہ قُولُوا اَنَّهُ حَاسِتُمْ لَا نَبِیَّاءُ کہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا قائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا منکر نہ بنے، بلکہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم بھی سمجھنا اور اجرائے نبوت کے قائل نہ بن جانا حالانکہ مرزائی ان دونوں قولوں کا منکر ہے، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا بھی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا بھی، اور مرزائی کا پیش کردہ قول مجمع البحار میں منسوب بہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان دونوں مسائل حیاتِ عیسیٰ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم ثابت کر رہا ہے، لیکن لطف یہ ہے، کہ مرزائی ان دونوں صحیح اقوال کو اُلٹ بیان کر کے دھوکہ دے کر اپنی تائید میں اجرائے نبوت کے لئے پیش کر رہا ہے، اور کئی سادہ لوح مسلمان بھی مرزائی کے اس

ہٹکنڈے کو نہ سمجھتے ہوئے دھوکے میں پھنس رہے ہیں، مصنف کے پورے کلام کو نہ کوئی دیکھتا ہے، اور نہ ہی مرزائی کے اس فریب سے بچتا ہے، یہ ہے مرزائی صاحب کی محض فریب دہی،
 دَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْمَبْلَغُ الْمُبِينُ

دوسرا جواب: راتنی اکثریت احادیث صحیحہ مرفوعہ سے رد گرائی کرنا اور ایک قول غیر معتبر کو جس کی سند بھی موجود نہیں، معتبر سمجھنا اصول اسلامی کے خلاف ہے،

تیسرا جواب:- تمہارا ایمان صاحب مجمع البحار پر ہے، تو اسی تکرار کی اسی عبارت کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے، بِأَن يَشْرَدَ دَيُّوْلَدَ لَدَا كَانَ لَحْيَتَا دَرَجَ تَبَلِ رَنَجِهِ إِلَى السَّمَاءِ نَزَادَ بَعْدَ الْهَبُوطِ فِي الْحَلَالِ فَحِينَئِذٍ يُؤْمِنُ كُلُّ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْمُتَّقِينَ يَا حَسْبُ بَشَرًا، کیا تمہارا ایمان عیسیٰ علیہ السلام کے رفیع الی السماء پر ہے؟ یہ عبارت تمہاری پیش کردہ عبارت کے متصل ہی پہلے ہے، یہ عبارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت آسمان سے تشریف لانے کو ثابت کر رہی ہے، اور حیات مسیح اور ان کے آسمان سے تشریف لانے کی تائید میں ہی اس تمہاری پیش کردہ عبارت کو بیان کیا گیا ہے، پہلی عبارت کو تم لکھا گئے اور حیات مسیح کی مؤیدہ عبارت کو پیش کر دیا اور اصل کا انکار کر دیا، تمہارا مرزا بیوں کا، اگر اس مؤیدہ عبارت حیات مسیح علیہ السلام لَا تَقُولُوا لَآبَتِي بَعْدِي پر ایمان ہے، تو ضروری ہے، کہ اس کے ماقبل اس کی اصل عبارت پر جو حیات مسیح علیہ السلام ناصری ثابت کر رہی ہے، اس پر بھی ایمان بطریق اولیٰ ہونا چاہیے، اور اگر تمہارا حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں، تو اس نصف عبارت کو پیش کرنا اور نصف عبارت کا انکار کرنا یہ محض دھوکا دہی ہے،

"مرزائی"۔ مجمع البحار میں مذکور ہے، اُذِ تَبَيَّنَتْ خَوَاصُّهُ اِي الْفِيْ اَنْ خُفَّتْ بِهِ الْكِتَابُ السَّادِيَّةُ وَهُوَ حِجَّةٌ عَلَى سَائِرِهَا وَمَصْدَقٌ لِّهَا، کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اسی طرح قرآن بھی خاتم الکتاب ہے، ان معنوں میں کہ وہ سب کتابوں کی مصدق ہے، پاکٹ بک صفحہ ۴۷،

"محمد عمر"۔ مرزائی صاحب تو ایسے سادہ لوح ہیں، کہ کبھی اپنا طمانچہ اپنے ہی منہ پر لکھانے کے لئے خود تیار کر دیتے ہیں، جب منہ کے نزدیک پہنچتا ہے تو پھر ہوش آتی ہے، کہ ادہ۔ ہو۔ یہ تو میرا ہی طمانچہ میرے ہی منہ پر رہا ہوا، تو پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر بھلا قریب جا کر کب رکتا ہے، قریب جا کر تو ایسا ناٹ سے لگتا ہے، کہ اتنا قریب سے بھی نہیں جتا، مرزائی صاحب نے مجمع البحار کی عبارت

کی کہ جس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم "وَدَلَّتْ جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَ
 حَوَاجِئُهُ" سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "وَحَوَاجِئُهُ" کا مذهب یہ ہے۔ اب مبنی
 عبارت کا ترجمہ کرتا ہوں (یعنی قرآن دیا گیا ہوں، قرآن کے ساتھ کتب سماویہ ختم کی گئی ہیں اور قرآن
 تمام کتب سماویہ پر حجت ہے، اور وہ تمام کتب سماویہ جو اس سے بعد آئیں، اب دریافت طلب
 امر یہ ہے، کہ قرآن کے بعد کوئی کتب سماوی نازل ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو قرآن کریم کا صاف
 انکار لازم آیا، جس کا فیصلہ الیوم "اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" سے ہو چکا ہے، کہ اب دین مکمل ہو چکا
 لہذا بعد انہیں کسی کتاب سماوی کی ضرورت نہیں، تو پہلی شق کا اثبات لازم آیا کہ کتاب سماوی کا نازل
 ہونا محال اور "اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ دِينَكُمْ" نے نبوت کا اتمام کر دیا، اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد نبی کا بننا محال، اور مرزائی صاحب نے خود تسلیم کر لیا کہ قرآن بھی خاتم الکتب السامیہ
 ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، خداوند کریم ایسا بے نیاز ہے کہ منکر کے منہ اند
 قلم سے بھی کبھی سچی بات نکلوا ہی دیتا ہے، پھر شروع آئی، کہ اودہ - ہو - کہنا، اس مضمون میں "یہ
 کس لفظ کا ترجمہ ہے، حالانکہ صاف عبارت ہے، "وَمُصَدِّقٌ لِّهَا" اور قرآن تمام کتب سماویہ
 کا مصدق ہے، تو مرزائی صاحب نے خود اپنی زبانی ہی ثابت کر دیا، جیسا کہ قرآن مجید خاتم کتب
 سماویہ ہے اس کے بعد کوئی کتاب سماوی نازل نہیں ہو سکتی، ایسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم
 النبیین ہیں یعنی پہلے کیے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، پھر مرزائی صاحب نے مجمع البحار کی ایک چوری بھی کی جو
 مجمع البحار کے اسی صفحہ پر درج ہے،

مجمع البحار ۳۲۹

خاتم النبوة بکسر تاء ای قاضی الخبث و هو الامم و یفتیھا
 بمعنی طایع ای شئی یدل علی آتھ لا ینتی بعدا، خاتم النبوة تاء
 کی کسر کے ساتھ یعنی ختم کرنے والا اور وہ بھی پورے کرنے کے معنی ہیں اور خاتم تاء کی فتح کے ساتھ
 بمعنی طبع کرنا یعنی ایسی شے جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا،
 یہ ہے مرزائی صاحب مجمع البحار کی عبارت جو یہ سرفہ تمنا سے ہی گھر سے کٹا، امید ہے کہ
 انشاء اللہ تعالیٰ اب مرزائی خاتم بفتح تاء کا صحیح ترجمہ اپنی پیش کردہ کتاب سے سن کر ضرور
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ بنا لیکر، خدا تعالیٰ تعصب کا خاتمہ
 کرے، تعصب دنیا سے ختم ہو، تاکہ ختم کے منکر کفر کو ختم کر کے اجرائے نبوت کی نئی بدعت
 کو چھوڑ کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم سمجھیں، اور خاتم النبیین کے صحیح مطلب قرآنی

کو سمجھ کر امت مصطفویٰ کو غیبت سمجھیں وراثت میں نہ جائیں،

"مرزائی" - خاتم کے معنی انکو کٹی کے ہوتے ہیں بکارت بک ص ۴۷

"محمد عمر" - اس کی تحقیق زرقانی کے جواب میں پہلے ملاحظہ فرمالیں،

"مرزائی" - تنزیل الاولیاء میں لکھا ہے کہ مجذوب خاتم الاولیاء کے

درجے کو پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کہتے،

"محمد عمر" - قرآن اور حدیث کے علاوہ مہالغے کی باتیں استعمال میں آتی ہیں، قرآن اور

حدیث میں مبالغہ نہیں، اس لئے یہ حجت نہیں ہو سکتا،

دوسرا جواب :- ولایت کو نبوت پر قباس کرنا قباس مع الفارق ہے، کیونکہ جس کو رب العزت

نبوت عطا فرماتے ہیں، اس سے نبوت کا خلا مکمل اور دلی ولایت سے محروم ہو سکتا ہے،

لفظ ختم اور محاورہ اہل عرب

"مرزائی" - دہلوی صاحب قرآن اور احادیث صحیحہ سے تو خاتم النبیین کے معنی ثابت ہو گئے

کہ واقعی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ماننے والا تب ہی صحیح خاتم النبیین

تسلیم کر سکتا ہے۔ جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نبوت ختم ہونے کا یقین رکھتے اور یہ

بھی یقین رکھتے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور نہ خداوند کی طرف سے

آپ کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند

ہونے کا حکم ثابت ہو گیا، اسی لئے خاتم النبیین کا خطاب صرف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا، اگر افضل

کے معنی سے استعمال کیا گیا ہوتا تو اتنے بڑے بڑے اولوا العزم انبیاء علیہم السلام نہ گئے ہوں،

جو اپنے زمانے کے انبیاء علیہم السلام سے افضل تھے، اللہ تعالیٰ ان کے لئے اولیٰ و فضیلت سے انکو

ضرور اس لفظ خاتم النبیین سے نواز دیتے، جب افضل الافضلیں پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت

کا کلمہ خاتم النبیین استعمال نہیں فرمایا اور محض رسول المرسل نبی الانبیاء سب سے آخری نبی مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم پر ہی استعمال فرمایا، تو ثابت ہوا کہ اس کے معنی آخری نبی ہونے کے ہی ہیں، جو کہ

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے معنی یہی فرمائے ہیں، مفسرین نفاس کے معنی آخری

نبی سمجھے، اور محدثین نے بھی اس کے معنی یہی سمجھے، اور صاحب لغات عربیہ نے بھی اس کے معنی یہی سمجھے،

یہ زمیری سمجھ میں بخوبی آگیا، لیکن ایک رنگ باقی ہے، وہ یہ کہ خاتم کے معنی افضل تب ہوتے ہیں،

جب خاتم صبیحہ جمع کی طرف مضامین ہو، اس کی مثال محاورہ عرب سے غرض کرنا ہوں، دیکھئے
 یزید بن معاویہ کے متعلق کتاب الفخری میں لکھا ہے، **وَالْوَأْبُدُ عَلَى الشَّيْءِ بِإِلَافٍ وَخَتْمٍ**
 بِمِلَلٍ کہ شعر بادشاہ ہی سے شروع ہوا اور بادشاہ کے ساتھ ہی ختم ہوا، اس عبارت سے
 معلوم ہوا کہ یزید اپنے زمانے کے بہترین شاعر سے افضل ثابت ہوا، اور ابن خلعان نے
 مہر وادرا ابو العباس کے متعلق لکھا ہے، **فَتَدُ خَتْمَ رِجْمًا تَارِيخُ الْإِدْبَارِ**، اس کا
 مطلب تو یہی ہے، کہ یہ دونوں اپنے زمانے کے بہترین ادیب تھے، پارت بک از صنف
 تاصلا

محرر۔ مرزائی صاحب ایسے سادہ لوح ہیں، کہ دعویٰ کیا ہے کہ خاتم جب صبیحہ جمع پر
 مصاف ہو، تو معنی افضل کے ہوتے ہیں، مرزائی صاحب کے اپنے دعویٰ میں کاذب ہونے کی
 دلیل مرزائی صاحب کے اپنے ارشاد سے ہی ثابت ہو رہی ہے، پہلی بات تو یہ ہے، کہ قرآنی آیت
 کی تائید قرآنی آیت سے ہی ہونی چاہیے تھی، جب قرآنی ایک آیت بھی اپنی تائید میں پیش نہیں
 کر سکے، تو اپنے دعویٰ خاتم بمعنی افضل ہونے میں کاذب ثابت ہوئے،
 دوسرا کذب یہ ہے، کہ دعویٰ تو کیا ہے کہ خاتم جب صبیحہ جمع کی طرف مضامین ہو، تو معنی
 افضل کے ہوتے ہیں، دو غیر معروف مثالیں پیش کیں، دونوں میں خاتم باضادت جمع موجود نہیں،
 تیسرا کذب یہ ہے، کہ پہلے ابن طقطقی کے مقصد کو بھی تحریف کرنے کی کوشش کی، بعد
 مرزائی صاحب یہ تو بتلائیے۔

مصنف نے کہا ہے، **بَدِىَ الشَّيْءُ بِمِلَلٍ وَخَتْمٍ بِمِلَلٍ**، یہاں ختم کے معنی افضل
 ہونے کے تو تم نے کر لئے، لیکن یہ نہ سوچا، کہ **بَدِىَ** کے معنی کیا ہونگے کچھ تو مستحکرات کیا
 کرو، اگر ختم کے ختم ہونے کے نہ کرو گے تو کلام مصنف **اِحْدَا** غلط ثابت ہوگا، مرزائیوں
 جیسے عقلندوں کے لئے مصنف نے ختم کے مقابلے میں پہلے **اِحْدَا** کا ذکر فرمادیا، تاکہ کوئی ختم کے
 معنی نہ بگاڑے، باقی رہا تمہارا کہنا کہ شاعری اس پر ختم نہیں، تو یہ مصنف نے اپنے علم کی قوت
 شاعری کی ابتداء اور انتہا بیان کی ہے، نہ کہ حقیقت، یہ عبارت خدائی کلام نہیں، یہ ایک
 انسان کی انتہاء عقل و علم کا ذکر ہے، خدائی علم کا فیصلہ نہیں، ایسے ہی دوسری مثالیں کو قیاس
 کر لیں،

لہذا تمہاری ان پیش کردہ دونوں مثالوں سے بھی ثابت ہوا، کہ ختم بمعنی آخری ہی ہیں اور

نہنہ را مقرر کردہ قانون کہ خاتم باضافت جمع افضل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، یہ قانون کسی عربی لغت یا کسی نحوی کا مقرر کردہ نہیں، بلکہ ایک قدر فی ساخت کی اختراع ہے، جس کو ثابت نہیں کر سکے، اور خداوند کریم کا جملہ خاتم النبیین اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان ختم ربی النبیین ہر حالت اور ہر وقت صحیح ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، اور آپ کے ساتھ ہی تمام نبیوں کو ختم کیا گیا، اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا، اور تمہارا پیش کردہ عربی مذکورہ محاورہ ہمارا مؤبد اور تمہارے مرزائیوں کے مخالف ثابت ہوا، فند میں،

لفظ ختم اور قرآن مجید

”مرزائی“۔ واقعی جو ہم نے محاورہ عرب پیش کیا ہے، وہ باضافت جمع نہیں، لیکن تم جو خاتم النبیین کی تائید میں پیش کرتے ہو، وہ لفظ ختم ہے، بحث خاص طور پر لفظ خاتم پر ہے، ختم پر بحث نہیں، اور ختم سے مراد بھی مطلق بند نہیں، اور نہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ دوزخی قیامت کے دن زبان سے بات نہ کر سکیں گے، بلکہ مطلب یہ ہے، کہ انسانی جسم میں زبان کو جو حیثیت حاصل ہے، وہ تمام اعضا اور جو اس کی نمائندہ ہونے کی ہے، یعنی اگر کوئی تکلیف انسان کے سر میں ہو، تو اس کا اظہار بھی زبان ہی کرتی ہے، تو بظاہر خیال ہو سکتا تھا، کہ ممکن ہے قیامت کے دن بھی صرف زبان ہی اپنے علاوہ دوسرے اعضا کے گناہ بیان کر دیگی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس دن ہر عضو اپنے گناہ خود بھی بیان کرے گا، ہاتھ اپنے گناہ بیان کریں گے، پاؤں اپنی بدیاں گناہیں گے، لیکن سوال یہ ہے، کہ بد زبانی غیبت وغیرہ جن کا ارتکاب خود زبان سے ہوا ہو گا، وہ کون بیان کرے گا؟ کیا ہاتھ بتا سکیں گے یا پاؤں، ظاہر ہے کہ زبان اپنے گناہ خود بتا سکی، پس قیامت کے دن دوزخی کا منہ بند ہونا ثابت نہ ہوا، بلکہ دوزخی کا بولنا اور اس کا منہ کھلا رہنا ثابت ہوا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے، **يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** ہ پس معلوم ہوا، کہ باوجود دوزخیوں کے منہ پر مہر لگ جانے کے دوزخی باتیں کریں گے،

چنانچہ دوسری آیت میں ہے، **وَقَالُوا لَئِنْ جِئْتُمُوهُمْ لَيَكْفُرُنَّ بِكُمْ مَتَدَايِنًا** پس آیت ختم والی آیت میں ختم کے معنی ہرگز بکلی بند کرنے کے نہیں، پارٹ بک از صاعداً تا ص ۴۳۳۔

”محمد عمر“۔ دلیل صاحب قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کا مرزائی منکر نہ ہو، مرزائی اپنے مطلب کی خاطر قرآن پاک کی ہر آیت کو ٹھکراتا ہے، تاکہ قیامت کے دن قرآن کریم کی ایک ایک آیت مرزائیوں کی دامنگیر ہو، یا اللہ! یہ قوم مرزائی ہے، جس نے اپنے ہر مطلب کے لئے میرا انکار کیا، قرآن کریم کی صاف آیت ہے، **الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُغْمِّمُنَا أَعْيُنَهُمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ** قیامت کے دن کاوانہ رب العزت بیان فرماتے ہیں، کہ کفار کے مونہوں پر ہم ہر لگا دینگے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور جو انہوں نے عمل کیا ہے اُن کے پاؤں گواہی دینگے،

تو اعلیٰ انسانی یہ ہے کہ انسان اگر ہاتھوں سے کوئی چیز چرائے یا کوئی اور ظلم کرے، اور پاؤں سے کہیں چل کر جائے، اور کوئی ظلم کرے، بعد ازیں جب اس سے دریافت کیا جائے کہ تم نے پاؤں سے وہاں جا کر ہاتھ سے چوری کی، یا کسی مرزائی سے کہا جائے، کہ تم نے ربوہ پہنچ کر فلاں کتاب ہاتھ سے چرائی تو مرزائی یا کوئی مسئول عندہ فوراً منہ سے انکار کر دیتا ہے، کہ نہ جی، میں نے تو چوری نہیں کی، منکر مونہ سے ہی انکار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مونہ پر ہر لگا دینگے تاکہ انکار نہ کر سکے، اور پاؤں جو کلام سے صامت ہیں، اُن کو قوت گویائی عطا کریگا، وہ بغیر مونہ لگنے کے بات کریں گے، انسان کا مونہ بغیر زبان بات نہیں کر سکتا، اور زبان بغیر مونہ کے بول نہیں سکتی، تو اللہ تعالیٰ نے **نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ** فرمایا **نَخْتِمُ عَلَىٰ أَسَانِهِمْ** نہیں فرمایا، کیونکہ **نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ** کا مطلب یہی ہے، کہ یہ مونہ بہ حرکت زبان نہ بول سکے گا، مونہ بہ حرکت الہی صوت پیدا کرتا ہے اور زبان اس میں متحرک ہے تو جھوٹ بولتا ہے تو رب العزت جھوٹ کے انسداد کے لئے مونہ میں زبان کا حرکت کرنا قطعاً بند کر دیگا، اور مونہ سے قوت صوتی بند ہو جائیگی، یہ ہیں معنی **نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ** کے، بایں صورت منہ کا کلام کرنا قطعاً بند ہو جائیگا، تاکہ انکار کرنے کی طاقت ہی نہ رکھے، اگر آیت کے یہ معنی نہ کیے جائیں، تو قرآن کریم کے معنی اُلٹ جائیں گے، اور جو دنیا میں زبان نے اس مونہ کے صوت میں متحرک ہو کر جھوٹ بولا ہوگا، یا غیبت کی ہوگی، یا قرآن کریم کے معانی بدلے ہونگے، تو اس حیثیت کلائیہ سے جس طرح دنیا میں وہ گویا ہوتی تھی، خداوند کریم بولنے کی طاقت نہ بخشینگے، کیونکہ اگر پھر ویسے ہی طاقت دی تو کبھی کسی عیب کی طرف ماعب ہوگا، اس لئے زبان سے حساب لینے کے لئے محض زبان کی حیثیت کو ہی بغیر مونہ صوت اور متحرک فی الغم

”یعنی اگر کوئی تکلیف انسان کے سر نہیں ہو، تو اس کا اظہار بھی زبان کرتی ہے، اور اگر ہاتھ پاؤں میں کوئی خرابی ہو، تو وہ بھی زبان ہی بتاتی ہے، تو بظاہر خیال ہو سکتا تھا، کہ ممکن ہے قیامت کے دن بھی صرف زبان ہی اپنے علاوہ دوسرے اعضا کے گناہ بیان کر دیگی۔

اب اسے امت مرزائیہ! نہیں تمہارے پاپائے قادیانی کی قسم ذرا عقل انسانی کو حاضر کر کے ذرائی کلام آئیوَمَ لَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ کے ساتھ تمہارے وکیل صاحب کی اس آیت کے متعلق شرح الشرح خط کشیدہ کوئی دور کا تعلق بھی رکھتی ہے؟ اور تمہیں ماننا پڑیگا، کہ نہیں، پھر تم خود سوچو، کہ قرآن مجید کے مطلب کو اس ظلم عظیم سے ایک امت عیورہ نام کرنا تو یہ امت مرزائیہ کو ہی زیبا ہے، نفی کی نظر جب وکیل صاحب کی اس قرآن دانی پر پڑتی ہے، تو شرم آتی ہے کہ ایسی بات کو دیکھ کر کافر بھی بھینچیاں اڑا لیں گے، کہ خادم صاحب جیسے عربی دان کی ضرورت نہ ہو، کہ چڑیا گھر میں خاص طور پر ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ قیامت کو ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ اور مرزائی اس کا مطلب یہ سمجھے کہ زبان کو دوسرے اعضاؤں کے عیوبات بیان کرنے کی زیادہ قوت حاصل ہو جائے گی سبحان اللہ! آئیوَمَ لَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ کو بیان کر کے خداوند کریم نے اپنی قدرت کاملہ کا بھی اظہار فرمایا ہے، کہ زبان منہ میں گویا ہے، لیکن میری قدرت یہ ہے، قیامت کو زبان بند ہو جائے گی، اور ہاتھ پاؤں، چڑیا، آنکھیں کان وغیرہم جو کلام سے عاری ہیں، یہ تمہاری قدرت سے بغیر منہ ہونے کے گویا ہونگے، اگر منہ کے بند ہونے کا اور باقی اعضا کے کلام کرنے کا اثر نہ کیا جائے، تو قدرت خداوندی کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے، جس کو رب العزت نے پر زور ارشاد فرمایا ہے،

باقی رہا تمہارا کہنا، کہ خاص طور پر لفظ خاتم پر بحث ہے، تو پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ جو تم نے امثلہ عرب کے محاورہ کی پیش کی ہیں، ان میں لفظ خاتم مذکور ہے، جب نہیں اور پھر بھی ختم سے ختم ہونا ہی ثابت ہو رہا ہے، اور تم مرزائی پھر بھی ایمان نہ لاؤ، تو یہ مرزائیوں کی مرضی،

مرزائی صاحب! تم تو دوسرے بچوں سے بھی گزر گئے، بچہ ماں سے روٹی مانگتا ہے، کہ اماں جی روٹی دے، اگر اس کے پاس روٹی نہ ہو، کہ ماں بچے کو ایک ہی دفعہ کہہ دے کہ بیٹا روٹی ختم ہے، تو لائق بیٹا فوراً خاموش ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی سمجھ میں بلا تشریح آ جاتا ہے، کہ روٹی ختم ہے، اور جو ڈھکیٹا بچہ ہو، وہ بارود سمجھنے کے بھی مطالبہ کر دیتا ہے تو ماں اس کو دو تین دفعہ

جواب دیتی ہے کہ بیٹا روٹی ختم ہے، آخر ایسے بچے کو ماں دو تین ملاچے رسید کر دیتی ہے، کہ تجھے سمجھ نہیں آتی، میں کہہ رہی ہوں، کہ روٹی ختم ہے، اب کہاں سے لاؤں؟

ثابت ہوا، کہ یہ عربی لفظ ختم استعمال میں ایسا برہمی ہو چکا ہے، کہ بچہ بھی بلا نظر و کسب اور بلا مرتب کرنے امور معلومہ کے لفظ ختم کو سمجھ لیتا ہے، تو ختم کے معنی نہ سمجھنے والا بداہت کا منکر ہے، چہ جائیکہ ختم کے معنی الٹ بیان کرے، اگر محاورے میں ختم آجائے تو مرزائی معنی صحیح ختم ہی سمجھے لیکن جب شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رب العزت ختم کا لفظ بیان فرمادیں، تو مرزائی فوراً انکار کر دیتا ہے یا تاویل کر دیتا ہے،

”مرزائی“۔ واقعی دکیل صاحب نے یہ مطلب الیوم نختم علی آخو اہم کا بیان کر کے قرآن کریم پر ظلم کیا ہے، لیکن اس کا مطلب ہمارے نزدیک اور بھی ہو سکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زبان پر تصدیق اور سچائی کی مہر لگا دیگا، پس وہ سچ صحیح بیان کر دیگی، اور جو کچھ وہ اپنے خلاف کہے گی، اس کی تصدیق کرنے کے لئے ہر ایک عضو اپنے اپنے کردہ گناہوں کا اقبال کرے گا، اس طرح الہی مہر کی تصدیق ہو جائے گی، اس کی تائید میں حدیث پیش کرتا ہوں،

الدَّانِيَةُ وَالَّذِي رَاَهُمْ خَوَاتِيمُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ فَمَنْ جَاءَ بِخَاتِمٍ مَوْلَاكَ قُضِيَ حَاجَتُهُ۔

دوسری حدیث آمین خاتم رب العالمین علی لسان عبادہ المؤمنین
..... معنًا طابع اللہ علی عبادہ،

ثابت ہوا، کہ آمین اللہ کے بندوں پر مہر ہے، اور زبان پر مہر لگادی جائیگی، یعنی اس کو جھوٹ بولنے سے محفوظ کیا جائیگا، پانچ بابک از ص ۲۷۳ تا ص ۲۷۷،

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب بیچائے اپنے مرزا ائیرت کے پردے میں ایسے طبرس میں، کہ قرآن کریم کی ہر ایک آیت کو اپنی تاویلوں سے ٹھکراتے ہیں، کہ مرزا غلام احمد صاحب کی بات صحیح ہو جائے، ان کی بات نہ بگڑنے پائے، قرآن کریم خواہ کتنا ہی بگاڑنا پڑے، اور خصہ مرزائی صاحب کو تو قرآن بگاڑ کر بیان کرنے کا قادیان سے ٹھیکہ مل چکا ہے، اب یہ قرآن کریم کو صحیح بیان نہیں کر سکتا، اب فرماتے ہیں، کہ الیوم نختم علی آخو اہم جو نہ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر کے کو ثابت کرتا ہے، اور یہ بات مرزا صاحب کی خلاف برتی ہے، لہذا اس کے معانی بھی بدلنے کی کوشش کی، ایسا نہ ہو کہ خاتم النبیین کی

تائید ہو جائے، فرماتے ہیں، کہ اس کے معافی ہمارے نزدیک یوں بھی ممکن ہیں، یعنی یہ بیان کردہ معافی عبارت سے متعلق نہیں، لیکن مرزا یہ کہے نزدیک ہو سکتے ہیں، کیسے؟
یوں! کہ اَلْيَوْمَ لَخِمْ عَلَىٰ اَنُوحٍ سے مراد یہ لی جائے، کہ اللہ تعالیٰ تیرے
کے دن کفار کے مونہ پر صدق کی مہر لگا دینگے،

مرزائی صاحب! تم مسلمانوں کو کسی طرح دھوکا نہیں دے سکتے، اللہ تعالیٰ نے جس
مقام پر ختم کا استعمال فرمایا ساتھ ہی ماقبل یا مابعد مختوم علیہم کی جس صفت پر اللہ تعالیٰ نے
مہر ثبت فرمائی، اس کا بھی ذکر فرمادیا، تاکہ ایسا نہ ہو، کوئی کج فہم مختوم علیہم کی کوئی اور صفت
اپنی طرف سے مقرر کر لے، یا مختوم علیہ کی جس صفت پر مہر لگا کر اس کو بند کر دیا، اُس کے
ساتھ ہی اس مختوم علیہ والی مختومہ صفت کو واضح فرمادیا جو ان میں وہ صفت پہلے معدوم ہوتی
ہے، تاکہ دشمن کو ثابت ہو جائے، کہ مختوم علیہ سے مہر لگا کر اس صفت کو بند کر دیا جاتا ہے
اور اس کے مقابلے میں کسی اور کو صفت عطا کی جاتی ہے، حالانکہ قبل از ختم مختوم علیہ میں
یہ صفت موجود تھی، اب اس کے مقابلہ میں جس کو وہ صفت عطا کی جاتی ہے، اس کا ذکر کرنا
مختوم علیہ سے اس صفت کے اجراء کو ختم کرنے کی دلیل قاطع ہوتی ہے، مثل اول کی مثال قرآن
پاک سے ملاحظہ فرمائیے،

اَلْيَوْمَ لَخِمْ عَلَىٰ اَنُوحٍ (اللہ تعالیٰ قیامت کو فرما دینگے) آت دن ہم کفار
کے مونہوں پر مہر لگا دینگے،

اب مختوم علیہا تفصیل کی محتاج تھی، کہ مونہ کے جسم پر مہر لگے تاکہ خبر و معلوم ہو، یا اس کی
کسی صفت پر مہر ہوگی، تو رب العزت نے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے مختوم علیہا کی مختومہ
خصوصیت کی دلیل بیان کرنے کے لئے مختوم علیہا سے ختم کر کے جس صفت کو بند فرمایا ہے،
اور اس کے مقابلہ میں جس میں وہ صفت پہلے معدوم تھی، اس میں اس صفت کا اثبات کر کے مذکور
مختوم علیہا کی مختومہ صفت کی دلیل فرمائی،

فَرَمَا يَا ذِكْرُنَا اٰمِدْ يَوْمَ رَجُلُمُ يَمَّا كَانُوْا اَبْكَسِيْنَ ۝۱۰۰
کفار کے مونہوں پر مہر لگا دینگے تو ان کے مونہوں کو جو آدھ کلام بنایا ہوا ہے، وہ ان کی قوت منکرہ
والی صفت بند ہو جائے گی، کیونکہ اس سے وہ صفت چھین کر ہاتھوں اور پاؤں کو دے دی
جاوے گی، جو ان کے ہاتھ پاؤں بلا اسباب کلام کرینگے، تو وَرَجُلُمُ يَمَّا كَانُوْا اَبْكَسِيْنَ ۝۱۰۰

بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ہ کے بیان الہی نے افواہ کفار و صفت کلامیہ کو مطلقاً بند فرمادیا، اس میں کوئی غیر اللہ یہ تخصیص اپنی طرف سے نہیں کر سکتا، کہ خداوند تعالیٰ کلام صادقہ پر مہر لگا دینے یا کاذبہ پر،

اور دوسرا یہ بھی ثابت کر دیا کہ جس پر مہر لگائی جاتی ہے، اس سے وہ صفت جس کا پہلے اجرا تھا، اب بند ہو گئی ہے، اسی لئے اس سے اس صفت مختومہ کو ختم کر کے دوسری جس چیز کی وہ صفت عطا کی گئی، ساتھ ہی ذکر فرمادیا، شئی مختومہ سے کوئی سقیم الفہم یہ نہ مراد لے لے، کہ جس پر مہر لگ جائے، اس میں اس ختم لگانے سے صفت کا اجرا ہو جاتا، جیسا کہ مرزائی کافر کے مونہ پر صدق کی مہر لگا کر صدق کا اجرا سمجھ بیٹھا ہے، نہیں نہیں! مرزائی صاحب جس پر مہر لگ جائے شے مختومہ یا صفت مختومہ کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی لئے جس شے سے مثلاً مونہ سے جس صفت کو ختم کیا گیا، اُس کا بھی ذکر کیا اور اس کی دلیل دی، کہ جس میں وہ صفت ثابت فرمائی اس کا بھی ذکر فرمایا، مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ، تو ثابت ہوا، کہ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَتُونَا حِمِّمْ سے تم نے جو سچائی کی مہر مراد لی ہے، اور اس کا اجرا مراد لیا ہے دو نون ہی غلط ہیں، جو نَخْتِمُنَا أَيْدِيَهُمْ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَرْجُلِهِمْ نے واضح کر دیا،

دوسری شے کی مثال کہ مختوم علیہا سے جس صفت کو ختم کیا گیا اُس کو بیان کیا جائے،

مثلاً

جائزہ ۲۵ خَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ خِشَاوَةً
كَمَنْ يَمْسِكُ بِهِ مِنَ الْغَيْثِ اللَّهُ أَتَلَّامَنَ كَرُّوْنَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر کے سمع پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی اور اس کے دل پر مہر لگا دی اس کے بعد ان کی جس صفت پر مہر لگائی بیان فرمادی فَمَنْ يَمْسِكُ بِهِ مِنَ الْغَيْثِ اللہ کہ اللہ کے علاوہ کون ہے، جو ہدایت لے، تو ثابت ہوا، کہ کفار کے سمع کی صفت ہدایت پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی، ہر بات کو سنتے ہیں، لیکن ان کے جہل عظیمہ کثیرہ کی پہلی سزا اُن کو رب العزت کی طرف سے یہ ہے، کہ اُن کے سمع ہدایت پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے، اب کوئی اُن کو ہدایت نہیں دے سکتا، ایسے ہی اس کے دل پر بھی مہر الہی لگ چکی ہے، اور دل سے صفت ہدایت بند ہو چکی، اُن کا دل ہر چیز قبول کر لیا، لیکن ہدایت الہی سے محروم ہے، کیونکہ خداوند

کریم نے اُس کے دل کی صفت ہدایت پر ہر گامی اب وہ ہدایت کو قبول نہیں کر سکتا،
 تَوْفَقَنْ يَّهْدِيْهِ مِّنْ بَعْدِ اللّٰهِ نَ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهِ ذَلٰلِیْہِ کے الہام کو رد
 کر دیا، اب خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهِ سے کوئی منافق یہ معنی مراد نہیں لے سکتا، نہ یہاں
 مہر سے مراد یہ ہے کہ کانوں میں اللہ تعالیٰ گول گول مہر کی طرح بالیاں ڈالی دیگا، تاکہ
 خوبصورتی ظاہر کریں، عَلٰی قَلْبِہِ سے یہ مراد نہیں لے سکتا، کہ یہاں مرزائیت کی روشنی
 کا اجرا کھل رہا ہے، بلکہ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِّنْ بَعْدِ اللّٰهِ نے واضح کر دیا، کہ
 خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهِ ذَلٰلِیْہِ سے مراد ہدایت کا خاتمہ مقصود ہے، مرزا
 غلام احمد صاحب قادیانی کی بات مرزائی سامع کو موثر ہو، لیکن ختم الہی لگنے سے مرزائی
 سامع کلام خداوندی اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت کی بات نہیں
 سن سکتا، ایسے ہی جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے ہر گامی ہے، اس کے قلب میں مرزائی
 موثر ہو، تو ہو، لیکن بوجہ ختم الہی کے لگ جانے کے اس کے دل میں قرآن اور حدیث
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر نہیں ہو سکتا، چنانچہ اس کی تائید میں فرمایا: مَنْ يُضِلِّ
 اللّٰهُ فَلَا حَادِیَ لَہٗ وَیَذَرُہُمْ فِی طُغْیَانٍ یَّعْمَہُونَ کفار اپنی
 سرکشی میں چونکہ اندھے ہوتے ہیں تو خداوند کریم اُن کی سرکشی میں ہی اُن کو ترک کر دیتے
 ہیں، اور ایسے لوگوں پر گمراہ ہونے کا صحیح نتوای لگا دیتے ہیں، اور جس کو خداوند کریم گمراہ
 ثابت کر دیں اس کو کوئی ہدایت پر ثابت نہیں کر سکتا اور ایسی حالت میں مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے انذار کی بھی اگر کوئی پرواہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل
 پر مہر ضلالت چسپاں کر دیتے ہیں، جب خداوند کریم کی طرف سے مہر ضلالت ثبت
 ہو جائے، تَوَدَّہٗ لَا یُؤْمِنُوْنَ کے معنی میں ثابت ہو جاتے ہیں، اُنہی کے حق میں یہ
 ارشاد خداوندی ہے، خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ،

اگر ایسے لوگوں پر مہر بے ایمانی پوری نہیں لگی، تو تم اُن کو ایماندار کہا کرو، اور کہہ بھی دو
 تو مرزائیوں سے کب بعید ہے، کیونکہ

”کند ہم جنس با ہم جنس پرواز“

غیر صورت یہ ہے کہ ختم کے معنی شے کی کسی صفت کو ختم کرنا مقصود ہو اور صفت
 مذکور نہ ہو، تو اس شے کا ذاتی نام نہیں لیا جاتا، بلکہ محض اس معنومہ صفاتی نام سے ہی موسوم

کر کے اس پر ختم کا استعمال ہوتا ہے، مثلاً وَحَسَّاتُهَا لَبِئْسَ مِصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں، تو یہاں انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا ذکر کر کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکا خاتم مقرر فرمایا، اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر نہ کرنا ثابت کر دیا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے من حیث النبوة خاتم ہیں، اب کوئی بھی من حیث النبوة نہیں آسکتا، اور نہ ہی کوئی اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت بن سکتا ہے، کیونکہ جب ماضی کی نبوت کو اپنے ختم کر دیا تو آئندہ کون مدعی ہو سکتا ہے، اگر کوئی دعویٰ نبوت کرے تو وہ آیت وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کا منکر ہے، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رب العزت نے باقی انبیاء علیہم السلام سے ممتاز صفت ختم عطا فرمائی ہے، مردائی اس کا منکر ہے، اور بیک وقت تین جرموں کا مرتکب ہو رہا ہے ایک خداوند کریم کی صفت عطا کردہ ختم نبوت کا انکار،

دوسرے آیت خاتم النبیین کو اپنی مرضی کے مطابق صحیح معنی بگاڑ کر غلط معنی کر کے قرآنی معنی کی تحریف کرتا ہے، اور اس کی تائید میں کتنی بھی قرآنی آیتیں ہوں پس پشت ڈال دیتا ہے، اور

تیسرا جرم یہ کہ ان غلط تاویلات کی تبلیغ کر کے اُمرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منکر قرآن کریم بناتا ہے، منکر قرآن کریم صرف ایک ہی جرم میں گرفتار ہے، لیکن مردائی ہر ایک مسئلہ میں تین تین جرموں میں گرفتار ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، خداوند کریم فرما کہ ہم کفار کے مونہوں پر مہر سکوت لگا دیں گے، لیکن مردائی کو فرمان خداوندی پر اعتماد نہیں، مردائی کہتا ہے، نہیں نہیں، مونہہ پر مہر لگانے سے کلام صدق کی زیادتی مراد ہے، مردائی صاحب گرنٹھ کی طرح ترجمانی کریں گے، بیکہ کو صحیح بیان کریں گے، بایئیل کو صحیح بیان کریں گے، لیکن مردائی صاحب کے سامنے جب قرآن کریم آجائے، تو اس میں سوائے مخالفت کے ایک آیت بھی موافق نہیں، اخیر راز کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اور کسی مذہب کی کتاب میں مرزا جی کا رد ایسا موجود نہیں اور قرآن کریم تَبٰیۡنًا لِّکُلِّ شَیْءٍ نے مرزا جی کے ایک ایک بہتان کا پردہ فاش کیا ہے، اس لئے وہ گواہ نہیں، سوائے اس کے کہ مخالفت کی جائے، ایسے ہی آیت خاتم النبیین کے اتنے معافی بدلنے کی کوشش کر رہا ہے، اور اس کی مؤیدہ آیتوں کو ٹھکراتا ہے۔

آخر کیوں؟ اس آیت پاک میں مرزا جی کیوں نی ہیرا پھیری کر رہا ہے، کیوں رادھہ رادھہ کی باتیں بنا کر اس آیت سے گریز کرتا ہے؟

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے، کہ یہ آیت مرزا جی کی نبوت کو اسلام میں گھسنے نہیں دیتی، اور پھر وکیل صاحب ایسے سادہ لوح ہیں، کہ ایسی حدیث جو مرزا ائیرت کا خلاف کر رہا ہے، اس کو اپنی تائید اجرائے نبوت میں پیش کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ نَزَّیْرُ الدّٰرِ اِھْمُ خَوَاتِیْمُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ فَمَنْ جَاءَ مَخَالِیْمَ مَوْکَاہُ فُضِیْتَ حَاجَتُہٗ۔ زمین میں دینار اور درہم اللہ تعالیٰ کی مہر میں ہیں، پس جو شخص اپنے آقا کی مہر لے کر آتا ہے اُس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے،

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ درہم اور دینار بھی خدائی مہر شدہ ہوتے ہیں، تو جو شخص کسی حاجت کے لئے بازار جائے، مثلاً کوئی چیز خریدنے کے لئے جائے تو جس بادشاہ کی حکومت میں سودا لینے کے لئے جاتا ہے، تو درہم اور دینار اس حکومت کے مختوم ہیں، تو وہ اپنی حاجت پوری کر کے آدیکا، یعنی مطلوبہ شے خرید کر لاؤیگا، ورنہ ناکام واپس ہوگا، جیسا کہ مثلاً حکومت پاکستان میں اگر کوئی پاکستانی سودا لینا چاہے، تو پاکستانی مختوم سکے یا نوٹ ہی دیگا، تو سودا ملیگا، ورنہ ناکام واپس ہوگا، ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر حکومت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کھراسکہ یعنی اپنی جان و مال جو مختوم بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہو گئے، خدا کے ہاں پیش کریگا، تو اس کو خداوند کریم کی طرف سے ایمان و ہدایت ملیگا ورنہ جو حکومت مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے جان و مال کو مختوم بنوۃ قادیانی خداوند کریم کے ہاں پیش کریگا، تو اُس کو خداوند کریم کی طرف سے ایمان و ہدایت نہ مل سکے گا، کیونکہ جیسے ہندوستانی یا جاپانی سکے پاکستان میں نہیں چل سکتا ایسے ہی دربار الہی میں اب قیامت تک جو مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جان و مال پیش کریگا، تو اس کے بدلے دنیا میں ایمان و ہدایت ملیگی ورنہ نہیں، اور اسی محمدی مختومہ وجود کے پاس جب قبر میں نیکرین حساب کے لئے پہنچیں گے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ختم کی علامت پر ہی سفارش فرما دیں گے اور میدانِ محشر میں اس سکے کی قدر ہوگی،

مرزائی کو جب احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ قبر میں نیکرین حساب کے لئے آتے ہیں، تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان پر فیصلہ ہوتا ہے، تو مرزائی نے نیکرین کا قبور میں اہل قبور سے حساب لینے سے ہی انکار کر دیا، اور جب سنا کہ میدان حشر میں بھی سب لوگ آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہی پناہ گزین ہونگے، تو حشر کا ہی انکار کر دیا، مرزائی کو قرآن کریم کا دریغ نہیں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتمیت کا قدر نہیں، اگر قدر دان ہے تو صرف ایک مرزا جی ہی کا، اگر مرزا جی دن کو رات کہہ رہے تو مرزائی بھی رات کہنے کو تیار ہے اگر رات کو دن کہیں تو دن ماننے کو تیار ہے، قلب مرزائی میں یہ کبھی کھٹکا ہی نہیں کہ امت مرزائیہ کی ہیرا پھیری کے مقابلے میں چودہ سو سال کی اتنی بڑی اُمتِ محمدیہ سے علیحدہ ہو رہا ہوں اور قرآن کریم یا احادیث مصطفویہ کو چودہ سو سال اُمتِ محمدیہ نے نہیں سمجھا، جو آج مرزائی بیان کر رہا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ یہ کوئی علیحدہ اختراع ہے، جو جہنم کے گڑھے میں لے جا رہی ہے،

باقی رہا تمہارا کہنا، کہ آمین مومن بندے کی زبان پر ہر ہے، ٹھیک ہے، یہ ہمارے لئے دلیل اور اجرائے نبوت کے خلاف ہے، کیونکہ آمین دعا کے آخر میں کہا جاتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا، کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کی زبان پر آمین کی مہر لگا دی ہے، کہ دعا کے آخر میں یہ کہا جائے، جیسا کہ دوسری حایث میں اس کی شرح موجود ہے۔

جامع صغیر | اَوْجِبْ اَنْ خَتَمَ بِاَمِيْن

اپنے لئے یہ واجب کر لے کہ آمین کے ساتھ دعا ختم کی جائے، کیوں جناب؟ یہاں ختم کے معنی مراد ہیں یا اجراء کے، اس کو کہتے ہیں ایمانداری کی بات ثابت ہوا، کہ آمین سے دعا کا خاتمہ ہوتا ہے، اور ہونا چاہیئے، ورنہ قانونِ خداوندی کا خلاف ہوگا، اور پھر آگے آمین ایک جنت کا درجہ بھی بتایا گیا ہے، ختم کے ساتھ اس کو تعلق ہماری تائید میں ہے، کہ جب بندہ آمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ دعا کے آخر میں آمین کہنے والے کو جنت کا درجہ آمین پر مہر لگا دیتے ہیں، کہ بس اب یہ تیرا ہو گیا، تو یہاں بس کے معنی میں آیا ہے، تو یہاں خاتم بھی تمہارے خلاف ثابت ہوا اور ختم کے معنی جو تم حفاظتِ الہی کے کرتے ہو، یہ قطعاً بے بنیاد ہیں، جس کا جواب اس سے کوئی مطلب نہیں،

مرزائی - ختم اللہ علیٰ قلوبہم کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دل پر مہر لگا دی،

تو اس کے معنی اگر بند کئے جائیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ

(د) - کافروں کی حرکت قلبی بند ہوگئی، حالانکہ یہ غلط ہے،

(ب) - کیا ان کافروں میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا،

(ج) - اگر یہ معنی کر دے کہ کافروں کے دلوں میں ایمان کی کوئی بات داخل نہیں ہوتی، تو پھر

سوال یہ ہے، کہ کفر کی بات ان کے دلوں میں داخل ہوتی ہے کہ نہیں، جب ہوتی ہے، تو پھر کبھی

ختم کے معنی پورے بند ہونے کے نہ ہوئے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے خلاف کوئی نبی نہیں آسکتا، آپ کی تائید کے لئے آسکتا ہے، اور ہمارے نزدیک

اس کا مطلب یہ ہے، کہ کافروں کے گندے اور قابل نفرت ہونے پر مہر تصدیق ثبت

کر دی، قلم ہی اٹھے گا نہ تلوار ان سے، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں، پاکٹ بک

از ص ۲۷۵ تا ص ۲۷۶،

محمد عمر - مرزائی صاحب کی قرآن دانی کو سن کر تو اُلوی بیچارے بھی ملتے ہو گئے، کیونکہ

فقیر پہلے قرآنی محاورے کو عرض کر چکا ہے، کہ ختم کا لفظ جس پر مستعمل ہوتا ہے، اس کی جس

صفت پر ختم مراد ہوتی ہے، شے کی اس صفت مختومہ کا ذکر ماقبل یا مابعد ضرور ہوتا ہے، جیسا

کہ اس مذکورہ آیت ختم اللہ علیٰ قلوبہم تو اس میں ابہام تھا، کہ قلب کی حیثیت

پر مہر لگتی ہے، یا قلب کے خون پر، یا قلب کے فہم پر، تو اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مرزائی پیدا

ہو گئے، جو میری آیات کو بگاڑ کر بیان کرینگے، اس لئے رب العزت نے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ؕ اَسْذَرْتُمْ اَمْ لَمْ تُنْزِلْ رُحُوْدًا یُّوْحِنُوْنَ ہ پہلے فرمادیا، یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا یکساں ہے، بے ایمان ہی رہیں گے، آگے فرمایا ختم اللہ

علیٰ قلوبہم، ثابت ہوا، کہ انکار دائمی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ

اب ان کے دلوں پر ایمان مؤثر نہیں ہو سکتا، تو کَا یُوْحِنُوْنَ کے ذکر نے ان کے دلوں کو قوت

ایمانی پر مہر لگانے کی تخصیص فرمادی، اب اس کے علاوہ کوئی کج طبع ختم اللہ علیٰ

قلوبہم کی تخصیص ایمانی کو دوسری طرف نہیں لے جاسکتا، جیسا کہ تم مرزائی حرکت قلب

مراد لے رہے ہو، تم نے اس مثال کو سمجھنا ہو، تو اپنے گریبان میں ہی منہ ڈال کر ملاحظہ فرمالو،

تمہیں اس آیت کریمہ کا معنوں نظر آجائیگا، کہ مرزائیہ کے دل میں ہر بات آسکتی ہے، لیکن

چونکہ تمہارے دل کی قوت ایمانی پر رب العزت نے مہر لگا دی ہے، ایمان کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتی، قرآن کی آیت کا مطلب صاف ہو، لیکن تمہارے دل پر اس کا اثر کبھی نہ ہوگا، خواہ کتنا ہی سمجھاؤ، یہی ختم اللہ علیٰ تلوٰہکم کا مطلب ہے، لیکن ختم اللہ علیٰ تلوٰہکم کے معنی رب العزت نے قوت ایمانی ختم کرنے کے لئے لَا یُؤْمِنُونَ سے بیان فرمائے ہیں، بحجاب مرزا بیت و ختم ایمان کبھی نہیں سمجھے گا، اور غلط کہنے سے کبھی باز نہ آئیگا، اور اگر تمہارے دل پر مہر خداوندی نہیں تو بھلا اس آیت کے مطابق صحیح مطلب پر ایمان لاکر دکھاؤ تو سہی، معلوم ہو جائیگا، کہ تمہارے دل پر مہر ہے؟ یا نہیں؟ یہ ہے تمہارے دل کا جواب۔

اب (دب) کا جواب عرض کرتا ہوں، جنکے متعلق رب العزت نے نص بیان فرمائی ہے، کہ ختم اللہ علیٰ تلوٰہکم مثلاً ابو جہل، ابو لہب و عقبہ وغیرہم تھے، تو وہ مہر گز ایمان نہ لائے، تو فرمان الہی ختم اللہ علیٰ تلوٰہکم صادق ہوا، باقی ہم کسی کے متعلق خصوصیت سے ختم اللہ علیٰ تلوٰہکم نہیں کہہ سکتے، خداوند کریم جس کے متعلق فرمائے وہ واقعی ایمان سے محروم ہی مرتا ہے،

(رج) کا جواب ملاحظہ ہو، کفر تو ان کے دلوں میں پہلے ہی کھ رہا ہے، وہاں دخول کا سوال ہی کیا، اگر کفر نہ ہوتا تو مہر کیوں لگتی، مہر لگنے کی وجہ سے دخول ایمان محال ہے، تو جیسا کہ کفار کے دلوں پر مہر لگ جائے تو دخول ایمان محال ہے، ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنی محال ہے، اور بموجب حکم قرآنی مدعی کا ذب سمجھا جائیگا، اور اجر لائے نبوت کا عقیدہ رکھنے والا مخوف قرآن ثابت ہوا، اس کے دل کی قوت ایمانی پر رب العزت نے مہر ثبت فرمادی ہے، وہ لَا یُؤْمِنُونَ کا معنوں ہو چکا، تمہارا یہ مراد لینا کہ اس کے گند پر مہر لگی رہی نکلتا ہے، از روئے آیت قرآنی ثابت ہوا، تو فقیر نے جتنی قرآنی آیات ختم کے متعلق پیش کیں، ان سب سے ختم کرنا ہی ثابت ہوا اور تم ایک آیت قرآنی ثابت نہیں کر سکتے، کہ جن میں ختم کے معنی اجراء کے ہوں، اگر ختم کے معنی اجراء کے ہو جائیں تو ختم، ختم ہی نہیں، کیونکہ ختم اور اجراء دونوں کلمے متضاد ہیں، اور ایک دوسرے کی نقیض ہیں، اور اجتماع نقیضین محال، ہاں مرزا بیہ سے توقع ممکن ہے، کہ وہ دن کے معنی رات کر دے، تو اس کے ساتھ ہی ضرور شاہان کا نعرہ بلند کریں گے۔

قلم بھی اٹھا اور تلوار ہم سے رہیگا یہ باز وہی غالب ہمارا

کیا ختم کیا؟

”مرزائی“۔ پھر سوال یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟، آپ سے پہلے آدم، نوح، موسیٰ و غیرہ انبیاء علیہم السلام تو سب کے سب پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کیا ختم، البتہ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے تھے جو بقول شما ابھی ختم نہ ہوئے تھے، سو وہ اب بھی ختم نہ ہوئے، بلکہ تمہارے خیال میں ابھی انہوں نے قیامت سے قبل آنا تھا تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تمہارے عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت کیا رہ گئی، پارٹ بک از حدیث تا ص ۱۵۵،

”محمد عمر“۔ مرزائی صاحب بڑے سادہ لوح ہیں، سوال کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کا جو پہلے اجراء تھا، اس کو بند کر دیا، اور یہ کا درہ ہے، اور جو کا درہ کو بھی نہ سمجھ تو وہ بھی جلی اشلوہم آتھالھا کا مصداق ہے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام کا اجراء تھا، جب آپ تشریف لائے تو اپنے نبیوں کو ختم کر دیا، اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اپنی نبوت کی ٹیڈی ٹیڈی کر چکے ہیں، اس لئے اپنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بھی ختم کر دیا، اب قیامت تک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی جاری رہے، باقی سب انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کے تشریف لانے سے ختم ہو چکی، اب ان کی نبوت کا اجراء نہیں ہو سکتا، یہ ہے ہمارا عقیدہ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گیا، جو ابتداء آفرینش سے قیامت تک اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہی رہے گا، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ صرف ہمارا ہی نہیں، بلکہ مجر و شجر و حیوانات اور درند و چرند و پرند بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم تسلیم کر چکے ہیں،

بہائم نے بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی شہادت دی

البید ایہ والنہایہ

$\frac{۶}{۱۵۱}$

خصائص کبریٰ

$\frac{۲}{۶۴}$

اخبرنا ابو الحسن احمد بن حمدان
السحرکی حدیثنا عمر بن محمد
بن یحییٰ حدیثنا ابو جعفر محمد
بن یزید املأنا انا ابو عبد اللہ
محمد بن عقیبہ بن ابی الصہبأ حدیثنا
ابو حنیفہ عن عبد اللہ بن حنیب

الہندی عن ابی عبد الرحمن السہمی عن ابی منظور لما فتح اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ
وسلم خیر فکلمہ الحمار فقال ما اسماء قال یزید بن شہاب
أخبرنا اللہ عن المثل حیدری ولا من الا نبیاء عخیروک،

جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح خیر عنایت فرمائی، تو آپ کے
ساتھ گدھے نے کلام کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا نام کیا ہے۔ گدھے نے عرض کی
یزید بن شہاب، میری نسل کی جد سے کل ساٹھ گدھے نکلے ہیں، نہیں سوار ہوا، ان پر سوارائے
بنی کے، میری جد کی نسل سے سوارائے میرے کوئی گدھا باقی نہیں رہا، اور نہیں باقی رہا بیویوں سے
سوارائے آپ کے،

اگر بھی، ایسے ہی تو مرزائی دوستوں کو بھیج دو، کہ جو شخص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اب اجرائے
نبوت کا قائل ہے، وہ گدھے سے بدتر ہے،

ختم نبوت (گوہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی شہادت دی

البید ایہ والنہایہ

$\frac{۴}{۱۴۹}$

قال ابی یحییٰ، انا ابو منصور احمد بن علی

(۲) - إخراج الطبرانی في الأوسط والصغير وابن عدي والحاكم وأبو نعیم وابن حاکر

الدامغانی من مآکن قریة نامین من ناحیة
بیعتی قراة من اهل کتابه ثنا
ابو احمد عبد الله بن عدي الحافظ
في شعبان سنة اثنين وثلاث مائة ثنا

محمد بن الوليد اسلمی ثنا محمد بن عبد الاعلی ثنا معمر بن سلیمان
ثنا كهمس عن داود بن ابی مند عن عامر بن عبد من عمر بن الخطاب أن
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَحْفَلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذَا حَاءَ
إِحْدَاهُمَا مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ تَدُ صَادَ ضَبًّا..... قَالَ فَمَنْ أَنَا يَا ضَبُّ؟ فَتَالَ
رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ تَدُ أَتْلَحُ مِنْ صَدَّتِكَ وَ
تَدُ حَابَ مَنْ كَذَّ بَلَعُ،

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے بعض اصحاب کی محفل میں تشریف فرما تھے، اچانک ایک اعرابی آیا، بنی سلیم کے قبیلے سے
جس نے گوہ کا شکار کیا ہوا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے گوہ
تو کون ہوں؟ تو گوہ نے عرض کیا کہ آپ رب العالمین کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنیوالے
ہیں، ضرور فلاح پائی جس شخص نے آپ پر نبوت ختم ہونے کی تصدیق کی اور ضرور خسارے میں
رہا جو ختم نبوت کا منکر ہوا،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ گدھا اور گوہ تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم
ہونے کو تسلیم کر لیں، لیکن مرزائی منحرف ہے،

یہودیوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت
ختم ہونے کی شہادت دی

حد ثنا سليمان بن احمد قال ثنا محمد
بن احمد ابن البراء قال ثنا الفضل

(۱) - دلائل النبوة ۱/۱۲

بن خاتم قال ثنا سلمة بن الفضل ثنا محمد بن اسحق واحمد

بن صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف عن یحییٰ بن عبد اللہ
عن عبد الرحمن بن اسعد بن زہراء قال حدثنی من شئت من رجال قوم
عن حسان بن ثابت اذا يهودی علی اطمح من اطمح المک مئة مئة سعة
نا جتمع اليه الناس فقالوا مالک ویدک قال حسان اسمعه يقول
هذا کو کب احمد قد طلع هذا کو کب لا یطلع الا بالذکر
و لہ یبقی من الانبیاء الا احمد

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ ایک یہودی ہاتھ میں ایک آگ
کی روشنی لیکر مدینہ طیبہ کے ٹیلوں سے ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا، تو لوگ اس کے گرد جمع ہوئے
تو لوگوں نے اُسے کہا کہ تو مرے تجھے کیا ہوا، (تو نے بلا ضرورت ہمیں جمع کیا)،
حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، کہ وہ یہودی کہتا تھا، یہ سیارہ احمد
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یہ ستارہ بغیر نبوت کی موجودگی کے طلوع نہیں ہوتا، اور سوا
احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبیوں سے کوئی باقی نہیں رہا،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بد نبوت ختم ہونے کو
یہودی تسلیم کرے کہ بس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اب کوئی نبی نہیں رہا، لیکن مرزائی
کی عقل تسلیم نہیں کرتی،

(۲) - دلائل النبوة
۱۷

قال الواقدي فحدثني عبد الله بن
هم بن زهير الكعبي عن فطير الحارثي
عن حزام بن سعيل بن محيصه عن

خوليصه بن مسعود قال كنا و يهود فينا كانوا يذكرون نبيا
يبعث بمكة اسمه احمد و لہ يبقی من الانبياء غيرہ،
خوليصه بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ہم جمع تھے اور ہماری
جماعت میں یہودی بھی تھے، جو ایک نبی کا ذکر کرتے تھے، جو مکہ میں مبعوث ہوگا اور
اس کا نام احمد ہوگا، اور غیروں سے سوا اس کے کوئی باقی نہیں رہا،

ثابت ہوا کہ جو صاحب انصاف یہود و نصاریٰ تھے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے آخری نبی ہونے کے متعلق شہادت دے گئے، لیکن جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا

کلمہ پڑھکر پھر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا انکار کرے، تو گویا ایسا شخص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہر من الشمس نشان کا منکر اور ختم نبوت کا منکر اور منکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور منکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منکر قرآن کریم ہے، اہل نبیجہ آپ کے ذمہ ہے،

دلائل ختم نبوت از اقوال سلف صالحین

(۱) - خصائص کبریٰ
الْأَرْجَمَاءُ عَلَى آتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْعُوثٌ إِلَى جَمِيعِ الْأَرْضِ وَالْجَنِّ -

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، اس بات پر اجماع ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں،

(۲) - البواقیت والجواہر
إِعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ سَدَّ بَابَ عَنْ كُلِّ مَخْلُوقٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے دروازہ (نبوت) بند کیا گیا ہے،

(۳) - جواہر البحار
وَكُلُّ مَنْ رَأَى حَاثَا النَّبُوَّةِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهْرٌ مُدْرِعٌ

شَيْءٌ يُعَيِّنُ أَوْ حَى بِصَالِيهِ سَوَاءٌ وَافَقَ شَرُّ عُنَا أَوْ خَالَفَ فَإِنْ كَانَ مُطْلَقًا ضَرَبًا عُنُقَهُ وَالْأَرْضُ بُنَا عَنْهُ صَفْحًا -

(۴) - نخبة الفكر
وَأَشْفَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدٌ كَا وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ

الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى النَّاسِ كَقَبَّةٍ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

(۵) - تفسیر ابن عربی
مُحَمَّدٌ بْنُ النَّبِيِّ هُوَ الْخَزَنَةُ الْوَجُودِ خَتَمٌ وَآخِرَتُهُ وَمَتَّصِلٌ بِأَوَّلِهَا وَلِهَذَا لَمْ يَخْلُقْ

کتاب عقاید میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے

۴۱۔ شرح عقاید نسفی

۹۹

وَأَدَّلَ الْأَنْبِيَاءُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ
تَامِ ابْنِ أَبِي هاشم السلام کے پہلے آدم علیہ السلام

میں، اور ان کے آخر محمد علیہ السلام ہیں،

۴۲۔ شرح عقاید نسفی

۱۰۱

وَقَالَ اللَّهُ الْمُسْتَدَلُّ عَبْدُ اللَّهِ عَلَى أَنَّهُ
خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَأَدَّيْتُهُ بَعُوتُ إِلَى
كَأَنَّ النَّاسَ يَبْلُغُ إِلَى الْأَجْنَ وَالْإِنْسِ

ثُمَّ أَتَى أَخِيذَ الْأَنْبِيَاءِ . . .
وَأَدَّيْتُهُ بَعُوتُ إِلَى كَأَنَّ النَّاسَ يَبْلُغُ إِلَى الْأَجْنَ وَالْإِنْسِ
لَا تَشْرِيْعُهُ قَدْ تَسْرِيْعُهُ

اور اللہ کی کلام جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی تھی، اس بات پر بنا ہوا ہے۔ اور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کر دیا ہے۔ اور یہاں تک کہ آپ بھیجے گئے ہیں، امام یوں کی
طرف، بلکہ جن دافس کی طرف، ثابت ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخری نبی ہیں
پھر اگر سوال کیا جائے کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا، تو
یہ جواب دیتے ہیں، ہاں (ضروری اثر ہے)، لیکن وہ محمد علیہ السلام کے تابع ہونے کے لیے اس لیے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بعد از انور ہو چکی،

کہوں جناب وکیل صاحب؟ اس مسئلہ میں کہ ایمانی عقائد کی کتاب سے بھی مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا ثابت ہو گیا،

معلوم ہو کہ اللہ عزوجل نے ان کے لیے اس حدیث میں نبی کے خاتم ہونے پر

سہ

قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ

خروج وحی منقطع ہو چکی،

(۸)۔ حیوۃ الحیوان ۱۳۳

(وَالْأَخْسَدُ هُوَ فِي الْبُعْثِ)، اُی لَکُوْنِمْ

خَاتَمُ النَّبِيِّیْنَ۔

(۹)۔ شرح شفا شریف ۱۳۰

لاور تمام انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے میں، یعنی واسطے پیمان کے نبیوں کے ختم کرنے والے

خاتم وحی اللہ تعالیٰ الیہ وھدی جلالی

انہ لاخیر النبیین من ذی یتلف

ولولاه ما خلقتک۔

(۱۰)۔ فتاویٰ سعیدی شیبہ

۱۳۴

تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم ہے مجھ کو میری عزت کی اور میرے جلال کی، بے شک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے آخری نبی ہیں تیری اولاد سے، اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا،

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا

نَبِیَّ بَعْدَکَ۔

(۱۱)۔ الانسان الکامل ۵

اور صلوٰۃ اور سلام اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں،

طوالت کی وجہ سے فقیرانہ حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہے، ورنہ ہزار ہا بزرگان دین کے

حوالہ جات موجود ہیں،
فقہاء کرام کا عقیدہ بھی ختم نبوت پر تھا

عقیدہ خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِيِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں کے

(۱۲)۔ فتاویٰ خیرجہ ۱۳۰

ختم کرنے والے ہیں،

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

(۲)۔ کتاب المبسوط ۱/۲
الْعُلَمَاءُ وَرَشَدُ الْأَنْبِيَاءِ بَعْدَ إِنْطِاعِ
الْأَبْوَةِ هَذِهِ الدَّرَجَةُ أَعْلَى النِّهَايَةِ

فِي الْقُوَّةِ۔

علمائے ربانی نبیوں کے وارث ہیں اور نبوت کے منقطع ہونے کے بعد قوت میں یہ
آخری اعلیٰ درجہ ہے

محمد اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی
ختم نبوت پر تھا

(۳)۔ فتاویٰ عالمگیری ۱/۲
الَّذِي بَعَثَهُ اللَّهُ حُجَّةً عَلَى الْكَائِدِينَ
وَحَقَّمَ بِهِ بَابَ النَّبُوَّةِ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

وہ ذات (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جنکو اللہ تعالیٰ نے بھی منکرین پر حجت، اور آپ کے ساتھ
تمام رسولوں پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا،

وکیل صاحب! آپ تو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی فارسی کتابوں سے بھی نا آشنا معلوم ہوتے
ہیں، اگر کم از کم گلستاں بوستاں ہی پڑھے ہوتے تو کبھی اس گڑھے میں نہ گرتے، ملاحظہ ہو

بوستان ۱
کریم السحبا یا جمیل الشیم
نبی البرا یا شفیع الامم

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی اچھی عادت والے نیک خصلت والے
نبی تمام خلق کے، تمام امتوں کے سفارش کرنے والے

بوستان ۱۲
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا
علیک السلام اے نبی الوری

آپ کی شایان شان کیا نعت عرض کروں

آپ پر سلام ہو اے نبی تمام مخلوق کے

گلستان ۲
دہمہ دور زمان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے دور زمانہ کو پورا کرنے والے ہیں۔

جوابات دلائل امکان نبوتہ از اقوال بزرگان

”مرزائی“۔ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، إِنَّ النَّبُوَّةَ الْبَقِيَّةُ انْقَطَعَتْ
بُوجُودِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَى النَّبُوَّةَ الشَّرْعِيَّةَ لَا
مَقَامَهَا۔

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی وہ صرف شرعی نبوت
ہے، نہ کہ مقام نبوت، پارٹ بک از ص ۱۲ تا ص ۱۳،

”محرم“۔ وکیل صاحب اپنے کامتاً محلاً تو ملاحظہ فرمایا، لیکن اَنَّ النَّبُوَّةَ
شَرْعِيَّةً انْقَطَعَتْ بُوجُودِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا کیا مطلب بیان
کرو گے، کہ بے شک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے ساتھ ہی نبوتہ منقطع ہو چکی اور آگے
فرمایا کہ نبوت سے مراد شریعت والی نبوت ہے مقام نبوتہ کو نبوتہ مستلزم نہیں، جیسا کہ نبوتہ کو شریعت مستلزم ہے،
فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۱۲۱ حَبْرٌ عَلَيْنَا اِطْلَاقُ لَفْظِ النَّبِيِّ۔

نبی کے لفظ کا استعمال ہم پر منع ہے،

کیوں جناب فرمائیے؟ یہ ہے عقیدہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا، اور ملحقہ

ہو۔

فتوحات مکیہ جزو

۳۷۶

نبوت کا دروازہ بند

فَأَخْبَرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَرْءَ يُأْخِذُ بِمَنْ
أَحْبَزَ النَّبُوَّةَ فَقَدْ بَقِيَ لِلنَّاسِ مِنَ النَّبُوَّةِ هَذَا
وَعَبِيرُهُ وَمَعَ هَذَا لَا يُطْلَقُ اسْمُ النَّبُوَّةِ وَلَا
النَّبِيُّ إِلَّا عَلَى الْمَشْرَعِ حَصَمَةٌ تَحْبِرُ هَذَا اسْمُ
لِخْمُوسٍ وَصُفِّتْ مُعَيَّنٌ فِي النَّبُوَّةِ۔

تو خبر دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خواب (سچی) نبوت کے اجزاء اس سے ایک جزو ہے، پس
تحقیق باقی رہا لوگوں کی واسطے نبوت سے یہ اور اس کے سوا اور بارہ وجود اس کا اسم نبوت اور
نبی سوائے خاصہ شریعت والے کے کسی بر صفاق نہیں ہو سکتا، تو بند کیا یہ ہے، یہ اسم نبوت ہر جسہ
وصف معین خصوصاً مشروع ہونے کے نبوت میں،

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوا کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کے لئے نبی کا اطلاق جائز ہی نہیں، چہ جائیکہ بموجب
تو ان ہم مرزا بیہ نبوت کا بزواذہ ہی کھول دیا جائے، اور پھر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا بیہ کے
ایسے دانت کھٹے کر دیئے کہ جو خصوصی شریعت رکھے وہ نبی کہلا سکتا ہے، جس کے پاس شریعت الہیہ ما
اسد علیہ نہیں وہ نبی ہی نہیں، آگے فرمایا لا مقامھا یعنی تا مقام نبی کو نبی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ تا مقام نبوۃ کو نبوۃ مسلم نہیں
دکیل صاحب اگر غیرت ہے تو اب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہ لینا، کہ وہ بھی اجرائے نبوت
کے قائل تھے، یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ جیسا کہ اس مذکورہ عبارتوں سے واضح ہے، اگر
ان کا عقیدہ تمہاری طرح اجرائے نبوت ہوتا، تو لفظ نبی کے اطلاق کو کبھی منع نہ فرماتے، جو ب
امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرد کے لئے آپ لفظ نبی کے عنوان کو گوارہ نہیں کرتے،
تو وہ اجرائے نبوت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں؟ اور چونکہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کے نزول من السماء کے قائل تھے جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، اس لئے انہوں نے فرمایا،
لَقَطَعَ دَسْدَ بَابُہ کہ باب نبوت بند ہو چکا، اور منقطع ہو چکا، آگے فرمایا لا مقام النبوة
کہ جو نبوت کے مقام پر پہلے فائز ہو چکا ہے، اس کے لئے جگہ خالی ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام مقام
نبوت پر فائز ہو چکے لیکن نبی نہیں کہلا سکتے، نبوۃ کا اندازہ بند ہی، بقیہ کے تمام پر جب تک کہ اس کے سوا کسی اور
”مرزا الی“۔ عارف رہا فی سید عبدالکریم جیلانی فرماتے ہیں:-

لَقَطَعَ حُكْمُ نَبْوَةِ النَّبِيِّ بَعْدَ دَكَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَنَانُ النَّبِيِّينَ، (الانسان الكامل)۔

کہ شرعی نبوت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گیا، اسوجہ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے، پارٹ بک ص ۴۴،

محمد عمر:- دکیل صاحب! مرزائیوں کی قوت ہاضمہ بڑی تیز ہے، کھانا ہضم کرنے کے
متعلق تو کیا ہی ہاضمہ درست ہوگا، البتہ کذب کی عبارت کھانے میں بڑی قوت رکھتے ہیں،
عرض کرتا ہوں، ملاحظہ ہو،

الانسان الكامل
مطبع مصری ۱۲۱۰

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَآمَنْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَلَمْ يَنْزِلْ هَذِهِ الْآيَةُ صَلَّى
بِعَبْدِي خَيْرَ عَسَمَدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ
يَنْزِلْ عَلَى أَحَدٍ تَكَانَ هُوَ حَنَانُ النَّبِيِّينَ وَمَا صَحَّ ذَلِكَ إِلَّا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ

فَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ تَحْفَظَ الْبَيِّنَاتِ ... فَلَمْ يَبْقَ لِعَبِيدِهِ مَدُ خَلَا
 نَا مُتَقَلِّ بِالْأَمْرِ وَخَتَمَ النَّبُوَّةَ لَا شَيْءَ مَا شَرَكْتَ شَيْئًا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ
 إِلَّا وَتَدَّ حَبَاءَ بِهِ مَلَا يَحْجِدُ الَّذِي يَأْتِي بَعْدَهُ مِنَ الْكَمَالِ شَيْئًا
 مِمَّا يَنْبَغِي أَنَّهُ يُنْذِرُهُ عَلَيْهِ إِلَّا وَتَدَّ نَعْلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ذَلِكَ قَبْلَهُ هَذَا الْكَامِلُ كَمَا نَبَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ صِيْرَتَا لَعَنَّا لِقَطْعِ
 حُكْمِ نَبُوَّةِ الشَّيْءِ لِعِ بَعْدَهُ دَكَانِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 خَاتَمَ النَّبِيِّينَ لَا شَيْءَ حَبَاءَ بِالْكَمَالِ وَلَمْ يَحْبِي أَحَدٌ بِنِ الْإِلَهِ ،
 فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج ہی مکمل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین کو اور تم پر اپنی نعمت نبوت
 کو پورا کر دیا اور یہ آیت سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر نہیں نازل ہوئی اور اگر کسی
 ایک پر نازل ہوتی تو وہ خاتم النبیین ہوتا اور یہ ختم سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے
 لئے صحیح نہیں ، تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ خاتم النبیین ہوئے مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نبوت میں دخل نہیں ، تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امر نبوت کے سائے
 مستقل ہو گئے ، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نبوت کو ختم کر دیا ، آپ نے کسی چیز کو نہیں چھوڑا ،
 جو نبوت کی محتاج ہو ، مگر آپ نے اس کو پورا کر دیا ، پھر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت سے
 کچھ موجود نہیں ، جو کوئی لاسکے ، جو جو شے لائق نبوت تھی ، آپ نے اس پر متنبہ فرما دیا ، اور تحقیق مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا تو اتباع کریگا ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی (عسی علیہ السلام) کی آیت سے ،
 جیسا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے ، اور آپ کے تابع ہونگے ، (اور اپنی شریعت سے
 چلائی گئے) کیونکہ منقطع ہو چکا ہے شرعی نبوت کا حکم چلنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے ختم کر دیا ہے ، اس لئے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کمال بہت کے سائے
 تشریف لائے ہیں اور کوئی نہیں لایا اس کمال نبوت کو ،

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ یہ ہے تمہارے پیش کردہ حوالے کی پوری عبارت ، جس میں
 تم نے چوری سے کام لیا ، حالانکہ عبدالکریم جیلانی نے صاف لکھا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ، کیونکہ آپ کامل ہیں ، کامل کے بعد ناقص مقابل نہیں بن سکتا ، اور حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام تابع ہونگے اور ان کی شریعت کا جواب دیا ، کہ وہ اپنی شریعت کا نفاذ نہیں کریں گے ، کیونکہ
 اگر شریعت اپنی نافذ کریں ، تو ان کی نبوت کا اظہار ہو گا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ،

آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا،

دوسرا جواب :- کم از کم اگر آپ اس کا مقدمہ ہی پڑھ لیتے تو سمجھ آ جاتی، ملاحظہ ہو :-

وَالْمَلُوءَةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ لَا يُنْبِئُ بَعْدَهُ

اور صلوة اور سلام اس ذات پر جبکہ بعد کوئی نبی نہیں،

الانسان الكامل

کیوں جناب مرزائی صاحب؟ یہ ہے عبداللہیم جیلانی کا عقیدہ !

جنہوں نے اپنی کتاب کی بنیاد ہی ختم نبوت پر رکھی، اور آگے چل کر بھی ختم نبوت کا ہی ذکر فرمایا، جس کے متعلق تم نے غلط بیانی سے کام لیا تھا،

مرزا علی :- موصاعات کبیر میں علی قاری نے لکھ ہے، تُلْتُ مَعَ هَذَا الْوَعَاشِ ابْنِ هَرَمٍ
وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَلِكَ صَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَبِيًّا لَكَانَ مِنْ أَتْبَاعِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ لَا يُنَاقِضُ قَوْلَهُ لَعَالِي خَاتَمِ النَّبِيِّينَ إِذَا الْمَعْنَى أَنَّهُ لَا يَأْتِي نَبِيٌّ
بِمَنْعِ مِلَّتِهِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِهِ - (پارٹ باب ص ۲۲۲)

محمد عمر:۔ تیرے دوست وکیل صاحب کتابی چور تو مشہور ہو چکے ہیں، ملا علی تاروی کی یہ مع حذا کی عبارت پر تو جلدی نظر پڑی، لیکن اس کے مقابل پر نظریہ کیوں ہو گئی؟ ملا علی تاروی نے تو اس کے مقابل فیصلہ کر دیا ہے، لَوْ عَاشَ ابْنُ اَحْمَرَ لَكَانَ نَبِيًّا، وَالنُّورُ فِي تَحْفِظِهِ هَذَا الْحَدِيثِ بَاطِلٌ كَرَحِيْثَ لَوْ عَاشَ ابْنُ اَحْمَرَ لَكَانَ نَبِيًّا، یہ حدیث ہی سرے سے باطل ہے، جھوٹی ہے،

اب میں وکیل صاحب سے دریافت کرتا ہوں، کہ کیا علی قاریؒ کی اس عبارت پر ایمان ہے، اگر نہیں تو تم اگلی عبارت کو کیسے سمجھ سکتے ہو، اور محنت بنا سکتے ہو؟

در سر جواب آگے علی قاریؒ نے فرمایا، دَلُّوا عَلَیَّ دَلَالَتِی وَصَارَ بَیِّنًا لِّیْمْ
اَنْ لَا یَكُوْنَتْ بَیِّنًا حَتَّی تَحْضُرَ الْبَیِّنِیْنَ اگر ابراہیم (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے) زندہ
رہتے اور چالیس سال کو پہنچ جاتے اور نبی ہو جاتے، لازم آتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
زادہ جاتے، معلوم ہوا کہ علی قاریؒ بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے قائل تھے،
اور ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی ہو
تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں فرق لازم نہیں آتا، تمہارا یہ عقیدہ بھی غلط ثابت
ہوا،

تیسرا جواب ملا علی قاری نے فرمایا، کہ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ
وَقَدْ سَمِعَ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رِبِّهِ مَرَّةً فَوْعًا، مِصْطَفًى صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا، تو عمر بن خطابؓ ہوتے، امام احمد بن حنبلؒ اور حاکم
نے اس کو عقبہ بن عامر کی سند سے مرفوع ثابت کیا ہے،
اگر ملا علی قاری کی اس بات پر یقین ہے، کہ واقعی یہ روایت مرفوع ہے، تو مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کی اہم دلیل ہے، اور اس نے تمہارے عقیدہ احمدی نبوت کی جڑ
کاٹ دی،

ملا علی قاری کی سلسلہ مرفوعہ حدیث کو چھوڑ کر اس کے قیاس کو معتبر سمجھو تو عقل سے بعید ہے۔
اس لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ نَبِيًّا کو بیان کر کے آگے علی قاری نے کہا ہے، قُلْتُ مِمَّنْ
كُتِبَ لَهُمْ اَوْ رِبَا وَحُودَانِ تَمَامِ دَلَائِلِ خَتْمِ نُبُوَّتِ كَيْ وَهْ كَوْنِ آگے اُن کی تفصیل
بیان فرمائی کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيمُ وَصَادُ نَبِيًّا وَكَانَ اَوْ صَارَ عَمِي نَبِيًّا یعنی اگر
ابراہیم زندہ رہتے، تو نبی بنتے، اور نہیں زندہ ہے، کیونکہ نبوت ختم ہو چکی تھی، اور اگر میرے بعد
نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے، باوجود ان دونوں حدیثوں کی صحت کے یعنی نہ آپ کے صاحبزادے
نبوت ختم ہونے کی بنا پر زندہ ہے، اور نہ ہی حضرت عمرؓ کو نبوت ملی، آگے فرمایا، لَكَانَ
مِنْ اَتْبَاعِهِ وَهْ دُونِ عَمِي آگے آپ کے صاحبزادے ابراہیم اور حضرت عمرؓ دونوں آپ کے
متبعین سے ہوئے،

تو ملا علی قاری نے بیان کیا کہ جب حقدار نبوت آپ کے صاحبزادے ابراہیم اور حضرت
عمرؓ تھے، اور وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہ بن سکے، بلکہ متبع ہی رہے ہیں، تو مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر بدلائل مذکورہ بالا علی قاری نے تین حدیثوں سے ثابت کیا ہے، کہ نبوت
کا ختم ہونا ثابت ہو گیا،

وکیل صاحب! علی قاری نے تو اپنی پہلی تینوں احادیث صحیحہ پر ختم نبوت کی تائید فرمائی
ہے، ورنہ ان کے اقوال میں تناقض لازم آئیگا، کہ دلائل پیش کریں ختم نبوت کے اور نتیجہ نکالیں
اجرائے نبوت کا، یہ عمل آپ کا ہی ہے، علماء کا نہیں،

آگے انہوں نے مثال پیش کی، جس کو تم ہضم کر گئے، کَعِيسِي وَ الْخَضِي وَ الْيَاسِ عَلِيمُ
السلام جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت یاس علیہ السلام، تو

کیا تمہارا عقیدہ علی قاریؒ کے اس قول پر ہے جیسا نہیں !

جب پہلے تین دلائل ختم نبوت جو احادیث مرفوعہ سے علی قاریؒ نے بیان کئے ہیں، اُن پر بھی تمہارا ایمان نہیں، اور آخری بات پر جو مطابق حدیث بیان کی، اس پر بھی نہیں، تو درمیان بات جو اپنی طرف سے انہوں نے اُن کی تائید میں بیان کی ہے، کیسے اخذ کر سکتے ہو، پھر آگے فرمایا، **سَلَا يَنْقُضُ قَوْلَهُ تَعَالَى حَتَّى يَنْبَغِيَ أَنْ يَنْقُضَ قَوْلَهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ** اسی بنا پر کہا کہ ان کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے تھے، کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام از الیاس علیہ السلام سابقہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ فرمادے **و خَاتَمُ النَّبِيِّينَ** کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کر دیا ہے، تو اُن میں ترقض نہیں، آگے فرمایا، **اِذَا الْمَوْحِي اَنَّهُ لَا يَأْتِي نَبِيٌّ بَعْدَهُ** اس لئے کہ خاتم النبیین کے معنی تو یہ ہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، یعنی بحیثیت نبوت (تو سوال پیدا ہوتا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آپس کے دو جواب دے، ایک **يَنْبَغِي مِلَّتُهُ** نبی کی شان یہ ہے، کہ پہلے ملت کو منسوخ کرتا ہے، جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی اقرار کیا ہے، **اَيُّ مِلَّةٍ كَلَامَاتٍ** مطبع لاہوری ص ۷۷، ابیاد اس واسطے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کریں، اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض احکام نئے لا دیں، اور عقائد والوں نے بھی نبی کی تعریف میں لکھا ہے، **لَتَبْلِيغِ مَا اَوْحِيَ اِلَيْهِ**، تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود اس لئے تشریف لا دیا ہی نہیں، بلکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے لئے تشریف لا دیں گے، تو ان کا اتیان بحیثیت نبوت نہ ہوا کیونکہ **يَنْبَغِي مِلَّتُهُ** مفقود ہے، تو جیسا کہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ وہ تشریف لا دیئے تو مقام نبوت سابقہ ان کا بدستور ہو گا، لیکن وہ ختم نبوت کے اجراء عمل کے لئے نہیں آئیں گے، بلکہ اطاعت کے لئے آئیں گے، تو نہ ان کی نبوت چلے گی، اور نہ ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں فرق لازم آئے گا، نہ ختم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تب فرق لازم آتا، جب بحیثیت نبوت تشریف لا دیں، پھر آگے دوسری دلیل فرمائی، **وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهِ** کہ وہ آپ کی امت سے بھی پیدا شدہ نہیں، بلکہ وہ سابقہ انبیاء سے ہیں، یعنی وہ اپنی نبوت کو پورا کر چکے ہیں، تو علی قاریؒ کا یہ قول بھی تمہارے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی امت سے پیدا نہیں ہوئے، اور تم مرزا یوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا، ملا علی قاریؒ نے تمہارے اس عقیدہ

کی بھی تردید کر دی، تو ملا علی قاریؒ نے تو از ابتدا زنا انتہا انتہائے عقیدہ کی تردید کر دی ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے دلائل پیش کئے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا ثابت کر کے اُن کو اعم ماضیہ سے شمار کر کے ختم نبوت کو ثابت کیا ہے، جو انتہائے عقیدے کے خلاف ہے، لہذا ملا علی قاریؒ کی عبارت صراحتہً انتہائے خلاف ہے، نہ کہ موافق، جیسا کہ تم نے غلط بیان کر کا۔ نہ چھانٹ کر لکھا ہے، اور پھر آگے ختم نبوت کی تائید فرمائی، فرمایا ویسوی حدیث کو کانِ موسیٰ علیہ السلام حیالہما دسبعہ راکاۃ تباعی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو نہ دعوت ہوتی ان کو سوا میری اتباع کے، یعنی موسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو اپنی نبوت کا اجراء نہ کرتے، بلکہ وہ میری تابعداری کرتے، یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ اگر نبوت جاری ہوتی، تو وہ اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے، اور فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، تو لعماد سبعہ راکاۃ تباعی وہ بھی دعویٰ اتباع کرتے، دعویٰ نبوت نہ کرتے، ملا علی قاریؒ ختم نبوت کے دلائل دیں، لیکن مرزائی سمجھے کہ اجلے نبوت کے مدعی تھے، تو یہ مرزائی کے بس کی بات نہیں، قرآن اور حدیث کو بھی مرزائی اُلٹ ہی سمجھتے ہیں، اگر قول قاریؒ کو انہوں نے غلط سمجھا، تو کوئی اعتراض نہیں، ملا علی قاریؒ نے پانچ دلائل سے مسئلہ ختم نبوت کو ثابت کیا،

”مرزائی“۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں، خُتِمَ بِہِ النَّبِیُّونَ اَیْ لَا یُوحَدُ مِنْ یَاسُ اللہُ سُبْحَانَهُ یَا النَّشْرِ یَع عَلَی النَّاسِ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبی ختم ہو گئے، یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا، جس کو خدا تعالیٰ شریعت دیکر لوگوں کی طرف مامور کرے، پالٹ

بک ص ۲۵۵،

”محمد عمر“۔ وکیل صاحب تم نے جب خود تسلیم کر لیا ہے، کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی، اس سے اور زیادہ اور وضاحت ختم نبوت کے متعلق اور کیا ہو سکتی ہے، انبیوں کی شرح فرمائی، اَیْ لَا یُوحَدُ مِنْ یَاسُ اللہُ سُبْحَانَهُ یَا النَّشْرِ یَع عَلَی النَّاسِ، یعنی نبی لوگوں پر شریعت لانا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی ختم ہو گئے، اب ختم نبوت کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ کا عقیدہ عرض کرتا ہوں،

وَكَانَ نَبِيًّا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا لِحُطْنِ الدَّوْرَةِ فَاتِحًا لِدَوْرَةِ الْآخِرَى،

اور تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے (دنیا) کے ختم کرنے

تفہیمات الہیہ

۱۲۳

والے، عقبی کے زمانے کے کھولنے والے،

تفہیمات الہیکہ

۱۳۷

وَمَا رَحَنَّا تَمْرَهُنَّ فِي الدُّورَةِ نَزَلًا إِلَيْكَ
لَا يُفَكِّرُ أَنْ يُوجِدَ بَعْدَ نَبِيِّ صَلَوةُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ

اللہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کے ختم کرنے والے

ہوئے، اسی لئے ممکن نہیں، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پایا جائے،

وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدًا وَرَسُولَهُ

الَّذِي لَا يَأْتِي بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَآخَرِينَ

أَجْمَعِينَ،

الانصاف

۲

اور میں گواہی دیتا ہوں، کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول
ہیں، ایسے کہ جن کے بعد کوئی نبی نہیں، درود بھیجے اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب
تمام پر،

وکیل صاحب؟ یہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا عقیدہ، جس کو جناب نے ارٹ بیان
کیا تھا،

مرزائی۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں، قُولُوا أَنتُمْ الْبَشَرُ وَلَا تَقُولُوا
لَا يَأْتِي بَعْدَهُ وَتَكَلَّمُوا بِمَجْمَعِ الْبَحَارِ مِثْلَ مَا هُوَ، یہ تو کہو، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین ہیں، مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، پارٹ بک ص ۲۵
تا ص ۲۷،

محمد عمر۔ وکیل صاحب نے تو بغیر چوری تو کبھی کچھ بیان کیا ہی نہیں، یہ تو آپ کی عادت
جلی ہے، عن عائشہ سے مجھے البھار کی عبارت شروع کر دی، وکیل صاحب اس کا مقابل کیوں
چھوڑ دیا، مقابل سے چٹم پوشی کیوں فرمائی؟ معلوم تھا، کہ حیات عیسوی و نزولہ من السماء
ثابت ہوتا ہے، اس نکتہ کی عبارت کا مقابل کا ش کہ مسیح حیات عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کی
بحث میں یاد آجاتا، تو مولے حیات عیسوی اور نزولہ من السماء کے اور کوئی چارہ
نہ ہوتا اور غلام صاحب اپنے پارٹ بک پر سیولٹی سو ایمان میں بھی خارج کر دیا اس لئے انکی بات کہے کو حجت نہیں ہو سکتی
اچھا! کوئی بات نہیں، فقیر یاد دہانی کر رہا ہوں، وکیل صاحب تھو..... ٹا سا
اس عبارت سے پیچھے ملاحظہ فرمائیے، اور نہ کیجئے لکھا ہے،

تکملہ مجمع البحار

۸۵

عِيسَى اَنَّهُ يَقْتُلُ الْخُزَيْرَ وَيَكْسِي الصَّلِيبَ
وَيَزِيدُ فِي الْحَلَالِ اَنَّهُ يَزِيدُ فِي حَلَالِ
نَفْسِهِ بِاَنْ يَتَزَوَّجَ وَيَوْلَدَ لَهُ وَكَانَ لَمْ يَتَزَوَّجْ

تَبْلَ رَفَعَهُ اِلَى السَّمَاءِ نَزَادَ بَعْدَ الْهَبُوطِ فِي الْحَلَالِ وَحِينَئِذٍ يَوْمَ مِنْ
كُلِّ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَيَتَقَنَّنَ بِاَنَّهُ بَشَرٌ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر
کو قتل کریں گے، اور صلیب کو توڑ دیں گے اور حلال میں زیا دتی کریں گے، یعنی اپنے نفس کے لئے
جس حلال شے کو انہوں نے استعمال نہیں کیا تھا، اپنے نفس کے لئے اس کو زیادہ کریں گے
بایں طور کہ نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی، اور آسمان کی طرف چڑھنے کے پہلے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا تھا، تو زمین پر اترنے کے بعد (اس) حلال شے میں ترقی
کریں گے، تو اس وقت ہر ایک اہل کتاب ایماندار ہو گا، اس بات پر یقین کریں گے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام بشر ہیں،

اس مقام پر جب محمد طاہر صاحب نے حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء الی
الارض ثابت فرمایا، تو اعتراض ہوتا تھا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے
بعد کوئی نبی نہیں، تو اس اعتراض کو رفع کرنے کی واسطے فرماتے ہیں، عَنْ حَاشِشَةَ قَوْلُهَا اَنَّهُ
خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ وَكَأَنَّ قَوْلُهَا كَايَئِذٍ بَعْدَهُ، تم کہو کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تام نبیوں
کے ختم کرنے والے ہیں، اور نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہیں رہا، رکھو کہ حضرت عیسیٰ بن
مریم علیہ السلام باقی ہیں، جیسا کہ ما قبل محمد طاہر نے بیان کر دیا، اس کی مثال فقیر آپ کو پنجابی
میں سمجھا رہا ہے، کہ کوئی شخص کسے دوسرے نوں چمچے، کیوں یا رتیرا پلٹھی داپتر کپڑا اے ادہ
اگوں جواب دے ہی آدم، زیرادہ چمچے کہ تیرا چھیکڑا پتر کپڑا اے، تاں ادہ جواب دے
محمد، تاں سوال کرن والا کی سمجھیکا بھی نہیں کوئی ہو رادو دوں چمچے دادس، ادہ آکھے گا تو پڑا بیرون
ابن، یا تاں تو چھیکڑا آکھے کے سوال نہ کر دوں، جد توں چھیکڑا دا چمچ بیٹھا ابن تاں چھیکڑا تو چمچے
غیر ہو ر چھیکڑا دا چھپنا پاگل پنا ابن، توں پہلوں جو میرے کو لوں پلٹھی داپتر دا سوال کیتا، اے
تو اسدے متعلق کیوں نہیں رد لاپایا، بیٹی استوں پہلے پلٹھی دا ہو ر کپڑا ای، جے تینوں پلٹھی دے
دسیاں یقین آگیا اے تاں تینوں چھیکڑا دے دسیاں دی یقین آجانا چاہیدا سی، البتوں معلوم
ہوندا اے یا تاں تیری ایس الی توں کوئی اپنی غرض اے کوئی دا کھینڈناں چاہنا ابن، نہیں

تاناں جا کہھوں اپنی عقل دا علاج کرا،

”سووالی“۔ اوہ نہیں جو ان میرا مطلب ہو رہا ہے،

”اولاد والا“۔ او توں اندر دی مکھ کڈھ خاں چا،

”سووالی“۔ بی توں جو آکھنا میں میرا چھیکڑ دا پتر مہدا ہے، تے آہ جیہڑا عیسیٰ لگا پھردا

ای ایہہ کھتوں آگیا ای،

”اولاد والا“۔ دیکھاں پتہ لگاناں توں تاناں میرے پہلیاں پتھراں توں سٹرنا میں، تو میرے

کولوں چھیکڑ دا پچھیا لے، میں تینوں چھیکڑ دا دس دتا اے، تیرے نال پہلوں اردو گلاں کیتلی

تینوں سمجھ نہ آئی، ہن جیہڑا پنجابی ہو کے پنجابی محاورہ دی نہ سمجھے او سدے نال دا وی کوئی

ندان ہو نا میں، چھیکڑ دے دا مطلب ایہہ مہدا ہے، بی استوں کچھے ہو کر کوئی میری بیوی

نوں بال جمیاں امی نہیں، اسدا مطلب بی وچلے سارے ای مرگئے نے؟ ساریاں پتھراں وچوں

میرا خیر نال اکو وچلا امی جیندا لے، توں ہن آکھیں ایس وچلے نوں چھیکڑ دا اکھ، میں ہن وچلے

نوں چھیکڑ دا کیوں آکھاں، گلاں تے کم مینوں چھیکڑ والے دے نہیں کھلے دے، آج تیرے میں

او مہدا امی کھانا اسدا امی مہدا ونا او سے دی تھاں دچہ رہنا، او سے دی عزت بنائی ہوئی

توں میرے سارے پتھراں دی قدر پئی مہدی لے، میرا جیندا رہے وچلا پر گل ساری چھیکڑ دے

دی لے، وچلے دے جیندیاں بھی چھیکڑ دا چھیکڑ دا امی اکھو ادیگا، کوئی عقل دا انتھاں بھاپوں

منے تے بھاویں ناں منے،

”سووالی“۔ (اولاد والے کو مخاطب ہو کر) بابا مینوں بھی پتر بنالے،

”اولاد والا“۔ جا اد جا، اپنے اپنے ای مہدے نے، پر اسے پر اسے ای مہدے نے،

پر اسے دی کدی اپنے بنے نے، ڈھڈوں جتے ای اپنے مہدے نے، پر ایہہ چوہا کدی کم نہیں آوندا،

جدا کہ ڈنگ ای ماریگا، پر سو مہدے رستا تے سرے تے گنڈھ، جے توں میرا پتر بننا مہدا تاں رب

تینوں میرے نطفے دا میری بیوی دے ڈھڈوں چا جاندا، جے میرے گھر انیوں جمیاں نہیں،

تاں میرے بنایوں تو کہدینوں،

”سووالی“۔ ناں او بابا بنالے،

”اولاد والا“۔ میں تینوں کیوں پتر بنالاں، رب نوں پہلوں چا آکھیں آں، تینوں میرے

گھر ای چا پیدا کردا، جے تینوں رب نے میرے گھر جا بابا نہیں تاں، میں شریعت دے خلاف

تینوں لاواں کیوں رکھ لائیں، میریاں نوہاں دھیاں جوان نے توں دی ایڈا سارا ہٹا کر اٹھا جواں ب
بھلک نوں توں کوئی نو نہہ دھی لیکے نس جاویں، میں بدھا گھر کچھا پھراں، نوکان دی مینوں دی
جھوٹیاں کرناں ایں، توں لاواں رکھیا کیوں، تیرے چنگے بھلے اپنے پتر اپنے پتر اں دیا ہندیاں
میں لاواں نہیں رکھدا،

”سوالی“ - بابا مینوں پوتا ہی بنائے،

”اولاد والا“ - ناں بھی جے رب نے پوتے دینے ہوندے، تاں مینوں اپنے پتاں دھوں
ای دے دیندا، جدا دس نے اپنے پتاں دچوں نہیں دتے، تاں میں تاں اسدی رضا دتے
راضی آں، اپنے گھر نہیں دتے تاں پر اسے میں نہیں رکھدا، توں میرے مگروں کوہ،

سوالی و چارہ شرمندہ ہندا چلا گیا، جب اپنے خاتم کے معنی پنجابی زبان میں سمجھ لئے تو آدم
برہم مطلب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،

تو دانتہ، خاتم الانبیاء اور بے شک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے
ختم کرنے والے ہیں، یعنی سب سے آخر نبوت آپ کو ہی ملی ہے، آپ کے بعد اور کسی کو نبوت
نہیں مل سکتی، اور آگے فرمایا، وَلَا تَقُولُوا لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ ۚ یہ لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ ی فرماں مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں، بلکہ یہ محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبوت کے لئے ہے، کہ مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخری نبی تو ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں، کہ آپ سے پہلا بھی کوئی نبی زندہ
نہیں، اسی واسطے فرمایا، وَلَا تَقُولُوا لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ ۚ اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا اور اگر بعد کے بنے ہوئے نبی کے متعلق لَا تَقُولُوا لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ ی مراہوتا
تو تَقُولُوا لَآ نَبِيَّ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ نہ درج ہوتا، بلکہ اس کی بجائے یَا اَبَا اَبِي الْاَنْبِيَاءِ بَعْدَہٗ ی
کیونکہ پہلے قانون ہوتا ہے، بعد میں اس کا معنوں مذکور ہوتا ہے، عنوان ختم نبوت کا ہو، اور معنوں
اجرائے نبوت کا تو یہ عقل و علم ذی شعور کے نزدیک محال ہے، اور محمد طاہر صاحب نے لَا تَقُولُوا
لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ کے بعد فرمادیا وَ هٰذَا اَنَا ظَرُّ اِلٰی سَزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اور لَا تَقُولُوا
لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی دلیل ہے، دلیل صاحب نے وَلَا تَقُولُوا
لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ کو تو پڑھ دیا، لیکن وَ هٰذَا اَنَا ظَرُّ اِلٰی سَزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کو
چھوڑ گئے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جس غرض کے لئے وَلَا تَقُولُوا لَآ نَبِيَّ بَعْدَہٗ ی عبارت کو ہی کہہ
گئے، اور اگر مصنف کے مطلب وَ هٰذَا اَنَا ظَرُّ اِلٰی سَزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ پر تھا،

نہیں، تو دَلَّ لَا تَقُولُوا لِأَبِي بَعْدَ ۚ قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تو قول مصنف ہے۔
اس کی بھی تو سند حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک نہیں، لہذا یہ قول بھی مستند نہ رہا، اب
اگر مرزائی لَا تَقُولُوا لِأَبِي بَعْدَ ۚ سے محدطہ ہر کے پیش کردہ قول پر یقین رکھتے، اور آگے ان کے
بیان کردہ مطلب و ہذا انا ظنرنا انی نزل عیسیٰ علیہ السلام کہ یہ صرف حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے کہا گیا ہے، کہ سابقہ ایک نبی ابھی موجود ہے اب اگر لَا تَقُولُوا
لِأَبِي بَعْدَ ۚ کے بیان کردہ مصداق کا انکار کرے تو دلیل صاحب کا حوالہ مجمع البحار کا پیش کرنا
دیانتداری کے خلاف ہوگا، پھر فرمایا کہ لَا تَقُولُوا لِأَبِي بَعْدَ ۚ میں نے حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام
کا استدلال میں پیش کیا ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدَی کا انکار نہیں کیا، اسی
آگے فرمایا وَ هَذَا أَيْضًا لَا يُنَافِي حَيْثُ عِزِّي لَا نَبِيَّ بَعْدَی لَا مَنَافَا وَلَا نَبِيَّ مَنُوعٍ
مَشْرُوعَ نَبِيٍّ وَهَؤُلَاءِ هِيَ، جو پہلی شریعت کو منسوخ کرتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے
نبی ہیں، جو اپنی شریعت لیکر نہ آئیں گے، کیونکہ اُن کی شریعت بہ آمدن حضور صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ
ہو چکی، اور وہ اپنی نبوت کی طویل بھی ادا کر چکے ہیں، اسلئے ان کی نبوت سابقہ سے انکار نہیں ہو سکتا،
اور ان کا بحیثیت نبوت تشریف لانا بھی نہیں، کیونکہ نبی کی شان یہ ہے، یُنْصَحُ مَشْرُوعَ شَرِيعَةٍ
کو منسوخ کرے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت کو منسوخ نہ کر سکیں گے، تو مَنَافَا حَيْثُ الْبَرَّةُ
اُن کی تشریف آوری نہ ہوئی، تو محدطہ صاحب نے اس مسئلہ کو بھی حل فرمادیا، کہ میرا کہنا کہ لَا نَبِيَّ
بَعْدَ ۚ بِالْأَبِي بَعْدَی حدیث کے منافی نہیں، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی
کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا، باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول من السماء تو یہ لَا نَبِيَّ بَعْدَی
کے خلاف نہیں، بلکہ ان کی شریعت خود منسوخ ہو چکی، اُن کی طویل نبوت ختم ہو چکی، اب وہ سابقہ
نبی ہونے کی حیثیت سے اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کام کریں، تو ان کی سابقہ نبوت
کا بھی انکار نہ ہوگا، اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے میں بھی خرابی لازم نہ آئے گی،
اور ان کے دوبارہ تشریف لانے سے نبوت کا اجراء لازم نہ آئیگا، کیونکہ وہ قبل مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم نبی تھے، اب ان کی موجودگی ختم نبوت میں خارج نہیں ہو سکتی، محدطہ صاحب نے مجمع البحار
میں جو بیان فرمایا ہے، وہ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تحریر فرمایا ہے، لیکن وہ کیا صاحب
نے اس عبارت کو آگے پیچھے سے چھانٹی کر کے درمیانی عبارت کا ایسا بھل حصہ بیان کر دیا، جس سے
مسلمانوں کو دھوکا دیں گے، اگر ایمان کی رتی سب تو میں دلیل صاحب کی خدمت میں التی کر دوں گا، کہ مجمع البحار

کی پوری عبارت آگے رکھ کر مصنف کے صحیح مطلب کو بیان کر دو، تو مرزا ایت تمہیں جواب دیکھا لیگی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

”مرزائی“۔ مولوی صاحب! ہر طرح سے تسلی ہو گئی، صرف ایک کتاب کے متعلق کچھ شکوک باقی ہیں، اس کی تسلی ہو جائے، تو ختم نبوت کے متعلق انشاء اللہ عزیز پوری پوری تسلی ہو جائے گی۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ابن حجر العسقلانی نے حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صَدِيْقًا مُّذِيًّا، کے مفصل بحث میں اس حدیث کو ثابت کر کے لکھا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزاد حضرت ابراہیم نبی تھے، چنانچہ وہ حضرت علی رضی کی عبارت بدیں الفاظ نقل کرتے ہیں،

وَاَدْخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْدَ لَانِي قَبْرَهُ فَقَالَ اَمَّا ذَاكَ
اَمْسَهُ لِنَبِيِّ ابْنِ بَنِي دَبَلَى الْمُسْلِمُونَ حَوْلَهُ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابراہیم کا جنازہ پڑھائے بغیر اس کو دفن فرمایا تھا، اور آگے ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کرتے ہیں،
اَمْسَهُ لَا يَصِلُ بَنِي عَلِيٍّ اَيُّهَا فَقَدْ حَبَا لَوْ عَاشَ لَكَانَ بَدِيًّا يَعْنِي عَلَامَةً زَكِيَّةً فَرَانِ
ہیں، کہ نبی بنی کا جنازہ نہیں پڑھاتا اور پھر آگے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، وَلَا بُعْدَ فِي اَثْبَاتِ النَّبُوَّةِ
لَهُ مَعَ صِغَرِهِ لَا مَسَّهُ كَعِيسَى الْقَتَائِلِ يَوْمَ دُلِّ اِنِّي عَبْدُ اللهِ اَتَنِي الْكِتَابَ وَ
جَعَلَنِي نَبِيًّا وَكَيْفِي قَالِ اللهُ تَعَالَى فِيهِ وَاتَيْنَاكَ الْحُكْمَ صَبِيًّا هَاطِلًا بَلْ اَز
ص ۲۶۴ تا ص ۲۶۵۔

”محمد عمر“۔ تمہارا یہ کہنا کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ بَدِيًّا ثابت کیا ہے بھوٹ
ہے، کیونکہ ابن حجر عسقلانی نے فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۲۵ میں لکھا ہے، لَوْ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا مُّذِيًّا
پھر اس کے جواب میں بھی اقرار کیا ہے اور نیز اس کو پہلے بھی اسماء رجال کی کتب سے ضعیف ثابت
کر چکا ہے،

پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ روایت ہی بے سند ہے، پھر دوسری عرض ہے کہ ابن حجر عسقلانی
علیہ نے آگے لکھا ہے کہ اس کے رواہ ضعیف ہیں، فَقَالَ فِيهِ مَنْ لَبَسَ بِالْقُبُورِ، لہذا
تمہارا استدلال وَاَمْسَهُ لِنَبِيِّ ابْنِ بَنِي عَلِيٍّ صَحِيْحٌ نہ ہوا،

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، کیونکہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ
نَبِيًّا کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے جیسا کہ تم بھی تسلیم کر چکے ہو، ملاحظہ ہو،
پاکٹ بک ص ۲۳۶ اور ص ۲۳۷ پر بھی اور اَمْسَهُ لِنَبِيِّ ابْنِ بَنِي عَلِيٍّ کا مطلب ہے، کہ حضرت ابراہیم نبی

ہے اور نبی کا بیٹا ہے، تو دونوں میں تعارض ثابت ہوا، اور یہ ممکن نہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں، کہ اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا، اور دوسری جگہ یہ اہل شادی ہو کہ یہ اس وقت ہی نبی ہے، تو دونوں ہی بقانون اذا تعارضتا سقطا سقط بوجہ، قابل قبول نہیں، اس لئے بھی تم ان دونوں سے استدلال نہیں کر سکتے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ دلیل صاحب کو مرزائیت نے اتنا بھانپا ہوا ہے، کہ اتنا بھی یاد نہیں کہ میں بڑے زور سے اپنی پاکی بک کے ص ۴۳ پر حضرت ابراہیم کے متعلق تسلیم کر چکا ہوں، کہ ابن ماجہ کا ایک باب مقررہ تحریر ہے، ما جاء في الصلوة صلى ابن رسول الله اور حدیث بیان فرمائی کہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضرت ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھا۔

کیوں جناب خود ہی پہلے تسلیم کرتے ہو اور پھر خود ہی اس کے خلاف کو استدلال پیش کرتے ہو، دلیل صاحب آپ اس مثال سے ناراض تو نہ ہو گئے، اگر فقیر کہے کہ مدد و غور کا نقطہ بنائے، اب تو مرزائی صاحب ابن ماجہ والی حدیث کو تسلیم کرتے ہو، تو تمہاری اس پیش کردہ فتویٰ حدیث کی روایت جھوٹی ثابت ہوتی ہے، اگر ابن ماجہ والی حدیث کو آگے رکھتے ہو، تو فتویٰ حدیثیہ کو رد کرنا پڑیگا، لہذا ان دونوں حدیثوں میں دو تعارض ثابت ہوئے، جس کی بنا پر تم ان دونوں کے کسی جملے سے استدلال نہیں لے سکتے، لہذا تمہارا یہ فتویٰ حدیثیہ کا استدلال غلط ثابت ہوا۔

باقی رہا تمہارا کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی طرح طفولیت میں حضرت ابراہیم کے لئے نبوت ثابت ہوتی ہے، تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے وَجَعَلْنِي نَبِيًّا قرآن کریم نے فرمادیا اور یحییٰ علیہ السلام کے لئے وَاقْبَلْنَا الْهٰكُمَ نَحْنُ قرآنی موجود ہے، ایسے ہی قرآن کریم سے کوئی ایسی آیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزاد کے لئے بھی تو بیان فرمادیتے، تب تمہارا استدلال صحیح ہو سکتا تھا، خصوصاً آئینہ اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابلہ میں ہم کسی کی رائے کو مقدم نہیں سمجھتے، اور یہی قانون کتب، اصول میں مذکور ہے، اگرنا انہی نہ فرمادیں، تو عرض کردیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام در حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائشی نبوت کو تسلیم کرنا تمہیں سمجھ میں نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اسی طرح ان کی حیات جہانی کے بھی

قائل نہ ہو جاؤ گے، کیونکہ جیسا کہ یہ قرآنی نص سے ثابت ہے، ان کی حیات جسمانی بھی نص قرآنہ سے منصوص ہے، تمہارے لئے وہ بھی مخالف اور یہ بھی مخالف، کیونکہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بھی تم منکر اور پیدائشی نبوت کے بھی منکر، کیونکہ اگر نبوت پیدائشی کو تسلیم کرو گے تو نبوت مرزا یحییٰ کا خاتمہ ہو جائے گا، کیونکہ اشاعت اس کی بتدریج ہوئی، اور دعویٰ بھی بتدریج کیا گیا، سو فتویٰ حدیثیہ کا یہ قول ابن حجر عیشی کا بھی تمہارے مخالف ثابت ہوا، اور فرمان خداوندی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے سامنے سر کو خم کرنا پڑے گا، اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ بنا، نہ بن سکتا ہے اور نہ بنے گا، اور یہی عقیدہ ابن حجر عیشی کا بھی تھا، ملاحظہ ہو، آپ ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں،

فتویٰ حدیثیہ

۱۳۴

فَاَوْحَىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ إِلَيْهِ وَحْيَهُ وَقَالَ قَدْ خَلَقْتُكَ لَأَخِرِ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا ذَلِكَ لَمْ أَخْلُقْتُكَ
 آدم علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ قسم ہے مجھے میری عزت کی اور قسم ہے مجھے میرے جلال کی بے شک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور میری اولاد کے نبیوں سے آخری نبی ہیں، اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا، کیوں جناب مرزائی صاحب؟ قسم ہے تجھے تیرے پاپائے نادانی کی ذرا سا ہی انصاف کسی سے عاریتہ لے لے، اور پھر نظر انصاف سے دیکھ، کہ خداوند کیسے اپنی عزت و جلال کی قسم لکھا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ارشاد فرما رہے ہیں، اور لکھنے والے وہ ہیں، جسکو تم نے بھی تسلیم کیا ہوا ہے، یہ تھا تمہارا مایہ ناز استدلال،

خدا کے فضل و کرم سے جس کا جواب اسی کتاب سے دیا گیا، اٰمِنُوْا وَّلَا تُؤْمِنُوْا،
 ہمارا کام کہہ دینا ہے یا رو ؟ تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو
 ”مرزائی“۔ خدا کے فضل و کرم سے میری ہر طرح سے تسلی ہو گئی، اب انشاء اللہ میرا کیا عقیدہ

ہو گیا، کہ
 مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نبوت ختم ہے
 ”محمدؐ“ نہیں نہیں صاحب! ابھی مرزا صاحب کے حوالہ جات عرض کرتا ہوں، تسلی سے
 سنئے۔

ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت و مکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول ہوں،

(۷)۔ انجہام آختم
۲۷

اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشهاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے، جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، نہ کوئی اور نہ کوئی نیا، اور ایسا ہی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں سب نبیوں کی وفات ایک مشترک لفظ جو خَلَتْ ہے، خدا نے ظاہر کی تھی۔

(۸)۔ اعجاز احمدی
۱۸

میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں، اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور داسرو اسلام سے خارج سمجھتا ہوں،

(۹)۔ تبلیغ رسالت
۲۷

آیت الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آیت وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے، اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، جیسا کہ فرمایا وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ،

(۱۰)۔ تحفہ گولڑیہ
۶۶

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں، اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں، کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا جو یا پورا نا اور قرآن کریم کا ایک شعثہ یا لفظ منسوخ نہیں ہوگا، ہاں محدث آئیں گے،

(۱۱)۔ نشان آسمانی
۲۹

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا، کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی، کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا، اور قرآن شریف

(۱۲)۔ کتاب البریہ
۱۸۴

جس کا لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ دَجِّنُ رَّسُولُ اللّٰہِ وَحَاشَۃَ النَّبِیِّیْنَ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا، کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔

یہ سب خیالات فضول اور کوثر اندیشیاں ہیں، ہمارا ایمان یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔

(۱۲)۔ اربعین ع

۸۴

سب کو معلوم ہے کہ حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں، اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں یہی معنی آیت رَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ وَّلَکِنْ حَدَّثَ مِنْ نَّبِیِّہِ الرَّسُوْلُ کے لئے ہیں، یعنی سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔

(۱۳)۔ براہین احمدیہ

حصہ پنجم - ۲۴

کیوں جناب وکیل صاحب؟ مرزا صاحب اپنے فریادگی کے سال یعنی ۱۹۰۸ء میں حصہ پنجم تصنیف کر کے اس میں رقم طراز ہیں، جس سے دو مطلب صاف واضح ہو رہے ہیں۔

(۱)۔ قرآن کریم سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا اقرار کرنا۔

(۲)۔ نبوت ختم ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع تھا۔

مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہو چکا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر از روئے قرآن و حدیث نبوت ختم ہونے کا یقین مرزا غلام احمد صاحب کو بھی تھا، لیکن محض اپنی نفسانیت سے اجراءے نبوت کے قائل ہوئے،

اور اسلام میں یہ پہلا اجماع تھا۔

(۱۴)۔ حقیقۃ الوحی ۲۳

کہ سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔

کئی مقامات پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا اقرار فرمادیں جن سے بعض عبارتیں اوفقے پیش کی ہیں اور یہ بھی اقرار کریں کہ قرآن اور حدیث میں بھی ایسے ہی ہے اور کئی مقامات پر ختم نبوت کے منکروں پر فتویٰ جرایں جیسا کہ ارشاد ہے۔

(۱۵)۔ آسمانی فیصلہ ۲۵ | اور میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں،

(۱۶)۔ ایک غلطی کا
ازالہ
تبلیغ رسالت

لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی سچائی ہو جاتی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے
اور آیت وَلَکِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ (فَعُوْذُ
بِاللّٰهِ) اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے،

کیوں جناب دلیل صاحب؟ اب فرمائیے کہ تمہارے مرزا صاحب کا فیصلہ ہی تمہارے
لئے کافی نہیں،

”مرزائی“۔ یہ اردو عبارتیں ہیں، ان میں خاتم الانبیاء یا خاتم النبیین کا استعمال دوسرے
معنی رکھتا ہے، قرآن کریم اردو زبان میں نہیں، کہ تم نے اردو زبان کی عبارتیں پیش کر دیں، باکٹ
بک ص ۴۷۷،

”محمد عمر“۔ بڑا افسوس ہے، مرزا صاحب کی ایسی عبارتیں واضح تمہارے سامنے بیان کی
گئیں، لیکن تم ایسے ہرٹ دھرم ہو، کہ بدیہی عبارتوں کا بھی انکار کرتے ہو، کیا اردو کلام میں
عربی الفاظ کا استعمال نہیں، اردو کلام میں جہاں بھی عربی لفظ مستعمل ہو، اس کے معنی وہی رہتے
ہیں، جو پہلے عربی میں مستعمل ہوتے تھے، مثلاً جمالی و جلال، حرام و حلال وغیرہ وغیرہ، جب تمہارے
سامنے عربی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں، تو تم مطلب بدلنے کی کوشش کرتے ہو، اور اگر صاف اردو
کلام پیش کر دیں، تو اردو کلام کو بھی ٹھکرا دیتے ہو، آئیے! اب تمہارے مرزا جی کی عربی عبارتیں پیش
کرتا ہوں، امید ہے کہ تم انشاء اللہ ملاحظہ فرما کر ضرور ایمان لے آؤ گے،

(۱۷)۔ توضیح مقام
وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
لَمَ یَبْقَی مِنَ النَّبُوَّةِ اِلاَّ الْمُبَشِّرَاتِ،

مَا كَانَ اللّٰهُ اَنْ یُّرْسِلَ نَبِیًّا بَعْدَ نَبِیٍّ خَاتَمِ
النَّبِیِّیْنَ وَمَا كَانَ اَنْ یَّعْدِلَ سِلْسِلَةَ النَّبُوَّةِ
ثَانِیًا بَعْدَ اِلْقَاطَاعِهَا

(۱۸)۔ آئینہ کمالات
۲۱۱

وَأَمَنْتُ بِأَنَّ نَبِیًّا مَّعَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
خَاتَمُ الْأَنْبِیَاءِ وَإِنَّ كِتَابَنَا الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ وَبِیْلَةِ
الْإِسْتِدَاعِ لِذِیْنِی لَنَا تَقْدِی بِہِ إِلَّا الْمُعْظَمَ وَلَا

(۱۹)۔ آئینہ کمالات
۱۹

(۲۰) - مِنَ الرَّحْمَنِ

۲۰

(۲۱) - ضَمِيمًا حَقِيقَةً

الْوَحْيِ ۶۴

كِتَابَ لَنَا نَبِيًّا لَا الْفُرْقَانُ الْمُقِيمُ عَلَى الصَّحُفِ الْأُولَى وَ أَمْنُ بَيَانٍ
دَسُؤْلَنَا مَسِيْدُ دِلْدَا دَم سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ دِيَانُ اللّٰهُ خَتْمٌ بِهٖ النَّبِيِّينَ -

مَلَكَمَاتٍ دَبْنًا أَحَدٌ يُشْحِقُ الْعِبَادَةَ وَ حُدَّةً
نَكَلُ الْإِلَهِ رَسُوْلُنَا الْمُطَاعُ وَ أَحَدٌ لَا يَتِيَّ لِحُدَّةٍ
وَلَا شَرَّ بُلْكٍ مَعَهُ وَ إِنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ -

وَأَنَّ دَسُؤْلَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ عَلَيْهِ الْقَطْعَةُ
سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِينَ نَلْسُ حَقٌّ أَحَدٌ أَنْ يَدَّعِي
النَّبُوَّةَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا الْمُصْطَفَى -

کیوں جناب دکیل صاحب؟ منہار سے مرزا صاحب کا کالاقانون پہلے انہی پر نازل ہوا، جو
انہوں نے یہ قوانین مقرر فرما کر پھر خود ہی دعویٰ نبوت کر دیا، یہ سب کچھ بوجھ سے تقویم ہوتا
تھا۔ میں تو مرزا صاحب کا اس میں انصاف تصور کر دیتا، کہ منکرین ختم نبوت کو ثابت کر دیا
کہ میں تو اپنے ہی ہمیدہ قانون میں جکڑا گیا ہوں، لیکن تم بھی جانا، لیکن کچھ بھی بعض جو مرزا صاحب سے
گرنے سے ختم نبوت کا انکار کر کے اجرائے نبوت کا انکار کر کے اجرائے نبوت کا قائل بنے
تو میں تو پھر یہی کہہ دیتا، کہ

لَوْ أَنِّي دَامَ فِي سَيَّارِ الْكِبَا
أَمِنُوا أَوْ لَا تَوَّ مَنُوءَا،

(۲۲) - فَتَمَّ حَقِيقَةً

الْوَحْيِ ۶۳

گویا اسی دم سے خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی اور
اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا، کہ اب موت کے دن
تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہوگی، اور نہ سلسلہ اولاد کا چلیگا اور
یقیناً اس نے اس الہام کو توڑنے کے لئے اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی، مگر
وہ کوشش ضائع گئی آخر نامراد مرا،

دکیل صاحب اب فرمائیے؟ مرزا جی کی مہر سعدا شہ کی بیوی کے رحم پر لگ جاوے، تو تا جین
وہ اولاد سے محروم، اور سلسلہ اولاد بند، لیکن اگر رب العزت انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہونے
پر مہر مہدی لگا دے تو نبوت کا سلسلہ چالو ہو جائے، یہ مرزا جی عقل کو ہی گوارہ ہو سکتا
ہے۔

(۲۳) - حمامۃ البشری
۱۲

وَيَقُولُونَ إِنَّ هَٰذَا الرَّجُلُ لَا يَعْتَقِدُ بِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَنُتْقَى الْمُرْسَلِينَ لَدُنِّي بَعْدَهُ وَهُوَ خَاتِمُ الْبَيِّنَاتِ وَهَٰذِهِ كُلُّهَا مُفْتَرِيَاتٌ وَتَحْرِيفَاتٌ -

(۲۴) - حمامۃ البشری
۱۲

أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيمَ الْمُتَفَضِّلُ سَمِيَ نَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ امْتِنَانٍ وَفَسَّرَهُ نَبِيَّنَا فِي قَوْلِهِ لَدُنِّي بَعْدِي بِبَيِّنٍ وَاضِحٍ لِلْعَالَمِينَ وَلَوْ جَوَزْنَا ظُهُورَ نَبِيِّ بَعْدَ نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَجَوَزْنَا الْفَتْحَ بَابِ وَحْيِ النَّبَوَّةِ بَعْدَ تَعْلِيْقِهَا وَهَٰذَا خُلْفٌ كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى الْمُشْرِكِينَ وَكَيْفَ يَجِيءُ نَبِيٌّ بَعْدَ رَسُولِنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَخَتَمَ اللَّهُ بِهِ الْبَيِّنِينَ -

(۲۵) - تحفہ بغداد

وَقَدْ خَتَمَ اللَّهُ بِرَسُولِنَا الْبَيِّنِينَ وَقَدْ انْقَطَعَ وَحْيِ النَّبَوَّةِ -

(۲۶) - تحفہ بغداد
۲۴

فَإِنَّ النَّبَوَّةَ قَدْ خَلَّتْ،

(۲۷) - تحفہ بغداد
۲۵

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدُنِّي بَعْدِي وَسَمَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى خَاتِمَ الْأَنْبِيَاءِ فَمِنْ أَيْنَ يُظْهِرُ نَبِيٌّ بَعْدَهُ إِلَّا تَتَفَكَّرُونَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ سَتَبْعُونَ الْأَذْهَامَ ظُلْمًا وَزُورًا وَتَتَّخِذَ الْقُرْآنَ مَعْجُورًا وَصِرْ شُرْمًا مِنَ الْبَطَالِينِ -

وکیل صاحب! اب تو مرزا صاحب نے فیصلہ کر دیا ہے، کہ اجرائے نبوت کا عقیدہ ظلم ہے اور جھوٹ ہے، واجرائے نبوت کا عقیدہ تمہارا کرب قرآن ہے اور بطل ہے، اب بھی تم اگر اجرائے نبوت پر اصرار کرو گے تو حکم مرزا صاحب تم تارک قرآن اور ظالم اور کذاب اور بطل ثابت ہو گے، فقیر نے مرزا صاحب کی اردو و عربی عبارتیں تمہارے سامنے پیش کر دیں، اس کو کہتے ہیں انصاف کہ سچی بات اپنے خلاف بھی وارد ہو، تو بھی کہہ گذرے، خواہ لینی کی دینی پڑ جائے، سچ ہے سچی بات کہہ دو خواہ اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو،

خاتم کی تحقیق مرزا جی زبانی

تزیان القلوب
۳۰۰

میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، جس کا نام جنت تھا، اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی اور بعد اس کے میں نکلا تھا، اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا،

تزیان القلوب
۳۰۲

وَلَيْسَ بَعْدَهُ دَلَلٌ فِي هَذَا النَّوعِ فَخَوَّضَاتِمُ
الْأَوْلَادِ - اور اس کے بعد اس نوع میں کوئی لڑکا نہ ہو، تو وہ خاتم الاولاد ہے،

”مرزائی“۔ ان دونوں عبارتوں میں خاتم الاولاد سے مراد اولاد کا سلسلہ بکلی منقطع کرنے والا نہیں ہو سکتا، کیونکہ کیا آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے بعد ختم ہو گیا؟ نہیں، بلکہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے ذریعے سے چلا، اور آپ خاتم الاولاد ان معنوں میں ہوئے کہ آپ کے والدین کی اولاد کا سلسلہ آپ کے سوا دوسرے بچوں کے ذریعے سے منقطع ہو گیا، لیکن صرف آپ کے ذریعے سے آگے اُن کی اولاد چلی، پس ایسے ہی خاتم النبی کے معنی بھی یہی ہو گئے، کہ دوسرے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے اور آئندہ نبیوں کا سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے چلے،

”محمد عمر“۔ وکیل صاحب کیسے بھولے ہیں، وکیل صاحب مرزا صاحب نے اپنی اولاد کا ذکر نہیں فرمایا، جس کی طرف تم پلٹ گئے، مرزا صاحب کا تو فرمان ہے، کہ اپنی ماں کے پیٹ سے اپنی بہن جنت کے بعد میں نکلا، اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا، تو مرزا صاحب بفرمان خود اپنے ماں باپ کے خاتم الاولاد ہیں، یعنی ان کی ماں کے پیٹ سے اور کوئی بچہ نہیں نکلا، تم جو کہتے ہو، کہ خاتم بمعنی افضل ہیں، ختم کرنے کے نہیں، تو تمہارے یہ معنی تہ درست ہو سکتے ہیں، کہ ثابت کرو کہ مرزا صاحب کے بعد اُن کی ماں کے پیٹ سے کوئی اور بچہ نکلتا، جب نہیں نکلا، بلکہ مرزا صاحب کی اپنی پیدائش کے بعد کوئی بھائی بہن پیدا نہیں ہوا، تو مرزا صاحب خاتم الاولاد بنے، جب مرزا صاحب کے بعد کوئی قسم کا بچہ نہ پکا نہ کچا اُن کی ماں کے

پیٹ سے نکلنا تم ثابت نہیں کر سکتے، تو مرزا صاحب بایں معنی ہی خاتم الاولاد ہو سکتے ہیں، یا کہ وہ کہ مرزا صاحب نے جھوٹ بولا ہے، تو پھر بھی مرزا صاحب کا دوسرا کالاتاقانون مرزا صاحب پر ہی وارد ہوگا، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے،

حقیقۃ الوحی ۲۰۶ | جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے،

اب یا تو مرزا صاحب کو ان کے اپنے ہی کالاتاقانون کا مصداق بنالو، اور چاہے ان کو بمعنی صحیح خاتم الاولاد تسلیم کر لو، کہ مرزا صاحب کا ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد کسی قسم کا کچا نہ پکا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، ایسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد نہ کوئی ظلی نہ بروری نہ اصلی کسی قسم کا بنی پیدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں،

مرزا صاحب کو بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
پر نبوت ختم ہونے کا علم یقین تھا

(۱)۔ ایام صلح ۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام نبی فوت ہو چکے ہیں،
وَمَنْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَبِّهِ
مِنَ النَّبِيِّ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ -

(۲)۔ توضح مرام ۸

اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا، تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں
قوت و استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا،

(۳)۔ آئینہ کمالات
مطبع لاہوری ۲۰۸

یعنی فوجہ کما یعی فون ابناء ہمد، یعنی وہ لوگ پیغمبر آخر الزما
کو امام الانبیاء اور سید الاولیاء ہے، اسی طرح شناخت

(۴)۔ مکتوبات احمدیہ ۵۱

کرتے ہیں، جیسے وہ اپنے بیٹوں کو شناخت کر رہے ہیں..... حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و
سلم نے ادیس کے وجود کو یمن میں شناخت کر لیا،

(۵)۔ تحفہ بغداد ۲۲ | فَإِنَّ النَّبُوَّةَ شَدْ حَقَّتْ -

۱۶۔ ایام صلح ۱۸۶

قرآن کی رو سے کسی نبی کا آنا منوع ہے۔

(۷)۔ حَمَامَةُ الْبَشَرِ
وَمَا كَانَ لِي أَنْ أَدْعِيَ النَّبُوَّةَ وَاحْتَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ
وَالْحَقُّ بِقَوْمٍ كَافِرِينَ،

۹۶

اور میرے لئے یہ لائق نہیں، کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں، اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کفار سے جا ملوں،

مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے، کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اسلام سے خارج ہے اور پکا کافر ہے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، اسے مرزائی دوستوں! یاد بخود ایسی واضح عبارت کے کہ مرزا صاحب اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھنے والے کو اسلام سے خارج اور کافر کہیں، لیکن تم مرزائی ایسی عبارت واضح اپنے مرزا صاحب کی دیکھ کر بھی اجرائے نبوت کے قائل رہو، تو تم بفتویٰ مرزا صاحب بھی اسلام سے خارج ثابت ہو گئے،

”مرزائی“۔ مرزا صاحب کی عبارتوں پر جو انہوں نے ختم نبوت کے متعلق بیان کی ہیں، تمہیں یقین ہے، تو پھر مرزا صاحب پر مسلمانوں نے کفر کے فتوے کیوں صادر رکھے؟ ”محمد عمر“۔ مرزا صاحب کی مثال بعینہ سیکھوں کے گور و نانک صاحب کی ہے، وہ بھی چاہتے تھے، کہ اسلام اور کفر کو یک جا جمع کر دوں، اسی لئے اسلامی اصولوں کے پابند بھی نہیں، مثلاً صوم و حلوۃ، حج و زکوٰۃ اور کلمہ طیبہ کے قائل بھی ہے اور عامل بھی لیکن جب کوئی مہندوان سے مدیانت کرتا کہ یہ اقوال و افعال تو اسلامی ہیں، تو بابا نانک جی فرمادیتے کہ تم اس کا مطلب نہیں سمجھتے، اور اس کی تاویل کر کے بری ہو جاتے، چنانچہ سیکھوں کو جب نماز روزے، حج و زکوٰۃ کے متعلق سنایا جائے، کہ ہمارے گرو جی فرماتے ہیں، لام لعنت بر مترنہاں جو ترک نماز کرین (جہم ساکھی ۲۲۱) تو سیکھ فوراً اس کی تاویل کر کے کہہ دیتے ہیں، کہ ہمارے بابا جی نے نماز کا مطلب حقیقی نماز نہیں لیا، بلکہ اس کا مطلب بابا جی نے یوں فرمایا ہے، اُلٹ ثابت کر دیتے ہیں، مثلاً بیچ نماز یقین مصلیٰ دربار صاحب مارو محلہ، پانچواں اپنا مطیع بنانا مقصود تھا، ایسے ہی مرزا جی سے جب ختم نبوت کا مسئلہ کوئی مسلمان دریافت کرتا تو فوراً فرمادیتے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد میں نبوت کے مدعی کو کافر سمجھتا ہوں، اور جب اُن کا کوئی مرزائی لوریانت کرتا، تو
 مرزائیبتے کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے، جہنمی ہے، کیونکہ نبوت جاری ہے، جیسا کہ فرمایا،
تبلیغ رسالت ۱۳۱ | میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں،

حقیقتہ الوحی ۱۴۳ | جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا،

حقیقتہ الوحی ۱۵۰ | اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا،

تبلیغ رسالت ۹۱ | اور لعنت ہے اس شخص پر جو مجھے جھوٹا جانتا ہے،

تبلیغ رسالت ۲۷ | **در الحام**۔ جو شخص تیری پیروی نہیں کر لگا اور تیری بیعت میں داخل
 نہیں ہوگا، اور تیرا مخالف رہیگا، خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے

والا اور جہنمی ہے،

مرزا غلام احمد صاحب کی سابقہ عبارات سے ثابت ہوا، کہ مرزا صاحب کو مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا علم تھا، جسکی بنا پر انہوں نے اپنی تحریر میں صاف صاف ختم نبوت
 کا اقرار کیا، لیکن پھر اپنی نفسانیت کی انجھنت پر مدعی نبوت بھی صراحتہ تھے، جو امت مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا پھیری کر کے اپنی امت بنا نا چاہتے تھے، بھلا اس گورکھ دھندے
 کو کون ذی شعور نہیں سمجھتا، تو مرزا غلام احمد صاحب کے اس دعوائے نبوت پر اُن کے سابقہ
 مَذکورۃ المصداق فتویٰ ہی سامنے نہ دراند رکھ کر ان کے اس منہ پر اُن کا اپنا ہی مذکورہ
 طمانچہ تیرکا رسید کر دیا تھا، فقیر نے اس میں کوئی زیادتی کی ہے، البتہ پہلے قرآن پاک اور
 احادیث صحیحہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و مفسرین متقدمین و اکابرین ملت کے جو دلائل پیش کئے
 ہیں وہ بھی بلا طعن اور بغرض افادہ امت مرزائیہ تحریر کئے ہیں، تاکہ رب العزت کے دربار
 میں کوئی مرزائی یہ نہ کہے، کہ یا اللہ! ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں، اور نفیر آخری یہی دعا کرتا ہے
 کہ مرزائی حضرات کو بھی اللہ تعالیٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کافی بنادے، اور
 اس فیض محمدیہ سے آگے سجاوہ کرنے سے بچا دے،

وَمَا عَلَيْنَاكَ الْبَلَاغِ الْمُبِينِ،

مضمون ختم نبوت ختم ہوا، اب آگے مضمون مرزا صاحب کے اکاذیب پر انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوگا

فہرست الجزء الثانی من کتاب مقياس النبوة فی ثبوت انقطاع النبوة

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون
۲	مقدمہ ختم نبوت کے بیان کا	۲۴	بنی النعل اور عالمین کے نذیر آپ ہی کافی ہیں
۵	یوم میثاق میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵	عالمین میں رحمت بھی آپ کو مقرر کیا
	پر نبوت ختم ہونیکا وعدہ لیا گیا	۲۷	تم بھی عیسائی ہو کا جواب
۶	نبی اللہ کو علم لدنی کا ہونا ضروری ہے	۲۸	مرزائیوں کا کہنا کہ ہم بھی خاتم النبیین کے قائل ہیں کا رد
	نشر جاء کثر دسوائ کی تحقیق	۲۹	اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی رسالت کافی ہے
۸	تفاسیر سے	۳۰	نبوت ختم ہے
۱۰	مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد ختم نبوة	۳۱	اگر کمرابی ہو تو نبوة کی ضرورت ہے کا جواب
	سنہا لے پر حلفیہ وعدہ	۳۲	نبوت ختم ہے
۱۱	تمام انبیاء علیہم السلام کا ختم نبوة پر اقرار ہونا	۳۳	تیمارت تک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر ہیں
۱۲	ختم نبوة کے ارکار پر عتاب خداوندی	۳۴	دین مکمل ہونیکے بعد اب نبی کی ضرورت نہیں قرآنی آیت
۱۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے	۳۵	کے ساتھ مرزائی ٹائیڈ
	سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا	۳۶	نبوة ختم ہو چکی اور تمام رسل گذر چکے
۱۵	مثال کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۷	سابقہ انبیاء کے ذکر میں مابعد کا بھی ذکر
۱۶	سابقہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنا ہی ختم نبوة	۳۸	مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے تمام انبیاء ختم ہو چکے
	پر دال ہے	۳۹	نبوة ختم ہونا آپ کے صاحبزادہ جو ان نہ ہونیکے لم ہے
	نبوة مردوں کے لئے نہ عورتوں کے لئے	۴۰	لم کی مثال قرآن کریم سے
۱۷	سابقہ رسل کا ذکر ختم نبوة کی دلیل ہے	۴۱	لم کے صحیح ہونے کی وجہ
۱۹	کیا یہ امت ناقص ہے کہ نبی نہ ہو کیلگا کا جواب	۴۲	خاتم النبیین کی تفسیر مرزائیہ
۲۰	سابقہ انبیاء کا ذکر بعد کا نہ کرنا دلیل ختم نبوة ہی	۴۳	خاتم کے معنی لغات عربی سے
۲۲	اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ	۴۴	خاتم النبیین قرآنی لغت و عیسائی لغت سے
	انبیاء سے ہم نظام ہونیکا ارشاد فرمایا	۴۵	خاتم کے مرزائی معنی پر پانچ آنے انعام
۲۳	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب تمام لوگوں کیلئے ایک ہی	۴۶	مرزائی آیت خاتم النبیین کا منکر ہے

۴۵	ختم ہر کے معنی سے بند کرنا قرآن سے	۷۲	اطاعت منصور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
۴۶	قرآن کریم سے ختم کے معنی بند کرنا	۷۳	بہترین امت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں از حد قرآن
۴۷	مرزائی کو ختم کے معنی ہر یکصد روپیہ العام	۷۴	اولئک هم الصادقون کا جواب
۴۸	حساب تبرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت	۷۵	الذین کے صلہ و بدلے ہوتے ہیں قرآن کریم
	ختم ثابت کرتا ہے،	۷۶	درجہ بدرجہ نبوت حاصل نہیں ہو سکتی
۴۹	میدان حشر میں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۷۷	مع بمعنی میں نہیں
	پر نبوت ختم ہونیکا اعلان ہو گا	۷۸	من یطع اللہ والیہ من اللہ کے مرزائی معنی غلط ہیں
۵۰	ادلہ مرزائیہ کے اجرائے نبوت کے جواباً ص ۳۹	۷۹	مع رفاقت کے لئے آتا ہے
۵۱	تقدم فاعل فعل قرآن کریم میں مفید تخصیص ہے	۸۰	نبی کی معیت میں نبی نہیں بن سکتا
۵۲	رسالت و نبوة وہی ہے کسی نہیں	۸۱	معیت الہی میں الہ نہیں بن سکتا
۵۳	مصطفیٰ کی تحقیق	۸۲	نبوت وہی ہے
۵۴	سنة اللہ غیر متبدل ہونیکا جواب ص ۴۱	۸۳	معصومیت انبیاء علیہم السلام
۵۵	پہلے ہر قوم کا نبی علیحدہ ہوتا تھا	۸۴	موصفت میں اعمال شرط نہیں
۵۶	سنة اللہ تبدیل ہو جاتی ہے	۸۵	نبوت وہی ہے
۵۷	سنة الاولین گذر چکی	۸۶	عورقین نبیہ کیوں نہیں بنتیں؟
۵۸	سنة اللہ کا تبدیلی کا جواب	۸۷	صراط الذین انعمت علیہم کا جواب
۵۹	غیر شرعی نبی کی بھی ضرورت نہیں	۹۰	امام راغب کا جواب
۶۰	نبوة کی تعریف اور تابع نبی کا جواب	۹۱	امام راغب کے قول کی شرح
۶۱	نبی کی تعریف قرآن کریم اور مرزا صاحب کے کلام سے	۹۲	اما یا یتکم منکم کی تحقیق
۶۲	مصطفیٰ کے استمرار کا جواب ص ۴۲	۹۳	اما کی تحقیق
۶۳	یجتہی من دسلہ کی تحقیق	۹۴	اما کی تحقیق تفاسیر سے
۶۴	قرآن کریم کا ترجمہ قرآن کریم سے	۹۵	اما کی تحقیق قرآن کریم سے
۶۵	آیت مذکورہ کا ترجمہ تفاسیر سے	۹۶	یٰ بنی آدم کی تفسیر
۶۶	من یطع اللہ والیہ من اللہ کا مرزائی اعتراض	۹۷	یٰ بنی آدم کا حل سیوطی کے کلام سے
۶۷	من یطع اللہ والیہ من اللہ کا حل	۹۸	یٰ بنی آدم اما یا یتکم کا حل علامہ راغبی کے کلام سے

۱۰۱	تفسیر پیادہ سے رسل کا حل	۱۵۶	حدیث بخاری شریف تَسْوَمَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ ...
۱۰۲	احدنا الصمد المستقيم کا جواب	۱۵۷	داندہ لا نبی بعدی کا مطلب
۱۰۵	یا ایہا الرسل کا حل	۱۵۸	بادشاہت اور نبوت کا جواب
۱۰۸	یا ایہا الرسل کی تحقیق از تقاسیر	۱۵۹	لیس یعنی و بینہ نبی کا جواب
۱۱۲	وما لکم ان توفد رسول اللہ کی تفسیر	۱۶۰	حدیث مذکورہ بالا کا مرزائی منکر ہے
۱۱۷	ولقد جاءکم بوصف من قبل کی تحقیق	۱۶۱	حدیث انا اللہ وانا خاتم النبیین
۱۲۰	انتم ظنوا کما ظننتم کی تفسیر	۱۶۲	تُحِیَّتْ اَنَا وَاَتَمَمْتَ تِلْكَ الْبَیِّنَاتِ
۱۲۲	ولقد اضل قبلہم کی تفصیل	۱۶۳	لولا انک لما خلقت الامم لک کی مرزائی شرح
۱۲۵	امت راشدہ کی موجودگی میں اور نبی کی ضرورت	۱۶۴	وجئت و خفت الانبیاء
۱۲۸	و ان بن قریبہ کا حل	۱۶۵	مذکورہ حدیث کے رجال کی تحقیق
۱۳۲	الیوم اکملت لکم کی تفسیر مرزائی	۱۶۶	مشلی و مثل الانبیاء کی تشریح
۱۳۵	آیت مذکورہ کا جواب اسلامی	۱۶۷	مسجدی اخذ الماحد
۱۳۷	واذا اخذ اللہ کی تفسیر	۱۶۸	حدیث عاقب کے معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
۱۳۹	تخریف شدہ حدیثوں کی تصحیح	۱۶۹	عاقب و متقی کا مطلب حدیث و لغت سے
۱۴۰	حدیث لوعاش کی تحقیق	۱۷۰	خاتمہ و عاقب و متقی کا مطلب محدثین کی زبانی
۱۴۱	لوعاش حدیث کے رجال کذاب ہیں	۱۷۱	حدیث ان النبوة والرسالة قد انقطعت
۱۴۲	علی قاری کا جواب	۱۷۲	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عہدہ بھی ختم نبوت پر تھا
۱۴۳	علی قاری کے قول نلاینا قضا کا حل	۱۷۳	ان الرسالة والنبوة قد انقطعت
۱۴۴	فتویٰ حدیثیہ کا حل	۱۷۴	ان الرسالة الخ کے رجال حدیث کی تحقیق
۱۴۸	فیوخب نبی اللہ صبی کا جواب	۱۷۵	میزان الاعتدال کے نصف کا جواب
۱۴۹	ابوبکر خید الناس کا جواب	۱۷۶	ان الرسالة الخ کے رجال حدیث کی تحقیق
۱۵۱	تکون النبوة کا جواب	۱۷۷	میزان الاعتدال کا جواب صفحہ ۱۵۱
۱۵۲	آخر خادم صاحب کاحیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام و امام مہدی کو قیلم کرنا	۱۷۸	ان الرسالة پر اعتراض کا جواب
۱۵۳	ادلہ ختم نبوت پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از احادیث	۱۷۹	لیس بعدی نبی
		۱۸۰	ذہبت النبوة

۱۸۰	فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبل از آدم علیہ السلام خاتم النبیین ہوں	۲۱۹	فتوحات مکیہ کے ٹائٹل پر کاجواب
•	لا یتقی بعدی من النبوة شیئ	۲۲۰	علامہ رازی کی عبارت کا صحیح مطلب
۱۸۱	الی نذیر لکم بین یدی ہذا اب الشدید کی شرح حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے	۲۲۱	ذوقانی کی عبارت میں مرزائی دھوکہ
۱۸۲	قیامت کو نبوت ختم ہونیکا سہرا آپ کے سر پہ گنا	۲۲۲	مولوی محمد قاسم اور مولانا روم کے جوابات
۱۸۳	انکشاف النبیین	۲۲۳	غیر حسینی کی اصل عبارت
•	وختمر بنی النبیین	۲۲۴	صحیح البخاری کی عبارت کا جواب
۱۸۴	بعثت انا و الساعۃ کھاتین	۲۲۵	صحیح البخاری کے لابی بعدی کی تشریح
•	ختم نبوت کا خدائی فیصلہ	۲۲۶	صحیح البخاری کے لا تقولوا کی تشریح
۱۸۵	بعد از حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدعی نبوت رجال پر	۲۲۷	صحیح البخاری کے اویت خواتمہ کا بیان
۱۸۶	ثلثون کذابون کے رجال کی تحقیق	۲۲۸	خاتمہ کے معنی انگریزی کا جواب
۱۸۷	ترمذی شریف کی حدیث ثلثون کذابون کے رجال کی تحقیق	۲۲۹	تسخیر کفر الایمان کا جواب
۹۵	باقی دو رایوں کی تحقیق	•	لفظ ختم اور کائنات اہل عرب
۹۹	مرزائی ختم نبوت کی تمام احادیث صحیحہ کا منکر	•	خاتمہ یعنی افضل میں مرزائی دھوکہ
۲۰۰	• • • • •	۲۳۱	لفظ ختم اور قرآن مجید پر مرزائی تحریف کا جواب
•	تمام محدثین کا عقیدہ ختم نبوت پر	۲۳۲	الدین احمد والدنا منہ خواتیمہ اللہ کامل
•	امام مسلم کا عقیدہ	۲۳۳	امین کا جواب
•	امام بخاری کا عقیدہ	۲۳۴	ختم اللہ علی قلوبہم کی تحریف مرزائیہ کا جواب
۲۵	تمام مفسرین کا عقیدہ ختم نبوت پر	۲۳۵	کیا ختم کیا؟ کا جواب
۲۱۰	انقطاع نبوة پر تردید مرزائیہ کے جوابات	۲۳۶	بہائم نے بھی ختم نبوت کی شہادت دیدی
۲۱	خاتمہ یعنی افضل قرآن کریم سے رکھنے والے	۲۳۷	یہودیوں نے بھی خاتم النبیین کے معانی سمجھ لیے
•	کو ایک ہزار روپے کا چیلنج	۲۳۸	دلائل ختم نبوت از امام سلف
•	ختم کے معنی قرآن کریم سے	۲۳۹	ختم نبوت کتب عقائد سے
۲۱۲	خاتم کے معنی تغایر اور لغت سے	۲۴۰	فقہاء کا عقیدہ ختم نبوت
۲۱۳	خاتمہ المجاہدین کا جواب	۲۴۱	امام ذہبی اور شیخ سعدی کا عقیدہ ختم نبوت
۲۱۴	افق مکتوبہ عند اللہ خاتم النبیین کے	۲۴۲	بزرگوں کے اقوال کی تحریف کی تصحیح
•	سوال کا جواب	۲۴۳	فتوحات مکیہ انسان کامل کی عبارت کی تشریح
•	انصافیت کا جواب	۲۴۴	موضعات کبیر کا مطلب
۲۱۵	لا محجۃ بعد الفتح کا جواب	۲۴۵	شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کا اصل الکی عبارت سے
۲۱۶	ہجرت کے اقسام	۲۴۶	حضرت عائشہ کے قول لا تقولوا لابی بعدی کا حل
۲۱۷	لا محجۃ بعد الفتح کی تحقیق	۲۴۷	صحیح البخاری کا حل اس کی عبارت سے
۲۱۸	خاتمہ الایمان کا جواب	۲۴۸	پنجابی مثال
		۲۴۹	صحیح البخاری کی عبارت پر مرزائی دھوکے کا انکشاف
		۲۵۰	لا تقولوا لابی بعدی کا مطلب
		۲۵۱	نبوی حدیث کی عبارت لو عاشی ابدا ہم کا حل
		۲۵۲	خاتم النبیین کے معنی مرزا غلام احمد صاحب کی زبان
		۲۵۳	پھر فتویٰ کفر کیوں؟ (۲۷۶) فتویٰ کفر کیوں؟ کا جواب

